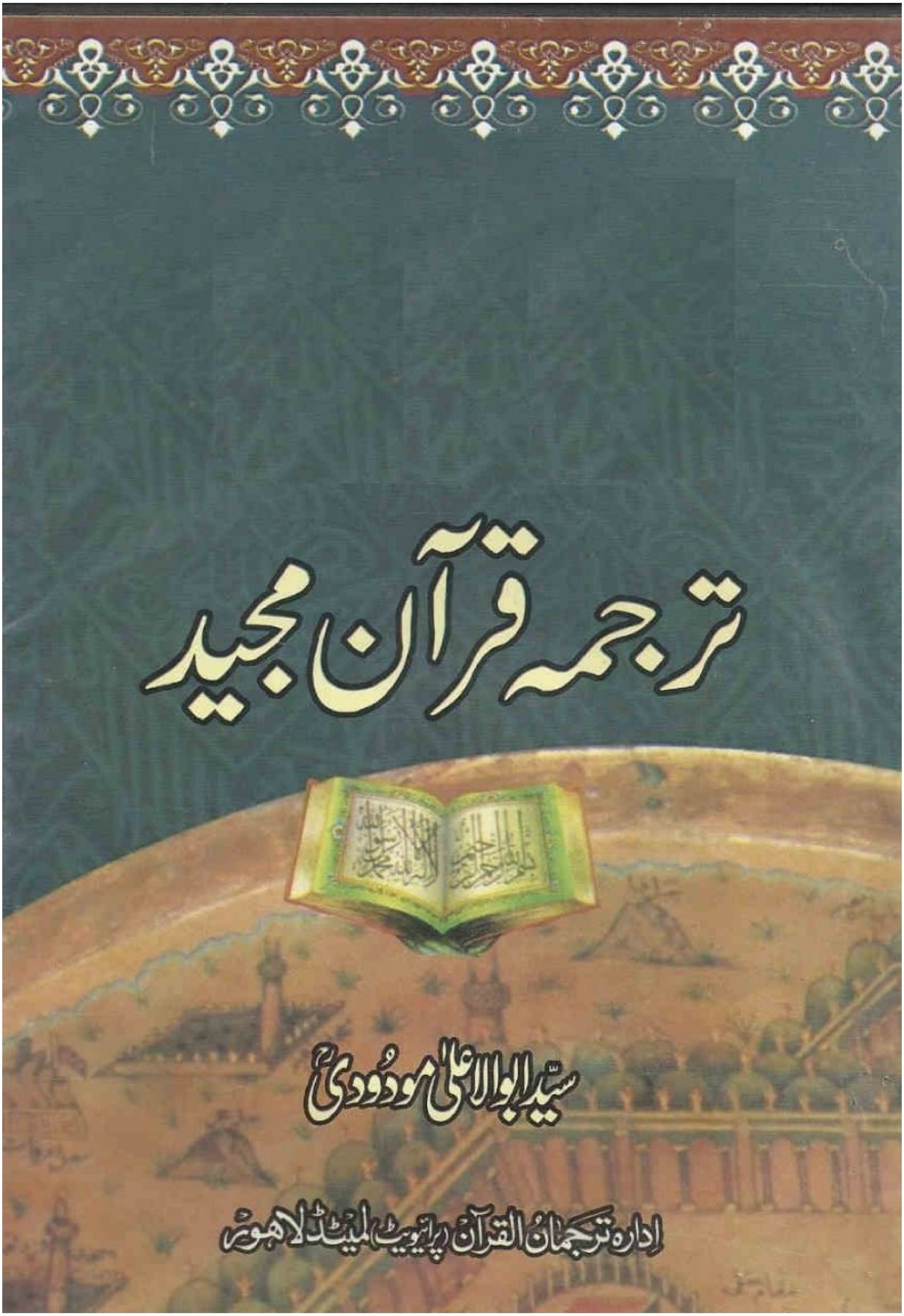

ترجمہ قرآن مجید

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور

CS CamScanner

ترجمۂ قرآن مجید

مع مختصر حواشی

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمانُ القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ،
اُردو بازار، لاہور

CS CamScanner

جملہ حقوق بحقِ ورثاء مترجم محفوظ

کتاب : ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی
مترجم : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
مطبع : مکتبہ جدید پریس
ناشر : ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور
اہتمام : چودھری بشیر احمد خاں
اشاعت : پہلی: رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۔ جولائی ۱۹۷۶ع
تیسویں: رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ ۔ نومبر ۲۰۰۳ع
:۲،۱۶،۵۰۰

طبع جدید[1]

[illegible]

اشاعت:

اول تا یازدھم : رجب المرجب ۱۴۲۵ھ ۔ ستمبر ۲۰۰۴ء

تا

پانزدھم : ۱۴۲۹ھ ۔ جولائی ۲۰۰۸ء ۸۹۶۵۰
شانزدھم : ۱۴۳۰ھ ۔ جون ۲۰۰۹ء ۹۳۰۰

ہدیہ:

[1] اس قرآن کریم کو قرآن کیلی گرافک ریسرچ پروجیکٹ کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

اُردو زبان میں قرآن مجید کے جتنے ترجمے ہو چکے ہیں ان کے بعد اب کسی شخص کا محض برکت و سعادت کی خاطر ایک نیا ترجمہ شائع کرنا وقت اور محنت کا کوئی صحیح مصرف نہیں ہے۔ اس راہ میں مزید کوشش اگر معقول ہو سکتی ہے تو صرف اس صورت میں جبکہ آدمی طالبینِ قرآن کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پچھلے تراجم سے پوری نہ ہوتی ہو۔

ان صفحات میں ترجمانی و تفہیم قرآن کی جو سعی کی گئی ہے وہ دراصل اسی بنیاد پر ہے۔ میں ایک مدت سے محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے عام تعلیم یافتہ لوگوں میں روحِ قرآن تک پہنچنے اور اِس کتابِ پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہونے کی جو طلب پیدا ہوگئی ہے اور روز بروز بڑھ رہی ہے وہ پچھلے مترجمین کی نہایت قابلِ قدر مساعی کے باوجود ہنوز تشنہ ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ احساس بھی اپنے اندر پا رہا تھا کہ اُس تشنگی کو بجھانے کے لیے کچھ نہ کچھ خدمت میں بھی کر سکتا ہوں۔ انہی دونوں احساسات نے مجھے اس کوشش پر مجبور کیا جس کے ثمرات ہدیۂ ناظرین کیے جا رہے ہیں۔ اگر فی الواقع میری یہ حقیر پیشکش لوگوں کے لیے فہم قرآن میں کچھ بھی مددگار ثابت ہوئی تو یہ میری بہت بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

جو مقصد میں نے اس کام میں اپنے پیش نظر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک عام ناظر

ترجمے کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا بالکل صاف صاف سمجھتا چلا جائے، اور اس سے وہی اثر قبول کرے جو قرآن اس پر ڈالنا چاہتا ہے۔ اسی لیے میں نے لفظی ترجمے کا طریقہ چھوڑ کر آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک لفظی ترجمہ قرآن کا تعلق ہے، یہ خدمت اس سے پہلے متعدد بزرگ بہترین طریقہ پر انجام دے چکے ہیں اور اس راہ میں اب کسی مزید کوشش کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ فارسی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ، اور اُردو میں شاہ عبد القادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا اشرف علی صاحب اور مولوی فتح محمد صاحب جالندھری کے تراجم اُن اغراض کو بخوبی پورا کر دیتے ہیں جن کے لیے ایک لفظی ترجمہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن کچھ ضرورتیں ایسی ہیں جو لفظی ترجمہ سے پوری نہیں ہوتیں اور نہیں ہو سکتیں۔ انہی کو میں نے ترجمانی کے ذریعے سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

لفظی ترجمے کا اصل فائدہ یہ ہے کہ آدمی کو قرآن کے ہر ہر لفظ کا مطلب معلوم ہو جاتا ہے اور وہ ہر آیت کے نیچے اس کا ترجمہ پڑھ کر جان لیتا ہے کہ اس آیت میں یہ کچھ فرمایا گیا ہے۔ لیکن اس فائدے کے ساتھ اس طریقے میں کئی پہلو نقص کے بھی ہیں جن کی وجہ سے ایک غیر عربی داں ناظر قرآن مجید سے اچھی طرح مستفید نہیں ہو سکتا۔

پہلی چیز جو ایک لفظی ترجمے کو پڑھتے وقت محسوس ہوتی ہے وہ روانی عبارت، زورِ بیان، بلاغتِ زبان اور تاثیرِ کلام کا فقدان ہے۔ قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جان عبارت ملتی ہے جسے پڑھ کر نہ اس کی روح وجد میں آتی ہے، نہ اس کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، نہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں، نہ اس

CS CamScanner

کے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے، نہ اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل و فکر کو تسخیر کرتی ہوئی قلب و جگر تک اترتی چلی جارہی ہے۔ اس طرح کا کوئی تاثر رونما ہونا تو درکنار، ترجمے کی پڑھتے وقت تو بسا اوقات آدمی یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر لانے کے لیے دنیا بھر کو چیلنج دیا گیا تھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظی ترجمے کی چھلنی صرف دوا کے خشک اجزاء ہی کو اپنے اندر سے گزرنے دیتی ہے۔ رہی ادب کی وہ تیز و تند اسپرٹ جو قرآن کی اصل عبارت میں بھری ہوئی ہے، اس کا کوئی حصہ ترجمے میں شامل نہیں ہونے پاتا۔ وہ اس چھلنی کے اوپر ہی سے اڑ جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن کی تاثیر میں اس کی پاکیزہ تعلیم اور اس کے عالی قدر مضامین کا جتنا حصہ ہے، اس کے ادب کا حصہ بھی اس سے کچھ کم نہیں ہے۔ یہی تو وہ چیز ہے جو سنگ دل سے سنگ دل آدمی کا دل بھی پگھلا دیتی تھی۔ جس نے بجلی کے کڑکے کی طرح عرب کی ساری زمین ہلا دی تھی۔ جس کی قوت تاثیر کا لوہا اس کے شدید ترین مخالفین تک مانتے تھے اور ڈرتے تھے کہ یہ جادو اثر کلام جو سُنے گا وہ بالآخر نقدِ دل ہار بیٹھے گا۔ یہ چیز اگر قرآن میں نہ ہوتی اور وہ اُسی طرح کی زبان میں نازل ہوا ہوتا جیسی اس کے ترجموں میں ہم کو ملتی ہے تو اہل عرب کے دلوں کو گرمانے اور نرمانے میں اسے ہرگز وہ کامیابی نہ حاصل ہوسکتی جو فی الواقع اسے حاصل ہوئی۔

لفظی ترجموں سے طبائع کے پوری طرح متاثر نہ ہوسکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ترجمے بالعموم بین السطور درج کیے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ اس غرض کے لیے تو عین مناسب ہے جس کی خاطر آدمی لفظی ترجمہ پڑھتا ہے، کیونکہ اس طرح ہر لفظ اور ہر آیت کے مقابلے میں اس کا ترجمہ ملتا جاتا ہے۔ لیکن اُس کا نقصان یہ ہے کہ ایک آدمی جس طرح دوسری کتابوں کو پڑھتا اور ان سے اثر قبول کرتا ہے، اس طرح وہ

ترجمہ قرآن کو نہ تو مسلسل پڑھ سکتا ہے اور نہ اس سے اثر قبول کر سکتا ہے، کیونکہ بار بار ایک اجنبی زبان کی عبارت اس کے مطالعہ کی راہ میں حائل ہوتی رہتی ہے۔ انگریزی ترجموں میں اس سے بھی زیادہ بے اثری پیدا کرنے کا ایک سبب یہ ہے کہ بائیبل کے ترجمے کی پیروی میں قرآن کی ہر آیت کا ترجمہ الگ الگ نمبر وار درج کیا جاتا ہے۔ آپ کسی بہتر سے بہتر مضمون کو لے کر ذرا اس کے فقرے فقرے کو الگ کر دیجیے اور اوپر نیچے نمبر وار لکھ کر اسے پڑھیے۔ آپ کو خود محسوس ہو جائے گا کہ مربوط اور مسلسل عبارت سے جو اثر آپ کے ذہن میں پڑتا تھا اس سے آدھا اثر بھی اِن جدا جدا فقروں کے پڑھنے سے نہیں پڑتا۔

ایک اور وجہ، اور بڑی اہم وجہ لفظی ترجمے کے غیر مؤثر ہونے کی یہ ہے کہ قرآن کا طرزِ بیان تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔ اگر اس کو منتقل کرتے وقت تقریری کی زبان کو تحریری کی زبان میں تبدیل نہ کیا جائے اور جوں کا توں اس کا ترجمہ کر ڈالا جائے تو ساری عبارت غیر مربوط ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ابتداءً لکھے ہوئے رسالوں کی شکل میں شائع نہیں کیا گیا تھا، بلکہ دعوتِ اسلامی کے سلسلے میں حسبِ موقع وضرورت ایک تقریر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی تھی اور آپ اسے ایک خطبے کی شکل میں لوگوں کو سناتے تھے۔ تقریر کی زبان اور تحریر کی زبان میں فطرۃً بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً تحریر میں ایک شبہ کو بیان کر کے اسے رفع کیا جاتا ہے۔ مگر تقریر میں شبہ کرنے والے خود سامنے موجود ہوتے ہیں، اس لیے بسا اوقات یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی کہ ”لوگ ایسا کہتے ہیں“، بلکہ مقررِ آمدِ سخن ہی میں ایک فقرہ ایسا کہہ جاتا ہے جو ان کے شبہ کا جواب ہوتا ہے۔ تحریر میں سلسلۂ کلام سے الگ مگر اس سے قریبی تعلق رکھنے والی کوئی بات کہنی ہو تو اس کو جملۂ

CS CamScanner

معترضہ کے طور پر کسی نہ کسی طرح عبارت سے جدا کر کے لکھا جاتا ہے تاکہ ربطِ کلام ٹوٹنے نہ پائے۔ لیکن تقریر میں صرف لہجہ اور طرزِ خطاب بدل کر ایک مقرر بڑے بڑے جملہ ہائے معترضہ بولتا چلا جاتا ہے اور کوئی بے ربطی محسوس نہیں ہوتی۔ تحریر میں بیان کا تعلق ماحول سے جوڑنے کے لیے الفاظ سے کام لینا پڑتا ہے۔ لیکن تقریر میں ماحول خود ہی بیان سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور ماحول کی طرف اشارہ کیے بغیر جو باتیں کہی جاتی ہیں، ان کے درمیان کوئی خلا محسوس نہیں ہوتا۔ تقریر میں متکلم اور مخاطب بار بار بدلتے ہیں۔ مقرر اپنے زورِ کلام میں موقع و محل کے لحاظ سے کبھی ایک ہی گروہ کا ذکر بصیغۂ غائب کرتا ہے اور کبھی اسے حاضر سمجھ کر براہِ راست خطاب کرتا ہے۔ کبھی واحد کا صیغہ بولتا ہے اور کبھی جمع کے صیغے استعمال کرنے لگتا ہے۔ کبھی متکلم وہ خود ہوتا ہے، کبھی کسی گروہ کی طرف سے بولتا ہے، کبھی کسی بالائی طاقت کی نمائندگی کرنے لگتا ہے، اور کبھی وہ بالائی طاقت خود اس کی زبان سے بولنے لگتی ہے۔ تقریر میں یہ چیز ایک حُسن پیدا کرتی ہے، مگر تحریر میں آ کر یہی چیز بے جوڑ ہو جاتی ہے۔ یہی وجوہ ہیں کہ جب کسی تقریر کو تحریر کی شکل میں لایا جاتا ہے تو اس کو پڑھتے وقت آدمی لازماً ایک طرح کی بے ربطی محسوس کرتا ہے اور یہ احساس اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے جتنا اصل تقریر کے حالات اور ماحول سے آدمی دور ہوتا جاتا ہے۔ خود قرآنِ عربی میں بھی ناواقف لوگ جس بے ربطی کی شکایت کرتے ہیں، اس کی اصلیت یہی ہے۔ وہاں تو اس کو دور کرنے کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ تفسیری حواشی کے ذریعہ سے ربطِ کلام کو واضح کیا جائے، کیونکہ قرآن کی اصل عبارت میں کوئی کمی بیشی کرنا حرام ہے۔ لیکن کسی دوسری زبان میں قرآن کی ترجمانی کرتے ہوئے اگر تقریر کی زبان کو احتیاط کے ساتھ تحریر کی زبان میں تبدیل کر لیا جائے، تو بڑی آسان کے

ساتھ یہ بے ربطی دور ہو سکتی ہے۔

علاوہ بریں، جیسا کہ ابھی میں اشارۃً عرض کر چکا ہوں، قرآن مجید کی ہر سورت دراصل ایک تقریر تھی جو دعوتِ اسلامی کے کسی مرحلے میں ایک خاص موقع پر نازل ہوتی تھی۔ اس کا ایک خاص پس منظر ہوتا تھا۔ کچھ مخصوص حالات اس کا تقاضا کرتے تھے۔ اور کچھ ضرورتیں ہوتی تھیں جنھیں پورا کرنے کے لیے وہ اترتی تھی۔ اپنے اُس پس منظر اور اپنی اس شانِ نزول کے ساتھ قرآن کی اِن سُورتوں کا تعلق اتنا گہرا ہے کہ اگر اس سے الگ کر کے مجرد الفاظ کا ترجمہ آدمی کے سامنے رکھ دیا جائے تو بہت سی باتوں کو وہ قطعاً نہیں سمجھے گا، اور بعض باتوں کو اُلٹا سمجھ جائے گا، اور قرآن کا پورا مدّعا تو شاید کہیں اس کی گرفت میں آئے گا ہی نہیں۔ قرآنِ عربی میں اس مشکل کو دُور کرنے کے لیے تفسیر سے مدد لینی پڑتی ہے، کیونکہ اصل قرآن میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دوسری زبان میں ہم اتنی آزادی برت سکتے ہیں کہ قرآن کی ترجمانی کرتے وقت کلام کو کسی نہ کسی حد تک اس کے پس منظر اور اس کے حالاتِ نزول کے ساتھ جوڑتے چلے جائیں، تاکہ ناظر کے لیے وہ پوری طرح بامعنی ہو سکے۔

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ قرآن اگرچہ عربیِ مبین میں نازل ہوا ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ اپنی ایک مخصوص اصطلاحی زبان بھی رکھتا ہے۔ اس نے بکثرت الفاظ کو اُن کے اصل لغوی معنی سے ہٹا کر ایک خاص معنی میں استعمال کیا ہے، اور بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کو وہ مختلف مواقع پر مختلف مفہومات میں استعمال کرتا ہے۔ پابندیِ لفظ کے ساتھ جو ترجمے کیے جاتے ہیں ان میں اس اصطلاحی زبان کی رعایت ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہے، اور اس کے ملحوظ نہ رہنے سے بسا اوقات ناظرین طرح طرح کی

الجھنوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً، ایک لفظ کفر کو لیجیے جو قرآن کی اصطلاح میں اصل عربی لغت اور ہمارے فقہاء و متکلّمین کی اصطلاح، دونوں سے مختلف معنی رکھتا ہے، اور پھر خود قرآن میں بھی ہر جگہ ایک ہی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ کہیں اس سے مراد مکمل غیر ایمانی حالت ہے۔ کہیں یہ مجرد انکار کے معنی میں آیا ہے۔ کہیں اس سے محض ناشکری اور احسان فراموشی مراد لی گئی ہے۔ کہیں مقتضیاتِ ایمان میں سے کسی کو پورا نہ کرنے پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ کہیں اعتقادی اقرار مگر عملی انکار یا نافرمانی کے لیے یہ لفظ بولا گیا ہے۔ کہیں ظاہری اطاعت مگر باطنی بے اعتقادی کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان مختلف مواقع پر اگر ہم ہر جگہ کفر کا ترجمہ کفر ہی کرتے چلے جائیں، یا اور کسی لفظ کا التزام کر لیں، تو بلاشبہ ترجمہ اپنی جگہ صحیح ہو گا لیکن ناظرین، کہیں مطلب سے محروم رہ جائیں گے کہیں کسی غلط فہمی کے شکار ہوں گے، اور کہیں خلجان میں پڑ جائیں گے۔

لفظی ترجمے کے طریقے میں کسر اور خامی کے یہی وہ پہلو ہیں جن کی تلافی کرنے کے لیے میں نے ''ترجمانی'' کا ڈھنگ اختیار کیا ہے۔ میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اُردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ اسلوبِ بیان میں ترجمہ پن نہ ہو، عربی مبین ترجمانی اردوئے مبین میں ہو، تقریر کا ربط فطری طریقے سے تحریر کی زبان میں ظاہر ہو، اور کلامِ الٰہی کا مطلب و مدعا صاف صاف واضح ہونے کے ساتھ اس کا شاہانہ وقار اور زورِ بیان بھی جہاں تک بس چلے ترجمانی میں منعکس ہو جائے۔ اس طرح کے آزاد ترجمے کے لیے یہ تو بہرحال ناگزیر تھا کہ لفظی پابندیوں

سے نکل کر ادائے مطالب کی جسارت کی جائے، لیکن معاملہ کلامِ الٰہی کا تھا، اس لیے میں نے بہت ڈرتے ڈرتے ہی یہ آزادی برتی ہے۔ جس حد تک احتیاط میری امکان میں تھی، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے اس امر کا پورا اہتمام کیا ہے کہ قرآن کی اپنی عبارت جتنی آزادیِ بیان کی گنجائش دیتی ہے اس سے تجاوز نہ ہونے پائے۔

اس ترجمے کے ساتھ میں نے بہت مختصر حواشی صرف اُن مقامات پر دیے ہیں جہاں یہ محسوس ہوا ہے کہ حاشیے کے بغیر بات پوری طرح سمجھ میں نہ آسکے گی، کیونکہ یہ ترجمہ دراصل ان لوگوں کے لیے شائع کیا جارہا ہے جو محض ترجمہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ باقی رہے وہ حضرات جو تفصیل کے ساتھ قرآن مجید کو سمجھنے کے خواہشمند ہوں، ان کے لیے میری تفسیر ’’تفہیم القرآن‘‘ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

ترجمے سے فائدہ اٹھانے کے لیے میرے نزدیک مناسب ترین طریقہ یہ ہوگا کہ آپ روزانہ جتنی تلاوت کرنا چاہیں پہلے متنِ قرآن کی اتنی تلاوت کرلیں۔ پھر ایک ایک آیت کے بالمقابل اس کا ترجمہ پڑھیں، اور آخر میں قرآن کے اس پورے حصے کا ترجمہ مسلسل ایک عبارت کے طور پر پڑھ ڈالیں، تاکہ اچھی طرح یہ بات ذہن نشین ہوجائے کہ آج آپ نے جتنا قرآن پڑھا ہے اس کا مطلب کیا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کوئی لفظی ترجمہ بھی پیشِ نظر رکھا جائے تو اچھا ہے تاکہ ہر لفظ کا مفہوم بھی معلوم ہوجائے۔

ابوالاعلیٰ

۷ صفر ۱۳۹۱ھ

۱۴ اپریل ۱۹۷۱ء

CS CamScanner

السُّوَر

نمبر شمار	نام سورہ	نمبر صفحہ	نمبر شمار	نام سورہ	نمبر صفحہ
۱	الفاتحۃ	۱۸	۱۹	مریم	۷۷۶
۲	البقرۃ	۲۰	۲۰	طٰہٰ	۷۹۴
۳	اٰل عمرٰن	۱۳۲	۲۱	الانبیآء	۸۲۲
۴	النسآء	۱۹۶	۲۲	الحج	۸۴۴
۵	المآئدۃ	۲۷۴	۲۳	المؤمنون	۸۶۸
۶	الانعام	۳۳۵	۲۴	النور	۸۸۸
۷	الاعراف	۳۹۲	۲۵	الفرقان	۹۱۶
۸	الانفال	۴۵۶	۲۶	الشعرآء	۹۳۴
۹	التوبۃ	۴۸۰	۲۷	النمل	۹۶۰
۱۰	یونس	۵۳۲	۲۸	القصص	۹۸۲
۱۱	ھود	۵۶۴	۲۹	العنکبوت	۱۰۰۸
۱۲	یوسف	۶۰۰	۳۰	الروم	۱۰۲۸
۱۳	الرعد	۶۳۴	۳۱	لقمٰن	۱۰۴۴
۱۴	ابرٰھیم	۶۵۰	۳۲	السجدۃ	۱۰۵۴
۱۵	الحجر	۶۶۶	۳۳	الاحزاب	۱۰۶۰
۱۶	النحل	۶۸۰	۳۴	سبا	۱۰۸۶
۱۷	بنیٓ اسرآءیل	۷۱۶	۳۵	فاطر	۱۱۰۰
۱۸	الکھف	۷۴۸	۳۶	یٰسٓ	۱۱۱۴

CS CamScanner

نمبر شمار	نام سورہ	نمبر صفحہ	نمبر شمار	نام سورہ	نمبر صفحہ
۳۷	الصّٰفّٰت	۱۱۲۸	۵۷	الحدید	۱۳۷۲
۳۸	صٓ	۱۱۳۶	۵۸	المجادلة	۱۳۸۴
۳۹	الزُّمر	۱۱۶۲	۵۹	الحشر	۱۳۹۴
۴۰	المؤمن	۱۱۸۲	۶۰	الممتحنة	۱۴۰۴
۴۱	حٰمٓ السّجدة	۱۲۰۴	۶۱	الصّفّ	۱۴۱۲
۴۲	الشّورٰی	۱۲۲۰	۶۲	الجمعة	۱۴۱۸
۴۳	الزُّخرف	۱۲۳۶	۶۳	المنٰفقون	۱۴۲۲
۴۴	الدُّخان	۱۲۵۴	۶۴	التّغابن	۱۴۲۸
۴۵	الجاثیة	۱۲۶۲	۶۵	الطّلاق	۱۴۳۴
۴۶	الأحقاف	۱۲۷۲	۶۶	التّحریم	۱۴۴۰
۴۷	محمّد	۱۲۸۴	۶۷	الملک	۱۴۴۶
۴۸	الفتح	۱۲۹۴	۶۸	القلم	۱۴۵۴
۴۹	الحُجُرٰت	۱۳۰۶	۶۹	الحاقّة	۱۴۶۲
۵۰	قٓ	۱۳۱۴	۷۰	المعارج	۱۴۶۸
۵۱	الذّٰریٰت	۱۳۲۴	۷۱	نوح	۱۴۷۲
۵۲	الطّور	۱۳۳۲	۷۲	الجنّ	۱۴۷۸
۵۳	النّجم	۱۳۴۰	۷۳	المزّمّل	۱۴۸۴
۵۴	القمر	۱۳۴۸	۷۴	المدّثّر	۱۴۸۸
۵۵	الرّحمٰن	۱۳۵۶	۷۵	القیٰمة	۱۴۹۲
۵۶	الواقعة	۱۳۶۴	۷۶	الدّهر	۱۴۹۶

نمبر شمار	نام سورہ	نمبر صفحہ
۷۷	المرسلٰت	۱۵۰۲
۷۸	النّبا	۱۵۰۸
۷۹	النّزعٰت	۱۵۱۲
۸۰	عبس	۱۵۱۸
۸۱	التّکویر	۱۵۱۶
۸۲	الانفطار	۱۵۲۲
۸۳	المطفّفین	۱۵۲۴
۸۴	الانشقاق	۱۵۲۸
۸۵	البروج	۱۵۳۰
۸۶	الطّارق	۱۵۳۴
۸۷	الاعلیٰ	۱۵۳۶
۸۸	الغاشیۃ	۱۵۳۸
۸۹	الفجر	۱۵۴۰
۹۰	البلد	۱۵۴۲
۹۱	الشّمس	۱۵۴۴
۹۲	الّیل	۱۵۴۶
۹۳	الضّحیٰ	۱۵۴۸
۹۴	الم نشرح	۱۵۵۰
۹۵	التّین	۱۵۵۰
۹۶	العلق	۱۵۵۲
۹۷	القدر	۱۵۵۴
۹۸	البیّنۃ	۱۵۵۴
۹۹	الزلزال	۱۵۵۶
۱۰۰	العٰدیٰت	۱۵۵۸
۱۰۱	القارعۃ	۱۵۵۸
۱۰۲	التّکاثر	۱۵۶۰
۱۰۳	العصر	۱۵۶۰
۱۰۴	الھمزۃ	۱۵۶۲
۱۰۵	الفیل	۱۵۶۲
۱۰۶	قریش	۱۵۶۴
۱۰۷	الماعون	۱۵۶۴
۱۰۸	الکوثر	۱۵۶۶
۱۰۹	الکٰفرون	۱۵۶۶
۱۱۰	النّصر	۱۵۶۶
۱۱۱	اللّھب	۱۵۶۸
۱۱۲	الاخلاص	۱۵۶۸
۱۱۳	الفلق	۱۵۶۸
۱۱۴	النّاس	۱۵۷۰

الاجزآء

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱	آلـمّ	۲۰
۲	سیقول	۶۶
۳	تلك الرسل	۱۱۴
۴	لن تنالوا	۱۶۰
۵	والمحصنت	۲۱۰
۶	لا یحب الله	۲۶۴
۷	واذا سمعوا	۳۱۸
۸	ولو اننا	۳۷۰
۹	قال الملا	۴۱۸
۱۰	واعلموٓا	۴۶۸
۱۱	یعتذرون	۵۱۸
۱۲	ومامن دآبة	۵۶۶
۱۳	ومآ ابرّئ	۶۱۶
۱۴	ربما	۶۶۶
۱۵	سبحٰن الذی	۷۱۶

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱۶	قال الم	۷۶۸
۱۷	اقترب للناس	۸۲۲
۱۸	قد افلح	۸۶۸
۱۹	وقال الذین	۹۲۲
۲۰	امن خلق	۹۷۴
۲۱	اتل مآ اوحی	۱۰۲۰
۲۲	ومن یقنت	۱۰۷۰
۲۳	ومالی	۱۱۱۸
۲۴	فمن اظلم	۱۱۷۰
۲۵	الیه یرد	۱۲۱۸
۲۶	حٰمٓ	۱۲۷۲
۲۷	قال فما خطبكم	۱۳۲۸
۲۸	قد سمع الله	۱۳۸۴
۲۹	تبرك الذی	۱۴۳۶
۳۰	عمّ	۱۵۰۸

رموزِ اوقاف

قرآنِ مجید کی صحیح قراءت کے لیے خاص خاص علامتیں مقرر ہیں، جنھیں رموزِ اوقاف کہتے ہیں۔ ان رموز کی مفصل کیفیت درجِ ذیل ہے:

م : وقف لازم کی علامت ہے۔ اسے ترک کر دینے سے معنوں میں خلل پڑ جاتا ہے۔ یہاں ٹھیر جانا نہایت ضروری ہے، ورنہ عبارت کا مطلب منشائے الٰہی کے خلاف ہو جائے گا۔

ط : وقف مطلق کی علامت ہے۔ چونکہ اس مقام پر بعد کی عبارت کو سابق عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی وجہ نہایت ضعیف بلکہ ناپید ہوتی ہے، اس لیے احسن یہی ہے کہ یہاں ٹھیر کر آگے کی عبارت پڑھی جائے۔

ج : وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھیر جانا بہتر ہے مگر نہ ٹھیرنا بھی جائز ہے۔

ز : وقف مجوز کی علامت ہے۔ یہاں نہ ٹھیرنا بہتر ہے اگرچہ ٹھیر جانا بھی جائز ہے۔

ص : وقفِ مرخص کی علامت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہاں چاہیے تو ملا کر پڑھنا لیکن اگر پڑھنے والا تھک کر ٹھیر جائے تو کوئی حرج نہیں۔

ق : یہ قد قیل (کہا گیا ہے) یا قیل علیہ الوقف (کہا گیا ہے کہ اس مقام پر وقف ہے) کا مخفف ہے، یعنی بعض علماء کے نزدیک یہاں ٹھیر جانا جائز ہے، لیکن یہاں ٹھیرنا بہتر ہے۔

لا : یہ لا وقف علیہ (اس مقام پر کوئی وقف نہیں) کا مخفف ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں ہرگز وقف نہ کیا جائے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر آدمی یہاں ٹھہر گیا ہو تو اسے عبارت پھر سے پڑھنی چاہیے۔

قف : یہ یوقف علیہ (اس مقام پر ٹھیرا جاتا ہے) کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے

کہ یہاں ٹھیر کر آگے پڑھا جاتا ہے۔

سکتہ: پڑھنے والا سانس لیے بغیر یہاں ذرا ٹھیر جائے، مگر سانس نہ توڑے۔

وقفہ: لمبے سکتے کی علامت ہے۔ یعنی جتنی دیر میں سانس لیتے ہیں، پڑھنے والا اس سے کم ٹھیرے۔ علم قرأت کی اصطلاح میں سکتہ اور وقفہ قریب المعنی ہیں، لیکن سکتہ وصل سے قریب تر ہوتا ہے، اور وقفہ وقف سے۔

صل: یہ قدیوصل (کبھی کبھی ملا کر پڑھا جاتا ہے) کا مخفف ہے، یعنی، پڑھنے والا کبھی اس جگہ ٹھیر جاتا ہے، کبھی نہیں ٹھیرتا۔ مگر یہاں وقف کرنا احسن ہے۔

صلی: یہ الوصل اولٰی کا مخفف ہے، یعنی، ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

جہاں ایک سے زیادہ علامتیں ہوں، وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک سے زیادہ علامتیں ایک سیدھ میں ہوں، تو آخری علامت کا اعتبار ہوگا۔

O: مطلق آیت کی علامت ہے۔ جہاں فقط یہی علامت ہو، وہاں وقف کیا جائے۔ اگر آیت پر لا ہو، تو نہ ٹھیرنا بہتر ہے، مگر ضرورۃً ٹھیرا جائے تو مضائقہ بھی نہیں۔ قاریوں میں یہی مشہور ہے کہ نہ ٹھیرا جائے۔ اگر آیت پر لا کے سوا کوئی اور رمز وقف ہو، تو وقف و وصل کے لیے اسی علامت کا اعتبار ہوگا۔

پ: اگر کوئی عبارت تین تین نقطوں کے درمیان گھری ہوئی ہو، تو پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کر لے۔ یا پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کرے۔ اس قسم کی عبارت کو معانقہ یا مراقبہ کہتے ہیں۔

لا: جہاں الف پر علامت O ہو وہاں الف کا تلفظ نہیں کیا جاتا۔

ترجمہ قرآن مجید

مع مختصر حواشی

سیّد ابو الاعلیٰ مودودی

[illegible]

سُورہ فاتحہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

تعریف [۱] اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رَبّ ہے، [۲] نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے، روزِ جزا کا مالک ہے۔

ہم تیری ہی عبادت [۳] کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں سیدھا راستہ دکھا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے اِنعام فرمایا، جو مغضوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ [۴] ع

---

[۱] یہ سورۂ فاتحہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھائی ہے تاکہ وہ اپنی طرف سے اس کو ایک عرضداشت کی صورت میں اپنے رَبّ کے حضور پیش کریں۔

[۲] رَبّ کا لفظ عربی زبان میں تین معنوں میں بولا جاتا ہے: (۱) مالک اور آقا۔ (۲) پالنے اور پرورش کرنے والا، خبر گیری اور نگہبانی کرنے والا۔ (۳) فرمانروا، حاکم، مدبّر اور منتظم۔ اللہ تعالیٰ اِن سب معنوں میں کائنات کا رَبّ ہے۔

[۳] عبادت کا لفظ بھی عربی زبان میں تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے: (۱) پُوجا اور پرستش (۲) اطاعت اور فرمانبرداری۔ (۳) بندگی اور غلامی۔

[۴] بندے کی اسی دُعا کا جواب یہ پورا قرآن ہے۔ بندہ اپنے رَبّ سے رہنمائی کی دُعا کرتا ہے اور رَبّ اس کے جواب میں یہ قرآن اسے عطا فرماتا ہے۔

سُورۂ بقرہ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

الف ، لام، میم۔[۱] یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے اُن پرہیزگار لوگوں کے لیے جو غیب[۲] پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں،[۳] جو رزق ہم نے اِن کو دیا ہے، اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں، اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ربّ کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور وُہی فلاح پانے والے ہیں۔

جن لوگوں نے (اِن باتوں کو تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا، اُن کے لیے یکساں ہے، خواہ تم اُنھیں خبردار کرو یا نہ کرو، بہرحال وہ ماننے والے نہیں ہیں۔ اللہ نے ان کے دِلوں اور اُن کے کانوں پر مُہر لگا دی ہے[۴] اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ سخت سزا کے مُستحق ہیں۔ ع

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکا بازی کر رہے ہیں، مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور اُنھیں اس کا شعور نہیں ہے۔

---

[۱] یہ حروف مُقطّعات قرآن مجید کی بعض سورتوں کے آغاز میں پائے جاتے ہیں۔ مُفسّرین نے اِن کے مختلف معنی بیان کیے ہیں، مگر ان کے کسی معنی پر اتفاق نہیں ہے۔ اور ان کے معنی کا جاننا اس لیے غیر ضروری ہے کہ انھیں اگر آدمی نہ جانے تو قرآن سے ہدایت حاصل کرنے میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی۔

[۲] "غیب" سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو انسان کے حواس سے پوشیدہ ہیں اور کبھی براہِ راست عام انسانوں کے تجربہ و مشاہدہ میں نہیں آتیں۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات، ملائکہ، وحی، جنت، دوزخ وغیرہ۔

[۳] اقامتِ صلوٰۃ کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ آدمی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اِجتماعی طور پر نماز کا نظام باقاعدہ قائم کیا جائے۔ اگر کسی بستی میں ایک ایک شخص انفرادی طور پر نماز کا پابند ہو، لیکن جماعت کے ساتھ اس فرض کے ادا کرنے کا نظم نہ ہو تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں نماز قائم کی جا رہی ہے۔

[۴] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے مُہر لگا دی تھی اس لیے انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کیا، بلکہ مطلب

ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللّٰہ نے اور زیادہ بڑھا دیا، [۵] اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں، اُس کی پاداش میں ان کے لیے دَردناک سزا ہے۔ جب کبھی اُن سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو، تو انھوں نے یہی کہا کہ "ہم تو اِصلاح کرنے والے ہیں"۔ خبردار، حقیقت میں یہی لوگ مُفسِد ہیں مگر اِنھیں شعور نہیں ہے۔ اور جب اُن سے کہا گیا کہ جس طرح دُوسرے لوگ ایمان لائے ہیں اُسی طرح تم بھی ایمان لاوٴ، تو اُنھوں نے یہی جواب دیا کہ "کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں"؟ خبردار، حقیقت میں تو یہ خود بے وقوف ہیں، مگر یہ جانتے نہیں ہیں۔ جب یہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، اور جب علیٰحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں، تو کہتے ہیں۔ کہ اصل میں تو ہم تمھارے ساتھ ہیں اور اِن لوگوں سے محض مذاق کر رہے ہیں۔ اللّٰہ اِن سے مذاق کر رہا ہے، وہ اِن کی رسّی دَراز کیے جاتا ہے، اور یہ اپنی سَرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے، مگر یہ سودا اِن کے لیے نفع بخش نہیں ہے اور یہ ہرگز صحیح راستے پر نہیں ہیں۔ اِن کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی اور جب اُس نے سارے ماحول کو روشن کر دیا تو اللّٰہ نے اِن کا نُورِ بصارت سَلب کر لیا اور اِنھیں اِس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں اِنھیں کچھ نظر نہیں آتا۔ [۶] یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اَندھے ہیں، یہ اَب نہ پلٹیں گے۔ یا پھر ان کی مثال یوں سمجھو کہ

یہ ہے کہ جب انہوں نے ان بنیادی امور کو ردّ کر دیا جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اپنے لیے قرآن کے پیش کردہ راستہ کے خلاف دوسرا راستہ پسند کر لیا، تو اللّٰہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی۔

[۵] بیماری سے مراد منافقت کی بیماری ہے اور اللّٰہ کے اس بیماری میں اضافہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ منافق کو اللّٰہ فوراً سزا نہیں دے دیتا بلکہ اسے ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے اور منافق اور زیادہ منافق بنتا چلا جاتا ہے۔

[۶] مطلب یہ ہے کہ جب ایک اللّٰہ کے بندے نے روشنی پھیلائی اور حق کو باطل سے چھانٹ کر بالکل نمایاں کر دیا، تو جو لوگ دیدۂ بینا رکھتے تھے اُن پر تو ساری حقیقتیں روشن ہو گئیں مگر یہ منافق، جو نفس پرستی میں اندھے ہو رہے تھے ان کو اس روشنی میں کچھ نظر نہ آیا۔

آسمان سے زور کی بارش ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ اندھیری گھٹا اور کڑک اور چمک بھی ہے، یہ بجلی کے کڑاکے سُن کر اپنی جانوں کے خوف سے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونسے لیتے ہیں اور اللہ اِن منکرینِ حق کو ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ چمک سے اِن کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ گویا عنقریب بجلی اِن کی بصارت اُچک لے جائے گی۔ جب ذرا کچھ روشنی اِنھیں محسوس ہوتی ہے تو اُس میں کچھ دُور چل لیتے ہیں اور جب اِن پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔[۷] اللہ چاہتا تو اِن کی سماعت اور بصارت بالکل ہی سَلب کر لیتا، یقیناً اللہ ہر چیز پر قادِر ہے۔ ع

لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اُس رَبّ کی جو تمھارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں اُن سب کا خالق ہے، تمھارے بچنے کی توقع[۸] اِسی صورت سے ہو سکتی ہے۔ وُہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اُوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمھارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ پس جب تم یہ جانتے ہو تو دُوسروں کو اللہ کا مدِّ مقابل نہ ٹھیراؤ۔[۹]

اور اگر تمھیں اِس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اِس کے مانند ایک ہی سُورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بُلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو، مدد لے لو، اگر تم سچّے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اُس آگ سے، جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر،[۱۰]

---

[۷] پہلی مثال اُن منافقین کی تھی جو دل میں قطعی منکر تھے اور کسی غرض و مصلحت سے مسلمان بن گئے تھے اور یہ دوسری مثال اُن کی ہے جو شک اور تذبذب اور ضعفِ ایمان میں مبتلا تھے، کچھ حق کے قائل بھی تھے، مگر ایسی حق پرستی کے قائل نہ تھے کہ اس کی خاطر تکلیفوں اور مصیبتوں کو بھی برداشت کر جائیں۔

[۸] یعنی دنیا میں غلط بینی و غلط کاری سے اور آخرت میں خدا کے عذاب سے بچنے کی توقع۔

[۹] دوسروں کو اللہ کا مدِّ مقابل ٹھیرانے سے مراد یہ ہے کہ بندگی و عبادت کی مختلف اقسام میں سے کسی قسم کا رویّہ خدا کے سوا دوسروں کے ساتھ برتا جائے۔

[۱۰] یعنی وہاں صرف تم ہی دوزخ کا ایندھن نہ بنو گے، بلکہ تمہارے وہ بُت بھی وہاں تمہارے ساتھ ہی موجود ہوں گے جنھیں تم نے اپنا معبود و مسجود بنا رکھا ہے۔

جو مہیا کی گئی ہے منکرینِ حق کے لیے۔

اور اے پیغمبرؐ، جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور (اس کے مطابق) اپنے عمل دُرست کرلیں، اُنھیں خوشخبری دے دو کہ اُن کے لیے ایسے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اُن باغوں کے پھل صورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جُلتے ہوں گے۔ جب کوئی پھل اُنھیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ ایسے ہی پھل اس سے پہلے دنیا میں ہم کو دِیے جاتے تھے۔ اُن کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

ہاں، اللہ اِس سے ہرگز نہیں شرماتا کہ مچھر یا اُس سے بھی حقیر تر کسی چیز کی تمثیلیں دے۔[۱۱] جو لوگ حق بات کو قبول کرنے والے ہیں، وہ اِنھی تمثیلوں کو دیکھ کر جان لیتے ہیں کہ یہ حق ہے جو اُن کے رَبّ ہی کی طرف سے آیا ہے، اور جو ماننے والے نہیں ہیں، وہ اِنھیں سُن کر کہنے لگتے ہیں کہ ایسی تمثیلوں سے اللہ کو کیا سروکار؟ اِس طرح اللہ ایک ہی بات سے بہتوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہتوں کو راہِ راست دکھا دیتا ہے۔ اور اُس سے گمراہی میں وہ اُنھی کو مبتلا کرتا ہے جو فاسق ہیں،[۱۲] اللہ کے عہد کو مضبُوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں،[۱۳] اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اُسے کاٹتے ہیں،[۱۴] اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

تم اللہ کے ساتھ کفر کا رَوِیّہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اُس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمھاری جان سَلب کرے گا، پھر وہی تمھیں دوبارہ زِندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمھیں پلٹ کر جانا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے

---

[۱۱] یہاں ایک اِعتراض کا ذِکر کیے بغیر اس کا جواب دیا گیا۔ قرآن میں متعدد مقامات پر توضیحِ مدعا کے لیے مکڑی، مکھی، مچھر وغیرہ کی جو تمثیلیں دی گئی ہیں ان پر مخالفین کو اعتراض تھا کہ یہ کیسا کلامِ الٰہی ہے جس میں ایسی حقیر چیزوں کی تمثیلیں دی گئی ہیں۔

[۱۲] فاسق کے معنی ہیں نافرمان، اطاعت کی حد سے نکل جانے والا۔

[۱۳] بادشاہ اپنے ملازموں اور رعایا کے نام جو فرمان یا ہدایات جاری کرتا ہے، ان کو عربی زبان میں عہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ کے عہد سے مراد اس کا وہ مستقل فرمان ہے جس کی رُو سے تمام نوعِ انسانی صرف اُسی کی بندگی، اطاعت اور پرستش کرنے پر مامور ہے۔ ”مضبوط باندھ لینے کے بعد“ سے اِشارہ اس طرف

زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اُوپر کی طرف توجہ فرمائی۔ اور سات آسمان[۱۵] استوار کیے۔ اور وُہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ ع

پھر ذرا اُس وقت کا تصوّر کرو جب تمھارے رَبّ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ”میں زمین میں ایک خلیفہ[۱۶] بنانے والا ہوں“۔ اُنھوں نے عرض کیا: ”کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرّر کرنے والے ہیں جو اُس کے اِنتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں“ فرمایا: ”میں جانتا ہوں، جو کچھ تم نہیں جانتے۔“ اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا ”اگر تمھارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرّر سے اِنتظام بگڑ جائے گا)، تو ذرا اِن چیزوں کے نام بتاؤ“۔ اُنھوں نے عرض کیا: ”نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اُتنا ہی علم رکھتے ہیں، جتنا آپ نے ہم کو دے دِیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سِوا کوئی نہیں۔“ پھر اللہ نے آدمؑ سے کہا: ”تم اِنھیں ان چیزوں کے نام بتاؤ“۔ جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتا دیے، تو اللہ نے فرمایا: ”میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو، اسے بھی میں جانتا ہوں۔“

پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے آگے جھک جاؤ، تو سب جھک گئے مگر اِبلیس نے اِنکار کیا۔ وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔

ہے کہ آدم کی تخلیق کے وقت تمام نوعِ انسانی سے اس فرمان کی پابندی کا اقرار لے لیا گیا تھا جیسا کہ سورۃ اعراف، آیت ۱۷۲ میں بیان ہُوا ہے۔

[۱۴] یعنی جن روابط کے قیام اور استحکام پر انسان کی اِجتماعی و انفرادی فلاح کا انحصار ہے اور جنھیں درست رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، ان پر یہ لوگ تیشہ چلاتے ہیں۔

[۱۵] سات آسمانوں کی حقیقت کیا ہے، اس کا تعیُّن مشکل ہے۔ انسان ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر عالمِ بالا کے متعلق اپنے مشاہدات یا قیاسات کے مطابق مختلف تصوُّرات قائم کرتا رہا ہے جو برابر بدلتے رہے ہیں۔ بس مجملاً اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ زمین سے ماورا، جس قدر کائنات ہے،

پھر ہم نے آدمؑ سے کہا کہ "تم اور تمھاری بیوی، دونوں جنّت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ، مگر اِس درخت کا رُخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے"۔ آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اُس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انھیں اُس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے۔ ہم نے حکم دیا کہ "اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھیرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔" اُس وقت آدمؑ نے اپنے رَبّ سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی، جس کو اس کے رَبّ نے قبول کر لیا، کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ہم نے کہا کہ "تم سب یہاں سے اُتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمھارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری اُس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لیے کسی خوف اور رَنج کا موقع نہ ہوگا، اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ع

اے بنی اسرائیل، [۱۷] ذرا خیال کرو میری اس نعمت کا جو میں نے تم کو عطا کی تھی۔ میرے ساتھ تمھارا جو عہد تھا اُسے تم پورا کرو تو میرا جو عہد تمھارے ساتھ تھا اُسے میں پورا کروں، اور مجھ ہی سے تم ڈرو۔ اور میں نے جو کتاب بھیجی ہے اس پر ایمان لاؤ۔ یہ اُس کتاب کی تائید میں ہے جو تمھارے پاس پہلے سے موجود تھی، لہٰذا سب سے پہلے تم ہی اُس کے منکر نہ بن جاؤ۔ تھوڑی قیمت پر میری آیات کو نہ بیچ ڈالو [۱۸]

اسے اللہ نے سات محکم طبقوں میں تقسیم کر رکھا ہے یا یہ کہ زمین اس کائنات کے جس حصّے میں واقع ہے، وہ سات طبقوں پر مشتمل ہے۔

[۱۲] خلیفہ: وہ جو کسی کی مِلک میں اس کے عطا کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔

[۱۷] مدینہ طیبہ اور اس کے قریب کے علاقے میں چونکہ یہودیوں کی بڑی تعداد آباد تھی اس لیے یہاں سے آگے کئی رکوعوں تک ان کو مخاطب کر کے تبلیغ کی گئی ہے۔

[۱۸] تھوڑی قیمت سے مراد وہ دُنیوی فائدے ہیں جن کی خاطر یہ لوگ اللہ کے احکام اور اس کی ہدایات کو رَدّ کر رہے تھے۔ حق فروشی کے معاوضے میں خواہ انسان دنیا بھر کی دولت لے لے، بہر حال وہ تھوڑی قیمت ہی ہے، کیونکہ حق یقیناً اس سے گراں تر چیز ہے۔

اور میرے غضب سے بچو۔ باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔ تم دُوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لیے کہتے ہو، مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے؟ صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے، مگر اُن فرماں بردار بندوں کے لیے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار انھیں اپنے ربّ سے مِلنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ع

اے بنی اسرائیل، یاد کرو میری اُس نعمت کو، جس سے میں نے تمھیں نوازا تھا اور اس بات کو کہ میں نے تمھیں دنیا کی ساری قوموں پر فضیلت عطا کی تھی۔ [۱۹] اور ڈرو اُس دِن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا، نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی، نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا، اور نہ مُجرموں کو کہیں سے مدد مل سکے گی۔

یاد کرو وہ وقت، جب ہم نے تم کو فرعونیوں [۲۰] کی غلامی سے نجات بخشی۔ اُنھوں نے تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا، تمھارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمھاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس حالت میں تمھارے ربّ کی طرف سے تمھاری بڑی آزمائش تھی۔

یاد کرو وہ وقت، جب ہم نے سمندر پھاڑ کر تمھارے لیے راستہ بنایا، پھر اس میں سے تمھیں بخیریت گزروا دیا، پھر وہیں تمھاری آنکھوں کے سامنے فرعونیوں کو غرقاب کیا۔

---

[۱۹] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیشہ کے لیے تمھیں تمام دنیا کی قوموں سے افضل قرار دیا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تھا جب دنیا کی قوموں میں تم ہی وہ ایک قوم تھے جس کے پاس اللہ کا دیا ہوا علمِ حق تھا اور جسے اقوامِ عالَم کا امام و رہنما بنا دیا گیا تھا، تا کہ وہ بندگیِ ربّ کے راستے پر سب قوموں کو بُلائے اور چلائے۔

[۲۰] ”آلِ فِرْعَوْن“ کا ترجمہ ہم نے اس لفظ سے کیا ہے۔ اس میں خاندان فراعنہ اور مصر کا حکمران طبقہ دونوں شامل ہیں۔

یاد کرو، جب ہم نے موسیٰؑ کو چالیس شبانہ روز کی قرارداد پر بلایا، [۲۱] تو اس کے پیچھے تم بچھڑے کو اپنا معبود بنا بیٹھے۔ اُس وقت تم نے بڑی زیادتی کی تھی، مگر اس پر بھی ہم نے تمھیں معاف کر دیا کہ شاید اب تم شکرگزار بنو۔

یاد کرو کہ (ٹھیک اُس وقت جب تم یہ ظلم کر رہے تھے) ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور فُرقان [۲۲] عطا کی تا کہ تم اس کے ذریعے سے سیدھا راستہ پا سکو۔

یاد کرو جب موسیٰؑ یہ نعمت لیے ہوئے پلٹا، تو اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ "لوگو، تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اُوپر سخت ظلم کیا ہے، لہٰذا تم لوگ اپنے خالق کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک کرو، [۲۳] اِسی میں تمھارے خالق کے نزدیک تمھاری بہتری ہے۔" اُس وقت تمھارے خالق نے تمھاری توبہ قبول کر لی کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

یاد کرو جب تم نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ ہم تمھارے کہنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، جب تک کہ اپنی آنکھوں سے علانیہ خدا کو (تم سے کلام کرتے) نہ دیکھ لیں۔ اس وقت تمھارے دیکھتے دیکھتے ایک زبردست کڑکے نے تم کو آ لیا۔ تم بے جان ہو کر گر چکے تھے، مگر پھر ہم نے تم کو جِلا اُٹھایا، شاید کہ اس احسان کے بعد تم شکرگزار بن جاؤ۔

ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا، مَنّ و سلوٰی کی غذا تمھارے لیے فراہم کی اور تم سے کہا کہ جو پاک چیزیں ہم نے تمھیں بخشی ہیں، اُنہیں کھاؤ، (مگر تمھارے اسلاف نے جو کچھ کیا)، وہ ہم پر اُن کا ظلم نہ تھا، بلکہ انھوں نے آپ اپنے ہی اُوپر ظلم کیا۔

پھر یاد کرو جب ہم نے کہا تھا کہ "یہ بستی (جو تمھارے سامنے ہے) اِس میں داخل ہو جاؤ،

---

[۲۱] یعنی مصر سے نجات پانے کے بعد جب بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا میں پہنچ گئے تو حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس شب و روز کے لیے کوہِ طور پر طلب فرمایا تا کہ وہاں اس قوم کے لیے جو اب آزاد ہو چکی تھی، قوانین شریعت اور عملی زندگی کی ہدایات عطا کی جائیں۔

[۲۲] فُرقان سے مراد ہے وہ چیز جس کے ذریعہ سے حق اور باطل کا فرق نمایاں ہو یعنی دین کا وہ علم اور فہم جس سے آدمی حق اور باطل میں تمیز کرتا ہے۔

[۲۳] یعنی اپنے اُن آدمیوں کو قتل کرو جنھوں نے گوسالے کو معبود بنایا اور اس کی پرستش کی۔

اِس کی پیداوار، جس طرح چاہو، مزے سے کھاؤ، مگر بستی کے دروازے میں سجدہ ریز ہوتے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا حِطَّۃٌ حِطَّۃٌ، [۲۴] ہم تمھاری خطاؤں سے درگزر کریں گے اور نیکوکاروں کو مزید فضل و کرم سے نوازیں گے"۔ مگر جو بات اُن سے کہی گئی تھی، ظالموں نے اُسے بدل کر کچھ اَور کر دیا۔ آخر کار ہم نے ظلم کرنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔ یہ سزا تھی اُن نافرمانیوں کی، جو وہ کر رہے تھے۔ ع

یاد کرو، جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی کی دُعا کی تو ہم نے کہا کہ فلاں چٹان پر اپنا عصا مارو۔ چنانچہ اس سے بارہ چشمے پُھوٹ نکلے اور ہر قبیلے نے جان لیا کہ کون سی جگہ اس کے پانی لینے کی ہے۔ [۲۵] (اُس وقت یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ) اللہ کا دیا ہُوا رزق کھاؤ پیو، اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

یاد کرو، جب تم نے کہا تھا کہ "اے موسیٰؑ، ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اپنے رَبّ سے دُعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار، ساگ، ترکاری، کھیرا، ککڑی، گیہوں، لہسن، پیاز، دال وغیرہ پیدا کرے"۔ تو موسیٰؑ نے کہا: "کیا ایک بہتر چیز کے بجائے تم ادنیٰ درجے کی چیزیں لینا چاہتے ہو؟ اچھا، کسی شہری آبادی میں جا رہو۔ جو کچھ تم مانگتے ہو وہاں مل جائے گا"۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذِلّت و خواری اور پستی و بدحالی اُن پر مُسلّط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گِھر گئے۔ یہ نتیجہ تھا اِس کا کہ وہ اللہ کی آیات سے کُفر کرنے لگے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے لگے۔

---

[۲۴] حِطَّۃٌ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ خدا سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہوئے جانا، دُوسرے یہ کہ لوٹ مار اور قتلِ عام کے بجائے بستی کے باشندوں میں درگزر اور عام معافی کا اعلان کرتے جانا۔

[۲۵] بنی اسرائیل کے قبیلے ۱۲ تھے خدا نے ہر ایک قبیلے کے لیے الگ چشمہ نکال دیا تا کہ اِن کے درمیان پانی پر جھگڑا نہ ہو۔

یہ نتیجہ تھا اُن کی نافرمانیوں کا اور اِس بات کا کہ وہ حُدودِ شرع سے نِکل نِکل جاتے تھے۔ ع

یقین جانو کہ نبی عربی کو ماننے والے ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا صابی، جو بھی اللّٰہ اور روزِ آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، اُس کا اجر اس کے رَبّ کے پاس ہے اور اُس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔[۲۶]

یاد کرو وہ وقت، جب ہم نے طور کو تم پر اُٹھا کر تم سے پختہ عہد لیا تھا اور کہا تھا کہ ’’جو کتاب ہم تمھیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامنا اور جو احکام و ہدایات اس میں دَرج ہیں اُنھیں یاد رکھنا۔ اِسی ذریعے سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم تقوایٰ کی رَوِش پر چل سکو گے۔‘‘

مگر اس کے بعد تم اپنے عہد سے پھر گئے۔ اس پر بھی اللّٰہ کے فضل اور اس کی رحمت نے تمھارا ساتھ نہ چھوڑا، ورنہ تم کبھی کے تباہ ہو چکے ہوتے۔

پھر تمھیں اپنی قوم کے اُن لوگوں کا قِصہ تو معلوم ہی ہے جنھوں نے سَبت [۲۷] کا قانون توڑا تھا، ہم نے انھیں کہہ دیا کہ بندر بن جاؤ اور اس حال میں رہو کہ ہر طرف سے تم پر دُھتکار پھٹکار پڑے۔ اس طرح ہم نے اُن کے اَنجام کو اُس زمانے کے لوگوں اور بعد کی آنے والی نسلوں کے لیے عبرت اور ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بنا کر چھوڑا۔

پھر وہ واقعہ یاد کرو، جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللّٰہ تمھیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کہنے لگے کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ موسیٰؑ نے کہا میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں۔ بولے اچھا، اپنے رَبّ سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں اس گائے کی

---

[۲۶] سلسلۂ عبارت کو پیشِ نظر رکھنے سے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں ایمان اور اعمال صالحہ کی تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں ہے کہ کن کن باتوں کو آدمی مانے اور کیا کیا اعمال کرے تو خدا کے ہاں اُجر کا مستحق ہو گا۔ یہاں تو یہودیوں کے اس زعمِ باطل کی تردید مقصود ہے کہ وہ صرف یہودی گروہ کو نجات کا اِجارہ دار سمجھتے تھے اور اس خیالِ خام میں مبتلا تھے کہ جو اُن کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے وہ خواہ اعمال اور عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی ہو بہرحال نجات اس کے لیے مقدر ہے اور باقی تمام انسان جو ان کے گروہ سے باہر ہیں وہ صرف جہنّم کا ایندھن بننے کے لیے پیدا ہوئے ہیں اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے فرمایا جارہا ہے کہ اللّٰہ کے ہاں اصل چیز تمھاری یہ گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ وہاں جو کچھ اعتبار ہے، وہ ایمان اور عمل صالح کا ہے جو انسان بھی یہ

کچھ تفصیل بتائے۔ موسیٰؑ نے کہا اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ ایسی گائے ہونی چاہیے جو نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ اَوسط عمر کی ہو۔ لہٰذا جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرو۔ پھر کہنے لگے اپنے رَبّ سے یہ اَور پوچھ دو کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰؑ نے کہا وہ فرماتا ہے زرد رنگ کی گائے ہونی چاہیے، جس کا رنگ ایسا شوخ ہو کہ دیکھنے والوں کا جی خوش ہو جائے۔ پھر بولے اپنے رَبّ سے صاف صاف پوچھ کر بتاؤ کیسی گائے مطلوب ہے، ہمیں اس کی تعیین میں اشتباہ ہو گیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو ہم اس کا پتہ پالیں گے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا: اللہ کہتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی، نہ زمین جوتتی ہے نہ پانی کھینچتی ہے، صحیح سالم اور بے داغ ہے۔" اِس پر وہ پکار اٹھے کہ ہاں، اب تم نے ٹھیک پتہ بتایا ہے۔ پھر انھوں نے اسے ذبح کیا، ورنہ وہ ایسا کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ [۲۸] ع

اور تمھیں یاد ہے وہ واقعہ جب تم نے ایک شخص کی جان لی تھی، پھر اس کے بارے میں جھگڑنے اور ایک دوسرے پر قتل کا اِلزام تھوپنے لگے تھے اور اللہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو، اسے کھول کر رکھ دے گا۔ اُس وقت ہم نے حکم دیا کہ مقتول کی لاش کو اُس کے ایک حصّے سے ضرب لگاؤ۔ دیکھو، اِس طرح اللہ مُردوں کو زندگی بخشتا ہے اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ مگر ایسی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی آخرکار تمھارے دِل سخت ہو گئے، پتھروں کی طرح سخت، بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے، کیونکہ پتھروں میں سے تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پُھوٹ بہتے ہیں،

چیز لے کر حاضر ہوگا وہ اپنے رَبّ سے اپنا اجر پائے گا۔ خدا کے ہاں فیصلہ آدمی کی صفات پر ہوگا نہ کہ تمھاری مردم شماری کے رجسٹروں پر۔

[۲۷] سَبت، یعنی ہفتے کا دن۔ بنی اسرائیل کے لیے یہ قانون مقرر کیا گیا تھا، کہ وہ ہفتے کو آرام اور عبادت کے لیے مخصوص رکھیں۔ اس روز کسی قسم کا دنیوی کام حتّٰی کہ کھانا پکانے کا کام بھی نہ خود کریں نہ اپنے خادموں سے لیں۔

[۲۸] چونکہ بنی اسرائیل کو اہلِ مصر اور اپنی ہمسایہ قوموں سے گائے کی عظمت و تقدیس اور گاؤ پرستی کے مرض کی چھوت لگ گئی تھی اور اسی بنا پر انہوں نے مصر سے نکلتے ہی بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا، اس لیے ان کو حکم دیا گیا کہ گائے ذبح کریں۔ انہوں نے ٹالنے کی کوشش کی اور تفصیلات پوچھنے لگے مگر جتنی جتنی تفصیلات وہ پوچھتے گئے اُتنے ہی گِھرتے چلے گئے یہاں تک کہ آخرکار اسی خاص قسم کی سنہری گائے پر، جسے اس

کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نِکل آتا ہے، اور کوئی خُدا کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔ اللہ تمھارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

اے مسلمانو، اب کیا اِن لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمھاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے؟[۲۹] حالانکہ اُن میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سُنا اور پھر خوب سمجھ بُوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔ (محمد رسُول اللہ پر) ایمان لانے والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی انھیں مانتے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تخلیے کی بات چیت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ بے وقوف ہو گئے ہو؟ اِن لوگوں کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ تمھارے رَبّ کے پاس تمھارے مقابلے میں اُنھیں حُجت میں پیش کریں؟ اور کیا یہ جانتے نہیں ہیں کہ جو کچھ یہ چُھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، اللہ کو سب باتوں کی خبر ہے؟ اِن میں ایک دوسرا گروہ اُمّیوں کا ہے، جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں، بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں کو لیے بیٹھے ہیں اور محض وہم و گمان پر چلے جا رہے ہیں۔ پس ہلاکت اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہُوا ہے تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں۔ اُن کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجبِ ہلاکت۔ وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں، اِلّا یہ کہ چند روز کی سزا مِل جائے تو مِل جائے۔

زمانے میں پرستش کے لیے مختص کیا جاتا تھا گویا انگلی رکھ کر بتا دیا گیا کہ اِسے ذبح کرو۔

[۲۹] یہ خطاب مدینے کے ان نومسلموں سے ہے جو قریب کے زمانے ہی میں نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ ان لوگوں کے کان میں پہلے سے نبوّت، کتاب، ملائکہ، آخرت، شریعت وغیرہ کی جو باتیں پڑی ہوئی تھیں وہ سب انہوں نے اپنے ہمسایہ یہودیوں ہی سے سُنی تھیں۔ اس بنا پر اب وہ متوقع تھے کہ جو لوگ پہلے ہی سے انبیاؑ اور کتب آسمانی کے پیرو ہیں اور جن کی دی ہوئی خبروں کی بدولت ہی ہم کو نعمتِ ایمان میسّر ہوئی ہے وہ ضرور ہمارا ساتھ دیں گے بلکہ اس راہ میں پیش پیش ہوں گے۔

ان سے پوچھو، کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے، جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کرسکتا؟ یا بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذِمّے ڈال کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہو جن کے متعلق تمھیں علم نہیں ہے کہ اس نے ان کا ذمّہ لیا ہے؟ آخر تمھیں دوزخ کی آگ کیوں نہ چُھوئے گی؟ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطا کاری کے چکّر میں پڑا رہے گا، وہ دوزخی ہے اور دوزخ ہی میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنّتی ہیں اور جنّت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔ پھر ذرا یاد کرو، ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔ تم نے اس کا اقرار کیا تھا، تم خود اس پر گواہ ہو۔ مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو، اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کر دیتے ہو، ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو، اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمھارے پاس آتے ہیں، تو ان کی رہائی کے لیے

CS CamScanner

فِدیہ کا لین دین کرتے ہو، حالانکہ انھیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصّے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصّے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، اُن کی سزا اِس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں؟ اللہ اُن حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے آخرت بیچ کر دنیا کی زندگی خرید لی ہے، لہٰذا نہ ان کی سزا میں کوئی تخفیف ہو گی اور نہ انھیں کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ ع

ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، اس کے بعد پے در پے رسُول بھیجے، آخر کار عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور رُوحِ پاک سے [۳۰] اس کی مدد کی۔ پھر یہ تمھارا کیا ڈھنگ ہے کہ جب بھی کوئی رسُول تمھاری خواہشاتِ نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر تمھارے پاس آیا، تو تم نے اس کے مقابلے میں سرکشی ہی کی، کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کر ڈالا! وہ کہتے ہیں، ہمارے دل محفوظ ہیں۔ نہیں، اصل بات یہ ہے کہ اِن کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہے، اِس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔ اور اب جو ایک کتاب اللہ کی طرف سے اُن کے پاس آئی ہے، اُس کے ساتھ اُن کا کیا برتاؤ ہے؟ باوجودیکہ وہ اُس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو اُن کے پاس پہلے سے موجود تھی، باوجودیکہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کُفّار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے، [۳۱] مگر جب وہ چیز آ گئی،

---

[۳۰] ”رُوحِ پاک“ سے مراد علمِ وحی بھی ہے اور جبریلؑ بھی جو وحی کا علم لاتے ہیں اور خود حضرت مسیحؑ کی اپنی پاکیزہ رُوح بھی، جس کو اللہ نے قدسی صفات بنایا تھا۔

[۳۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے یہودی بے چینی کے ساتھ اس نبی کے مُنتظر تھے جس کی بعثت کی پیشین گوئیاں اُن کے انبیاء نے کی تھیں اور دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو کُفّار کا غلبہ مِٹے اور پھر ہمارے عُروج کا دَور شروع ہو۔

جسے وہ پہچان بھی گئے، تو انھوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا کی لعنت اِن منکرین پر، کیسا بُرا ذریعہ ہے جس سے یہ اپنے نفس کی تسلّی حاصل کرتے ہیں [۳۲] کہ جو ہدایت اللہ نے نازل کی ہے اس کو قبول کرنے سے صرف اِس ضد کی بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل (وحی و رسالت) سے اپنے جس بندے کو خود چاہا، نواز دیا۔ [۳۳] لہٰذا اب یہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں اور ایسے کافروں کے لیے سخت ذِلّت آمیز سزا مقرر ہے۔

جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازِل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، تو وہ کہتے ہیں: "ہم تو صرف اُس چیز پر ایمان لاتے ہیں، جو، ہمارے ہاں (یعنی بنی اسرائیل میں) اُتری ہے"۔ اِس دائرے کے باہر جو کچھ آیا ہے، اُسے ماننے سے وہ انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ حق ہے اور اُس تعلیم کی تصدیق و تائید کر رہا ہے جو اُن کے ہاں پہلے سے موجود تھی۔ اچھا، اِن سے کہو: اگر تم اُس تعلیم ہی پر ایمان رکھنے والے ہو جو تمھارے ہاں آئی تھی، تو اِس سے پہلے اللہ کے اُن پیغمبروں کو (جو خود بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے تھے) کیوں قتل کرتے رہے؟ تمھارے پاس موسیٰؑ کیسی کیسی روشن نشانیوں کے ساتھ آیا۔ پھر بھی تم ایسے ظالم تھے کہ اس کے پیٹھ موڑتے ہی بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے۔ پھر ذرا اُس میثاق کو یاد کرو، جو طُور کو تمھارے اُوپر اُٹھا کر ہم نے تم سے لیا تھا۔ ہم نے تاکید کی تھی کہ جو ہدایات ہم دے رہے ہیں، اُن کی سختی کے ساتھ پابندی کرو اور کان لگا کر سنو۔ تمھارے اَسلاف نے کہا کہ ہم نے سُن لیا، مگر مانیں گے نہیں۔ اور ان کی باطل پرستی کا یہ حال تھا کہ دلوں میں ان کے بچھڑا ہی بسا ہُوا تھا۔ کہو: اگر تم مومن ہو، تو یہ عجیب ایمان ہے جو ایسی بُری حرکات کا تمھیں حکم دیتا ہے۔

اِن سے کہو کہ اگر واقعی اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمھارے

---

[۳۲] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "کیسی بُری چیز ہے جس کی خاطر انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا"۔ یعنی اپنی فلاح و سعادت اور اپنی نجات کو قربان کر دیا۔

[۳۳] یہ لوگ چاہتے تھے کہ آنے والا نبی ان کی قوم میں پیدا ہو۔ مگر جب وہ ایک دوسری قوم میں پیدا ہُوا، جسے وہ اپنے مقابلے میں ہیچ سمجھتے تھے، تو وہ اس کے انکار پر آمادہ ہو گئے۔ گویا اِن کا مطلب یہ تھا کہ اللہ ان سے پوچھ کر نبی بھیجتا۔

CS CamScanner

ہی لیے مخصوص ہے، تب تو تمھیں چاہیے کہ موت کی تمنّا کرو، اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو۔ یقین جانو کہ یہ کبھی اس کی تمنّا نہ کریں گے، اس لیے کہ اپنے ہاتھوں جو کچھ کما کر انھوں نے وہاں بھیجا ہے، اس کا اقتضا یہی ہے (کہ یہ وہاں جانے کی تمنّا نہ کریں) اللہ ان ظالموں کے حال سے خوب واقف ہے۔ تم انھیں سب سے بڑھ کر جینے کا حریص پاؤ گے حتّٰی کہ یہ اس معاملے میں مُشرِکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اِن میں سے ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار برس جیے، حالانکہ لمبی عمر بہرحال اُسے عذاب سے تو دُور نہیں پھینک سکتی۔ جیسے کچھ اَعمال یہ کر رہے ہیں، اللہ تو انھیں دیکھ ہی رہا ہے۔ ع

ان سے کہو کہ جو کوئی جبریل سے عداوت رکھتا ہو،[۳۴] اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جبریل نے اللہ ہی کے اِذن سے یہ قرآن تمھارے قلب پر نازل کیا ہے، جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتا ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور کامیابی کی بشارت بن کر آیا ہے۔ (اگر جبریل سے اِن کی عداوت کا سبب یہی ہے، تو کہہ دو کہ) جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسُولوں اور جبریل اور میکائیل کے دشمن ہیں، اللہ ان کافروں کا دُشمن ہے۔

ہم نے تمھاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اِظہار کرنے والی ہیں۔ اور ان کی پیروی سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسِق ہیں۔ کیا ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہا ہے کہ جب اُنھوں نے کوئی عہد کیا، تو اِن میں سے ایک نہ ایک گروہ نے اسے ضرور ہی بالائے طاق رکھ دیا؟ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے ہی ہیں، جو سچّے دل سے ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسُول اُس کتاب کی تصدیق و تائید کرتا ہُوا آیا جو اِن کے ہاں پہلے سے موجود تھی، تو ان اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے کتاب

---

[۳۴] یہودی صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ پر ایمان لانے والوں ہی کو برا نہ کہتے تھے، بلکہ خدا کے برگزیدہ فرشتے جبریل کو بھی گالیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ہمارا دشمن ہے وہ رحمت کا نہیں، عذاب کا فرشتہ ہے۔

اللہ کو اِس طرح پسِ پُشت ڈالا گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور لگے اُن چیزوں کی پیروی کرنے جو شیاطین، سلیمانؑ کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اُس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں، ہارُوت و مارُوت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے، تو پہلے صاف طور پر مُتنبّہ کر دیا کرتے تھے کہ "دیکھ، ہم محض ایک آزمائش ہیں، تُو کفر میں مبتلا نہ ہو"۔ [۳۵] پھر بھی یہ لوگ اُن سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ ظاہر تھا کہ اِذنِ الٰہی کے بغیر وہ اِس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود اُن کے لیے نفع بخش نہیں، بلکہ نقصان دہ تھی اور اُنھیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری مَتاع تھی جس کے بدلے انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انھیں معلوم ہوتا! اگر وہ ایمان اور تقوٰی اختیار کرتے، تو اللہ کے ہاں اس کا جو بدلہ ملتا، وہ ان کے لیے زیادہ بہتر تھا۔ کاش اُنہیں خبر ہوتی! ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو رَاعِنَا نہ کہا کرو، بلکہ اُنْظُرْنَا کہو اور توجّہ سے بات کو سُنو، [۳۶] یہ کافر تو عذابِ الیم کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ جنھوں نے دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، خواہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا مُشرک ہوں، ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ

---

[۳۵] اس آیت کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں، مگر جو کچھ میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جس زمانے میں بنی اسرائیل کی پوری قوم بابل میں قیدی اور غلام بنی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو انسانی شکل میں ان کی آزمائش کے لیے بھیجا ہوگا۔ جس طرح قومِ لُوط کے پاس فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں گئے تھے۔ اِسی طرح اِن اسرائیلیوں کے پاس وہ پیروں اور فقیروں کی شکل میں گئے ہوں گے وہاں ایک طرف انہوں نے بازارِ ساحری میں اپنی دوکان لگائی ہوگی اور دوسری طرف وہ اِتمامِ حُجت کے لیے ہر ایک کو خبردار بھی کر دیتے ہوں گے کہ دیکھو، ہم تمہارے لیے آزمائش کی حیثیت رکھتے ہیں، تم اپنی عاقبت خراب نہ کرو مگر اس کے باوجود لوگ ان کے پیش کردہ سفلی عملیات اور نقوش و تعویذات پر ٹُوٹے پڑتے ہوں گے۔

[۳۶] یہودی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے، تو اپنے سلام اور کلام میں ہر ممکن طریقے سے

CS CamScanner

تمھارے ربّ کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو، مگر اللہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لیے چُن لیتا ہے اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں، اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی۔[۳۷] کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟ کیا تمھیں خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی فرماں روائی اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے سوا کوئی تمھاری خبر گیری کرنے اور تمھاری مدد کرنے والا نہیں ہے؟

پھر کیا تم اپنے رسُول سے اُس قسم کے سوالات اور مطالبے کرنا چاہتے ہو، جیسے اس سے پہلے موسیٰؑ سے کیے جا چکے ہیں؟[۳۸] حالانکہ جس شخص نے ایمان کی رَوِش کو کفر کی رَوِش سے بدل لیا، وہ راہِ راست سے بھٹک گیا۔ اہلِ کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمھیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں۔ اگرچہ حق اِن پر ظاہر ہو چکا ہے، مگر اپنے نفس کے حسد کی بناء پر تمھارے لیے اِن کی یہ خواہش ہے۔ اس کے جواب میں تم عفوو درگزر سے کام لو، یہاں تک کہ اللہ خود ہی اپنا فیصلہ نافذ کر دے۔ مطمئن رہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ تم اپنی عاقبت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے۔ جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔

اپنے دل کا بخار نکالنے کی کوشش کرتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے دوران میں یہودیوں کو کبھی یہ کہنے کی ضرورت پیش آتی کہ ٹھہریے، ذرا ہمیں یہ بات سمجھ لینے دیجیے تو وہ رَاعِنَا کہتے تھے۔ اس لفظ کا ظاہری مفہوم تو یہ تھا کہ ذرا ہماری رعایت کیجیے یا ہماری بات سُن لیجیے مگر اس میں کئی پہلوؤں سے بُرے معنی بھی نکلتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرو اور اس کے بجائے اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ یعنی ہماری طرف توجہ فرمایئے یا ذرا ہمیں سمجھ لینے دیجیے۔

[۳۷] یہ ایک خاص شبہ کا جواب ہے جو یہودی مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ اگر پچھلی کتابیں بھی خدا کی طرف سے آئی تھیں اور یہ قرآن بھی خدا کی طرف سے ہے تو اُن کے بعض احکام کی جگہ اس میں دوسرے احکام کیوں دیے گئے ہیں؟

[۳۸] یہودی موشگافیاں کر کر کے طرح طرح کے سوالات مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور انھیں اُکساتے تھے کہ اپنے نبی سے یہ پوچھو اور یہ پوچھو اور یہ پوچھو۔ اس پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ

ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو یا (عیسائیوں کے خیال کے مطابق) عیسائی نہ ہو۔ یہ اُن کی تمنّائیں ہیں۔ ان سے کہو، اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ (دراصل نہ تمھاری کچھ خصوصیت ہے نہ کسی اور کی) حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک رَوِش پر چلے، اس کے لیے اس کے ربّ کے پاس اُس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔ ع

یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے پاس کچھ نہیں۔ حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ اور اسی قسم کے دعوے ان لوگوں کے بھی ہیں، جن کے پاس کتاب کا علم نہیں ہے۔ یہ اختلافات جن میں یہ لوگ مبتلا ہیں، اِن کا فیصلہ اللہ قیامت کے روز کردے گا۔

اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کے معبدوں میں اُس کے نام کی یاد سے روکے اور اُن کی ویرانی کے درپے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان عبادت گاہوں میں قدم نہ رکھیں اور اگر وہاں جائیں بھی تو ڈرتے ہوئے جائیں۔ اُن کے لیے تو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذابِ عظیم۔

مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ جس طرف بھی تم رُخ کرو گے، اُسی طرف اللہ کا رُخ ہے۔ اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

ان کا قول ہے کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اللہ پاک ہے اِن باتوں سے۔ اصل حقیقت یہ

فرما رہا ہے کہ اس معاملے میں یہودیوں کی رَوِش اختیار کرنے سے بچو۔

ہے کہ زمین اور آسمانوں کی تمام موجودات اُس کی مِلک ہیں، سب کے سب اس کے مطیع فرمان ہیں، وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے، اس کے لیے بس یہ حکم دیتا ہے کہ "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے۔

نادان کہتے ہیں کہ اللہ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں آتی؟ ایسی ہی باتیں اِن سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ (ان سب اگلے پچھلے گمراہوں) کی ذہنیتیں ایک جیسی ہیں۔ یقین لانے والوں کے لیے تو ہم نشانیاں صاف صاف نمایاں کر چکے ہیں۔ (اس سے بڑھ کر نشانی کیا ہوگی کہ) ہم نے تم کو علمِ حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا[۳۹]۔ اب جو لوگ جہنّم سے رشتہ جوڑ چکے ہیں، ان کی طرف سے تم ذِمّہ دار و جواب دِہ نہیں ہو۔

یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے، جب تک تم اُن کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔ صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔ ورنہ اگر اُس علم کے بعد، جو تمھارے پاس آ چکا ہے، تم نے اُن کی خواہشات کی پَیروی کی، تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمھارے لیے نہیں ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اُسے اُس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اِس (قرآن) پر سچّے دل سے ایمان لے آتے ہیں۔[۴۰] اور جو اِس کے ساتھ کفر کا رَویّہ اختیار کریں، وہی اصل میں نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری وہ نعمت، جس سے میں نے تمھیں نوازا تھا، اور یہ کہ میں نے تمھیں دنیا کی تمام قوموں پر فضیلت دی تھی۔ اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ

---

[۳۹] یعنی دوسری نشانیوں کا کیا ذکر، نمایاں ترین نشانی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شخصیت ہے آپ کے نبوّت سے پہلے کے حالات اور اس قوم اور ملک کے حالات جس میں آپ پیدا ہوئے اور وہ حالات جن میں آپ نے پرورش پائی اور ۴۰ برس زندگی بسر کی اور پھر وہ عظیم الشان کارنامہ جو نبی ہونے کے بعد آپ نے انجام دیا، یہ سب کچھ ایک ایسی روشن نشانی ہے جس کے بعد کسی اور نشانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

[۴۰] یہ اہلِ کتاب کے صالح عنصر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ چونکہ دیانت اور راستی کے ساتھ خدا کی اس کتاب کو پڑھتے ہیں جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی اس لیے وہ اس قرآن کو سُن کر یا پڑھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

آئے گا، نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا، نہ کوئی سفارش ہی آدمی کو فائدہ دے گی، اور نہ مُجرموں کو کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔

یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے ربّ نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اُن سب میں پورا اُتر گیا، تو اُس نے کہا: ”میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں“۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا: ”اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔“[۴۱]

اور یہ کہ ہم نے اس گھر (کعبے) کو لوگوں کے لیے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ابراہیمؑ جہاں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس مقام کو مستقل جائے نماز بنالو، اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو تاکید کی تھی کہ میرے اِس گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

اور یہ کہ ابراہیمؑ نے دعا کی: ”اے میرے ربّ، اس شہر کو امن کا شہر بنادے، اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں، انھیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے“۔ جواب میں اس کے ربّ نے فرمایا: ”اور جو نہ مانے گا، دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان تو میں اُسے بھی دوں گا، مگر آخر کار اُسے عذابِ جہنّم کی طرف گھسیٹوں گا، اور وہ بدترین ٹھکانا ہے“۔

اور یاد کرو، ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ جب اس گھر کی دیواریں اُٹھا رہے تھے، تو دُعا کرتے جاتے تھے: ”اے ہمارے ربّ، ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، تُو سب کی سُننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ربّ، ہم دونوں کو اپنا مُسلِم (مُطیعِ فرمان) بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اُٹھا، جو تیری مُسلِم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، تُو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۴۱] یعنی یہ وعدہ تمھاری اولاد کے صرف اس حصے سے تعلق رکھتا ہے جو صالح ہو۔ ان میں سے جو ظالم ہوں گے، ان کے لیے یہ وعدہ نہیں ہے یہاں ظالم سے مراد صرف انسانوں پر ہی ظلم کرنے والا نہیں ہے بلکہ حق اور صداقت پر ظلم کرنے والا بھی ہے۔

اور اے ربّ، اِن لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک رسُول اٹھائیو، جو انھیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ تُو بڑا مُقتدِر اور حکیم ہے"۔ ع

اب کون ہے جو ابراہیمؑ کے طریقے سے نفرت کرے؟ جس نے خود اپنے آپ کو حماقت و جہالت میں مبتلا کرلیا ہو، اس کے سِوا کون یہ حرکت کرسکتا ہے؟ ابراہیمؑ تو وہ شخص ہے جس کو ہم نے دنیا میں اپنے کام کے لیے چُن لیا تھا اور آخرت میں اس کا شمار صالحین میں ہوگا۔ اِس کا حال یہ تھا کہ جب اس کے ربّ نے اس سے کہا "مُسلِم ہو جا"،[۴۲] تو اس نے فوراً کہا: "میں مالکِ کائنات کا "مُسلِم" ہوگیا"۔ اِسی طریقے پر چلنے کی ہدایت اُس نے اپنی اولاد کو کی تھی اور اسی کی وصیّت یعقوبؑ اپنی اولاد کو کر گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "میرے بچّو، اللہ نے تمھارے لیے یہی دین پسند کیا ہے لہٰذا مرتے دم تک مُسلِم ہی رہنا"۔ پھر کیا تم اُس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ اِس دنیا سے رُخصت ہو رہا تھا؟ اُس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا: "بچو، میرے بعد تم کس کی بندگی کروگے؟" ان سب نے جواب دیا: "ہم اُسی ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اور اسحاقؑ نے خدا مانا ہے، اور ہم اُسی کے مُسلِم ہیں"۔

وہ کچھ لوگ تھے، جو گزر گئے۔ جو کچھ انھوں نے کمایا، وہ اُن کے لیے ہے اور جو کچھ تم کماؤ گے، وہ تمھارے لیے ہے۔ تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔

یہودی کہتے ہیں: یہودی ہو، تو راہِ راست پاؤ گے۔ عیسائی کہتے ہیں: عیسائی ہو، تو ہدایت ملے گی۔ ان سے کہو: "نہیں، بلکہ سب کو چھوڑ کر ابراہیمؑ کا طریقہ۔ اور ابراہیمؑ مشرکوں میں سے

---

[۴۲] مُسْلِمْ، وہ جو خدا کے آگے سر اطاعت خم کردے اللہ ہی کو اپنا مالک، آقا، حاکم اور معبود مان لے، جو اپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے سُپرد کردے اور اس ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرے، جو خدا کی طرف سے آئی ہو اس عقیدے اور اس طرزِ عمل کا نام "اسلام" ہے اور یہی تمام انبیاءؑ کا دین تھا جو ابتدائے آفرینش سے دنیا کے مختلف مُلکوں اور قوموں میں آئے۔

نہ تھا"۔ مسلمانو، کہو کہ: "ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے ربّ کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم اُن کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مُسلِم ہیں"۔

پھر اگر وہ اُسی طرح ایمان لائیں، جس طرح تم لائے ہو، تو ہدایت پر ہیں، اور اگر اس سے منہ پھیریں تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھری میں پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلے میں اللہ تمھاری حمایت کے لیے کافی ہے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

کہو: "اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں"۔

اے نبیؐ، ان سے کہو: "کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں تمھارے اعمال تمھارے لیے، اور ہم اللہ ہی کے لیے اپنی بندگی کو خالص کر چکے ہیں۔ یا پھر تمہارا کہنا یہ ہے کہ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اسحاقؑ یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ سب کے سب یہودی تھے یا نصرانی تھے؟" کہو: "تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا، جس کے ذِمّے اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور وہ اُسے چُھپائے؟ تمھاری حرکات سے اللہ غافل تو نہیں ہے۔ وہ کچھ لوگ تھے جو گزر چکے ان کی کمائی ان کے لئے تھی اور تمھاری کمائی تمھارے لیے۔ تم سے اُن کے اعمال کے متعلق سوال نہیں ہوگا"۔ ع

CS CamScanner

نادان لوگ ضرور کہیں گے: اِنھیں کیا ہُوا کہ پہلے یہ جس قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اُس سے یکایک پھر گئے؟[۱۴۳] اے نبیؐ، ان سے کہو: "مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے، سیدھی راہ دِکھا دیتا ہے"۔ اور اِسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک "اُمّتِ وَسَط" بنایا ہے،[۱۴۴] تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسُول تم پر گواہ ہو۔[۱۴۵] پہلے جس طرف تم رُخ کرتے تھے، اُس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسُول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹا پھر جاتا ہے۔ یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت، مگر اُن لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت نہ ثابت ہُوا جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے۔ اللہ تمھارے اِس ایمان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا، یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفیق و رحیم ہے۔ اے نبیؐ، یہ تمھارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ لو، ہم اُسی قبلے کی طرف تمھیں پھیرے دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجدِ حرام کی طرف رُخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو، اُسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔[۱۴۶] یہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی تھی، خوب جانتے ہیں کہ (تحویلِ قبلہ کا) یہ حکم اُن کے ربّ ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے، مگر اس کے باوجود جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ تم اِن اہلِ کتاب کے پاس خواہ کوئی نشانی لے آؤ، ممکن نہیں کہ یہ تمھارے قبلے کی پیروی کرنے لگیں،

---

[۱۴۳] نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے پھر کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا۔

[۱۴۴] "اُمّتِ وَسَط" سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔

[۱۴۵] اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوعِ انسانی کا اکٹھا حساب لیا جائے گا، اس وقت اللہ کے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے رسُول تم پر گواہی دے گا کہ فکرِ صحیح اور عملِ صالح اور نظامِ عدل کی جو تعلیم ہم نے اُسے دی تھی، وہ اس نے تم کو بے کم و کاست پوری کی پوری پہنچا دی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھا دیا۔ اس کے بعد رسُول کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تم کو عام انسانوں پر گواہ بن کر اُٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسُولؐ نے جو کچھ تمھیں پہنچایا تھا وہ تم نے انھیں پہنچانے میں، اور جو کچھ رسُولؐ نے تمھیں عمل کر کے دکھایا تھا وہ تم نے انھیں عمل کر کے دکھانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اور نہ تمھارے لیے یہ ممکن ہے کہ اُن کے قبلے کی پیروی کرو، اور ان میں سے کوئی گروہ بھی دوسرے کے قبلے کی پیروی کے لیے تیار نہیں ہے، اور اگر تم نے اُس علم کے بعد، جو تمہارے پاس آچکا ہے، اُن کی خواہشات کی پیروی کی، تو یقیناً تمھارا شمار ظالموں میں ہوگا۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اِس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں، جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، [۴۷] مگر اُن میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چُھپا رہا ہے۔ یہ قطعی ایک امرِ حق ہے تمھارے ربّ کی طرف سے، لہٰذا اِس کے متعلق تم ہرگز کسی شک میں نہ پڑو۔ ع

ہر ایک کے لیے ایک رُخ ہے، جس کی طرف وہ مُڑتا ہے۔ پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔ جہاں بھی تم ہوگے، اللہ تمھیں پالے گا۔ اُس کی قُدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ تمھارا گزر جس مقام سے بھی ہو، وہیں سے اپنا رُخ (نماز کے وقت) مسجدِ حرام کی طرف پھیر دو، کیونکہ یہ تمھارے ربّ کا بالکل برحق فیصلہ ہے اور اللہ تم لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے، اور جہاں سے بھی تمھارا گزر ہو، اپنا رُخ مسجدِ حرام ہی کی طرف پھیرا کرو، اور جہاں بھی تم ہو، اُسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو، تاکہ لوگوں کو تمھارے خلاف کوئی حُجت نہ ملے۔ [۴۸] ہاں اُن میں سے جو ظالم ہیں، اُن کی زبان کسی حال میں بند نہ ہوگی۔ تو اُن سے تم نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو، [۴۹] اور اس لیے کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں اور اس توقع پر کہ میرے اس حکم کی پیروی سے تم اُسی طرح فلاح کا راستہ پاؤ گے،

---

[۴۶] یہ ہے وہ اصل حکم، جو تحویلِ قبلہ کے بارے میں دیا گیا تھا۔ یہ حکم رجب یا شعبان ۲ھ میں نازل ہُوا۔ حضورؐ ایک صحابیؓ کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں ظہر کا وقت آگیا اور آپ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکا یک وحی کے ذریعے سے یہ آیت نازل ہوئی اور اسی وقت آپ اور آپ کی اقتدا میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رُخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ اور اطرافِ مدینہ میں اس کی عام منادی کی گئی اور یہ جو فرمایا کہ "ہم تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں" اور یہ کہ "ہم اسی قبلے کی طرف تمھیں پھیرے دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مُنتظر تھے۔

[۴۷] یہ عرب کا محاورہ ہے۔ جس چیز کو آدمی یقینی طور پر جانتا ہو اسے یوں کہتے ہیں کہ وہ اس چیز کو ایسا پہچانتا ہے

جس طرح (تمھیں اِس چیز سے فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے تمھارے درمیان خود تم میں سے ایک رسُول بھیجا، جو تمھیں ہماری آیات سُناتا ہے، تمھاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور تمھیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو کُفرانِ نعمت نہ کرو۔ ع

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُنھیں مُردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمھیں اُن کی زِندگی کا شعُور نہیں ہوتا۔ اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمائش کریں گے۔ اِن حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ: "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"۔ اُنھیں خوشخبری دے دو۔ اُن پر اُن کے رَبّ کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں۔

یقیناً صفا اور مَرْوَہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بیتُ اللہ کا حج یا عُمرہ کرے، [۵۰] اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ اِن دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کر لے اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، اللہ کو اُس کا علم ہے اور وہ اُس کی قدر کرنے والا ہے۔

جیسا اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء حقیقت میں یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ کعبے کو حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا اور اس کے برعکس بیت المقدس اس کے ۱۳ سو برس بعد حضرت سلیمانؑ کے ہاتھوں تعمیر ہُوا۔ یہ بات کسی سے بھی چھپی ہوئی نہ تھی۔

[۴۸] یعنی کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ اچھے مومن ہیں جو اپنے خدا کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

[۴۹] اس فقرے کا تعلق اس عبارت سے ہے کہ "اُسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو تا کہ لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی حُجت نہ ملے"۔

[۵۰] ذُوالحجہ کی مقرر تاریخوں میں کعبے کی جو زیارت کی جاتی ہے اس کا نام حج ہے اور ان تاریخوں کے ماسوا دوسرے کسی زمانے میں جو زیارت کی جائے وہ عُمرہ ہے۔

جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، درآں حالیکہ ہم انھیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔

البتہ جو اِس رَوِش سے باز آ جائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اِصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے، اُسے بیان کرنے لگیں، اُن کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

جن لوگوں نے کفر کا رَوِیّہ [۵۱] اِختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں جان دی، اُن پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ اُن کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ اُنھیں پھر کوئی دوسری مُہلت دی جائے گی۔

تمھارا خدا ایک ہی خدا ہے، اُس رَحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ (اِس حقیقت کو پہچاننے کے لیے اگر کوئی نشانی اور علامت درکار ہے تو) جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں اُن کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، اُن کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اُس پانی میں جسے اللہ اُوپر سے برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے مُردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور (اپنے اِسی انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں، اور اُن بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابعِ فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔ (مگر وحدتِ خداوندی پر دلالت کرنے والے اِن کھلے کھلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں

---

[۵۱] "کفر" کا لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جاتا ہے ایمان کے معنی ہیں ماننا قبول کرنا، تسلیم کر لینا۔ اس کے برعکس کفر کے معنی ہیں نہ ماننا، رَدّ کر دینا، انکار کرنا۔ قرآن کی رُو سے کفر کے رویّہ کی مختلف صورتیں ہیں: ایک یہ کہ انسان سرے سے خدا ہی کو نہ مانے یا اس کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم نہ کرے اور اس کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک اور معبود ماننے سے انکار کر دے، یا اسے واحد مالک اور معبود نہ مانے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کو تو مانے مگر اس کے احکام اور اس کی ہدایات کو واحد منبعِ علم و قانون تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ تیسرے یہ کہ اُصولاً اس بات کو بھی تسلیم کر لے کہ اسے اللہ ہی کی ہدایت پر چلنا چاہیے، مگر اللہ اپنی ہدایات اور اپنے احکام پہنچانے کے لیے جن پیغمبروں کو واسطہ بناتا ہے، انھیں تسلیم نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ پیغمبروں

CS CamScanner

جو اللہ کے سوا دوسروں کو اُس کا ہمسر اور مدِّ مقابل بناتے ہیں، اور اُن کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ کاش، جو کچھ عذاب کو سامنے دیکھ کر اُنھیں سُوجھنے والا ہے وہ آج ہی اِن ظالموں کو سُوجھ جائے کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔ جب وہ سزا دے گا اس وقت کیفیت یہ ہوگی کہ وہی پیشوا اور رہنما جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے پیروؤں سے بے تعلقی ظاہر کریں گے، مگر سزا پا کر رہیں گے اور ان کے سارے اسباب و وسائل کا سلسلہ کٹ جائے گا۔ اور وہ لوگ جو دنیا میں اُن کی پیروی کرتے تھے، کہیں گے کہ: ”کاش، ہم کو پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بے زاری ظاہر کر رہے ہیں، ہم ان سے بیزار ہو کر دکھا دیتے۔“ یوں اللہ اِن لوگوں کے وہ اَعمال، جو یہ دنیا میں کر رہے ہیں، ان کے سامنے اِس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے، مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ ع

لوگو، زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں اُنھیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمھارا کُھلا دشمن ہے، تمھیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے، اور یہ سکھاتا ہے، کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمھیں علم نہیں ہے کہ (وہ اللہ نے فرمائی ہیں)۔

اُن سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں اُن کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اُسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اچھا، اگر اِن کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہِ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ اُنھی کی پیروی کیے چلے جائیں گے؟ یہ لوگ جنھوں نے خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر

کے درمیان تفریق کرے اور اپنی پسند یا اپنے تعصبات کی بنا پر ان میں سے کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے۔ پانچویں یہ کہ پیغمبروں نے خدا کی طرف سے عقائد، اخلاق اور قوانینِ حیات کے متعلق جو تعلیمات بیان کی ہیں ان کو یا ان میں سے کسی چیز کو ماننے سے انکار کر دے۔ چھٹے یہ کہ نظریے کے طور پر تو ان سب چیزوں کو مان لے مگر عملاً احکامِ الٰہی کی دانستہ نافرمانی کرتا رہے اور اس نافرمانی پر اصرار کرے اور دنیوی زندگی میں اپنے رویّے کی بنا اطاعت پر نہیں بلکہ نافرمانی ہی پر رکھے۔

چلنے سے انکار کر دیا ہے، اِن کی حالت بالکل ایسی ہے، جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، اِس لیے کوئی بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمھیں بخشی ہیں اُنہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مُردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں، جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ اِن میں سے کوئی چیز کھا لے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو، یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ [۵۲]

حق یہ ہے کہ جو لوگ اُن احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں اور تھوڑے سے دنیوی فائدوں پر انھیں بھینٹ چڑھاتے ہیں، وہ دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ ہرگز ان سے بات نہ کرے گا، نہ انھیں پاکیزہ ٹھیرائے گا، اور اُن کے لیے دردناک سزا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے ضلالت خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب مول لے لیا۔ کیسا عجیب ہے ان کا حوصلہ کہ جہنّم کا عذاب برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ سب کچھ اِس وجہ سے ہُوا کہ اللہ نے تو ٹھیک حق کے مطابق کتاب نازل کی تھی، مگر جن لوگوں نے کتاب میں اِختلافات نکالے وہ اپنے جھگڑوں میں حق سے بہت دُور نکل گئے۔ ع

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ

---

[۵۲] اس آیت میں حرام چیز کے استعمال کرنے کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ دی گئی ہے: ایک یہ کہ واقعی مجبوری کی حالت ہو مثلاً بھوک یا پیاس سے جان پر بن گئی ہو یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور اس حالت میں حرام چیز کے سوا اور کوئی چیز میسر نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ خدا کے قانون کو توڑنے کی خواہش دل میں موجود نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے مثلاً حرام چیز کے چند لقمے یا چند قطرے یا چند گھونٹ اگر جان بچا سکتے ہوں تو ان سے زیادہ اس چیز کا استعمال نہ ہونے پائے۔

نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دِل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمھارے لیے قتل کے مقدموں میں قِصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اُس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے، اور عورت اِس جُرم کی مرتکب ہو تو اُس عورت ہی سے قِصاص لیا جائے۔ ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اُس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو، تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔ [۵۳] یہ تمھارے ربّ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ اِس پر بھی جو زیادتی کرے، [۵۴] اُس کے لیے دردناک سزا ہے۔ عقل و خرد رکھنے والو، تمھارے لیے قِصاص میں زندگی ہے۔ اُمید ہے کہ تم اِس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے۔

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو، تو والدین اور رشتے داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیّت کرے۔ [۵۵] یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔ پھر جنھوں نے وصیّت سنی اور بعد میں اُسے بدل ڈالا،

---

[۵۳] اس سے معلوم ہُوا کہ اسلامی قانونِ تعزیرات میں قتل کا معاملہ قابلِ راضی نامہ ہے۔ مقتول کے وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ قاتل کو قِصاص سے معاف کر دیں اور اس صورت میں عدالت کے لیے جائز نہیں کہ قاتل کی جان ہی لینے پر اصرار کرے۔ البتہ معافی کی صورت میں قاتل کو خُون بہا ادا کرنا ہوگا۔

[۵۴] مثلاً یہ کہ مقتول کا وارث خُون بہا وصول کر لینے کے بعد پھر انتقام لینے کی کوشش کرے، یا قاتل خُون بہا ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے اور مقتول کے وارث نے جو احسان اس کے ساتھ کیا ہے اس کا بدلہ احسان فراموشی سے دے۔

[۵۵] یہ حکم اس زمانے میں دیا گیا تھا جبکہ وراثت کی تقسیم کے لیے ابھی کوئی قانون مقرر نہیں ہُوا تھا اس وقت ہر شخص پر لازم کیا گیا کہ وہ اپنے وارثوں کے حصے بذریعہ وصیّت مقرر کر جائے تاکہ اس کے

تو اُس کا گناہ اُن بدلنے والوں پر ہوگا۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیّت کرنے والے نے نادانستہ یا قصداً حق تلفی کی ہے، اور پھر معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان وہ اِصلاح کرے، تو اُس پر کچھ گناہ نہیں ہے، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ع

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیرووں پر فرض کیے گئے تھے۔ اِس سے توقع ہے کہ تم میں تقوٰی کی صفت پیدا ہو گی۔ چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو، یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے، تو یہ اُسی کے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم سمجھو، تو تمھارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔ [۵۶]

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے، اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا، اب سے جو شخص اِس مہینے کو پائے، اُس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دِنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمھارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمھیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمھیں سرفراز کیا ہے، اُس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔

مرنے کے بعد نہ تو خاندان میں جھگڑے ہوں اور نہ کسی حق دار کی حق تلفی ہونے پائے۔ بعد میں جب تقسیم وراثت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود ضابطہ بنا دیا (جو آگے سورہ نساء میں آنے والا ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ وارثوں کے جو حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیے ہیں ان میں وصیت سے کمی بیشی نہیں کی جا سکتی اور غیر وارث کے حق میں کل جائیداد کے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نہ کرنی چاہیے اور مسلم و کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

[۵۶] اسلام کے اکثر احکام کی طرح روزے کی فرضیت بھی بتدریج عائد کی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں مسلمانوں کو صرف ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ پھر ۲ ہجری میں رمضان کے روزوں کا یہ حکم قرآن میں نازل ہوا مگر اس میں اتنی رعایت رکھی گئی کہ

اور اے نبی، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتا دو کہ میں اُن سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں (یہ بات تم انھیں سنا دو) شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

تمھارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، مگر اُس نے تمھارا قصور معاف کر دیا، اور تم سے درگزر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمھارے لیے جائز کر دیا ہے، اُسے حاصل کرو۔ نیز راتوں کو کھاؤ پیو، یہاں تک کہ تم کو سیاہیِ شب کی دھاری سے سپیدۂ صبح کی دھاری نمایاں نظر آ جائے۔ تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔ اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ پھٹکنا۔ اِس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بصراحت بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ غلط رَویّے سے بچیں گے۔

اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے اُن کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمھیں دوسروں کے مال کا کوئی حصّہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔ [۵۷] ع

اے نبیؐ، لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو:

جو لوگ روزے کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی روزہ نہ رکھیں وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں بعد میں دوسرا حکم نازل ہوا جو آگے آ رہا ہے۔

[۵۷] اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ حاکموں کو رشوت دے کر ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تم خود جانتے ہو کہ مال دوسرے شخص کا ہے، تو محض اس لیے کہ اس کے پاس اپنی ملکیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے یا اس بنا پر کہ کسی اینچ پینچ سے تم اس کو کھا سکتے ہو اس کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ حاکم عدالت رودادِ مقدمہ کے لحاظ سے وہ مال تم کو دلوا دے۔ مگر وہ تمہارا جائز مال نہ ہوگا۔

یہ لوگوں کے لیے تاریخوں کی تعیین کی اور حج کی علامتیں ہیں۔ نیز ان سے کہو: یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ تم اپنے گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہوتے ہو۔ نیکی تو اصل میں یہ ہے کہ آدمی اللہ کی ناراضی سے بچے۔ لہٰذا، تم اپنے گھروں میں دروازے ہی سے آیا کرو۔ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو جائے۔ [۵۸]

اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اُن سے لڑو جہاں بھی تمھارا اُن سے مقابلہ پیش آئے، اور اُنھیں نکالو جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا ہے، اس لیے کہ قتل اگرچہ بُرا ہے، مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے [۵۹] اور مسجدِ حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں، تم بھی نہ لڑو، مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چُوکیں، تو تم بھی بے تکلّف اُنھیں مارو کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں، تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

تم اُن سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں، تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔

ماہِ حرام کا بدلہ ماہِ حرام ہی ہے اور تمام حُرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا۔ [۶۰] لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اُسی طرح اس پر دست درازی کرو۔ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ اللہ اُنہی لوگوں کے ساتھ ہے جو اُس کی حُدود توڑنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

---

[۵۸] منجملہ ان توہم پرستانہ رسموں کے جو عرب میں رائج تھیں، ایک یہ بھی تھی کہ جب حج کے لیے احرام باندھ لیتے تو اپنے گھروں میں دروازے سے داخل نہ ہوتے تھے بلکہ پیچھے سے دیوار کود کر یا دیوار میں کھڑکی سی بنا کر داخل ہوتے تھے۔ نیز سفر سے واپس آکر بھی گھروں میں پیچھے سے داخل ہُوا کرتے تھے۔ اس آیت میں نہ صرف اس رَسم کی تردید کی گئی ہے، بلکہ ان تمام توہمات پر یہ کہہ کر ضرب لگائی گئی ہے کہ نیکی ان رسموں میں نہیں ہے بلکہ اصل نیکی اللہ سے ڈرنا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا ہے۔

[۵۹] یہاں فتنے سے مراد ہے کسی گروہ یا شخص کو محض اس بنا پر ظلم و ستم کا نشانہ بنانا کہ اس نے باطل کو چھوڑ کر حق کو قبول کر لیا ہے۔

[۶۰] اہلِ عرب میں حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آرہا تھا کہ ذی القعدہ، ذی الحجہ اور مُحرّم کے تین مہینے حج کے لیے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عُمرے کے لیے خاص کیا گیا تھا اور ان چار مہینوں میں جنگ اور قتل و غارت گری ممنوع تھی تا کہ زائرینِ کعبہ امن و امان کے ساتھ اللہ کے گھر تک جائیں

اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ کی خوشنودی کے لیے جب حج اور عُمرے کی نیت کرو تو اُسے پورا کرو، اور اگر کہیں گھر جاؤ تو جو قربانی میسّر آئے، اللہ کی جناب میں پیش کرو[۶۱] اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ مگر جو شخص مریض ہو، یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر اپنا سر منڈ والے، تو اُسے چاہیے کہ فدیے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔[۶۲] پھر اگر تمھیں امن نصیب ہو جائے[۶۳] (اور تم حج سے پہلے مکّے پہنچ جاؤ)، تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عُمرے کا فائدہ اُٹھائے وہ حسبِ مقدور قربانی دے، اور اگر قربانی میسّر نہ ہو، تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر، اِس طرح پورے دس روزے رکھ لے۔ یہ رعایت اُن لوگوں کے لیے ہے، جن کے گھر مسجدِ حرام کے قریب نہ ہوں۔ اللہ کے اِن اُحکام کی خلاف ورزی سے بچو اور خوب جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ع

حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دَوران میں اُس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔ اور جو نیک کام تم کرو گے، وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔ سفرِ حج کے لیے زادِ راہ ساتھ لے جاؤ، اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔ پس اے ہوش مندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔

اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اس بنا پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا۔

[۶۱] یعنی اگر راستے میں کوئی ایسا سبب پیش آجائے جس کی وجہ سے آگے جانا غیر ممکن ہو اور مجبوراً رُک جانا پڑے تو اُونٹ، گائے، بکری میں سے جو جانور بھی میسّر ہو، اللہ کے لیے قربان کر دو۔

[۶۲] حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں تین دن کے روزے رکھنے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانے یا کم از کم ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

[۶۳] یعنی وہ سبب دُور ہو جائے جس کی وجہ سے مجبوراً تمھیں راستے میں رُک جانا پڑا تھا۔

اور اگر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رَبّ کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ، تو اِس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [٦٤] پھر جب عَرَفات سے چلو، تو مَشْعَرِ حرام (مُزدلفہ) کے پاس ٹھیر کر اللہ کو یاد کرو، اور اُس طرح یاد کرو، جس کی ہدایت اُس نے تمھیں کی ہے، ورنہ اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔ پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں، وہیں سے تم بھی پلٹو اور اللہ سے معافی چاہو، [٦٥] یقیناً وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو، تو جس طرح پہلے اپنے آباؤ اجداد کا ذِکر کرتے تھے، اُس طرح اب اللہ کا ذِکر کرو، بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر۔ (مگر اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں میں بھی بہت فرق ہے) اُن میں سے کوئی تو ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رَبّ، ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے۔ ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ: "اے ہمارے ربّ، ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا" ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصّہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چُکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمھیں اللہ کی یاد میں بَسر کرنے چاہییں۔ پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہو گیا تو کوئی حَرج نہیں، اور جو کچھ دیر زیادہ ٹھیر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ [٦٦] بشرطیکہ یہ دن اس نے تقوٰی کے ساتھ بسر کیے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اس کے حضور میں تمھاری پیشی ہونے والی ہے۔

---

[٦٤] ربّ کے فضل کی تلاش سے مراد ہے سفرِ حج کے دوران میں اپنی کسبِ معاش کے لیے کوئی کام کرنا۔

[٦٥] حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام کے زمانے سے عرب کا معروف طریقۂ حج یہ تھا کہ ۹ ذی الحجہ کو مِنٰی سے عَرَفات جاتے تھے اور رات کو وہاں سے پلٹ کر مُزدلفہ میں ٹھیرتے تھے۔ مگر بعد کے زمانے میں جب رفتہ رفتہ قریش کی برہمنیت قائم ہو گئی تو انہوں نے کہا: ہم اہلِ حرم ہیں، ہمارے مرتبے سے یہ بات فروتر ہے کہ عام اہلِ عرب کے ساتھ عَرَفات تک جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لیے یہ شانِ امتیاز قائم کی کہ مزدلفہ تک جا کر ہی پلٹ آتے اور عام لوگوں کو عَرَفات تک جانے کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ اسی فخر و غرور کا بت اس آیت میں توڑا گیا ہے۔

[٦٦] یعنی ایّامِ تشریق میں مِنٰی سے مکّے کی طرف واپسی خواہ ۱۲ ذی الحجہ کو ہو یا تیرھویں تاریخ کو دونوں صورتوں میں کوئی حرج نہیں۔

انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے، جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمھیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھیراتا ہے، مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمنِ حق ہوتا ہے۔ جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے[۶۷] تو زمین میں اُس کی ساری دَوڑ دھوپ اِس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے کھیتوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اپنے وقار کا خیال اُس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے تو بس جہنّم ہی کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ دوسری طرف انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔ اے ایمان لانے والو، تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ[۶۸] اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے۔ جو صاف صاف ہدایات تمھارے پاس آ چکی ہیں، اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی، تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے (اِن ساری نصیحتوں اور ہدایتوں کے بعد بھی لوگ سیدھے نہ ہوں تو) کیا اب وہ اِس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے، فرشتوں کے پَرے ساتھ لیے خود سامنے آ موجود ہو اور فیصلہ ہی کر ڈالا جائے؟ آخر کار سارے معاملات پیش تو اللہ ہی کے حضور ہونے والے ہیں۔ ع

بنی اسرائیل سے پوچھو: کیسی کھلی کھلی نشانیاں ہم نے اُنھیں دکھائی ہیں (اور پھر یہ بھی اُنھی سے پوچھ لو کہ) اللہ کی نعمت پانے کے بعد جو قوم اس کو شقاوت سے بدلتی ہے اُسے اللہ کیسی سخت سزا دیتا ہے۔

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے۔ اُن کے لیے دنیا کی زندگی بڑی محبوب و دل پسند بنا دی گئی ہے۔ ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، مگر

---

[۶۷] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''جب وہ پلٹتا ہے'' مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں بنا کر جب وہ پلٹتا ہے تو عملاً یہ کچھ کرتا ہے۔

[۶۸] یعنی کسی استثنا اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر کے بعض حصّوں میں اسلام کی پیروی کرو اور بعض حصّوں کو اس کی پیروی سے مستثنیٰ کرلو۔

قیامت کے روز پرہیزگار لوگ ہی اُن کے مقابلے میں عالی مقام ہونگے۔ رہا دُنیا کا رِزق، تو اللہ کو اختیار ہے، جسے چاہے بے حساب دے۔

ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رُونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست رَوِی پر بشارت دینے والے اور کج رَوِی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے، اور اُن کے ساتھ کتابِ برحق نازل کی، تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رُونما ہوگئے تھے، اُن کا فیصلہ کرے۔ (اور اِن اختلافات کے رُونما ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ ابتدا میں لوگوں کو حق بتایا نہیں گیا تھا۔ نہیں،) اختلاف اُن لوگوں نے کیا جنھیں حق کا علم دیا جاچکا تھا۔ انھوں نے روشن ہدایات پالینے کے بعد محض اس لیے حق کو چھوڑ کر مختلف طریقے نکالے کہ وہ آپس میں زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ پس جو لوگ انبیاؑء پر ایمان لے آئے، انھیں اللہ نے اپنے اِذن سے اُس حق کا راستہ دکھا دیا، جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔ اللہ جسے چاہتا ہے، راہِ راست دِکھا دیتا ہے۔

پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنّت کا داخلہ تمھیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ [۶۹] اُن پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتّٰی کہ وقت کا رسُول اور اُس کے ساتھی اہلِ ایمان چیخ اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اُس وقت اُنھیں تسلّی دی گئی کہ) ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔

لوگ پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔ اور جو بھلائی بھی تم کروگے، اللہ اس سے باخبر ہوگا۔

---

[۶۹] مطلب یہ ہے کہ انبیاؑ تو جب دنیا میں آئے ہیں انھیں اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو خدا کے باغی و سرکش بندوں سے سخت مقابلہ پیش آیا ہے اور انہوں نے اپنی جانیں جوکھوں میں ڈال کر باطل طریقوں کے مقابلے میں دینِ حق کو قائم کرنے کی جدوجہد کی ہے تب کہیں وہ جنت کے مستحق ہوئے۔ خدا کی جنت اتنی سستی نہیں ہے کہ تم خدا اور اس کے دین کی خاطر کوئی تکلیف نہ اٹھاؤ اور وہ تمھیں مل جائے۔

تمھیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمھیں ناگوار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند ہو اور وہی تمھارے لیے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔ ع

لوگ پوچھتے ہیں ماہِ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو: اِس میں لڑنا بہت بُرا ہے، مگر راہِ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجدِ حرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اِس سے بھی زیادہ بُرا ہے، اور فتنہ خونریزی سے شدید تر ہے۔[۷۰] وہ تو تم سے لڑے ہی جائیں گے، حتّٰی کہ اگر اُن کا بس چلے تو تمھارے دین سے تم کو پھیر لے جائیں۔ (اور یہ خُوب سمجھ لو کہ) تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا، اُس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے سب لوگ جہنّمی ہیں اور ہمیشہ جہنّم ہی میں رہیں گے۔ بخلاف اِس کے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا ہے،[۷۱] وہ رحمتِ الٰہی کے جائز امیدوار ہیں اور اللہ انکی لغزشوں کو معاف کرنے والا اور اپنی رحمت سے انھیں نوازنے والا ہے۔

پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو: اِن دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ اِن میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ اُن کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔"[۷۲]

---

[۷۰] یہ بات ایک واقعہ سے متعلق ہے۔ رجب ۲ ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ آدمیوں کا ایک دستہ نخلہ کی طرف بھیجا تھا (جو مکّے اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے) اور اس کو ہدایت فرمادی تھی کہ قریش کی نقل وحرکت اور اُن کے آئندہ ارادوں سے متعلق معلومات حاصل کرے۔ جنگ کی کوئی اجازت آپ نے نہیں دی تھی لیکن ان لوگوں کو راستے میں قریش کا ایک چھوٹا سا تجارتی قافلہ ملا اور اس پر انہوں نے حملہ کر کے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور باقی لوگوں کو ان کے مال سمیت گرفتار کر کے مدینے لے آئے۔ یہ کارروائی ایسے وقت ہوئی، جبکہ رجب ختم اور شعبان شروع ہو رہا تھا اور یہ امر مُشتبہ تھا کہ آیا حملہ رجب (یعنی ماہ حرام) میں ہُوا ہے یا شعبان میں۔ لیکن قریش نے اور ان سے در پردہ ملے ہوئے مدینہ کے یہودیوں اور

CS CamScanner

پوچھتے ہیں ہم راہِ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہو: ”جو کچھ تمھاری ضروریات سے زیادہ ہو“۔ [۷۳] اِس طرح اللہ تمھارے لیے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے، شاید کہ تم دنیا اور آخرت دونوں کی فکر کرو۔

پوچھتے ہیں یتیموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ کہو: جس طرزِ عمل میں اُن کے لیے بھلائی ہو، وہی اختیار کرنا بہتر ہے۔ اگر تم اپنا اور اُن کا خرچ اور رہنا سہنا مشترک رکھو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آخر وہ تمھارے بھائی بند ہی تو ہیں۔ بُرائی کرنے والے اور بھلائی کرنے والے، دونوں کا حال اللہ پر روشن ہے۔ اللہ چاہتا تو اِس معاملے میں تم پر سختی کرتا، مگر وہ صاحبِ اختیار ہونے کے ساتھ صاحبِ حکمت بھی ہے۔

تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی مُشرک شریف زادی سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مُشرک مَردوں سے کبھی نہ کرنا، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام، مشرک شریف سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمھیں آگ کی طرف بُلاتے ہیں اور اللہ اپنے اِذن سے تم کو جنّت اور مغفرت کی طرف بُلاتا ہے، اور وہ اپنے احکام واضح طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ سبق لیں گے اور نصیحت قبول کریں گے۔ ع

پوچھتے ہیں: حیض کا کیا حکم ہے؟ کہو: وہ ایک گندگی کی حالت ہے اِس میں عورتوں سے الگ رہو اور اِن کے قریب نہ جاؤ [۷۳] جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں، تو اُن کے پاس جاؤ اُس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اللہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے، جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔

منافقین نے مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لیے اس واقعہ کو خوب شہرت دی اور سخت اعتراضات شروع کر دیے کہ یہ لوگ چلے ہیں بڑے اللہ والے بن کر اور حال یہ ہے کہ ماہِ حرام تک میں خونریزی سے نہیں چُوکتے۔ انھی اعتراضات کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔

[۷۱] جہاد کے معنی ہیں کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دینا۔ یہ محض جنگ کا ہم معنی نہیں ہے۔ جنگ کے لیے تو ”قِتال“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جہاد اس سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے

تمھاری عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں۔ تمھیں اختیار ہے، جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ، مگر اپنے مُستقبل کی فکر کرو اور اللہ کی ناراضی سے بچو۔ [۷۵] خوب جان لو کہ تمھیں ایک دن اُس سے ملنا ہے۔ اور اے نبیؐ، جو تمھاری ہدایات کو مان لیں انھیں (فلاح وسعادت کی) خوش خبری دے دو۔

اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو، جن سے مقصُود نیکی اور تقوٰی اور بندگانِ خدا کی بھلائی کے کاموں سے باز رہنا ہو۔ اللہ تمھاری ساری باتیں سُن رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ جو بے معنی قسمیں تم بلا ارادہ کھالیا کرتے ہو، اُن پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو، اُن کی باز پرس وہ ضرور کرے گا۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔

جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں، اُن کے لیے چار مہینے کی مُہلت ہے۔ [۷۶] اگر اُنھوں نے رجوع کرلیا، تو اللہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ اور اگر اُنھوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو تو جانے رہیں کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ [۷۷]

جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، وہ تین مرتبہ ایّامِ ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، اور اُن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے اُن کے رِحم میں جو کچھ خلق فرمایا

اور اس میں جنگ سمیت ہر قسم کی جدوجہد شامل ہے۔

[۷۲] یہ شراب اور جوئے کے متعلق پہلا حکم ہے جس میں صرف اظہارِ ناپسندیدگی کر کے چھوڑ دیا گیا ہے آگے سورہ نساء، آیت ۴۳ اور سورہ مائدہ آیت ۹۰، میں بعد کے احکام آرہے ہیں۔

[۷۳] اس آیت سے آج کل عجیب عجیب معنی نکالے جارہے ہیں۔ حالانکہ آیت کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ اپنے مال کے مالک تھے۔ سوال یہ کر رہے تھے کہ ہم خدا کی رضا کے لیے کیا خرچ کریں؟ فرمایا گیا کہ پہلے اس سے اپنی ضروریات پوری کرو۔ پھر جو زائد بچے اسے اللہ کی راہ میں صَرف کرو۔ یہ رضا کارانہ خرچ ہے جو بندہ اپنے ربّ کی راہ میں اپنی خوشی سے کرتا ہے۔

[۷۴] مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں ان سے مباشرت نہ کرو۔

[۷۵] جامع الفاظ ہیں، جن سے دو مطلب نکلتے ہیں اور دونوں کی یکساں اہمیت ہے ایک یہ کہ اپنی نسل برقرار رکھنے کی کوشش کرو تاکہ تمہارے دنیا چھوڑنے سے پہلے تمھاری جگہ دوسرے کام کرنے والے پیدا ہوں۔ دوسرے یہ کہ جس آنے والی نسل کو تم اپنی جگہ چھوڑنے والے ہو، اس کو دین، اخلاق اور آدمیّت

CS CamScanner

ہو، اُسے چُھپائیں۔ اُنہیں ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے اگر وہ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتی ہیں۔ اُن کے شوہر تعلقات درست کر لینے پر آمادہ ہوں تو وہ اِس عدّت کے دوران میں اُنہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لے لینے کے حق دار ہیں۔[۷۸]

عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مَردوں کے حقوق اُن پر ہیں۔ البتہ مَردوں کو اُن پر ایک درجہ حاصل ہے۔ اور سب پر اللہ غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم و دانا موجود ہے۔ ع

طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بَھلے طریقے سے اُس کو رُخصت کر دیا جائے۔[۷۹] اور رُخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمھارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم اُنھیں دے چکے ہو، اُس میں سے کچھ واپس لے لو۔ البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کے حُدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حُدودِ الٰہی پر قائم نہ رہیں گے، تو اُن دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے[۸۰] یہ اللہ کی مقرر کردہ حُدود ہیں، اِن سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو لوگ حدودِ الٰہی سے تجاوز کریں، وہی ظالم ہیں۔

پھر اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اُس کے لیے حلال نہ ہوگی، اِلّا یہ کہ اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اُسے طلاق دے دے۔[۸۱] تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حُدودِ الٰہی پر قائم رہیں گے، تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جنھیں وہ اُن لوگوں کو ہدایت کیلئے واضح کر رہا ہے، جو (اس کی حدّ وں کو توڑنے کا انجام) جانتے ہیں۔

کے جوہروں سے آراستہ کرنے کی کوشش کرو۔

[۷۶] اصطلاحِ شرع میں اس کو اِیلاء کہتے ہیں میاں اور بیوی کے درمیان تعلقات ہمیشہ خوشگوار تو نہیں رہ سکتے۔ بگاڑ کے اسباب پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن ایسے بگاڑ کو خدا کی شریعت پسند نہیں کرتی کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ قانونی طور پر رشتۂ ازدواج میں تو بندھے رہیں، مگر عملاً ایک دوسرے سے اس طرح الگ رہیں کہ گویا وہ میاں اور بیوی نہیں ہیں۔ ایسے بگاڑ کے لیے اللہ تعالیٰ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور اُن کی عِدّت پوری ہونے کو آجائے، تو یا بھلے طریقے سے انھیں روک لو یا بھلے طریقے سے رُخصت کر دو۔ محض ستانے کی خاطر انھیں نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا، وہ درحقیقت آپ اپنے ہی اُوپر ظلم کرے گا۔ اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ۔ بھول نہ جاؤ کہ اللہ نے کس نعمتِ عظمٰی سے تمھیں سرفراز کیا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اُس نے تم پر نازل کی ہے، اُس کا احترام ملحوظ رکھو۔ اللہ سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ کو ہر بات کی خبر ہے۔ ع

جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدّت پوری کرلیں، تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیرِ تجویز شوہروں سے نکاح کرلیں، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم مَناکحت پر راضی ہوں۔ تمھیں نصیحت کی جاتی ہے کہ ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا، اگر تم اللہ اور روزِ آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ تمھارے لیے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے کہ اس سے باز رہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔

نے چار مہینے کی مدّت مقرّر کردی کہ یا تو اس دوران میں اپنے تعلقات دُرست کرلو، ورنہ ازدواج کا رشتہ منقطع کردو تاکہ دونوں ایک دوسرے سے آزاد ہو کر جس سے چاہیں نکاح کرلیں۔

[۷۷] یعنی اگر تم نے اپنی بیوی کو ناروا بات پر چھوڑا ہے تو اللہ سے بےخوف نہ رہو، وہ تمھاری زیادتی سے ناواقف نہیں ہے۔

[۷۸] یہ حکم صرف اس صورت سے متعلق ہے جس میں شوہر نے عورت کو ایک یا دو طلاقیں دی ہوں۔ اس صورت میں طلاق رَجعی ہوتی ہے اور عدّت کے دوران میں شوہر رجوع کرسکتا ہے۔

[۷۹] اس آیت کی رُو سے ایک مرد ایک رشتۂ نکاح میں اپنی بیوی پر حد سے حد دو ہی مرتبہ طلاق رجعی کا حق استعمال کرسکتا ہے۔ جو شخص اپنی منکوحہ کو دو مرتبہ طلاق دے کر اس سے رُجوع کر چکا ہو، وہ اپنی عمر میں جب کبھی اس کو تیسری بار طلاق دے گا، عورت اس سے مستقل طور پر جدا ہو جائے گی۔

[۸۰] شریعت کی اصطلاح میں اسے ''خُلع'' کہتے ہیں یعنی ایک عورت کا اپنے شوہر کو کچھ دے دِلا کر اس سے طلاق حاصل کرنا۔ اس صورت میں مرد کے لیے جائز ہوگا کہ اپنا دیا ہُوا مال یا اس کا کوئی حصّہ جس پر بھی باہم اتفاق ہُوا ہو، عورت سے واپس لے لے۔ لیکن اگر مرد نے خود ہی عورت کو طلاق

جو باپ چاہتے ہوں کہ اُن کی اولاد پوری مدّتِ رضاعت تک دودھ پیے تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دُودھ پلائیں۔ [۸۲] اِس صورت میں بچّے کے باپ کو معروف طریقے سے اُنھیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔ مگر کسی پر اُس کی وُسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ تو ماں کو اِس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اِس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کے باپ پر ہے، ویسا ہی اس کے وارث پر بھی ہے۔ لیکن اگر فریقین باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں، تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اگر تمھارا خیال اپنی اولاد کو کسی غیر عورت سے دودھ پلوانے کا ہو، تو اِس میں بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کا جو کچھ معاوضہ طے کرو، وہ معروف طریقے پر ادا کرو۔ اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔

تم میں سے جو لوگ مر جائیں، اُن کے پیچھے اگر اُن کی بیویاں زندہ ہوں، تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے، دس دن روکے رکھیں۔ [۸۳] پھر جب اُن کی عِدّت پوری ہو جائے، تو انھیں اختیار ہے، اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے جو چاہیں کریں۔ تم پر اس کی کوئی ذمّے داری نہیں۔ اللہ تم سب کے اعمال سے باخبر ہے۔ زمانۂ عدّت میں خواہ تم اُن بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا اِرادہ اِشارے کنایے میں ظاہر کر دو، خواہ دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دی ہو تو وہ اس سے اپنا دیا ہُوا کوئی مال واپس نہیں لے سکتا۔

[۸۱] یعنی کسی وقت خود اپنی مرضی سے طلاق دیدے۔ اس سے سازشی نکاح اور طلاق کا کوئی جواز نہیں نکلتا جو محض پہلے شوہر کے لیے عورت کو حلال کرنے کی خاطر کیا گیا ہو۔

[۸۲] یہ اس صورت کا حکم ہے جبکہ زوجین ایک دوسرے سے علیٰحدہ ہو چکے ہوں، خواہ طلاق کے ذریعے سے یا خُلع یا فسخ اور تفریق کے ذریعے سے، اور عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہو۔

[۸۳] یہ عِدّتِ وفات ان عورتوں کے لیے بھی ہے جن سے شوہروں کی خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی ہو۔ البتہ حاملہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے اس کی عِدّتِ وفات وضعِ حمل تک ہے، خواہ وضعِ حمل شوہر کی وفات کے بعد ہی ہو جائے یا اس میں کئی مہینے صرف ہوں۔ ”اپنے آپ کو روکے رکھیں“ سے مراد صرف دوسرا نکاح کرنے سے رُکنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اپنے آپ کو زینت سے بھی روکے رکھنا ہے۔

اللہ جانتا ہے کہ اُن کا خیال تو تمھارے دِل میں آئے گا ہی۔ مگر دیکھو، خفیہ عہد و پیمان نہ کرنا۔ اگر کوئی بات کرنی ہے، تو معروف طریقے سے کرو۔ اور عقدِ نکاح باندھنے کا فیصلہ اُس وقت تک نہ کرو، جب تک کہ عدّت پوری نہ ہو جائے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تمھارے دِلوں کا حال تک جانتا ہے۔ لہٰذا اس سے ڈرو اور یہ بھی جان لو کہ اللہ بُردبار ہے (چھوٹی چھوٹی باتوں سے) درگزر فرماتا ہے۔ ع

تم پر کچھ گناہ نہیں، اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو، قبل اِس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مَہر مقرر ہو۔ اس صورت میں انھیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے۔ خوش حال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقہ سے دے۔ یہ حق ہے نیک آدمیوں پر۔ اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو، لیکن مَہر مقرر کیا جا چکا ہو، تو اِس صورت میں نصف مَہر دینا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ عورت نرمی برتے (اور مَہر نہ لے) یا وہ مَرد، جس کے اختیار میں عقدِ نکاح ہے، نرمی سے کام لے (اور پورا مَہر دے دے) اور تم (یعنی مَرد) نرمی سے کام لو، تو یہ تقوٰی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔ تمھارے اعمال کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو، خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسنِ صلوٰۃ کی جامع ہو۔ [۸۴] اللہ کے آگے اِس طرح کھڑے ہو، جیسے فرماں بردار غلام کھڑے ہوتے ہیں۔ بدامنی کی حالت ہو، تو خواہ پیدل ہو، خواہ سوار، جس طرح ممکن ہو، نماز پڑھو۔ اور جب امن میسّر آجائے، تو اللہ کو اُس طریقے سے یاد کرو جو اُس نے تمھیں سکھا دیا ہے، جس سے تم پہلے ناواقف تھے۔

---

[۸۴] اصل میں لفظ "صَلٰوۃِ الْوُسْطٰی" استعمال ہُوا ہے۔ وُسطٰی کے معنی بیچ والی چیز کے بھی ہیں اور ایسی چیز کے بھی جو اعلیٰ اور اَشرف ہو۔ صلٰوۃِ وُسطٰی سے مراد بیچ کی نماز بھی ہو سکتی ہے اور ایسی نماز بھی جو صحیح وقت پر پورے خشوع اور توجہ اِلَی اللہ کے ساتھ پڑھی جائے، اور جس میں نماز کی تمام خوبیاں موجود ہوں۔ جن مفسّرین نے اس لفظ کو بیچ کی نماز کے معنی میں لیا ہے وہ بالعموم اس سے مراد عصر کی نماز لیتے ہیں۔

تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں، اُن کو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نان و نفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں۔ پھر اگر وہ خود نکل جائیں، تو اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے وہ جو کچھ بھی کریں، اس کی کوئی ذمہ داری تم پر نہیں ہے، اللہ سب پر غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔ اِسی طرح جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، انھیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رُخصت کیا جائے۔ یہ حق ہے متّقی لوگوں پر۔

اِس طرح اللہ اپنے احکام تمھیں صاف صاف بتاتا ہے۔ اُمید ہے کہ تم سمجھ بوجھ کر کام کروگے۔ ع تم نے اُن لوگوں کے حال پر بھی کچھ غور کیا، جو موت کے ڈر سے اپنے گھر بار چھوڑ کر نکلے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے؟ اللہ نے اُن سے فرمایا: مر جاؤ۔ پھر اُس نے اُن کو دوبارہ زندگی بخشی۔[۸۵] حقیقت یہ ہے کہ اللہ اِنسان پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ مسلمانو، اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور خوب جان رکھو کہ اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ تم میں کون ہے جو اللہ کو قرضِ حَسَن دے تاکہ اللہ اُسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے؟[۸۶] گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی، اور اُسی کی طرف تمھیں پلٹ کر جانا ہے۔

پھر تم نے اُس معاملے پر بھی غور کیا جو موسیٰؑ کے بعد سردارانِ بنی اسرائیل کو پیش آیا تھا؟ انھوں نے اپنے نبی سے کہا: ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کردو تاکہ ہم اللہ

---

[۸۵] یہ اِشارہ بنی اسرائیل کے واقعۂ خروج کی طرف ہے۔ سورۂ مائدہ کے چوتھے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

[۸۶] ”قرضِ حَسَن“ سے مراد خالص نیکی کے جذبے سے بے غرضانہ اللہ کی راہ میں مال صرف کرنا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ اپنے ذِمّے قرض قرار دیتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ مَیں نہ صرف اصل ادا کروں گا، بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ دوں گا۔

کی راہ میں جنگ کریں۔ نبی نے پوچھا: کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ تم کو لڑائی کا حکم دیا جائے اور پھر تم نہ لڑو؟ وہ کہنے لگے: بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم راہِ خدا میں نہ لڑیں، جب کہ ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور ہمارے بال بچے ہم سے جدا کر دیے گئے ہیں۔ مگر جب اُن کو جنگ کا حکم دیا گیا، تو ایک قلیل تعداد کے سوا وہ سب پیٹھ موڑ گئے، اور اللہ ان میں سے ایک ایک ظالم کو جانتا ہے۔

اُن کے نبی نے اُن سے کہا: کہ اللہ نے طالوت کو تمھارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ یہ سُن کر وہ بولے: ''ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حق دار ہوگیا؟ اس کے مقابلے میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے۔'' نبی نے جواب دیا: ''اللہ نے تمھارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اُس کو دماغی و جسمانی دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں، اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنا مُلک جسے چاہے دے، اللہ بڑی وُسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اُس کے علم میں ہے''۔ اس کے ساتھ ان کے نبی نے ان کو یہی بتایا: ''کہ خدا کی طرف سے اُس کے بادشاہ مقرر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں وہ صندوق تمھیں واپس مل جائے گا جس میں تمھارے ربّ کی طرف سے تمھارے لیے سکونِ قلب کا سامان ہے، جس میں آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرّکات ہیں، اور جس کو اِس وقت فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں۔ اگر تم مومن ہو تو یہ تمھارے لیے بہت بڑی نشانی ہے۔''ع

پھر جب طالُوت لشکر لے کر چلا تو اُس نے کہا: ''ایک دریا پر اللہ کی طرف سے تمھاری آزمائش ہونے والی ہے۔ جو اِس کا پانی پیے گا، وہ میرا ساتھی نہیں۔ میرا ساتھی صرف وہ ہے جو اِس سے پیاس نہ

بجھائے، ہاں ایک آدھ چُلّو تو کوئی پی لے، تو پی لے۔'' مگر ایک گروہِ قلیل کے سوا وہ سب اس دریا سے سیراب ہوئے۔

پھر جب طالوت اور اس کے ساتھی مسلمان دریا پار کر کے آگے بڑھے، تو اُنھوں نے طالوت سے کہہ دیا کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے[۸۷] لیکن جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انھیں ایک دن اللہ سے ملنا ہے، انھوں نے کہا: ''بارہا ایسا ہُوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اِذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔'' اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ پر نکلے، تو اُنھوں نے دعا کی: ''اے ہمارے ربّ، ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جما دے اور اِس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کر۔'' آخر کار اللہ کے اِذن سے انھوں نے کافروں کو مار بھگا دیا اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اُسے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جن جن چیزوں کا چاہا، اُس کو علم دیا۔ اگر اِس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا، تو زمین کا نظام بگڑ جاتا، لیکن دُنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے (کہ وہ اِس طرح دفعِ فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے)

یہ اللہ کی آیات ہیں، جو ہم ٹھیک ٹھیک تم کو سنا رہے ہیں، اور اے محمدؐ، تم یقیناً اُن لوگوں میں سے ہو، جو رسُول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

---

[۸۷] غالبًا یہ کہنے والے وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے دریا پر پہلے ہی اپنی بے صبری کا مظاہرہ کر دیا تھا۔

CS CamScanner

یہ رسُول (جو ہماری طرف سے اِنسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے اِن کو ایک دُوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ اِن میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہُوا، کسی کو اُس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیے، اور آخر میں عیسیٰؑ ابنِ مریم کو روشن نشانیاں عطا کیں اور رُوحِ پاک سے اُس کی مدد کی۔ اگر اللہ چاہتا، تو ممکن نہ تھا کہ اِن رسُولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے، وہ آپس میں لڑتے۔ مگر (اللہ کی مشیّت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً اختلاف سے روکے، اس وجہ سے) اُنھوں نے باہم اِختلاف کیا، پھر کوئی اِیمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی۔ ہاں، اللہ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے، مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ع

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، جو کچھ مال متاع ہم نے تم کو بخشا ہے، اِس میں سے خرچ کرو قبل اِس کے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی، اور نہ سفارش چلے گی۔ اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی رَوِش اختیار کرتے ہیں۔

اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اُونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اُسی کا ہے، کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے، اُس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی اِلّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے۔ اُس کی حکومت[۸۸]

---

[۸۸] اصل میں لفظ ''کُرْسِی'' استعمال ہُوا ہے، جسے بالعموم حکومت و اقتدار کے لیے استعارے کے طور پر بولا جاتا ہے۔ اردو زبان میں بھی اکثر کرسی کا لفظ بول کر حاکمانہ اختیارات مراد لیتے ہیں۔ اسی لفظ کی رعایت سے یہ آیت ''آیت الکرسی'' کے نام سے مشہور ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مکمل معرفت بخشی گئی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اسی بنا پر حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے افضل آیت قرار دیا گیا ہے۔

CS CamScanner

آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور اُن کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔[۸۹] صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت[۹۰] کا اِنکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اُس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں، اُن کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں، اُن کے حامی و مددگار طاغوت ہیں[۹۱] اور وہ انھیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ ؏

کیا تم نے اُس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیمؑ سے جھگڑا کیا تھا؟[۹۲] جھگڑا اِس بات پر کہ ابراہیمؑ کا ربّ کون ہے، اور اِس بنا پر کہ اُس شخص کو اللہ نے حکومت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ ”میرا ربّ وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے“ تو اُس نے جواب دیا: ”زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔“ ابراہیمؑ نے کہا: ”اچھا، اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا اُسے مغرب سے نکال لا۔“ یہ سُن کر وہ منکرِ حق ششدر رہ گیا، مگر اللہ ظالموں کو راہِ راست نہیں دکھایا کرتا۔

یا پھر مثال کے طور پر اُس شخص کو دیکھو، جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہُوا جو اپنی

---

[۸۹] یعنی کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

[۹۰] لُغت کے اعتبار سے ہر اس شخص کو طاغوت کہا جائے گا جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو۔ قرآن کی اصطلاح میں طاغوت سے مراد وہ بندہ ہے جو بندگی کی حد سے تجاوز کر کے خود آقائی و خداوندی کا دَم بھرے اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔

[۹۱] ”طاغوت“ یہاں طواغیت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے یعنی اللہ سے منہ موڑ کر انسان ایک ہی طاغوت کے چُنگل میں نہیں پھنستا بلکہ بہت سے طواغیت اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں۔

[۹۲] اس شخص سے مراد نمرود ہے، جو حضرت ابراہیمؑ کے وطن (عراق) کا بادشاہ تھا۔

CS CamScanner

چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی۔ اُس نے کہا: ''یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے، اِسے اللہ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا''؟ اِس پر اللہ نے اُس کی رُوح قبض کر لی اور وہ سو برس تک مُردہ پڑا رہا۔ پھر اللہ نے اُسے دوبارہ زندگی بخشی اور اُس سے پوچھا: ''بتاؤ، کتنی مدّت پڑے رہے ہو''؟ اُس نے کہا ''ایک دن یا چند گھنٹے رہا ہوں گا۔'' فرمایا: ''تم پر سو برس اِسی حالت میں گزر چکے ہیں۔ اب ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ اس میں ذرا تغیّر نہیں آیا ہے۔ دوسری طرف ذرا اپنے گدھے کو بھی دیکھو (کہ اِس کا پنجر تک بوسیدہ ہو رہا ہے) اور یہ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ ہم تمھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اِس پنجر کو ہم کس طرح اُٹھا کر گوشت پوست اِس پر چڑھاتے ہیں۔'' اِس طرح جب حقیقت اُس کے سامنے بالکل نمایاں ہو گئی، تو اُس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

اور وہ واقعہ بھی پیشِ نظر رہے، جب ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ ''میرے مالک، مجھے دکھا دے تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے''۔ فرمایا: ''کیا تو ایمان نہیں رکھتا''؟ اُس نے عرض کیا: ''ایمان تو رکھتا ہوں، مگر دل کا اِطمینان درکار ہے۔''[۹۳] فرمایا: ''اچھا، تُو چار پرندے لے اور اُن کو اپنے سے مانوس کر لے۔ پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دے۔ پھر اُن کو پکار، وہ تیرے پاس دَوڑے چلے آئیں گے۔ خُوب جان لے کہ اللہ نہایت بااقتدار اور حکیم ہے۔'' ع

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سَو دانے ہوں۔

---

[۹۳] یعنی وہ اطمینان جو مشاہدۂ عینی سے حاصل ہوتا ہے۔

اِسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے، نہ دُکھ دیتے ہیں، اُن کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور اُن کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اُس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دُکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اُس کی صفت ہے۔ اے ایمان لانے والو، اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دُکھ دے کر اُس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو، جو اپنا مال محض لوگوں کے دِکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر۔ اُس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہی گئی، ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں، اس سے کچھ بھی اُن کے ہاتھ نہیں آتا، اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔ [۹۴] بخلاف اِس کے جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے دِل کے پورے ثبات و قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے، اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اُس کے لیے کافی ہو جائے۔ تم جو کچھ کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔

---

[۹۴] یہاں ''کافر'' کا لفظ ناشکرے اور منکرِ نعمت کے معنی میں استعمال ہُوا ہے۔

CS CamScanner

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس ہرا بھرا باغ ہو، نہروں سے سیراب، کھجوروں اور انگوروں اور ہر قسم کے پھلوں سے لدا ہُوا، اور وہ عین اُس وقت ایک تیز بگولے کی زد میں آ کر جھلس جائے جب کہ وہ خود بوڑھا ہو اور اس کے کم سن بچے ابھی کسی لائق نہ ہوں؟[۹۵] اِس طرح اللہ اپنی باتیں تمھارے سامنے بیان کرتا ہے، شاید کہ تم غور و فکر کرو۔ ع

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمھارے لیے نکالا ہے، اُس میں سے بہتر حصّہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کی راہ میں دینے کے لیے بُری سے بُری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمھیں دے تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے اِلّا یہ کہ اس کو قبول کرنے میں تم اِغماض برت جاؤ۔ تمھیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے مُتّصِف ہے۔ شیطان تمھیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ تمھیں اپنی بخشش اور فضل کی اُمید دلاتا ہے۔ اللہ بڑا فراخ دَست اور دانا ہے۔ جس کو چاہتا ہے حِکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت ملی، اُسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔ اِن باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانش مند ہیں۔

تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا ہو اور جو نذر[۹۶] بھی مانی ہو، اللہ کو اُس کا علم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

---

[۹۵] یعنی اگر تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمھاری عمر بھر کی کمائی ایک ایسے نازک موقع پر تباہ ہو جائے جبکہ تم اس سے فائدہ اٹھانے کے سب سے زیادہ محتاج ہو اور از سرِ نو کمائی کرنے کا موقع بھی باقی نہ رہا ہو تو یہ بات تم کیسے پسند کر رہے ہو کہ دنیا میں مدّت العُمر کام کرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں تم اس طرح قدم رکھو کہ وہاں پہنچ کر یکا یک تمھیں معلوم ہو کہ تمہارا پورا کارنامۂ حیات یہاں کوئی قیمت نہیں رکھتا، جو کچھ تم نے دنیا کے لیے کمایا تھا وہ دنیا ہی میں رہ گیا۔ آخرت کے لیے کچھ کما کر لائے ہی نہیں کہ یہاں اس کے پھل کھا سکو۔

[۹۶] نذر یہ ہے کہ آدمی اپنی کسی مراد کے بر آنے پر کوئی ایسا نیک کام کرنے کا عہد کرے جو اس کے ذمے

CS CamScanner

اگر اپنے صدقات علانیہ دو، تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چُھپا کر حاجت مندوں کو دو، تو یہ تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ تمھاری بہت سی برائیاں اِس طرزِ عمل سے محو ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو بہر حال اُس کی خبر ہے۔

اے نبیؐ، لوگوں کو ہدایت بخش دینے کی ذِمّہ داری تم پر نہیں ہے۔ ہدایت تو اللہ ہی جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔ اور راہِ خیر میں جو مال تم لوگ خرچ کرتے ہو وہ تمھارے اپنے لیے بھلا ہے۔ آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ تو جو کچھ مال تم راہِ خیر میں خرچ کرو گے، اس کا پورا پورا اجر تمھیں دیا جائے گا اور تمھاری حق تلفی ہر گز نہ ہوگی۔

خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دَست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنے ذاتی کسبِ معاش کے لیے زمین میں کوئی دَوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ اُن کی خود داری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔ تم اُن کے چہروں سے اُن کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ اُن کی اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا۔ ع

جو لوگ اپنے مال شب و روز کُھلے اور چُھپے خرچ کرتے ہیں اُن کا اَجر اُن کے رَبّ کے پاس ہے اور اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں۔ مگر جو لوگ سُود کھاتے ہیں، اُن کا حال اُس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چُھو کر باوَلا کر دیا ہو۔[۹۷]

قرض نہ ہو۔ اگر یہ مراد کسی حلال و جائز امر کی ہو اور اللہ سے مانگی گئی ہو اور اس کے برآنے پر جو عمل کرنے کا عہد آدمی نے کیا ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہو تو ایسی نذر اللہ کی اطاعت میں ہے اور اس کا پورا کرنا اجر و ثواب کا موجب ہے اگر یہ صورت نہ ہو تو ایسی نذر کا ماننا معصیت اور اس کا پورا کرنا موجبِ عذاب ہے۔

[۹۷] اہلِ عرب دیوانے آدمی کو "مجنون" (یعنی آسیب زدہ) کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے اور جب کسی شخص کے متعلق یہ کہنا ہوتا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے تو یوں کہتے کہ اسے جِن لگ گیا ہے۔ اِسی محاورے کو استعمال کرتے ہوئے قرآن سُود خوار کو اس شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو مخبوط الحواس ہو گیا ہو۔

اور اس حالت میں اُن کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ”تجارت بھی تو آخر سُود ہی جیسی چیز ہے،“ [۹۸] حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اُس کے رَبّ کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سُود خواری سے باز آجائے، تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا، اُس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ [۹۹] اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنّمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ سُود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشو ونما دیتا ہے۔ اور اللہ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں، جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اُن کا اجر بے شک ان کے رَبّ کے پاس ہے اور اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سُود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اُسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اُس کے رسُول کی طرف سے تمھارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ [۱۰۰] اب بھی توبہ کر لو (اور سُود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو۔ نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ تمھارا قرض دار تنگ دست ہو، تو ہاتھ کھلنے تک اُسے مہلت دو، اور جو صدقہ کر دو، تو یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔ [۱۰۱] اُس دن کی رسوائی و مصیبت

---

[۹۸] یعنی ان کے نظریے کی خرابی یہ ہے کہ وہ تجارت میں اصل لاگت پر جو منافع لیا جاتا ہے اس کی نوعیت اور سُود کی نوعیت کا فرق نہیں سمجھتے اور دونوں کو ایک ہی قسم کی چیز سمجھ کر یوں استدلال کرتے ہیں کہ جب تجارت میں لگے ہوئے روپے کا منافع جائز ہے، تو قرض پر دیے ہوئے روپے کا منافع کیوں ناجائز ہو۔

[۹۹] یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ اس نے کھا لیا اسے اللہ معاف کر دے گا بلکہ ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ”جو کھا چکا سو کھا چکا“ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو کھا چکا، اسے معاف کر دیا گیا، بلکہ اس سے محض قانونی رعایت مراد ہے یعنی جو سُود پہلے کھایا جا چکا ہے اسے واپس دینے کا قانوناً مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

[۱۰۰] یہ آیت فتح مکّہ کے بعد نازل ہوئی تھی جبکہ عرب اسلامی حکومت کے زیرِ نگیں آ گیا تھا۔ اس سے پہلے اگرچہ سُود ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا مگر قانوناً اسے بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس آیت کے نزول کے بعد اسلامی حکومت کے حدود میں سُودی کاروبار ایک فوجداری جُرم بن گیا۔ آیت کے آخری الفاظ کی بنا پر ابن عباسؓ،

سے بچو، جب کہ تم اللہ کی طرف واپس ہو گے، وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدّت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو[١٠٢] تو اِسے لِکھ لیا کرو۔ فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے۔ جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیّت بخشی ہو، اُسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے۔ وہ لکھے اور اِملاء وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا)، اور اُسے اللہ، اپنے رَبّ سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہُوا ہو اُس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے۔ لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو، یا اِملاء نہ کرا سکتا ہو، تو اُس کا وَلی انصاف کے ساتھ اِملاء کرائے۔ پھر اپنے مَردوں میں سے دو آدمیوں کی اِس پر گواہی کرا لو۔ اور اگر دو مَرد نہ ہوں تو ایک مَرد اور دو عورتیں ہوں تا کہ ایک بُھول جائے تو دُوسری اُسے یاد دلا دے۔ یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہییں، جن کی گواہی تمھارے درمیان مقبول ہو۔ گواہوں کو جب گواہ بننے کے لیے کہا جائے، تو انھیں انکار نہ کرنا چاہیے۔ معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، میعاد کی تعیین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہُل نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمھارے لیے زیادہ مبنی بر انصاف ہے، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اور تمھارے شکوک و شبہات میں مبتلا

حسن بصریؒ، ابنِ سیرینؒ اور ربیع بن انسؒ کی رائے یہ ہے کہ جو شخص دارالاسلام میں سُود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اور اگر باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے دوسرے فقہاء کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے۔ جب تک وہ سُود خواری چھوڑ دینے کا عہد نہ کرے اُسے نہ چھوڑا جائے۔

[١٠١] اسی آیت سے یہ حکم نکالا گیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصّہ معاف بھی کرانے کی مجاز ہوگی۔ فقہا نے تصریح کی ہے کہ کسی کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قُرق نہیں کیے جا سکتے۔

[١٠٢] اس سے یہ حکم نکلتا ہے کہ قرض کے معاملے میں مدّت کی تعیین ہونی چاہیے۔

ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے۔ ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر تجارتی معاملے طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو۔ کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے۔ ایسا کرو گے، تو گناہ کا ارتکاب کرو گے۔ اللہ کے غضب سے بچو۔ وہ تم کو صحیح طریقِ عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔

اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لیے کوئی کاتب نہ ملے، تو رہن بالقبض پر معاملہ کرو۔ [۱۰۳]

اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کر کے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے، اُسے چاہیے کہ امانت ادا کرے، اور اللہ، اپنے رَبّ سے ڈرے۔

اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ۔ جو شہادت چھپاتا ہے، اُس کا دِل گناہ میں آلودہ ہے۔ اور اللہ تمھارے اَعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ ع

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ کا ہے۔ تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو خواہ چھپاؤ، اللہ بہر حال اُن کا حساب تم سے لے لے گا۔ پھر اُسے اختیار ہے، جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے سزا دے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

رسُولؐ اُس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اُس کے رَبّ کی طرف سے اُس پر نازل ہوئی ہے۔ اور جو لوگ اِس رسُولؐ کے ماننے والے ہیں، اُنھوں نے بھی اِس ہدایت کو دِل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسُولوں کو مانتے ہیں، اور اُن کا قول یہ ہے: کہ "ہم اللہ کے رسُولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں

---

[۱۰۳] رہن بالقبض کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرض دینے والے کو اپنے قرض کی واپسی کا اطمینان ہو جائے۔ مگر اسے اپنے دیے ہوئے مال کے معاوضے میں شے مرہونہ سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ سُود ہے البتہ اگر کوئی جانور رہن لیا گیا ہو تو اس کا دودھ استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس سے سواری و بار برداری کی خدمت لی جا سکتی ہے کیونکہ یہ دراصل اس چارے کا معاوضہ ہے جو مرتہن اس جانور کو کھلاتا ہے۔

کرتے، ہم نے حکم سُنا اور اِطاعت قبول کی۔ مالک، ہم تجھ سے خطابخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔"

اللہ کسی متنفّس پر اُس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اُس کا پھل اسی کیلئے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے، اُس کا وبال اُسی پر ہے۔

(ایمان لانے والو، تم یوں دعا کیا کرو) اے ہمارے ربّ، ہم سے بھُول چوک میں جو قصور ہو جائیں، ان پر گرِفت نہ کر۔ مالک، ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال، جو تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار، جس بار کو اُٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، وہ ہم پر نہ رکھ۔ ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تُو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔ ع

سورۂ آل عمران (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا، ل، م۔ اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، حقیقت میں اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

اے نبیؐ، اُس نے تم پر یہ کتاب نازل کی، جو حق لے کر آئی ہے اور اُن کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے، اور اُس نے وہ کسَوٹی اُتاری ہے (جو حق اور باطل کا فرق دِکھانے والی ہے)۔ اب جو لوگ اللہ کے فرامین کو قبول کرنے سے انکار کریں، اُن کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور بُرائی کا بدلہ دینے والا ہے۔

زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ وہی تو ہے جو تمھاری ماؤں

کے پیٹ میں تمھاری صُورتیں، جیسی چاہتا ہے، بناتا ہے۔ اُس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ اے نبیؐ، وہی خدا ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اِس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، [۱] جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں، اور دوسری متشابہات۔ [۲] جن لوگوں کے دِلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُن کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اُن کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اِس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: ”ہمارا اُن پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے ربّ ہی کی طرف سے ہیں۔“ [۳] اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ: ”پروردگار، جب تُو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے، تو پھر کہیں ہمارے دِلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تُو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔ پروردگار، تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔ تُو ہرگز اپنے وعدہ سے ٹلنے والا نہیں ہے۔“ ع

جن لوگوں نے کفر کا رویّہ اختیار کیا ہے، انھیں اللہ کے مقابلے میں نہ اُن کا مال کچھ کام دے گا، نہ اولاد۔ وہ دوزخ کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ اُن کا انجام ویسا ہی ہوگا، جیسا فرعون کے ساتھیوں اور اُن سے پہلے کے نافرمانوں کا ہو چکا ہے، کہ اُنھوں نے آیاتِ الٰہی کو جھٹلایا، نتیجہ یہ

---

[۱] ”آیاتِ محکمات“ سے مراد وہ آیات ہیں جن کی زبان بالکل صاف ہے اور جن کا مفہوم متعیّن کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے یہ آیات ”کتاب کی اصل بنیاد ہیں“ یعنی قرآن جس غرض کے لیے نازل ہُوا ہے اس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں! انھی میں اسلام کی طرف دنیا کو دعوت دی گئی ہے انھی میں عبرت اور نصیحت کی باتیں فرمائی گئی ہیں انھی میں گمراہیوں کی تردید اور راہِ راست کی توضیح کی گئی ہے۔ انھی میں دین کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں، انھی میں عقائد، عبادات، اخلاق، فرائض اور امر و نہی کے احکام ارشاد ہوئے ہیں۔

[۲] متشابہات، یعنی وہ آیات جن کے مفہوم میں اشتباہ کی گنجائش ہے یہ ظاہر ہے کہ انسان کے لیے زندگی کا کوئی راستہ تجویز نہیں کیا جا سکتا جب تک غیبی حقیقتوں کے متعلق کم سے کم ضروری معلومات انسان کو نہ دی جائیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیزیں انسان کے حواس سے ماوراء ہیں جن کو اس نے نہ کبھی دیکھا، نہ چھُوا، نہ چکھا،

ہُوا کہ اللہ نے اُن کے گناہوں پر انھیں پکڑ لیا اور حق یہ ہے کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ پس اے نبیؐ، جن لوگوں نے تمھاری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، اُن سے کہہ دو کہ قریب ہے وہ وقت، جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنّم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور جہنّم بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ تمھارے لیے اُن دو گروہوں میں ایک نشانِ عبرت تھا، جو (بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا۔ دیکھنے والے بچشمِ سر دیکھ رہے تھے کہ کافر گروہ مومن گروہ سے دو چند ہے۔ [۴] مگر (نتیجے نے ثابت کر دیا کہ)، اللہ اپنی فتح و نصرت سے جس کو چاہتا ہے، مدد دیتا ہے۔ دیدۂ بینا رکھنے والوں کے لیے اس میں بڑا سبق پوشیدہ ہے۔

لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس۔ عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمھیں بتاؤں کہ اِن سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی رَوِش اختیار کریں، اُن کے لیے اُن کے رَبّ کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رَوِیّے پر گہری نظر رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ: "مالک، ہم ایمان لائے ہماری خطاؤں سے درگزر

اُن کے لیے انسانی زبان میں نہ ایسے الفاظ مل سکتے ہیں جو انھی کے لیے وضع کیے گئے ہوں، اور نہ ایسے معروف اَسالیبِ بیان مل سکتے ہیں، جن سے ہر سامع کے ذہن میں ان کی صحیح تصویر کھنچ جائے۔ لامحالہ یہ ناگزیر ہے کہ اس نوعیت کے مضامین کو بیان کرنے کے لیے الفاظ اور اَسالیبِ بیان وہ استعمال کیے جائیں جو اصل حقیقت سے قریب تر مشابہت رکھنے والی محسوس چیزوں کے لیے انسانی زبان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ ان حقیقتوں کے بیان میں قرآن کے اندر ایسی ہی زبان استعمال کی گئی ہے اور متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں، جن میں یہ زبان استعمال ہوئی ہے۔

[۳] یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جب وہ لوگ متشابہات کا صحیح مفہوم جانتے ہی نہیں تو اُن پر ایمان کیسے لے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک معقول آدمی کو قرآن کے کلام اللہ ہونے کا یقین محکمات کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ متشابہات کی تاویلوں سے۔ جب آیاتِ محکمات میں غور و فکر کرنے سے

فرما اور ہمیں آتشِ دوزخ سے بچالے"۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، راست باز ہیں، فرمانبردار اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دُعائیں مانگا کرتے ہیں۔

"اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ: "اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور (یہی شہادت) فرشتوں اور سب اہلِ علم نے بھی دی ہے۔ وہ انصاف پر قائم ہے۔ اُس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔" اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اِس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے اُن لوگوں نے اختیار کیے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اُن کے اِس طرزِ عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انھوں نے علم آ جانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام و ہدایات کی اطاعت سے انکار کردے، اللہ کو اس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ اَب اگر اے نبیؐ، یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں، تو اُن سے کہو: "میں نے اور میرے پیرووں نے تو اللہ کے آگے سَرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔" پھر اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب دونوں سے پوچھو: "کیا تم نے بھی اس کی اطاعت و بندگی قبول کی"؟ اگر کی تو وہ راہِ راست پا گئے، اور اگر اس سے منہ موڑا تو تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔ آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے۔ ع

جو لوگ اللہ کے احکام و ہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں جو خلقِ خدا میں سے عدل و راستی کا حکم دینے کے لیے اُٹھیں، اُن کو دردناک سزا کی خوش خبری سُنا دو۔

اس کو یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب واقعی اللہ ہی کی کتاب ہے تو پھر متشابہات اس کے دل میں کوئی خلجان پیدا نہیں کرتے۔

[۴] اگرچہ حقیقی فرق سہ چند تھا لیکن سرسری نگاہ سے دیکھنے والا بھی یہ محسوس کیے بغیر تو نہیں رہ سکتا تھا کہ کفار کا لشکر مسلمانوں سے دوگنا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو گئے، اور اُن کا مددگار کوئی نہیں ہے۔

تم نے دیکھا نہیں کہ جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے، تو اُن کا حال کیا ہے؟ اُنھیں جب کتابِ الٰہی کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ کرے، تو اُن میں سے ایک فریق اِس سے پہلو تہی کرتا ہے اور اس فیصلے کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے۔ اُن کا یہ طرزِ عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں ”آتشِ دوزخ تو ہمیں مَس تک نہ کرے گی اور اگر دوزخ کی سزا ہم کو ملے گی بھی تو بس چند روز“۔ ان کے خودساختہ عقیدوں نے اُن کو اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے۔ مگر کیا بنے گی اُن پر جب ہم اُنھیں اِس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے؟ اس روز ہر شخص کو اُس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دے دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

کہو، خدایا، ملک کے مالک، تُو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزّت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں پروتا ہُوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔ بے جان میں سے جان دار کو نکالتا ہے اور جان دار میں سے بے جان کو۔ اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

مومنین اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور یار و مددگار ہرگز نہ بنائیں۔ جو ایسا

کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرزِ عمل اختیار کر جاوٴ۔ [۵] مگر اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمھیں اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ [۶] اے نبیؐ، لوگوں کو خبردار کر دو کہ تمھارے دِلوں میں جو کچھ ہے، اُسے خواہ تم چھپاوٴ یا ظاہر کرو، اللہ بہرحال اُسے جانتا ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں ہے اور اس کا اقتدار ہر چیز پر حاوِی ہے۔ وہ دِن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اُس نے بھلائی کی ہو یا بُرائی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دِن اُس سے بہت دُور ہوتا! اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے۔ ع

اے نبیؐ، لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاوٴں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔" اُن سے کہو کہ: "اللہ اور رسولؐ کی اطاعت قبول کرو"۔ پھر اگر وہ تمھاری یہ دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اُس کے رسُول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔

اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران [۷] کو تمام دُنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کیلیے) منتخب کیا تھا۔ یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ (وہ اُس وقت سُن رہا تھا) جب عمران

---

[۵] یعنی اگر کوئی موٴمن کسی دُشمنِ اِسلام جماعت کے چنگل میں پھنس گیا ہو اور اسے اُن کے ظلم و ستم کا خوف ہو تو اس کو اجازت ہے کہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور کُفار کے ساتھ بظاہر اس طرح رہے کہ گویا انھی میں کا ایک آدمی ہے۔ یا اگر اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہو گیا ہو تو اپنی جان بچانے کے لیے وہ کُفار کے ساتھ دوستانہ رَوِیّے کا اظہار کر سکتا ہے حتیٰ کہ شدید خوف کی حالت میں جو شخص برداشت کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو کلمہٴ کفر تک کہہ جانے کی رُخصت ہے۔

[۶] یعنی اپنی جان بچانے کے لیے تم اِس حد تک تو تقیّہ کر سکتے ہو کہ اسلام کے مشن اور اسلامی جماعت کے مفاد اور کسی مسلمان کی جان و مال کو نقصان پہنچائے بغیر اپنی جان و مال کا تحفظ کر لو۔ لیکن خبردار کفر اور کُفار کی کوئی ایسی خدمت تمہارے ہاتھوں انجام نہ ہونے پائے جس سے اسلام کے مقابلے

CS CamScanner

کی عورت [۸] کہہ رہی تھی کہ: ”میرے پروردگار، میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کیلئے وقف ہوگا۔ میری اس پیش کش کو قبول فرما۔ تُو سُننے اور جاننے والا ہے۔“ پھر جب وہ بچی اُس کے ہاں پیدا ہوئی تو اُس نے کہا: ”مالک، میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اِس نے جنا تھا، اللہ کو اُس کی خبر تھی۔ اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور مَیں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مرُدود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“ آخر کار اس کے رَبّ نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرمالیا، اُسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اُٹھایا، اور زَکَریّاؑ کو اُس کا سرپرست بنادیا۔

زَکَریّاؑ جب کبھی اُس کے پاس محراب میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا۔ پُوچھتا مریم، یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی ”اللہ کے پاس سے آیا ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔“ یہ حال دیکھ کر زَکَریّاؑ نے اپنے رَبّ کو پکارا: ”پروردگار، اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔ تُو ہی دُعا سُننے والا ہے۔“ جواب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، کہ: ”اللہ تجھے یحییٰؑ کی خوشخبری دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان [۹] کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا۔ اُس میں سرداری و بزرگی کی شان ہوگی۔ کمال درجہ کا ضابط ہوگا۔ نبوّت سے سرفراز ہوگا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا۔“

میں کفر کو فروغ حاصل ہونے اور مسلمانوں پر کُفّار کے غالب آجانے کا امکان ہو۔

[۷] عمران حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے والد کا نام تھا جسے بائبل میں ”عَمرَام“ لکھا گیا ہے۔

[۸] اگر عمران کی عورت سے مراد ”عمران کی بیوی“ لی جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ وہ عمران نہیں ہیں جن کا ذِکر اُوپر ہُوا ہے بلکہ یہ حضرت مریمؑ کے والد تھے جن کا نام شاید عمران ہوگا اور اگر عمران کی عورت سے مراد آلِ عمران کی عورت لی جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حضرت مریمؑ کی والدہ اس قبیلے سے تھیں۔

[۹] اللہ کے ”فرمان“ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان سے خَرقِ عادت کے طور پر ہوئی تھی اس لیے اُن کو قرآن مجید میں کَلِمَۃٌ مِّنَ اللہ کہا گیا ہے۔

زکریاؑ نے کہا ”پروردگار، بھلا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ میں تو بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔“ جواب ملا: ”ایسا ہی ہوگا،[۱۰] اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“ عرض کیا ”مالک، پھر کوئی نشانی میرے لیے مقرر فرمادے۔“ کہا ”نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے سوا کوئی بات چیت نہ کروگے (یا نہ کرسکو گے) اِس دَوران میں اپنے رَبّ کو بہت یاد کرنا اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہنا۔“ ع

پھر وہ وقت آیا جب مریمؑ سے فرشتوں نے آکر کہا ”اے مریمؑ، اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دُنیا کی عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چُن لیا۔ اے مریمؑ، اپنے ربّ کی تابعِ فرمان بن کر رہ، اس کے آگے سربسجُود ہو، اور جو بندے اُس کے حضور جھکنے والے ہیں اُن کے ساتھ تُو بھی جُھک جا۔“

اے نبیؐ، یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم کو وحی کے ذریعہ سے بتا رہے ہیں، ورنہ تم اُس وقت وہاں موجود نہ تھے جب ہیکل کے خادم یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ مریمؑ کا سَرپرست کون ہو؟ اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے،[۱۱] اور نہ تم اُس وقت حاضر تھے جب اُن کے درمیان جھگڑا برپا تھا۔

اور جب فرشتوں نے کہا: ”اے مریمؑ، اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوش خبری دیتا ہے۔ اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا، اللہ کے مُقرّب بندوں میں شمار کیا جائے گا، لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مردِ صالح ہوگا۔“ یہ سُن کر مریمؑ بولی: ”پروردگار، میرے

---

[۱۰] یعنی تیرے بڑھاپے اور تیری بیوی کے بانجھ پن کے باوجود اللہ تجھے بیٹا دے گا۔

[۱۱] یعنی قرعہ اندازی کر رہے تھے۔

ہاں بچہ کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی مَرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔" جواب ملا: "ایسا ہی ہو گا، [۱۲] اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔" (فرشتوں نے پھر اپنے سلسلۂ کلام میں کہا) "اور اللہ اُسے کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا، تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسُول مقرر کرے گا۔"

(اور جب وہ بحیثیت رسُول بنی اسرائیل کے پاس آیا تو اس نے کہا) "میں تمھارے ربّ کی طرف سے تمھارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اُس میں پھونک مارتا ہوں، وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور اُس کے اِذن سے مُردے کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔ اِس میں تمھارے لیے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اور میں اُس تعلیم و ہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اِس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے۔ اور اس لیے آیا ہوں کہ تمھارے لیے بعض اُن چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ [۱۳] دیکھو، میں تمھارے ربّ کی طرف سے تمھارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی، لہٰذا تم اُسی کی بندگی اختیار کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔"

جب عیسیٰؑ نے محسُوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو اُس نے کہا "کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے"؟ حواریوں [۱۴] نے جواب دیا "ہم اللہ

---

[۱۲] یعنی باوجود اس کے کہ کسی مرد نے تجھے ہاتھ نہیں لگایا، تیرے ہاں بچہ پیدا ہوگا۔

[۱۳] یعنی تمہارے جُہلا کے توہمات، تمہارے فقیہوں کی قانونی موشگافیوں، تمہارے رہبانیت پسند لوگوں کے تشدُّدات، اور غیر مسلم قوموں کے غلبہ و تسلُّط کی بدولت تمہارے ہاں اصل شریعت الٰہی پر جن قیود کا اضافہ ہو گیا ہے، میں اُن کو منسوخ کروں گا اور تمہارے لیے وہی چیزیں حلال اور وہی حرام قرار دوں گا جنھیں اللہ نے حلال یا حرام کیا ہے۔

[۱۴] "حواری" کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکھتا ہے جو ہمارے ہاں "انصار" کا مفہوم ہے۔

کے مددگار رہیں،[۱۵] ہم اللہ پر ایمان لائے، آپ گواہ رہیں کہ ہم مُسلم (اللہ کے آگے سرِ اطاعت جھکا دینے والے ہیں)۔ مالک، جو فرمان تُو نے نازل کیا ہے ہم نے اُسے مان لیا اور رسُول کی پیروی قبول کی، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“

پھر بنی اسرائیل (مسیح کے خلاف) خُفیہ تدبیریں کرنے لگے۔ جواب میں اللہ نے اپنی خُفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔ع (وہ اللہ کی خُفیہ تدبیر ہی تھی) جب اُس نے کہا کہ: ”اے عیسیٰؑ، اب میں تجھے واپس لے لوں گا[۱۶] اور تجھ کو اپنی طرف اُٹھا لوں گا اور جنھوں نے تیرا انکار کیا ہے اُن سے (یعنی اُن کی معیّت سے اور اُن کے گندے ماحول میں اُن کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کر دُوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک اُن لوگوں پر بالا دست رکھوں گا، جنھوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ پھر تُم سب کو آخر کار میرے پاس آنا ہے، اُس وقت میں اُن باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تمھارے درمیان اختلاف ہُوا ہے۔ جن لوگوں نے کفر و انکار کی رَوِش اختیار کی ہے، انھیں دنیا اور آخرت دونوں میں سخت سزا دوں گا اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے، اور جنھوں نے ایمان اور نیک عملی کا رویّہ اختیار کیا ہے اُنھیں اُن کے اجر پورے پورے دے دیے جائیں گے۔ اور (خوب جان لے کہ) ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا۔“

اے نبیؐ، یہ آیات اور حکمت سے لبریز تذکرے ہیں جو ہم تمھیں سُنا رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔[۱۷] یہ اصل حقیقت ہے جو تمھارے ربّ کی طرف سے بتائی جارہی ہے اور تم اُن لوگوں میں شامل نہ ہو جو اِس میں شک کرتے ہیں۔

---

[۱۵] یعنی اللہ کے کام میں آپ کے مددگار رہیں۔

[۱۶] اصل میں لفظ ”مُتَوَفِّیْكَ“ استعمال ہُوا ہے۔ تَوَفِّی کے اصل معنی لینے اور وصول کرنے کے ہیں، ”رُوح قبض کرنا“ اس لفظ کا مجازی استعمال ہے نہ کہ اصل لغوی معنی۔

[۱۷] یعنی اگر محض بے باپ پیدا ہونا ہی کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا بنانے کے لیے کافی دلیل ہو تب تو پھر عیسائیوں کو آدمؑ کے متعلق بدرجۂ اولیٰ ایسا عقیدہ تجویز کرنا چاہیے تھا کیونکہ مسیح تو صرف بے باپ ہی کے پیدا ہوئے تھے، مگر آدمؑ ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے۔

یہ علم آ جانے کے بعد اب جو کوئی اِس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے نبیؐ، اُس سے کہو کہ "آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں۔ اور خدا سے دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو۔" یہ بالکل صحیح واقعات ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خداوند نہیں ہے، اور وہ اللہ ہی کی ہستی ہے جس کی طاقت سب سے بالا اور جس کی حکمت نظامِ عالَم میں کارفرما ہے۔ پس اگر یہ لوگ (اِس شرط پر مقابلہ میں آنے سے) منہ موڑیں تو (اُن کا مفسد ہونا صاف کُھل جائے گا) اور اللہ تو مفسدوں کے حال سے واقف ہی ہے۔ ع

اے نبیؐ، کہو، "اے اہلِ کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رَبّ نہ بنا لے۔ اِس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مُسلِم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔

اے اہلِ کتاب، تم ابراہیمؑ کے (دین کے) بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو ابراہیمؑ کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر کیا تم اِتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

تم لوگ جن چیزوں کا علم رکھتے ہو اُن میں تو خوب بحثیں کر چکے، اب اُن معاملات میں کیوں بحث کرنے چلے ہو جن کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔ ابراہیمؑ نہ یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ وہ تو ایک مُسلِم یکسُو تھا[۱۸]

---

[۱۸] اصل میں لفظ حنیف استعمال ہُوا ہے جس سے مراد ایسا شخص ہے جو ہر طرف سے رُخ پھیر کر ایک خاص راستے پر چلے۔ اسی مفہوم کو ہم نے "مُسلِم یک سُو" سے ادا کیا ہے۔

اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔ ابراہیمؑ سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو اُن لوگوں کو پہنچتا ہے جنھوں نے اس کی پیروی کی اور اب یہ نبیؐ اور اس کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ صرف اُنھی کا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔

(اے ایمان لانے والو) اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ چاہتا ہے کہ کسی طرح تمھیں راہِ راست سے ہٹا دے، حالانکہ درحقیقت وہ اپنے سوا کسی کو گمراہی میں نہیں ڈال رہے ہیں مگر انھیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اے اہلِ کتاب، کیوں اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود ان کا مشاہدہ کر رہے ہو؟[۱۹] اے اہلِ کتاب، کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟ ع

اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ اِس نبی کو ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہُوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے اِنکار کر دو، شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔ نیز یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو۔ اے نبیؐ، اِن سے کہہ دو کہ: ”اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے اور یہ اُسی کا دین ہے کہ کسی کو وہی کچھ دے دیا جائے جو کبھی تم کو دیا گیا تھا، یا یہ کہ دوسروں کو تمھارے رَبّ کے حضور پیش کرنے کے لیے تمھارے خلاف قوی حُجت مل جائے“۔ اے نبیؐ، ان سے کہو کہ: ”فضل و شرف اللہ کے اِختیار میں ہے، جسے چاہے عطا فرمائے۔[۲۰] وہ وسیع النظر ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے، اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اُس کا فضل بہت بڑا ہے“۔

---

[۱۹] دوسرا ترجمہ اس فقرہ کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”تم خود بھی گواہی دیتے ہو“۔ دونوں صورتوں میں نفسِ معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر آپ کی تعلیم و تربیت کے حیرت انگیز اثرات اور وہ بلند پایہ مضامین جو قرآن میں ارشاد ہو رہے تھے۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی ایسی روشن آیات تھیں کہ جو شخص انبیاء کے احوال اور کتبِ آسمانی کے طرز سے واقف ہو اُس کے لیے ان آیات کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت میں شک کرنا بہت ہی مشکل تھا۔

[۲۰] اصل میں لفظ ”وَاسِعٌ“ استعمال ہُوا ہے جو بالعموم قرآن میں تین مواقع پر آیا کرتا ہے۔ ایک وہ موقع جہاں اِنسانوں کے کسی گروہ کی تنگ خیالی و تنگ نظری کا ذکر آتا ہے اور اسے اس حقیقت پر متنبہ کرنے

اہلِ کتاب میں کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے اِعتماد پر مال و دولت کا ایک ڈھیر بھی دے دو تو وہ تمھارا مال تمھیں ادا کردے گا، اور کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملہ میں بھی اس پر بھروسہ کرو تو وہ ادا نہ کرے گا، اِلّا یہ کہ تم اس کے سر پر سوار ہو جاؤ۔ اُن کی اِس اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ’’اُمّیوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے‘‘۔ اور یہ بات وہ محض جھوٹ گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ اِنھیں معلوم ہے (کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ہے)۔ آخر کیوں اُن سے بازپُرس نہ ہوگی؟ جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور برائی سے بچ کر رہے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا، کیونکہ پرہیزگار لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، تو اِن کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ اُن سے بات کرے گا، نہ اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، بلکہ اُن کے لیے تو سخت دردناک سزا ہے۔

اُن میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اِس طرح زبان کا اُلٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے، حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا، وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔

کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اُس کو کتاب اور حکم اور نبوّت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی

کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اللہ تمھاری طرح تنگ نظر نہیں ہے۔ دوسرا وہ موقع جہاں کسی کے بخل اور تنگ دلی اور کم حوصلگی پر ملامت کرتے ہوئے یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ فراخ دست ہے، تمھاری طرح بخیل نہیں ہے تیسرا وہ موقع جہاں لوگ اپنے تخیل کی تنگی کے سبب سے اللہ کی طرف کسی قسم کی محدودیت منسوب کرتے ہیں اور انھیں یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ غیر محدود ہے۔

کہے گا کہ سچے ربّانی بنو جیسا کہ اُس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا ربّ بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمھیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مُسلم ہو؟ ع

یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ: "آج میں نے تمھیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسُول تمھارے پاس اُسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہُوا آئے جو پہلے سے تمھارے پاس موجود ہے، تو تم کو اُس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔"[۲۱] یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا "کیا تم اِس کا اقرار کرتے ہو اور اِس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمّہ داری اُٹھاتے ہو"؟ انھوں نے کہا: "ہاں ہم اِقرار کرتے ہیں"۔ اللہ نے فرمایا: "اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں، اسکے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے وہی فاسق ہے۔"

اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دینُ اللہ) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چار و نا چار اللہ ہی کی تابع فرمان (مُسلم) ہیں اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے؟ اے نبیؐ، کہو کہ "ہم اللہ کو مانتے ہیں، اُس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازِل کی گئی ہے، اُن تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر نازل ہوئی تھیں، اور اُن ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں کو اُن کے ربّ کی طرف سے دِی گئیں۔ ہم اُن کے درمیان فرق نہیں کرتے،

---

[۲۱] مطلب یہ ہے کہ ہر پیغمبر سے اس امر کا عہد لیا جاتا رہا ہے۔ یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی سے یہی عہد لیا جاتا رہا ہے اور اسی بنا پر ہر نبی نے اپنی اُمت کو بعد کے آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اُس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے لیکن نہ قرآن میں نہ حدیث میں، کہیں بھی اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا عہد لیا گیا ہو یا آپ نے اپنی اُمت کو کسی بعد کے آنے والے نبی کی خبر دے کر اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہو۔ بلکہ قرآن میں صراحت کے ساتھ حضور کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اور بکثرت احادیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

CS CamScanner

اور ہم اللہ کے تابع فرمان (مُسلِم) ہیں"۔ اس فرماں برداری (اسلام) کے سِوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اُس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ اُن لوگوں کو ہدایت بخشے جنھوں نے نعمتِ ایمان پا لینے کے بعد پھر کفر اختیار کیا، حالانکہ وہ خود اس بات پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسُول حق پر ہے اور اُن کے پاس روشن نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ اللہ ظالموں کو تو ہدایت نہیں دِیا کرتا۔ اُن کے ظُلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ اُن پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے، اِسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے،۔ نہ اُن کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو اِس کے بعد توبہ کر کے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ مگر جن لوگوں نے اِیمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے [۲۲] چلے گئے اُن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی، ایسے لوگ تو پکّے گمراہ ہیں۔ یقین رکھو، جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان دی، اُن میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے رُوئے زمین بھر کر بھی سونا فِدیہ میں دے تو اُسے قبول نہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک سزا تیار ہے اور وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ ع

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو

---

[۲۲] یعنی صرف انکار ہی پر بس نہ کی بلکہ عملاً مخالفت و مزاحمت بھی کی، لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکنے کی کوشش میں ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا، شبہات پیدا کیے، بدگمانیاں پھیلائیں۔ دلوں میں وسوسے ڈالے اور بدترین سازشیں اور ریشہ دوانیاں کیں تاکہ نبی کا مشن کسی طرح کامیاب نہ ہونے پائے۔

CS CamScanner

جنھیں تم عزیز رکھتے ہو، اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اِس سے بے خبر نہ ہوگا۔

کھانے کی یہ ساری چیزیں (جو شریعت محمدیؐ میں حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں، [۲۳] البتہ بعض چیزیں ایسی تھیں جنھیں توراۃ کے نازل کیے جانے سے پہلے اسرائیل (حضرت یعقوبؑ) نے خود اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا۔ ان سے کہو، اگر تم (اپنے اعتراض میں) سچّے ہو تو لاؤ توراۃ اور پیش کرو اس کی کوئی عبارت۔ اس کے بعد بھی جو لوگ اپنی جُھوٹی گھڑی ہوئی باتیں اللہ کی طرف منسوب کرتے رہیں وہی درحقیقت ظالم ہیں۔ کہو، اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے، تم کو یکسُو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہیے، اور ابراہیمؑ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکّہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنایا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، [۲۴] ابراہیمؑ کا مقامِ عبادت ہے، اور اُس کا حال یہ ہے کہ جو اِس میں داخل ہُوا مامون ہو گیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اِس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

کہو، اے اہلِ کتاب، تم کیوں اللہ کی باتیں ماننے سے انکار کرتے ہو؟ جو حرکتیں تم کر رہے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کہو، اے اہلِ کتاب، یہ تمھاری کیا رَوِش ہے کہ جو اللہ کی بات مانتا ہے اسے بھی تم اللہ کے راستہ سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ ٹیڑھی راہ چلے، حالانکہ تم خود (اُس کے راہِ راست ہونے پر) گواہ ہو۔ تمھاری حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔

---

[۲۳] قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر جب علماء یہود کوئی اصولی اعتراض نہ کر سکے (کیونکہ اساسِ دین جن اُمور پر ہے ان میں انبیاء سابقین کی تعلیمات اور نبی عربیؐ کی تعلیم میں یک سرِ مو فرق نہ تھا) تو انہوں نے فقہی اعتراضات شروع کیے۔ اس سلسلے میں ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے کھانے پینے کی بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دیا ہے جو پچھلے انبیاء کے زمانے سے حرام چلی آرہی ہیں۔ اسی اعتراض کا یہاں جواب دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح ایک اعتراض ان کا یہ بھی تھا کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ کیوں بنایا گیا۔ بعد کی آیات اسی اعتراض کے جواب میں ہیں۔

[۲۴] یعنی اس گھر میں ایسی صریح علامات پائی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی جناب میں مقبول ہُوا ہے اور اسے اللہ نے اپنے گھر کی حیثیت سے پسند فرما لیا ہے۔ لق و دق بیابان میں بنایا گیا اور پھر اللہ نے اس کے جوار میں رہنے والوں کی رزق رسانی کا بہتر سے بہتر انتظام کر دیا۔ ڈھائی ہزار برس تک جاہلیت

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم نے اِن اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمھیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ تمھارے لیے کفر کی طرف جانے کا اب کیا موقع باقی ہے، جب کہ تم کو اللہ کی آیات سُنائی جا رہی ہیں اور تمھارے درمیان اُس کا رسُول موجود ہے؟ جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ ضرور راہِ راست پالے گا۔ ع

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اِس حال میں کہ تم مُسلِم ہو۔ سب مِل کر اللہ کی [۲۵] رسّی کو مضبُوط پکڑ لو اور تفرّقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اُس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دُوسرے کے دشمن تھے، اُس نے تمھارے دل جوڑ دیے اور اُس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمھارے سامنے روشن کرتا ہے، شاید کہ اِن علامتوں سے تمھیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے۔

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہییں جو نیکی کی طرف بُلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ کہیں تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کُھلی کُھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنھوں نے یہ رَوِش اختیار کی وہ اُس روز سخت سزا پائیں گے،

کے سبب سے سارا ملکِ عرب انتہائی بدامنی کی حالت میں مبتلا رہا، مگر اس فساد بھری سرزمین میں کعبہ اور اطرافِ کعبہ ہی کا ایک خِطّہ ایسا تھا جس میں امن قائم رہا، بلکہ اسی کعبہ کی یہ برکت تھی کہ سال بھر میں چار مہینے کے لیے پورے ملک کو اس کی بدولت امن میّسر آجاتا تھا۔ پھر ابھی نصف صدی پہلے ہی سب دیکھ چکے تھے کہ اَبرہہ نے جب کعبہ کی تخریب کے لیے مکّہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج کس طرح قہرِ الٰہی کی شکار ہوئی اس واقعہ سے اس وقت عرب کا بچہ بچہ واقف تھا اور اس کے چشم دید شاہدان آیات کے نزول کے وقت موجود تھے۔

[۲۵] اللہ کی رسّی سے مراد اس کا دین ہے اور اس کو رسّی سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہی وہ رشتہ ہے جو

جب کہ کچھ لوگ سرخ رُو ہوں گے اور کچھ لوگوں کا مُنہ کالا ہوگا۔ جن کا منہ کالا ہوگا (ان سے کہا جائے گا کہ) نعمتِ ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ رویّہ اختیار کیا؟ اچھا تو اب اِس کفرانِ نعمت کے صلہ میں عذاب کا مزہ چکھو۔ رہے وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو اُن کو اللہ کے دامنِ رحمت میں جگہ ملے گی اور ہمیشہ وہ اسی حالت میں رہیں گے۔ یہ اللہ کے ارشادات ہیں، جو ہم تمھیں ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں، کیونکہ اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنے کا کوئی اِرادہ نہیں رکھتا۔ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے۔ اور سارے معاملات اللہ ہی کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ ع

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہلِ کتاب [۲۶] ایمان لاتے تو انھی کے حق میں بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایماندار بھی پائے جاتے ہیں مگر اِن کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔ یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، زیادہ سے زیادہ بس کچھ ستا سکتے ہیں۔ اگر یہ تم سے لڑیں تو مقابلہ میں پیٹھ دکھائیں گے، پھر ایسے بے بس ہوں گے کہ کہیں سے ان کو مدد نہ ملے گی۔ یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذِلّت کی مار ہی پڑی، کہیں اللہ کے ذِمّہ یا انسانوں کے ذِمّہ میں پناہ مِل گئی تو یہ اور بات ہے۔ [۲۷] یہ اللہ کے غضب میں گھِر چکے ہیں، ان پر محتاجی و مغلوبی مسلّط کر دی گئی ہے،

ایک طرف اہلِ ایمان کا تعلّق اللہ سے قائم کرتا ہے اور دوسری طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔

[۲۶] یہاں اہلِ کتاب سے مراد یہودی ہیں۔

[۲۷] یعنی دنیا میں اگر کہیں ان کو تھوڑا بہت امن چین نصیب ہوا بھی ہے تو وہ ان کے اپنے بل بوتے پر قائم کیا ہُوا امن و چین نہیں ہے بلکہ دوسروں کی حمایت اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہیں کسی مسلم حکومت نے ان کو خدا کے نام پر امان دے دی اور کہیں کسی غیر مسلم حکومت نے اپنے طور پر انھیں اپنی حمایت میں لے لیا۔ اسی طرح بسا اوقات انھیں دنیا میں کہیں زور پکڑنے کا موقع بھی مل گیا ہے، لیکن وہ بھی اپنے زور بازو سے نہیں بلکہ محض "بپائے مروی ہمسایہ"۔ یہی حیثیت اس یہودی ریاست کی ہے جو اسرائیل کے نام سے محض امریکہ، برطانیہ اور روس کی حمایت سے قائم ہوئی۔

اور یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہُوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انھوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے۔

مگر سارے اہلِ کتاب یکساں نہیں ہیں۔ اِن میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہِ راست پر قائم ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہ صالح لوگ ہیں۔ اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی ناقدری نہ کی جائے گی، اللہ پرہیزگار لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا تو اللہ کے مقابلہ میں اُن کو نہ ان کا مال کچھ کام دے گا نہ اولاد، وہ تو آگ میں جانے والے لوگ ہیں اور آگ ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو کچھ وہ اپنی اِس دُنیا کی زندگی میں خرچ کر رہے ہیں اُس کی مثال اس ہُوا کی سی ہے جس میں پالا ہو اور وہ اُن لوگوں کی کھیتی پر چلے جنھوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا ہے اور اِسے برباد کر کے رکھ دے۔ اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا درحقیقت یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جماعت کے لوگوں کے سِوا دُوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمھاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چُوکتے۔

تمھیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی اُن کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بُغض ان کے مُنہ سے نکلا پڑتا ہے، اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے تمھیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے)۔ تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، حالانکہ تم تمام کتبِ آسمانی کو مانتے ہو۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمھارے رسول اور تمھاری کتاب کو) مان لیا ہے، مگر جب جُدا ہوتے ہیں تو تمھارے خلاف اُن کے غیظ وغضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی اُنگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غُصّہ میں آپ جل مرو، اللہ دلوں کے چُھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔ تمھارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے، اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی تدبیر تمھارے خلاف کارگر نہیں ہوسکتی، بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُس پر حاوی ہے۔ ع

(اے پیغمبرؐ، مسلمانوں کے سامنے اُس موقع کا ذکر کرو) جب تم صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے اور (اُحُد کے میدان میں) مسلمانوں کو جنگ کے لیے جابجا مامور کر رہے تھے۔ اللہ ساری باتیں سنتا ہے اور وہ نہایت باخبر ہے۔ یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بُزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے، حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ آخر اس سے پہلے جنگِ بدر میں اللہ تمھاری مدد کر چکا تھا، حالانکہ اُس وقت تم بہت کمزور تھے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو، اُمید ہے کہ اب تم شکر گزار بنو گے۔

اے نبیؐ، یاد کرو جب تم مومنوں سے کہہ رہے تھے: "کیا تمھارے لیے یہ بات کافی

نہیں کہ اللہ تین ہزار فرشتے اُتار کر تمھاری مدد کرے''؟ بے شک، اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس آن دشمن تمھارے اُوپر چڑھ کر آئیں گے اُسی آن تمہارا ربّ (تین ہزار نہیں) پانچ ہزار صاحبِ نشان فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا۔ یہ بات اللہ نے تمھیں اس لیے بتادی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمھارے دل مطمئن ہو جائیں۔ فتح و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی طرف سے ہے، جو بڑی قوّت والا اور دانا و بینا ہے۔ (اور یہ مدد وہ تمھیں اس لیے دے گا) تاکہ کفر کی راہ چلنے والوں کا ایک بازو کاٹ دے، یا ان کو ایسی ذلیل شکست دے کہ وہ نامرادی کے ساتھ پسپا ہو جائیں۔

(اے پیغمبرؐ) فیصلہ کے اختیارات میں تمھارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انھیں معاف کرے، چاہے سزا دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ اور زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اُس کا مالک اللہ ہے، جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، وہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ [۲۸] ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ بڑھتا اور چڑھتا سُود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، اُمید ہے فلاح پاؤ گے۔ اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے مہیا کی گئی ہے۔ اور اللہ اور رسولؐ کی اِطاعت کرو، توقع ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمھارے ربّ کی بخشش اور اُس جنّت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں

---

[۲۸] جنگِ اُحد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو آپؐ کے منہ سے کفّار کے حق میں بددعا نکل گئی اور آپؐ نے فرمایا کہ ''وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کرے''۔ یہ آیات اسی کے بارے میں ارشاد ہوئی ہیں۔

CS CamScanner

جیسی ہے، اور وہ اُن خدا ترس لوگوں کیلئے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، خواہ بدحال ہوں یا خوشحال، جو غصّے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔ اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو؟ اور وہ کبھی دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے ربّ کے پاس یہ ہے کہ وہ اُن کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں انھیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا اچھا بدلہ ہے نیک اعمال کرنے والوں کے لیے۔ تم سے پہلے بہت سے دَور گزر چکے ہیں، زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہُوا جنھوں نے (اللہ کے احکام و ہدایات کو) جھٹلایا۔ یہ لوگوں کے لیے ایک صاف اور صریح تنبیہ ہے اور جو اللہ سے ڈرتے ہوں ان کے لیے ہدایت اور نصیحت۔

دِل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اِس وقت اگر تمھیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمھارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔[۲۹] یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں، اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (راستی کے) گواہ ہوں۔[۳۰]

---

[۲۹] اشارہ ہے جنگِ بدر کی طرف۔ اور کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس چوٹ کو کھا کر کافر پست ہمّت نہ ہوئے تو جنگِ اُحد میں یہ چوٹ کھا کر تم کیوں دل شکستہ ہو؟

[۳۰] اصل الفاظ ہیں وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ. اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تم میں سے کچھ شہید لینا چاہتا تھا، یعنی کچھ لوگوں کو شہادت کی عزت بخشنا چاہتا تھا۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اہلِ ایمان اور منافقین کے اس مخلوط گروہ میں سے جس پر تم اس وقت مشتمل ہو، ان لوگوں کو الگ چھانٹ لینا چاہتا تھا جو حقیقت میں شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ہیں یعنی اُس منصبِ جلیل کے اہل ہیں جس پر ہم نے اُمّتِ مُسلمہ کو سرفراز کیا ہے۔

کیونکہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ اور وہ اِس آزمائش کے ذریعہ سے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کر دینا چاہتا تھا۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یُونہی جنّت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔ تم تو موت کی تمنّائیں کر رہے تھے! مگر یہ اُس وقت کی بات تھی جب موت سامنے نہ آئی تھی، لو اب وہ تمھارے سامنے آگئی اور تم نے اُسے آنکھوں دیکھ لیا۔ ع

محمدؐ اِس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسُول ہیں، اُن سے پہلے اور رسُول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو اُلٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔

کوئی ذی رُوح اللہ کے اِذن کے بغیر نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت تو لکھا ہُوا ہے۔ جو شخص ثوابِ دُنیا کے ارادہ سے کام کرے گا اس کو ہم دنیا ہی میں سے دیں گے، اور جو ثوابِ آخرت کے ارادہ سے کام کرے گا وہ آخرت کا ثواب پائے گا اور شکر کرنے والوں کو ہم اُن کی جزا ضرور عطا کریں گے۔ اِس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں، جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں اُن پر پڑیں اُن سے وہ دِل شکستہ نہیں ہوئے، انھوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہوئے۔ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔

اُن کی دُعا بس یہ تھی کہ: ''اے ہمارے رَبّ، ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما، ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اُسے معاف کر دے، ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر''۔ آخر کار اللہ نے اُن کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثوابِ آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اُن لوگوں کے اشاروں پر چلو گے جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو اُلٹا پھیر لے جائیں گے اور تم نامراد ہو جاؤ گے۔ (اُن کی باتیں غلط ہیں) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمھارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔ عن قریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرینِ حق کے دلوں میں رُعب بٹھا دیں گے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اُن کو خدائی میں شریک ٹھیرایا ہے جن کے شریک ہونے پر اللہ نے کوئی سَنَد نازل نہیں کی۔ اُن کا آخری ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت ہی بُری ہے وہ قیام گاہ جو اُن ظالموں کو نصیب ہوگی۔

اللہ نے (تائید و نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اُس نے پورا کر دیا۔ ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی اُن کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا، اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمھیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مالِ غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے، اِس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے، تب اللہ نے تمھیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے۔ اور حق یہ ہے

کہ اللہ نے پھر بھی تمھیں معاف ہی کر دیا، کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظرِ عنایت رکھتا ہے۔

یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے، کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمھیں نہ تھا، اور رسُولؐ تمھارے پیچھے تم کو پکار [۱۳] رہا تھا۔ اُس وقت تمھاری اس رَوِش کا بدلہ اللہ نے تمھیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے، تاکہ آئندہ کے لیے تمھیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمھارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اُس پر ملول نہ ہو۔ اللہ تمھارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

اس غم کے بعد پھر اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر ایسی اطمینان کی سی حالت طاری کر دی کہ وہ اُونگھنے لگے۔ [۳۲] مگر ایک دُوسرا گروہ، جس کے لیے ساری اہمیّت بس اپنی ذات ہی کی تھی، اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلافِ حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ: "اِس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصّہ ہے"؟ ان سے کہو: "(کسی کا کوئی حصّہ نہیں) اِس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں"۔ دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ: "اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصّہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔" ان سے کہہ دو کہ: "اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے"۔ اور یہ معاملہ جو پیش آیا، یہ تو اس لیے تھا کہ جو کچھ تمھارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ اُسے آزما لے اور جو کھوٹ تمھارے دلوں میں ہے اُسے چھانٹ دے، اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔

تم میں سے جو لوگ مقابلے کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے اُن کی اِس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے اُن کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔ اللہ نے انھیں معاف کر دیا،

---

[۳۱] جنگِ اُحد میں جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے بیک وقت حملہ ہوا اور ان کی صفوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ اُحد پر چڑھ گئے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دشمنوں کا چاروں طرف ہجوم تھا، دس بارہ آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت پاس رہ گئی تھی، مگر اللہ کا رسُول اس نازک موقع پر بھی پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما ہُوا تھا اور بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا اِلَیَّ عِبَادَ اللہ، اِلَیَّ عِبَادَ اللہ، اللہ کے بندو میری طرف آؤ، اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔

[۳۲] یہ ایک عجیب تجربہ تھا جو اس وقت لشکرِ اسلام کے بعض لوگوں کو پیش آیا۔ حضرت ابوطلحہؓ جو اس جنگ

CS CamScanner

اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بُردبار ہے۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، کافروں کی سی باتیں نہ کرو، جن کے عزیز و اقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں (اور وہاں کسی حادثہ سے دوچار ہو جاتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے۔ اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے، ورنہ دراصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے، اور تمھاری تمام حرکات پر وہی نگران ہے۔ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مَر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمھارے حصّہ میں آئے گی وہ اُن ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بہرحال تم سب کو سمٹ کر جانا اللہ ہی کی طرف ہے۔

(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تُند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ اِن کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دُعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں اِن کو بھی شریکِ مشورہ رکھو، پھر جب تمھارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ اللہ تمھاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمھیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کر سکتا ہو؟ پس جو سچے مومن ہیں اُن کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کر جائے۔ اور جو کوئی

میں شریک تھے خود بیان کرتے ہیں کہ اس حالت میں ہم پر اُونگھ کا ایسا غلبہ ہو رہا تھا کہ تلواریں ہاتھ سے چھوٹی پڑتی تھیں۔

خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا، پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اُس شخص کے سے کام کرے جو اللہ کے غضب میں گھِر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانا جہنّم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے۔ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں بدرجہا فرق ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انھی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

اور یہ تمھارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی؟ حالانکہ (جنگِ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تمھارے ہاتھوں (فریقِ مخالف پر) پڑ چکی ہے۔ اے نبیؐ، اِن سے کہو، یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو نقصان لڑائی کے دِن تمھیں پہنچا وہ اللہ کے اِذن سے تھا اور اِس لیے تھا کہ اللہ دیکھ لے کہ تم میں سے مومن کون ہیں اور منافق کون؟ وہ منافق کہ جب اُن سے کہا گیا: ''آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم (اپنے شہر کی) مدافعت ہی کرو'' تو کہنے لگے ''کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ چلتے''۔ یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اُس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔

[illegible]

وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہوتیں، اور جو کچھ وہ دِلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور اُن کے جو بھائی بندلڑنے گئے اور مارے گئے اُن کے متعلق انھوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ ان سے کہو: ”اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو خود تمھاری موت جب آئے اُسے ٹال کر دکھا دینا۔“

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں اُنہیں مُردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے ربّ کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے اُنھیں دیا ہے اُس پر خوش و خرّم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہلِ ایمان اِن کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں، ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے انعام اور اُس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں اور اُن کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ؑ (ایسے مومنوں کے اجر کو) جنھوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسُولؐ کی پکار پر لبیک کہا۔ [۳۳] اُن میں جو اشخاص نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔ جن سے لوگوں نے کہا کہ: ”تمھارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں، اُن سے ڈرو“ تو یہ سُن کر اُن کا ایمان اور بڑھ گیا اور انھوں نے جواب دیا کہ: ”ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے“۔ آخرکار وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے،

---

[۳۳] جنگِ اُحد سے پلٹ کر جب مشرکین کئی منزل دُور چلے گئے تو انھیں ہوش آیا اور انہوں نے آپس میں کہا یہ ہم نے کیا حرکت کی کہ محمدؐ کی طاقت کو توڑ دینے کا جو بیش قیمت موقع ملا تھا اسے کھو کر چلے آئے چنانچہ ایک جگہ ٹھیر کر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ مدینہ پر فوراً ہی دوسرا حملہ کر دیا جائے۔ لیکن پھر ہمت نہ پڑی اور مکہ واپس چلے گئے۔ اِدھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اندیشہ تھا کہ یہ لوگ کہیں پھر نہ پلٹ آئیں۔ اس لیے جنگِ اُحد کے دوسرے ہی دن آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ کُفّار کے تعاقب میں چلنا چاہیے۔ یہ اگرچہ نہایت نازک موقع تھا، مگر پھر بھی جو سچے مومن تھے وہ جان نثار کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حَمراءُالاسد تک گئے جو مدینہ سے ۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس آیت کا اشارہ انہی فداکاروں کی طرف ہے۔

ان کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پر چلنے کا شرف بھی انھیں حاصل ہوگیا، اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ [۳۴] اب تمھیں معلوم ہوگیا کہ وہ دراصل شیطان تھا، جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا۔ لہٰذا آئندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحبِ ایمان ہو۔

(اے پیغمبرؐ) جو لوگ آج کفر کی راہ میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں، ان کی سرگرمیاں تمھیں آزردہ نہ کریں، یہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے، اور بالآخر اُن کو سخت سزا ملنے والی ہے۔ جو لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کے خریدار بنے ہیں وہ یقیناً اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ہیں، اُن کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔ یہ ڈھیل جو ہم انھیں دیے جاتے ہیں اس کو یہ کافر اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں، ہم تو انھیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب بارِ گناہ سمیٹ لیں، پھر ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم لوگ اس وقت پائے جاتے ہو۔ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔ مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے [۳۵] (غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو) وہ اپنے رسُولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ لہٰذا (اُمورِ غیب کے بارے میں) اللہ اور اس کے رسُولوں پر ایمان رکھو۔ اگر تم ایمان اور خداترسی کی رَوِش پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا۔

---

[۳۴] اُحد سے پلٹتے ہوئے ابوسفیان مسلمانوں کو چیلنج دے گیا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمھارا پھر مقابلہ ہوگا۔ مگر جب وعدے کا وقت قریب آیا تو اس کی ہمت نے جواب دے دیا۔ لہٰذا اس نے پہلو بچانے کے لیے خفیہ طور پر ایک شخص کو بھیجا جس نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ خبریں مشہور کرنی شروع کیں کہ اب کے سال قریش نے بڑی زبردست تیاری کی ہے اور ایسا بھاری لشکر جمع کر رہے ہیں جس کا مقابلہ تمام عرب میں کوئی نہ کر سکے گا۔ مسلمان اس پروپیگنڈے سے کچھ متاثر ہوگئے تھے مگر جب اللہ کے رسولؐ نے بھرے مجمع میں اعلان کر دیا کہ اگر کوئی نہ جائے گا تو میں اکیلا جاؤں گا تو ۱۵ سو فدا کار آپ کے ساتھ چلنے کے لیے کھڑے ہوگئے اور آپؐ اُنھی کو لے کر بدر تشریف لے گئے۔ ابوسفیان مقابلے پر نہ آیا اور مسلمانوں نے آٹھ روز تک بدر میں ٹھیر کر تجارتی کاروبار سے خوب مالی فائدہ اٹھایا۔

[۳۵] یعنی تمھیں یہ بتا دے کہ تم میں سے کون مومن ہے اور کون منافق۔

جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بُخل سے کام لیتے ہیں، وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ اُن کے حق میں نہایت بُری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں، وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ع

اللہ نے اُن لوگوں کا قول سُنا جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ [۳۶] اُن کی یہ باتیں بھی ہم لکھ لیں گے، اور اِس سے پہلے جو وہ پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں، وہ بھی اُن کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے۔ (جب فیصلہ کا وقت آئے گا اُس وقت) ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب عذابِ جہنّم کا مزا چکھو، یہ تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اللہ اپنے بندوں کے لیے ظالم نہیں ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ: "اللہ نے ہم کو ہدایت کر دی ہے کہ ہم کسی کو رسُول تسلیم نہ کریں، جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ کرے جسے (غیب سے آکر) آگ کھا لے" اُن سے کہو: "تمھارے پاس مجھ سے پہلے بہت سے رسُول آچکے ہیں، جو بہت سی روشن نشانیاں لائے تھے اور وہ نشانی بھی لائے تھے جس کا ذکر تم کرتے ہو، پھر اگر (ایمان لانے کے لیے یہ شرط پیش کرنے میں) تم سچے ہو تو اُن رسُولوں کو تم نے کیوں قتل کیا"؟ اب اے نبیؐ، اگر یہ لوگ تمھیں جھٹلاتے ہیں تو بہت سے رسُول تم سے پہلے جھٹلائے جا چکے ہیں، جو کھُلی نشانیاں اور صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتابیں لائے تھے۔ آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔

---

[۳۶] یہ یہودیوں کا قول تھا۔ قرآن مجید میں جب یہ آیت آئی کہ "کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے" تو اس کا مذاق اڑاتے ہوئے یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ جی ہاں، اللہ میاں مُفلِس ہو گئے ہیں۔ اب وہ بندوں سے قرض مانگ رہے ہیں۔

کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنّت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔

مسلمانو، تمھیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی، اور تم اہلِ کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر اِن سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی رَوِش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔ اِن اہلِ کتاب کو وہ عہد بھی یاد دلاؤ جو اللہ نے اُن سے لیا تھا کہ تمھیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہوگا، انھیں پوشیدہ رکھنا نہیں ہو گا۔ مگر انھوں نے کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اُسے بیچ ڈالا۔ کتنا بُرا کاروبار ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ تم اُن لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھو جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں کی تعریف انھیں حاصل ہو جو فی الواقع اُنھوں نے نہیں کیے ہیں۔ حقیقت میں اُن کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔ زمین اور آسمانوں کا مالک اللہ ہے اور اُس کی قدرت سب پر حاوی ہے۔ ع

زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں اُن ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔

جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) ”پروردگار، یہ سب کچھ تُو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تُو پاک ہے اس سے کہ عَبَث کام کرے۔ پس اے رَبّ، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، تُو نے جسے دوزخ میں ڈالا اُسے درحقیقت بڑی ذِلّت و رسوائی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا، مالک، ہم نے ایک پکارنے والے کو سُنا جو ایمان کی طرف بُلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رَبّ کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی، پس اَے ہمارے آقا، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو بُرائیاں ہم میں ہیں اُنھیں دُور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوندا، جو وعدے تُو نے اپنے رسُولوں کے ذریعہ سے کیے ہیں اُن کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال، بے شک تُو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔“

جواب میں اُن کے رَبّ نے فرمایا: ”میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے اُن کے سب قصُور مَیں معاف کردوں گا اور اُنھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اُن کی جزا ہے اللہ کے ہاں، اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے“۔

اے نبیؐ، دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھِرت تمھیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ محض چندروزہ زندگی کا تھوڑا سا لُطف ہے،

پھر یہ سب جہنّم میں جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ برعکس اس کے جو لوگ اپنے ربّ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں، اُن کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اُن باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ کی طرف سے یہ سامانِ ضیافت ہے اُن کے لیے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لیے وہی سب سے بہتر ہے۔ اہلِ کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں، اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمھاری طرف بھیجی گئی ہے اور اُس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے خود ان کی طرف بھیجی گئی تھی، اللہ کے آگے جُھکے ہوئے ہیں، اور اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ نہیں دیتے۔ اُن کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔ ع

سورہ نساء (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

لوگو، اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اُس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس

CS CamScanner

خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

یتیموں کے مال اُن کو واپس دو، اچھے مال کو بُرے مال سے نہ بدل لو، اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ [۱] لیکن اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو [۲] یا اُن عورتوں کو زوجیّت میں لاؤ جو تمھارے قبضہ میں آئی [۳] ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرینِ صواب ہے

اور عورتوں کے مَہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مَہر کا کوئی حصّہ تمھیں معاف کر دیں تو اُسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔

اور اپنے وہ مال جنھیں اللہ نے تمھارے لیے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو، البتہ انھیں کھانے اور پہننے کے لیے دو اور انھیں نیک ہدایت کرو۔

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل عُمر کو پہنچ

---

[۱] ملحوظ رہے کہ یہ آیت ایک سے زائد بیویاں کرنے کی اجازت دینے کے لیے نہیں آئی تھی کیونکہ اس کے نزول سے پہلے ہی یہ فعل جائز تھا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیویاں اس وقت موجود تھیں۔ دراصل یہ اس لیے نازل ہوئی تھی کہ لڑائیوں میں شہید ہونے والوں کے جو بچے یتیم رہ گئے تھے ان کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ اگر اُن یتیموں کے حقوق تم ویسے ادا نہیں کر سکتے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جن کے ساتھ یتیم بچے ہیں۔

[۲] اس بات پر فقہاء اُمّت کا اجماع ہے کہ اس آیت کی رُو سے تعدّدِ ازواج کو محدود کیا گیا ہے اور بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو ممنوع کر دیا گیا ہے۔ نیز یہ آیت تعدّدِ ازواج کے جواز کو عدل کی شرط سے مشروط کرتی ہے۔ جو شخص عدل کی شرط پوری نہیں کرتا مگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت سے فائدہ اُٹھاتا ہے وہ اللہ کے ساتھ دغا بازی کرتا ہے۔ حکومتِ اسلامی کی عدالتوں کو حق حاصل ہے کہ جس بیوی یا جن بیویوں کے ساتھ وہ انصاف نہ کر رہا ہو ان کی داد رسی کریں بعض لوگ اہلِ مغرب کے نظریات سے مغلوب و مرعوب ہو کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کا اصل مقصد تعدّدِ ازواج کے طریقے کو (جو مغربی نقطۂ نظر سے فی الاصل بُرا طریقہ ہے) مٹا دینا تھا لیکن اس قسم کی باتیں دراصل محض ذہنی غلامی کا نتیجہ ہیں تعدّدِ ازواج

جائیں۔ [۴] پھر اگر تم اُن کے اندر اہلیّت پاؤ تو ان کے مال اُن کے حوالے کر دو۔ ایسا کبھی نہ کرنا کہ حدِّ انصاف سے تجاوز کر کے اس خوف سے اُن کے مال جلدی جلدی کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے۔ یتیم کا جو سرپرست مال دار ہو وہ پرہیزگاری سے کام لے اور جو غریب ہو وہ معروف طریقہ سے کھائے۔ [۵] پھر جب اُن کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو اس پر گواہ بنا لو، اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے۔

مَردوں کے لیے اُس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت، [۶] اور یہ حصّہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔

اور جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین آئیں تو اِس مال میں سے اُن کو بھی کچھ دو اور اُن کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو۔

لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے، تو مرتے وقت انھیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے کچھ اندیشے لاحق ہوتے۔

کا فی نفسہٖ ایک بُرائی ہونا بجائے خود نا قابلِ تسلیم ہے، کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی و اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے۔ قرآن نے صریح الفاظ میں اس کو جائز ٹھیرایا ہے اور اشارۃً و کنایۃً بھی اس کی مذمت میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ فی الواقع وہ اسے مسدود کرنا چاہتا تھا۔

[۳] لونڈیاں مراد ہیں، یعنی وہ عورتیں جو جنگ میں گرفتار ہو کر آئی ہوں اور اسیرانِ جنگ کا تبادلہ نہ ہونے کی صورت میں حکومت کی طرف سے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی ہوں۔

[۴] یعنی جب وہ سنِ بلوغ کے قریب پہنچ رہے ہوں تو دیکھتے رہو کہ اُن کا عقلی نشوونما کیسا ہے اور ان میں اپنے معاملات کو خود اپنی ذِمہ داری پر چلانے کی صلاحیت کس حد تک پیدا ہو رہی ہے۔

[۵] یعنی اپنا حق الخدمت اس حد تک لے کہ ہر غیر جانبدار معقول آدمی اس کو مناسب تسلیم کرے۔ نیز یہ کہ جو کچھ بھی حق الخدمت وہ لے چوری چھپے نہ لے بلکہ علانیہ معیّن کر کے لے اور اس کا حساب رکھے۔

[٦] اس آیت میں واضح طور پر پانچ قانونی حکم دیے گئے ہیں ایک یہ کہ میراث صرف مَردوں ہی کا حصّہ نہیں ہے بلکہ عورتیں بھی اس کی حقدار ہیں۔ دوسرے یہ کہ میراث بہر حال تقسیم ہونی چاہیے خواہ وہ کتنی ہی کم ہو۔ تیسرے اس آیت میں میّت کے چھوڑے ہوئے پورے مال کو قابلِ تقسیم قرار دیا گیا ہے اور اس میں منقولہ اور غیر منقولہ، زرعی یا غیر زرعی، آبائی اور غیر آبائی کی کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ چوتھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مُورث کی زندگی میں کوئی حقِ میراث

پس چاہیے کہ وہ خدا کا خوف کریں اور راستی کی بات کریں۔ جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں، درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ ع

تمھاری اولاد کے بارے میں اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، [۷] اگر (میّت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انھیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے۔ [۸] اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے اگر میّت صاحبِ اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصّہ ملنا چاہیے۔ [۹] اور اگر وہ صاحبِ اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصّہ دیا جائے۔ [۱۰] اور اگر میّت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصّہ کی حق [۱۱] دار ہوگی۔ (یہ سب حصّے اُس وقت نکالے جائیں گے) جب کہ وصیّت جو میّت نے کی ہو، پوری کر دی جائے اور قرض جو اُس پر ہو ادا کر دیا جائے۔ [۱۲] تم نہیں جانتے کہ تمھارے ماں باپ اور تمھاری اولاد میں سے کون بلحاظِ نفع تم سے قریب تر ہے۔ یہ حصّے اللہ نے مقرر کر دیے ہیں، اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔

اور تمھاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو، اس کا آدھا حصّہ تمھیں ملے گا، اگر وہ بے اولاد

پیدا نہیں ہوتا بلکہ میراث کا حق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مُورث کوئی مال چھوڑ کر مرا ہو۔ پانچویں اس سے یہ قاعدہ بھی نکلتا ہے کہ قریب تر رشتہ دار کی موجودگی میں بعید تر رشتہ دار میراث نہ پائے گا۔ آگے اسی قاعدے کی تشریح آیت نمبر ۱۱ کے آخر اور آیت نمبر ۳۳ میں کی گئی ہے۔

[۷] چونکہ شریعت نے خاندانی زندگی میں مَرد پر زیادہ معاشی ذِمّہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے اور عورت کو بہت سی معاشی ذمہ داریوں کے بارے سبکدوش رکھا ہے، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ میراث میں عورت کا حصّہ مَرد کی بہ نسبت کم رکھا جاتا۔

[۸] یہی حکم دو لڑکیوں کا بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا وارث کوئی لڑکا نہ ہو بلکہ صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو خواہ دو لڑکیاں ہوں یا دو سے زائد، بہر حال اس کے کل ترکہ کا ۲/۳ حصہ ان لڑکیوں میں تقسیم ہوگا اور باقی ۱/۳ دوسرے وارثوں میں۔ لیکن اگر میّت کا صرف ایک لڑکا ہو تو اس پر اجماع ہے کہ دوسرے وارثوں کی غیر موجودگی میں وہ کُل مال کا وارث ہوگا اور دوسرے وارث موجود ہوں تو ان کا حصّہ دینے کے بعد باقی سب مال اسے ملے گا۔

[۹] یعنی میّت کے صاحبِ اولاد ہونے کی صورت میں بہر حال میّت کے والدین میں سے ہر ایک ۱/۶ کا

ہوں، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمھارا ہے، جب کہ وصیت جو انھوں نے کی ہو پوری کردی جائے، اور قرض جو اُنھوں نے چھوڑا ہوادا کر دیا جائے۔ اور وہ تمھارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہونگی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحبِ اولاد ہونے کی صورت میں اُن کا حصہ آٹھواں [۱۳] ہوگا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کردی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اُس کے ماں باپ بھی زِندہ نہ ہوں، مگر اُس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کُل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک [۱۴] ہوں گے، جب کہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کردی جائے، اور قرض جو میّت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ ضرررساں نہ ہو۔ [۱۵] یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خُو ہے۔

یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا، اُسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی

حق دار ہوگا خواہ میت کی وارث صرف بیٹیاں ہوں یا صرف بیٹے ہوں یا بیٹے اور بیٹیاں ہوں، یا ایک بیٹا یا ایک بیٹی، رہے باقی ۳/۲ تو ان میں دوسرے وارث شریک ہوں گے۔

[۱۰] ماں باپ کے سوا کوئی اور وارث نہ ہو تو باقی ۳/۲ باپ کو ملے گا۔ ورنہ ۳/۲ میں باپ اور دوسرے وارث شریک ہوں گے۔

[۱۱] بھائی بہن ہونے کی صورت میں ماں کا حصہ ۳/۱ کے بجائے ۶/۱ کر دیا گیا ہے اس طرح ماں کے حصے میں سے جو ۶/۱ لیا گیا ہے وہ باپ کے حصے میں ڈالا جائے گا کیونکہ اس صورت میں باپ کی ذِمّہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ یہ واضح رہے کہ میّت کے والدین اگر زندہ ہوں تو اس کے بہن بھائیوں کو حصہ نہیں پہنچتا۔

[۱۲] وصیت کا ذکر اگرچہ قرض سے پہلے کیا گیا ہے لیکن اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔ یعنی اگر میّت کے ذِمّہ قرض ہو تو سب سے پہلے میّت کے ترکہ میں سے وہ ادا کیا جائے، پھر وصیت پوری کی جائے گی اور اس کے بعد وراثت تقسیم ہوگی۔

[۱۳] یعنی خواہ ایک بیوی ہو یا کئی بیویاں، اولاد ہونے کی صورت میں وہ ۸/۱ کی اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں ۴/۱ کی حصہ دار ہوں گی اور یہ ۴/۱ یا ۸/۱ سب بیویوں میں برابری کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔

CS CamScanner

کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اُسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رُسوا کُن سزا ہے۔ ع

تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں اُن پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انھیں موت آجائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا اِرتکاب کریں اُن دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو اُنھیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ [۱۶]

ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیّت کا حق انہی لوگوں کے لیے ہے، جو نادانی کی وجہ سے کوئی بُرا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظرِ عنایت سے پھر متوجّہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔ مگر توبہ اُن لوگوں کے لیے نہیں ہے جو بُرے کام کیے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے، اُس وقت وہ کہتا ہے کہ: اب میں نے توبہ کی۔

---

[۱۴] اس آیت کے متعلق مفسّرین کا اجماع ہے کہ اس میں بھائی اور بہنوں سے مراد اَخیافی بھائی اور بہن ہیں یعنی جو میّت کے ساتھ صرف ماں کی طرف سے رشتہ رکھتے ہوں اور باپ ان کا دوسرا ہو۔ رہے سگے بھائی بہن، اور وہ سوتیلے بھائی بہن جو باپ کی طرف سے میّت کے ساتھ رشتہ رکھتے ہوں ان کا حکم اسی سورہ کی آخری آیت میں ارشاد ہُوا ہے۔

[۱۵] وصیّت میں ضرر رسانی یہ ہے کہ ایسے طور پر وصیّت کی جائے جس سے مستحق رشتہ داروں کے حقوق تلف ہوتے ہوں اور قرض میں ضرر رسانی یہ ہے کہ محض حق داروں کو محروم کرنے کے لیے آدمی خواہ مخواہ اپنے اُوپر ایسے قرض کا اقرار کرے جو اس نے فی الواقع نہ لیا ہو یا اور کوئی ایسی چال چلے جس سے مقصود یہ ہو کہ حق دار میراث سے محروم ہو جائیں۔

[۱۶] یہ زِنا کے متعلق ابتدائی حکم تھا۔ بعد میں سورہ نُور کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں مَرد اور عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم دیا گیا کہ انھیں سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں۔

CS CamScanner

اور اسی طرح توبہ اُن لوگوں کے لیے بھی نہیں ہے جو مَرتے دَم تک کافر رہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔ [۱۷] اور نہ یہ حلال ہے کہ اُنھیں تنگ کر کے اُس مَہر کا کچھ حصّہ اُڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو۔ ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو ضرور تمھیں تنگ کرنے کا حق ہے) [۱۸] ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اُسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دُوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے اُسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اُس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔ کیا تم اُسے بُہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے؟ اور آخر تم اُسے کس طرح لے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟

اور جن عورتوں سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہوں اُن سے ہرگز نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ [۱۹] درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ ہے اور بُرا [۲۰] چلن ہے۔ ع

تم پر حرام کی گئیں تمھاری مائیں، [۲۱] بیٹیاں [۲۲]، بہنیں، [۲۳] پھوپھیاں، خالائیں،

---

[۱۷] اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اس کے خاندان والے اس کی بیوہ کو میّت کی میراث سمجھ کر اس کے ولی وارث نہ بَن بیٹھیں عورت کا شوہر جب مر گیا تو وہ آزاد ہے عِدّت گزار کر جہاں چاہے جائے اور جس سے چاہے نکاح کر لے۔

[۱۸] مال اُڑانے کے لیے نہیں بلکہ بدچلنی کی سزا دینے کے لیے۔

[۱۹] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جس نے سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا تھا وہ اس حکم کے آنے کے بعد بھی اسے زوجیت میں رکھ سکتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ پہلے جو اس طرح کے نکاح کیے گئے تھے ان سے پیدا ہونے والی اولاد اب یہ حکم آنے کے بعد حرامی قرار نہ پائے گی اور نہ اپنے باپوں کے مال میں ان کا حقِ وراثت ساقط ہو جائے گا۔

[۲۰] اسلامی قانون میں یہ فعل فوجداری جُرم اور قابلِ دست اندازیِ پولیس ہے۔

[۲۱] ماں کا اطلاق سگی اور سوتیلی، دونوں قسم کی ماؤں پر ہوتا ہے اس لیے دونوں حرام ہیں۔ نیز اسی حکم میں باپ کی ماں اور ماں کی ماں بھی شامل ہے۔

[۲۲] بیٹی کے حکم میں پوتی اور نواسی بھی شامل ہیں۔

[۲۳] سگی بہن اور ماں شریک بہن اور باپ شریک بہن تینوں اس حکم میں یکساں ہیں۔

بھتیجیاں، بھانجیاں، [۲۴] اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمھاری دودھ شریک بہنیں، [۲۵] اور تمھاری بیویوں کی مائیں، اور تمھاری بیویوں کی لڑکیاں جنھوں نے تمھاری گودوں میں پرورش پائی ہے۔ [۲۶] اُن بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمھارا تعلق زن و شُو ہو چکا ہو۔ ورنہ اگر (صرف نکاح ہُوا ہو اور) تعلق زن و شُو نہ ہُوا ہو تو (انھیں چھوڑ کر اُن کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے) میں تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور تمھارے اُن بیٹوں کی بیویاں جو تمھاری صُلب سے ہوں۔ [۲۷] اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع [۲۸] کرو، مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ [۲۹] اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں (محصنات)، البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنٰی ہیں جو (جنگ میں) تمھارے ہاتھ آئیں۔ [۳۰] یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کر دی گئی ہے۔

اِن کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انھیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمھارے لیے حلال کر دیا گیا ہے، بشرطیکہ حصارِ نکاح میں اُن کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم اُن سے اٹھاؤ اس کے بدلے اُن کے مَہر بطور فرض کے ادا کرو، البتہ مَہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمھارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اِس میں کوئی حرج نہیں،

---

[۲۴] ان سب رشتوں میں بھی سگے اور سوتیلے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

[۲۵] اس امر پر اُمت میں اتفاق ہے کہ ایک لڑکے یا لڑکی نے جس عورت کا دودھ پیا ہو اس کے لیے وہ عورت ماں کے حکم میں اور اس کا شوہر باپ کے حکم میں ہے اور تمام وہ رشتے جو حقیقی ماں اور باپ کے تعلق سے حرام ہوتے ہیں، رضاعی ماں اور باپ کے تعلق سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ اس بچے کے لیے رضاعی ماں کا صرف وہی بچہ حرام نہیں ہے جس کے ساتھ اس نے دودھ پیا ہو بلکہ اس کی ساری اولاد اس کے سگے بھائی بہنوں کی طرح ہے اور ان کے بچے اس کے لیے سگے بھانجوں بھتیجوں کی طرح ہیں۔

[۲۶] ایسی لڑکی کا حرام ہونا اس شرط پر موقوف نہیں ہے کہ اس نے سوتیلے باپ کے گھر میں پرورش پائی ہو۔ فقہائے اُمت کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ سوتیلی بیٹی آدمی پر بہرحال حرام ہے خواہ اس نے سوتیلے باپ کے گھر میں پرورش پائی ہو یا نہ پائی ہو۔

[۲۷] بیٹے ہی کی طرح پوتے اور نواسے کی بیوی بھی دادا اور نانا پر حرام ہے۔

[۲۸] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کو بھی ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام

اللہ علیم اور دانا ہے۔ اور جو شخص تم میں سے اِتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (مُحصَنات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمھاری اُن لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرلے جو تمھارے قبضہ میں ہوں اور مؤمنہ ہوں۔ اللہ تمھارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو، لہٰذا اُن کے سرپرستوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور معروف طریقہ سے اُن کے مَہر ادا کردو، تاکہ وہ حصارِ نکاح میں محفوظ (مُحصَنات) ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔ پھر جب وہ حصارِ نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں تو اُن پر اُس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (مُحصَنات) کے لیے مقرر[۳۱] ہے۔ یہ سہولت تم میں سے اُن لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، جن کی شادی نہ کرنے سے بندِ تقوٰی کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ع

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اُن طریقوں کو واضح کرے اور اُنھی طریقوں پر تمھیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے صُلَحاء کرتے تھے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ تمھاری طرف متوجّہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے، اور وہ علیم بھی ہے اور دانا بھی۔ ہاں، اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجّہ کرنا چاہتا ہے، مگر جو لوگ خود اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر دُور نکل جاؤ۔

ہے۔ اس معاملہ میں یہ اصول سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا بہرحال حرام ہے جن میں سے کوئی ایک اگر مرد ہوتی تو اس کا نکاح دوسری سے حرام ہوتا۔

[۲۹] یعنی اس پر باز پرس نہ ہوگی مگر جس شخص نے حالتِ کفر میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کر رکھا ہوا سے اسلام لانے کے بعد ایک کو رکھنا اور ایک کو چھوڑنا ہوگا۔

[۳۰] یعنی جو عورتیں جنگ میں پکڑی ہوئی آئیں اور ان کے کافر شوہر دارالحرب میں موجود ہوں وہ حرام نہیں ہیں کیونکہ دارالحرب سے دارالاسلام میں آنے کے بعد اُن کے نکاح ٹوٹ گئے۔

[۳۱] اس رکوع میں مُحْصَنٰت دو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے ایک ”شادی شدہ عورتیں“ جن کو شوہر کی حفاظت حاصل ہو۔ دوسرے ”خاندانی عورتیں“ جن کو خاندان کی حفاظت حاصل ہو اگرچہ

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دُوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضا مندی[۳۲] سے۔ اور اپنے آپ کو قتل[۳۳] نہ کرو۔ یقین مانو کہ اللہ تمھارے اُوپر مہربان ہے۔ جو شخص ظلم و زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا اُس کو ہم ضرور آگ میں جھونکیں گے اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمھیں منع کیا جا رہا ہے تو تمھاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمھارے حساب سے ساقِط کر دیں گے اور تم کو عزّت کی جگہ داخل کریں گے۔

اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دُوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنّا نہ کرو۔ جو کچھ مَردوں نے کمایا ہے اُس کے مطابق ان کا حصّہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق اُن کا حصّہ۔ ہاں، اللہ سے اس کے فضل کی دُعا مانگتے رہو، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اور ہم نے ہر اُس ترکے کے حق دار مقرّر کر دیے ہیں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں۔ اب رہے وہ لوگ جن سے تمھارے عہد و پیمان ہوں تو اُن کا حصّہ اُنھیں دو، یقیناً اللہ

وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ آیت ۲۴ میں "مُحْصَنَات" کا لفظ لونڈی کے بالمقابل غیر شادی شدہ خاندانی عورتوں کے لیے استعمال ہُوا ہے جیسا کہ آیت کے مضمون سے صاف ظاہر ہے۔ بخلاف اس کے لونڈیوں کے لیے محصنات کا لفظ پہلے معنی میں استعمال ہُوا ہے اور صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ جب انھیں نکاح کی حفاظت حاصل ہو جائے (فَاِذَآ اُحْصِنَّ) تب ان کے لیے زنا کے ارتکاب پر اس سزا کی نصف سزا ہے جو مُحصنات (غیر شادی شدہ خاندانی عورتوں) کے لیے ہے۔

[۳۲] "باطل طریقوں" سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جو خلافِ حق ہوں اور شرعاً و اخلاقاً ناجائز ہوں۔ "آپس کی رضا مندی" سے مراد آزادانہ اور جانی بوجھی رضا مندی ہے۔ کسی دباؤ یا دھوکے اور فریب پر مبنی رضا مندی کا نام رضا مندی نہیں ہے۔

[۳۳] یہ فقرہ پچھلے فقرے کا تتمّہ بھی ہو سکتا ہے اور خود ایک مستقل فقرہ بھی۔ اگر پچھلے فقرے کا تتمّہ سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھانا خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اگر اسے مستقل فقرہ سمجھا جائے تو اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ خودکشی نہ کرو۔

ہر چیز پر نگراں [۳۴] ہے۔ ع

مرد عورتوں پر قوّام [۳۵] ہیں، اِس بناء پر کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بناء پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مَردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں اُن کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو اُنھیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں اُن سے علیٰحدہ رہو اور مارو، [۳۶] پھر اگر وہ تمھاری مُطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اُوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔ اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حَکَم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرّر کرو، وہ دونوں [۳۷] اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ اُن کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے [۳۸] ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمھارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار

---

[۳۴] اہلِ عرب کا قاعدہ تھا کہ جن لوگوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ کے عہد و پیمان ہو جاتے تھے وہ ایک دوسرے کی میراث کے حق دار بن جاتے تھے۔ اسی طرح جسے بیٹا بنالیا جاتا تھا وہ بھی مُنہ بولے باپ کا وارث قرار پاتا تھا۔ اس آیت میں جاہلیت کے اس طریقے کو منسوخ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وراثت تو اسی قاعدہ کے مطابق رشتہ داروں میں تقسیم ہونی چاہیے جو ہم نے مقرر کر دیا ہے البتہ جن لوگوں سے تمہارے عہد و پیمان ہوں ان کو اپنی زندگی میں تم جو چاہو دے سکتے ہو۔

[۳۵] قوّام اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمّہ دار ہو۔

[۳۶] یہ مطلب نہیں ہے کہ تینوں کام بیک وقت کر ڈالے جائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نشوز کی حالت میں ان تینوں تدبیروں کی اجازت ہے۔ اب رہا ان پر عمل درآمد تو بہر حال اس میں قصور اور سزا کے درمیان تناسب ہونا چاہیے اور جہاں ہلکی تدبیر سے اصلاح ہو سکتی ہو وہاں سخت تدبیر سے کام نہ لینا

میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔ اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دُوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے اُسے چُھپاتے ہیں۔ ایسے کافرِ نعمت لوگوں کے لیے ہم نے رُسوا کُن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخر پر۔ سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہُوا اُسے بہت ہی بُری رفاقت میسّر آئی۔ آخر اِن لوگوں پر کیا آفت آ جاتی اگر یہ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے اور جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے۔ اگر یہ ایسا کرتے تو اللہ سے اُن کی نیکی کا حال چُھپا نہ رہ جاتا۔ اللہ کسی پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ اُسے دوچند کرتا ہے اور پھر اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔ پھر سوچو کہ اُس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اِن لوگوں پر تمھیں (یعنی محمدؐ کو) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔ اُس وقت وہ سب لوگ جنھوں نے رسُولؐ کی بات نہ مانی اور اُس کی نافرمانی کرتے رہے، تمنّا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔ وہاں یہ اپنی کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب

چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے مارنے کی جب بھی اجازت دی ہے بادلِ ناخواستہ دی ہے اور پھر بھی اسے ناپسند ہی فرمایا ہے۔

[۴۷] دونوں سے مراد ثالث بھی ہیں اور زوجین بھی۔ ہر جھگڑے میں صُلح ہونے کا امکان ہے بشرطیکہ فریقین بھی صلح پسند ہوں اور بیچ والے بھی چاہتے ہوں کہ فریقین میں کسی طرح صفائی ہو جائے۔

[۴۸] اس سے مراد ہم نشین دوست بھی ہے اور ایسا شخص بھی جس سے کہیں کسی وقت آدمی کا ساتھ ہو جائے۔ مثلاً آپ بازار میں جا رہے ہوں اور کوئی شخص آپ کے ساتھ راستہ چل رہا ہو یا کسی دوکان پر آپ سودا خرید رہے ہوں اور کوئی دوسرا خریدار بھی آپ کے پاس بیٹھا ہو یا سفر کے دوران میں کوئی شخص آپ کا ہم سفر ہو۔ یہ عارضی ہمسائگی بھی ہر مہذب اور شریف انسان پر ایک حق عائد کرتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حتی الامکان اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور اسے تکلیف دینے سے مجتنب رہے۔

نہ جاؤ۔[۳۹] نماز اُس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ کیا کہہ[۴۰] رہے ہو۔ اور اسی طرح جَنابت کی حالت[۴۱] میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ غُسل نہ کرلو، اِلّا یہ کہ راستہ سے گزرتے[۴۲] ہو۔ اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص رفعِ حاجت کرکے آئے، یا تم نے عورتوں سے لَمس کیا ہو،[۴۳] اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو،[۴۴] بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جنھیں کتاب کے علم کا کچھ حصّہ دیا گیا ہے؟ وہ خود ضلالت کے خریدار بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ گُم کردو۔ اللہ تمھارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور تمھاری حمایت و مددگاری کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ جن لوگوں نے یہودیّت کا طریقہ اختیار کیا ہے اُن میں کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو اُن کے محل سے پھیر دیتے ہیں،[۴۵] اور دینِ حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا[۴۶] اور اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ[۴۷] اور رَاعِنَا[۴۸]۔

---

[۳۹] یہ شراب کے متعلق دوسرا حکم ہے۔ پہلا حکم وہ تھا جو سورہ بقرہ (آیت ۲۱۹) میں گزر چکا ہے۔

[۴۰] یعنی نماز میں آدمی کو اتنا ہوش رہنا چاہیے کہ وہ یہ جانے کہ وہ کیا چیز اپنی زبان سے ادا کر رہا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ کھڑا تو ہو نماز پڑھنے اور شروع کر دے کوئی غزل۔

[۴۱] جَنابت سے مراد وہ نجاست ہے جو مباشرت سے یا خواب میں مادّہ خارج ہونے سے لاحق ہوتی ہے۔

[۴۲] فقہاء اور مُفسّرین میں سے ایک گروہ نے اس آیت کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ جنابت کی حالت میں مسجد میں نہ جانا چاہیے اِلّا یہ کہ کسی کام کے لیے مسجد میں سے گزرنا ہو۔ دوسرا گروہ اس سے سفر مراد لیتا ہے یعنی اگر آدمی حالتِ سفر میں ہو اور جنابت لاحق ہو جائے تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔

[۴۳] اس امر میں اختلاف ہے کہ لَمس یعنی چھونے سے کیا مراد ہے۔ متعدد ائمہ کی رائے ہے کہ اس سے مراد مباشرت ہے اور اسی رائے کو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے اختیار کیا ہے بخلاف اس کے بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک اس سے مراد چھونا یا ہاتھ لگانا ہے اور اسی رائے کو امام شافعیؒ نے اختیار کیا ہے امام مالکؒ کی رائے ہے کہ اگر عورت یا مرد ایک دوسرے کو جذباتِ شہوانی کے ساتھ ہاتھ لگائیں تو ان کا وضو ساقط ہو جائے گا لیکن اگر جذباتِ شہوانی کے بغیر ایک کا جسم دوسرے سے مَس ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

[۴۴] حکم کی تفصیلی صورت یہ ہے کہ اگر آدمی بے وضو ہے یا اسے غُسل کی حاجت ہے اور پانی نہیں ملتا تو

حالانکہ اگر وہ کہتے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا، اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو یہ انھی کے لیے بہتر تھا اور زیادہ راست بازی کا طریقہ تھا۔ مگر اُن پر تو اُن کی باطل پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے اس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

اے وہ لوگو جنھیں کتاب دی گئی تھی، مان لو اُس کتاب کو جو ہم نے اب نازل کی ہے اور جو اُس کتاب کی تصدیق و تائید کرتی ہے جو تمھارے پاس پہلے سے موجود تھی۔ اِس پر ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دیں یا اُن کو اُسی طرح لعنت زدہ کر دیں جس طرح سَبْت والوں کے ساتھ ہم نے کیا تھا، اور یاد رکھو کہ اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔ اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اِس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھیرایا اُس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جو بہت اپنی پاکیزگیِ نفس کا دَم بھرتے ہیں؟ حالانکہ پاکیزگی تو اللہ ہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور (انھیں جو پاکیزگی نہیں ملتی تو درحقیقت) ان پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔ دیکھو تو سہی، یہ اللہ پر بھی جھوٹے افترا گھڑنے سے نہیں چُوکتے اور اُن کے صریحاً گناہ گار ہونے کے لیے یہی ایک گناہ کافی ہے۔ ع

تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر مریض ہے اور غسل یا وضو کرنے سے اس کو نقصان کا اندیشہ ہے تو پانی موجود ہونے کے باوجود تیمم کی اجازت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

[۴۵] اس کے تین مطلب ہیں ایک یہ کہ کتاب اللہ کے الفاظ میں ردّ و بدل کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی تاویلات سے آیاتِ کتاب کے معنی کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں تیسرے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروؤں کی صحبت میں آکر ان کی باتیں سنتے ہیں اور واپس جا کر لوگوں کے سامنے غلط طریقہ سے روایت کرتے ہیں، بات کچھ کہی جاتی ہے اور وہ اسے اپنی شرارت سے کچھ کا کچھ بنا کر لوگوں میں مشہور کر دیتے ہیں۔

[۴۶] یعنی جب انھیں خدا کے احکام سنائے جاتے ہیں تو زور سے کہتے ہیں سَمِعْنَا (ہم نے سُن لیا) اور آہستہ کہتے ہیں عَصَيْنَا (ہم نے قبول نہیں کیا) یا اَطَعْنَا (ہم نے قبول کیا) کا تلفظ اس انداز سے زبان کو لچکا دے کر ادا کرتے ہیں کہ عَصَيْنَا بن جاتا ہے۔

[۴۷] یعنی دورانِ گفتگو میں جب وہ کوئی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں اِسْمَعْ

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصّہ دیا گیا ہے اور اُن کا حال یہ ہے کہ جِبت[۴۹] اور طاغوت[۵۰] کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلّق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے[۵۱] پر ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کر دے پھر تم اُس کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔ کیا حکومت میں اُن کا کوئی حصّہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ دُوسروں کو ایک پُھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔ پھر کیا یہ دوسروں سے اس لیے حَسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انھیں اپنے فضل سے نواز دیا؟ اگر یہ بات ہے تو انھیں معلوم ہو کہ ہم نے تو ابراہیمؑ کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور مُلکِ عظیم بخش دیا، مگر اُن میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اور کوئی اُس سے منہ موڑ گیا، اور منہ موڑنے والوں کے لیے تو بس جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔[۵۲] جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، انھیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب اُن کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے، تاکہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں،

(سُنیے) اور پھر ساتھ ہی غَیرَ مُسمَعٍ بھی کہتے ہیں جو ذومعنی ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ آپ ایسے محترم ہیں کہ آپ کو کوئی بات خلافِ مرضی نہیں سُنائی جا سکتی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمھیں کوئی کچھ سنائے۔ ایک اور مطلب یہ ہے کہ خدا کرے تم بہرے ہو جاؤ۔

[۴۸] اس کی تشریح سورۂ بقرہ حاشیہ نمبر ۳۶ میں گزر چکی ہے۔

[۴۹] جِبت کے اصلی معنی بے حقیقت، بے اصل اور بے فائدہ چیز کے ہیں۔ اسلام کی زبان میں جادو کہانت (جوتش) فال گیری، ٹونے ٹوٹکے، شگون اور مہورت اور تمام دوسری وہمی و خیالی باتوں کو "جِبت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

[۵۰] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ حاشیہ نمبر ۸۹، ۹۰

[۵۱] یہاں کافروں سے مراد ہیں مشرکینِ عرب۔

[۵۲] یاد رہے کہ یہاں جواب بنی اسرائیل کی حاسدانہ باتوں کا دیا جا رہا ہے۔ اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ آخر جلتے کس بات پر ہو؟ تم بھی ابراہیمؑ کی اولاد ہو اور یہ بنی اسماعیلؑ بھی ابراہیمؑ ہی کی اولاد ہیں۔ ابراہیمؑ سے دنیا کی امامت کا جو وعدہ ہم نے کیا تھا وہ آلِ ابراہیمؑ میں سے صرف ان لوگوں کے لیے تھا جو ہماری بھیجی ہوئی کتاب اور حکمت کی پیروی کریں۔ یہ کتاب اور حکمت پہلے ہم نے تمہارے پاس بھیجی تھی مگر تمھاری اپنی نالائقی تھی کہ تم اس سے منہ موڑ گئے۔ اب وہی چیز ہم نے بنی اسمٰعیلؑ کو دی ہے اور یہ ان کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں۔

CS CamScanner

اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کیے اُن کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اُن کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انھیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔

مسلمانو، اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سُپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو،[۵۳] اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سُنتا اور دیکھتا ہے۔

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسُولؐ کی طرف پھیر دو[۵۴] اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریقِ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ ع

اے نبیؐ تم نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جو دعوٰی تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو تمھاری طرف نازل کی گئی ہے اور اُن کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں،

---

[۵۳] یعنی تم ان برائیوں سے بچے رہنا جن میں بنی اسرائیل مبتلا ہو گئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے اپنے انحطاط کے زمانے میں امانتیں یعنی ذِمہ داری کے منصب اور مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے مرتبے ایسے لوگوں کو دینے شروع کر دیے جو نااہل، کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ بُرے لوگوں کی قیادت میں ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا۔ بنی اسرائیل کی دوسری بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ انصاف کی رُوح سے خالی ہو گئے تھے۔ وہ شخصی اور قومی اغراض کے لیے بے تکلف ایمان نگل جاتے تھے صریح ہٹ دھرمی برت جاتے تھے۔ انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے میں انھیں ذرا تامل نہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ تم کہیں بے انصاف نہ بن جانا۔ خواہ کسی سے دوستی ہو یا دشمنی، بہرحال بات جب کہو انصاف کی کہو اور فیصلہ جب کرو عدل کے ساتھ کرو۔

[۵۴] یہ آیت اسلام کے پورے مذہبی، تمدنی اور سیاسی نظام کی بنیاد اور اسلامی ریاست کے دستور کی اوّلین دفعہ ہے۔ اس میں حسبِ ذیل چار اصول مستقل طور پر قائم کر دیے گئے ہیں: (۱) اسلامی نظام میں اصل مُطاع اللہ تعالیٰ ہے ایک مسلمان سب سے پہلے بندۂ خدا ہے باقی جو کچھ بھی ہے اس کے بعد ہے (۲) اسلامی نظام کی دوسری بنیاد رسولؐ کی اطاعت ہے (۳) مذکورہ بالا دونوں اطاعتوں کے بعد اور ان کے ماتحت تیسری اطاعت ان اُولی الامر کی ہے جو خود مسلمانوں میں سے ہوں۔ "اولی الامر" کے مفہوم میں وہ

مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رُجوع کریں، حالانکہ انھیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔[۵۵] شیطان انھیں بھٹکا کر راہِ راست سے بہت دُور لے جانا چاہتا ہے۔ اور جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اُس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے، اور آؤ رسولؐ کی طرف تو اِن منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمھاری طرف آنے سے کتراتے ہیں۔ پھر اُس وقت کیا ہوتا ہے جب اِن کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت اِن پر آپڑتی ہے؟ اُس وقت یہ تمھارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: اللہ کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، ان سے تعرُّض مت کرو، انھیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اُتر جائے۔ (انھیں بتاؤ کہ) ہم نے جو رسُول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بناء پر اس کی اطاعت کی جائے۔ اگر انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمھارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے، اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا، تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ نہیں، اے محمدؐ، تمھارے ربّ کی قسم

سب لوگ شامل ہیں جو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے سربراہ کار ہوں، خواہ وہ علماء ہوں، یا سیاسی رہنمائی کرنے والے لیڈر ہوں، یا ملکی انتظام کرنے والے حکام یا عدالتی فیصلے کرنے والے جج، یا تمدنی و معاشرتی امور میں قبیلوں اور بستیوں اور محلوں کی سربراہی کرنے والے شیوخ اور سردار۔ (۴) خدا کا حکم اور رسُولؐ کا طریقہ بنیادی قانون اور آخری سند ہے۔ مسلمانوں کے درمیان یا حکومت اور رعایا کے درمیان جس مسئلہ میں بھی نزاع واقع ہوگی اس میں فیصلے کے لیے قرآن اور سنّت کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جو فیصلہ وہاں سے حاصل ہوگا اس کے سامنے سب سرِ تسلیم خم کر دیں گے۔

[۵۵] یہاں صریح طور پر "طاغوت" سے مراد وہ حاکم ہے جو قانونِ الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو، اور وہ نظامِ عدالت ہے جو نہ تو اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو۔

یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دِلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کرلیں، اگر ہم نے انھیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو ہلاک کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اِن میں سے کم ہی آدمی اس پر عمل کرتے۔ حالانکہ جو نصیحت انھیں کی جاتی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتری اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا، اور جب یہ ایسا کرتے تو ہم انھیں اپنی طرف سے بہت بڑا اجر دیتے، اور انھیں سیدھا راستہ دکھا دیتے۔ جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء اور صدّیقین اور شہداء اور صالحین۔ [۵۶] کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسّر آئیں۔ یہ حقیقی فضل ہے جو اللہ کی طرف سے ملتا ہے اور حقیقت جاننے کے لیے بس اللہ ہی کا علم کافی ہے۔ ع

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، مقابلہ کے لیے ہر وقت تیار رہو، پھر جیسا موقع ہو الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہو کر۔ [۵۷] ہاں، تم میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو لڑائی سے جی چُراتا ہے، اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کہتا ہے اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ مَیں اِن لوگوں کے ساتھ نہ گیا، اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل ہو تو کہتا ہے۔ اور

---

[۵۶] اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی اپنے اس فعل کی بدولت نبی بھی بن جائے گا۔

[۵۷] واضح رہے کہ یہ فرمان اس زمانے میں نازل ہوا تھا جب اُحد کی شکست کی وجہ سے اطراف ونواح کے قبائل کی ہمتیں بڑھ گئی تھیں اور مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھر گئے تھے۔

اس طرح کہتا ہے کہ گویا تمھارے اور اس کے درمیان محبت کا تو کوئی تعلق تھا ہی نہیں ۔ کہ کاش میں بھی اِن کے ساتھ ہوتا تو بڑا کام بن جاتا ۔ (ایسے لوگوں کو معلوم ہو کہ) اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے اُن لوگوں کو، جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو فروخت کر دیں، پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اُسے ضرور ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے ۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچّوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں ۔ اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا، ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں، اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے ۔ [۵۸] جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنھوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو اور یقین جانو کہ شیطان کی چالیں حقیقت میں نہایت کمزور ہیں ۔ ع

تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو؟ اب جو انھیں لڑائی کا حکم دیا گیا تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے

---

[۵۸] اشارہ ہے اُن مظلوم بچّوں، عورتوں اور مَردوں کی طرف جو مکّہ میں اور عرب کے دوسرے قبائل میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر نہ ہجرت پر قادر تھے اور نہ اپنے آپ کو ظلم سے بچا سکتے تھے یہ غریب طرح طرح سے تختۂ مشقِ ستم بنائے جا رہے تھے اور دعائیں مانگتے تھے کہ کوئی انھیں اس ظلم سے بچائے ۔

کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں جیسا خدا سے ڈرنا چاہیے یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر۔ کہتے ہیں خدایا، یہ ہم پر لڑائی کا حکم کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہ ہمیں ابھی کچھ اور مُہلت دی؟ ان سے کہو، دنیا کا سرمایۂ زندگی تھوڑا ہے، اور آخرت ایک خدا ترس انسان کے لیے زیادہ بہتر ہے، اور تم پر ظلم ایک شمہ برابر بھی نہ کیا جائے گا[۵۹] رہی موت، تو جہاں بھی تم ہو وہ بہرحال تمھیں آ کر رہے گی، خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔

اگر اِنہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے نبیؐ یہ آپ کی بدولت ہے۔ کہو، سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ آخر اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اے انسان، تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے، اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے۔

اے محمدؐ، ہم نے تم کو لوگوں کے لیے رسُول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔ اور جو مُنہ موڑ گیا، تو بہرحال ہم نے تمھیں اُن لوگوں پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔

وہ مُنہ پر کہتے ہیں کہ ہم مطیعِ فرمان ہیں۔ مگر جب تمھارے پاس سے نکلتے ہیں تو اِن میں سے ایک گروہ راتوں کو جمع ہو کر تمھاری باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے۔ اللہ ان کی یہ

---

[۵۹] یعنی اگر تم اللہ کے دین کی خدمت بجالاؤ گے اور اس کی راہ میں جانفشانی دکھاؤ گے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا اجر ضائع ہو جائے۔

ساری سرگوشیاں لکھ رہا ہے۔ تم ان کی پروا نہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو، وہی بھروسہ کے لیے کافی ہے کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اَور کی طرف سے ہوتا تو اِس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی[٦٠] جاتی۔

یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوف ناک خبر سُن پاتے ہیں اُسے لے کر پھیلا دیتے ہیں، حالانکہ اگر یہ اُسے رسُول اور اپنی جماعت کے ذمّہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو اِن کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اِس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔[٦١] تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور رحمت نہ ہوتی تو (تمہاری کمزوریاں ایسی تھیں کہ) معدودے چند کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے۔

پس اے نبیؐ، تم اللہ کی راہ میں لڑو، تم اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لیے ذمّہ دار نہیں ہو۔ البتہ اہلِ ایمان کو لڑنے پر اُکساؤ، بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے، اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔ جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصّہ پائے گا اور جو بُرائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصّہ پائے گا، اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمھیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اُسی طرح، اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ اللہ وہ ہے

---

[٦٠] یہ کلام تو خود شہادت دے رہا ہے کہ یہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کا کلام ہو نہیں سکتا۔ کوئی انسان اس بات پر قادر نہیں ہے کہ سالہا سال تک وہ مختلف حالات میں، مختلف مواقع پر مختلف مضامین پر تقریریں کرتا رہے اور اوّل سے آخر تک اس کی ساری تقریریں ایسا ہموار، یک رنگ، متناسب مجموعہ بن جائیں جس کا کوئی جزء دوسرے جزء سے متصادم نہ ہو، جس میں تبدیلی رائے کا کہیں نشان تک نہ ملے جس میں متکلّم کے نفس کی مختلف کیفیات اپنے مختلف رنگ نہ دکھائیں، اور جس پر کبھی نظرِ ثانی تک کی ضرورت نہ پیش آئے۔

[٦١] وہ چونکہ ہنگامہ کا موقع تھا اس لیے ہر طرف افواہیں اُڑ رہی تھیں۔ کبھی خطرے کی بے بنیاد مبالغہ آمیز اطلاعیں آتیں اور ان سے یکایک مدینہ اور اس کے اطراف میں پریشانی پھیل جاتی۔ کبھی کوئی چالاک دشمن کسی واقعی خطرے کو چھپانے کے لیے اطمینان بخش خبریں بھیج دیتا اور لوگ انھیں سُن کر غفلت میں مبتلا ہو جاتے۔ عام لوگوں کو اندازہ نہ تھا کہ اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ افواہیں پھیلانے کے نتائج کس قدر دور رس ہوتے ہیں ان کے کان میں جہاں کوئی بھنک پڑ جاتی اسے لے کر جگہ جگہ پھونکتے پھرتے

جس کے سِوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ تم سب کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہہ نہیں، اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے۔ ع

پھر یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمھارے درمیان دو رائیں پائی جاتی ہیں، حالانکہ جو برائیاں انھوں نے کمائی ہیں، اُن کی بدولت اللہ انھیں اُلٹا پھیر چکا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے ہدایت نہیں بخشی اُسے تم ہدایت بخش دو؟ حالانکہ جس کو اللہ نے راستہ سے بھٹکا دیا اُس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں، اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تا کہ تم اور وہ سب یکساں ہو جائیں۔ لہٰذا اُن میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آ جائیں، اور اگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جہاں پاؤ انھیں پکڑ لو اور قتل کرو [۶۲] اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔ البتہ وہ منافق اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جا ملیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے۔ [۶۳] اسی طرح وہ منافق بھی مستثنیٰ ہیں جو تمھارے پاس آتے ہیں اور لڑائی سے دل برداشتہ ہیں، نہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں نہ اپنی قوم سے۔ اللہ چاہتا تو اِن کو تم پر مسلّط کر دیتا اور وہ بھی تم سے لڑتے۔ لہٰذا اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمھاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔ ایک اور قسم کے منافق تمھیں ایسے ملیں گے، جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں

تھے۔ انھی لوگوں کو اس آیت میں سرزنش کی گئی ہے۔ اور انھیں سختی کے ساتھ متنبہ فرمایا گیا ہے کہ افواہیں پھیلانے سے باز رہیں اور ہر خبر جو اُن کو پہنچے اسے ذِمّہ دار لوگوں تک پہنچا کر خاموش ہو جائیں۔

[۶۲] یہ حکم ان منافق مسلمانوں کا ہے جو برسرِ جنگ کافر قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور اسلامی حکومت کے خلاف معاندانہ کارروائیوں میں عملاً حصہ لیں۔

[۶۳] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایسے منافقوں کو دوست اور مددگار بنایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو پکڑا اور مارا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ ایسی قوم سے جا ملے ہیں جس سے اسلامی حکومت کا معاہدہ ہے۔

اور اپنی قوم سے بھی، مگر جب کبھی فتنہ کا موقع پائیں گے اُس میں کود پڑیں گے۔ ایسے لوگ اگر تمھارے مقابلہ سے باز نہ رہیں اور صلح و سلامتی تمھارے آگے پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو جہاں وہ ملیں انھیں پکڑو اور مارو، اِن پر ہاتھ اُٹھانے کے لیے ہم نے تمھیں کھلی حُجت دے دی ہے۔ ع

کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے، اِلّا یہ کہ اُس سے چُوک ہو جائے۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اِس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے،[۶۴] اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا[۶۵] دے، اِلّا یہ کہ وہ خوں بہا معاف کر دیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمھاری دُشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ اور اگر وہ کسی ایسی غیر مُسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمھارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا[۶۶] ہوگا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے۔[۶۷] یہ اِس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے[۶۸] اور اللہ علیم و

---

[۶۴] چونکہ مقتول مومن تھا اس لیے اس کے قتل کا کفارہ ایک مومن غلام کی آزادی قرار دیا گیا۔

[۶۵] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوں بہا کی مقدار سو اونٹ، یا دو سو گائیں، یا دو ہزار بکریاں مقرر فرمائی ہے اگر دوسری کسی شکل میں کوئی شخص خوں بہا دینا چاہے تو اس کی مقدار انھی چیزوں کی بازاری قیمت کے لحاظ سے معیّن کی جائے گی۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نقد خوں بہا دینے والوں کے لیے ۸ سو دینار یا ۸ ہزار درہم مقرر تھے۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹوں کی قیمت اب چڑھ گئی ہے لہٰذا اب سونے کے سکّے میں ایک ہزار دینار، یا چاندی کے سکّے میں ۱۲ ہزار درہم خوں بہا دلوایا جائے گا۔ مگر واضح رہے کہ خوں بہا کی یہ مقدار جو مقرر کی گئی ہے قتلِ عمد کی صورت کے لیے نہیں ہے بلکہ قتلِ خطا کی صورت کے لیے ہے۔

[۶۶] اس آیت کے احکام کا خلاصہ یہ ہے: اگر مقتول دار الاسلام کا باشندہ ہو تو اس کے قاتل کو خوں بہا بھی دینا ہوگا اور خدا سے اپنے قصور کی معافی مانگنے کے لیے ایک غلام بھی آزاد کرنا ہوگا۔ اگر وہ دار الحرب کا باشندہ ہو تو قاتل کو صرف غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اس کا خوں بہا کچھ نہیں ہے اگر وہ کسی ایسے دار الکفر کا باشندہ ہو جس سے اسلامی حکومت کا معاہدہ ہے تو قاتل کو ایک غلام آزاد کرنا ہوگا اور اس کے علاوہ خوں بہا بھی دینا ہوگا لیکن خوں بہا کی مقدار وہی ہوگی جتنی اس معاہد قوم کے کسی غیر مُسلم فرد کو قتل کر دینے کی صورت میں از روئے معاہدہ دی جانی چاہیے۔

دانا ہے۔ رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بُوجھ کر قتل کرے تو اُس کی جزا جہنّم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو دوست دشمن میں تمیز کرو اور جو تمھاری طرف سلام سے تقدیم کرے اُسے فوراً نہ کہہ دو کہ تُو مومن نہیں ہے۔ اگر تم دُنیوی فائدہ چاہتے ہو تو اللہ کے پاس تمھارے لیے بہت سے اموالِ غنیمت ہیں۔ آخر اسی حالت میں تم خود بھی تو اس سے پہلے مبتلا رہ چکے ہو، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، لہٰذا تحقیق سے کام لو،[۶۹] جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔

مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں، دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔ اللہ نے بیٹھنے والوں کی بہ نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے، مگر اُس کے ہاں مُجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے، اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں، اور مغفرت اور رحمت ہے، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ع

---

[۶۷] یعنی روزے مسلسل رکھے جائیں بیچ میں ناغہ نہ ہو۔ اگر کوئی شخص عذرِ شرعی کے بغیر ایک روزہ بھی بیچ میں چھوڑ دے تو ازسرِ نَو روزوں کا سلسلہ شروع کرنا پڑے گا۔

[۶۸] یعنی یہ "جرمانہ" نہیں بلکہ "توبہ" اور "کفارہ" ہے جرمانہ میں ندامت و شرمساری اور اصلاحِ نفس کی کوئی رُوح نہیں ہوتی بلکہ عموماً وہ سخت ناگواری کے ساتھ مجبوراً دیا جاتا ہے اور بیزاری و تلخی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے برعکس اس کے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس بندے سے خطا ہوئی ہے وہ عبادت اور کارِ خیر اور ادائے حقوق کے ذریعہ سے اس کا اثر اپنی رُوح پر سے دھو دے اور شرمساری و ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ نہ صرف یہ گناہ معاف ہو بلکہ آئندہ کے لیے اس کا نفس ایسی غلطیوں کے اعادہ سے بھی محفوظ رہے۔

[۶۹] ابتدائے اسلام میں "السلام علیکم" کا لفظ مسلمانوں کے لیے شعار اور علامت کی حیثیت رکھتا تھا اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دیکھ کر یہ لفظ اس معنی میں استعمال کرتا تھا کہ میں تمہارے ہی گروہ کا آدمی ہوں، دوست اور خیر خواہ ہوں، دشمن نہیں ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ میں اس شعار کی اہمیت

جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے [۷۰] تھے، اُن کی رُوحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مُبتلا تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مَرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ اُنھیں معاف کر دے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اَوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسُول ؐ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر راستہ ہی میں اُسے موت آ جائے، اُس کا اجر اللہ کے ذِمّے واجب ہو گیا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم [۷۱] ہے۔ ع

اس وجہ سے اور بھی زیادہ تھی کہ اس وقت عرب کے نومسلموں اور کافروں کے درمیان لباس، زبان اور کسی دوسری چیز میں کوئی نمایاں امتیاز نہ تھا جس کی وجہ سے ایک مسلمان سرسری نظر میں دوسرے مسلمان کو پہچان سکتا ہو لیکن لڑائیوں کے موقع پر ایک پیچیدگی یہ پیش آتی تھی کہ مسلمان جب کسی دشمن گروہ پر حملہ کرتے اور وہاں کوئی مسلمان اس لپیٹ میں آ جاتا تو وہ حملہ آور مسلمانوں کو یہ بتانے کے لیے کہ وہ بھی ان کا دینی بھائی ہے "السلام علیکم" "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" پکارتا تھا مگر مسلمانوں کو اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ کوئی کافر ہے جو محض جان بچانے کے لیے حیلہ کر رہا ہے اس لیے بسا اوقات وہ اسے قتل کر بیٹھتے تھے آیت کا منشا یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اس کے متعلق تمھیں سرسری طور پر یہ فیصلہ کر دینے کا حق نہیں ہے کہ وہ محض جان بچانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سچا ہو اور ہو سکتا ہے کہ جھُوٹا ہو۔ حقیقت تو تحقیق ہی سے معلوم ہو سکتی ہے تحقیق کے بغیر چھوڑ دینے میں اگر یہ امکان ہے کہ ایک کافر جھوٹ بول کر جان بچا لے جائے، تو قتل کر دینے میں اس کا امکان بھی ہے کہ ایک مومن بے گناہ تمہارے ہاتھ سے مارا جائے۔

[۷۰] مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بلا کسی مجبوری و معذوری کے اپنی کافر قوم ہی کے درمیان مقیم تھے اور نیم مسلمانہ اور نیم کافرانہ زندگی بسر کرنے پر راضی تھے درآنحالیکہ ایک دارالِاسلام مہیا ہو چکا تھا جس کی طرف ہجرت کر کے اپنے دین و اعتقاد کے مطابق پوری اسلامی زندگی بسر کرنا ان کے لیے ممکن ہو گیا تھا اور دارالاسلام کی طرف سے ان کو یہ دعوت بھی دی جا چکی تھی کہ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے وہ اس کی طرف ہجرت کر آئیں۔

[۷۱] یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جو شخص اللہ کے دین پر ایمان لایا ہو اس کے لیے نظامِ کفر کے تحت

اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو[۷۲] (خصوصاً) جبکہ تمھیں اندیشہ ہو کہ کافر تمھیں ستائیں گے کیونکہ وہ کھلم کھلا تمھاری دُشمنی پر تُلے ہوئے ہیں۔

اور اے نبیؐ، جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالتِ جنگ میں) انھیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہیے کہ اِن میں سے ایک گروہ تمھارے ساتھ کھڑا ہو اور اپنے اسلحہ لیے رہے، پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آ کر تمھارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنے اسلحہ [۷۳] لیے رہے، کیونکہ کُفّار اِس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یک بارگی ٹوٹ پڑیں۔ البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں مضائقہ نہیں، مگر پھر بھی چوکنّے رہو۔ یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رُسوا کُن عذاب مہیّا کر رکھا ہے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو۔ اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز پڑھو۔ نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندیِ وقت کے ساتھ اہلِ ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔

زندگی بسر کرنا صرف دو ہی صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے ایک یہ کہ وہ اسلام کو اس سرزمین میں غالب کرنے اور نظامِ کفر کو نظامِ اسلام میں تبدیل کرنے کی جدوجہد کرتا رہے جس طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے ابتدائی پیرو کرتے رہے ہیں دوسرے یہ کہ وہ درحقیقت وہاں سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پاتا ہو اور سخت نفرت و بیزاری کے ساتھ وہاں مجبورانہ قیام رکھتا ہو۔

[۷۲] زمانۂ امن کے سفر میں قصر یہ ہے کہ جن اوقات کی نماز میں چار رکعتیں فرض ہیں ان میں دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حالتِ جنگ میں قصر کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ جنگی حالات جس طرح بھی اجازت دیں نماز پڑھی جائے۔

[۷۳] صلوٰۃِ خوف کا یہ حکم اس صورت کے لیے ہے جبکہ دشمن کے حملے کا خطرہ تو ہو مگر عملاً معرکۂ قتال گرم نہ ہو۔

اِس گروہ کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اُٹھارہے ہو تو تمھاری طرح وہ بھی تکلیف اُٹھارہے ہیں۔ اور تم اللّٰہ سے اُس چیز کے اُمیدوار ہو جس کے وہ اُمیدوار نہیں ہیں۔ اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ حکیم و دانا ہے۔ ع

اے نبیؑ، ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمھاری طرف نازل کی ہے، تاکہ جو راہِ راست اللّٰہ نے تمھیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تم بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو، اور اللّٰہ سے درگزر کی درخواست کرو، وہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحیم ہے۔ جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے [۴۷] ہیں تم اُن کی حمایت نہ کرو۔ اللّٰہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے جو خیانت کار اور معصیت پیشہ ہو۔ یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات چُھپا سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چُھپا سکتے۔ وہ تو اُس وقت بھی اِن کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چُھپ کر اُس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ اِن کے سارے اعمال پر اللّٰہ محیط ہے۔ ہاں، تم لوگوں نے اِن مجرموں کی طرف سے دنیا کی زندگی میں تو جھگڑا کر لیا، مگر قیامت کے روز اُن کے لیے اللّٰہ سے کون جھگڑا کرے گا؟ آخر وہاں کون اِن کا وکیل ہوگا؟ اگر کوئی شخص بُرا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللّٰہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللّٰہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔

---

[۴۷] جو شخص دوسرے کے ساتھ خیانت کرتا ہے وہ دراصل سب سے پہلے خود اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔

مگر جو بُرائی کمائے تو اس کی یہ کمائی اُسی کے لیے وَبال ہوگی، اللہ کو سب باتوں کی خبر ہے اور وہ حکیم و دانا ہے۔ پھر جس نے کوئی خطا یا گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا اُس نے تو بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔ ع

اے نبیؐ، اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمھارے شاملِ حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تمھیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا، حالانکہ درحقیقت وہ خود اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر رہے تھے اور تمھارا کوئی نقصان نہ کر سکتے تھے۔[۵۷] اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمھیں معلوم نہ تھا، اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔

لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضاجوئی کے لیے ایسا کرے گا اُسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔ مگر جو شخص رسولؐ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہلِ ایمان کی رَوِش کے سِوا کسی اور رَوِش پر چلے، درآں حالیکہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو، تو اُس کو ہم اُسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اُسے جہنّم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ ع

---

[۵۷] یعنی اگر وہ غلط روداد اور شہادتیں پیش کر کے تمھیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتے اور اپنے حق میں انصاف کے خلاف فیصلہ حاصل کر لیتے تو نقصان انھی کا تھا، تمہارا کچھ بھی نہ بگڑتا کیونکہ اللہ کے نزدیک مُجرم وہ ہوتے نہ کہ تم۔ جو شخص حاکم کو دھوکا دے کر اپنے حق میں غلط فیصلہ حاصل کرتا ہے وہ دراصل خود اپنے آپ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ ان تدبیروں سے حق اس کے ساتھ ہو گیا حالانکہ فی الواقع اللہ کے نزدیک حق جس کا ہے اسی کا رہتا ہے اور حاکمِ عدالت کی کسی غلط فہمی کی بنا پر فیصلہ کر دینے سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

CS CamScanner

اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے، جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا، وہ تو گمراہی میں بہت دُور نکل گیا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں۔ وہ اُس باغی شیطان کو معبُود بناتے[۱۴۶] ہیں جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے۔ (وہ اُس شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں) جس نے اللہ سے کہا تھا کہ: ”میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصّہ لے کر[۱۴۷] رہوں گا، مَیں انھیں بہکاؤں گا، مَیں انھیں آرزوؤں میں اُلجھاؤں گا، میں اُنھیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے،[۱۴۸] اور مَیں انھیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردّو بدل کریں گے۔“[۱۴۹] اس شیطان کو جس نے اللہ کے بجائے اپنا وَلی و سرپرست بنالیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ وہ اِن لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انھیں امیدیں دلاتا ہے، مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے اور کچھ نہیں ہیں۔ اِن لوگوں کا ٹھکانا جہنّم ہے جس سے خلاصی کی کوئی صورت یہ نہ پائیں گے۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، تو اُنھیں ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،

---

[۱۴۶] شیطان کو اس معنی میں تو کوئی بھی معبُود نہیں بناتا کہ اس کے آگے مراسمِ پرستش ادا کرتا ہو اور اس کو اُلوہیت کا درجہ دیتا ہو۔ البتہ اسے معبُود بنانے کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی باگیں شیطان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور جدھر جدھر وہ چلاتا ہے اُدھر چلتا ہے، گویا کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا خدا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے چون وچرا اطاعت اور اندھی پیروی کرنے کا نام بھی ”عبادت“ ہے اور جو شخص اس طرح کی اطاعت کرتا ہے وہ در اصل اس شخص کی عبادت بجالاتا ہے جسے اللہ کو چھوڑ کر اس نے اپنا مُطاع بنایا ہو۔

[۱۴۷] یعنی ان کے اوقات میں، ان کی محنتوں اور کوششوں میں، ان کی قوتوں اور قابلیتوں میں، ان کے مال اور ان کی اولاد میں اپنا حصّہ لگاؤں گا اور ان کو فریب دے کر ایسا پرچاؤں گا کہ وہ ان ساری چیزوں کا ایک معتد بہ حصّہ میری راہ میں صرف کریں گے۔

[۱۴۸] اہلِ عرب کے توہمات میں سے ایک کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے ہاں قاعدہ تھا کہ جب اونٹنی پانچ یا دس بچے جَن لیتی تو اس کے کان پھاڑ کر اسے اپنے دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس سے کام لینا حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح جس اونٹ کے نطفہ سے دس بچے ہو جاتے اسے بھی دیوتا کے نام پر پُن کر دیا جاتا تھا اور کان چیرنا اس بات کی علامت تھا کہ یہ پُن کیا ہوا جانور ہے۔

[۱۴۹] خدائی ساخت میں ردّوبدل کرنے کا مطلب اشیا کی پیدائشی بناوٹ میں ردّوبدل کرنا نہیں ہے بلکہ

وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہوگا۔

انجام کار نہ تمھاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر۔

جو بھی برائی کرے گا اُس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پا سکے گا۔ اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، تو ایسے ہی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اور اُن کی ذرّہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔ اُس شخص سے بہتر اور کس کا طریقِ زندگی ہو سکتا ہے، جس نے اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا اور یکسُو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کی، اُس ابراہیمؑ کے طریقے کی جسے اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تھا۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے اور اللہ ہر چیز پر محیط ہے۔ ع

لوگ تم سے عورتوں کے معاملے میں فتویٰ پُوچھتے [۸۰] ہیں۔ کہو اللہ تمھیں اُن کے معاملے میں فتویٰ دیتا ہے، اور ساتھ ہی وہ احکام بھی یاد دِلاتا ہے جو پہلے سے تم کو اس کتاب میں سُنائے جا رہے ہیں۔ یعنی وہ احکام جو اُن یتیم لڑکیوں کے متعلق ہیں جن کے حق تم ادا نہیں کرتے اور جن کے نکاح کرنے سے تم باز رہتے ہو (یا لالچ کی بنا پر تم خود ان سے نکاح کر لینا چاہتے ہو)، [۸۱] اور وہ احکام جو اُن بچوں کے متعلق ہیں جو بے چارے کوئی زور نہیں رکھتے۔ اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو، اور جو بھلائی

دراصل اس جگہ جس ردّ و بدل کو شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی چیز سے وہ کام لے جس کے لیے اللہ نے اُسے پیدا نہیں کیا ہے اور کسی چیز سے وہ کام نہ لے جس کے لیے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے بالفاظِ دیگر وہ تمام افعال جو انسان اپنی اور اشیا کی فطرت کے خلاف کرتا ہے، اور وہ تمام صورتیں جو وہ منشائے فطرت سے گریز کے لیے اختیار کرتا ہے، اس آیت کی رُو سے شیطان کی گمراہ کن تحریکات کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً عملِ قومِ لُوط، ضبطِ ولادت، رہبانیت، برہمچرج، مَردوں اور عورتوں کو بانجھ بنانا، مردوں کو خواجہ سرا بنانا، عورتوں کو ان خدمات سے منحرف کرنا جو فطرت نے اُن کے سپرد کی ہیں اور انھیں تمدّن کے اُن شعبوں میں گھسیٹ لانا جن کے لیے مَرد پیدا کیا گیا ہے۔

[۸۰] یہ تصریح نہیں فرمائی گئی کہ وہ کیا فتویٰ پوچھتے تھے۔ لیکن آیات ۱۲۸ تا ۱۳۰ میں جو فتویٰ دیا گیا ہے اس سے سوال کی نوعیت سمجھ میں آجاتی ہے۔

[۸۱] تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے

تم کرو گے وہ اللہ کے علم سے چھپی نہ رہ جائے گی۔

اگر کسی [۸۲] عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رُخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کر لیں۔ [۸۳] صلح بہرحال بہتر ہے۔ نفس تنگ دِلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو، تو یقین رکھو کہ اللہ تمھارے اس طرزِ عمل سے بے خبر نہ ہوگا۔ بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمھارے بس میں نہیں ہے۔ تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا (قانونِ الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اِس طرح نہ جُھک جاؤ کہ دُوسری کو اُدھر لٹکتا چھوڑ دو۔ [۸۴] اگر تم اپنا طرزِ عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہی ہو جائیں، تو اللہ اپنی وسیع قدرت سے ہر ایک کو دُوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کر دے گا۔ اللہ کا دامن بہت کشادہ ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی، انھیں بھی یہی ہدایت کی تھی، اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو۔ لیکن اگر تم

ہو" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "تم اُن سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتے"۔

[۸۲] یہاں سے لوگوں کے سوال کا جواب شروع ہوتا ہے۔ سوال یہ تھا کہ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں عدل کا جو حکم دیا گیا ہے اس پر کس طرح عمل کیا جائے جبکہ ایک بیوی دائم المرض ہے یا تعلّقِ زن و شو کے قابل نہیں رہی ہے۔ کیا اس صورت میں بھی اس پر لازم ہے کہ دونوں کے ساتھ یکساں محبت رکھے؟ جسمانی تعلق میں بھی یکسانی برتے؟ اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کیا عدل کی شرط کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کو چھوڑ دے؟ نیز یہ کہ اگر پہلی بیوی خود جدا نہ ہونا چاہے تو کیا زوجین میں اس قسم کا معاملہ ہو سکتا ہے کہ جو بیوی غیر مرغوب ہو چکی ہے وہ اپنے بعض حقوق سے خود دست بردار ہو کر شوہر کو طلاق سے باز رہنے پر راضی کر لے؟ کیا ایسا کرنا عدل کی شرط کے خلاف تو نہ ہوگا؟

[۸۳] یعنی طلاق و جدائی سے بہتر ہے کہ اس طرح باہم مصالحت کر کے ایک عورت اسی شوہر کے ساتھ رہے جس کے ساتھ وہ عمر کا ایک حصہ گزار چکی ہے۔

[۸۴] اس آیت سے بعض لوگ یہ نتیجہ نکال بیٹھے ہیں کہ قرآن ایک طرف عدل کی شرط کے ساتھ تعدّدِ ازواج کی اجازت دیتا ہے اور دوسری طرف عدل کو ناممکن قرار دے کر اس اجازت کو عملاً

نہیں مانتے تو نہ مانو، آسمان و زمین کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے اور وہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا مستحق۔ ہاں، اللہ ہی مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور کارسازی کے لیے بس وہی کافی ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر تمھاری جگہ دُوسروں کو لے آئے، اور وہ اِس کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ جو شخص محض ثوابِ دُنیا کا طالب ہو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس ثوابِ دُنیا بھی ہے اور ثوابِ آخرت بھی، اور اللہ سمیع و بصیر ہے۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علَم بردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو، اگرچہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زَد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریقِ معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسُولؐ پر اور اُس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسُولؐ پر نازِل کی ہے، اور ہر اُس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازِل کر چکا ہے۔[۸۵] جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسُولوں اور

منسوخ کر دیتا ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا نتیجہ نکالنے کے لیے اس آیت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگر صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا گیا ہوتا کہ "تم عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے" تو یہ نتیجہ نکالا جا سکتا تھا، مگر اس کے بعد ہی جو یہ فرمایا گیا کہ "لہٰذا ایک بیوی کی طرف بالکل نہ جھک پڑو" اس فقرے نے کوئی موقع اس مطلب کے لیے باقی نہیں چھوڑا جو مسیحی یورپ کی تقلید کرنے والے حضرات اِس سے نکالنا چاہتے ہیں۔

[۸۵] ایمان لانے والوں سے کہنا کہ ایمان لاؤ بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دراصل یہاں لفظ ایمان دو الگ معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ ایمان لانے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آدمی انکار کے بجائے اقرار کی راہ اختیار کرے، نہ ماننے والوں سے الگ ہو کر ماننے والوں میں شامل ہو جائے۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو مانے اسے سچے دل سے مانے، پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ مانے۔ آیت میں خطاب ان تمام مسلمانوں سے ہے جو پہلے معنی کے لحاظ سے "ماننے والوں" میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ان سے مطالبہ یہ کیا گیا ہے کہ دوسرے معنی کے لحاظ سے سچے مومن بنیں۔

CS CamScanner

روزِ آخرت سے کفر کیا[۸۶] وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دُور نکل گیا۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ہرگز ان کو معاف نہ کرے گا اور نہ کبھی اُن کو راہِ راست دکھائے گا۔ اور جو منافق اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں، انھیں یہ مژدہ سُنا دو کہ اُن کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔ کیا یہ لوگ عزّت کی طلب میں اُن کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزّت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔ اللہ اِس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سُنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور اُن کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دُوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انھی کی طرح ہو۔ یقین جانو کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنّم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔

یہ منافق تمھارے معاملے میں انتظار کر رہے ہیں (کہ اُونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے)۔ اگر اللہ کی طرف سے فتح تمھاری ہوئی تو آ کر کہیں گے کہ کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ اگر کافروں کا پلّہ بھاری رہا تو اُن سے کہیں گے کہ کیا ہم تمھارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے اور پھر بھی ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچایا؟ بس اللہ ہی تمھارے اور ان کے معاملہ کا فیصلہ قیامت کے روز کرے گا اور (اس فیصلہ میں) اللہ نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔ ع

---

[۸۶] کفر کرنے کے بھی دو مطلب ہیں ایک یہ کہ آدمی صاف صاف انکار کر دے۔ دوسرے یہ کہ زبان سے تو مانے مگر دل سے نہ مانے یا اپنے رویّے سے ثابت کر دے کہ وہ جس چیز کو ماننے کا دعویٰ کر رہا ہے فی الواقع اسے نہیں مانتا۔

CS CamScanner

یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ جب نماز کیلیۓ اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اُٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ کفر و ایمان کے درمیان ڈانواڈول ہیں۔ نہ پُورے اِس طرف ہیں نہ پُورے اُس طرف۔ جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو اُس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ [۸۷]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح حُجت دے دو؟ یقین جانو کہ منافق جہنّم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے، اور تم کسی کو اُن کا مددگار نہ پاؤ گے۔ البتہ جو اُن میں سے تائب ہو جائیں، اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ کا دامَن تھام لیں، اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر دیں، ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں خواہ مخواہ سزا دے، اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی رَوِشْ پر چلو۔ اللہ بڑا قدر دان [۸۸] ہے اور سب کے حال سے واقف ہے۔

---

[۸۷] یعنی جس نے خدا کے کلام اور اس کے رسولؐ کی سیرت سے ہدایت نہ پائی ہو، جس کو سچائی سے منحرف اور باطل پرستی کی طرف راغب دیکھ کر اللہ نے بھی اسی طرف پھیر دیا ہو جس طرف وہ خود پھرنا چاہتا تھا اور جس کی ضلالت طلبی کی وجہ سے اللہ نے اس پر ہدایت کے دروازے بند اور صرف ضلالت ہی کے راستے کھول دیے ہوں، ایسے شخص کو راہِ راست دکھانا درحقیقت کسی انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔

[۸۸] شکر جب بندے کی طرف سے ہو تو احسان مندی کے معنی میں ہوتا ہے اور جب اللہ کی طرف سے ہو تو قدر دانی کے معنی ہیں۔

اللہ اِس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، اِلاّ یہ کہ کسی پر ظلم کیا[۸۹] گیا ہو، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (مظلوم ہونے کی صورت میں اگرچہ تم کو بدگوئی کا حق ہے) لیکن اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا کم از کم بُرائی سے درگزر کرو، تو اللہ (کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ) بڑا معاف کرنے والا ہے، (حالانکہ سزا دینے پر) پوری قُدرت رکھتا ہے۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسُولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسُولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے، اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکّے کافر ہیں، اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انھیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہوگی بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسُولوں کو مانیں، اور اُن کے درمیان تفریق نہ کریں، اُن کو ہم ضرور اُن کے اجر عطا کریں گے، اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ع

اے نبیؐ، یہ اہلِ کتاب اگر آج تم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم آسمان سے کوئی تحریر اُن پر نازل کراؤ تو اِس سے بڑھ چڑھ کر مجرمانہ مطالبے یہ پہلے موسیٰؑ سے کر چکے ہیں۔ اُس سے تو اِنھوں نے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو عَلانیہ دِکھا دو اور اِسی سرکشی کی وجہ سے یکایک اِن پر بجلی ٹوٹ پڑی تھی۔ پھر انھوں نے بچھڑے کو اپنا معبُود بنا لیا، حالانکہ یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھ

---

[۸۹] یعنی مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ ظالم کے خلاف آواز اٹھائے۔

چکے تھے۔ اِس پر بھی ہم نے اِن سے دَرگزر کیا۔ ہم نے موسیٰؑ کو صریح فرمان عطا کیا، اور ان لوگوں پر طُور کو اٹھا کر ان سے (اُس فرمان کی اطاعت کا) عہد لیا۔ ہم نے اِن کو حکم دیا کہ دروازہ میں سجدہ ریز ہوتے ہوئے دَاخِل [۹۰] ہو۔ ہم نے اِن سے کہا کہ سَبت کا قانون نہ توڑو اور اس پر اِن سے پختہ عہد لیا۔ آخر کار اِن کی عہد شکنی کی وجہ سے، اور اِس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، اور متعدد پیغمبروں کو ناحق قتل کیا، اور یہاں تک کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ [۹۱] ہیں۔ حالانکہ درحقیقت اِن کی باطل پرستی کے سبب سے اللہ نے اِن کے دِلوں پر ٹھپہ لگا دیا ہے اور اسی وجہ سے یہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔ پھر اپنے کفر میں یہاں تک بڑھے کہ مریمؑ پر سخت بہتان لگایا، اور خود کہا کہ ہم نے مسیح، عیسیٰ ابنِ مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ [۹۲] حالانکہ فی الواقع انھوں نے نہ اُس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ معاملہ ان کے لیے مُشتَبہ کر دیا [۹۳] گیا۔ اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مُبْتِلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی عِلم نہیں ہے، محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انھوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا، اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔ اور اہلِ

---

[۹۰] اس کا ذکر سورہ بقرہ آیت ۵۸-۵۹ میں گزر چکا ہے۔

[۹۱] یعنی تم خواہ کچھ کہو، ہمارے دلوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

[۹۲] یعنی جرأتِ مجرمانہ اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ رسُول کو رسُول جانتے تھے اور پھر اس کے قتل کا اقدام کیا اور فخریہ کہا کہ ہم نے اللہ کے رسول کو قتل کیا ہے۔ اس موقع پر اگر سورہ مریم رکوع ۲ ہمارے حواشی کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ بنی اسرائیل حضرت عیسیٰؑ کو فی الواقع رسُول جانتے تھے اور اس کے باوجود انہوں نے اپنے نزدیک انھیں صلیب دی۔

[۹۳] یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے ہی اٹھا لیے گئے تھے اور یہ کہ مسیحیوں اور یہودیوں، دونوں کا یہ خیال کہ مسیح نے صلیب پر جان دی محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ قبل اس کے کہ یہودی آپ کو صلیب پر چڑھاتے اللہ تعالیٰ نے کسی وقت آنجناب کو اٹھا لیا اور بعد میں یہودیوں نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ کوئی اور شخص تھا جس کو نہ معلوم کس وجہ سے ان لوگوں نے عیسیٰؑ ابنِ مریم سمجھ لیا۔

کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اُس کی موت سے پہلے اُس پر ایمان نہ لے[٩٤] آئے گا، اور قیامت کے روز وہ اُن پر گواہی دے گا۔ غرض اِن یہودیوں کے اِسی ظالمانہ رَوِیّہ کی بناء پر، اور اس بناء پر کہ یہ بکثرت اللّٰہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور سُود لیتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا تھا، اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں، ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں اِن کے لئے حرام کر دیں جو پہلے اِن کے لیے حلال تھیں، [٩٥] اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں اِن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مگر اِن میں جو لوگ پختہ علم رکھنے والے ہیں اور ایمان دار ہیں، وہ سب اُس تعلیم پر ایمان لاتے ہیں جو اے نبیؐ تمہاری طرف نازِل کی گئی ہے اور جو تم سے پہلے نازِل کی گئی تھی۔ اِس طرح کے ایمان لانے والے اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی کرنے والے اور اللّٰہ اور روزِ آخر پر سچا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کو ہم ضرور اجرِ عظیم عطا کریں گے۔ ع

اے نبیؐ، ہم نے تمہاری طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی۔ ہم نے داوٗدؑ کو زبور دی۔ ہم نے اُن رسُولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذِکر ہم اِس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں

---

[٩٤] اس فقرے کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں اور الفاظ میں دونوں کا یکساں احتمال ہے ایک معنی وہ جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیے ہیں دوسرے یہ کہ ”اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہ لے آئے“۔

[٩٥] غالباً یہ اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ جو آگے سورہ انعام آیت ١٤٦ میں آنے والا ہے یعنی یہ کہ بنی اسرائیل پر تمام وہ جانور حرام کر دیے گئے جن کے ناخن ہوتے ہیں اور ان پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی گئی۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ اشارہ ان دوسری پابندیوں اور سختیوں کی طرف بھی ہو جو یہودی فقہ میں پائی جاتی ہیں۔ کسی گروہ کے لیے دائرۂ زندگی کو تنگ کر دیا جانا فی الواقع اس کے حق میں ایک طرح کی سزا ہی ہے۔

CS CamScanner

اور اُن رسُولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا۔ ہم نے موسیٰؑ سے اِس طرح گفتگو کی جس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ سارے رسُول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ اُن کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حُجت نہ رہے [٩٦] اور اللہ بہرحال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔ (لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں) مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ اے نبیؐ، جو کچھ اس نے تم پر نازل کیا ہے اپنے عِلم سے نازل کیا ہے، اور اِس پر ملائکہ بھی گواہ ہیں، اگرچہ اللہ کا گواہ ہونا بالکل کفایت کرتا ہے۔ جو لوگ اس کو ماننے سے خود انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو خدا کے راستہ سے روکتے ہیں وہ یقیناً گمراہی میں حق سے بہت دُور نکل گئے ہیں۔ اِس طرح جن لوگوں نے کفر و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا، اور ظلم و ستم پر اُتر آئے اللہ اِن کو ہرگز معاف نہ کرے گا، اور انھیں کوئی راستہ بجز جہنّم کے راستہ کے نہ دِکھائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

لوگو، یہ رسُول تمہارے پاس تمہارے رَبّ کی طرف سے حق لے کر آ گیا ہے، ایمان لے آؤ، تمہارے ہی لیے بہتر ہے، اور اگر اِنکار کرتے ہو تو جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے، اور اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ [٩٧]

اے اہلِ کتاب، اپنے دین میں غلُو [٩٨] نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ اِس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسُول

---

[٩٦] یعنی ان تمام پیغمبروں کے بھیجنے کی ایک ہی غرض تھی اور وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نوعِ انسانی پر اتمامِ حُجت کرنا چاہتا ہے تاکہ آخری عدالت کے موقع پر کوئی گمراہ مجرم اُس کے سامنے یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ ہم ناواقف تھے اور آپ نے ہمیں حقیقتِ حال سے آگاہ کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا۔

[٩٧] یعنی تمہارا خدا نہ تو بے خبر ہے کہ اس کی سلطنت میں رہتے ہوئے تم شرارتیں کرو اور اسے معلوم نہ ہو اور نہ وہ نادان ہے کہ اسے اپنے فرامین کی خلاف ورزی کرنے والوں سے نمٹنے کا طریقہ نہ آتا ہو۔

[٩٨] یہاں اہلِ کتاب سے مراد عیسائی ہیں اور غلُو کے معنی ہیں کسی چیز کی تائید و حمایت میں حد سے گزر جانا۔ یہودیوں کا جُرم تو یہ تھا کہ وہ مسیحؑ کے انکار اور مخالفت میں حد سے گزر گئے اور عیسائیوں کا جُرم یہ ہے کہ وہ مسیحؑ کی عقیدت اور محبت میں حد سے گزر گئے اور ان کو اللہ کا بیٹا بلکہ خود اللہ قرار دے دیا۔

CS CamScanner

تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریمؑ کی طرف بھیجا[۹۹] اور ایک رُوح تھی اللہ کی طرف سے [۱۰۰] (جس نے مریمؑ کے رِحم میں بچہ کی شکل اختیار کی) پس تم اللہ اور اس کے رسُولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ "تین" ہیں۔[۱۰۱] باز آ جاؤ، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔ وہ پاک ہے۔ اِس سے کہ کوئی اس کا بیٹا [۱۰۲] ہو۔ زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں اس کی مِلک ہیں، اور اُن کی کفالت و خبر گیری کے لیے بس وہی کافی ہے۔ ع

مسیحؑ نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہو، اور نہ مقرّب ترین فرشتے اِس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبّر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔ اُس وقت وہ لوگ جنھوں نے ایمان لا کر نیک طرزِ عمل اختیار کیا ہے اپنے اجر پُورے پُورے پائیں گے اور اللہ اپنے فضل سے ان کو مزید اجر عطا فرمائے گا، اور جن لوگوں نے بندگی کو عار سمجھا اور تکبّر کیا ہے اُن کو اللہ دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا جن جن کی سرپرستی و مدد گاری پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی وہ وہاں نہ پائیں گے۔

لوگو، تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس دلیلِ روشن آگئی ہے۔ اور ہم نے

---

[۹۹] اصل میں لفظ "کلمہ" استعمال ہُوا ہے۔ مریم کی طرف کلمہ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مریم علیہا السّلام کے رحم پر یہ فرمان نازل کیا کہ کسی مرد کے نطفے سے سیراب ہوئے بغیر حمل کا استقرار قبول کرے۔ عیسائیوں نے پہلے لفظ کلمہ کو "کلام" یا "نطق" کا ہم معنی سمجھ لیا پھر اس کلام و نطق سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفتِ کلام مراد لے لی، پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ کی اس ذاتی صفت نے مریم علیہا السّلام کے بطن میں داخل ہو کر وہ جسمانی صورت اختیار کی جو مسیحؑ کی شکل میں ظاہر ہوئی اس طرح عیسائیوں میں مسیحؑ کی اُلوہیت کا فاسد عقیدہ پیدا ہوا اور اس غلط تصوّر نے جڑ پکڑ لی کہ خدا نے خود اپنے آپ کو یا اپنی ازلی صفات میں سے نطق و کلام کی صفت کو مسیحؑ کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔

[۱۰۰] یہاں خود مسیحؑ کو رُوحٌ مِّنۡہُ (خدا کی طرف سے ایک رُوح) کہا گیا ہے اور سورہ بقرہ آیت ۸۷ میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا ہے کہ "ہم نے پاک رُوح سے مسیحؑ کی مدد کی"۔ دونوں عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مسیح علیہ السّلام کو وہ پاکیزہ رُوح عطا کی تھی جو بدی سے نا آشنا تھی، سراسر حقانیت اور راست بازی تھی، اور از سر تا پا فضیلتِ اخلاق تھی عیسائیوں نے اس میں بھی غلو کیا رُوحٌ مِّنَ اللہ کو خود اللہ کی رُوح قرار دے لیا، اور رُوح القدس کا مطلب یہ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی رُوحِ مقدس تھی جو مسیحؑ کے اندر حلول کر گئی تھی۔ اس طرح اللہ اور مسیحؑ کے ساتھ ایک تیسرا

تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔ اب جو لوگ اللہ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔

اے نبیؐ، لوگ تم سے کلالہ [۱۰۳] کے معاملہ میں فتوی پوچھتے ہیں۔ کہو اللہ تمہیں فتوی دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن [۱۰۴] ہو تو وہ اس ترکہ میں سے نصف پائے گی، اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث [۱۰۵] ہوگا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حق دار [۱۰۶] ہوں گی، اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا۔ اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے، تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ع

سورۂ مائدہ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بندشوں کی پوری پابندی کرو۔ [۱] تمہارے لیے مویشی کی قسم

---

www.KitaboSunnat.com

خدا روح القدس کو بنا ڈالا گیا۔

[۱۰۱] یعنی تین خداؤں کے عقیدے کو چھوڑ دو خواہ وہ کسی شکل میں تمہارے اندر پایا جاتا ہو حقیقت یہ ہے کہ عیسائی بیک وقت توحید کو بھی مانتے ہیں اور تثلیث کو بھی۔ مسیح علیہ السلام کے صریح اقوال جو اناجیل میں ملتے ہیں ان کی بنا پر کوئی عیسائی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ بس ایک ہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے ان کے لیے یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ توحید اصل دین ہے مگر اس کے باوجود ذاتِ مسیح میں غلو کے باعث وہ تثلیث کے بھی قائل ہیں اور آج تک یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ ان دو متضاد عقیدوں کو ایک ساتھ کیسے نبھائیں۔

[۱۰۲] یہ عیسائیوں کے چوتھے غلو کی تردید ہے عیسائی روایات اگر صحیح بھی ہوں تو ان سے (خصوصاً پہلی تین انجیلوں سے) زیادہ سے زیادہ بس اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اللہ اور بندوں کے تعلق کو باپ اور اولاد کے تعلق سے تشبیہ دی تھی اور "باپ" کا لفظ اللہ کے لیے وہ محض مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ یہ تنہا مسیح ہی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ قدیم ترین زمانہ سے بنی اسرائیل اللہ کے لیے باپ کا لفظ بولتے چلے آرہے تھے اور اس کی بکثرت مثالیں بائیبل کے پرانے عہد نامہ میں موجود ہیں۔ مسیح نے یہ لفظ اپنی قوم کے محاورے کے مطابق ہی استعمال کیا تھا اور وہ اللہ کو صرف اپنا ہی نہیں بلکہ سب انسانوں کا باپ کہتے تھے۔ لیکن عیسائیوں نے یہاں پھر غلو سے کام لیا اور مسیح کو اللہ کا اکلوتا بیٹا قرار دے دیا۔

CS CamScanner

کے سب جانور حلال کیے گئے،[۲] سوائے اُن کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے۔ لیکن اِحرام کی حالت میں شکار کو اپنے لیے حلال نہ کرلو، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حُرمت نہ کرو۔[۳] حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال نہ کرلو قربانی کے جانوروں پر دست درازی نہ کرو، اُن جانوروں پر ہاتھ نہ ڈالو جن کی گردنوں میں نذرِ خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں، نہ اُن لوگوں کو چھیڑو جو اپنے رَبّ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مکانِ محترم (کعبہ) کی طرف جا رہے ہوں۔ ہاں جب اِحرام کی حالت ختم ہو جائے تو شکار تم کر سکتے ہو اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجدِ حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمھارا غُصّہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔[۴] نہیں، جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو، اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔

تم پر حرام کیا گیا مُردار، خون، سُور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھُٹ کر، یا چوٹ کھا کر، بلندی سے گر کر، یا ٹکر کھا کر مرا ہو، یا جسے

---

[۱۰۳] کُلالہ کے معنی میں اختلاف ہے بعض کی رائے میں کلالہ وہ شخص ہے جو لا وَلد بھی ہو اور جس کے باپ اور دادا بھی زندہ نہ ہوں اور بعض کے نزدیک محض لا وَلد مرنے والے کو کُلالہ کہا جاتا ہے لیکن عامۂ فقہاء نے حضرت ابوبکرؓ کی اس رائے کو تسلیم کرلیا ہے کہ اس کا اطلاق پہلی صورت پر ہی ہوتا ہے اور خود قرآن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہاں کلالہ کی بہن کو نصف ترکہ کا وارث قرار دیا گیا ہے حالانکہ اگر کُلالہ کا باپ زندہ ہو تو بہن کو سرے سے کوئی حصّہ پہنچتا ہی نہیں۔

[۱۰۴] یہاں ان بھائی بہنوں کی میراث کا ذکر ہو رہا ہے جو عینیت کے ساتھ ماں اور باپ دونوں میں، یا صرف باپ میں مشترک ہوں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک خطبہ میں اس معنی کی تصریح کی تھی اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہ کیا اس بنا پر یہ مجمع علیہ مسئلہ ہے۔

[۱۰۵] یعنی بھائی اس کے پورے مال کا وارث ہوگا اگر کوئی اور صاحبِ فریضہ نہ ہو۔ اور اگر کوئی صاحب فریضہ موجود ہو مثلاً شوہر، تو اس کا حصہ ادا کرنے کے بعد باقی تمام ترکہ بھائی کو ملے گا۔

[۱۰۶] یہی حکم دو سے زائد بہنوں کا بھی ہے۔

[۱] یعنی اِن حدود اور قیود کی پابندی کرو جو تم پر عائد کی گئی ہیں۔

کسی درندے نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پاکر ذبح کرلیا، اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔[۵] نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعہ سے اپنی قسمت معلوم کرو۔ یہ سب افعالِ فسق ہیں۔ آج کافروں کو تمہارے دِین کی طرف سے پوری مایوسی ہوچکی ہے، لہٰذا تم اُن سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دِین کو تمہارے لیے مکمل کر[۶] دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے، اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے[۷] (لہٰذا حَرام وحلال کی جو قیود تم پر عائد کردی گئی ہیں ان کی پابندی کرو) البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر اُن میں سے کوئی چیز کھالے، بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا[۸] اور رحم فرمانے والا ہے۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہو، تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں،[۹] اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو، جن کو خدا کے دیے ہوئے علم کی بناء پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو، وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں اس کو بھی تم کھا سکتے ہو،[۱۰] البتہ اس پر اللہ کا نام لے[۱۱] لو، اور اللہ کا قانون توڑنے سے ڈرو، اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔

آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ اہلِ کتاب کا کھانا

---

[۲] ''اَنعام'' (مویشی) کا لفظ عربی زبان میں اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری پر بولا جاتا ہے۔ اور 'بہیمہ' کا اطلاق ہر چرنے والے چوپائے پر ہوتا ہے۔ ''مویشی کی قسم کے چرندہ چوپائے تم پر حلال کیے گئے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب چرندہ جانور حلال ہیں جو مویشی کی نوعیت کے ہوں یعنی جو کچلیاں نہ رکھتے ہوں حیوانی غذا کے بجائے نباتی غذا کھاتے ہوں، اور دوسری حیوانی خصوصیات میں مویشیوں سے مماثلت رکھتے ہوں۔ اس کی وضاحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان احکام سے فرمادی ہے جن میں آپؐ نے درندوں اور شکاری پرندوں اور مُردار خوروں کو حرام قرار دیا ہے۔

[۳] ہر وہ چیز جو کسی مسلک یا عقیدے یا طرزِ فکر و عمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو وہ اس کا شعار کہلائے گی کیونکہ وہ اس کے لیے علامت یا نشانی کا کام دیتی ہے۔ سرکاری جھنڈے، فوج اور پولیس وغیرہ کے یونیفارم، سکے، نوٹ اور اسٹامپ حکومتوں کے شعائر ہیں۔ گرجا اور قربان گاہ اور صلیب مسیحیت کے شعائر ہیں۔ چوٹی اور زُنّار اور مندر برہمنیت کے شعائر ہیں کیس اور کڑا اور

تمہارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا اُن کے لیے [۱۲] اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہلِ ایمان کے گروہ سے ہوں یا اُن قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، [۱۳] بشرطیکہ تم اُن کے مَہر ادا کر کے نکاح میں اُن کے محافظ بنو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔ اور جس کسی نے ایمان کی رَوِش پر چلنے سے اِنکار کیا تو اس کا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہوگا۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اُٹھو تو چاہیے کہ اپنے مُنہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں پر ہاتھ پھیر لو، اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ [۱۴] اگر جَنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفعِ حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو، اور پانی نہ ملے، تو پاک مٹی سے کام لو،

کرپان وغیرہ سِکھ مذہب کے شعائر ہیں۔ ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کا شعار ہے۔ یہ سب مسلک اپنے اپنے پیروؤں سے اپنے ان شعائر کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر میں سے کسی شعار کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اس نظام کے خلاف دشمنی رکھتا ہے اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اسی نظام سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے اِرتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔ "شعائر اللّٰہ" سے مراد وہ تمام علامات یا نشانیاں ہیں جو شرک و کفر اور دہریّت کے بالمقابل خالص خدا پرستی کے مسلک کی نمائندگی کرتی ہوں۔

[۴] چونکہ کُفّار نے اس وقت مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے روک دیا تھا اور حج تک سے مسلمان محروم کر دیے گئے تھے، اس لیے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ جن کافر قبیلوں کے راستے اسلامی مقبوضات کے قریب سے گزرتے ہیں، ان کو ہم بھی حج سے روک دیں اور زمانۂ حج میں ان کے قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انھیں اس خیال سے باز رکھا۔

[۵] اصل میں لفظ "نُصُب" استعمال ہُوا ہے۔ اس سے مراد وہ سب مقامات ہیں جن کو غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کے لیے لوگوں نے مخصوص کر رکھا ہو، خواہ وہاں کوئی پتھر یا لکڑی کی مورت ہو یا نہ ہو۔ ہماری زبان میں اس کا ہم معنی لفظ آستانہ یا استھان ہے جو کسی بزرگ یا دیوتا سے، یا کسی خاص مشرکانہ اعتقاد سے وابستہ ہو۔ ایسے کسی آستانے پر ذبح کیا ہُوا جانور بھی حرام ہے۔

[۶] "آج" سے مراد کوئی خاص دن اور تاریخ نہیں ہے بلکہ وہ دَور یا زمانہ مراد ہے جس میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ ہماری زبان میں بھی آج کا لفظ زمانۂ حال کے لیے عام طور پر بولا جاتا ہے۔ "کافروں کو تمہارے دین کی طرف سے مایوسی ہو چکی ہے" یعنی اب تمہارا دین ایک مستقل نظام بن چکا ہے اور خود اپنی حاکمانہ طاقت کے ساتھ نافذ و قائم ہے۔ کُفّار اس طرف سے مایوس ہو چکے ہیں کہ وہ اسے مٹا سکیں گے اور تمھیں پھر پچھلی جاہلیّت کی طرف واپس لے جا سکیں گے" لہٰذا تم اُن

[illegible]

بس اُس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ [۱۵] اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔

اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے، اُس کا خیال رکھو اور اُس پختہ عہد و پیمان کو نہ بھولو جو اُس نے تم سے لیا ہے، یعنی تمھارا یہ قول کہ: "ہم نے سُنا اور اطاعت قبول کی۔" اللہ سے ڈرو، اللہ دِلوں کے راز تک جانتا ہے۔ اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، اللہ نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگزر کیا جائے گا اور انھیں بڑا اجر ملے گا۔ رہے وہ لوگ جو کفر کریں اور اللہ کی آیات کو جھٹلائیں تو وہ

سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو" یعنی اس دین کے احکام اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے میں کسی کافر طاقت کے غلبہ و قہر اور دراندازی و مزاحمت کا خطرہ تمہارے لیے باقی نہیں رہا ہے۔ اب تمھیں اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ اس کے احکام کی تعمیل میں اگر کوئی کوتاہی تم نے کی تو تمہارے پاس کوئی ایسا عذر نہ ہوگا جس کی بناء پر تمہارے ساتھ کچھ بھی نرمی کی جائے۔

[۷] دین کو مکمل کر دینے سے مراد اس کو ایک مستقل نظامِ فکر و عمل اور ایک ایسا مکمل نظامِ تہذیب و تمدن بنا دینا ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا جواب اصولاً یا تفصیلاً موجود ہو اور ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کسی حال میں اس سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ نعمت تمام کرنے سے مراد نعمتِ ہدایت کی تکمیل کر دینا ہے۔ اور اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میری اطاعت و بندگی اختیار کرنے کا جو اقرار کیا تھا، اس کو چونکہ تم اپنی سعی و عمل سے سچا اور مخلصانہ اقرار ثابت کر چکے ہو، اس لیے میں نے اسے درجۂ قبولیت عطا فرمایا ہے اور تمھیں عملاً اس حالت کو پہنچا دیا ہے کہ اب فی الواقع میرے سوا کسی کی اطاعت و بندگی کا جُوا تمھاری گردنوں پر باقی نہیں رہا۔ اب جس طرح اعتقاد میں تم میرے مُسلم ہو اسی طرح عملی زندگی میں بھی میرے سوا کسی اور کے مُسلم بن کر رہنے کے لیے کوئی مجبوری تمھیں لاحق نہیں رہی ہے۔

[۸] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ حاشیہ ۵۲۔

[۹] پوچھنے والوں کا مقصد یہ تھا کہ انھیں تمام حلال چیزوں کی تفصیل بتائی جائے تا کہ ان کے سوا ہر چیز کو وہ حرام سمجھیں۔ جواب میں قرآن نے حرام چیزوں کی تفصیل بتائی اور اس کے بعد یہ عام ہدایت دے کر چھوڑ دیا کہ ساری پاک چیزیں حلال ہیں اس طرح قدیم مذہبی نظریہ بالکل اُلٹ گیا۔ قدیم نظریہ یہ تھا کہ سب کچھ حرام ہے بجز اس کے جسے حلال ٹھہرایا جائے۔ قرآن نے اس کے برعکس یہ اصول مقرر کیا

دوزخ میں جانے والے ہیں۔

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ کے اُس احسان کو یاد کرو جو اُس نے (ابھی حال میں) تم پر کیا ہے، جب کہ ایک گروہ نے تم پر دست درازی کا ارادہ کر لیا تھا مگر اللہ نے اُن کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک [١٦] دیے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، ایمان رکھنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ع

اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب [١٧] مقرر کیے تھے۔ اور ان سے کہا تھا کہ: "میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسُولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے خدا کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہاری بُرائیاں تم سے زائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، مگر اس کے بعد جس نے تم میں سے کفر کی رَوِش اختیار کی تو درحقیقت اُس نے سواء السبیل [١٨] گم کر دی"۔ پھر یہ اُن کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دُور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیے۔ اب اُن کا حال یہ ہے کہ الفاظ کا اُلٹ پھیر کر کے

کہ سب کچھ حلال ہے بجز اس کے جس کی حُرمت کی تصریح کر دی جائے۔ حلال کے لیے "پاک" کی قید اس لیے لگائی کہ ناپاک چیزوں کو حلال ٹھہرانے کی کوشش نہ کی جائے رہا یہ سوال کہ اشیاء کے "پاک" ہونے کا تعین کس طرح ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیزیں اصولِ شرع میں سے کسی قاعدے کے ماتحت ناپاک قرار پائیں یا جن چیزوں سے ذوقِ سلیم کراہت کرے یا جنہیں مہذب انسان نے بالعموم اپنے فطری احساسِ نظافت کے خلاف پایا ہو، ان کے ماسوا سب کچھ پاک ہے۔

[١٠] شکاری جانوروں سے مراد کُتے، چیتے، باز، شکرے اور تمام وہ درندے اور پرندے ہیں جن سے انسان شکار کی خدمت لیتا ہے سدھائے ہوئے جانور کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ جس کا شکار کرتا ہے اسے عام درندوں کی طرح پھاڑ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک کے لیے پکڑ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے عام درندوں کا پھاڑا ہُوا جانور حرام ہے اور سدھائے ہوئے درندوں کا شکار حلال۔

[١١] یعنی شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہو۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہُوا کہ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے ہوئے اللہ کا نام لینا ضروری ہے۔ اس کے بعد اگر شکار زندہ ملے تو پھر اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کر لینا چاہیے اور اگر زندہ نہ ملے تو اس کے بغیر ہی وہ حلال ہوگا کیونکہ ابتداءً شکاری جانور کو اس پر چھوڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جا چکا تھا، یہی حکم تیر کا بھی ہے۔

[١٢] اہلِ کتاب کے کھانے میں ان کا ذبیحہ بھی شامل ہے ہمارے لیے ان کا اور ان کے لیے ہمارا کھانا حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ اور کوئی چھوت چھات نہیں ہے ہم ان کے ساتھ کھا سکتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ۔ لیکن یہ عام اجازت دینے سے پہلے اس فقرے کا اعادہ فرما دیا گیا ہے کہ "تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی

بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں، جو تعلیم انھیں دی گئی تھی اُس کا بڑا حصّہ بھول چکے ہیں، اور آئے دن تمھیں ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں۔ (پس جب یہ اس حال کو پہنچ چکے ہیں تو جو شرارتیں بھی یہ کریں وہ ان سے عین متوقع ہیں) لہٰذا انھیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی رَوِش رکھتے ہیں۔

اِسی طرح ہم نے اُن لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جنھوں نے کہا تھا کہ ہم "نصارٰی" ہیں، مگر ان کو بھی جو سبق یاد کرایا گیا تھا اس کا ایک بڑا حصّہ انھوں نے فراموش کر دیا، آخر کار ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور آپس کے بُغض و عِناد کا بیج بو دیا، اور ضرور ایک وقت آئے گا جب اللہ انھیں بتائے گا کہ وہ دنیا میں کیا بناتے رہے ہیں۔

اے اہلِ کتاب، ہمارا رسُول تمہارے پاس آ گیا ہے جو کتابِ الٰہی کی بہت سی اُن باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے، اور بہت سی باتوں سے دَرگزر بھی کر جاتا ہے۔[۱۹] تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نُما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اِذن سے اُن کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لاتا ہے اور راہِ راست کی

ہیں" اس سے معلوم ہُوا کہ اہلِ کتاب اگر پاکی وطہارت کے ان قوانین کی پابندی نہ کریں جو شریعت کے نقطۂ نظر سے ضروری ہیں، یا اگر ان کے کھانے میں حرام چیزیں شامل ہوں تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے مثلاً اگر وہ اللہ کا نام لیے بغیر کسی جانور کو ذبح کریں یا اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیں تو اسے کھانا ہمارے لیے جائز نہیں۔

[۱۳] اس سے مراد یہود اور نصارٰی ہیں۔ نکاح کی اجازت صرف انھی کی عورتوں سے دی گئی ہے اور اس کے ساتھ شرط یہ لگا دی گئی ہے کہ وہ مُحصَنات (محفوظ عورتیں) ہوں یعنی آوارہ نہ ہوں اور بعد کے فقرے میں یہ تنبیہ بھی کر دی گئی کہ یہودی یا عیسائی بیوی کی خاطر ایمان نہ کھو بیٹھنا۔

[۱۴] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے منہ دھونے میں کُلّی کرنا اور ناک صاف کرنا بھی شامل ہے بغیر اس کے منہ کے غسل کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور کان چونکہ سر کا ایک حصہ ہیں اس لیے سر کے مسح میں کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصّوں کا مسح بھی شامل ہے نیز وضو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے چاہییں تا کہ جن ہاتھوں سے آدمی وضو کر رہا ہو وہ خود پہلے پاک ہو جائیں۔

[۱۵] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ نساء حواشی ۴۱، ۴۳۔

[۱۶] اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ یہودیوں میں سے

طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ مسیحؑ ابنِ مریمؑ ہی خدا ہے۔ اے نبیؐ، ان سے کہو کہ اگر خدا مسیحؑ ابنِ مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اُس کو اِس ارادے سے باز رکھ سکے؟ اللہ تو زمین اور آسمانوں کا اور اُن سب چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمانوں کے درمیان پائی جاتی ہیں، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے[۲۰] اور اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔

یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ ان سے پوچھو، پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ درحقیقت تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے اور انسان خدا نے پیدا کیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے، زمین اور آسمان اور ان کی ساری موجودات اس کی مِلک ہیں، اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔

اے اہلِ کتاب، ہمارا یہ رسولؐ ایسے وقت تمھارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم تمھیں دے رہا ہے۔ جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے

ایک گروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاص خاص صحابہؓ کو کھانے کی دعوت پر بلایا تھا اور خفیہ طور پر یہ سازش کی تھی کہ اچانک اِن پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس طرح اسلام کی جان نکال دیں گے لیکن عین وقت پر اللہ کے فضل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش کا حال معلوم ہو گیا اور آپ دعوت پر تشریف نہ لے گئے۔

[۱۷] نقیب کے معنی نگرانی اور تفتیش کرنے والے کے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر قبیلہ پر ایک ایک نقیب خود اسی قبیلہ سے مقرر کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ ان کے حالات پر نظر رکھے اور انھیں بے دینی و بد اخلاقی سے بچانے کی کوشش کرتا رہے۔

[۱۸] سواء السبیل اس شاہراہ کو کہتے ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے باقاعدہ بنا دی گئی ہو۔ اسے گم کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شاہراہ سے ہٹ کر پگڈنڈیوں میں بھٹک جائے۔

[۱۹] یعنی تمھاری بعض چوریاں اور خیانتیں کھول دیتا ہے جن کا کھولنا دینِ حق کو قائم کرنے کے لیے ناگزیر ہے اور بعض سے چشم پوشی اختیار کر لیتا ہے جن کے کھولنے کی کوئی حقیقی ضرورت نہیں ہے۔

[۲۰] یعنی محض مسیحؑ کے بن باپ پیدا ہونے کی وجہ سے تم لوگوں نے اُن کو خدا بنا ڈالا حالانکہ اللہ جس کو جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کوئی بندہ اس بناء پر خدا نہیں بن جاتا کہ اللہ نے اسے غیر معمولی طور پر پیدا کیا ہے۔

CS CamScanner

بند تھا، تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ سو دیکھو، اب وہ بشارت دینے اور ڈرانے والا آ گیا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر[۲۱] ہے۔ ع

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: ”اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی اُس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمھیں عطا کی تھی۔ اُس نے تم میں نبی پیدا کیے، تم کو فرماں روا بنایا، اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دیا تھا۔ اے برادرانِ قوم، اس مُقدّس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دی[۲۲] ہے، پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے“۔ انھوں نے جواب دیا: ”اے موسیٰؑ، وہاں تو بڑے زَبَردَست لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔“ اُن ڈرنے والوں میں دو شخص ایسے بھی تھے جن کو اللہ نے اپنی نعمت سے[۲۳] نوازا تھا۔ انھوں نے کہا: ”اِن جبّاروں کے مقابلہ میں دروازے کے اندر گھس جاؤ، جب تم اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔“ لیکن انھوں نے پھر یہی کہا کہ: ”اے موسیٰؑ، ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ بس تم اور تمھارا ربّ، دونوں جاؤ

---

[۲۱] یعنی اگر تم نے اس بشیر و نذیر کی بات نہ مانی تو یاد رکھو کہ اللہ قادر و توانا ہے ہر سزا جو وہ تمھیں دینا چاہے بلا مزاحمت دے سکتا ہے۔

[۲۲] مراد ہے فلسطین کی سرزمین جو اس وقت سخت مشرک اور بدکار قوموں سے آباد تھی۔ بنی اسرائیل جب مصر سے نکل آئے تو اسی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نامزد فرمایا اور حکم دیا کہ جا کر اسے فتح کر لو۔

[۲۳] ان دونوں بزرگوں میں سے ایک حضرت یُوشع بن نون تھے جو حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کے خلیفہ ہوئے۔ دوسرے حضرت کالِب تھے جو حضرت یُوشع کے دستِ راست بنے۔ چالیس برس تک بھٹکنے کے بعد جب بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے اس وقت حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں میں سے صرف یہی دو بزرگ زندہ تھے۔

اور لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں''۔ اس پر موسیٰؑ نے کہا: ''اے میرے رَبّ، میرے اختیار میں کوئی نہیں مگر یا میری اپنی ذات یا میرا بھائی، پس تُو ہمیں اِن نافرمان لوگوں سے الگ کر دے''۔ اللہ نے جواب دیا: ''اچھا تو وہ ملک چالیس سال تک اِن پر حرام ہے، یہ زمین میں مارے مارے پھریں گے، اِن نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھاؤ''۔[۲۴]

اور ذرا انھیں آدمؑ کے دو بیٹوں کا قِصّہ بھی بے کم و کاست سُنا دو۔ جب اُن دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی، اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اُس نے کہا: ''میں تجھے مار ڈالوں گا۔'' اس نے جواب دیا: ''اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تُو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اُٹھاؤں[۲۵] گا، میں اللہ رَبُّ العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تُو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔'' آخر کار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان کر دیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا

---

[۲۴] یہاں اس واقعہ کا حوالہ دینے سے مقصود دراصل بنی اسرائیل کو یہ جتانا ہے کہ موسیٰؑ کے زمانہ میں نافرمانی، انحراف اور پست ہمتی سے کام لے کر جو سزا تم نے پائی تھی، اب اس سے بہت زیادہ سخت سزا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں باغیانہ رَوِش اختیار کر کے پاؤ گے۔

[۲۵] اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر تُو مجھے قتل کرنے کے لیے آئے گا تو میں ہاتھ باندھ کر تیرے سامنے قتل ہونے کے لیے بیٹھ جاؤں گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو میرے قتل کے درپے ہوتا ہے تو ہو مَیں تیرے قتل کے درپے نہ ہوں گا۔

جو زمین کھودنے لگا، تاکہ اُسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا: ''افسوس مجھ پر! میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا''۔ اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔ [۲۶]

اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ: ''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اُس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی''۔ مگر اُن کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسُول پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی اِن میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسُولوں سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا [۲۷] کریں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سُولی پر چڑھائے جائیں، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں۔ یہ ذِلّت و رسوائی تو اُن کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اِس سے بڑی سزا ہے۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اِس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ

---

[۲۶] یہاں اس واقعہ کا ذکر کرنے سے مقصد یہودیوں کو ان کی اس سازش پر ملامت کرنا ہے جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جلیل القدر صحابہؓ کو قتل کرنے کے لیے کی تھی۔ دونوں واقعات میں مماثلت بالکل واضح ہے یہ لوگ بھی حسد کی بناء پر حضور کو قتل کرنا چاہتے تھے اور آدم علیہ السّلام کے اس بیٹے نے بھی حسد کی بناء پر ہی اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔

[۲۷] زمین سے مراد یہاں وہ مُلک یا وہ علاقہ ہے جس میں امن و انتظام قائم کرنے کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لے رکھی ہو۔ اور خدا اور رسول سے لڑنے کا مطلب اس نظامِ صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو۔ فقہائے اسلام کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلح ہو کر اور جتھہ بندی کر کے ڈاکہ زنی اور غارت گری کریں۔

اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۲۸] ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اُس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو[۲۹] اور اُس کی راہ میں جدوجہد کرو، شاید کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔ خوب جان لو کہ جن لوگوں نے کفر کا رَوِیّہ اختیار کیا ہے، اگر اُن کے قبضہ میں ساری زمین کی دولت ہو اور اتنی ہی اور اس کے ساتھ، اور وہ چاہیں کہ اسے فدیہ میں دے کر روزِ قیامت کے عذاب سے بچ جائیں، تب بھی وہ اُن سے قبول نہ کی جائے گی اور انھیں دردناک سزا مل کر رہے گی۔ وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر نہ نکل سکیں گے اور انھیں قائم رہنے والا عذاب دیا جائے گا۔

اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو،[۳۰] یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔ پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظرِ عنایت پھر اُس پر مائل ہو جائے گی،[۳۱] اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک ہے؟ جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کر دے، وہ ہر چیز کا اختیار رکھتا ہے۔

---

[۲۸] یعنی اگر وہ سعیِ فساد سے باز آ گئے ہوں اور صالح نظام کو درہم برہم کرنے یا الٹنے کی کوشش چھوڑ چکے ہوں اور ان کا بعد کا طرزِ عمل ثابت کر رہا ہو کہ وہ امن پسند، مطیعِ قانون اور نیک چلن انسان بن چکے ہیں اور اس کے بعد ان کے سابق جرائم کا پتہ چلے تو ان سزاؤں میں سے کوئی سزا ان کو نہ دی جائے گی جو اوپر بیان ہوئی ہیں البتہ آدمیوں کے حقوق پر اگر کوئی دست درازی انہوں نے کی تھی تو اس کی ذمہ داری ان پر سے ساقط نہ ہوگی مثلاً اگر کسی انسان کو انہوں نے قتل کیا تھا یا کسی کا مال لیا تھا یا کوئی اور جُرم انسانی جان و مال کے خلاف کیا تھا تو اسی جُرم کے بارے میں فوجداری مقدمہ ان پر قائم کیا جائے گا لیکن بغاوت اور غداری اور اللہ اور رسُول کے خلاف جنگ کا کوئی مقدمہ نہ چلایا جائے گا۔

[۲۹] یعنی ہر اس ذریعے کے طالب اور جویاں رہو جس سے تم اللہ کا تقرب حاصل کر سکو اور اس کی رضا کو پہنچ سکو۔

[۳۰] دونوں ہاتھ نہیں بلکہ ایک ہاتھ۔ پہلی چوری پر سیدھا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ سرقہ کا اطلاق صرف اس فعل پر ہوتا ہے کہ آدمی کسی کے مال کو اس کی حفاظت سے نکال کر اپنے قبضہ میں کرے۔ ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اور معتبر روایات کی رُو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ڈھال کی قیمت دس درہم ہوتی تھی اور اس زمانے کے درہم میں ۳ ماشہ ۱ ۵/۱ رتی چاندی ہُوا کرتی تھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جائیگی مثلاً پھل اور ترکاری کی چوری،

اے پیغمبرؐ تمہارے لیے باعثِ رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں۔ خواہ وہ اُن میں سے ہوں جو مُنہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر دل اُن کے ایمان نہیں لائے، یا اُن میں سے ہوں جو یہودی ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ جھوٹ کے لیے کان لگاتے ہیں، اور دوسرے لوگوں کی خاطر، جو تمھارے پاس کبھی نہیں آئے سُن گُن لیتے پھرتے ہیں، کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعیّن ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں، اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمھیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو۔ [۴۲] جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہو، اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے تم کچھ نہیں کر سکتے، [۴۳] یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا، اُن کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت سزا۔ یہ جھوٹ سُننے والے اور حرام کے مال کھانے والے ہیں، لہٰذا اگر یہ تمھارے پاس (اپنے مقدمات لے کر) آئیں تو تمھیں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہو ان کا فیصلہ کرو ورنہ انکار کر دو۔ انکار کر دو تو یہ تمھارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، اور فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے [۴۴]

کھانے کی چوری، حقیر چیزوں کی چوری، پرندے کی چوری، بیت المال کی چوری، مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی چوریوں میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ سب چوریاں معاف ہیں۔

[۴۱] اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کٹنے کے بعد جو شخص توبہ کر لے اور اپنے نفس کو چوری سے پاک کر کے اللہ کا صالح بندہ بن جائے وہ اللہ کے غضب سے بچ جائے گا اور اللہ اس کے دامن سے اس داغ کو دھو دے گا لیکن اگر کسی شخص نے ہاتھ کٹوانے کے بعد بھی اپنے آپ کو بدنیتی سے پاک نہ کیا اور وہی گندے جذبات اپنے اندر پرورش کیے جن کی بناء پر اس نے چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھ تو اس کے بدن سے جدا ہو گیا مگر چوری اس کے نفس میں بدستور موجود رہی۔ اس وجہ سے وہ اللہ کے غضب کا اسی طرح مستحق رہے گا جس طرح ہاتھ کٹنے سے پہلے تھا اسی لیے قرآن مجید چور کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے اور اپنے نفس کی اصلاح کرلے کیونکہ نفس کی پاکی عدالتی سزا سے نہیں صرف توبہ اور رجوع اِلی اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔

[۴۲] یعنی جاہل عوام سے کہتے ہیں کہ جو حکم ہم بتا رہے ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی حکم تمھیں بتائیں تو اسے قبول کرنا ورنہ رَدّ کر دینا۔

[۴۳] اللہ کی طرف سے کسی کے فتنہ میں ڈالے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر اللہ تعالیٰ کسی قسم کے بُرے میلانات پرورش پاتے دیکھتا ہے اس کے سامنے پے درپے ایسے مواقع لاتا ہے جن

اور یہ تمہیں کیسے حَکم بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہُوا ہے اور پھر یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی، جو مُسلم تھے، اُسی کے مطابق اِن یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور اسی طرح ربّانی (علماء) اور اَحبار[۳۵] بھی (اسی پر فیصلہ کا مدار رکھتے تھے) کیونکہ انھیں کتابُ اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا، اور وہ اس پر گواہ تھے پس (اے گروہِ یہود) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔ پھر جو قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اُس کے لیے کفّارہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

میں اس کی سخت آزمائش ہوتی ہے۔ اگر وہ شخص ابھی برائی کی طرف پوری طرح نہیں جُھکا ہے تو ان آزمائشوں سے سنبھل جاتا ہے اور اس کے اندر بدی کا مقابلہ کرنے کے لیے نیکی کی جو قوتیں موجود ہوتی ہیں وہ اُبھر آتی ہیں لیکن اگر وہ برائی کی طرف پوری طرح جھک چکا ہوتا ہے اور اس کی نیکی اس کی بدی سے اندر ہی اندر شکست کھا چکی ہوتی ہے تو ہر ایسی آزمائش کے موقع پر وہ اور زیادہ بدی کے پھندے میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ فتنہ ہے۔ جس سے کسی بگڑتے ہوئے انسان کو بچا لینا اس کے کسی خیر خواہ کے بس میں نہیں ہوتا۔

[۳۴] یہودی اس وقت تک اسلامی حکومت کی باقاعدہ رعایا نہیں بنے تھے بلکہ اسلامی حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات معاہدات پر مبنی تھے۔ اس وجہ سے ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں آنا ضروری نہ تھا لیکن جن معاملات میں وہ خود اپنے مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے ان کا فیصلہ کرانے کے لیے حضورؐ کے پاس اس امید پر آ جاتے تھے کہ شاید آپ کی شریعت میں ان کے لیے کوئی دوسرا حکم ہو اور اس طرح وہ اپنے مذہبی قانون کی پیروی سے بچ جائیں۔

[۳۵] ربّانی سے مراد علماء ہیں اور احبار سے مراد فقہاء۔

پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو بھیجا۔ توراۃ میں سے جو کچھ اُس کے سامنے موجود تھا وہ اُس کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور ہم نے اُس کو انجیل عطا کی جس میں رہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی توراۃ میں سے جو کچھ اُس وقت موجود تھا اُس کی تصدیق کرنے والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔ ہمارا حکم تھا کہ اہلِ انجیل اُس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اِس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔ [۳۶]

پھر اے نبیؐ، ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اِس کے آگے موجود ہے اُس کی تصدیق کرنے والی اور اُس کی محافظ و نگہبان ہے، [۳۷] لہٰذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اُس سے منہ موڑ کر اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہم نے تم (انسانوں) میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی۔ اگرچہ تمھارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک اُمت بھی بنا سکتا تھا، لیکن اُس نے یہ اس لیے کیا کہ جو کچھ اِس نے تم لوگوں کو دیا ہے، اُس میں تمہاری آزمائش کرے۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

---

[۳۶] یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کیے ہیں: ایک یہ کہ وہ کافر ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔ جو شخص حکمِ الٰہی کے خلاف اس بناء پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے وہ مکمل کافر اور ظالم اور فاسق ہے، اور جو اعتقاداً حکمِ الٰہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ اگرچہ خارج از ملت تو نہیں ہے مگر اپنے ایمان کو کفر، اور فسق سے مخلوط کر رہا ہے۔ اسی طرح جس نے تمام معاملات میں حکمِ الٰہی سے انحراف اختیار کر لیا ہے۔ وہ تمام معاملات میں کافر، ظالم اور فاسق ہے اور جو بعض معاملات میں مطیع اور بعض میں منحرف ہے اس کی زندگی میں ایمان و اسلام اور کفر و ظلم و فسق کی آمیزش ٹھیک اسی تناسب کے ساتھ ہے جس تناسب کے ساتھ اس نے اطاعت اور انحراف کو ملا رکھا ہے۔

[۳۷] یہاں ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اگرچہ اس مضمون کو یوں بھی ادا کیا جا سکتا تھا کہ ”پچھلی کتابوں“ میں سے جو کچھ اپنی اصلی اور صحیح صورت پر باقی ہے قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ

پس اے نبیؐ، تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق اِن لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اِن کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنہ میں ڈال کر اُس ہدایت سے ذرّہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمہاری طرف نازل کی ہے، پھر اگر یہ اُس سے منہ موڑیں تو جان لو کہ اللہ نے اِن کے بعض گناہوں کی پاداش میں اُن کو مبتلائے مصیبت کرنے کا ارادہ ہی کرلیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ اِن لوگوں میں سے اکثر فاسق ہیں۔ (اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیّت [۳۸] کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اُن کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے۔ ع

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی اِن کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اُس کا شمار بھی پھر اُنھی میں ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کردیتا ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نِفاق کی بیماری ہے وہ اُنھی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں: "ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم کسی مصیبت کے چکّر میں نہ پھنس جائیں۔" مگر بعید نہیں کہ اللہ جب تمہیں فیصلہ کُن فتح بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اِس نفاق پر جسے یہ دلوں میں چُھپائے ہوئے ہیں نادِم ہوں گے۔

نے "پچھلی کتابوں" کے بجائے "الکتاب" کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ قرآن اور تمام وہ کتابیں جو مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں سب کی سب فی الاصل ایک ہی کتاب ہیں ایک ہی ان کا مصنف ہے ایک ہی ان کا مدعا اور مقصد ہے ایک ہی ان کی تعلیم ہے اور ایک ہی علم ہے جو ان کے ذریعہ سے نوعِ انسانی کو عطا کیا گیا۔ فرق اگر ہے تو عبارات کا ہے جو ایک ہی مقصد کے لیے مختلف مخاطبوں کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے اختیار کی گئیں۔ قرآن کو الکتاب کا محافظ و مہیمن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تمام برحق تعلیمات کو جو پچھلی کتب آسمانی میں دی گئی تھیں اپنے اندر لے کر محفوظ کردیا ہے اب ان کی تعلیمات برحق کا کوئی حصہ ضائع نہ ہونے پائے گا۔

[۳۸] جاہلیّت کا لفظ اسلام کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے کیوں کہ اس کی طرف خدا نے رہنمائی کی ہے جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے اور اس کے برعکس ہر وہ طریقہ جو اسلام سے مختلف ہے جاہلیّت کا طریقہ ہے عرب کے زمانۂ قبل اسلام کو جاہلیّت کا دَور اس معنی میں کہا گیا

اور اُس وقت اہلِ ایمان کہیں گے، ”کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر یقین دِلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟“ اِن کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ ناکام و نامراد ہو کر رہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دِین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبوب ہو گا، جو مومنوں پر نرم اور کفّار پر سخت ہوں گے، [۳۹] جو اللہ کی راہ میں جد و جہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اہلِ ایمان کو اپنا رفیق بنا لے اُسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے پیش رَو اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنا لیا ہے، اُنھیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

ہے کہ اس زمانے میں علم کے بغیر محض وہم یا قیاس و گمان یا خواہشات کی بناء پر انسانوں نے اپنے لیے زندگی کے طریقے مقرر کر لیے تھے یہ طرزِ عمل جہاں جس دَور میں بھی اختیار کیا جائے اسے بہر حال جاہلیت ہی کا طرزِ عمل کہا جائے گا۔

[۳۹] ”مومنوں پر نرم“ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اہلِ ایمان کے مقابلے میں اپنی طاقت کبھی استعمال نہ کرے اس کی ذہانت، اس کی ہوشیاری، اس کی قابلیت، اس کا رسوخ و اثر، اس کا مال، اس کا جسمانی زور، کوئی چیز بھی مسلمانوں کو دبانے اور ستانے اور نقصان پہنچانے کے لیے نہ ہو۔ مسلمان اپنے درمیان اس کو ہمیشہ ایک نرم خُو، رحم دل، ہمدرد اور حلیم انسان ہی پائیں کفّار پر سخت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن آدمی اپنے ایمان کی پختگی، دینداری کے خلوص، اصول کی مضبوطی، سیرت کی طاقت اور ایمان کی فراست کی وجہ سے مخالفینِ اسلام کے مقابلہ میں پتھر کی چٹان کے مانند ہو کہ

جب تم نماز کے لیے منادی کرتے ہو تو وہ اِس کا مذاق اڑاتے اور اس سے کھیلتے ہیں۔[۴۰] اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔ اِن سے کہو: ’’اے اہلِ کتاب، تم جس بات پر ہم سے بگڑے ہو وہ اِس کے سوا اور کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور دِین کی اُس تعلیم پر ایمان لے آئے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور ہم سے پہلے بھی نازل ہوئی تھی، اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں؟‘‘ پھر کہو: ’’کیا میں اُن لوگوں کی نشان دہی کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے؟ وہ جن پر خدا نے لعنت کی، جن پر اُس کا غضب ٹوٹا، جن میں سے بندر اور سُوَر بنائے گئے، جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی۔ اُن کا درجہ اور بھی زیادہ بُرا ہے اور وہ سَوَاءُالسبیل سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔‘‘

جب یہ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، حالانکہ کفر لیے ہوئے آئے تھے اور کفر ہی لیے ہوئے واپس گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ اِن میں سے بکثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور حرام کے مال کھاتے ہیں۔ بہت بُری حرکات ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔ کیوں اِن کے علماء اور مشائخ انھیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے؟ یقیناً بہت ہی بُرا کارنامۂ زندگی ہے جو وہ تیار کر رہے ہیں۔

کسی طرح اپنے مقام سے ہٹایا نہ جاسکے۔ وہ اسے کبھی موم کی ناک اور نرم چارہ نہ پائیں انھیں جب بھی اس سے سابقہ پیش آئے ان پر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اللہ کا بندہ مر سکتا ہے مگر کسی قیمت پر بک نہیں سکتا اور کسی دباؤ سے دب نہیں سکتا۔

[۴۰] یعنی اذان کی آواز سُن کر اس کی نقلیں اتارتے ہیں، تمسخر کے لیے اس کے الفاظ بدلتے اور مسخ کرتے ہیں اور اس پر آوازے کستے ہیں۔

یہودی کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔[۴۱] باندھے گئے اِن کے ہاتھ،[۴۲] اور لعنت پڑی ان پر اُس بکواس کی بدولت جو یہ کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاتھ تو کشادہ ہیں، جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کلام تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل ہُوا ہے وہ اُن میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی و باطل پرستی میں اُلٹے اضافہ کا مُوجب بن گیا ہے، اور (اس کی پاداش میں) ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے۔ جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اِس کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ زمین میں فساد پھیلانے کی سَعی کر رہے ہیں، مگر اللہ فساد برپا کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اگر (اِس سرکشی کے بجائے) یہ اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور خدا ترسی کی رَوِش اختیار کرتے تو ہم ان کی برائیاں ان سے دُور کر دیتے اور اِن کو نعمت بھری جنّتوں میں پہنچاتے۔ کاش اِنھوں نے توراۃ اور انجیل اور اُن دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو اِن کے ربّ کی طرف سے اِن کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ ایسا کرتے تو اِن کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے اُبلتا۔ اگرچہ اِن میں کچھ لوگ راست رَو بھی ہیں لیکن ان کی اکثریت سخت بد عمل ہے۔ع

اے پیغمبرؑ، جو کچھ تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اُس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللّٰہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔

---

[۴۱] عربی محاورے کے مطابق کسی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بخیل ہے عطا اور بخشش سے اس کا ہاتھ رُکا ہُوا ہے۔

[۴۲] یعنی بُخل میں یہ خود مبتلا ہیں۔ دنیا میں اپنے بُخل اور اپنی تنگ دلی کے لیے ضرب المثل بن چکے ہیں۔

صاف کہہ دو کہ ''اے اہلِ کتاب، تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ توراۃ اور انجیل اور اُن دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے ربّ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں''۔ ضرور ہے کہ یہ فرمان جو تم پر نازل کیا گیا ہے اِن میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھا دے گا۔ مگر انکار کرنے والوں کے حال پر کچھ افسوس نہ کرو (یقین جانو کہ یہاں اِجارہ کسی کا بھی نہیں ہے) مسلمان ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا عیسائی، جو بھی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا بے شک اُس کے لیے نہ کسی خوف کا مقام ہے نہ رنج کا۔ [۴۳]

ہم نے بنی اسرائیل سے پُختہ عہد لیا اور اُن کی طرف بہت سے رسول بھیجے۔ مگر جب کبھی اُن کے پاس کوئی رسُول اُن کی خواہشاتِ نفس کے خلاف کچھ لے کر آیا تو کسی کو اُنہوں نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا، اور اپنے نزدیک یہ سمجھے کہ کوئی فتنہ رُونما نہ ہوگا، اِس لیے اندھے اور بہرے بن گئے۔ پھر اللہ نے انھیں معاف کیا تو اُن میں سے اکثر لوگ اور زیادہ اندھے اور بہرے بنتے چلے گئے۔ اللہ اُن کی یہ سب حرکات دیکھتا رہا ہے۔

یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابنِ مریم ہی ہے۔ حالانکہ مسیحؑ نے کہا تھا، کہ ''اے بنی اسرائیل، اللہ کی بندگی کرو جو میرا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی''۔

---

[۴۳] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ آیت ۶۲ حاشیہ ۲۶۔

جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا اُس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اُس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے، حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اِن باتوں سے باز نہ آئے تو اِن میں سے جس جس نے کفر کیا ہے اُس کو دردناک سزا دی جائے گی۔ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اُس سے معافی نہ مانگیں گے؟ اللہ بہت درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مسیحؑ ابنِ مریمؑ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسُول تھا، اُس سے پہلے اور بھی بہت سے رسُول گزر چکے تھے، اُس کی ماں ایک راست باز عورت تھی، اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح اُن کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں، پھر دیکھو یہ کدھر اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔[۴۴]

اُن سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ کہو "اے اہلِ کتاب، اپنے دین میں ناحق غلُوّ نہ کرو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور "سَوَاءُ السَّبِيلِ" سے بھٹک گئے"۔ ع

---

[۴۴] ان چند لفظوں میں عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیّتِ مسیحؑ کی ایسی صاف تردید کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ صفائی ممکن نہیں ہے۔ مسیحؑ کے بارے میں اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ فی الحقیقت وہ کیا تھا تو ان علامات سے بالکل غیر مشتبہ طور پر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ محض ایک انسان تھا۔ ظاہر ہے کہ جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہُوا جس کا شجرۂ نسب تک موجود ہے جو انسانی جسم رکھتا تھا جو ان تمام حدود سے محدود اور ان تمام قیود سے مقیّد اور ان تمام صفات سے متصف تھا جو انسان کے لیے مخصوص ہیں جو سوتا تھا، کھاتا تھا، گرمی اور سردی محسوس کرتا تھا حتّٰی کہ جسے عیسائیوں کے اپنے بیان کے مطابق شیطان کے ذریعے سے آزمائش میں بھی ڈالا گیا، اس کے متعلق کون معقول انسان یہ تصوّر کر سکتا ہے کہ وہ خود خدا ہے یا خدائی میں خدا کا شریک وسہیم ہے۔

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اُن پر داوٗدؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی، کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے، اُنہوں نے ایک دُوسرے کو بُرے اَفعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ [۴۵] دیا تھا، بُرا طرزِ عمل تھا جو انھوں نے اختیار کیا۔ آج تم اُن میں بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو (اہلِ ایمان کے مقابلے میں) کُفار کی حمایت و رفاقت کرتے ہیں۔ یقیناً بہت بُرا انجام ہے جس کی تیاری ان کے نفسوں نے اُن کے لیے کی ہے، اللہ اُن پر غضب ناک ہو گیا ہے اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور پیغمبرؐ اور اُس چیز کے ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تھی تو کبھی (اہلِ ایمان کے مقابلے میں) کافروں کو اپنا رفیق نہ بناتے۔ مگر ان میں سے تو بیشتر لوگ خدا کی اِطاعت سے نکل چکے ہیں۔

تم اہلِ ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے، اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اِس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارکُ الدُّنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور اُن میں غرورِ نفس نہیں ہے۔

---

[۴۵] ہر قوم کا بگاڑ ابتداءً چند افراد سے شروع ہوتا ہے اگر قوم کا اجتماعی ضمیر زندہ ہوتا ہے تو رائے عام ان بگڑے ہوئے افراد کو دبائے رکھتی ہے اور قوم بحیثیت مجموعی بگڑنے نہیں پاتی۔ لیکن اگر قوم ان افراد کے معاملے میں تساہل شروع کر دیتی ہے اور غلط کار لوگوں کو ملامت کرنے کے بجائے انھیں سوسائٹی میں غلط کاری کے لیے آزاد چھوڑ دیتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ وہی خرابی جو پہلے چند افراد تک محدود تھی پوری قوم میں پھیل کر رہتی ہے یہی چیز تھی جو آخر کار بنی اسرائیل کے بگاڑ کی موجب ہوئی۔

جب وہ اِس کلام کو سُنتے ہیں جو رسولؐ پر اُترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ وہ بول اُٹھتے ہیں کہ "پروردگار، ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے"۔ اور وہ کہتے ہیں کہ: "آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اُسے کیوں نہ مان لیں جب کہ ہم اِس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے؟" اُن کے اِس قول کی وجہ سے اللہ نے اُن کو ایسی جنّتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اِن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ جزا ہے نیک رَوِیّہ اختیار کرنے والوں کے لیے۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اُنھیں جھٹلایا تو وہ جہنّم کے مستحق ہیں۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ کر لو[۴۶] اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ جو کچھ حلال و طیّب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اُسے کھاؤ پیو اور اُس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

تم لوگ جو مُہمل قسمیں کھا لیتے ہو اُن پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم جان بُوجھ کر کھاتے ہو اُن پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا (ایسی قسم توڑنے کا) کفّارہ یہ ہے کہ دس

---

[۴۶] اس آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں ایک یہ کہ خود حلال و حرام کے مختار نہ بن جاؤ۔ حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا۔ اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام کرو گے تو قانونِ الٰہی کے بجائے قانونِ نفس کے پیرو قرار پاؤ گے۔ دوسری بات یہ کہ عیسائی راہبوں، ہندو جوگیوں بدھ مذہب کے بھکشوؤں اور اشراقی متصوِّفین کی طرح رَہبانیت اور قطعِ لذّات کا طریقہ اختیار نہ کرو۔

CS CamScanner

مسکینوں کو وہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو، یا اُنھیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام آزاد کرو، اور جو اِس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا کر توڑ دو۔ اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اِس طرح اللہ اپنے احکام تمھارے لیے واضح کرتا ہے شاید کہ تم شکر ادا کرو۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے، اور یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، اِن سے پرہیز کرو، اُمید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہو گی۔[۴۷] شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمھارے درمیان عداوت اور بُغض ڈال دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم اُن چیزوں سے باز رہو گے؟ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی بات مانو اور باز آ جاؤ، لیکن اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کہ ہمارے رسولؐ پر بس صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔

جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے، انھوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اُس پر کوئی گرفت نہ ہو گی بشرطیکہ وہ آئندہ اُن چیزوں سے بچے رہیں جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں، پھر جس جس چیز سے روکا جائے اُس سے رُکیں اور جو فرمانِ الٰہی ہو اُسے مانیں، پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رَویّہ رکھیں۔ اللہ نیک کردار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ ع

---

[۴۷] شراب کی حُرمت کے سلسلہ میں اس سے پہلے دو حکم آ چکے تھے جو سورہ بقرہ آیت ۲۱۹ اور سورہ نساء آیت ۴۳ میں گزر چکے ہیں۔ اب اس آخری حکم کے آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں لوگوں کو متنبہ فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کو شراب سخت ناپسند ہے، بعید نہیں کہ اس کی قطعی حرمت کا حکم آ جائے، لہٰذا جن جن لوگوں کے پاس شراب موجود ہو وہ اسے فروخت کر دیں۔ اس کے کچھ مدت بعد یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے اعلان کرایا کہ اب جن کے پاس شراب ہے وہ نہ اسے پی سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں بلکہ وہ اسے ضائع کر دیں چنانچہ اسی وقت مدینہ کی گلیوں میں شراب بہا دی گئی۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ تمھیں اُس شکار کے ذریعہ سے سخت آزمائش میں ڈالے گا جو بالکل تمھارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا، یہ دیکھنے کے لیے کہ تم میں سے کون اُس سے غائبانہ ڈرتا ہے، پھر جس نے اس تنبیہ کے بعد اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے تجاوز کیا اِس کے لیے دردناک سزا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اِحرام کی حالت میں شکار نہ مارو، [۴۸] اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اُسی کے ہم پلہ ایک جانور اُسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے، اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا، یا نہیں تو اِس گناہ کے کفّارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یا اُس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے، تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اُسے اللہ نے معاف کر دیا، لیکن اب اگر کسی نے اِس حرکت کا اعادہ کیا تو اُس سے اللہ بدلہ لے گا، اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔

تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اُس کا کھانا حلال کر دیا گیا، جہاں تم ٹھیرو وہاں بھی اُسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لیے زادِ راہ بھی بنا سکتے ہو۔ البتہ خشکی کا شکار، جب تک تم اِحرام کی حالت میں ہو، تم پر حرام کیا گیا ہے۔ پس بچو اُس خدا کی نافرمانی سے جس کی پیشی میں تم سب کو گھیر کر حاضر کیا جائے گا۔

اللہ نے مکانِ محترم، کعبہ کو لوگوں کیلئے (اجتماعی زندگی کے) قیام کا ذریعہ بنایا اور ماہِ حرام اور قربانی کے جانوروں اور قلادوں کو بھی (اس کام میں معاوِن بنا دیا)

---

[۴۸] شکار خواہ آدمی خود کرے یا کسی دوسرے کو شکار میں کسی طور پر مدد دے، دونوں باتیں حالتِ احرام میں منع ہیں نیز اگر مُحرِم کی خاطر شکار مارا گیا ہو تب بھی اس کا کھانا مُحرِم کے لیے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی شخص نے اپنے لیے خود شکار کیا ہو اور پھر وہ اس میں سے مُحرِم کو بھی تحفۃً کچھ دے دے تو اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اس حکمِ عام سے موذی جانور مستثنٰی ہیں۔ سانپ، بچھو، باؤلا کتا اور ایسے دوسرے جانور جو انسان کو نقصان پہنچانے والے ہیں حالتِ احرام میں مارے جا سکتے ہیں۔

تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے سب حالات سے باخبر ہے اور اُسے ہر چیز کا علم ہے۔ خبردار ہو جاؤ! اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے اور اس کے ساتھ بہت درگزر اور رحم بھی کرنے والا ہے۔ رسولؐ پر تو صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، آگے تمھارے کُھلے اور چُھپے سب حالات کا جاننے والا اللہ ہے۔ اے پیغمبرؐ، ان سے کہہ دو کہ پاک اور ناپاک بہرحال یکساں نہیں ہیں خواہ ناپاک کی بہتات تمھیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو،[۴۹] پس اے لوگو جو عقل رکھتے ہو، اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو، اُمید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار ہوں،[۵۰] لیکن اگر تم انھیں ایسے وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اُسے اللہ نے معاف کر دیا، وہ درگزر کرنے والا بُردبار ہے۔ تم سے پہلے ایک گروہ نے اِسی قسم کے سوالات کیے تھے، پھر وہ لوگ انھی باتوں کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ نے نہ کوئی بَحِیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔[۵۱] مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں (کہ ایسے وہمیات کو مان رہے ہیں)۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اُس قانون کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے، اور آؤ

---

[۴۹] یہ آیت قدر و قیمت کا ایک دوسرا ہی معیار پیش کرتی ہے جو ظاہر بین انسان کے معیار سے بالکل مختلف ہے۔ ظاہر بین کی نظر میں سو ۱۰۰ روپے بمقابلہ پانچ روپے کے لازماً زیادہ قیمتی ہیں کیوں کہ وہ سو ہیں اور یہ پانچ، لیکن یہ آیت کہتی ہے کہ سو ۱۰۰ روپے اگر خدا کی نافرمانی کر کے حاصل کیے گئے ہوں تو وہ ناپاک ہیں، اور پانچ روپے اگر خدا کی فرمانبرداری کرتے ہوئے کمائے گئے ہوں تو وہ پاک ہیں، اور ناپاک خواہ مقدار میں کتنا ہی زیادہ ہو بہرحال وہ پاک کے برابر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

[۵۰] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگ عجیب عجیب قسم کے فضول سوالات کیا کرتے تھے جن کی نہ دین کے کسی معاملے میں ضرورت ہوتی تھی اور نہ دنیا ہی کے کسی معاملہ میں۔ اس پر یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

[۵۱] یہ اہلِ عرب کے توہمات کا ذکر ہے۔ بَحِیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ دفعہ بچے جَن چکی ہو اور آخری بار اس کے ہاں نر بچہ ہوا ہو، جاہلیت کے زمانے میں اہلِ عرب اس کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ پھر نہ

پیغمبر کی طرف تو وہ جواب دیتے ہیں کہ: ”ہمارے لیے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے“۔ کیا یہ باپ دادا ہی کی تقلید کیے چلے جائیں گے خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور صحیح راستہ کی اُنھیں خبر ہی نہ ہو؟

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمھارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہِ راست [۵۲] پر ہو، اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور وہ وصیّت کر رہا ہو تو اُس کے لیے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمھاری جماعت میں سے دو صاحبِ عدل [۵۳] آدمی گواہ بنائے جائیں، یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو غیر لوگوں ہی میں سے دو گواہ لے لیے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں، اور خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں، اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص جو ان کی بہ نسبت شہادت دینے کے لیے اہل تر ہوں ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہو، اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ”ہماری شہادت اُن کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے، اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہونگے“۔

کوئی اس پر سوار ہوتا، نہ اس کا دودھ پیا جاتا، نہ اس کا اُون اتارا جاتا۔ اسے حق تھا کہ جس کھیت اور جس چراگاہ میں چاہے چرے اور جس گھاٹ سے چاہے پانی پیے۔ سائبہ اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے جسے کسی منّت کے پورا ہونے یا کسی بیماری سے شفا پانے یا کسی خطرے سے بچ جانے پر بطور شکرانہ کے پُن کر دیا گیا ہو نیز جس اونٹنی نے دس مرتبہ بچے دیے ہوں اور ہر بار مادہ ہی جنی ہو اسے بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ وصیلہ اگر بکری کا پہلا بچہ نر ہوتا تو وہ خداؤں کے نام پر ذبح کر دیا جاتا اور اگر وہ پہلی بار مادہ جنتی تو اسے رکھ لیا جاتا تھا لیکن اگر نر اور مادہ ایک ساتھ پیدا ہوتے تو نر کو ذبح کرنے کے بجائے یونہی خداؤں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اور اس کا نام وصیلہ تھا۔ حام۔ اگر کسی اونٹ کا پوتا سواری دینے کے قابل ہو جاتا تو اُس بوڑھے اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا نیز اگر کسی اُونٹ کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو جاتے تو اسے بھی آزادی مل جاتی۔

اس طریقہ سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے، یا کم از کم اس بات ہی کا خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے۔ اللہ سے ڈرو اور سنو، اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ ع

جس روز اللہ سب رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تمھیں کیا جواب[۵۴] دیا گیا، تو وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں، آپ ہی تمام پوشیدہ حقیقتوں کو جانتے ہیں۔ پھر تصور کرو اُس موقع کا جب اللہ فرمائے گا کہ: اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ، یاد کر میری اُس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے رُوحِ پاک سے تیری مدد کی، تُو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل کی تعلیم دی، تُو میرے حکم سے مٹی کا پُتلا پرندے کی شکل کا بناتا اور اس میں پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، تُو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، تُو مُردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا۔[۵۵] پھر

---

[۵۲] یعنی بجائے اس کے کہ آدمی ہر وقت یہ دیکھتا رہے کہ فلاں کیا کر رہا ہے اور فلاں کے عقیدے میں کیا خرابی ہے اور فلاں کے اعمال میں کیا برائی ہے، اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خود کیا کر رہا ہے۔ لیکن اس آیت کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ آدمی بس اپنی نجات کی فکر کرے، دوسروں کی اصلاح کی فکر نہ کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق اس غلط فہمی کی تردید کرتے ہوئے اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں "لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کی غلط تاویل کرتے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جب لوگوں کا یہ حال ہو جائے کہ وہ برائی کو دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں، ظالم کو ظلم کرتے ہوئے پائیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ اپنے عذاب میں سب کو لپیٹ لے۔ خدا کی قسم تم کو لازم ہے کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو ورنہ اللہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دے گا جو تم میں سب سے بدتر ہوں گے اور وہ تم کو سخت تکلیفیں پہنچائیں گے۔ پھر تمہارے نیک لوگ خدا سے دعائیں مانگیں گے مگر وہ قبول نہ ہوں گی"۔

[۵۳] یعنی دیندار، راست باز اور قابلِ اعتماد مسلمان۔

[۵۴] یعنی قیامت کے دن رسولوں سے پوچھا جائے گا کہ اسلام کی طرف جو دعوت تم نے دنیا کو دی تھی اس کا کیا جواب دنیا نے تمہیں دیا؟

[۵۵] یعنی حالتِ موت سے نکال کر زندگی کی حالت میں لاتا تھا۔

جب تُو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا اور جو لوگ اُن میں سے منکرِ حق تھے انھوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں تو میں نے ہی تجھے اُن سے بچایا۔ اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا کہ مجھ پر اور میرے رسُول پر ایمان لاؤ تب انھوں نے کہا: ’’ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مُسلم ہیں۔‘‘ [۵۶] (حواریوں کے سلسلہ میں) یہ واقعہ بھی یاد رہے کہ جب حواریوں نے کہا: ’’اے عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ، کیا آپ کا ربّ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اُتار سکتا ہے؟‘‘ تو عیسیٰؑ نے کہا: ’’اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو‘‘۔ انھوں نے کہا: ’’ہم بس یہ چاہتے ہیں کہ اُس خوان سے کھانا کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ نے جو کچھ ہم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور ہم اُس پر گواہ ہوں‘‘۔ اِس پر عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ نے دعا کی: ’’خدایا، ہمارے ربّ، ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تُو بہترین رازِق ہے‘‘۔ اللہ نے جواب دیا: ’’میں اُس کو تم پر نازل کرنے والا ہوں، مگر اِس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا اسے میں ایسی سزا دوں گا جو میں نے کسی کو دنیا میں نہ دی ہوگی‘‘۔ ع

غرض جب (یہ احسانات یاد دِلا کر) اللہ فرمائے گا کہ: ’’اے عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ، کیا تُو نے

---

[۵۶] چونکہ حواریوں کا ذکر آ گیا تھا اس لیے سلسلۂ کلام کو توڑ کر جملۂ معترضہ کے طور پر یہاں حواریوں ہی کے متعلق ایک اور واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا جس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مسیحؑ سے براہِ راست جن شاگردوں نے تعلیم پائی تھی وہ مسیحؑ کو ایک انسان اور محض ایک بندہ سمجھتے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی اپنے مرشد کے خدا یا شریکِ خدا یا فرزندِ خدا ہونے کا تصوّر نہ تھا۔ نیز یہ کہ مسیحؑ نے خود بھی اپنے آپ کو ان کے سامنے ایک بندۂ بے اختیار کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔

لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو"؟ [۵۷] تو وہ جواب میں عرض کرے گا کہ: "سبحان اللہ، میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے اُن سے اُس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی۔ میں اُسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں اُن کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بُلا لیا تو آپ اُن پر نگران تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں۔ اب اگر آپ اِنھیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں"۔ تب اللہ فرمائے گا: "یہ وہ دن ہے جس میں سچّوں کو اُن کی سچائی نفع دیتی ہے، اُن کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ اُن سے راضی ہُوا اور وہ اللہ سے، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

زمین اور آسمانوں اور تمام موجودات کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ع

---

[۵۷] عیسائیوں نے اللہ کے ساتھ صرف مسیحؑ اور رُوح القدس ہی کو خدا بنانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسیحؑ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کو بھی ایک مستقل معبود بنا ڈالا۔ مسیحؑ کے بعد ابتدائی تین سو برس تک عیسائی دنیا اس تخیل سے بالکل ناآشنا تھی۔ تیسری صدی عیسوی کے آخری دور میں اسکندریہ کے بعض علماءِ دینیات نے پہلی مرتبہ حضرت مریمؑ کیلئے "اُمّ اللہ" یا "مادرِ خدا" کے الفاظ استعمال کیے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ مریم پرستی کلیسا میں پھیلتی چلی گئی۔

سورۃ الانعام (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں۔ پھر بھی وہ لوگ جنھوں نے دعوتِ حق کو ماننے سے انکار کر دیا ہے دوسروں کو اپنے ربّ کا ہمسر ٹھیرا رہے ہیں۔ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمھارے لیے زندگی کی ایک مدّت مقرر کر دی، اور ایک دوسری مدّت اور بھی ہے جو اُس کے ہاں طے شدہ ہے۔[1] مگر تم لوگ ہو کہ شک میں پڑے ہوئے ہو۔ وہی ایک خدا آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، تمھارے کُھلے اور چُھپے سب حال جانتا ہے اور جو بُرائی یا بھلائی تم کماتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔

لوگوں کا حال یہ ہے کہ اُن کے ربّ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جو اُن کے سامنے آئی ہو اور انھوں نے اُس سے منہ نہ موڑ لیا ہو۔ چنانچہ اب جو حق ان کے پاس آیا تو اسے بھی انھوں نے جھٹلا دیا۔ اچھا، جس چیز کا وہ اب تک مذاق اڑاتے رہے ہیں عنقریب اُس کے متعلق کچھ خبریں اُنھیں پہنچیں گی۔[٢] کیا اِنھوں نے دیکھا نہیں کہ اِن سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانے میں دَور دَورہ رہا ہے؟ اُن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمھیں نہیں بخشا ہے، ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں۔ اور اُن کے نیچے نہریں بہا دیں، (مگر جب

---

[1] یعنی قیامت کی گھڑی جب کہ تمام اگلے پچھلے انسان از سرِ نو زندہ کیے جائیں گے اور حساب دینے کے لیے اپنے ربّ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

[٢] اشارہ ہے ہجرت اور ان کامیابیوں کی طرف جو ہجرت کے بعد اسلام کو پے در پے حاصل ہونے والی تھیں۔ جس وقت یہ اشارہ فرمایا گیا تھا اس وقت نہ کفار یہ گمان کر سکتے تھے کہ کس قسم کی خبریں انہیں پہنچنے والی ہیں اور نہ مسلمانوں ہی کے ذہن میں اس کا کوئی تصوّر تھا۔

انھوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں تباہ کر دیا اور اُن کی جگہ دوسرے دَور کی قوموں کو اُٹھایا۔

اے پیغمبرؐ، اگر ہم تمھارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اُسے اپنے ہاتھوں سے چُھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنھوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادُو ہے۔ کہتے ہیں کہ اِس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ [۳] اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، پھر انھیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم فرشتے کو اُتارتے تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے اور اس طرح انھیں اسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اب یہ مبتلا ہیں۔

اے نبیؐ تم سے پہلے بھی بہت سے رسُولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے، مگر اُن مذاق اڑانے والوں پر آخر کار وہی حقیقت مسلّط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔ ع

اِن سے کہو، ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہُوا ہے۔

اِن سے پوچھو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہو سب کچھ اللہ ہی کا ہے، اس نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے (اسی لیے وہ نافرمانیوں اور سرکشیوں پر تمھیں جلدی سے نہیں پکڑ لیتا) قیامت کے روز وہ تم سب کو ضرور جمع کرے گا، یہ بالکل ایک غیر مُشتبہ حقیقت ہے، مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود تباہی کے خطرے میں مبتلا کر لیا ہے وہ اسے نہیں مانتے۔

رات کے اندھیرے اور دن کے اُجالے میں جو کچھ ٹھیرا ہُوا ہے، سب اللہ کا ہے اور وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ کہو، اللہ کو چھوڑ کر کیا میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں؟ اُس خدا

---

[۳] یعنی جب یہ شخص اللہ کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے تو آسمان سے ایک فرشتہ اُترنا چاہیے تھا جو لوگوں سے کہتا کہ یہ اللہ کا پیغمبر ہے اس کی بات مانو ورنہ تمھیں سزا دی جائے گی۔

CS CamScanner

کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور جو روزی دیتا ہے روزی لیتا نہیں ہے؟ کہو مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کروں (اور تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شرک کرتا ہے تو کرے) تُو بہر حال مشرکوں میں شامل نہ ہو۔ کہو، اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے (خوف ناک) دِن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔ اُس دن جو سزا سے بچ گیا اُس پر اللہ نے بڑا ہی رحم کیا اور یہی نمایاں کامیابی ہے۔ اگر اللہ تمھیں کسی قِسم کا نقصان پہنچائے تو اُس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے، اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے اور دانا اور باخبر ہے۔

اِن سے پوچھو، کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ کہو، میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہ ہے، اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے، تاکہ تمھیں اور جس جس کو یہ پہنچے، سب کو مُتنبّہ کردوں۔ کیا واقعی تم لوگ یہ شہادت دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہیں؟[۴] کہو، میں تو اس کی شہادت ہرگز نہیں دے سکتا کہو، خدا تو وہی ایک ہے اور میں اُس شرک سے قطعی بیزار ہوں جس میں تم مبتلا ہو۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو اس طرح غیر مُشتبہ طور پر پہچانتے ہیں جیسے اُن کو اپنے بیٹوں کو پہچاننے میں کوئی اِشتِباہ پیش نہیں آتا۔ مگر جنھوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں

---

[۴] کسی چیز کی شہادت دینے کے لیے محض قیاس یا گمان کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے علم ہونا ضروری ہے جس کی بناء پر آدمی یقین کے ساتھ کہہ سکے کہ ایسا ہے۔ پس سوال کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی تمہیں یہ علم ہے کہ اس جہان ہست و بود میں اللہ کے سوا اور بھی کوئی کارفرما حاکم ذی اختیار ہے جو بندگی و پرستش کا مستحق ہو؟

CS CamScanner

ڈال دیا ہے اور اِسے نہیں مانتے ۔ؔ

اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جُھوٹا بہتان لگائے ، یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے ؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے ۔

جس روز ہم اِن سب کو اکٹھا کریں گے اور مشرکوں سے پوچھیں گے کہ : ”اب وہ تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریک کہاں ہیں جن کو تم اپنا خدا سمجھتے تھے“ ۔ تو وہ اس کے سوا کوئی فتنہ نہ اٹھا سکیں گے کہ (یہ جھوٹا بیان دیں کہ) اے ہمارے آقا ، تیری قسم ہم ہرگز مشرک نہ تھے دیکھو ، اس وقت یہ کس طرح اپنے اوپر آپ جھوٹ گھڑیں گے ، اور وہاں اِن کے سارے بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے ۔

اِن میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمھاری بات سُنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اِس کو کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے (کہ سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں سنتے) ۔ وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں ، اس پر ایمان لا کر نہ دیں گے ۔ حد یہ ہے کہ جب وہ تمھارے پاس آ کر تم سے جھگڑتے ہیں تو اُن میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ (ساری باتیں سُننے کے بعد) یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک داستانِ پارینہ کے سوا کچھ نہیں ۔ وہ اِس اَمرِ حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دُور بھاگتے ہیں ۔ (وہ سمجھتے ہیں کہ اِس حرکت سے وہ تمھارا کچھ بگاڑ رہے ہیں) حالانکہ دراصل وہ خود اپنی ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر انھیں اِس کا شعور نہیں ہے ۔ کاش تم اُس وقت کی حالت دیکھ سکتے جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے ۔ اُس وقت وہ کہیں گے کاش کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دُنیا میں پھر واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل

CS CamScanner

ہوں۔ درحقیقت یہ بات وہ محض اِس وجہ سے کہیں گے کہ جس حقیقت پر انھوں نے پردہ ڈال رکھا تھا وہ اُس وقت بے نقاب ہو کر اُن کے سامنے آچکی ہوگی، ورنہ اگر انھیں سابق زندگی کی طرف واپس بھیجا جائے تو پھر وہی سب کچھ کریں جس سے انھیں منع کیا گیا ہے، وہ تو ہیں ہی جُھوٹے اس لیے (اپنی اِس خواہش کے اظہار میں بھی جُھوٹ ہی سے کام لیں گے۔) آج یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی جو کچھ بھی ہے بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے۔ کاش وہ منظر تم دیکھ سکو جب یہ اپنے ربّ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت ان کا رَبّ ان سے پوچھے گا: ”کیا یہ حقیقت نہیں ہے“؟ یہ کہیں گے: ”ہاں اے ہمارے رَبّ، یہ حقیقت ہی ہے“۔ وہ فرمائے گا: ”اچھا، تو اب اپنے انکارِ حقیقت کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھو“۔ ع

نقصان میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اللّٰہ سے اپنی ملاقات کی اطلاع کو جھوٹ قرار دیا۔ جب اچانک وہ گھڑی آجائے گی تو یہی لوگ کہیں گے ”افسوس! ہم سے اس معاملے میں کیسی تقصیر ہوئی“۔ اور اِن کا حال یہ ہوگا کہ اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو! کیسا بُرا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشا ہے۔[٥] حقیقت میں آخرت ہی کا مقام اُن لوگوں کے لیے بہتر ہے جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لوگے؟

اے نبیؐ، ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمھیں رنج ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ تمھیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللّٰہ کی آیات کا انکار کر

---

[٥] اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی زندگی میں کوئی سنجیدگی نہیں ہے اور یہ محض کھیل اور تماشے کے طور پر بنائی گئی ہے۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کی حقیقی اور پائیدار زندگی کے مقابلے میں یہ دنیا کی زندگی ایسی ہے جیسے کوئی شخص کچھ دیر کھیل اور تفریح میں دل بہلائے اور پھر اصل سنجیدہ کاروبار کی طرف واپس ہو جائے۔ نیز اسے کھیل اور تماشے سے تشبیہ اس لیے بھی دی گئی ہے کہ یہاں حقیقت کے مخفی ہونے کی وجہ سے بے بصیرت اور ظاہر پرست انسانوں کے لیے غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کے بہت سے اسباب موجود ہیں اور ان غلط فہمیوں میں پھنس کر لوگ حقیقتِ نفس الامری کے خلاف ایسے ایسے عجیب طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں جن کی بدولت ان کی زندگی محض ایک کھیل اور تماشہ بن کر رہ جاتی ہے۔

رہے ہیں۔ [٦] تم سے پہلے بھی بہت سے رسُول جھٹلائے جا چکے ہیں، مگر اس تکذیب پر اور اُن اذیتوں پر جو انھیں پہنچائی گئیں، اُنھوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد پہنچ گئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے، اور پچھلے رسُولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اُس کی خبریں تمھیں پہنچ ہی چکی ہیں۔ تاہم اگر اِن لوگوں کی بے رُخی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور اِن کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا، لہٰذا نادان مت بنو۔ [٧] دعوتِ حق پر لبیک وہی لوگ کہتے ہیں جو سُننے والے ہیں۔ رہے مُردے، [٨] تو انھیں تو اللہ بس قبروں ہی سے اٹھائے گا اور پھر وہ (اس کی عدالت میں پیش ہونے کیلیئے) واپس لائے جائیں گے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رَبّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ کہو، اللہ نشانی اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، مگر اِن میں سے اکثر لوگ نادانی میں مبتلا ہیں۔ [9] زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہَوا میں پروں سے اُڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمھاری ہی طرح کی اَنواع ہیں، ہم نے ان کی تقدیر کے نوشتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، پھر یہ سب اپنے رَبّ کی طرف سمیٹے جاتے ہیں۔

---

[٦] واقعہ یہ ہے کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی آیات سنانی شروع نہ کی تھیں، آپ کی قوم کے سب لوگ آپ کو امین اور صادق سمجھتے تھے۔ اور آپ کی راست بازی پر کامل اعتماد رکھتے تھے انہوں نے آپ کو جھٹلایا اُس وقت جب کہ آپ نے اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا شروع کیا اور اس دوسرے دَور میں بھی ان کے اندر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو شخصی حیثیت سے آپ کو جھوٹا قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہو۔ آپ کے کسی سخت سے سخت مخالف نے بھی کبھی آپ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ آپ دنیا کے کسی معاملے میں کبھی جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے جتنی آپ کی تکذیب کی وہ محض نبی ہونے کی حیثیت سے کی۔ آپؐ کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل تھا اور حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اس نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا "ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے۔ مگر جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں۔"

[٧] یعنی اس فکر میں نہ پڑو کہ ان لوگوں کو کوئی ایسی نشانی دکھا دی جائے جس سے یہ ایمان لے آئیں۔ اگر اللہ کے پیشِ نظر یہ ہوتا کہ سارے انسان راہِ راست پر جمع کر دیئے جائیں تو وہ سب کو مومن ہی پیدا کر دیتا۔

مگر جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں، تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے رستے پر لگا دیتا ہے۔ [١٠] ان سے کہو، ذرا غور کر کے بتاؤ، اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھڑی آ پہنچتی ہے تو کیا اُس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو اگر تم سچے ہو۔ اُس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو، پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم پر سے ٹال دیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ [١١] ع

تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسُول بھیجے اور اُن قوموں کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ساتھ ہمارے سامنے جُھک جائیں۔ پس جب ہماری طرف سے اُن پر سختی آئی تو کیوں نہ اُنھوں نے عاجزی اختیار کی؟ مگر اُن کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کو اطمینان دلایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خوب کر رہے ہو۔ پھر جب انھوں نے اُس نصیحت کو جو اُنھیں کی گئی تھی بھلا دیا تو ہم نے ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ اُن بخششوں میں جو انھیں عطا کی گئی تھیں خوب مگن ہو گئے تو اچانک ہم نے اُنھیں پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ وہ ہر خیر سے مایوس تھے۔ اِس طرح اُن لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور تعریف ہے اللہ ربُّ العالمین کے لیے (کہ اس نے ان کی جڑ کاٹ دی)۔

پھر رسُولوں کو بھیجنے اور اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کے درمیان برسوں کشمکش کرانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

[٨] سننے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں۔ جنھوں نے اپنی عقل و فکر کو معطل نہیں کر دیا ہے، اور جنھوں نے اپنے دل کے دروازوں پر تعصب اور جمود کے قفل نہیں چڑھا دیے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مُردہ وہ لوگ ہیں جو لکیر کے فقیر بنے اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں اور اس لکیر سے ہٹ کر کوئی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں خواہ وہ صریح حق ہی کیوں نہ ہو۔

[٩] نشانی سے مراد محسوس معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ نہ دکھائے جانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم اس کو دکھانے سے عاجز ہیں بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے جسے یہ لوگ محض اپنی نادانی سے نہیں سمجھتے۔

[١٠] خدا کا بھٹکانا یہ ہے کہ ایک جہالت پسند انسان کو اللہ کی نشانیوں کے مطالعہ کی توفیق نہ بخشی جائے اور ایک متعصب غیر حقیقت پسند طالب علم اگر ان کا مشاہدہ کرے بھی تو حقیقت رسی کے نشانات اس کی آنکھ سے اوجھل رہیں اور غلط فہمیوں میں الجھانے والی چیزیں اسے حق سے دور اور دور تر کھینچتی

اے نبیؐ، اِن سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمھاری بینائی اور سماعت تم سے چھین لے اور تمھارے دلوں پر مُہر کر دے[۱۲] تو اللہ کے سوا اور کون سا خدا ہے جو یہ قوّتیں تمھیں واپس دلا سکتا ہو؟ دیکھو، کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہ کس طرح ان سے نظر چُرا جاتے ہیں۔ کہو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ کی طرف سے اچانک یا علانیہ تم پر عذاب آ جائے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا؟ ہم جو رسُول بھیجتے ہیں اِسی لیے تو بھیجتے ہیں کہ وہ نیک کردار لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والے اور بد کرداروں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔ پھر جو لوگ اُن کی بات مان لیں اور اپنے طرزِ عمل کی اِصلاح کر لیں اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ اور جو ہماری آیات کو جھٹلائیں وہ اپنی نافرمانیوں کی پاداش میں سزا بھگت کر رہیں گے۔

اے نبیؐ، ان سے کہو: ”میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔“ پھر اِن سے پوچھو: ”کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟“ ع

اور اے نبیؐ تم اُس (علمِ وحی) کے ذریعہ سے اُن لوگوں کو نصیحت کرو جو اس کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رَبّ کے سامنے کبھی اِس حال میں پیش کیے جائیں گے کہ اُس کے سوا وہاں کوئی (ایسا ذی اقتدار نہ ہوگا) جو ان کا حامی و مددگار ہو، یا اِن کی سفارش کرے، شاید کہ (اس نصیحت سے مُتنبِّہ ہو کر) وہ خدا ترسی کی رَوِش اختیار کر لیں۔

چلی جائیں۔ بخلاف اس کے اللہ کی ہدایت یہ ہے کہ ایک طالبِ حق کو علم کے ذرائع سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشی جائے اور اللہ کی آیات میں اسے حقیقت تک پہنچنے کے نشانات ملتے چلے جائیں۔

[۱۱] یعنی یہ نشانی تو تمہارے اپنے نفس میں موجود ہے۔ جب تم پر کوئی بڑی آفت آ جاتی ہے یا موت اپنی بھیانک صورت کے ساتھ سامنے آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت ایک اللہ کے دامن کے سوا کوئی دوسری پناہ گاہ تمہیں نظر نہیں آتی۔ بڑے بڑے مشرک ایسے موقع پر اپنے معبودوں کو بھول کر خدائے واحد کو پکارنے لگتے ہیں کٹّے سے کٹّا دہریہ تک اللہ کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا پرستی اور توحید کی شہادت ہر انسان کے نفس میں موجود ہے جس پر غفلت و جہالت کے خواہ کتنے ہی پردے ڈال دیے گئے ہوں مگر پھر بھی کبھی نہ کبھی وہ ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔

اور جو لوگ اپنے رَبّ کو رات دن پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں انھیں اپنے سے دُور نہ پھینکو۔ اُن کے حساب میں سے کسی چیز کا بار تم پر نہیں ہے اور تمھارے حساب میں سے کسی چیز کا بار اُن پر نہیں۔ اِس پر بھی اگر تم انھیں دُور پھینکو گے تو ظالموں میں شمار ہو گے۔ دراصل ہم نے اس طرح ان لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈالا ہے،[۱۳] تاکہ وہ انھیں دیکھ کر کہیں: ”کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر ہمارے درمیان اللہ کا فضل و کرم ہُوا ہے؟“ ہاں! کیا خدا اپنے شکر گزار بندوں کو اِن سے زیادہ نہیں جانتا ہے؟ جب تمھارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو: ”تم پر سلامتی ہے تمھارے رَبّ نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے) کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی بُرائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو، پھر اُس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے، تو وہ اُسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے“۔[۱۴] اور اس طرح ہم اپنی نشانیاں کھول کھول کر پیش کرتے ہیں، تاکہ مجرموں کی راہ بالکل نمایاں ہو جائے۔

اے نبیؐ، اِن سے کہو، کہ: ”تم لوگ اللہ کے سوا جن دُوسروں کو پکارتے ہو اُن کی بندگی کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے“۔ کہو: ”میں تمھاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہو گیا، راہِ راست پانے والوں میں سے نہ رہا“۔ کہو: ”میں اپنے رَبّ کی طرف سے ایک دلیلِ روشن پر قائم ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، اب میرے اختیار میں وہ چیز ہے نہیں جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو،

---

[۱۲] یہاں دلوں پر مُہر کرنے سے مراد سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں سلب کر لینا ہے۔

[۱۳] یعنی غریبوں اور مفلسوں اور ایسے لوگوں کو جو سوسائٹی میں ادنیٰ حیثیت رکھتے ہیں، سب سے پہلے ایمان کی توفیق دے کر ہم نے دولت اور عزت کا گھمنڈ رکھنے والے لوگوں کو آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

[۱۴] جو لوگ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے ان میں بکثرت لوگ ایسے بھی تھے جن سے زمانۂ جاہلیت میں بڑے بڑے گناہ ہو چکے تھے۔ اب اسلام قبول کرنے کے بعد اگرچہ ان کی زندگیاں بالکل بدل گئی ہیں لیکن مخالفینِ اسلام ان کو سابق زندگی کے عُیوب اور افعال کے طعنے دیتے تھے اس پر فرمایا جا رہا ہے کہ اہلِ ایمان کو تسلی دو، انہیں بتاؤ کہ جو شخص توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے اس کے پچھلے قصوروں پر

فیصلہ کا سارا اختیار اللہ کو ہے، وہی امرِ حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔ کہو: "اگر کہیں وہ چیز میرے اختیار میں ہوتی جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمھارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ مگر اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیے۔ اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہُوا ہے۔ وہی ہے جو رات کو تمھاری رُوحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے، پھر دوسرے روز وہ تمھیں اِسی کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے، تاکہ زندگی کی مقرر مدّت پوری ہو۔ آخر کار اسی کی طرف تمھاری واپسی ہے، پھر وہ تمھیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اُس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے، پھر سب کے سب اللہ، اپنے حقیقی آقا کی طرف واپس لائے جاتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ، فیصلہ کے سارے اختیارات اُسی کو حاصل ہیں اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔"

اے نبیؐ، اِن سے پوچھو، صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمھیں خطرات سے بچاتا

گرفت کرنے کا طریقہ اللہ کے ہاں نہیں ہے۔

ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت) گڑگڑا گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دُعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اِس بَلا سے اُس نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے؟ کہو، اللہ تمھیں اِس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر تم دوسروں کو اُس کا شریک ٹھیراتے ہو۔[۱۵] کہو: "وہ اِس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کردے، یا تمھارے قدموں کے نیچے سے برپا کردے، یا تمھیں گروہوں میں تقسیم کرکے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوادے"۔ دیکھو، ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں اِن کے سامنے پیش کررہے ہیں شاید کہ یہ حقیقت کو سمجھ لیں۔ تمھاری قوم اُس کا انکار کررہی ہے حالانکہ وہ حقیقت ہے۔ اِن سے کہہ دو کہ میں تم پر حوالہ دار نہیں بنایا گیا ہوں،[۱۶] ہر خبر کے ظہور میں آنے کا ایک وقت مقرر ہے عنقریب تم کو خود انجام معلوم ہوجائے گا۔

اور اے نبیؐ، جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کررہے ہیں تو اُن کے پاس سے ہٹ جاؤ، یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان تمھیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمھیں اِس غلطی کا احساس ہوجائے، اِس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری پرہیزگار لوگوں پر نہیں ہے، البتہ نصیحت کرنا اُن کا فرض ہے شاید کہ وہ غلط رَوِی سے بچ جائیں۔ چھوڑو اُن لوگوں کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا

---

[۱۵] یعنی یہ حقیقت کہ تنہا اللہ ہی قادرِ مطلق ہے اور وہی تمام اختیارات کا مالک اور تمہاری بھلائی اور برائی کا مختارِ کُل ہے اور اسی کے ہاتھ میں تمہاری قسمتوں کی باگ ڈور ہے، اسکی شہادت تو تمہارے اپنے نفس میں موجود ہے جب کوئی سخت وقت آتا ہے اور اسباب کے سر رشتے ٹوٹتے نظر آتے ہیں تو اس وقت تم بے اختیار اسی کی طرف رجوع کرتے ہو۔ لیکن اس کھلی علامت کے ہوتے ہوئے بھی تم نے خدائی میں بلا دلیل و حجت اور بلا ثبوت دوسروں کو اس کا شریک بنا رکھا ہے۔ پلتے ہو اس کے رزق پر اور اَن داتا بناتے ہو دوسروں کو۔ مدد پاتے ہو اس کے فضل و کرم سے اور حامی و ناصر ٹھہراتے ہو دوسروں کو۔ غلام ہو اس کے اور بندگی بجالاتے ہو دوسروں کی۔ مشکل کشائی کرتا ہے وہ، برے وقت پر گڑگڑاتے ہو اس کے سامنے اور جب وہ وقت گزر جاتا ہے تو تمہارے مشکل کشا بن جاتے ہیں دوسرے اور نذریں اور نیازیں چڑھنے لگتی ہیں دوسروں کے نام کی۔

[۱۶] یعنی میرا یہ کام نہیں ہے کہ جو کچھ تم نہیں دیکھ رہے ہو وہ زبردستی تمہیں دکھاؤں اور جو کچھ تم نہیں سمجھ رہے ہو وہ بزور تمہاری سمجھ میں اُتار دوں۔ اور میرا یہ کام بھی نہیں ہے کہ اگر تم نہ دیکھو اور نہ سمجھو تو تم پر عذاب نازل کردوں۔

بنا رکھا ہے اور جنھیں دنیا کی زندگی فریب میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔ ہاں، مگر یہ قرآن سُنا کر نصیحت اور تنبیہ کرتے رہو کہ کہیں کوئی شخص اپنے کیے کرتوتوں کے وبال میں گرفتار نہ ہو جائے اور گرفتار بھی اِس حال میں ہو کہ اللہ سے بچانے والا کوئی حامی و مددگار اور کوئی سفارشی اِس کے لیے نہ ہو، اور اگر وہ ہر ممکن چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اِس سے قبول نہ کی جائے، کیونکہ ایسے لوگ تو خود اپنی کمائی کے نتیجہ میں پکڑے جائیں گے، ان کو اپنے انکارِ حق کے معاوضہ میں کھولتا ہُوا پانی پینے کو اور دردناک عذاب بھگتنے کو ملے گا۔ ع

اے نبیؐ، اُن سے پوچھو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ اور جب کہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم اُلٹے پاؤں پھر جائیں؟ کیا ہم اپنا حال اُس شخص کا سا کر لیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہو درآں حالیکہ اُس کے ساتھی اُسے پکار رہے ہوں کہ اِدھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے؟ کہو، ”حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ ہی کی رہنمائی ہے اور اُس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ مالکِ کائنات کے آگے سرِ اطاعت خم کر دو، نماز قائم کرو اور اُس کی نافرمانی سے بچو، اُسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے“۔ وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو برحق [۱۷] پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو جائے اس دن وہ ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد عینِ حق ہے۔ اور جس روز صُور پھونکا جائے گا اس روز

---

[۱۷] قرآن میں یہ بات جگہ جگہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے یا حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمانوں کی تخلیق محض کھیل کے طور پر نہیں ہوئی ہے۔ یہ کسی بچے کا کھلونا نہیں ہے کہ محض دل بہلانے کے لیے وہ اس سے کھیلتا رہے اور پھر یونہی اسے توڑ پھوڑ کر پھینک دے۔ دراصل یہ ایک نہایت سنجیدہ کام ہے جو حکمت کی بنا پر کیا گیا ہے، ایک مقصدِ عظیم اس کے اندر کارفرما ہے، اور اس کا ایک دَور گزر جانے کے بعد ناگزیر ہے کہ خالق اس پورے کام کا حساب لے جو اس دَور میں انجام پایا ہو اور اسی دَور کے نتائج پر دوسرے دَور کی بنیاد رکھے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے یہ سارا نظامِ کائنات حق کی ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا ہے۔ عدل اور حکمت اور راستی کے قوانین پر اس کی ہر چیز مبنی ہے۔ باطل کے لیے فی الحقیقت اس نظام میں جڑ پکڑنے اور بار آور ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ باطل پرستوں کو موقع دے دے کہ وہ اگر اپنے جھوٹ اور ظلم اور ناراستی کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو اپنی کوشش کر دیکھیں لیکن

بادشاہی اُسی کی ہوگی، وہ غیب اور شہادت[۱۸] ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔

ابراہیمؑ کا واقعہ یاد کرو جب کہ اُس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا ”کیا تُو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں“۔ ابراہیمؑ کو ہم اِسی طرح زمین و آسمان کا نظامِ سلطنت دکھاتے تھے اور اِس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ چنانچہ جب رات اُس پر طاری ہوئی تو اُس نے ایک تارا دیکھا، کہا ”یہ میرا رَبّ ہے“ مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں۔ پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ ہے میرا رَبّ۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رَبّ نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو مَیں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا ہوتا۔ پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رَبّ، یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوبا تو ابراہیمؑ پکار اٹھا ”اے برادرانِ قوم، میں اُن سب سے بیزار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹھیراتے ہو۔[۱۹] مَیں نے تو یکسُو ہو کر اپنا رخ اُس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“ اُس کی قوم اس سے جھگڑنے لگی تو اس نے قوم سے کہا ”کیا تم لوگ اللہ کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟

آخر کار زمین باطل کے ہر بیج کو اُگل کر پھینک دے گی اور آخری فردِ حساب میں ہر باطل پرست دیکھ لے گا کہ جو کوششیں اُس نے اِس شجرِ خبیث کی کاشت اور آبیاری میں صرف کیں وہ سب ضائع ہوگئیں تیسرا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اس ساری کائنات کو بر بنائے حق پیدا کیا ہے اور اپنے ذاتی حق کی بنا پر ہی وہ اس پر فرماں روائی کر رہا ہے۔ اس کا حکم یہاں اس لیے چلتا ہے کہ وہی اپنی پیدا کی ہوئی کائنات میں حکمرانی کا حق رکھتا ہے۔ دوسرے کسی کا حق نہیں ہے کہ یہاں اس کا حکم چلے۔

[۱۸] غیب، وہ سب کچھ جو مخلوقات سے پوشیدہ ہے۔ شہادت، وہ سب کچھ جو مخلوقات کے لیے ظاہر و معلوم ہے۔

[۱۹] یہاں حضرت ابراہیمؑ کے اس ابتدائی تفکّر کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو منصبِ نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے ان کے لیے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک صحیح الدماغ اور سلیم النظر انسان جس نے سَراسَر شرک کے ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں، کس طرح آثارِ کائنات کا مشاہدہ کر کے اور ان پر صحیح طریقے سے غور و فکر کر کے امرِ حق معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

CS CamScanner

حالانکہ اس نے مجھے راہِ راست دکھادی ہے۔ اور میں تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا، ہاں اگر میرا ربّ کچھ چاہے تو وہ ضرور ہو سکتا ہے، میرے ربّ کا علم ہر چیز پر چھایا ہُوا ہے، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟[٢٠] اور آخر میں تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں، جب کہ تم اللہ کے ساتھ اُن چیزوں کو خدائی میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے اُس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی و اطمینان کا مستحق ہے؟ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔ حقیقت میں تو امن اِنھی کے لیے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا''۔ ع

یہ تھی ہماری وہ حُجت جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ تمھارا ربّ نہایت دانا اور علیم ہے۔

پھر ہم نے ابراہیمؑ کو، اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہِ راست دکھائی (وہی راہِ راست جو) اِس سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی۔ اور اُسی کی نسل سے ہم نے داوٗدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو (ہدایت بخشی) اِس طرح ہم نیکو کاروں کو اُن کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں۔ (اُسی کی اولاد سے) زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو (راہ یاب کیا) ہر ایک اُن میں سے صالح تھا (اُسی کے خاندان سے) اسماعیلؑ الیسعؑ اور یونسؑ اور لُوطؑ کو (راستہ دکھایا)۔ اِن میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام دنیا والوں پر فضیلت عطا کی۔

---

[٢٠] اصل میں لفظ تَذَکُّر استعمال ہُوا ہے جس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص جو غفلت اور بھلاوے میں پڑا ہُوا ہو وہ چونک کر اس چیز کو یاد کرلے جس سے وہ غافل تھا اسی لیے ہم نے اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

نیز اِن کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد اور اِن کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا، انھیں اپنی خدمت کے لیے چُن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو اِن کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوّت عطا کی تھی۔[۲۱] اب اگر یہ لوگ اِس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو (پروا نہیں) ہم نے کچھ اور لوگوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اِس سے منکر نہیں ہیں۔ اے نبیؐ، وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، اِنھی کے راستے پر تم چلو، اور کہہ دو کہ میں (اِس تبلیغ و ہدایت کے) کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، یہ تو ایک عام نصیحت ہے تمام دنیا والوں کے لیے۔ ع

ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا، جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ اِن سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰؑ لایا تھا، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو، اور جس کے ذریعہ سے تم کو وہ علم دیا گیا جو نہ تمھیں حاصل تھا اور نہ تمھارے باپ دادا کو، آخر اُس کا نازل کرنے والا کون تھا؟[۲۲] بس اتنا کہہ دو کہ اللہ، پھر انھیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کے لیے چھوڑ دو۔ (اُسی کتاب کی طرح) یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

---

[۲۱] یہاں انبیاء علیہم السلام کو تین چیزیں عطا کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کتاب یعنی اللہ کا ہدایت نامہ، دوسرے حکم یعنی اس ہدایت نامہ کا صحیح فہم اور اس کے اصولوں کو معاملاتِ زندگی پر منطبق کرنے کی صلاحیت، اور مسائلِ حیات میں فیصلہ کُن رائے قائم کرنے کی خداداد قابلیت، تیسرے نبوّت، یعنی یہ منصب کہ وہ اس ہدایت نامہ کے مطابق خلق اللہ کی رہنمائی کریں۔

[۲۲] یہ جواب چونکہ یہودیوں کو دیا جا رہا ہے اس لیے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام پر توراۃ کے نزول کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے کیوں کہ وہ خود اس کے قائل تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ تسلیم کرنا کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام پر توراۃ نازل ہوئی تھی ان کے اس قول کی آپ سے آپ تردید کر دیتا ہے کہ خدا نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا نیز اس سے کم از کم اتنی بات تو ثابت ہو جاتی ہے کہ بشر پر خدا کا کلام نازل ہو سکتا ہے اور ہو چکا ہے۔

بڑی خیر و برکت والی ہے۔ اُس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اِس سے پہلے آئی تھی۔ اور اس لیے نازل کی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم بستیوں کے اِس مرکز (یعنی مکّہ) اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو مُتنبّہ کرو۔ جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اِس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے، یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے درآں حالے کہ اُس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو، یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلہ میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کر کے دکھا دوں گا؟ کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکراتِ موت میں ڈُبکیاں کھا رہے ہوتے اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ "لاؤ، نکالو اپنی جان، آج تمھیں اُن باتوں کی پاداش میں ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بَکا کرتے تھے، اور اُس کی آیات کے مقابلہ میں سرکشی دکھاتے تھے۔" اور اللہ فرمائے گا "لو اب تم ویسے ہی تن تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے جیسا ہم نے تمھیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا، جو کچھ ہم نے تمھیں دُنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور اب ہم تمھارے ساتھ تمھارے اُن سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمھارے کام بنانے میں اِن کا بھی کچھ حصّہ ہے، تمھارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گُم ہو گئے جن کا تم زَعم رکھتے تھے"۔ ع

دانے اور گُٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے۔[۲۳] وہی زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے

---

[۲۳] یعنی زمین کی تہوں میں بیج کو پھاڑ کر اس سے درخت کی کونپل نکالنے والا۔

اور وہی مُردہ کو زِندہ سے خارج کرنے والا ہے۔[۲۴] یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے، پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو؟ پردۂ شب کو چاک کر کے، وہی صبح نکالتا ہے۔ اُسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے۔ اُسی نے چاند اور سورج کے طلوع اور غروب کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ سب اُسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھیرائے ہوئے اندازے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔ دیکھو ہم نے نشانیاں[۲۵] کھول کر بیان کر دی ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے ایک جان سے تم کو پیدا کیا، پھر ہر ایک کیلئے ایک جائے قرار ہے اور ایک اُس کے سونپے جانے کی جگہ۔ یہ نشانیاں ہم نے واضح کر دی ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھ بُوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے ہر قِسم کی نباتات اُگائی، پھر اس سے ہرے ہرے کھیت اور درخت پیدا کیے، پھر ان سے تہ برتہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کے مارے جُھکے پڑتے ہیں، اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات جُدا جُدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں، تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو، اِن چیزوں میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ اِس پر بھی لوگوں نے جِنوں کو اللہ کا شریک ٹھیرا دیا،[۲۶] حالانکہ وہ اُن کا خالق ہے، اور بے جانے بوجھے اُس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں،

---

[۲۴] زندہ کو مُردہ سے نکالنے کا مطلب بے جان مادّہ سے زندہ مخلوقات کو پیدا کرنا ہے اور مُردہ کو زندہ سے خارج کرنے کا مطلب جاندار اجسام میں سے بے جان مادّوں کو خارج کرنا۔

[۲۵] یعنی اس حقیقت کی نشانیاں کہ اللہ صرف ایک ہے، کوئی دوسرا نہ خدائی کی صفات رکھتا ہے، نہ خدائی کے اختیارات میں حصہ دار ہے، اور نہ خدائی کے حقوق میں سے کسی حق کا مستحق ہے۔

[۲۶] یعنی اپنے وہم و گمان سے یہ ٹھیرا لیا کہ کائنات کے انتظام میں اور انسان کی قسمت کے بنانے اور بگاڑنے میں اللہ کے ساتھ دوسری پوشیدہ ہستیاں بھی شریک ہیں، کوئی بارش کا دیوتا ہے تو کوئی روئیدگی کا، کوئی دولت کی دیوی ہے تو کوئی بیماری کی، اس قسم کے لغو اعتقادات دنیا کی تمام مشرک قوموں میں ارواح

حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے۔ اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ ع وہ تو آسمانوں اورزمین کا مُوجد ہے۔ اُس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ کوئی اُس کی شریکِ زندگی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمھارا ربّ، کوئی خدا اُس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔

دیکھو تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں، اب جو بینائی سے کام لے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا، میں تم پر کوئی پاسبان نہیں ہوں۔ [۶۷]

اس طرح ہم اپنی آیات کو بار بار مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں اور اس لیے کرتے ہیں کہ یہ لوگ کہیں ''تم کسی سے پڑھ آئے ہو'' اور جو لوگ علم رکھتے ہیں ان پر ہم حقیقت کو روشن کردیں۔ اے نبیؐ، اس وحی کی پیروی کیے جاؤ جو تم پر تمھارے ربّ کی طرف سے نازل ہوئی ہے کیونکہ اُس ایک ربّ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ اور اِن مشرکین کے پیچھے نہ پڑو۔ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو (وہ خود ایسا بندوبست کرسکتا تھا کہ) یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ تم کو ہم نے ان پر پاسبان مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تم ان پر حوالہ دار ہو۔ (اور اے مسلمانو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں اُنھیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

اور شیاطین اور راکشسوں اور دیوتاؤں اور دیویوں کے متعلق پائے جاتے رہے ہیں۔

[۶۷] یہ فقرہ اگرچہ اللہ ہی کا کلام ہے مگر نبی کی طرف سے ادا ہو رہا ہے، جس طرح سورہ فاتحہ ہے تو اللہ کا کلام مگر بندوں کی زبان سے ادا ہوتا ہے ''میں تم پر پاسبان نہیں ہوں'' یعنی میرا کام بس اتنا ہی ہے کہ اس روشنی کو تمہارے سامنے پیش کردوں۔ اس کے بعد آنکھیں کھول کر دیکھنا یا نہ دیکھنا تمہارا اپنا کام ہے۔ میرے سپرد یہ خدمت نہیں کی گئی ہے کہ جنہوں نے خود آنکھیں بند کر رکھی ہیں ان کی آنکھیں زبردستی کھلواؤں اور جو کچھ وہ نہیں دیکھتے وہ انھیں دکھا کر ہی چھوڑوں۔

CS CamScanner

ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوش نما بنا دیا ہے، پھر انھیں اپنے ربّ کی طرف پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت وہ انھیں بتادے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔

یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی نشانی (یعنی معجزہ) ہمارے سامنے آجائے تو ہم اُس پر ایمان لے آئیں گے۔ اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ ”نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں“۔ اور تمھیں کیسے سمجھایا جائے کہ اگر نشانیاں آ بھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔ [۲۸] ہم اُسی طرح ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح یہ پہلی مرتبہ اس (کتاب) پر ایمان نہیں لائے تھے۔ ہم اِنھیں ان کی سرکشی ہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑے دیتے ہیں۔ ع اگر ہم فرشتے بھی ان پر نازل کر دیتے اور مُردے ان سے باتیں کرتے اور دنیا بھر کی چیزوں کو ہم ان کی آنکھوں کے سامنے جمع کر دیتے، تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے، اِلّا یہ کہ مشیّتِ الٰہی یہی ہو (کہ یہ ایمان لائیں) مگر اکثر لوگ نادانی کی باتیں کرتے ہیں۔ اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنّوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آیند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر اِلقا کرتے رہے ہیں۔ اگر تمھارے ربّ کی مشیّت یہ ہوتی کہ وہ ایسا نہ کریں تو وہ کبھی نہ کرتے۔ پس تم اُنھیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اپنی اِفترا پردازیاں کرتے رہیں۔ (یہ سب کچھ ہم انھیں اسی لیے کرنے دے رہے ہیں کہ) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل اس (خوشنما دھوکے) کی طرف مائل ہوں اور وہ اس سے راضی ہو جائیں اور اُن برائیوں کا اِکتساب کریں جن کا اکتساب وہ کرنا چاہتے ہیں۔ [۲۹]

---

[۲۸] یہ خطاب مسلمانوں سے ہے جو بے تاب ہو ہو کر تمنا کرتے ہیں کہ کوئی ایسی نشانی ظاہر ہو جائے جس سے ان کے گمراہ بھائی راہِ راست پر آجائیں۔

[۲۹] آیت ۱۱۰ سے ۱۱۳ تک جو بات فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ نہیں ہے کہ اسے مشیّت کے تحت اس طریقے سے ہدایت بخشی جائے جس طرح درخت میں پھل آتے ہیں یا خود انسان کے سر پر بال اُگتے ہیں، بلکہ اس نے انسان کو دنیا میں آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے اور آزمائش کی غرض سے یہ بات خود اس کے اختیار پر چھوڑی گئی ہے کہ وہ راہِ راست کی طرف جانا چاہتا ہے یا گمراہی کی طرف۔ اگر وہ آپ ہی گمراہ ہونا چاہے تو اللہ اپنی مشیّت سے جبراً اسے ہدایت نہیں دیتا۔

پھر جب حال یہ ہے تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں، حالانکہ اُس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمھاری طرف کتاب نازل کر دی ہے؟[۳۰] اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمھارے ربّ ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔ تمھارے ربّ کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، کوئی اس کے فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے۔ اور وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔

اور اے نبیؐ، اگر تم اُن لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ در حقیقت تمھارا ربّ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے ہٹا ہُوا ہے اور کون سیدھی راہ پر ہے۔

پھر اگر تم لوگ اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو تو جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اُس کا گوشت کھاؤ۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو؟ حالانکہ جن چیزوں کا استعمال حالتِ اضطرار کے سوا دوسری تمام حالتوں میں اللہ نے حرام کر دیا ہے، اُن کی تفصیل وہ تمھیں بتا چکا ہے۔ بکثرت لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کُن باتیں کرتے ہیں، ان حد سے گزرنے والوں کو تمھارا ربّ خوب جانتا ہے۔ تم کھُلے گناہوں سے بھی بچو اور چُھپے گناہوں سے

---

[۳۰] اس فقرے میں متکلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خطاب مسلمانوں سے ہے۔

CS CamScanner

بھی، جو لوگ گناہ کا اکتساب کرتے ہیں وہ اپنی اس کمائی کا بدلہ پا کر رہیں گے۔ اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ، ایسا کرنا فسق ہے۔ شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک و اعتراضات اِلقا کرتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ لیکن اگر تم نے اُن کی اِطاعت قبول کر لی تو یقیناً تم مشرک ہو۔ ع

کیا وہ شخص جو پہلے مُردہ تھا، پھر ہم نے اُسے زندگی بخشی اور اس کو وہ روشنی عطا کی جس کے اُجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طے کرتا ہے اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہُوا ہو اور کسی طرح اُن سے نہ نکلتا ہو؟[۳۱] کافروں کے لیے تو اسی طرح اُن کے اعمال خوشنما بنا دیے گئے ہیں، اور اِسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو لگا دیا ہے کہ وہاں اپنے مکر و فریب کا جال پھیلائیں۔ دراصل وہ اپنے فریب کے جال میں آپ پھنستے ہیں، مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں "ہم نہ مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسُولوں کو دی گئی ہے۔" اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغامبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔ قریب ہے وہ وقت جب یہ مُجرم اپنی مکاریوں کی پاداش میں اللہ کے ہاں ذِلّت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

پس (یہ حقیقت ہے کہ) جسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ اور جسے گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے اُس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور ایسا بھینچتا ہے (کہ اسلام کا تصوّر کرتے ہی) اُسے یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا اس کی رُوح

---

[۳۱] یعنی تم کس طرح یہ توقع کر سکتے ہو کہ جس انسان کو انسانیت کا شعور نصیب ہو چکا ہے اور جو علم کی روشنی میں ٹیڑھے راستوں کے درمیان حق کی سیدھی راہ کو صاف دیکھ رہا ہے وہ ان بے شعور لوگوں کی طرح دنیا میں زندگی بسر کرے گا جو نادانی و جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔ اس طرح اللہ (حق سے فرار اور نفرت کی) ناپاکی اُن لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے،[۳۲] حالانکہ یہ راستہ تمہارے ربّ کا سیدھا راستہ ہے اور اس کے نشانات اُن لوگوں کے لیے واضح کر دیے گئے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔ اُن کے ربّ کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے۔ اور وہ اُن کا سرپرست ہے، اُس صحیح طرزِ عمل کی وجہ سے جو انھوں نے اختیار کیا۔

جس روز اللہ اِن سب لوگوں کو گھیر کر جمع کرے گا، اس روز وہ جنوں سے (یعنی شیاطین جنّ) سے خطاب کر کے فرمائے گا کہ ''اے گروہِ جنّ، تم نے تو نوعِ انسانی پر خوب ہاتھ صاف کیا''۔ انسانوں میں سے جو اِن کے رفیق تھے وہ عرض کریں گے ''پروردگار، ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو خوب استعمال کیا ہے، اور اب ہم اُس وقت پر آ پہنچے ہیں جو تُو نے ہمارے لیے مقرر کر دیا تھا''۔ اللہ فرمائے گا ''اچھا اب آگ تمھارا ٹھکانا ہے، اس میں تم ہمیشہ رہو گے''۔ اس سے بچیں گے صرف وہی جنہیں اللہ بچانا چاہے گا، بے شک تمھارا ربّ دانا اور علیم ہے۔ دیکھو، اِس طرح ہم (آخرت میں) ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنائیں گے اُس کمائی کی وجہ سے جو وہ (دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر) کرتے تھے۔ ع (اس موقع پر اللہ ان سے یہ بھی پوچھے گا کہ) ''اے گروہِ جنّ وانس، کیا تمہارے پاس خود تم میں سے ایسے رسُول نہیں آئے تھے جو تم کو میری آیات سُناتے اور اس دن کے انجام سے ڈراتے تھے؟'' وہ کہیں گے ''ہاں ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں''۔ آج دنیا کی زندگی نے اِن لوگوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، مگر اُس وقت وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ (یہ شہادت اُن سے اس لیے لی جائے گی کہ) یہ ثابت ہو جائے کہ تمھارا ربّ بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا جب کہ ان کے باشندے حقیقت سے ناواقف ہوں۔

---

[۳۲] اس فقرے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے اللہ انہی کا سینہ اسلام کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور انہیں ہدایت بخشنے کا ارادہ نہیں کرتا۔

ہر شخص کا درجہ اُس کے عمل کے لحاظ سے ہے اور تمھارا رَبّ لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ تمھارا ربّ بے نیاز ہے اور مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ دوسرے جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح اُس نے تمھیں کچھ اور لوگوں کی نسل سے اٹھایا ہے۔ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ یقیناً آنے والی ہے۔ اور تم خدا کو عاجز کر دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اے نبیؐ، کہہ دو کہ لوگو، تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں بھی اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں، عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ انجامِ کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، بہرحال یہ حقیقت ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

اِن لوگوں نے اللہ کے لیے خود اُسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے، بزعمِ خود، اور یہ ہمارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لیے۔ پھر جو حصہ ان کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا مگر جو اللہ کے لیے ہے وہ اُن کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔[۳۳] کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ!

اور اِسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوشنما بنا دیا ہے،[۳۴] تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ بنا دیں۔[۳۵] اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے، لہٰذا

---

[۳۳] وہ لوگ اللہ کے نام سے جو حِصّہ نکالتے تھے اس میں بھی طرح طرح کی چالبازیاں کر کے کمی کرتے رہتے تھے اور ہر صورت سے اپنے خود ساختہ شریکوں کا حِصّہ بڑھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً جو غلّے یا پھل وغیرہ اللہ کے نام پر نکالے جاتے ان میں سے اگر کچھ گر جاتا تو وہ شریکوں کے حِصّہ میں شامل کر دیا جاتا تھا، اور اگر شریکوں کے حصّے میں سے گرتا یا خدا کے حصے میں مل جاتا تو اسے انہی کے حصّہ میں واپس کیا جاتا اگر کسی وجہ سے نذر و نیاز کا غلّہ خود استعمال کرنے کی صورت پیش آجاتی تو اللہ کا حصّہ کھا لیتے تھے مگر شریکوں کے حصّے کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی بلا نازل نہ ہو جائے۔

[۳۴] یہاں "شریکوں" کا لفظ ایک دوسرے معنی میں استعمال ہُوا ہے جو اوپر کے معنی سے مختلف ہے۔ آیت ۱۳۶ میں جنہیں "شریک" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا تھا وہ ان کے وہ معبود تھے جن کی برکت یا سفارش یا توسّط کو یہ لوگ نعمت کے حصول میں مددگار سمجھتے تھے اور شکرِ نعمت کے استحقاق میں انھیں اللہ کے ساتھ حصہ دار بناتے تھے۔ بخلاف اس کے اس آیت میں "شریک" سے مراد وہ انسان ہیں جنہوں نے قتلِ اولاد کی رسم ایجاد کی تھی اور وہ شیطان ہیں جنہوں نے اس ظالمانہ رسم کو ان لوگوں کی نگاہ میں ایک جائز اور پسندیدہ فعل بنا دیا تھا۔ قتلِ اولاد کی تین صورتیں

اُنھیں چھوڑ دو کہ اپنی افترا پردازیوں میں لگے رہیں۔

کہتے ہیں یہ جانور اور یہ کھیت محفوظ ہیں، اُنھیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنھیں ہم کھلانا چاہیں، حالانکہ یہ پابندی اُن کی خود ساختہ ہے۔ پھر کچھ جانور ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور کچھ جانور ہیں جن پر یہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اور یہ سب کچھ انھوں نے اللہ پر افترا کیا ہے، عنقریب اللہ انھیں ان افترا پردازیوں کا بدلہ دے گا۔

اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مَردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام، لیکن اگر وہ مُردہ ہو تو دونوں اس کے کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ یہ باتیں جو انھوں نے گھڑلی ہیں اِن کا بدلہ اللہ اِنھیں دے کر رہے گا۔ یقیناً وہ حکیم ہے اور سب باتوں کی اسے خبر ہے۔

یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ پر افترا پردازی کر کے حرام ٹھیرا لیا۔ یقیناً وہ بھٹک گئے اور ہرگز وہ راہِ راست پانے والوں میں سے نہ تھے۔ ع

وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ اور تاکستان اور نخلستان پیدا کیے، کھیتیاں اُگائیں جن سے قسم قسم کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں، زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل صُورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ کھاؤ ان کی پیداوار جب کہ یہ پھلیں،

اہلِ عرب میں رائج تھیں اور قرآن میں تینوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: (۱) لڑکیوں کا قتل، اس خیال سے کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے یا قبائلی لڑائیوں میں وہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑیں یا کسی دوسرے سبب سے وہ ان کے لیے سببِ عار نہ بنیں (۲) بچوں کا قتل اس خیال سے کہ ان کی پرورش کا بار نہ اٹھایا جا سکے گا اور ذرائع معاش کی کمی کے سبب سے وہ ناقابلِ برداشت بوجھ بن جائیں گے (۳) بچوں کو اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لیے بھینٹ چڑھانا۔

[۳۵] زمانۂ جاہلیت کے عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا پیرو کہتے اور سمجھتے تھے اور اس بنا پر ان کا خیال یہ تھا کہ جس مذہب کا وہ اتباع کر رہے ہیں وہ اللہ کا پسندیدہ مذہب ہی ہے۔ لیکن اس دین کے اندر بعد کی صدیوں میں ان کے مذہبی پیشوا قبائل کے سردار خاندانوں کے بڑے بوڑھے اور مختلف لوگ طرح طرح کے عقائد اور اعمال اور رسوم کا اضافہ کرتے چلے گئے جنھیں آنے والی نسلوں نے اصل مذہب کا جزء سمجھ لیا اور ان کا پورا دین مُشتبہ ہو کر رہ گیا۔

اور اللہ کا حق ادا کرو جب اِن کی فصل کاٹو، اور حد سے نہ گزرو کہ اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر وہی ہے جس نے مویشیوں میں سے وہ جانور بھی پیدا کیے جن سے سواری و بار برداری کا کام لیا جاتا ہے اور وہ بھی جو کھانے اور بچھانے کے کام آتے ہیں۔ [۳۶] کھاؤ اُن چیزوں میں سے جو اللہ نے تمھیں بخشی ہیں اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ یہ آٹھ نر و مادہ ہیں، دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے۔ اے نبیؐ، ان سے پوچھو کہ اللہ نے اُن کے نر حرام کیے ہیں۔ یا مادہ، یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں؟ ٹھیک ٹھیک علم کے ساتھ مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ اور اِسی طرح دو اُونٹ کی قسم سے ہیں اور دو گائے کی قسم سے۔ پوچھو، اِن کے نر اللہ نے حرام کیے ہیں یا مادہ، یا وہ بچے جو اُونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہوں؟ کیا تم اُس وقت حاضر تھے جب اللہ نے اُن کے حرام ہونے کا حکم تمھیں دیا تھا؟ پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی بات کہے تاکہ علم کے بغیر لوگوں کی غلط راہنمائی کرے۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔ ع

اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو مَیں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، اِلّا یہ کہ وہ مُردار ہو، یا بہایا ہُوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے، یا فِسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ [۳۷] پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز اِن میں سے کھا لے)

---

[۳۶] یعنی ان کی کھالوں اور ان کے بالوں سے فرش بنائے جاتے ہیں۔

[۳۷] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے سوا کھانے کی کوئی چیز شریعت میں حرام نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حرام وہ چیزیں نہیں جو تم لوگوں نے حرام کر لی ہیں بلکہ حرام یہ چیزیں ہیں۔ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ مائدہ حاشیہ ۲، ۹۔

بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حدِ ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمھارا ربّ درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی اُن پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے، اور گائے اور بکری کی چربی بھی بجز اُس کے جو اُن کی پیٹھ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کی سزا انھیں دی تھی[۳۸] اور یہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔ اب اگر وہ تمھیں جھٹلائیں تو ان سے کہہ دو کہ تمھارے ربّ کا دامنِ رحمت وسیع ہے اور مُجرموں سے اس کے عذاب کو پھیرا نہیں جا سکتا۔

یہ مشرک لوگ (تمھاری ان باتوں کے جواب میں) ضرور کہیں گے کہ ”اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھیراتے“۔[۳۹] ایسی ہی باتیں بنا بنا کر ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا یہاں تک کہ آخر کار ہمارے عذاب کا مزا انھوں نے چکھ لیا۔ ان سے کہو ”کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جسے ہمارے سامنے پیش کر سکو؟ تم تو محض گمان پر چل رہے ہو اور نری قیاس آرائیاں کرتے ہو۔“ پھر کہو (تمھاری اس حُجت کے مقابلہ میں) ”حقیقت رس حُجت تو اللہ کے پاس ہے، بے شک اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا“۔[۴۰]

---

[۳۸] ملاحظہ ہو سورہ آل عمران آیت ۹۳ اور سورۂ نساء آیت ۱۶۰۔

[۳۹] یعنی وہ اپنے جُرم اور اپنی غلط کاری کے لیے وہی پرانا عذر پیش کریں گے جو ہمیشہ سے مُجرم اور غلط کار لوگ پیش کرتے رہے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے حق میں اللہ کی مشیّت یہی ہے کہ ہم شرک کریں اور جن چیزوں کو ہم نے حرام ٹھیرا رکھا ہے انھیں حرام ٹھیرائیں۔ ورنہ اگر اللہ نہ چاہتا کہ ہم ایسا کریں تو کیوں کر ممکن تھا کہ یہ افعال ہم سے صادر ہوتے۔ پس چونکہ ہم اللہ کی مشیّت کے مطابق یہ سب کچھ کر رہے ہیں، اس لیے درست کر رہے ہیں۔ اس کا الزام اگر ہے تو ہم پر نہیں، اللہ پر ہے اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں ایسا ہی کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کے سوا کچھ اور کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے۔

[۴۰] یعنی تم اپنی معذرت میں یہ حُجت جو پیش کرتے ہو کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ اس سے پوری بات ادا نہیں ہوتی۔ پوری بات کہنا چاہتے ہو تو یوں کہو کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم سب کو ہدایت دے دیتا۔ یا بالفاظ دیگر تم خود اپنے انتخاب سے راہ راست اختیار کرنے پر تیار نہیں ہو، بلکہ یہ چاہتے ہو کہ خدا نے جس طرح فرشتوں کو پیدائشی راست رو بنایا تھا، اس طرح تمھیں بھی بنا دیتا۔ تو بے شک اگر

ان سے کہو کہ ”لاؤ اپنے وہ گواہ جو اِس بات کی شہادت دیں کہ اللہ ہی نے اِن چیزوں کو حرام کیا ہے“۔ پھر اگر وہ شہادت دے دیں تو تم اُن کے ساتھ شہادت نہ دینا، [۴۱] اور ہرگز اُن لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے، اور جو آخرت کے منکر ہیں، اور جو دوسروں کو اپنے رَبّ کا ہمسر بناتے ہیں۔ ع

اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ آؤ میں تمھیں سناؤں تمہارے رَبّ نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں: [۴۲] یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں اور اُن کو بھی دیں گے، اور بے شرمی کی باتوں [۴۳] کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی، اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھیرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمھیں کی ہے شاید کہ تم سمجھ بُوجھ سے کام لو۔ اور یہ کہ مالِ یتیم کے قریب نہ جاؤ، مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ رُشد کو پہنچ جائے۔ اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اُتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اُس کے امکان میں ہے۔ اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ [۴۴] ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمھیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔ نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اِسی پر چلو

اللہ کی مشیّت انسان کے حق میں یہ ہوتی تو وہ ضرور ایسا کر سکتا تھا لیکن یہ اس کی مشیّت نہیں ہے لہٰذا جس گمراہی کو تم نے اپنے لیے خود پسند کیا ہے اللہ بھی تمھیں اسی میں پڑا رہنے دے گا۔

[۴۱] یعنی اگر وہ شہادت کی ذمہ داری کو سمجھتے ہوں اور جانتے ہوں کہ شہادت اسی بات کی دینی چاہیے جس کا آدمی کو علم ہو تو وہ کبھی یہ شہادت دینے کی جرأت نہ کریں گے۔ لیکن اگر یہ لوگ شہادت کی ذمہ داری کو محسوس کیے بغیر اتنی ڈھٹائی پر اتر آئیں کہ اللہ کا نام لے کر جھوٹی شہادت دینے میں بھی تامّل نہ کریں تو ان کے اس جھوٹ میں تم ان کے ساتھی نہ بنو۔

[۴۲] یعنی تمہارے رَبّ کی عائد کی ہوئی پابندیاں وہ نہیں ہیں جن میں تم گرفتار ہو، بلکہ اصل پابندیاں یہ ہیں۔

[۴۳] اصل میں لفظ ”فواحش“ استعمال ہُوا ہے جس کا اطلاق ان تمام افعال پر ہوتا ہے جن کی برائی بالکل واضح ہے۔ قرآن میں زنا، عملِ قومِ لُوط، برہنگی، جھوٹی تہمت اور باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے کو فحش افعال میں شمار کیا گیا ہے۔ حدیث میں چوری اور شراب نوشی اور بھیک مانگنے کو مِن جملہ فواحش کہا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے تمام شرمناک افعال بھی فواحش میں داخل ہیں اور ارشادِ الٰہی یہ ہے کہ اس قسم کے افعال نہ علانیہ کیے جائیں نہ چھپ کر۔

[۴۴] ”اللہ کے عہد“ سے مراد وہ عہد ہے جو انسان اور خدا اور انسان اور انسان کے درمیان فطری طور

اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اُس کے راستے سے ہٹا کر تمھیں پراگندہ کر دیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رَبّ نے تمھیں کی ہے، شاید کہ تم کج رَوی سے بچو۔

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی جو بھلائی کی رَوِش اختیار کرنے والے انسان پر نعمت کی تکمیل اور ہر ضروری چیز کی تفصیل اور سراسر ہدایت و رحمت تھی (اور اس لیے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی کہ) شاید لوگ اپنے رَبّ کی ملاقات پر ایمان لائیں۔ [۴۵] ع

اور اسی طرح یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے ایک برکت والی کتاب۔ پس تم اِس کی پیروی کرو اور تقوٰی کی رَوِش اختیار کرو، بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں کو دی گئی تھی، اور ہم کو کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اور اب تم یہ بہانہ بھی نہیں کر سکتے کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی گئی ہوتی تو ہم ان سے زیادہ راست رو ثابت ہوتے۔ تمہارے پاس تمہارے رَبّ کی طرف سے ایک دلیلِ روشن اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے، اب اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور اُن سے منہ موڑے۔ جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انھیں اس رُوگردانی کی پاداش میں ہم بدترین سزا دے کر رہیں گے۔ کیا اب لوگ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے آ کھڑے ہوں، یا تمھارا رَبّ خود آ جائے، یا تمہارے رَبّ کی بعض صریح نشانیاں [۴۶] نمودار ہو جائیں؟ جس روز تمہارے رَبّ کی بعض مخصوص نشانیاں نمودار ہو جائیں گی پھر کسی ایسے شخص کو اُس کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو

پر اس وقت آپ سے آپ بندھ جاتا ہے جس وقت ایک شخص خدا کی زمین پر ایک انسانی معاشرے میں پیدا ہوتا ہے۔

[۴۵] مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھنا چھوڑ دیں اور یہ مان لیں کہ انہیں اپنے رَبّ کے سامنے حاضر ہو کر ایک روز اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

[۴۶] یعنی آثارِ قیامت یا عذاب یا کوئی اور ایسی نشانی جو حقیقت کی بالکل پردہ کشائی کر دینے والی ہو اور جس کے ظاہر ہونے کے بعد امتحان و آزمائش کا کوئی سوال باقی نہ رہے۔

یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہو۔ اے نبیؐ، ان سے کہہ دو کہ اچھا، تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

جن لوگوں نے اپنے دِین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمھارا کچھ واسطہ نہیں، اُن کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے، وہی ان کو بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ جو اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے دس گنا اجر ہے، اور جو بدی لے کر آئے گا اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ جتنا اس نے قصور کیا ہے، اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

اے نبیؐ، کہو، میرے ربّ نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، بالکل ٹھیک دِین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، ابراہیمؑ کا طریقہ جسے یک سُو ہو کر اُس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ کہو، میری نماز، میرے تمام مَراسِمِ عبودیت، [۴۷] میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔ کہو، کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور ربّ تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا ربّ ہے؟ ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا، [۴۸] پھر تم سب کو اپنے ربّ کی طرف پلٹنا ہے، اُس وقت وہ تمہارے اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیے،

---

[۴۷] اصل میں لفظ ”نُسُک“ استعمال ہُوا ہے جس کے معنی قربانی کے بھی ہیں اور اس کا اطلاق عمومیّت کے ساتھ بندگی و پرستش کی دوسری تمام صورتوں پر بھی ہوتا ہے۔

[۴۸] یعنی ہر شخص خود ہی اپنے عمل کا ذمہ دار ہے ایک کے عمل کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ہے۔

تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اُس میں تمھاری آزمائش کرے۔ بے شک تمھارا ربّ سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔ ع

سورۂ اَعراف (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

ا۔ل۔م۔ص۔ یہ ایک کتاب ہے جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے، پس اے نبیؐ، تمہارے دل میں اِس سے کوئی جھجک [۱] نہ ہو۔ اُس کے اُتارنے کی غرض یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے (منکرین کو) ڈراؤ اور ایمان لانے والے لوگوں کو نصیحت ہو۔

لوگو، جو کچھ تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اُس کی پیروی کرو اور اپنے ربّ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔

کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا۔ اُن پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت ٹوٹ پڑا، یا دن دہاڑے ایسے وقت آیا جب کہ وہ آرام کر رہے تھے۔ اور جب ہمارا عذاب اُن پر آ گیا تو اُن کی زبان پر اس کے سوا کوئی صدا نہ تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔

پس یہ ضرور ہو کر رہنا ہے کہ ہم اُن لوگوں سے باز پرس کریں جن کی طرف ہم نے پیغمبر بھیجے ہیں، اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں (کہ انھوں نے پیغام رسانی کا فرض کہاں تک انجام دیا اور اُنھیں اِس کا کیا جواب ملا) پھر ہم خود پورے علم کے ساتھ ساری سرگزشت ان کے آگے پیش کر دیں گے، آخر ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔ اور وزن اس روز عینِ حق ہوگا۔ [۲] جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہوں گے

---

[۱] یعنی بغیر کسی جھجک اور خوف کے اسے لوگوں تک پہنچا دو اور اسکی کچھ پروا نہ کرو کہ مخالفین اس کا کیسا استقبال کریں گے۔

[۲] یعنی اس روز اللہ کی میزانِ عدل میں حق کے سوا کوئی چیز وزنی نہ ہوگی اور وزن کے سوا کوئی چیز حق نہ ہوگی۔ جس کے ساتھ جتنا حق ہوگا اتنا ہی وہ باوزن ہوگا۔ اور فیصلہ جو کچھ بھی ہوگا، وزن کے لحاظ سے ہوگا کسی دوسری چیز کا ذرہ برابر لحاظ نہ کیا جائے گا۔

اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے تھے۔

ہم نے تمھیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامانِ زیست فراہم کیا، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔ ع

ہم نے تمہاری تخلیق کی اِبتدا کی، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا آدمؑ کو سجدہ کرو۔ اِس حکم پر سب نے سجدہ کیا مگر اِبلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہُوا۔ [۳]

پوچھا، ”تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ مَیں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟“ بولا ”میں اِس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے۔“ فرمایا ”اچھا، تُو یہاں سے نیچے اُتر۔ تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جا کہ درحقیقت تُو اُن لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلّت چاہتے ہیں“۔ [۴] بولا ”مجھے اُس دن تک مُہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے“۔ فرمایا، ”تجھے مہلت ہے“۔ بولا، ”اچھا تو جس طرح تُو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے، میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا، آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے اُن کو گھیروں گا اور تُو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا“۔ فرمایا ”نکل جا یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہُوا۔ یقین رکھ کہ اُن میں سے جو تیری پیروی کریں گے،

---

[۳] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا۔ دراصل جب زمین کا انتظام کرنے والے فرشتوں کو آدمؑ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس کے معنی یہ تھے کہ وہ تمام مخلوق بھی آدمؑ کی مطیع ہو جائے جو فرشتوں کے زیرِ انتظام تھی۔ اس مخلوق میں سے صرف ابلیس نے آگے بڑھ کر یہ اعلان کیا کہ وہ آدمؑ کے آگے سربسجود نہ ہوگا۔

[۴] اصل میں لفظ صاغرین استعمال ہُوا ہے صاغر کے معنی ہیں الراضی بالذُل، یعنی وہ ذلّت اور صغار اور چھوٹی حیثیت کو خود اختیار کرے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ بندہ اور مخلوق ہونے کے باوجود تیرا اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہونا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ تُو خود ذلیل ہونا چاہتا ہے۔

تجھ سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ اور اے آدمؑ، تُو اور تیری بیوی، دونوں اِس جنت میں رہو، جہاں جس چیز کو تمھارا جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے“۔

پھر شیطان نے اُن کو بہکایا تاکہ اُن کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں اُن کے سامنے کھول دے۔ اس نے اُن سے کہا ”تمہارے رَبّ نے تمھیں جو اُس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔“ اور اُس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمھارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکا دے کر وہ اِن دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخرکار جب انھوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے سَتر ایک دوسرے کے سامنے کُھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنّت کے پتّوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب اُن کے رَبّ نے اُنھیں پُکارا ”کیا میں نے تمھیں اِس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے“؟ دونوں بول اٹھے ”اے رَبّ، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تُو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے“۔ [۵] فرمایا ”اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور تمھارے لیے ایک خاص مدّت تک زمین ہی میں جائے قرار اور سامانِ زیست ہے“۔

---

[۵] اس سے معلوم ہُوا کہ انسان کے اندر شرم وحیاء کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا اوّلین مظہر وہ شرم ہے جو اپنے جسم کے مخصوص حصّوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں آدمی کو فطرۃً محسوس ہوتی ہے، اسی لیے شیطان کی پہلی چال جو اس نے انسان کو فطرتِ انسانی کی سیدھی راہ سے ہٹانے کے لیے چلی، یہ تھی کہ اس کے اس جذبۂ شرم وحیا پر ضرب لگائے اور برہنگی کے راستے سے اس کے لیے فواحش کا دروازہ کھولے اور اس کو جنسی معاملات میں بدراہ کر دے۔ مزید براں اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ انسان کے اندر بلند حالت پر پہنچنے کی ایک فطری پیاس موجود ہے۔ اسی لیے شیطان کو اس کے سامنے خیر خواہ کے بھیس میں آنا پڑا اور یہ کہنا پڑا کہ میں تجھے زیادہ بلند حالت کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ انسان کی اصل خوبی جو اسے شیطان کے مقابلے میں بہتر بناتی ہے وہ یہ ہے کہ جب اس سے قصور سرزد ہو جائے تو وہ نادِم ہو کر اللہ سے معافی مانگے۔ بخلاف اس کے شیطان کو جس چیز نے ذلیل وخوار کیا وہ یہ تھی کہ وہ قصور کر کے اللہ کے مقابلے میں اکڑ گیا اور بغاوت پر اتر آیا۔

اور فرمایا ”وہیں تم کو جینا اور وہیں مرنا ہے اور اُسی میں سے تم کو آخر کار نکالا جائے گا“۔ ع

اے اولادِ آدمؑ، ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمھارے جسم کے قابلِ شرم حصّوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو، اور بہترین لباس تقوٰی کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ اے بنی آدمؑ، ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں پھر اُسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اُس نے تمہارے والدین کو جنّت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اُتروا دیے تھے، تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھی تمھیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھ سکتے۔ اِن شیاطین کو ہم نے اُن لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اِسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ ہی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔[۶] اِن سے کہو، اللہ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیا کرتا۔ کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو جن کے متعلق تمھیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں؟ اے نبیؐ، اِن سے کہو، میرے ربّ نے تو راستی و انصاف کا حکم دیا ہے، اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اُسی کو پکارو، اپنے دین کو اس کے لیے خالص رکھ کر۔ جس طرح اس نے تمھیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔ ایک گروہ کو تو اس نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، مگر دوسرے گروہ پر گمراہی چسپاں ہو کر رہ گئی ہے، کیونکہ انھوں نے خدا کے بجائے شیاطین کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔

---

[۲] اشارہ ہے اہلِ عرب کے برہنہ طواف کی طرف۔ ان میں بکثرت لوگ حج کے موقع پر کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور ان کی عورتیں اس معاملے میں ان کے مَردوں سے بھی زیادہ بے حیا تھیں، ان کی نگاہ میں یہ ایک مذہبی فعل تھا اور نیک کام سمجھ کر کیا جاتا تھا۔

اے بنی آدمؑ، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ [۷] ع

اے نبیؐ، اِن سے کہو، کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں، اور قیامت کے روز تو خالصۃً انھی کے لیے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔

اے نبیؐ، اِن سے کہو، کہ میرے رَبّ نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ [۸] اور حق کے خلاف زیادتی [۹] اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لیے اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی، اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمھیں علم نہ ہو (کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے)۔

ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدّت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی مدّت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی۔ (اور یہ بات اللہ نے آغازِ تخلیق ہی میں صاف فرما دی تھی کہ) اے بنی آدمؑ، یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمھیں میری آیات سُنا رہے ہوں، تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رَوِیّہ کی اصلاح کر لے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے،

---

[۷] یہاں زینت سے مراد مکمل لباس ہے۔ خدا کی عبادت میں کھڑے ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ آدمی محض اپنا سَتر چُھپا لے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حسبِ استطاعت وہ اپنا لباس پہنے جس میں سَتر پوشی بھی ہو اور زینت بھی۔ آدمی کسی معزز شخص سے ملنے کے لیے جس طرح اچھا لباس پہنتا ہے اسی طرح اللہ کی عبادت کے لیے بھی اسے اچھا لباس پہننا چاہیے۔

[۸] اصل میں لفظ اِثْم استعمال ہُوا ہے جس کے اصل معنی کوتاہی کے ہیں اور اس سے مراد ہے آدمی کا اپنے رَبّ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی کرنا۔

[۹] یعنی اپنی حد سے تجاوز کر کے ایسی حدود میں قدم رکھنا جن کے اندر داخل ہونے کا آدمی کو حق نہ ہو۔

اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور اُن کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے وہی اہلِ دوزخ ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ آخر اُس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو بالکل جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی سچی آیات کو جھٹلائے؟ ایسے لوگ اپنے نوشتۂ تقدیر کے مطابق اپنا حصہ پاتے رہیں گے، [۱۰] یہاں تک کہ وہ گھڑی آجائے گی جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُن کی رُوحیں قبض کرنے کے لیے پہنچیں گے۔ اُس وقت وہ اُن سے پوچھیں گے کہ ”بتاؤ اب کہاں ہیں تمہارے معبود جن کو تم خدا کے بجائے پکارتے تھے“؟ وہ کہیں گے کہ ”سب ہم سے گُم ہو گئے“۔ اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ ہم واقعی منکرِ حق تھے۔ اللہ فرمائے گا جاؤ، تم بھی اسی جہنّم میں چلے جاؤ جس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے گروہِ جن و انس جا چکے ہیں۔ ہر گروہ جب جہنّم میں داخل ہو گا تو اپنے پیش رو گروہ پر لعنت کرتا ہُوا داخل ہو گا، حتّٰی کہ جب سب وہاں جمع ہو جائیں گے۔ تو ہر بعد والا گروہ پہلے گروہ کے حق میں کہے گا کہ اے ربّ، یہ لوگ تھے جنھوں نے ہم کو گمراہ کیا، لہٰذا انھیں آگ کا دوہرا عذاب دے۔ جواب میں ارشاد ہو گا، ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہی ہے مگر تم جانتے نہیں ہو۔ [۱۱] اور پہلا گروہ دوسرے گروہ سے کہے گا کہ (اگر ہم قابلِ الزام تھے) تو تمھی کو ہم پر کون سی فضیلت حاصل تھی، اب اپنی کمائی کے نتیجہ میں عذاب کا مزا چکھو۔ ع

یقین جانو، جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور اُن کے مقابلہ میں سرکشی کی ہے ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ اُن کا جنّت میں جانا

---

[۱۰] یعنی دنیا میں جتنے دن ان کی مہلت کے مقرر ہیں یہاں رہیں گے اور جس قسم کی بظاہر اچھی یا بُری زندگی گزارنا اُن کے نصیب میں ہے گزار لیں گے۔

[۱۱] یعنی ایک عذاب خود گمراہی اختیار کرنے کا اور دوسرا عذاب دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔ ایک سزا اپنے جرائم کی اور دوسری سزا دوسروں کے لیے جرائم پیشگی کی میراث چھوڑ آنے کی۔

اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔ مُجرموں کو ہمارے ہاں ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے۔ ان کے لیے تو جہنّم کا بچھونا ہوگا اور جہنّم ہی کا اوڑھنا۔ یہ ہے وہ جزا جو ہم ظالموں کو دیا کرتے ہیں۔ بخلاف اس کے جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا ہے اور اچھے کام کیے ہیں۔ اور اس باب میں ہم ہر ایک کو اس کی اِستطاعت ہی کے مطابق ذمہ دار ٹھیراتے ہیں۔ وہ اہلِ جنت ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ کدورت ہوگی اسے ہم نکال دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ کہیں گے کہ ''تعریف خدا ہی کیلیے ہے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا، ہم خود راہ نہ پا سکتے تھے اگر خدا ہماری رہنمائی نہ کرتا، ہمارے رَبّ کے بھیجے ہوئے رسُول واقعی حق ہی لے کر آئے تھے''۔ اُس وقت ندا آئے گی کہ ''یہ جنّت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمھیں ان اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے''۔

پھر یہ جنّت کے لوگ دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے، ''ہم نے اُن سارے وعدوں کو ٹھیک پایا جو ہمارے رَبّ نے ہم سے کیے تھے، کیا تم نے بھی ان وعدوں کو ٹھیک پایا جو تمھارے رَبّ نے کیے تھے''؟ وہ جواب دیں گے ''ہاں''۔ تب ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ'' خدا کی لعنت اُن ظالموں پر جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے منکر تھے''۔

ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک اوٹ حائل ہوگی جس کی بلندیوں (اعراف)

CS CamScanner

پر کچھ اور لوگ ہوں گے۔ یہ ہر ایک کو اس کے قیافہ سے پہچانیں گے اور جنّت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ "سلامتی ہو تم پر"۔ یہ لوگ جنّت میں داخل تو نہیں ہوئے مگر اُس کے امیدوار ہوں گے۔[۱۲] اور جب اُن کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھریں گی تو کہیں گے "اے ربّ، ہمیں اِن ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو"۔ ع پھر یہ اعراف کے لوگ دوزخ کی چند بڑی بڑی شخصیتوں کو اُن کی علامتوں سے پہچان کر پکاریں گے کہ "دیکھ لیا تم نے، آج نہ تمہارے جتھے تمہارے کسی کام آئے اور نہ وہ ساز و سامان جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے۔ اور کیا یہ اہلِ جنت وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اِن کو تو خدا اپنی رحمت میں سے کچھ نہ دے گا؟ آج انھی سے کہا گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں، تمہارے لیے نہ خوف ہے نہ رنج۔"

اور دوزخ کے لوگ جنّت والوں کو پکاریں گے کہ کچھ تھوڑا سا پانی ہم پر ڈال دو یا جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اسی میں سے کچھ پھینک دو۔ وہ جواب دیں گے کہ "اللہ نے یہ دونوں چیزیں اُن منکرینِ حق پر حرام کر دی ہیں، جنھوں نے اپنے دِین کو کھیل اور تفریح بنا لیا تھا اور جنھیں دنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ آج ہم بھی انھیں اسی طرح بھُلا دیں گے جس طرح وہ اس دن کی ملاقات کو بھُولے رہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔"

ہم اِن لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بناء پر مفصّل بنایا ہے اور جو ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

---

[۱۲] یعنی یہ اصحاب الاعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی زندگی کا نہ تو مثبت پہلو ہی اتنا قوی ہوگا کہ جنّت میں داخل ہو سکیں اور نہ منفی پہلو ہی اتنا خراب ہوگا کہ دوزخ میں جھونک دیے جائیں۔ اس لیے وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک سرحد پر رہیں گے اور اللہ کے فضل سے یہ امید لگائے ہوئے ہوں گے کہ انہیں جنت نصیب ہو جائے۔

CS CamScanner

اب کیا یہ لوگ اِس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ انجام سامنے آجائے جس کی یہ کتاب خبر دے رہی ہے؟ جس روز وہ انجام سامنے آگیا تو وہی لوگ جنھوں نے پہلے اسے نظر انداز کر دیا تھا کہیں گے کہ ”واقعی ہمارے رَبّ کے رسُول حق لے کر آئے تھے، پھر کیا اب ہمیں کچھ سفارشی ملیں گے جو ہمارے حق میں سفارش کریں؟ یا ہمیں دوبارہ واپس ہی بھیج دیا جائے تاکہ جو کچھ ہم پہلے کرتے تھے اس کے بجائے اب دوسرے طریقے پر کام کرکے دکھائیں“۔ انھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور وہ سارے جھوٹ جو انھوں نے تصنیف کر رکھے تھے آج ان سے گم ہوگئے۔ ع

درحقیقت تمھارا رَبّ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا،[۱۳] پھر اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہُوا۔[۱۴] جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے، اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کیے سب اُس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو! اُسی کی خلق ہے اور اُسی کا امر ہے۔[۱۵] بڑا بابرکت ہے[۱۶] اللہ، سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔ اپنے رَبّ کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہوچکی ہے[۱۷] اور خدا ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ، یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔

اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لیے ہوئے بھیجتا ہے، پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو انھیں کسی مُردہ سرزمین کی طرف

---

[۱۳] یہاں دن کا لفظ یا تو اسی چوبیس گھنٹے کے دن کا ہم معنی ہے جسے دنیا کے لوگ دن کہتے ہیں یا پھر یہ لفظ دَور کے معنی میں استعمال ہُوا ہے۔

[۱۴] خدا کے عرش پر جلوہ فرما ہونے کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ یہ متشابہات میں سے ہے جن کے معنی متعین نہیں کیے جاسکتے۔

[۱۵] یعنی خدا ہی نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہی اس کا فرمانروا ہے، اپنی خلق کو اس نے دوسروں کے حوالے نہیں کر دیا ہے، نہ کسی مخلوق کو یہ حق دیا ہے کہ خود مختار ہوکر جو کچھ چاہے کرے۔

[۱۶] اللہ کے نہایت بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور بھلائیوں کی کوئی حد نہیں ہے، بے حد و حساب خیرات اس کی ذات سے پھیل رہی ہے۔

[۱۷] یعنی سینکڑوں اور ہزاروں برس میں اللہ کے پیغمبروں اور نوعِ انسانی کے مصلحین کی کوششوں سے انسانی

حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر (اُسی مری ہوئی زمین سے) طرح طرح کے پھل نکال لاتا ہے۔ دیکھو، اس طرح ہم مُردوں کو حالتِ موت سے نکالتے ہیں، شاید کہ تم اس مُشاہدے سے سبق لو۔ جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رَبّ کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اسی طرح ہم نشانیوں کو بار بار پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو شکر گزار ہونے والے ہیں۔ ع

ہم نے نوحؑ کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا۔[۱۸] اس نے کہا ”اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ میں تمہارے حق میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں“۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جواب دیا ”ہم کو تو یہ نظر آتا ہے کہ تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو“۔ نوحؑ نے کہا ”اے برادرانِ قوم، میں کسی گمراہی میں نہیں پڑا ہوں بلکہ میں رَبّ العالمین کا رسُول ہوں، تمھیں اپنے رَبّ کے پیغامات پہنچاتا ہوں، تمھارا خیر خواہ ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو تمھیں معلوم نہیں ہے۔ کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہُوا کہ تمھارے پاس خود تمہاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ سے تمھارے رَبّ کی یاد دہانی آئی تاکہ تمھیں خبردار کرے اور تم غلط رَوِی سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے“؟ مگر، انھوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ آخر کار ہم نے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو ڈبو دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔

اور عاد کی طرف ہم نے اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔[۱۹] اس نے کہا ”اے برادرانِ

اخلاق اور تمدن میں جو اصلاحات ہوئی ہیں ان میں اپنی غلط کاریوں سے خرابی برپا نہ کرو۔

[۱۸] حضرت نوحؑ کی قوم اس علاقے میں رہتی تھی جسے آج ہم عراق کے نام سے جانتے ہیں۔

[۱۹] قوم عاد کا اصل مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو حجاز، یمن اور یمامہ کے درمیان واقع ہے۔ یہیں سے پھیل کر ان لوگوں نے یمن کے مغربی سواحل اور عمان و حضرموت سے عراق تک اپنی طاقت کا سِکّہ رواں کر دیا تھا۔

قوم، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ پھر کیا تم غلط رَوِی سے پرہیز نہ کرو گے''؟ اس کی قوم کے سرداروں نے، جو اس کی بات ماننے سے انکار کر رہے تھے، جواب میں کہا ''ہم تو تمھیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو''۔ اس نے کہا ''اے برادرانِ قوم، میں بے عقلی میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ میں رَبّ العالمین کا رسُول ہوں، تم کو اپنے رَبّ کے پیغامات پہنچاتا ہوں، اور تمھارا ایسا خیر خواہ ہوں جس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ کیا تمھیں اِس بات پر تعجب ہُوا کہ تمھارے پاس خود تمہاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ سے تمھارے رَبّ کی یاد دہانی آئی، تاکہ وہ تمھیں خبردار کرے؟ بھول نہ جاؤ کہ تمھارے رَبّ نے نوحؑ کی قوم کے بعد تم کو اُس کا جانشین بنایا اور تمھیں خوب تنومند کیا، پس اللہ کی قدرت کے کرشموں کو یاد رکھو،[۲۰] امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔'' انھوں نے جواب دیا ''کیا تُو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور اُنھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟ اچھا تو لے آ وہ عذاب جس کی تُو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تُو سچا ہے''۔ اس نے کہا ''تمھارے ربّ کی پھٹکار تم پر پڑ گئی اور اس کا غضب ٹوٹ پڑا۔ کیا تم مجھ سے اُن ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں،[۲۱] جن کے لیے اللہ نے کوئی سَند نازل نہیں کی ہے؟ اچھا تو تم بھی انتظار کرو۔ اور مَیں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں''۔ آخر کار ہم نے اپنی مہربانی سے ہودؑ اور اس کے ساتھیوں کو بچا لیا

---

[۲۰] اصل میں لفظ آلاء استعمال ہُوا ہے جس کے معنی نعمتوں کے بھی ہیں اور کرشمہائے قدرت کے بھی اور صفات حمیدہ کے بھی۔

[۲۱] یعنی تم کسی کو بارش کا اور کسی کو ہَوا کا اور کسی کو دولت کا اور کسی کو بیماری کا رَبّ کہتے ہو حالانکہ ان میں سے کوئی بھی فی الحقیقت کسی چیز کا رَبّ نہیں ہے، یہ سب محض نام ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں، جو ان کے لیے جھگڑتا ہے وہ دراصل چند ناموں کے لیے جھگڑتا ہے نہ کہ کسی حقیقت کے لیے۔

اور اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلا چکے تھے اور ایمان لانے والے نہ تھے۔ ع

اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔[۲۲] اُس نے کہا ”اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے ربّ کی کھلی دلیل آگئی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے،[۲۳] لہٰذا اِسے چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے۔ اس کو کسی بُرے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ ایک دردناک عذاب تمھیں آلے گا۔ یاد کرو وہ وقت جب اللہ نے قومِ عاد کے بعد تمھیں اُس کا جانشین بنایا اور تم کو زمین میں یہ منزلت بخشی کہ آج تم اُس کے ہموار میدانوں میں عالیشان محل بناتے اور اس کے پہاڑوں کو مکانات کی شکل میں تراشتے ہو۔ پس اس کی قدرت کے کرشموں سے غافل نہ ہو جاؤ اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔“

اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کمزور طبقہ کے اُن لوگوں سے، جو ایمان لے آئے تھے، کہا ”کیا تم واقعی یہ جانتے ہو کہ صالحؑ اپنے ربّ کا پیغمبر ہے؟“ انھوں نے جواب دیا ”بے شک جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے اُسے ہم مانتے ہیں“۔ اُن بڑائی کے مدعیوں نے کہا ”جس چیز کو تم نے مانا ہے ہم اس کے منکر ہیں“۔

پھر انھوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا [۲۴] اور پورے تمرّد کے ساتھ اپنے رَبّ کے حکم کی خلاف ورزی کر گزرے، اور صالحؑ سے کہہ دیا کہ ”لے آ وہ عذاب جس کی تُو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تُو واقعی پیغمبروں میں سے ہے۔“

---

[۲۲] قومِ ثمود کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحِجر کے نام سے موسوم ہے۔ موجودہ زمانہ میں مدینہ اور تبوک کے درمیان ایک مقام ہے جسے مدائنِ صالح کہتے ہیں یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانے میں حِجر کہلاتا تھا اب تک وہاں ثمود کی کچھ عمارتیں موجود ہیں جو انہوں نے پہاڑ کھود کر بنائی تھیں۔

[۲۳] اس قصے کی جو تفصیلات مختلف مقامات پر قرآن میں بیان ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ثمود والوں نے خود ایک ایسی نشانی کا حضرت صالحؑ سے مطالبہ کیا تھا جو ان کی مامور من اللہ ہونے پر کھلی دلیل ہو، اور اسی کے جواب میں حضرت صالحؑ نے اُونٹنی کو پیش کیا تھا۔

[۲۴] اگرچہ مارا ایک شخص نے تھا جیسا کہ سورہ قمر اور سورہ شمس میں ارشاد ہوا ہے، لیکن چونکہ پوری قوم اس مجرم کی پشت پر تھی اور وہ دراصل اس جرم میں قوم کی مرضی کا آلۂ کار تھا اس لیے الزام پوری قوم پر عائد کیا گیا ہے۔

آخر کار ایک دہلا دینے والی آفت نے انھیں آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ اور صالحؑ یہ کہتا ہُوا ان کی بستیوں سے نکل گیا کہ ”اے میری قوم، میں نے اپنے رب کا پیغام تجھے پہنچا دیا اور میں نے تیری بہت خیر خواہی کی، مگر میں کیا کروں کہ تجھے اپنے خیر خواہ پسند ہی نہیں ہیں“۔

اور لوطؑ کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا، پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا[۲۵] ”کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا؟ تم عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو“۔ مگر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ”نکالو اِن لوگوں کو اپنی بستیوں سے، بڑے پاک باز بنتے ہیں یہ“۔ آخر کار ہم نے لوطؑ اور اس کے گھر والوں کو بجز اس کی بیوی کے، جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ بچا کر نکال دیا اور اس قوم پر برسائی ایک بارش،[۲۶] پھر دیکھو کہ اُن مُجرموں کا کیا انجام ہُوا۔ ع

اور مَدْیَن[۲۷] والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا ”اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے ربّ کی صاف رہنمائی آگئی ہے، لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو اُن کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو، اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے،

---

[۲۵] حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور یہ قوم جس کی ہدایت کے لیے وہ بھیجے گئے تھے اس علاقے میں رہتی تھی جہاں اب بحیرہ مُردار واقع ہے۔

[۲۶] بارش سے مراد یہاں پانی کی بارش نہیں بلکہ پتھروں کی بارش ہے جیسا کہ دوسرے مقامات پر قرآن میں بیان ہُوا ہے۔

[۲۷] مَدْیَن کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحرِ احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا مگر جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی اس کا کچھ سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی قدیم زمانہ میں جو تجارتی شاہراہ بحرِ احمر کے کنارے یمن سے مکّہ اور ینبوع ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی، اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔

اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مؤمن ہو۔ [۲۸] اور (زندگی کے) ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ یاد کرو وہ زمانہ جب کہ تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمھیں بہت کر دیا، اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دُنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہُوا ہے۔ اگر تم میں سے ایک گروہ اُس تعلیم پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، ایمان لاتا ہے اور دوسرا ایمان نہیں لاتا تو صبر کے ساتھ دیکھتے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے، اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

اس کی قوم کے سرداروں نے، جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے، اس سے کہا کہ "اے شعیبؑ، ہم تجھے اور اُن لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے، ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملّت میں واپس آنا ہو گا۔" شعیبؑ نے جواب دیا "کیا زبردستی ہمیں پھیرا جائے گا خواہ ہم راضی نہ ہوں؟ ہم اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ہوں گے اگر تمھاری ملّت میں پلٹ آئیں جب کہ اللہ ہمیں اِس سے نجات دے چکا ہے۔ ہمارے لیے تو اُس کی طرف پلٹنا اب کسی طرح ممکن نہیں اِلاّ یہ کہ خدا، ہمارا ربّ ہی ایسا چاہے۔ ہمارے ربّ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے، اُسی پر ہم نے اعتماد کر لیا۔ اے ربّ ہمارے، اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تُو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

اس کی قوم کے سرداروں نے جو اس کی بات ماننے سے انکار کر چکے تھے آپس میں کہا

---

[۲۸] اس فقرے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود مدعیِ ایمان تھے۔

"اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی قبول کر لی تو برباد ہو جاؤ گے"۔[۲۹] مگر ہُوا یہ کہ ایک دہلا دینے والی آفت نے اُن کو آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ شعیبؑ کے جھٹلانے والے ہی آخرکار برباد ہو کر رہے۔ اور شعیبؑ یہ کہہ کر ان کی بستیوں سے نکل گیا کہ "اے برادرانِ قوم، میں نے اپنے ربّ کے پیغامات تمھیں پہنچا دیے اور تمھاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب میں اُس قوم پر کیسے افسوس کروں جو قبولِ حق سے انکار کرتی ہے"۔ ع

کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ ہم نے کسی بستی میں نبی بھیجا ہو اور اُس بستی کے لوگوں کو پہلے تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو، اِس خیال سے کہ شاید وہ عاجزی پر اُتر آئیں۔ پھر ہم نے اُن کی بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھُولے اور کہنے لگے کہ "ہمارے اَسلاف پر بھی اچھے اور بُرے دن آتے ہی رہے ہیں"۔ آخرکار ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا اور انھیں خبر تک نہ ہوئی۔[۳۰] اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی رَوِش اختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر اُنھوں نے تو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے اس بُری کمائی کے حساب میں انھیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔

---

[۲۹] یہ بات صرف قومِ شعیبؑ کے سرداروں ہی تک محدود نہیں ہے ہر زمانے میں بگڑے ہوئے لوگوں نے حق اور راستی اور دیانت کی رَوِش میں ایسے ہی خطرات محسوس کیے ہیں ہر دور کے مفسدین کا یہی خیال رہا ہے کہ تجارت اور سیاست اور دوسرے دنیوی معاملات جھوٹ اور بے ایمانی اور بد اخلاقی کے بغیر نہیں چل سکتے ایمانداری اختیار کرنے کے معنی اپنی دنیا برباد کر لینے کے ہیں۔

[۳۰] ایک ایک نبی اور ایک ایک قوم کا معاملہ الگ الگ بیان کرنے کے بعد اب وہ جامع ضابطہ بیان کیا جا رہا ہے جو ہر زمانہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کے موقع پر اختیار فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی قوم کے لیے کوئی نبی بھیجا گیا تو پہلے اس کو مصائب اور آفات میں مبتلا کیا گیا تا کہ اس کے کان نصیحت کے لیے کھل جائیں اور وہ اپنے خدا کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جانے پر آمادہ ہو جائے۔ پھر جب اس سازگار ماحول میں بھی اس کا دل قبولِ حق کی طرف مائل نہ ہُوا تو اس کو خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا کر دیا گیا اور یہاں سے اس کی بربادی کی تمہید شروع ہو گئی۔ پیغمبر کی بات نہ سننے کے باوجود جب اس پر نعمتوں کی بارش ہوئی تو اس نے سمجھا کہ اوپر کوئی اللّٰہ نہیں ہے جو گرفت کرنے والا ہو اور پچھوا دیگرے نیست کی ہَوا اس کے دماغ میں بھر گئی اس چیز نے آخرکار اسے عذابِ الٰہی میں مبتلا کر دیا۔

پھر کیا بستیوں کے لوگ اب اِس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی اچانک اُن پر رات کے وقت نہ آ جائے گی جب کہ وہ سوئے پڑے ہوں؟ یا انھیں اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی یکا یک ان پر دن کے وقت نہ پڑے گا جب کہ وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا یہ لوگ اللّٰہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللّٰہ کی چال[۳۱] سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔ ع

اور کیا اُن لوگوں کو جو سابق اہلِ زمین کے بعد زمین کے وارث ہوتے ہیں، اِس امرِ واقعی نے کچھ سبق نہیں دیا کہ اگر ہم چاہیں تو اُن کے قصوروں پر انھیں پکڑ سکتے ہیں؟ (مگر وہ سبق آموز حقائق سے تغافل برتتے ہیں) اور ہم ان کے دلوں پر مُہر لگا دیتے ہیں، پھر وہ کچھ نہیں سُنتے۔ یہ قومیں جن کے قصے ہم تمھیں سُنا رہے ہیں (تمہارے سامنے مثال میں موجود ہیں)، ان کے رسُول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے، مگر جس چیز کو وہ ایک دفعہ جُھٹلا چکے تھے پھر اُسے وہ ماننے والے نہ تھے۔ دیکھو اس طرح ہم منکرینِ حق کے دلوں پر مُہر لگا دیتے ہیں۔ ہم نے ان میں سے اکثر میں کوئی پاسِ عہد نہ پایا بلکہ اکثر کو فاسق ہی پایا۔

پھر اُن قوموں کے بعد (جن کا ذکر اوپر کیا گیا) ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون[۳۲] اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ مگر انھوں نے بھی ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا، پس دیکھو کہ ان مُفسِدوں کا کیا انجام ہُوا۔

موسیٰؑ نے کہا "اے فرعون، میں کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجا ہُوا آیا ہوں،

---

[۳۱] اصل میں لفظ مکر استعمال ہُوا ہے جس کے معنی عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے ہیں، یعنی کسی شخص کے خلاف ایسی چال چلنا کہ جب تک اس پر فیصلہ کُن ضرب نہ پڑ جائے اس وقت تک اسے خبر نہ ہو کہ اس کی شامت آنے والی ہے بلکہ ظاہر حالات کو دیکھتے ہوئے وہ یہی سمجھتا رہے کہ سب اچھا ہے۔

[۳۲] لفظ فرعون کے معنی ہیں "سورج دیوتا کی اولاد"۔ قدیم اہلِ مصر سورج کو جوان کا مہا دیو یا ربِّ اعلیٰ تھا رَع کہتے تھے اور فرعون اسی کی طرف منسوب تھا۔ یہ کسی ایک شخص کا نام نہیں تھا بلکہ شاہانِ مصر کا لقب تھا جیسے روس کے بادشاہوں کا لقب زار اور ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا۔

CS CamScanner

میرا منصب یہی ہے کہ اللہ کا نام لے کر کوئی بات حق کے سوا نہ کہوں، میں تم لوگوں کے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے صریح دلیلِ ماموریّت لے کر آیا ہوں، لہٰذا تُو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے"۔ فرعون نے کہا "اگر تُو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اُسے پیش کر"۔ موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا اور یکا یک وہ ایک جیتا جاگتا اژدہا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے ہاتھ نکالا اور سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا۔ ؏ اِس پر فرعون کی قوم کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ "یقیناً یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے، تمھیں تمھاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔[۳۳] اب کہو کیا کہتے ہو"؟۔ پھر اُن سب نے فرعون کو مشورہ دیا کہ اسے اور اسکے بھائی کو انتظار میں رکھیے اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیجیے کہ ہر ماہرِ فن جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔ چنانچہ جادوگر فرعون کے پاس آ گئے۔ انھوں نے کہا "اگر ہم غالب رہے تو ہمیں اِس کا صلہ تو ضرور ملے گا"؟ فرعون نے جواب دیا "ہاں، اور تم مقرّبِ بارگاہ ہو گے"۔ پھر انھوں نے موسیٰؑ سے کہا "تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں"؟ موسیٰؑ نے جواب دیا "تم ہی پھینکو" انھوں نے جو اپنے اَنچھر پھینکے تو نگاہوں کو مسحور اور دلوں کو خوف زدہ کر دیا اور بڑا ہی زبردست جادو بنا لائے۔ ہم نے موسیٰؑ کو اشارہ کیا کہ پھینک اپنا عصا۔ اس کا پھینکنا تھا کہ آن کی آن میں وہ ان کے اس جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔

---

[۳۳] موسیٰ علیہ السّلام کا دعوائے نبوّت اپنے اندر خود ہی یہ معنیٰ رکھتا تھا کہ وہ دراصل پورے نظامِ زندگی کو بحیثیت مجموعی تبدیل کرنا چاہتے ہیں جس میں لامحالہ ملک کا سیاسی نظام بھی شامل ہے کیونکہ ربُّ العٰلمین کا نمائندہ کبھی مطیع اور رعیت بن کر رہنے کے لیے نہیں آتا بلکہ مطاع اور راعی بننے ہی کے لیے آیا کرتا ہے اور کسی کافر کے حقِ حکمرانی کو تسلیم کر لینا اس کی حیثیتِ رسالت کے قطعاً منافی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی زبان نے رسالت کا دعوٰی سنتے ہی فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت کے سامنے سیاسی و معاشی اور تمدّنی انقلاب کا خطرہ نمودار ہو گیا اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر اس شخص کی بات چلی تو اقتدار ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہُوا اور جو کچھ انھوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھی میدانِ مقابلہ میں مغلوب ہوئے اور (فتح مند ہونے کے بجائے) اُلٹے ذلیل ہو گئے۔ اور جادوگروں کا حال یہ ہُوا کہ گویا کسی چیز نے اندر سے انھیں سجدے میں گرا دیا۔ کہنے لگے "ہم نے مان لیا ربّ العالمین کو، اُس ربّ کو جسے موسیٰؑ اور ہارونؑ مانتے ہیں"۔ [۳۴]

فرعون نے کہا "تم اِس پر ایمان لے آئے قبل اِس کے کہ میں تمھیں اجازت دوں؟ یقیناً یہ کوئی خفیہ سازش تھی جو تم لوگوں نے اِس دارالسلطنت میں کی، تاکہ اس کے مالکوں کو اقتدار سے بے دخل کر دو۔ اچھا تو اس کا نتیجہ اب تمھیں معلوم ہُوا جاتا ہے۔ میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور اس کے بعد تم سب کو سُولی پر چڑھاؤں گا"۔

انھوں نے جواب دیا "بہر حال ہمیں پلٹنا اپنے ربّ ہی کی طرف ہے۔ تُو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے، وہ اِس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے ربّ کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آ گئیں تو ہم نے انھیں مان لیا۔ اے ربّ، ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اُٹھا تو اِس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں"۔ [۳۵]ع

فرعون سے اُس کی قوم کے سرداروں نے کہا "کیا تُو موسیٰؑ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا کہ ملک میں فساد پھیلائیں اور وہ تیری اور تیرے معبُودوں کی بندگی چھوڑ بیٹھیں؟" فرعون نے جواب دیا "میں اُن کے بیٹوں کو قتل کراؤں گا اور ان کی عورتوں کو جیتا

---

[۳۴] اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کی چال کو الٹا انہی پر پلٹ دیا۔ انہوں نے تمام ملک کے ماہر جادوگروں کو بُلا کر منظرِ عام پر اس لیے مظاہرہ کرایا تھا کہ عوام الناس کو حضرت موسیٰؑ کے جادوگر ہونے کا یقین دلائیں یا کم از کم شک ہی میں ڈال دیں لیکن اس مقابلے میں شکست کھانے کے بعد خود ان کے اپنے بُلائے ہوئے ماہرینِ فن نے بالاتفاق فیصلہ کر دیا کہ حضرت موسیٰؑ جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ ہرگز جادو نہیں ہے بلکہ یقیناً ربّ العٰلمین کی طاقت کا کرشمہ ہے جس کے آگے کسی جادو کا زور نہیں چل سکتا۔

[۳۵] فرعون نے پانسہ پلٹتے دیکھ کر آخری چال یہ چلی تھی کہ اس سارے معاملہ کو موسیٰؑ اور جادوگروں کی سازش قرار دے دے اور پھر جادوگروں کو جسمانی عذاب اور قتل کی دھمکی دے کر ان سے اپنے اس الزام کا اقبال

CS CamScanner

رہنے دوں گا۔ [۳۶] ہمارے اقتدار کی گرفت ان پر مضبوط ہے"۔

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا "اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، [۳۷] اور آخری کامیابی اُنھی کے لیے ہے جو اس سے ڈرتے ہوئے کام کریں"۔ اس کی قوم کے لوگوں نے کہا "تیرے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جاتے تھے اور اب تیرے آنے پر بھی ستائے جا رہے ہیں"۔ اس نے جواب دیا "قریب ہے وہ وقت کہ تمھارا ربّ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔ ع

ہم نے فرعون کے لوگوں کو کئی سال تک قحط اور پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا کہ شاید ان کو ہوش آئے۔ مگر اُن کا حال یہ تھا کہ جب اچھا زمانہ آتا تو کہتے کہ ہم اِسی کے مستحق ہیں، اور جب بُرا زمانہ آتا تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لیے فالِ بد ٹھیراتے، حالانکہ درحقیقت ان کی فالِ بد تو اللہ کے پاس تھی، مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے۔ انھوں نے موسیٰ سے کہا "تُو ہمیں مسحُور کرنے کے لیے خواہ کوئی نشانی لے آئے، ہم تو تیری بات ماننے والے نہیں ہیں۔" آخر کار ہم نے ان پر طوفان بھیجا، ٹِڈّی

کرالے۔ لیکن یہ چال بھی اُلٹی پڑی۔ جادوگروں نے اپنے آپ کو ہر سزا کے لیے پیش کر کے ثابت کر دیا کہ ان کا موسیٰ علیہ السّلام کی صداقت پر ایمان لانا کسی سازش کا نہیں بلکہ سچے اعترافِ حق کا نتیجہ تھا۔ اس مقام پر یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ چند لمحوں کے اندر ایمان نے ان جادوگروں کی سیرت میں کتنا بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہی جادوگروں کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ اپنے دینِ آبائی کی نصرت و حمایت کے لیے گھروں سے چل کر آئے تھے اور فرعون سے پوچھ رہے تھے کہ اگر ہم نے اپنے مذہب کو موسیٰ کے حملہ سے بچا لیا تو سرکار سے ہمیں انعام تو ملے گا نا؟ یا اب جو نعمتِ ایمان نصیب ہوئی تو انہی کی حق پرستی اور اولوالعزمی اس حد کو پہنچ گئی کہ تھوڑی دیر پہلے جس بادشاہ کے آگے لالچ کے مارے بچھے جا رہے تھے اب اس کی کبریائی اور جبروت کو ٹھوکر مار رہے ہیں اور ان بدترین سزاؤں کو بھگتنے کے لیے تیار ہیں جن کی دھمکی وہ دے رہا ہے مگر اس حق کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں جس کی صداقت ان پر کھل چکی ہے۔

[۳۶] واضح رہے کہ ایک دورِ ستم وہ تھا جو حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے جاری ہُوا تھا اور دوسرا دورِ ستم یہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی بعثت کے بعد شروع ہُوا دونوں زمانوں میں یہ بات مشترک تھی کہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرا دیا گیا اور ان کی بیٹیوں کو جیتا چھوڑ دیا گیا تا کہ بتدریج ان کی نسل

دل چھوڑے، سُرسُریاں پھیلائیں، مینڈک نکالے، اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں۔ مگر وہ سرکشی کیے چلے گئے اور وہ بڑے ہی مُجرم لوگ تھے۔ جب کبھی اُن پر بلا نازل ہو جاتی تو کہتے ”اے موسیٰؑ، تجھے اپنے رَبّ کی طرف سے جو منصب حاصل ہے اُس کی بناء پر ہمارے حق میں دُعا کر، اگر اب کے تُو ہم پر سے یہ بَلَا ٹلوا دے تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ مگر جب ہم ان پر سے اپنا عذاب ایک وقتِ مقرر تک کے لیے، جس کو وہ بہر حال پہنچنے والے تھے، ہٹا لیتے تو وہ یکلخت اپنے عہد سے پھر جاتے۔ تب ہم نے اُن سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور اُن سے بے پروا ہو گئے تھے۔ اور اُن کی جگہ ہم نے اُن لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، اُس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا۔[۳۸] اِس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے ربّ کا وعدۂ خیر پورا ہُوا، کیونکہ انھوں نے صبر سے کام لیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے۔

بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر سے گزار دیا، پھر وہ چلے اور راستے میں ایک ایسی قوم پر اُن کا گزر ہُوا جو اپنے چند بتوں کی گرویدہ بنی ہوئی تھی۔ کہنے لگے ”اے موسیٰؑ، ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبُود بنا دے جیسے اِن لوگوں کے معبُود ہیں“۔[۳۹] موسیٰؑ نے کہا ”تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔

کا خاتمہ ہو جائے اور یہ قوم دوسری قوموں میں گُم ہو کر رہ جائے۔

[۳۷] اس زمانے میں بعض لوگ اس آیت سے یہ فقرہ کہ ”زمین اللہ کی ہے“ نکال لیتے ہیں اور بعد کا فقرہ چھوڑ دیتے ہیں کہ ”جس کو وہ چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے“۔

[۳۸] یعنی بنی اسرائیل کو فلسطین کی سرزمین کا وارث بنا دیا۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر فلسطین و شام ہی کی سرزمین کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ ہم نے اس سرزمین میں برکتیں رکھی ہیں۔

[۳۹] یہ قوم اگرچہ مسلمان تھی مگر مصر میں صدیوں تک ایک بُت پرست قوم کے درمیان رہنے کا یہ اثر تھا۔

یہ لوگ جس طریقہ کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو برباد ہونے والا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے"۔ پھر موسیٰؑ نے کہا " کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمھارے لیے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے۔ اور (اللہ فرماتا ہے) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرعون والوں سے تمھیں نجات دی، جن کا حال یہ تھا کہ تمھیں سخت عذاب میں مبتلا رکھتے تھے، تمھارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے تمھاری بڑی آزمائش تھی"۔ ع

ہم نے موسیٰؑ کو تیس شب و روز کے لیے (کوہِ سینا پر) طلب کیا اور بعد میں دس دن کا اور اضافہ کر دیا، اِس طرح اُس کے ربّ کی مقرر کردہ مدّت پورے چالیس دن ہو گئی۔ موسیٰؑ نے چلتے ہوئے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ " میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقے پر نہ چلنا"۔ جب وہ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر پہنچا اور اس کے ربّ نے اس سے کلام کیا، تو اس نے التجا کی کہ " اے ربّ، مجھے یارائے نظر دے کہ میں تجھے دیکھوں"۔ فرمایا " تُو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تُو مجھے دیکھ سکے گا"۔ چنانچہ اس کے ربّ نے جب پہاڑ پر تجلّی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو بولا " پاک ہے تیری ذات، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلا ایمان لانے والا میں ہوں"۔ فرمایا " اے موسیٰؑ، میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو۔

پس جو کچھ میں تجھے دوں اُسے لے اور شکر بجالا"۔

اس کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو ہر شعبۂ زندگی کے متعلق نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت تختیوں پر لکھ کر دے دی اور اس سے کہا: "ان ہدایات کو مضبوط ہاتھوں سے سنبھال اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کے بہتر مفہوم کی پیروی کریں"۔ عنقریب میں تمھیں فاسقوں کے گھر دکھاؤں گا۔ میں اپنی نشانیوں سے اُن لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں، وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے، اگر سیدھا راستہ اُن کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ٹیڑھا راستہ نظر آئے تو اس پر چل پڑیں گے، اس لیے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پروائی کرتے رہے۔ ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا اُس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ کیا لوگ اس کے سوا کچھ اور جزا پا سکتے ہیں کہ "جیسا کریں ویسا بھریں"؟ ع

موسیٰؑ کے پیچھے اس کی قوم کے لوگوں نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کا پُتلا بنایا جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ کیا انھیں نظر نہ آتا تھا کہ وہ نہ ان سے بولتا ہے نہ کسی معاملہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے؟ مگر پھر بھی انھوں نے اسے معبود بنالیا اور وہ سخت ظالم تھے۔[۴۰] پھر جب ان کی فریب خوردگی کا طلسم ٹوٹ گیا اور انھوں نے دیکھ لیا کہ درحقیقت وہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ "اگر ہمارے ربّ نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہم سے درگزر نہ کیا تو ہم برباد ہو جائیں گے"۔

---

[۴۰] یہ اُس مصریت زدگی کا دوسرا ظہور تھا جسے لیے ہوئے بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے۔ مصر میں گائے کی پرستش اور تقدیس کا جو رواج تھا اس سے یہ قوم اتنی شدت کے ساتھ متاثر ہو چکی تھی کہ پیغمبر کے پیٹھ موڑتے ہی اس نے پرستش کے لیے ایک مصنوعی بچھڑا بنا ڈالا۔

اُدھر سے موسیٰؑ غصے اور رنج میں بھرا ہُوا اپنی قوم کی طرف پلٹا۔ آتے ہی اُس نے کہا ”بہت بُری جانشینی کی تم لوگوں نے میرے بعد! کیا تم سے اتنا صبر نہ ہُوا کہ اپنے رَبّ کے حکم کا انتظار کر لیتے؟“ اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی (ہارونؑ) کے سر کے بال پکڑ کر اسے کھینچا۔ ہارونؑ نے کہا ”اے میری ماں کے بیٹے، اِن لوگوں نے مجھے دبا لیا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے۔ پس تُو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ کے ساتھ مجھے نہ شامل کر“۔ تب موسیٰؑ نے کہا ”اے رَبّ! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما، تُو سب سے بڑھ کر رحیم ہے“۔ ع (جواب میں ارشاد ہُوا کہ) ”جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا وہ ضرور اپنے رَبّ کے غضب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلیل ہوں گے۔ جھوٹ گھڑنے والوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور جو لوگ بُرے عمل کریں پھر توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو یقیناً اِس توبہ و ایمان کے بعد تیرا رَبّ درگزر اور رحم فرمانے والا ہے“۔

پھر جب موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے وہ تختیاں اُٹھا لیں جن کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی اُن لوگوں کے لیے جو اپنے رَبّ سے ڈرتے ہیں، اور اُس نے اپنی قوم کے ستّر آدمیوں کو منتخب کیا، تا کہ وہ (اس کے ساتھ) ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر حاضر ہوں۔[۱۴۱] جب ان لوگوں کو ایک سخت زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰؑ نے عرض کیا ”اے میرے سرکار، آپ چاہتے تو پہلے ہی اِن کو

---

[۱۴۱] یہ طلبی اس غرض کے لیے ہوئی تھی کہ قوم کے ۷۰ نمائندے کوہِ سینا پر پیشیِ خداوندی میں حاضر ہو کر قوم کی طرف سے گوسالہ پرستی کے جرم کی معافی مانگیں اور اَز سرِ نو اطاعت کا عہد استوار کریں۔

اور مجھے ہلاک کر سکتے تھے۔ کیا آپ اِس قصور میں جو ہم میں سے چند نادانوں نے کیا تھا ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ تو آپ کی ڈالی ہوئی ایک آزمائش تھی جس کے ذریعہ سے آپ جسے چاہتے ہیں گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ہدایت بخش دیتے ہیں۔ ہمارے سرپرست تو آپ ہی ہیں۔ پس ہمیں معاف کر دیجیے اور ہم پر رحم فرمائیے، آپ سب سے بڑھ کر معاف فرمانے والے ہیں۔ "اور ہمارے لیے اِس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجیے اور آخرت کی بھی، ہم نے آپ کی طرف رجوع کر لیا"۔ جواب میں ارشاد ہُوا "سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اُسے میں اُن لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے"۔

(پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حصّہ ہے) جو اِس پیغمبر، نبی اُمّی (ﷺ) کی پیروی اختیار کریں[۴۲] جس کا ذکر اُنھیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہُوا ملتا ہے۔ وہ اُنھیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، اُن کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور اُن پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔[۴۳] لہٰذا جو لوگ اِس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت

---

[۴۲] یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "اُمّی" کا لفظ یہودی اصطلاح کے لحاظ سے استعمال ہُوا ہے۔ بنی اسرائیل اپنے سوا دوسری سب قوموں کو اُمّی (گویم یا جنٹائل) کہتے تھے اور ان کا قومی فخر و غرور کسی اُمّی کی پیشوائی تسلیم کرنا تو در کنار اس پر بھی تیار نہ تھا کہ اُمیوں کے لیے اپنے برابر انسانی حقوق ہی تسلیم کر لیں۔ چنانچہ قرآن میں ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "اُمیوں کے مال مار کھانے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے"۔ (آل عمران آیت ۷۵) پس اللہ تعالیٰ انہی کی اصطلاح استعمال کر کے فرماتا ہے کہ اب تو اسی اُمّی کے ساتھ تمہاری قسمت وابستہ ہے۔ اس کی پیروی قبول کرو گے تو میری رحمت سے حصہ پاؤ گے ورنہ وہی غضب تمہارے لیے مقدر ہے جس میں صدیوں سے گرفتار چلے آ رہے ہو۔

[۴۳] یعنی ان کے فقیہوں نے اپنی قانونی موشگافیوں سے ان کے راہبوں نے اپنے زُہد کے مبالغوں سے اور ان کے جاہل عوام نے اپنے توہمات اور خود ساختہ حدود و ضوابط سے ان کی زندگی کو جن بوجھوں تلے دبا رکھا ہے اور جن جکڑ بندیوں میں کس رکھا ہے، یہ پیغمبر وہ سارے بوجھ اتار دیتا ہے اور وہ تمام بندشیں توڑ کر زندگی کو آزاد کر دیتا ہے۔

اور نصرت کریں اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں، جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اے نبیؐ، کہو کہ ”اے انسانو، میں تم سب کی طرف اُس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیِ اُمیّ پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے، اور پیروی اختیار کرو اس کی، اُمید ہے کہ تم راہِ راست پالو گے“۔

موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حق کے مطابق ہدایت کرتا اور حق ہی کے مطابق انصاف کرتا تھا۔ اور ہم نے اس قوم کو بارہ گھرانوں میں تقسیم کر کے انھیں مستقل گروہوں کی شکل دے دی تھی۔ اور جب موسیٰؑ سے اس کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اس کو اشارہ کیا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو۔ چنانچہ اس چٹان سے یکا یک بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ متعیّن کر لی۔ ہم نے اُن پر بادل کا سایہ کیا اور اُن پر من وسلوٰی اُتارا۔ ”کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو بخشی ہیں“۔ مگر اِس کے بعد انھوں نے جو کچھ کیا تو ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ آپ اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔

یاد کرو وہ وقت جب ان سے کہا گیا تھا کہ ”اِس بستی میں جا کر بس جاؤ اور اس کی پیداوار سے اپنے حسبِ منشا روزی حاصل کرو اور حِطَّةٌ حِطَّةٌ کہتے جاؤ اور شہر کے دروازے میں سجدہ ریز ہوتے ہوئے داخل ہو، ہم تمھاری خطائیں معاف کریں گے۔

CS CamScanner

اور نیک رَویہ رکھنے والوں کو مزید فضل سے نوازیں گے۔" مگر جو لوگ اُن میں سے ظالم تھے انھوں نے اُس بات کو جو اُن سے کہی گئی تھی بدل ڈالا، اور نتیجہ یہ ہُوا کہ ہم نے اُن کے ظلم کی پاداش میں ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا۔ ع

اور ذرا اِن سے اُس بستی کا حال بھی پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔[۴۴] انھیں یاد دلاؤ وہ واقعہ کہ وہاں کے لوگ سَبت (ہفتہ) کے دن احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے اور یہ کہ مچھلیاں سَبت ہی کے دن اُبھر اُبھر کر سطح پر اُن کے سامنے آتی تھیں اور سَبت کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں۔ یہ اس لیے ہوتا تھا کہ ہم ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہے تھے۔ اور اُنھیں یہ بھی یاد دلاؤ کہ جب اُن میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا تھا کہ "تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے" تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ "ہم یہ سب کچھ تمھارے رَبّ کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کیلئے کرتے ہیں اور اِس امید پر کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنے لگیں"۔ آخرکار جب وہ اُن ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انھیں یاد کرائی گئی تھیں تو ہم نے اُن لوگوں کو بچا لیا جو بُرائی سے روکتے تھے، اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ پھر جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ وہی کام کیے چلے گئے جس سے انھیں روکا گیا تھا، تو ہم نے کہا بندر ہو جاؤ[۴۵] ذلیل اور خوار۔

---

[۴۴] محققین کا غالب مَیلان اس طرف ہے کہ یہ مقام ایلہ یا ایلات یا ایلوت تھا جہاں اب اسرائیل کی یہودی ریاست نے اسی نام کی ایک بندرگاہ بنائی ہے اور جس کے قریب ہی اردن کی مشہور بندرگاہ عَقبہ واقع ہے۔

[۴۵] اس بیان سے معلوم ہُوا کہ اس بستی میں تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک وہ جو دھڑلے سے احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ دوسرے وہ جو خود تو خلاف ورزی نہیں کرتے تھے مگر اس خلاف ورزی کو خاموشی کے ساتھ بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ناصحوں سے کہتے تھے ان کم بختوں کو نصیحت کرنے سے کیا حاصل ہے۔ تیسرے وہ جن کی غیرتِ ایمانی حدود اللہ کی اس کھلم کھلا بے حرمتی کو برداشت نہ کر سکتی تھی اور وہ اس خیال سے نیکی کا حکم کرنے اور بدی سے روکنے میں

اور یاد کرو جب کہ تمھارے ربّ نے اعلان کر دیا کہ ”وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلّط کرتا رہے گا جو ان کو بد ترین عذاب دیں گے۔“ یقیناً تمھارا رَبّ سزا دینے میں تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگزر اور رحم سے بھی کام لینے والا ہے۔

ہم نے ان کو زمین میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی قوموں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ لوگ اِن میں نیک تھے اور کچھ اس سے مختلف۔ اور ہم ان کو اچھے اور بُرے حالات سے آزمائش میں مبتلا کرتے رہے کہ شاید یہ پلٹ آئیں۔ پھر اگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جو کتابِ الٰہی کے وارث ہو کر اِسی دنیائے دَنی کے فائدے سمیٹتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ توقع ہے ہمیں معاف کر دیا جائے گا، اور اگر وہی متاعِ دنیا سامنے آتی ہے تو پھر لپک کر اُسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جا چکا ہے کہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں جو حق ہو؟ اور یہ خود پڑھ چکے ہیں جو کتاب میں لکھا ہے۔ آخرت کی قیام گاہ تو خدا ترس لوگوں کے لیے ہی بہتر ہے،[۴۶] کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے؟ جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں اور جنھوں نے نماز قائم کر رکھی ہے، یقیناً ایسے نیک کردار لوگوں کا اَجر ہم ضائع نہیں کریں گے۔ اِنھیں وہ وقت بھی کچھ یاد ہے جب کہ ہم نے

سرگرم تھے کہ شاید وہ مُجرم لوگ ان کی نصیحت سے راہِ راست پر آجائیں اور اگر وہ راہِ راست نہ اختیار کریں تب بھی ہم اپنی حد تک تو اپنا فرض ادا کر کے خدا کے سامنے اپنی براءت کا ثبوت پیش کر ہی دیں۔ اس صورتِ حال میں جب اس بستی پر اللہ کا عذاب آیا تو قرآن مجید کہتا ہے کہ ان تینوں گروہوں میں سے صرف تیسرا گروہ ہی اس سے بچایا گیا کیونکہ اسی نے خدا کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کی فکر کی تھی اور وہی تھا جس نے اپنی براءت کا ثبوت فراہم کر رکھا تھا باقی دونوں گروہوں کا شمار ظالموں میں ہُوا اور وہ اپنے جُرم کی حد تک مبتلائے عذاب ہوئے۔ البتہ بندر صرف وہ لوگ بنائے گئے جو پوری سرکشی کے ساتھ حکم کی خلاف ورزی کرتے چلے گئے تھے۔

[۴۶] اس آیت کے دو ترجمے ہو سکتے ہیں ایک وہ جو ہم نے متن میں اختیار کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ”خدا ترس لوگوں کے لیے تو آخرت کی قیام گاہ ہی بہتر ہے“۔

پہاڑ کو ہلا کر اُن پر اس طرح چھا دیا تھا کہ گویا وہ چھتری ہے اور یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ اِن پر آ پڑے گا اور اُس وقت ہم نے اِن سے کہا تھا کہ جو کتاب ہم تمھیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے یاد رکھو، توقع ہے کہ تم غلط رَوی سے بچے رہو گے۔ ع

اور اے نبیؐ، لوگوں کو یاد دِلاؤ وہ وقت جب کہ تمھارے رَبّ نے بنی آدم کی پُشتوں سے اُن کی نسل کو نکالا تھا اور اِنھیں خود اِن کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا مَیں تمھارا رَبّ نہیں ہوں؟" انھوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے رَبّ ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔"[۴۷] یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔" یا یہ نہ کہنے لگو کہ "شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد کو ان کی نسل سے پیدا ہوئے، پھر کیا آپ ہمیں اس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا؟" دیکھو، اس طرح ہم نشانیاں واضح طور پر پیش کرتے ہیں،[۴۸] اور اس لیے کرتے ہیں کہ یہ لوگ پلٹ آئیں۔

اور اے نبیؐ، ان کے سامنے اُس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ اُن کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخرکار شیطان اُس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اُسے اُن آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے، مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جُھک کر رہ گیا اور اپنی خواہشِ نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا، لہٰذا اس کی حالت کُتّے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے

---

[۴۷] جیسا کہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ معاملہ تخلیقِ آدم کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسانِ اوّل کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا اسی طرح پوری نسلِ آدم کو بھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا اور ان سے اپنی ربوبیّت کی شہادت لی تھی۔

[۴۸] یعنی معرفتِ حق کے وہ نشانات جو انسان کے اپنے نفس میں موجود ہیں اور حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

اور اُسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔[۴۹] یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

تم یہ حکایات اِن کو سناتے رہو، شاید کہ یہ کچھ غور و فکر کریں۔ بڑی ہی بُری مثال ہے ایسے لوگوں کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، اور وہ آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت بخشے بس وہی راہِ راست پاتا ہے اور جس کو اللہ اپنی رہنمائی سے محروم کر دے وہی ناکام و نامراد ہو کر رہتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنّم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اِن کے پاس دل و دماغ ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔[۵۰]

اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے۔[۵۱] ہماری مخلوق میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق ہدایت اور حق کے مطابق انصاف کرتا ہے۔ع رہے وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے، تو انھیں ہم بتدریج ایسے طریقہ سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی۔ میں اُن کو ڈھیل دے رہا ہوں، میری چال کا کوئی توڑ نہیں ہے۔

---

[۴۹] مفسّرین نے عہدِ رسالت اور اس سے پہلے کی تاریخ کے مختلف اشخاص پر اس مثال کو چسپاں کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خاص شخص تو پردہ میں ہے جو اس تمثیل میں پیشِ نظر تھا، البتہ یہ تمثیل ہر اس شخص پر چسپاں ہوتی ہے جس میں یہ صفت پائی جاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی حالت کو کتّے سے تشبیہ دیتا ہے جس کی ہر وقت لٹکی ہوئی زبان اور ٹپکتی ہوئی رال ایک نہ بجھنے والی آتشِ حرص اور کبھی نہ سیر ہونے والی نیت کا پتہ دیتی ہے۔ بنائے تشبیہ وہی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی اردو زبان میں ایسے شخص کو جو دنیا کی حرص میں اندھا ہو رہا ہو، دنیا کا کتّا کہتے ہیں۔

[۵۰] یعنی ہم نے تو ان کو پیدا کیا تھا دل، دماغ، آنکھیں اور کان دے کر مگر ظالموں نے ان سے کوئی کام نہ لیا اور اپنی غلط کاریوں کی بدولت آخر کار جہنّم کے قابل بن کر رہے۔

[۵۱] ”اچھے ناموں“ سے مراد وہ نام ہیں جن سے خدا کی عظمت و برتری، اس کے تقدّس اور پاکیزگی، اور اس کی

اور کیا ان لوگوں نے کبھی سوچا نہیں؟ اِن کے رفیق پر جُنون کا کوئی اثر نہیں ہے۔ [۵۲] وہ تو ایک خبردار کرنے والا ہے جو (بُرا انجام سامنے آنے سے پہلے) صاف صاف مُتنبّہ کر رہا ہے۔ کیا اِن لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟ اور کیا یہ بھی انھوں نے نہیں سوچا کہ شاید ان کی مہلتِ زندگی پوری ہونے کا وقت قریب آ لگا ہو؟ پھر آخر پیغمبرؐ کی اِس تنبیہ کے بعد اور کون سی بات ایسی ہو سکتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں؟ جس کو اللہ رہنمائی سے محروم کر دے اُس کے لیے پھر کوئی رہنما نہیں ہے، اور اللہ انھیں اِن کی سرکشی ہی میں بھٹکتا ہُوا چھوڑے دیتا ہے۔

یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کی گھڑی کب نازل ہوگی؟ کہو "اُس کا عِلم میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اُسے اپنے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ آسمانوں اور زمین میں وہ بڑا سخت وقت ہوگا۔ وہ تم پر اچانک آ جائے گا۔" یہ لوگ اُس کے متعلق تم سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ تم اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہو۔ کہو "اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے مگر اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔" اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ "میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا عِلم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

صفات کمالیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ اللہ کے نام رکھنے میں راستی سے انحراف یہ ہے کہ اللہ کو ایسے نام دیے جائیں جو اس کے مرتبے سے فروتر ہوں۔ جو اس کے ادب کے منافی ہوں، جن سے عُیوب اور نقائص اس کی طرف منسوب ہوتے ہوں یا جن سے اس کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ کے متعلق کسی غلط عقیدے کا اظہار ہوتا ہو۔

[۵۳] رفیق سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کو اہلِ مکّہ کا رفیق اس لیے کہا گیا ہے کہ آپؐ ان کے لیے اجنبی نہ تھے۔ انھی لوگوں میں پیدا ہوئے، انھی کے درمیان رہے بسے، بچّے سے جوان اور جوان سے بوڑھے ہوئے، نبوّت سے پہلے ساری قوم آپ کو ایک نہایت سلیم الطبع اور صحیح الدِماغ آدمی کی حیثیت سے جانتی تھی۔ نبوّت کے بعد جب آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانا شروع کیا تو یکایک آپ کو مجنون کہنے لگی۔ ظاہر ہے کہ یہ حکمِ جُنون ان باتوں پر نہ تھا جو آپؐ نبی ہونے سے پہلے کرتے تھے بلکہ صرف انھی باتوں پر لگایا جا رہا تھا جن کی آپ نے نبی ہونے کے بعد تبلیغ شروع کی۔ اسی وجہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں نے کبھی

میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں"۔ ع

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے لیے لیے وہ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں نے مل کر اللہ، اپنے ربّ سے دعا کی کہ اگر تُو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح و سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھیرانے لگے۔[۵۳] اللہ بہت بلند و برتر ہے۔ اُن مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ اُن کو خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو نہ اِن کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ آپ اپنی مدد ہی پر قادر ہیں۔ اگر تم اِنھیں سیدھی راہ پر آنے کی دعوت دو تو وہ تمھارے پیچھے نہ آئیں۔ تم خواہ انھیں پکارو یا خاموش رہو، دونوں صورتوں میں تمھارے لیے یکساں ہی رہے۔[۵۴] تم لوگ خدا کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہو وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم بندے ہو۔ اِن سے دعائیں مانگ دیکھو، یہ تمھاری دعاؤں کا جواب دیں اگر ان کے بارے میں تمھارے خیالات صحیح ہیں۔ کیا یہ پاؤں رکھتے ہیں کہ اُن سے چلیں؟

سوچا بھی ہے آخر ان باتوں میں سے کون سی بات، کون کی ہے؟

[۵۳] مطلب یہ ہے کہ اولاد دینے والا تو اللہ ہے۔ اگر اللہ عورت کے پیٹ میں بندر یا سانپ یا کوئی اور عجیب الخلقت حیوان پیدا کر دے یا بچے کو پیٹ ہی میں اندھا، بہرا، لنگڑا، لولا بنا دے یا اس کی جسمانی و ذہنی اور نفسانی قوتوں میں کوئی نقص رکھ دے تو کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ کی اس ساخت کو بدل ڈالے۔ اس حقیقت سے مشرکین بھی اسی طرح آگاہ ہیں جس طرح موحدین۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ حمل میں ساری امیدیں اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں کہ وہی صحیح و سالم بچہ پیدا کرے گا۔ لیکن جب امید بر آتی ہے اور چاند سا بچہ نصیب ہو جاتا ہے تو شکریے کے لیے نذریں اور نیازیں کسی دیوی، کسی اوتار، کسی ولی اور کسی حضرت کے نام پر چڑھائی جاتی ہیں اور بچے کو ایسے نام دیے جاتے ہیں کہ گویا وہ اللہ کے سوا کسی اور کی عنایت کا نتیجہ ہے۔

[۵۴] یعنی ان مشرکین کے معبودانِ باطل کا حال یہ ہے کہ سیدھی راہ دکھانا اور اپنے پرستاروں کی رہنمائی کرنا تو

کیا یہ ہاتھ رکھتے ہیں کہ اُن سے پکڑیں؟ کیا یہ آنکھیں رکھتے ہیں کہ اُن سے دیکھیں؟ کیا یہ کان رکھتے ہیں کہ اُن سے سنیں؟ اے نبیؐ، ان سے کہو کہ ”بُلا لو اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو، میرا حامی و ناصر وہ خدا ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک آدمیوں کی حمایت کرتا ہے۔ بخلاف اِس کے تم جنھیں خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد ہی کرنے کے قابل ہیں، بلکہ اگر تم انھیں سیدھی راہ پر آنے کے لیے کہو تو وہ تمھاری بات سُن بھی نہیں سکتے۔ بظاہر تم کو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمھاری طرف دیکھ رہے ہیں، مگر فی الواقع وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے“۔

اے نبیؐ، نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کیے جاؤ، اور جاہلوں سے نہ اُلجھو۔ اگر کبھی شیطان تمھیں اُکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ حقیقت میں جو لوگ متّقی ہیں اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی بُرا خیال اگر اُنھیں چُھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انھیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریقِ کار کیا ہے۔ رہے ان کے (یعنی شیاطین کے) بھائی بند، تو وہ انھیں ان کی کج رَوِی میں کھینچے لیے چلے جاتے ہیں اور انھیں بھٹکانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔

اے نبیؐ، جب تم ان لوگوں کے سامنے کوئی نشانی (یعنی معجزہ) پیش نہیں کرتے تو یہ کہتے ہیں کہ تم نے اپنے لیے کوئی نشانی کیوں نہ انتخاب کر لی؟ اِن سے کہو ”مَیں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رَبّ نے میری طرف بھیجی ہے۔ یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں تمھارے رَبّ کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے

درکنار، وہ بیچارے تو کسی رہنما کی پیروی کرنے کے قابل بھی نہیں حتیٰ کہ کسی پکارنے والے کی پکار کا جواب تک نہیں دے سکتے۔

اُن لوگوں کے لیے جو اِسے قبول کریں۔ جب قرآن تمھارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سُنو اور خاموش رہو، شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے"۔

اے نبیؐ، اپنے رَبّ کو صبح و شام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم اُن لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو فرشتے تمھارے رَبّ کے حضور تقرُّب کا مقام رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آکر اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے، اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے آگے جُھکے رہتے ہیں۔ [۵۵] ع

سُورہ اَنفال (مَدَنی)

اللّٰہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تم سے اَنفال کے متعلق پوچھتے ہیں۔ [۱] کہو "یہ انفال تو اللّٰہ اور اُس کے رسولؐ کے ہیں، پس تم لوگ اللّٰہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللّٰہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو"۔ [۲] سچے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللّٰہ کا ذِکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللّٰہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رَبّ پر اعتماد رکھتے ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

---

[۵۵] اس مقام پر حکم ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے یا سُنے وہ سجدہ کرے۔ قرآن مجید میں ایسے ۱۴ مقامات ہیں جہاں آیاتِ سجدہ آئی ہیں۔

[۱] اَنفال جمع ہے نَفل کی۔ عربی زبان میں نَفل اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب یا حق سے زائد ہو۔ جب یہ تابع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ رضا کارانہ خدمت ہوتی ہے جو ایک بندہ اپنے آقا کے لیے فرض سے بڑھ کر اپنی خوشی سے بجالاتا ہے جیسے نَفل نماز۔ اور جب یہ متبوع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ عطیہ و انعام ہوتا ہے جو آقا اپنے بندے کو اس کے حق سے زائد دیتا ہے۔ یہاں انفال کا لفظ ان اموالِ غنیمت کے لیے استعمال ہُوا ہے جو جنگِ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے اور ان کو انفال قرار دینے کا مطلب یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کرنا ہے کہ یہ تمہاری کمائی نہیں ہے بلکہ اللّٰہ کا فضل و انعام ہے جو اس نے تمہیں بخشا ہے۔

[۲] یہ بات اس لیے فرمائی گئی کہ اس مال کی تقسیم کے بارے میں کوئی حکم آنے سے پہلے مسلمانوں میں

ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رَبّ کے پاس بڑے درجے ہیں، قصوروں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔ (اس مالِ غنیمت کے معاملہ میں بھی ویسی ہی صورت پیش آ رہی ہے جیسی اُس وقت پیش آئی تھی جب کہ) تیرا رَبّ تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ کو یہ ناگوار تھا۔ وہ اس حق کے معاملہ میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے درآنحالیکہ وہ صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا۔ اُن کا حال یہ تھا کہ گویا وہ آنکھوں دیکھتے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔

یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمھیں مل جائے گا۔ [۳] تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمھیں ملے۔ مگر اللہ کا اِرادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے خواہ مُجرموں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

اور وہ موقع جب کہ تم اپنے رَبّ سے فریاد کر رہے تھے۔ جواب میں اس نے فرمایا کہ میں تمھاری مدد کے لیے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔ یہ بات اللہ نے تمھیں صرف اس لیے بتا دی کہ تمھیں خوشخبری ہو اور تمھارے دل اِس سے مطمئن ہو جائیں، ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے۔ ع

اور وہ وقت جب کہ اللہ اپنی طرف سے غنودگی کی شکل میں تم پر اطمینان و بے خوفی کی کیفیت طاری کر رہا تھا، [۴] اور آسمان سے تمھارے اوپر پانی برسا رہا تھا تاکہ تمھیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست دُور کرے اور تمھاری ہمّت بندھائے اور اِس کے ذریعہ سے تمھارے قدم جما دے۔

سے مختلف گروہ اپنے اپنے حصے کے متعلق دعوے پیش کرنے لگے تھے۔

[۳] یعنی قریش کا تجارتی قافلہ جو شام کی طرف سے آ رہا تھا یا لشکرِ قریش جو مکّہ سے آ رہا تھا۔

[۴] یہی تجربہ مسلمانوں کو جنگِ اُحد میں پیش آیا تھا جیسا کہ سورہ آلِ عمران آیت ۱۵۴ میں گزر چکا ہے۔

اور وہ وقت جب کہ تمھارا ربّ فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ "میں تمھارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی اِن کافروں کے دلوں میں رُعب ڈالے دیتا ہوں، پس تم اُن کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔"[۵] یہ اس لیے کہ اُن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کیا اور جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے۔[۶] یہ ہے تم لوگوں کی سزا، اب اس کا مزہ چکھو، اور تمھیں معلوم ہو کہ حق کا انکار کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم ایک لشکر کی صورت میں کُفّار سے دوچار ہو تو اُن کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو۔ جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری الّا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھِر جائے گا۔ اُس کا ٹھکانا جہنّم ہوگا، اور وہ بہت بُری جائے بازگشت ہے۔

پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور اے نبیؐ، تُو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا[۷] (اور مومنوں کے ہاتھ جو اس کام میں استعمال کیے گئے) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے یقیناً اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

---

[۵] یہاں تک جنگِ بدر کے جن واقعات کو ایک ایک کر کے یاد دلایا گیا ہے اس سے مقصود دراصل لفظ "انفال" کی معنویّت واضح کرنا ہے۔ ابتدا میں ارشاد ہُوا تھا کہ اس مالِ غنیمت کو اپنی جانفشانی کا ثمرہ سمجھ کر اس کے مالک و مختار کہاں بنے جاتے ہو، یہ تو دراصل عطیہ الٰہی ہے اور مُعطی خود ہی اپنے مال کا مختار ہے۔ اب اس کے ثبوت میں یہ واقعات گنوائے گئے ہیں کہ اس فتح میں خود ہی حساب لگا کر دیکھ لو کہ تمہاری اپنی جانفشانی اور جرأت و جسارت کا کتنا حصّہ تھا اور اللہ کی عنایت کا کتنا حصّہ۔ اس لیے اس کا فیصلہ کرنا کہ یہ کس طرح تقسیم ہو تمہارا نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے۔

[۶] اس فقرے کے مخاطب کُفّارِ قریش ہیں جن کو بدر میں شکست ہوئی تھی۔

[۷] معرکۂ بدر میں جب مسلمانوں اور کُفّار کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور عام زد و خورد کا موقع آ گیا تو حضوؐر نے مٹھی بھر ریت ہاتھ میں لے کر شاھت الوجوہ کہتے ہوئے کُفّار کی طرف پھینکی اور اس کے ساتھ ہی آپ کے اشارے سے مسلمان یکبارگی کُفّار پر حملہ آور ہوئے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہاتھ تو رسول کا تھا مگر ضرب اللہ کی طرف سے تھی۔

یہ معاملہ تو تمھارے ساتھ ہے اور کافروں کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ اللہ اُن کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔ (اِن کافروں سے کہہ دو) ”اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو، فیصلہ تمھارے سامنے آ گیا۔ [۸] اب باز آ جاؤ، تمھارے ہی لیے بہتر ہے، ورنہ پھر پلٹ کر اُسی حماقت کا اعادہ کرو گے تو ہم بھی اسی سزا کا اعادہ کریں گے اور تمھاری جمعیت، خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو، تمھارے کچھ کام نہ آ سکے گی۔ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے“۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا کہ ہم نے سُنا حالانکہ وہ نہیں سُنتے۔ یقیناً خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اگر اللہ کو معلوم ہوتا کہ اِن میں کچھ بھی بھلائی ہے تو وہ ضرور اِنھیں سُننے کی توفیق دیتا (لیکن بھلائی کے بغیر) اگر وہ ان کو سُنواتا تو وہ بے رُخی کے ساتھ منہ پھیر جاتے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبّیک کہو جب کہ رسولؐ تمھیں اس چیز کی طرف بُلائے جو تمھیں زندگی بخشنے والی ہے، اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ اور بچو اُس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف اُنھی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنھوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔ [۹] اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

---

[۸] مکّہ سے روانہ ہوتے وقت مشرکین نے کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا مانگی تھی کہ خدایا دونوں گروہوں میں سے جو بہتر ہے اس کو فتح عطا کر۔

[۹] اس سے مراد وہ اجتماعی فتنے ہیں جو وبائے عام کی طرح ایسی شامت لاتے ہیں جس میں صرف گناہ کرنے والے ہی گرفتار نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ بھی مارے جاتے ہیں جو گناہ گار سوسائٹی میں رہنا گوارا کرتے رہے ہوں۔

یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی، اپنی مدد سے تمھارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھا رزق پہنچایا شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں[۱۰] میں غدّاری کے مرتکب نہ ہو اور جان رکھو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔ ع

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمھارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا[۱۱] اور تمھاری بُرائیوں کو تم سے دُور کرے گا اور تمھارے قصور معاف کرے گا۔ اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ منکرینِ حق تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلا وطن کر دیں۔[۱۲] وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔ جب اُن کو ہماری آیات سنائی جاتی تھیں تو کہتے تھے کہ ”ہاں سُن لیا ہم نے، ہم چاہیں تو ایسی ہی باتیں ہم بھی بنا سکتے ہیں، یہ تو وہی پرانی کہانیاں ہیں جو پہلے سے لوگ کہتے چلے آ رہے ہیں۔“

---

[۱۰] اپنی ”امانتوں“ سے مراد وہ تمام ذمہ داریاں ہیں جو کسی پر اعتماد کر کے اس کے سپرد کی جائیں خواہ وہ عہدِ وفا کی ذمہ داریاں ہوں یا اجتماعی معاہدات کی، یا جماعت کے رازوں کی، یا شخصی و جماعتی اموال کی، یا کسی عہدہ و منصب کی، جو کسی شخص پر بھروسہ کرتے ہوئے جماعت اس کے حوالے کرے۔

[۱۱] کسوٹی اُس چیز کو کہتے ہیں جو کھرے اور کھوٹے کے امتیاز کو نمایاں کرتی ہے یہی مفہوم ”فرقان“ کا بھی ہے اسی لیے ہم نے ”فرقان“ کا ترجمہ کسوٹی کیا ہے۔ ارشادِ الٰہی کا منشا یہ ہے کہ اگر دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اندر وہ قوتِ تمیز پیدا کر دے گا جس سے قدم قدم پر تمہیں خود یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ کونسا رویہ صحیح ہے اور کونسا غلط کونسی راہ حق ہے اور خدا کی طرف جاتی ہے اور کونسی راہ باطل ہے اور شیطان سے ملاتی ہے۔

[۱۲] یہ اس موقع کا ذکر ہے جب کہ قریش کا یہ اندیشہ یقین کی حد کو پہنچ چکا تھا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ

اور وہ بات بھی یاد ہے جو انھوں نے کہی تھی کہ "خدایا، اگر یہ واقعی حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ"۔ اُس وقت تو اللّٰہ اُن پر عذاب نازل کرنے والا نہ تھا جب کہ تُو اُن کے درمیان موجود تھا اور نہ اللّٰہ کا یہ قاعدہ ہے کہ لوگ استغفار کر رہے ہوں اور وہ ان کو عذاب دے دے۔ لیکن اب کیوں نہ وہ ان پر عذاب نازل کرے جب کہ وہ مسجدِ حرام کا راستہ روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اس مسجد کے جائز متولّی نہیں ہیں۔ اس کے جائز متولّی تو صرف اہلِ تقوٰی ہی ہو سکتے ہیں، مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ بیتُ اللّٰہ کے پاس ان لوگوں کی نماز کیا ہوتی ہے؟ بس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں۔ پس اب لو، اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے اُس انکارِ حق کی پاداش میں جو تم کرتے رہے ہو۔ جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لیے صرف کر رہے ہیں اور ابھی اور خرچ کرتے رہیں گے، مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے لیے پچھتاوے کا سبب بنیں گی، پھر وہ مغلوب ہوں گے، پھر یہ کافر جہنّم کی طرف گھیر لائے جائیں گے۔ تاکہ اللّٰہ گندگی کو پاکیزگی سے چھانٹ کر الگ کرے اور ہر قسم کی گندگی کو ملا کر اکٹھا کرے پھر اُس پلندے کو جہنّم میں جھونک دے، یہی لوگ اصلی دیوالیے ہیں۔ ع

اے نبیؐ، ان کافروں سے کہو کہ اگر اب بھی باز آجائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اس سے درگزر کر لیا جائے گا، لیکن اگر یہ اُسی پچھلی رَوِش کا اعادہ کریں گے

چلے جائیں گے۔ اس وقت وہ آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ شخص مکّہ سے نکل گیا تو پھر خطرہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے معاملہ میں ایک آخری فیصلہ کرنے کے لیے ایک اجتماع کیا اور اس امر پر باہم مشاورت کی کہ اس خطرے کا سدِّ باب کس طرح کیا جائے۔

تو گزشتہ قوموں کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دِین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ فتنہ سے رُک جائیں تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے، اور اگر وہ نہ مانیں تو جان رکھو کہ اللہ تمھارا سرپرست ہے اور وہ بہترین حامی و مددگار ہے۔

اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے[۱۳] اُس کا پانچواں حصہ اللہ اور اُس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اُس چیز پر جو فیصلے کے روز، یعنی دونوں فوجوں کی مُڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی،[۱۴] (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یاد کرو وہ وقت جب کہ تم وادی کے اِس جانب تھے اور وہ دوسری جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور قافلہ تم سے نیچے (ساحل) کی طرف تھا۔ اگر کہیں پہلے سے تمھارے اور اُن کے درمیان مقابلہ کی قرارداد ہو چکی ہوتی تو تم ضرور اُس موقع پر پہلو تہی کر جاتے، لیکن جو کچھ پیش آیا وہ اِس لیے تھا کہ جس بات کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اُسے ظہور میں لے آئے تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ زندہ رہے، یقیناً خدا سننے اور جاننے والا ہے۔

اور یاد کرو وہ وقت جب کہ اے نبیؐ، خدا اُن کو تمھارے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا[۱۵]

---

[۱۳] یہاں اس مالِ غنیمت کی تقسیم کا قانون بتایا ہے جس کے متعلق تقریر کی ابتدا میں کہا گیا تھا کہ یہ اللہ کا انعام ہے جس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کو حاصل ہے۔ اب وہ فیصلہ بیان کر دیا گیا ہے۔

[۱۴] یعنی وہ تائید و نصرت جس کی بدولت تمھیں فتح حاصل ہوئی اور جس کی بدولت ہی تمھیں یہ مالِ غنیمت حاصل ہُوا۔

[۱۵] یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے نکل رہے تھے یا راستہ میں کسی منزل پر تھے اور یہ متحقق نہ ہُوا تھا کہ کفار کا لشکر فی الواقع کتنا ہے۔ اس وقت حضورؐ نے خواب میں اس لشکر کو دیکھا اور جو منظر آپ کے سامنے پیش کیا گیا اس سے آپ نے اندازہ لگایا کہ دشمنوں کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہیں ہے۔

CS CamScanner

اگر کہیں وہ تمھیں اُن کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمّت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے، لیکن اللہ ہی نے اس سے تمھیں بچایا، یقیناً وہ سینوں کا حال تک جانتا ہے۔

اور یاد کرو جب کہ مقابلے کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور اُن کی نگاہوں میں تمھیں کم کر کے پیش کیا، تا کہ جو بات ہونی تھی اسے اللہ ظہور میں لے آئے، اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمھیں کامیابی نصیب ہوگی۔ اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمھارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی صبر سے کام لو،[۱۶] یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور اُن لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ نہ اختیار کرو جو اپنے گھروں سے اِتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روِش یہ ہے کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

ذرا خیال کرو اس وقت کا جب کہ شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور یہ کہ مَیں تمھارے ساتھ ہوں۔

---

[۱۶] یعنی اپنے جذبات و خواہشات کو قابو میں رکھو۔ جلد بازی، گھبراہٹ، ہراس، طمع اور نامناسب جوش سے بچو۔ ٹھنڈے دل اور جچی تلی قوتِ فیصلہ کے ساتھ کام کرو۔ خطرات اور مشکلات سامنے ہوں تو تمہارے قدموں میں لغزش نہ آئے۔ اشتعال انگیز مواقع پیش آئیں تو غیظ و غضب کا ہیجان تم سے کوئی بے محل حرکت سرزد نہ کرانے پائے۔ مصائب کا حملہ ہو اور حالات بگڑتے نظر آ رہے ہوں تو اضطراب میں تمہارے حواس پراگندہ نہ ہو جائیں۔ حصولِ مقصد کے شوق سے بیقرار ہو کر یا کسی نیم پختہ تدبیر کو سرسری نظر میں کارگر دیکھ کر تمہارے ارادے شتاب کاری سے مغلوب نہ ہوں اور اگر کبھی دنیوی فوائد و منافع اور لذّتِ نفس کی ترغیبات تمہیں اپنی طرف لُبھا رہی ہوں تو ان کے مقابلہ میں بھی تمہارا نفس اس درجہ کمزور نہ ہو کہ بے اختیار اس کی طرف کھنچ جاؤ۔ یہ تمام مفہومات صرف ایک لفظ "صبر" میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ان تمام حیثیات سے صابر ہوں میری تائید انہی کو حاصل ہے۔

مگر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہُوا تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ میرا تمھارا ساتھ نہیں ہے، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھتے، مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔ ع جب کہ منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں کو روگ لگا ہوا ہے، کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو تو اِن کے دین نے خبط میں مُبتلا کر رکھا ہے۔ [۱۷] حالانکہ اگر کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو یقیناً اللہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔ کاش تم اُس حالت کو دیکھ سکتے جب کہ فرشتے مقتول کافروں کی رُوحیں قبض کر رہے تھے۔ وہ ان کے چہروں، اور اُن کے کولہوں پر ضربیں لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ''لو اب جلنے کی سزا بھگتو، یہ وہ جزا ہے جس کا سامان تمھارے اپنے ہاتھوں نے پیشگی مہیّا کر رکھا تھا، ورنہ اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' یہ معاملہ ان کے ساتھ اُسی طرح پیش آیا جس طرح آلِ فرعون اور اُن سے پہلے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ پیش آتا رہا ہے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ نے ان کے گناہوں پر انھیں پکڑ لیا۔ اللہ قوت رکھتا ہے اور سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اللہ کی اُس سُنت کے مطابق ہُوا کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی۔ اللہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔ آلِ فرعون اور اُن سے پہلے کی قوموں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا وہ اِسی ضابطہ کے مطابق تھا۔

---

[۱۷] یعنی مدینہ کے منافقین اور وہ سب لوگ جو دنیا پرستی اور خدا سے غفلت کے مرض میں گرفتار تھے، یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت قریش جیسی زبردست طاقت سے ٹکرانے کے لیے جارہی ہے، آپس میں کہتے تھے کہ یہ لوگ اپنے دینی جوش میں دیوانے ہوگئے ہیں۔ اس معرکہ میں ان کی تباہی یقینی ہے مگر اس نبی نے کچھ ایسا افسوں ان پر پھونک رکھا ہے کہ ان کی عقل خبط ہوگئی ہے اور آنکھوں دیکھے یہ موت کے منہ میں چلے جارہے ہیں۔

انھوں نے اپنے ربّ کی آیات کو جھٹلایا تب ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں ہلاک کیا اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔ یہ سب ظالم لوگ تھے۔

یقیناً اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والی مخلوق میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جنھوں نے حق کو ماننے سے انکار کر دیا پھر کسی طرح وہ اُسے قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ (خصوصاً) ان میں سے وہ لوگ جن کے ساتھ تُو نے معاہدہ کیا پھر وہ ہر موقع پر اس کو توڑتے ہیں اور ذرا خدا کا خوف نہیں کرتے۔ [۱۸] پس اگر یہ لوگ تمھیں لڑائی میں مِل جائیں تو اِن کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد دوسرے جو لوگ ایسی رَوِش اختیار کرنے والے ہوں اُن کے حواس باختہ ہو جائیں۔ [۱۹] توقع ہے کہ بدعہدوں کے اس انجام سے وہ سبق لیں گے۔ اور اگر کبھی تمھیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو، [۲۰] یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔ ع

منکرینِ حق اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ بازی لے گئے، یقیناً وہ ہم کو ہرا نہیں سکتے۔

اور تم لوگ، جہاں تک تمھارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو [۲۱] تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اُس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا

---

[۱۸] یہاں خاص طور پر اشارہ ہے یہود کی طرف جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا اور اس کے باوجود وہ آپ کی اور مسلمانوں کی مخالفت میں سرگرم تھے۔ جنگ بدر کے فوراً بعد ہی انہوں نے قریش کو انتقام کے لیے بھڑکانا شروع کر دیا تھا۔

[۱۹] اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم سے ہمارا معاہدہ ہو اور پھر وہ اپنی معاہدانہ ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر ہمارے خلاف کسی جنگ میں حصہ لے، تو ہم بھی معاہدے کی اخلاقی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو جائیں گے اور ہمیں حق ہوگا کہ اس سے جنگ کریں۔ نیز اگر کسی قوم سے ہماری لڑائی ہو رہی ہو اور ہم دیکھیں کہ دشمن کے ساتھ ایک ایسی قوم کے افراد بھی شریکِ جنگ ہیں جس سے ہمارا معاہدہ ہے تو ہم ان کو قتل کرنے اور ان سے دشمن کا سا معاملہ کرنے میں ہرگز کوئی تامّل نہ کریں گے۔

[۲۰] یعنی اسے صاف صاف خبردار کر دو کہ ہمارا تمھارا معاہدہ باقی نہیں ہے کیونکہ تم عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔

[۲۱] مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس سامانِ جنگ اور ایک مستقل فوج ہر وقت تیار رہنی چاہیے تا کہ بوقتِ

اور تمھارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔

اور اے نبیؐ، اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمھارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمھاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیے۔ تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو اِن لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔ اے نبیؐ، تمھارے لیے اور تمھارے پیرو اہلِ ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔ ع

اے نبیؐ، مومنوں کو جنگ پر اُبھارو۔ اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو منکرینِ حق میں سے ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ [۴۲] اچھا، اب اللہ نے تمھارا بوجھ ہلکا کیا اور اسے معلوم ہُوا کہ ابھی تم میں کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر اور ہزار آدمی ایسے ہوں تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے

ضرورت فوراً جنگی کارروائی کر سکو یہ نہ ہو کہ خطرہ سر پر آنے کے بعد گھبراہٹ میں جلدی جلدی رضا کار اور اسلحہ اور سامانِ رسد جمع کرنے کی کوشش کرو اور اس اثنا میں کہ یہ تیاری مکمل ہو دشمن اپنا کام کر جائے۔

[۴۲] آج کل کی اصطلاح میں جس چیز کو قوتِ معنوی یا قوتِ اخلاقی (مورال) کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی کو فقہ و فہم اور سمجھ بوجھ سے تعبیر کیا ہے۔ جو شخص اپنے مقصد کا صحیح شعور رکھتا ہو اور ٹھنڈے دل سے خوب سوچ سمجھ کر اس لیے لڑ رہا ہو کہ جس چیز کے لیے وہ جان کی بازی لگانے آیا ہے وہ اس کی انفرادی زندگی سے زیادہ قیمتی ہے اور اس کے ضائع ہو جانے کے بعد جینا بے قیمت ہے وہ بے شعوری کے ساتھ لڑنے والے آدمی سے کئی گنی زیادہ طاقت رکھتا ہے اگرچہ جسمانی طاقت میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ ہو۔

غالب آئیں گے، [۴۳] اور اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔

کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔ تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے، اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی۔ پس جو کچھ تم نے مال حاصل کیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاک ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ [۴۴] یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ع

اے نبیؐ، تم لوگوں کے قبضہ میں جو قیدی ہیں ان سے کہو اگر اللہ کو معلوم ہوا کہ تمہارے دلوں میں کچھ خیر ہے تو وہ تمھیں اُس سے بڑھ چڑھ کر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہاری خطائیں معاف کرے گا، اللہ درگزر کرنے والا ہے اور رحم فرمانے والا ہے۔ لیکن اگر وہ تیرے ساتھ خیانت کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے پہلے وہ اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں، چنانچہ اُسی کی سزا اللہ نے انھیں دی کہ وہ تیرے قابو میں آ گئے، اللہ سب کچھ جانتا اور حکیم ہے۔

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے، اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

---

[۴۳] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے ایک اور دس کی نسبت تھی اور اب چونکہ تم میں کمزوری آ گئی ہے اس لیے ایک اور دو کی نسبت قائم کر دی گئی ہے بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اصولی اور معیاری حیثیت سے تو اہلِ ایمان اور کفار کے درمیان ایک اور دس ہی کی نسبت ہے، لیکن چونکہ ابھی تم لوگوں کی اخلاقی تربیت مکمل نہیں ہوئی ہے اور ابھی تک تمہارا شعور اور تمہاری سمجھ بوجھ کا پیمانہ بلوغ کی حد کو نہیں پہنچا ہے اس لیے سرِ دست بر سبیلِ تنزّل تم سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اپنے سے دوگنی طاقت سے ٹکرانے میں تو تمہیں کوئی تامّل نہ ہونا چاہیے۔ خیال رہے کہ یہ ارشاد ۲ھ کا ہے جب کہ مسلمانوں میں بہت سے لوگ ابھی تازہ تازہ ہی داخلِ اسلام ہوئے تھے اور ان کی تربیت ابتدائی حالت میں تھی۔

[۴۴] جنگِ بدر سے پہلے سورہ محمد میں جنگ کے متعلق جو ابتدائی ہدایات دی گئی تھیں، ان میں جنگی قیدیوں سے فدیہ وصول کرنے کی اجازت تو دے دی گئی تھی لیکن اس کے ساتھ شرط یہ لگائی گئی تھی کہ پہلے دشمن کی طاقت کو اچھی طرح کچل دیا جائے۔ پھر قیدی پکڑنے کی فکر کی جائے اس فرمان کی رُو سے مسلمانوں نے بدر میں جو قیدی گرفتار کیے اور اس کے بعد ان سے جو فدیہ وصول کیا وہ تھا تو اجازت کے مطابق مگر غلطی یہ ہوئی کہ ”دشمن کی طاقت کو کچل دینے“ کی جو شرط مقدم رکھی گئی تھی اسے پورا کرنے سے پہلے ہی مسلمان دشمنوں کو

رہے وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دار الاسلام میں) آ نہیں گئے تو ان سے تمھارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت کر کے نہ آ جائیں۔ [۲۵] ہاں اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو اُن کی مدد کرنا تم پر فرض ہے، لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمھارا معاہدہ ہو۔ [۲۶] جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔ جو لوگ منکرِ حق ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ [۲۷]

جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدوجہد کی اور جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے، اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آ گئے اور تمھارے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے لگے وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں۔ مگر اللہ کی کتاب میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، [۲۸] یقیناً اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ ع

سورہ توبہ (مَدَنی)

اعلانِ [۱] براَت ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اُن مشرکین کو جن

قید کرنے اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا اور مسلمان کفار کا تعاقب کرتے تو اسی موقع پر قریش کی طاقت توڑ دی جاتی۔

[۲۵] ”ولایت“ کا لفظ عربی زبان میں حمایت، نصرت، مددگاری، پشتیبانی، دوستی، قرابت، سرپرستی اور اس سے ملتے جلتے مفہومات کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس آیت کے سیاق و سباق میں صریح طور پر اس سے مراد وہ رشتہ ہے جو ایک ریاست کا اپنے شہریوں سے، اور شہریوں کا اپنی ریاست سے اور شہریوں کے درمیان آپس میں ہوتا ہے۔ پس یہ آیت دستوری و سیاسی ولایت کو اسلامی ریاست کے ارضی حدود تک محدود کر دیتی ہے اور ان حدود سے باہر کے مسلمانوں کو اس مخصوص رشتہ سے خارج قرار دیتی ہے۔ اس عدم ولایت کے قانونی نتائج بہت وسیع ہیں جن کی تفصیلات بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے۔

[۲۶] اوپر کے فقرے میں دار الاسلام سے باہر رہنے والے مسلمانوں کو ”سیاسی ولایت“ کے رشتہ سے خارج قرار دیا گیا تھا۔ اب یہ آیت اس امر کی توضیح کرتی ہے کہ اس رشتے سے خارج ہونے کے باوجود وہ ”دینی اخوت“ کے رشتہ سے خارج نہیں ہیں۔ اگر کہیں ان پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ اسلامی برادری کے تعلق کی بناء پر دار الاسلام کی حکومت اور اس کے باشندوں سے مدد مانگیں تو ان کا فرض

سے تم نے معاہدے کیے تھے۔[۲] پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور یہ کہ اللہ منکرینِ حق کو رُسوا کرنے والا ہے۔

اطلاعِ عام ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے حجِ اکبر کے[۳] دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذّمہ ہے۔ اور اُس کا رسولؐ بھی۔ اب اگر تم لوگ توبہ کر لو تو تمھارے ہی لیے بہتر ہے، اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اے نبیؐ، انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوش خبری سنا دو، بجز اُن مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کیے پھر اُنھوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمھارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدتِ معاہدہ تک وفا کرو کیونکہ اللہ متّقیوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

پس جب حرام مہینے[۴] گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں اُن کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔

ہے کہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کریں۔ لیکن اس کے بعد مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان دینی بھائیوں کی مدد کا فریضہ اندھا دھند انجام نہیں دیا جائے گا بلکہ بین الاقوامی ذمہ داریوں اور اخلاقی حدود کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے ہی انجام دیا جا سکے گا۔ اگر ظلم کرنے والی قوم سے دارالاسلام کے معاہدانہ تعلقات ہوں تو اس صورت میں مظلوم مسلمانوں کی کوئی ایسی مدد نہیں کی جا سکے گی جو معاہدات کی اخلاقی ذمہ داریوں کے خلاف پڑتی ہو۔

[۲۷] یعنی اگر دارالاسلام کے مسلمان ایک دوسرے کے "ولی" نہ بنیں اور اگر ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہ آنے والے اور دارالکفر میں مقیم رہنے والے مسلمانوں کو دارالاسلام کے مسلمان اپنی سیاسی ولایت سے خارج نہ سمجھیں اور اگر باہر کے مظلوم مسلمانوں کے مدد مانگنے پر ان کی مدد نہ کی جائے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ اس قاعدے کی پابندی بھی نہ کی جائے کہ جس قوم سے اسلامی ریاست کا معاہدہ ہو اس کے خلاف مسلمانوں کی مدد نہیں کی جائے گی اور اگر مسلمان کافروں سے موالاۃ کا تعلق ختم نہ کریں تو زمین میں فتنہ اور فسادِ عظیم برپا ہوگا۔

[۲۸] یعنی وراثت اسلامی برادری کی بناء پر نہیں بلکہ رشتہ داری کی بناء پر تقسیم ہوگی اور اس حکم کی تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کرتا ہے کہ صرف مسلمان رشتہ دار ہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ مسلمان کسی کافر یا کافر کسی مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔

[۱] یہ آیات رکوع ۵ کے آخر تک ۹ ھ میں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کو حج کے لیے روانہ کر چکے تھے۔ ان کے پیچھے جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا تا کہ حاجیوں کے مجمعِ عام میں انھیں سنائیں اور پھر حسبِ ذیل چار باتوں کا اعلان کر دیں (۱) جنت

پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انھیں چھوڑ دو۔[۵] اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمھارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سُنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے۔ پھر اُسے اس کے (مامن) تک پہنچا دو۔ یہ اس لیے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔ ع

ان مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک کوئی عہد آخر کیسے ہوسکتا ہے؟ بجز اُن لوگوں کے جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا،[۶] تو جب تک وہ تمھارے ساتھ سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو کیونکہ اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔ مگر اِن کے سوا دوسرے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اُن کا حال یہ ہے کہ تم پر قابو پا جائیں تو نہ تمھارے معاملہ میں کسی قرابت کا لحاظ کریں نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا؟ وہ اپنی زبانوں سے تم کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر دل اُن کے انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ انھوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کر لی پھر اللہ کے راستے میں سدِ راہ بن کر کھڑے ہو گئے۔ بہت بُرے کرتوت تھے جو یہ کرتے رہے۔ کسی مومن کے معاملہ میں نہ یہ قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کی ذمہ داری کا۔ اور زیادتی ہمیشہ انھی کی طرف سے ہوئی ہے۔

میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جو دینِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرے (۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے (۳) بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف کرنا ممنوع ہے (۴) جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ کا معاہدہ باقی ہے یعنی جو نقضِ عہد کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں ان کے ساتھ مدتِ معاہدہ تک وفا کی جائے گی حضورؐ کی اس ہدایت کے مطابق حضرت علیؓ نے یہ اعلان ۱۰ ذی الحجہ کو کیا۔

[۲] سورہ انفال آیت ۵۸ میں گزر چکا ہے کہ جب تمہیں کسی قوم سے خیانت (نقضِ عہد اور غداری) کا اندیشہ ہو تو علی الاعلان اس کا معاہدہ اس کی طرف پھینک دو اور اسے خبردار کر دو کہ اب ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ باقی نہیں ہے۔ اسی ضابطۂ اخلاق کے مطابق معاہدات کی منسوخی کا یہ اعلانِ عام ان تمام قبائل کے خلاف کیا گیا جو عہد و پیمان کے باوجود ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے تھے اور موقع پاتے ہی پاسِ عہد کو بالائے طاق رکھ کر دشمنی پر اتر آئے تھے۔ اس اعلان کے بعد مشرکینِ عرب کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ یا تو لڑنے پر تیار ہو جائیں اور اسلامی طاقت سے ٹکرا کر صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں یا ملک چھوڑ کر نکل جائیں یا پھر اسلام قبول کرکے اپنے

پس اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں۔[۷] اور جاننے والوں کے لیے ہم اپنے احکام واضح کیے دیتے ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمھارے دین پر حملے کرنے شروع کر دیں تو کفر کے علَم برداروں سے جنگ کرو کیونکہ اُن کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ شاید کہ (پھر تلوار ہی کے زور سے) وہ باز آئیں گے۔[۸]

کیا تم نہ لڑو گے ایسے لوگوں سے جو اپنے عہد توڑتے رہے ہیں اور جنھوں نے رسولؐ کو ملک سے نکال دینے کا قصد کیا تھا اور زیادتی کی ابتدا کرنے والے وہی تھے؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اِس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو۔ ان سے لڑو، اللہ تمھارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے گا اور انھیں ذلیل و خوار کرے گا اور اُن کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے قلوب کی جلن مٹا دے گا، اور جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دے گا۔[۹] اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔ کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو

آپ کو اور اپنے علاقے کو اس نظم و ضبط کی گرفت میں دے دیں جو ملک کے بیشتر حصہ کو پہلے ہی اسلامی حکومت کا تابع کر چکا تھا۔

[۳] حجِ اکبر کا لفظ حجِ اصغر کے مقابلہ میں ہے اہلِ عرب عمرے کو چھوٹا حج کہتے تھے۔ اس کے مقابلے میں جو حج ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں ہوتا ہے حجِ اکبر کہلاتا ہے۔

[۴] یہاں حرام مہینوں سے مراد وہ چار مہینے ہیں جن کی مشرکین کو مہلت دی گئی تھی چونکہ اس مہلت کے زمانے میں مسلمانوں کے لیے جائز نہ تھا کہ مشرکین پر حملہ آور ہو جاتے اس لیے انہیں حرام مہینے فرمایا گیا ہے۔

[۵] یعنی محض کفر و شرک سے توبہ کر لینے پر معاملہ ختم نہیں ہو جائے گا بلکہ انہیں نماز قائم کرنی اور زکوٰۃ دینی ہوگی ورنہ یہ نہیں مانا جائیگا کہ انہوں نے کفر چھوڑ کر اسلام اختیار کر لیا ہے۔

[۶] یعنی بنی کِنانہ اور بنی خُزاعہ اور بنی ضَمرہ۔

[۷] یعنی نماز اور زکوٰۃ کے بغیر محض توبہ کر لینے سے وہ تمہارے دینی بھائی نہیں بن جائیں گے۔ البتہ اگر وہ یہ شرط پوری کر دیں تو اس کا نتیجہ صرف یہی نہ ہوگا کہ تمہارے لیے ان پر ہاتھ اٹھانا اور ان کے جان و مال سے تعرّض کرنا حرام ہو جائے گا بلکہ مزید برآں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اسلامی معاشرے میں ان کو برابر کے حقوق حاصل ہو جائیں گے۔ معاشرتی، تمدّنی اور قانونی حیثیت سے وہ تمام دوسرے مسلمانوں کی

CS CamScanner

دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنھوں نے (اس کی راہ میں) جاں فشانی کی اور اللہ اور رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست نہ بنایا، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ع

مشرکین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کے مُجاور و خادم بنیں درآنحالیکہ اپنے اوپر وہ خود کفر کی شہادت دے رہے ہیں۔ ان کے تو سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ اور جہنّم میں انھیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اللہ کی مسجدوں کے آباد کار (مجاور و خادم) تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخر کو مانیں، اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ انھی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی مجاوری کرنے کو اُس شخص کے کام کے برابر ٹھیرا لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور روزِ آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں؟ [۱۰] اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اللہ کے ہاں تو اُنھی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے اُس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا، وہی کامیاب ہیں۔

طرح ہوں گے۔ کوئی فرق و امتیاز ان کی راہ میں حائل نہ ہوگا۔

[۸] یہاں عہد کرنے اور قسمیں کھانے سے مراد مسلمان ہونے کا عہد کرنا اور اسلام کی وفاداری کی قسمیں کھانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو جانے کے بعد پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں تو ان سے جنگ کی جائے۔ اسی حکم کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے خلاف جنگ کی تھی۔

[۹] مسلمان ڈر رہے تھے کہ یہ اعلان ہوتے ہی تمام اطرافِ عرب میں آگ بھڑک اٹھے گی اور ہمیں ایک بڑی خونریز جنگ سے سابقہ پیش آئیگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اطمینان دلایا کہ تمہارا یہ اندیشہ غلط ہے نتیجہ اس کے برعکس ہوگا۔

[۱۰] اس ارشاد سے یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ بیت اللہ کی تولیت اب مشرکین کے پاس نہیں رہ سکتی مشرکینِ قریش صرف اس بناء پر اس کے مستحق نہیں ہو سکتے کہ وہ حاجیوں کی خدمت کرتے رہے ہیں۔

اُن کا ربّ انھیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنّتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو اُن کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، اور تمھارے بیٹے، اور تمھارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمھارے عزیز و اقارب، اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمھارے وہ کاروبار، جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوۂ حُنَین کے روز (اُس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو)۔[۱۱] اُس روز تمھیں اپنی کثرتِ تعداد کا غرّہ تھا مگر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسولؐ پر

---

[۱۱] غزوۂ حُنَین شوال ۸ھ میں ان آیات کے نزول سے صرف بارہ تیرہ مہینے پہلے مکّے اور طائف کے درمیان وادیٔ حنین میں پیش آیا تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی طرف سے ۱۲ ہزار فوج تھی اور دوسری طرف کفّار ان سے بہت کم تھے لیکن اس کے باوجود قبیلۂ ہوازن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کا منہ پھیر دیا اور لشکرِ اسلام بُری طرح تتر بتر ہو کر پسپا ہُوا۔ اس وقت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چند مٹھی بھر جانباز صحابہ تھے جن کے قدم اپنی جگہ جمے رہے اور انہی کی ثابت قدمی کا نتیجہ تھا کہ دوبارہ فوج کی ترتیب قائم ہو سکی اور بالآخر فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ ورنہ فتح مکّہ سے جو کچھ حاصل ہُوا تھا اس سے بہت زیادہ حُنَین میں کھو دینا پڑتا۔

اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اُتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرینِ حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے،[۱۲] اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، مشرکین ناپاک ہیں، لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجدِ حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔[۱۳] اور اگر تمھیں تنگ دستی کا خوف ہے تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اللہ علیم و حکیم ہے۔

جنگ کرو اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے۔ اور دینِ حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ (اُن سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔[۱۴] ع یہودی کہتے ہیں کہ عُزَیرؑ اللہ کا بیٹا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں اُن لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ خدا کی مار اِن پر، یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔

---

[۱۲] اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ غزوہ حنین میں جن کفار نے شکست کھائی تھی وہ سب بعد میں مسلمان ہو گئے۔

[۱۳] یعنی آئندہ کے لیے ان کا حج اور ان کی زیارت ہی بند نہیں بلکہ مسجد حرام کی حدود میں ان کا داخلہ بھی بند ہے۔

[۱۴] یعنی لڑائی کی غایت یہ نہیں ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اور دینِ حق کے پیرو بن جائیں۔ بلکہ اس کی غایت یہ ہے کہ ان کی حکمرانی ختم ہو جائے۔ وہ زمین میں حاکم اور صاحبِ امر بن کر نہ رہیں بلکہ زمین کے نظامِ زندگی کی باگیں اور فرمانروائی و امامت کے اختیارات پیروانِ دینِ حق کے ہاتھوں میں ہوں اور اہلِ کتاب ان کے ماتحت تابع و مطیع بن کر رہیں۔ اس کے بعد ان میں سے جس کا جی چاہے وہ خود اپنی مرضی سے مسلمان ہو جائے ورنہ جزیہ دیتا رہے۔ جزیہ بدل ہے اس امان اور حفاظت کا جو ذمیوں کو اسلامی حکومت میں عطا کی جاتی ہے۔ نیز وہ علامت ہے اس امر کی کہ یہ لوگ تابعِ امر بننے پر راضی ہیں۔

انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رَبّ بنا لیا ہے۔ [۱۵] اور اسی طرح مسیحؑ ابنِ مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، پاک ہے وہ اِن مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے [۱۶] خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، ان اہلِ کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ دردناک سزا کی خوشخبری دو اُن کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنّم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

---

[۱۵] حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدیؓ بن حاتم جو پہلے عیسائی تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے تو انہوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ جواب میں حضورؐ نے فرمایا کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہم کرتے ہیں فرمایا بس یہی ان کو رَبّ بنا لینا ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لیے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعمِ خود متمکن ہوتے ہیں اور جو ان کے اس حقِ شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انہیں خدا بناتے ہیں۔

[۱۶] ”الدین“ کا ترجمہ ہم نے ”جنسِ دین“ کیا ہے دین کا لفظ عربی زبان میں اس نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مُطاع تسلیم کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔ پس بعثتِ رسول کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دینِ حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے۔ رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لیے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ زندگی وہ لے کر آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ

[illegible]

اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا، اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تم نے اگر نبیؐ کی مدد نہ کی تو کچھ پرواہ نہیں، اللہ اُس کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ ”غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے“۔ [۲۱] اُس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا۔ اور اللہ کا بول تو اُونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔

نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

اے نبیؐ، اگر فائدہ سہل الحصول ہوتا اور سفر ہلکا ہوتا تو وہ ضرور تمھارے پیچھے چلنے پر آمادہ ہو جاتے، مگر اُن پر تو یہ راستہ بہت کٹھن ہو گیا۔ [۲۲] اب وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم چل سکتے تو یقیناً تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ ع

اے نبیؐ، اللہ تمھیں معاف کرے، تم نے کیوں انھیں رخصت دے دی؟ (تمھیں چاہیے تھا کہ خود رخصت نہ دیتے) تاکہ تم پر کھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی تم جان لیتے۔

سے پیش آتی ہیں۔ اس طرح ۳۳ سال تک حج اپنے اصلی وقت کے خلاف دوسری تاریخوں میں ہوتا رہتا تھا اور صرف چونتیسویں سال ایک مرتبہ اصل ذی الحجہ کی ۹۔ ۱۰ تاریخ کو ادا ہوتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حجۃ الوداع ادا کیا ہے اس سال حج اپنی اصلی تاریخوں میں آیا تھا اور اسی وقت سے نسی کا طریقہ ممنوع کر دیا گیا۔

[۲۰] یہ آیات رکوع ۹ کے آخر تک غزوۂ تبوک کی تیاری کے زمانہ میں نازل ہوئی ہیں۔

[۲۱] یہ اس موقع کا ذکر ہے جب کفارِ مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا تہیہ کر لیا تھا اور آپ عین اس رات کو جو قتل کے لیے مقرر کی گئی تھی۔ مکہ سے نکل کر غارِ ثور میں تین دن تک چھپے رہے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اس وقت غار میں صرف حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے۔

[۲۲] یعنی یہ دیکھ کر کہ مقابلہ روم جیسی طاقت سے ہے اور زمانہ شدید گرمی کا ہے اور ملک میں قحط برپا ہے اور نئے سال کی فصلیں جن سے آس لگی ہوئی تھی، کٹنے کے قریب ہیں ان کو تبوک کا سفر بہت ہی گراں محسوس ہونے لگا۔

جو لوگ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی تم سے یہ درخواست نہ کریں گے کہ انھیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے۔ اللہ مُتقیوں کو خوب جانتا ہے۔ ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردّد ہو رہے ہیں۔

اگر واقعی اُن کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو وہ اس کے لیے کچھ تیاری کرتے۔ لیکن اللہ کو اُن کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا اس لیے اس نے انھیں سُست کر دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھ رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ اگر وہ تمھارے ساتھ نکلتے تو تمھارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے۔ وہ تمھارے درمیان فتنہ پردازی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے، اور تمھارے گروہ کا حال یہ ہے کہ ابھی ان میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کی باتیں کان لگا کر سُنتے ہیں، اللہ اِن ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے فتنہ انگیزی کی کوششیں کی ہیں اور تمھیں ناکام کرنے کے لیے یہ ہر طرح کی تدبیروں کا الٹ پھیر کر چکے ہیں یہاں تک کہ ان کی مرضی کے خلاف حق آ گیا اور اللہ کا کام ہو کر رہا۔

ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ”مجھے رخصت دے دیجیے اور مجھ کو فتنے میں نہ ڈالیے“۔ سُن رکھو! فتنے ہی میں تو یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں اور جہنّم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے۔

تمھارا بھلا ہوتا ہے تو انھیں رنج ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ منہ پھیر کر خوش خوش پلٹتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اچھا ہُوا ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا۔

CS CamScanner

ان سے کہو ”ہمیں ہرگز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے، اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے“۔

ان سے کہو، ”تم ہمارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے۔[۴۳] اور ہم تمھارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ خود تم کو سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے؟ اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں“۔

اِن سے کہو ”تم اپنے مال خواہ راضی خوشی خرچ کرو یا بکراہت، بہر حال وہ قبول نہ کیے جائیں گے۔ کیونکہ تم فاسق لوگ ہو“۔ ان کے دیے ہوئے مال قبول نہ ہونے کی کوئی وجہ اس کے سوا نہیں ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے کفر کیا ہے، نماز کے لیے آتے ہیں تو کسمساتے ہوئے آتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بادلِ ناخواستہ خرچ کرتے ہیں۔ اِن کے مال و دولت اور ان کی کثرتِ اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں بھی مبتلائے عذاب کرے اور یہ جان بھی دیں تو انکارِ حق ہی کی حالت میں دیں۔

وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمھی میں سے ہیں، حالانکہ وہ ہرگز تم میں سے نہیں ہیں۔ اصل میں تو وہ ایسے لوگ ہیں جو تم سے خوف زدہ ہیں۔ اگر وہ کوئی جائے پناہ پالیں یا کوئی کھوہ یا گھس بیٹھنے کی جگہ، تو بھاگ کر اُس میں جا چھپیں۔

---

[۴۳] یعنی اللہ کی راہ میں شہادت یا اسلام کی فتح۔

[illegible]

اے نبیؐ، ان میں سے بعض لوگ صدقات [۲۴] کی تقسیم میں تم پر اعتراضات کرتے ہیں، اگر اس مال میں سے انھیں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہو جائیں، اور نہ دیا جائے تو بگڑنے لگتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسولؐ نے جو کچھ بھی انھیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ "اللہ ہمارے لیے کافی ہے، وہ اپنے فضل سے ہمیں اور بہت کچھ دے گا اور اس کا رسولؐ بھی ہم پر عنایت فرمائے گا، ہم اللہ ہی کی طرف نظر جمائے ہوئے ہیں"۔ یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں [۲۵] اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ [۲۶] نیز یہ گردنوں کے چھڑانے [۲۷] اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا [۲۸] میں اور مسافر نوازی میں [۲۹] استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔

ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبیؐ کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے۔ کہو، وہ تمھاری بھلائی کے لیے ایسا ہے، اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اہلِ ایمان پر اعتماد کرتا ہے اور سراسر رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو تم میں سے ایمان دار ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں ان کے لیے دردناک سزا ہے"۔

یہ لوگ تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمھیں راضی کریں، حالانکہ اگر یہ مومن ہیں تو اللہ اور رسولؐ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ ان کو راضی کرنے کی فکر کریں۔

---

[۲۴] یعنی اموالِ زکوٰۃ۔

[۲۵] فقیر سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی معیشت کے لیے دوسرے کی مدد کا محتاج ہو اور مساکین وہ لوگ ہیں جو عام حاجت مندوں کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہوں۔

[۲۶] تالیفِ قلب کے معنی ہیں دل موہنا، اس حکم سے مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں اور مال دے کر ان کے جوشِ عداوت کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہو یا جو لوگ کفّار کے کیمپ میں ایسے ہوں کہ اگر مال سے انہیں توڑا جائے تو ٹوٹ کر مسلمانوں کے مددگار بن سکتے ہوں یا جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں اور ان کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے اندیشہ ہو کہ اگر مال سے ان کی مدد نہ کی گئی تو پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے، ایسے لوگوں کو مستقل وظائف یا وقتی عطیے دے کر

کیا انھیں معلوم نہیں ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کرتا ہے، اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا؟ یہ بہت بڑی رُسوائی ہے۔

یہ منافق ڈر رہے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے دِلوں کے بھید کھول کر رکھ دے۔ اے نبیؐ، ان سے کہو، "اور مذاق اڑاؤ، اللہ اُس چیز کو کھول دینے والا ہے جس کے کھل جانے سے تم ڈرتے ہو"۔ اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے، تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔[۳۰] ان سے کہو "کیا تمھاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسولؐ ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے"۔ ع

منافق مَرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں۔ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے روکے رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انھیں بھلا دیا۔ یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔ اِن منافق مَردوں اور عورتوں اور کافروں کے لیے اللہ نے آتشِ دوزخ کا وعدہ کیا ہے۔

اسلام کا حامی و مددگار یا مطیع و فرمان بردار، یا کم از کم بے ضرر دشمن بنالیا جائے۔

[۲۷] گردنیں چھڑانے سے مراد غلاموں کو آزاد کرانا ہے۔

[۲۸] راہِ خدا کا لفظ عام ہے تمام وہ نیکی کے کام جن میں اللہ کی رضا ہو، اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہیں۔ علماء کے ایک گروہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس حکم کی رُو سے زکوٰۃ کا مال ہر قسم کے نیک کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے، لیکن بڑی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے یعنی وہ جدوجہد جس سے مقصود نظامِ کفر کو مٹانا اور اس کی جگہ نظامِ اسلامی کو قائم کرنا ہو، اس جدوجہد میں جو لوگ کام کریں ان کو سفر خرچ کے لیے، سواری کے لیے، آلات و اسلحہ اور سرو سامان کی فراہمی کے لیے زکوٰۃ سے مدد دی جا سکتی ہے خواہ وہ بجائے خود کھاتے پیتے لوگ ہوں اور اپنی ضروریات کے لیے ان کو مدد کی ضرورت نہ ہو۔

[۲۹] مسافر خواہ اپنے گھر میں غنی ہو لیکن حالتِ سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اس کی مدد زکوٰۃ کی مد سے کی جائے گی۔

[۳۰] غزوۂ تبوک کے زمانہ میں منافقین اکثر اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور اپنی تضحیک سے ان لوگوں کی ہمتیں پست کرنے کی کوشش کرتے تھے جنہیں وہ

جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی ان کے لیے موزوں ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور اُن کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔ تم لوگوں کے رنگ ڈھنگ وہی ہیں جو تمھارے پیش روؤں کے تھے۔ وہ تم سے زیادہ زور آور اور تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والے تھے۔ پھر انھوں نے دنیا میں اپنے حصّہ کے مزے لُوٹ لیے اور تم نے بھی اپنے حصّے کے مزے اُسی طرح لوٹے جیسے انھوں نے لُوٹے تھے، اور ویسی ہی بحثوں میں تم بھی پڑے جیسی بحثوں میں وہ پڑے تھے، سو ان کا انجام یہ ہُوا کہ دنیا اور آخرت میں ان کا سب کیا دھرا ضائع ہو گیا اور وہی خسارے میں ہیں۔ کیا اِن لوگوں کو اپنے پیش روؤں کی تاریخ نہیں پہنچی؟ نوحؑ کی قوم، عاد، ثمود، ابراہیمؑ کی قوم، مَدْیَن کے لوگ اور وہ بستیاں جنھیں اُلٹ دیا گیا۔ [۳۱] اُن کے رسُول اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے، پھر یہ اللہ کا کام نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔

نیک نیّتی کے ساتھ آمادۂ جہاد پاتے۔ چنانچہ روایات میں ان لوگوں کے بہت سے اقوال منقول ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک محفل میں چند منافق بیٹھے گپ لڑا رہے تھے ایک نے کہا ”اجی کیا رومیوں کو بھی تم نے کچھ عربوں کی طرح سمجھ رکھا ہے؟ کل دیکھ لینا یہ سب سورما جو لڑنے تشریف لائے ہیں رسیوں میں بندھے ہوں گے“ دوسرا بولا ”مزا ہو جو اوپر سے سو سو کوڑے لگانے کا حکم ہو جائے۔“ ایک اور منافق نے حضورؐ کو جنگ کی سرگرم تیاریاں کرتے دیکھ کر اپنے یار دوستوں سے کہا ”آپ کو دیکھیے، آپ روم و شام کے قلعے فتح کرنے چلے ہیں“۔

[۳۱] یعنی قومِ لوط کی بستیاں جنھیں تلپٹ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

ان مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اِن سدا بہار باغوں میں ان کے لیے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انھیں حاصل ہوگی۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ ع

اے نبیؐ، [۳۲] کفّار اور منافقین دونوں کا پوری قوّت سے مقابلہ کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ آخر کار ان کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بدترین جائے قرار ہے۔ یہ لوگ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی، حالانکہ انھوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے۔ [۳۳] وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انھوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے۔ [۳۴] یہ ان کا سارا غصہ اِسی بات پر ہے تا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے! اب اگر یہ اپنی اس رَوش سے باز آئیں تو انہی کے لیے بہتر ہے، اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک سزا دے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار ہو۔

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے فضل سے ہم کو نوازا تو ہم خیرات کریں گے اور صالح بن کر رہیں گے۔

---

[۳۲] یہاں سے وہ آیات شروع ہوتی ہیں جو غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھیں۔

[۳۳] وہ بات کیا تھی جس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے، اس کے متعلق کوئی یقینی معلومات ہم تک نہیں پہنچی ہیں، البتہ روایات میں متعدد ایسی کافرانہ باتوں کا ذکر آیا ہے جو اس زمانہ میں منافقین نے کی تھیں۔ مثلاً ایک منافق نے ایک مسلمان نوجوان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر واقعی وہ سب کچھ برحق ہے جو یہ شخص (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پیش کرتا ہے تو ہم سب گدھوں سے بھی بدتر ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تبوک کے سفر میں ایک جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی۔ اس وقت منافقوں کے ایک گروہ نے اپنی مجلس میں بیٹھ کر خوب مذاق اڑایا اور آپس میں کہا کہ "یہ حضرت آسمان کی خبریں تو سناتے ہیں مگر ان کو اپنی اونٹنی کی کچھ خبر نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے"۔

[۳۴] یہ اشارہ ہے ان سازشوں کی طرف جو منافقوں نے غزوۂ تبوک کے زمانے میں کی تھیں ایک موقع پر انہوں نے یہ اسکیم بنائی کہ رات کے وقت سفر کے دوران میں حضورؐ کو کسی کھڈ میں پھینک دیں۔ انہوں نے آپس میں یہ بھی طے کر لیا تھا کہ اگر تبوک میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو فوراً مدینہ میں عبداللہ بن ابی کے سر پر تاجِ شاہی رکھ دیا جائے۔

مگر جب اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو دولت مند کر دیا تو وہ بُخل پر اُتر آئے اور اپنے عہد سے ایسے پھرے کہ انہیں اس کی پروا تک نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اس بدعہدی کی وجہ سے جو انھوں نے اللہ کے ساتھ کی، اور اس جھوٹ کی وجہ سے جو وہ بولتے رہے، اللہ نے اِن کے دِلوں میں نِفاق بٹھا دیا جو اس کے حضور ان کی پیشی کے دن تک اِن کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ کیا یہ لوگ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ کو ان کے مخفی راز اور ان کی پوشیدہ سرگوشیاں تک معلوم ہیں اور وہ تمام غیب کی باتوں سے پوری طرح باخبر ہے؟ (وہ خوب جانتا ہے اُن کنجوس دولت مندوں کو) جو برضا و رغبت دینے والے اہلِ ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہِ خدا میں دینے کیلئے) اس کے سِوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں۔ اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔ اے نبیؐ، تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر مرتبہ بھی انھیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انھیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ فاسق لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا۔ ع

جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسولؐ کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انھیں گوارا نہ ہُوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ ”اس سخت گرمی میں نہ نکلو۔“ ان سے کہو کہ جہنّم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، کاش انھیں اس کا شعور ہوتا۔

اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسنا کم کریں اور رَوئیں زیادہ، اس لیے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اس کی جزا ایسی ہی ہے۔ (کہ انھیں اس پر رونا چاہیے)۔ اگر اللہ ان کے درمیان تمھیں واپس لے جائے اور آئندہ ان میں سے کوئی گروہ جہاد کے لیے نکلنے کی تم سے اجازت مانگے تو صاف کہہ دینا ''اب تم میرے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے اور نہ میری معیّت میں کسی دشمن سے لڑ سکتے ہو، تم نے پہلے بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا تو اب گھر بیٹھنے والوں ہی کے ساتھ بیٹھے رہو۔''

اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نمازِ جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا، کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔ اُن کی مال داری اور اُن کی کثرتِ اولاد تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ اللہ نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ اس مال و اولاد کے ذریعہ سے ان کو اِسی دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔

جب کبھی کوئی سُورۃ اس مضمون کی نازل ہوئی کہ اللہ کو مانو اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو تم نے دیکھا کہ جو لوگ ان میں سے صاحبِ مقدرت تھے وہی تم سے درخواست کرنے لگے کہ انھیں جہاد کی شرکت سے معاف رکھا جائے اور انھوں نے کہا کہ ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں۔ اِن لوگوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا اور ان کے دِلوں پر ٹھپہ لگا دیا گیا، اس لیے ان کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا۔ بخلاف اس کے رسولؐ نے اور اُن لوگوں نے جو رسولؐ کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی جان و مال سے جہاد کیا

اوراب ساری بھلائیاں انھی کے لیے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے عظیم الشان کامیابی۔ ع

بدوی عربوں میں سے بھی بہت سے لوگ آئے جنھوں نے عذر کیے تاکہ انھیں بھی پیچھے رہ جانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح بیٹھ رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے ایمان کا جھوٹا عہد کیا تھا۔ اِن بدویوں میں سے جن لوگوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا ہے، عن قریب وہ دردناک سزا سے دوچار ہوں گے۔

ضعیف اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جو شرکتِ جہاد کے لیے زادِ راہ نہیں پاتے، اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں جب کہ وہ خلوصِ دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کے وفادار ہوں۔ [۳۵] ایسے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی اعتراض کا موقع نہیں ہے جنھوں نے خود آکر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے سواریاں بہم پہنچائی جائیں، اور جب تم نے کہا کہ میں تمھارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا تو وہ مجبوراً واپس گئے اور حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انھیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریکِ جہاد ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے۔ البتہ اعتراض اُن لوگوں پر ہے جو مال دار ہیں اور پھر بھی تم سے درخواست کرتے ہیں کہ انھیں شرکتِ جہاد سے معاف رکھا جائے۔ انھوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا اور اللہ نے ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا، اس لیے اب یہ کچھ نہیں جانتے (کہ اللہ کے ہاں ان کی اس رَوِش کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے)۔

---

[۳۵] اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بظاہر معذور ہوں ان کے لیے بھی مجرد ضعیفی و بیماری یا محض ناداری کافی نہیں ہے بلکہ ان کی یہ مجبوریاں صرف اس صورت میں ان کے لیے وجہ معافی ہو سکتی ہیں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے سچے وفادار ہوں، ورنہ اگر وفاداری موجود نہ ہو تو کوئی شخص صرف اس لیے معاف نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ادائے فرض کے موقع پر بیمار یا نادار تھا۔

تم جب پلٹ کر اِن کے پاس پہنچو گے تو یہ طرح طرح کے عذرات پیش کریں گے۔ مگر تم صاف کہہ دینا کہ "بہانے نہ کرو، ہم تمہاری کسی بات کا اعتبار نہ کریں گے۔ اللہ نے ہم کو تمھارے حالات بتا دیے ہیں۔ اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے طرزِ عمل کو دیکھے گا، پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کا جاننے والا ہے اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔" تمھاری واپسی پر یہ تمھارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم اُن سے صَرفِ نظر کرو۔ تو بے شک تم ان سے صرفِ نظر ہی کر لو، کیونکہ یہ گندگی ہیں اور ان کا اصلی مقام جہنّم ہے جو اِن کی کمائی کے بدلے میں انھیں نصیب ہوگی۔ یہ تمھارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ حالانکہ اگر تم اِن سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ہرگز ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔

یہ بدوی عرب کُفر و نِفاق میں زیادہ سخت ہیں اور ان کے معاملہ میں اس امر کے اِمکانات زیادہ ہیں کہ اُس دین کے حدود سے ناواقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا ہے۔ [۳۶] اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکیم و دانا ہے۔ اِن بَدویوں میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جو راہِ خدا میں کچھ خرچ کرتے ہیں تو اِسے اپنے اوپر زبردستی کی چٹّی سمجھتے ہیں اور تمھارے حق میں زمانہ کی گردشوں کا انتظار کر رہے ہیں (کہ تم کسی چکّر میں پھنسو تو وہ اپنی گردن سے اس نظام کی اطاعت کا قلادہ اُتار پھینکیں جس میں تم نے اِنھیں کَس دیا ہے)

---

[۳۶] بدوی عربوں سے مُراد وہ دیہاتی و صحرائی عرب ہیں جو مدینہ کے اَطراف میں آباد تھے یہ لوگ مدینہ میں ایک مضبوط اور منظّم طاقت کو اٹھتے دیکھ کر پہلے تو مرعوب ہوئے۔ پھر اسلام اور کفر کی آویزشوں کے دوران میں ایک مدت تک موقع شناسی و ابن الوقتی کی رَوِش پر چلتے رہے۔ پھر جب اسلامی حکومت کا اقتدار حجاز و نجد کے ایک بڑے حصے پر چھا گیا اور مخالف قبیلوں کا زور اس کے مقابلے میں ٹوٹنے لگا تو ان لوگوں نے مصلحت وقت اسی میں دیکھی کہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں لیکن ان میں کم لوگ ایسے تھے جو اس دین کو دینِ حق سمجھ کر سچے دل سے ایمان لائے ہوں اور مخلصانہ طریقے سے اس کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادہ ہوں۔ اِن کی اسی حالت کو یہاں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ شہریوں کی بہ نسبت یہ دیہاتی و صحرائی لوگ زیادہ منافقانہ رَویہ رکھتے ہیں اور حق سے انکار کی کیفیت ان کے اندر زیادہ پائی جاتی ہے پھر اس کی وجہ بھی بتا دی ہے کہ شہری لوگ تو اہلِ علم اور اہلِ حق کی صحبت سے مستفید ہو کر کچھ دین کو اور اس کی حدود کو جان بھی لیتے ہیں مگر یہ بدوی

CS CamScanner

حالانکہ بدی کا چکر خود انہی پر مسلّط ہے اور اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ اور اِنہی بدویوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرّب کا اور رسولؐ کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ہاں! وہ ضرور ان کے لیے تقرّب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور اُن کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ع

وہ مہاجر و انصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبّیک کہنے میں سَبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ اُن کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہُوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

تمھارے گردوپیش جو بدوی رہتے ہیں اُن میں بہت سے منافق ہیں اور اِسی طرح خود مدینہ کے باشندوں میں بھی منافق موجود ہیں جو نِفاق میں طاق ہو گئے ہیں۔ تم اِنھیں نہیں جانتے، ہم اُن کو جانتے ہیں۔ قریب ہے وہ وقت جب ہم ان کو دوہری سزا دیں گے، پھر وہ زیادہ بڑی سزا کے لیے واپس لائے جائیں گے۔

کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے اپنے قصوروں کا اِعتراف کر لیا ہے۔ اِن کا عمل مخلوط ہے، کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ اِن پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبیؐ، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انھیں بڑھاؤ۔

چونکہ ساری ساری عمر بالکل ایک معاشی حیوان کی طرح شب و روز رزق کے پھیر ہی میں پڑے رہتے ہیں اور حیوانی زندگی کی ضروریات سے بلند تر کسی چیز کی طرف توجّہ کرنے کا انہیں موقع ہی نہیں ملتا۔ اس لیے دین اور اس کے حدود سے ان کے ناواقف رہنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ آگے آیت ۱۲۲ میں ان کی اس مرض کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔

اوران کے حق میں دُعائے رحمت کرو، کیونکہ تمھاری دُعا اِن کے لیے وجہِ تسکین ہوگی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کیا اِن لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات کو قبولیت عطا فرماتا ہے، اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے؟ اور اے نبیؐ، اِن لوگوں سے کہہ دو کہ تم عمل کرو، اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنین سب دیکھیں گے کہ تمھارا طرزِ عمل اب کیا رہتا ہے، پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے، اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کا معاملہ ابھی خدا کے حکم پر ٹھیرا ہوا ہے، چاہے انہیں سزا دے اور چاہے اُن پر ازسرِ نو مہربان ہو جائے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکیم و دانا ہے۔

کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی اِس غرض کے لیے کہ (دعوتِ حق کو) نقصان پہنچائیں، اور (خدا کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں، اور اہلِ ایمان میں پھوٹ ڈالیں، اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اُس شخص کیلئے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف برسرِ پیکار ہو چکا ہے۔ وہ ضرور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا۔ مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔ تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا۔ جو مسجد اوّل روز سے تقوٰی پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اِس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔ [۳۷]

---

[۳۷] مدینہ میں اُس وقت دو مسجدیں تھیں۔ ایک مسجدِ قُبا جو شہر کے مضافات میں تھی، دوسری مسجدِ نبوی جو شہر کے اندر تھی۔ ان دو مسجدوں کی موجودگی میں ایک تیسری مسجد بنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر منافقین نے یہ بہانا بنایا کہ بارش میں اور جاڑے کی راتوں میں عام لوگوں کو اور خصوصاً ضعیفوں اور معذوروں کو جو اِن دونوں مسجدوں سے دُور رہتے ہیں پانچوں وقت حاضری دینی مشکل ہوتی ہے لہٰذا ہم محض نمازیوں کی آسانی کے لیے یہ ایک نئی مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اِس طرح انہوں نے اس کی تعمیر کی اجازت لی اور اسے اپنی سازشوں کا اڈا بنالیا وہ چاہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دے کر آپ سے اس کا افتتاح کرائیں مگر اللہ تعالی نے حضورؐ کو اِن کے ارادوں سے پہلے ہی خبردار کر دیا اور تبوک سے واپس آکر آپ نے اس مسجد ضرار کو مسمار کر دیا۔

پھر تمھارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف وراس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔ یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے، ہمیشہ اِن کے دِلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی (جس کے نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں) بجز س کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں۔ اللہ نہایت باخبر اور حکیم و دانا ہے۔ ع

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے اِن کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔[۳۸] وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ اِن سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذِمّے ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے،[۳۹] اُس کی بندگی بجالانے والے، اس کی تعریف کے گُن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے،[۴۰] اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے، (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے بیع کا یہ معاملہ طے کرتے ہیں) اور اے نبیؐ اُن مومنوں کو خوش خبری دے دو۔

---

[۳۸] یہاں ایمان کے اس معاملے کو جو خدا اور بندے کے درمیان ہوتا ہے بیع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان دراصل ایک معاہدہ ہے جس کی رُو سے بندہ اپنا نفس اور اپنا مال خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور اس کے معاوضہ میں خدا کی طرف سے اس وعدے کو قبول کر لیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں وہ اسے جنت عطا کرے گا۔

[۳۹] اصل میں لفظ التّـآئبون استعمال ہوا ہے جس کا لفظی ترجمہ "توبہ کرنے والے" ہے لیکن جس اندازِ کلام میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ توبہ کرنا اہلِ ایمان کی مستقل صفات میں سے ہے۔ اس لیے اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک ہی مرتبہ توبہ نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ توبہ کرتے رہتے ہیں اور توبہ کے اصل معنی رجوع کرنے پلٹنے کے ہیں۔ لہٰذا اس کی حقیقی رُوح ظاہر کرنے کے لیے ہم نے اس کا تشریحی ترجمہ یوں کیا ہے "وہ اللہ کی طرف بار بار پلٹتے ہیں"۔

[۴۰] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روزے رکھنے والے۔

نبیؐ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دُعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات کُھل چکی ہے کہ وہ جہنّم کے مستحق ہیں۔ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لیے جو دعائے مغفرت کی تھی وہ تو اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا، مگر جب اس پر یہ بات کُھل گئی کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا، حق یہ ہے کہ ابراہیمؑ بڑا رقیق القلب وخدا ترس اور بُردبار آدمی تھا۔

اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ لوگوں کو ہدایت دینے کے بعد پھر گمراہی میں مبتلا کرے جب تک کہ انھیں صاف صاف بتا نہ دے کہ اِنھیں کن چیزوں سے بچنا چاہیے۔ درحقیقت اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ ہی کے قبضہ میں زمین اور آسمانوں کی سلطنت ہے، اُسی کے اختیار میں زندگی وموت ہے، اور تمھارا کوئی حامی ومددگار ایسا نہیں ہے جو تمھیں اس سے بچا سکے۔

اللہ نے معاف کر دیا نبیؐ کو اور اُن مہاجرین وانصار کو جنھوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبیؐ کا ساتھ دیا۔ اگرچہ اِن میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چلے [۴۱] تھے، (مگر جب انھوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبیؐ کا ساتھ دیا تو) اللہ نے انھیں معاف کر دیا، بے شک اُس کا معاملہ اِن لوگوں کے ساتھ شفقت ومہربانی کا ہے۔ اور اُن تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی

---

[۴۱] یعنی بعض مخلص صحابہؓ بھی اس سخت وقت میں جنگ پر جانے سے کسی نہ کسی حد تک جی چُرانے لگے تھے مگر چونکہ ان کے دلوں میں ایمان تھا اور وہ سچے دل سے دینِ حق کے ساتھ محبت رکھتے تھے اس لیے آخرکار وہ اپنی اس کمزوری پر غالب آ گئے۔

کے دامنِ رحمت کے سِوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں، یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ [۴۲] ع

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔ مدینے کے باشندوں اور گرد و نواح کے بدویوں کو یہ ہرگز زیبا نہ تھا کہ اللہ کے رسول ؐ کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور اس کی طرف سے بے پروا ہو کر اپنے اپنے نفس کی فکر میں لگ جاتے۔ اس لیے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں، اور منکرینِ حق کو جو راہ ناگوار ہے اُس پر کوئی قدم وہ اٹھائیں، اور کسی دشمن سے (عداوتِ حق کا) کوئی انتقام وہ لیں، اور اس کے بدلے ان کے حق میں ایک عملِ صالح نہ لکھا جائے۔ یقیناً اللہ کے ہاں محسنوں کا حق الخدمت مارا نہیں جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کبھی نہ ہوگا کہ وہ (راہِ خدا میں) تھوڑا یا بہت کوئی خرچ اٹھائیں اور (سعی و جہاد میں) کوئی وادی وہ پار کریں اور ان کے حق میں اسے لکھ نہ لیا جائے تا کہ اللہ ان کے اِس اچھے کارنامے کا صلہ اُنھیں عطا کرے۔

اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہلِ ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہُوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تا کہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔ [۴۳] ع

---

[۴۲] یہ تینوں صاحب کعب بن مالک ؓ، ہلال بن امیہ ؓ اور مرارہ ؓ بن ربیع تھے تینوں سچے مومن تھے، اس سے پہلے اپنے اخلاق کا بارہا ثبوت دے چکے تھے، قربانیاں دے چکے تھے مگر اِن خدمات کے باوجود جو سُستی جنگِ تبوک کے نازک موقع پر جبکہ تمام قابلِ جنگ اہلِ ایمان کو جنگ کے لیے نکل آنے کا حکم دیا گیا تھا ان حضرات نے دکھائی اس پر سخت گرفت کی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے واپس تشریف لا کر مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ کوئی ان سے سلام کلام نہ کرے۔ ۴۰ دن کے بعد ان کی بیویوں کو ان سے الگ رہنے کی تاکید کر دی گئی۔ فی الواقع مدینہ کی بستی میں ان کا وہی حال ہو گیا تھا جس کی تصویر اس آیت میں کھینچی گئی ہے آخر کار جب ان کے مُقاطعہ کو ۵۰ دن ہو گئے تب معافی کا یہ حکم نازل ہُوا۔

[۴۳] مراد یہ ہے کہ تمام بدویوں کا مدینہ آ جانا کچھ ضروری نہ تھا ہر بستی اور علاقے کے لوگوں میں سے اگر کچھ لوگ مدینہ میں آ کر علمِ دین حاصل کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے لوگوں کو دین سکھاتے تو بدویوں میں وہ جہالت باقی نہ رہتی جس کی وجہ سے وہ منافقت کی بیماری میں مبتلا ہیں اور

CS CamScanner

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جنگ کرو اُن منکرینِ حق سے جو تمھارے پاس ہیں۔[۴۴] اور چاہیے کہ وہ تمھارے اندر سختی پائیں،[۴۵] اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ جب کوئی نئی سُورت نازل ہوتی ہے تو اُن میں سے بعض لوگ (مذاق کے طور پر مسلمانوں سے) پوچھتے ہیں کہ "کہو، تم میں سے کس کے ایمان میں اس سے اضافہ ہُوا؟" جو لوگ ایمان لائے ہیں اُنکے ایمان میں تو فی الواقع (ہر نازل ہونیوالی سورت نے) اضافہ ہی کیا ہے اور وہ اس سے دل شاد ہیں، البتہ جن لوگوں کے دلوں کو (نِفاق کا) روگ لگا ہُوا تھا اُن کی سابق نجاست پر (ہر نئی سورت نے) ایک اور نجاست کا اضافہ کر دیا اور وہ مرتے دم تک کفر ہی میں مبتلا رہے۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ یہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟[۴۶] مگر اس پر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔ جب کوئی سورت نازِل ہوتی ہے تو یہ لوگ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں کہ کہیں کوئی تم کو دیکھ تو نہیں رہا ہے، پھر چپکے سے نکل بھاگتے ہیں۔ اللّٰہ نے اُن کے دل پھیر دیے ہیں کیونکہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شَاق ہے، تمھاری فلاح کا وہ حَرِیص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔ اب اگر یہ لوگ تم سے منہ پھیرتے ہیں تو اے نبیؐ، ان سے کہہ دو کہ "میرے لیے اللّٰہ بس کرتا ہے، کوئی معبُود نہیں مگر وہ، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرشِ عظیم کا۔" ع

اسلام قبول کر لینے کے باوجود مسلمان ہونے کا حق ادا نہیں کرتے۔

[۴۴] سیاقِ کلام پر غور کرنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہاں کُفّار سے مراد وہ منافق لوگ ہیں جن کا اِنکارِ حق پوری طرح نمایاں ہو چکا تھا اور جن کے اسلامی سوسائٹی میں خلط ملط رہنے سے سخت نقصانات پہنچ رہے تھے۔

[۴۵] یعنی اب وہ نرم سلوک ختم ہو جانا چاہیے جو اب تک ان کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

[۴۶] یعنی کوئی سال ایسا نہیں گزر رہا ہے جبکہ ایک دو مرتبہ ایسے حالات نہ پیش آ جاتے ہوں جن میں ان کے دعوائے ایمان آزمائش کی کسوٹی پر کسا نہ جاتا ہو اور اس کی کھوٹ کا راز فاش نہ ہو جاتا ہو۔

سُورۂ یُونُس (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

ا۔ل۔ر، یہ اُس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت و دانش سے لبریز ہے۔ کیا لوگوں کے لیے یہ ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے خود انہی میں سے ایک آدمی پر وحی بھیجی کہ (غفلت میں پڑے ہوئے) لوگوں کو چونکا دے اور جو مان لیں ان کو خوش خبری دے دے کہ ان کے لیے ان کے ربّ کے پاس سچّی عزّت و سرفرازی ہے؟ (اس پر) منکرین نے کہا کہ یہ شخص تو کُھلا جادوگر ہے۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ تمھارا ربّ وہی خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔ کوئی شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں ہے اِلّا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے۔ یہی اللہ تمھارا ربّ ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو۔ پھر کیا تم ہوش میں نہ آوگے؟

اُسی کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے۔ بے شک پیدائش کی ابتدا وہی کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اُن کو انصاف کے ساتھ جزا دے، اور جنھوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا وہ کھولتا ہُوا پانی پئیں اور دردناک سزا بھگتیں اُس انکارِ حق کی پاداش میں جو وہ کرتے رہے۔

وہی ہے جس نے سورج کو اُجیالا بنایا اور چاند کو چمک دی اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی

---

[1] حضورؐ کو جادوگر وہ اس معنی میں کہتے تھے کہ جو شخص بھی قرآن سُن کر اور آپ ؐ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ایمان لاتا تھا وہ جان پر کھیل جانے اور دنیا بھر سے کٹ جانے اور ہر مصیبت برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا تھا۔

منزلیں ٹھیک ٹھیک مقرر کر دیں تاکہ تم اس سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو۔ اللّٰہ نے یہ سب کچھ برحق ہی پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ یقیناً رات اور دن کے اُلٹ پھیر میں اور ہر اس چیز میں جو اللّٰہ نے زمین اور آسمانوں میں پیدا کی ہے، نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو (غلط بینی و غلط رَوِی) سے بچنا چاہتے ہیں۔ [۲]

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں، اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں، اُن کا آخری ٹھکانا جہنّم ہوگا اُن برائیوں کی پاداش میں جن کا اِکتساب وہ (اپنے اس غلط عقیدے اور غلط طرزِ عمل کی وجہ سے) کرتے رہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ ایمان لائے (یعنی جنھوں نے اُن صداقتوں کو قبول کر لیا جو اس کتاب میں پیش کی گئی ہیں) اور نیک اعمال کرتے رہے انھیں ان کا ربّ ان کے ایمان کی وجہ سے سیدھی راہ چلائے گا، نعمت بھری جنّتوں میں ان کے نیچے نہریں بہیں گی، وہاں ان کی صدا یہ ہوگی کہ "پاک ہے تو اے خدا" اُن کی دعا یہ ہو گی کہ "سلامتی ہو" اور ان کی ہر بات کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ "ساری تعریف اللّٰہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے" ع

اگر کہیں اللّٰہ لوگوں کے ساتھ بُرا معاملہ کرنے میں بھی اتنی ہی جلدی کرتا جتنی وہ دنیا کی بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں تو ان کی مہلتِ عمل کبھی کی ختم کر دی گئی ہوتی۔ (مگر ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے) اس لیے ہم اُن لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اُن کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوٹ دے دیتے ہیں۔ انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے،

---

[۲] یعنی ان نشانات سے حقیقت تک صرف وہی لوگ رسائی حاصل کر سکتے ہیں جن کے اندر یہ صفات موجود ہوں۔ ایک یہ کہ وہ جاہلانہ تعصبات سے پاک ہو کر علم حاصل کرنے کے ان ذرائع سے کام لیں جو اللّٰہ نے انسان کو دیے ہیں دوسرے یہ کہ ان کے اندر خود یہ خواہش موجود ہو کہ غلطی سے بچیں اور صحیح راستہ اختیار کریں۔

مگر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اپنے کسی بُرے وقت پر ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح حد سے گزر جانے والوں کے لیے ان کے کرتوت خوشنما بنا دیے گئے ہیں۔ لوگو، تم سے پہلے کی قوموں [۳] کو ہم نے ہلاک کر دیا جب انھوں نے ظلم کی رَوِش اختیار کی اور اُن کے رسُول ان کے پاس کُھلی کُھلی نشانیاں لے کر آئے اور انھوں نے ایمان لا کر ہی نہ دیا۔ اس طرح ہم مجرموں کو ان کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اب ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کی جگہ دی ہے، تا کہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔

جب اِنھیں ہماری صاف صاف باتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ "اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو۔" اے نبیؐ، اُن سے کہو "میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدّل کر لوں۔ میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے"۔ اور کہو "اگر اللہ کی مشیّت یہی ہوتی تو میں یہ قرآن تمھیں کبھی نہ سُناتا اور اللہ تمھیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ آخر اس سے پہلے میں ایک عمر تمھارے درمیان گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟[۴] پھر اُس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسُوب کرے یا اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے۔ یقیناً مُجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے"۔

---

[۳] اصل لفظ "قرن" استعمال ہوا ہے جس سے مراد عام طور پر تو عربی زبان میں ایک "عہد کے لوگ" ہوتے ہیں لیکن قرآن مجید میں جس انداز سے مختلف مواقع پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "قرن" سے مراد وہ قوم ہے جو اپنے دَور میں برسرِ عروج رہی ہو۔ ایسی قوم کی ہلاکت لازماً یہی معنی نہیں رکھتی کہ اس کی نسل کو بالکل غارت ہی کر دیا جائے بلکہ اس کا مقامِ عروج سے گرا دیا جانا، اس کی تہذیب و تمدن کا تباہ ہو جانا، اس کے تشخص کا مِٹ جانا اور اس کے اجزا کا پارہ پارہ ہو کر دوسری قوموں میں گم ہو جانا، یہ بھی ہلاکت ہی کی ایک صورت ہے۔

[۴] یعنی میں تمہارے لیے کوئی اجنبی آدمی نہیں ہوں۔ تمہارے ہی شہر میں پیدا ہوا۔ تمہارے ہی درمیان بچپن سے اس عمر کو پہنچا۔ اب کیا میری ساری زندگی کو دیکھتے ہوئے تم ایمانداری کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ قرآن میرا اپنا تصنیف کردہ کلام ہو سکتا ہے اور کیا تم مجھ سے یہ توقع کر سکتے ہو کہ میں اتنا بڑا جھوٹ بولوں گا کہ خود اپنے دل سے کوئی بات گھڑ دوں اور پھر لوگوں سے کہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

یہ لوگ اللہ کے سوا اُن کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اے نبیؐ، ان سے کہو "کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں"؟[۵] پاک ہے وہ اور بالا و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

ابتداءً سارے انسان ایک ہی اُمّت تھے، بعد میں انھوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنا لیے، اور اگر تیرے ربّ کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر لی گئی ہوتی تو جس چیز میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ کر دیا جاتا۔[۶]

اور یہ جو وہ کہتے ہیں کہ اِس نبیؐ پر اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی، تو ان سے کہو "غیب کا مالک و مختار تو اللہ ہی ہے، اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔" ع

لوگوں کا حال یہ ہے کہ مصیبت کے بعد جب ہم اِن کو رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری نشانیوں کے معاملہ میں چال بازیاں شروع کر دیتے ہیں۔[۷] ان سے کہو "اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے، اس کے فرشتے تمھاری سب مکّاریوں کو قلم بند کر رہے ہیں۔" وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے، "اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے

---

[۵] کسی چیز کا اللہ کے علم میں نہ ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے اس لیے کہ سب کچھ جو موجود ہے اللہ کے علم میں ہے۔ پس سفارشیوں کے معدوم ہونے کے لیے یہ ایک نہایت لطیف اندازِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تو جانتا نہیں کہ زمین یا آسمان میں کوئی اس کے حضور تمہاری سفارش کرنے والا ہے پھر یہ تم کن سفارشیوں کی اس کو خبر دے رہے ہو؟

[۶] یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فیصلہ نہ کر لیا ہوتا کہ فیصلہ قیامت کے روز ہوگا تو ابھی اس کا فیصلہ کر دیا جاتا۔

[۷] یعنی مصیبت اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہوتی ہے جو انسان کو احساس دلاتی ہے کہ فی الواقع اللہ کے

CS CamScanner

اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تُو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے‘‘۔ مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو، تمھاری یہ بغاوت تمھارے ہی خلاف پڑ رہی ہے۔ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مزے ہیں (لُوٹ لو) پھر ہماری طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ دنیا کی یہ زندگی (جس کے نشے میں مست ہو کر تم ہماری نشانیوں سے غفلت برت رہے ہو) اس کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی پیداوار، جسے آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں، خوب گھنی ہو گئی۔ پھر عین اس وقت جب کہ زمین اپنی بہار پر تھی اور کھیتیاں بنی سنوری کھڑی تھیں اور ان کے مالک سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ان سے فائدہ اٹھانے پر قادِر ہیں، یکا یک رات کو یا دن کو ہمارا حکم آ گیا اور ہم نے اسے ایسا غارت کر کے رکھ دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اس طرح ہم نشانیاں کھول کھول کر پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سوچنے سمجھنے والے ہیں۔ (تم اس ناپائیدار زندگی کے فریب میں مبتلا ہو رہے ہو) اور اللّٰہ تمہیں دارالسّلام کی طرف دعوت دے رہا ہے۔[۸] (ہدایت اُس کے اختیار میں ہے) جس کو وہ چاہتا ہے سیدھا راستہ دِکھا دیتا ہے۔ جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل۔ اُن کے چہروں پر روسیاہی اور ذلت نہ چھائے گی۔ وہ جنت کے

ہوا کوئی اسے دُور کرنے والا نہیں ہے مگر جب وہ ٹل جاتی ہے اور اچھا وقت آ جاتا ہے تو پھر یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ ہمارے معبودوں اور سفارشیوں کی عنایت کا نتیجہ ہے۔

[۸] یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے اس طریقے کی طرف دعوت دے رہا ہے جو آخرت کی زندگی میں تم کو دارالسّلام کا مستحق بنائے۔ دارالسّلام سے مراد ہے جنت اور اس کے معنی ہیں سلامتی کا گھر، وہ جگہ جہاں کوئی آفت کوئی نقصان کوئی رنج اور کوئی تکلیف نہ ہو۔

مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں اُن کی برائی جیسی ہے ویسا ہی وہ بدلہ پائیں گے، ذِلّت ان پر مسلّط ہوگی، کوئی اللّٰہ سے ان کو بچانے والا نہ ہوگا، اُن کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہوئی ہوگی جیسے رات کے سیاہ پردے ان پر پڑے ہوئے ہوں، وہ دوزخ کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جس روز ہم ان سب کو ایک ساتھ (اپنی عدالت میں) اکٹھا کریں گے، پھر ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا ہے کہیں گے کہ ٹھیر جاؤ تم بھی اور تمھارے بنائے ہوئے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان سے اجنبیت کا پردہ ہٹا دیں گے[۹] اور ان کے شریک کہیں گے کہ "تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمھارے درمیان اللّٰہ کی گواہی کافی ہے کہ (تم اگر ہماری عبادت کرتے بھی تھے تو) ہم تمھاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے"۔ اُس وقت ہر شخص اپنے کیے کا مزا چکھ لے گا، سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دیے جائیں گے اور وہ سارے جھوٹ جو انھوں نے گھڑ رکھے تھے گُم ہو جائیں گے۔ ع

اِن سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اِس نظمِ عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللّٰہ۔ کہو، پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟ تب تو یہی اللّٰہ تمھارا حقیقی ربّ ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سِوا اور کیا باقی رہ گیا؟ آخر یہ تم کِدھر پھرائے جا رہے ہو؟[۱۰]

---

[۹] یعنی مشرکین کو اُن کے معبود پہچان لیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری عبادت کرتے تھے اور مشرکین اپنے معبودوں کو پہچان لیں گے کہ یہ ہیں وہ جن کی ہم عبادت کرتے تھے۔

[۱۰] خیال رہے کہ خطاب عام لوگوں سے ہے اور ان سے سوال یہ نہیں کیا جا رہا ہے کہ "تم کِدھر پھرے جاتے ہو" بلکہ یہ ہے کہ "تم کدھر پھرائے جا رہے ہو۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ایسا گمراہ کن شخص یا گروہ موجود ہے جو لوگوں کو صحیح رُخ سے ہٹا کر غلط رُخ پر پھیر رہا ہے۔ اسی بناء پر لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم اندھے بن کر غلط رہنمائی کرنے والوں کے پیچھے کیوں چلے جا رہے ہو؟ اپنی گرہ کی عقل سے کام لے کر سوچتے کیوں نہیں کہ جب حقیقت یہ ہے تو آخر یہ تم کو کدھر چلایا جا رہا ہے۔

(اے نبیؐ، دیکھو) اس طرح نافرمانی اختیار کرنے والوں پر تمھارے ربّ کی بات صادِق آگئی کہ وہ مان کر نہ دیں گے۔

ان سے پوچھو، تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا بھی کرتا ہو اور پھر اس کا اِعادہ بھی کرے؟ کہو وہ صرف اللہ ہے جو تخلیق کی ابتدا بھی کرتا ہے اور اس کا اعادہ بھی، پھر تم یہ کس اُلٹی راہ پر چلائے جا رہے ہو؟

اِن سے پوچھو تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ کہو وہ صرف اللہ ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پھر بھلا بتاؤ، جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ مُستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود راہ نہیں پاتا اِلّا یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے؟ آخر تمھیں ہو کیا گیا ہے، کیسے اُلٹے اُلٹے فیصلے کرتے ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس و گمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں[۱۱] حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کر لیا جائے۔ بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آ چکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرمانروائے کائنات کی طرف سے ہے۔

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اِسے خود تصنیف کر لیا ہے؟ کہو، ''اگر تم اپنے اس اِلزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر لاؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بُلا سکتے ہو مدد کے لیے بُلا لو''۔ اصل یہ ہے کہ جو چیز اُن کے عِلم کی گرفت میں نہیں آئی اور جس کا مآل بھی ان کے سامنے نہیں آیا،

---

[۱۱] یعنی جنہوں نے مذاہب بنائے، جنہوں نے فلسفے تصنیف کیے اور جنہوں نے قوانین حیات تجویز کیے، انہوں نے بھی یہ سب کچھ علم کی بناء پر نہیں بلکہ گمان و قیاس کی بنا پر کیا اور جنہوں نے ان مذہبی اور دُنیوی رہنماؤں کی پیروی کی انہوں نے بھی جان کر اور سمجھ کر نہیں بلکہ محض اس گمان کی بنا پر ان کا اتباع اختیار کر لیا کہ ایسے بڑے بڑے لوگ جب یہ کہتے ہیں اور باپ دادا ان کو مانتے چلے آ رہے ہیں اور ایک دنیا ان کی پیروی کر رہی ہے تو ضرور ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔

اس کو انھوں نے (خواہ مخواہ اٹکل پچو) جھٹلا دیا اسی طرح تو ان سے پہلے کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں، پھر دیکھ لو اُن ظالموں کا کیا انجام ہُوا۔ اُن میں سے کچھ لوگ ایمان لائیں گے اور کچھ نہیں لائیں گے اور تیرا ربّ اُن مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ ع

اگر یہ تجھے جھٹلاتے ہیں تو کہہ دے کہ ''میرا عمل میرے لیے ہے اور تمھارا عمل تمھارے لیے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کی ذِمّہ داری سے تم بری ہو اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی ذمہ داری سے میں بری ہوں''۔ [۱۲]

ان میں بہت سے لوگ ہیں جو تیری باتیں سُنتے ہیں مگر کیا تو بہروں کو سُنائے گا خواہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں؟ [۱۳] اِن میں بہت سے لوگ ہیں جو تجھے دیکھتے ہیں، مگر کیا تُو اندھوں کو راہ بتائے گا خواہ اِنھیں کچھ نہ سوجھتا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ (آج یہ دنیا کی زندگی میں مست ہیں) اور جس روز اللہ ان کو اکٹھا کرے گا تو (یہی دنیا کی زندگی انہیں ایسی محسوس ہوگی) گویا یہ محض ایک گھڑی بھر آپس میں جان پہچان کرنے کو ٹھیرے تھے۔ (اس وقت تحقیق ہو جائے گا کہ) فی الواقع سخت گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہرگز وہ راہِ راست پر نہ تھے۔ جن بُرے نتائج سے ہم اِنہیں ڈرا رہے ہیں، اُن کا کوئی حصّہ ہم تیرے جیتے جی دکھا دیں یا اُس سے پہلے ہی تجھے اٹھا لیں، بہر حال انھیں آنا ہماری طرف ہی ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔

---

[۱۲] یعنی خواہ مخواہ جھگڑے اور کج بحثیاں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر میں اِفترا پردازی کر رہا ہوں تو اپنے عمل کا میں خود ذمہ دار ہوں تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اور اگر تم سچی بات کو جھٹلا رہے ہو تو میرا کچھ نہیں بگاڑتے، اپنا ہی کچھ بگاڑ رہے ہو۔

[۱۳] ایک سُننا تو اس طرح کا ہوتا ہے جیسے جانور بھی آواز سُن لیتے ہیں دوسرا سُننا وہ ہوتا ہے جس میں معنی کی طرف توجہ ہو اور یہ آمادگی پائی جاتی ہو کہ بات اگر معقول ہوگی تو اسے مان لیا جائے گا۔

ہر اُمّت کے لیے ایک رسُول ہے۔[۱۴] پھر جب کسی اُمّت کے پاس اُس کا رسُول آجاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ چکا دیا جاتا ہے۔ اور اس پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔

کہتے ہیں اگر تمھاری یہ دھمکی سچّی ہے تو آخر یہ کب پوری ہوگی؟ کہو "میرے اختیار میں تو خود اپنا نفع و ضرر بھی نہیں، سب کچھ اللہ کی مشیّت پر موقوف ہے۔ ہر اُمّت کے لیے مہلت کی ایک مدّت ہے، جب یہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھڑی بھر کی تقدیم و تاخیر بھی نہیں ہوتی"۔ ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ کا عذاب اچانک رات کو یا دن کو آ جائے (تو تم کیا کر سکتے ہو) آخر یہ ایسی کونسی چیز ہے جس کے لیے مجرم جلدی مچائیں؟ کیا جب وہ تم پر آ پڑے اسی وقت تم اسے مانو گے؟ اب بچنا چاہتے ہو؟ حالانکہ تم خود ہی اس کے جلدی آنے کا تقاضا کر رہے تھے! پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو، جو کچھ تم کماتے رہے ہو اس کی پاداش کے سوا اور کیا بدلہ تم کو دیا جا سکتا ہے؟

پھر پوچھتے ہیں کیا واقعی یہ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو؟ کہو "میرے ربّ کی قسم، یہ بالکل سچ ہے، اور تم اتنا بل بُوتا نہیں رکھتے کہ اسے ظہور میں آنے سے روک دو"۔ ع اگر ہر اُس شخص کے پاس جس نے ظلم کیا ہے، روئے زمین کی دولت بھی ہو تو اس عذاب سے بچنے کے لیے وہ اُسے فدیہ میں دینے پر آمادہ ہو جائیگا۔ جب یہ لوگ اُس عذاب کو دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے۔ مگر ان کے درمیان پورے انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا، کوئی ظلم ان پر نہ ہوگا۔

---

[۱۴] "اُمّت" کا لفظ یہاں محض قوم کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ ایک رسُول کی آمد کے بعد اس کی دعوت جن جن لوگوں تک پہنچے وہ سب اس کی اُمّت ہیں۔ نیز اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ رسُول ان کے درمیان زندہ موجود ہو، بلکہ رسُول کے بعد بھی جب تک اس کی تعلیم موجود رہے اور ہر شخص کے لیے یہ معلوم کرنا ممکن ہو کہ وہ درحقیقت کس چیز کی تعلیم دیتا تھا، اس وقت تک دنیا کے سب لوگ اس کی اُمّت ہی قرار پائیں گے اور ان پر وہ حکم ثابت ہوگا جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد تمام دنیا کے انسان آپ کی اُمّت ہیں اور اس وقت تک رہیں گے جب تک قرآن اپنی خالص صورت میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ "ہر قوم میں ایک رسُول ہے" بلکہ ارشاد یہ ہوا ہے کہ "ہر اُمّت کے لیے ایک رسُول ہے۔"

CS CamScanner

سُنو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ سُن رکھو! اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر اکثر انسان جانتے نہیں ہیں۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اُسی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے۔

لوگو، تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے نصیحت آگئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔ اے نبیؐ، کہو کہ "یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اُس نے بھیجی، اِس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جنھیں لوگ سمیٹ رہے ہیں"۔ اے نبیؐ ان سے کہو "تم لوگوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جو رزق[۱۵] اللہ نے تمھارے لیے اُتارا تھا اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھیرا لیا"[۱۶] ان سے پوچھو، اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی تھی؟ یا تم اللہ پر افترا کر رہے ہو؟[۱۷] جو لوگ اللہ پر یہ جھوٹا افترا باندھتے ہیں اُن کا کیا گمان ہے کہ قیامت کے روز ان سے کیا معاملہ ہوگا؟ اللہ تو لوگوں پر مہربانی کی نظر رکھتا ہے مگر اکثر انسان ایسے ہیں جو شکر نہیں کرتے۔ ع

اے نبیؐ، تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سُناتے ہو، اور لوگو، تم بھی جو کچھ کرتے ہو اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے، نہ چھوٹی نہ بڑی، جو تیرے ربّ کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔

---

[۱۵] اردو زبان میں رزق کا اطلاق صرف کھانے پینے کی چیزوں پر ہوتا ہے، لیکن عربی زبان میں رزق محض خوراک کے معنی تک محدود نہیں بلکہ عطا اور بخشش اور نصیب کے معنی میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی دنیا میں انسان کو دیا ہے وہ سب اس کا رِزق ہے۔

[۱۶] یعنی خود اپنے لیے قانون اور شریعت بنا لینے کے مختار بن بیٹھے۔ حالانکہ جس کا رزق ہے اسی کا یہ حق ہے کہ اس کے استعمال کی جائز اور ناجائز صورتوں کے لیے حدود اور اصول مقرر کرے۔

[۱۷] افتراء کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی شخص یہ کہے کہ یہ اختیارات اللہ نے انسانوں کو سونپ دیے ہیں، دوسری یہ کہ وہ کہے کہ اللہ کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ ہمارے لیے قانون اور شریعت مقرر کرے، تیسری یہ کہ وہ حلال و حرام کے ان احکام کو اللہ کی طرف منسوب کرے حالانکہ سند میں وہ اللہ کی کوئی کتاب نہ پیش کرسکے۔

سُنو! جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنھوں نے تقویٰ کا رَوِیّہ اختیار کیا، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں اُن کے لیے بشارت ہی بشارت ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ تجھ پر بناتے ہیں وہ تجھے رنجیدہ نہ کریں، عزّت ساری کی ساری خدا کے اختیار میں ہے، اور وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔

آگاہ رہو! آسمانوں کے بسنے والے ہوں یا زمین کے، سب کے سب اللہ کے مملوک ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے سِوا کچھ (اپنے خود ساختہ) شریکوں کو پکار رہے ہیں وہ نرے وہم و گمان کے پیرو ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی کہ اس میں سکون حاصل کرو اور دِن کو روشن بنایا۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (کھلے کانوں سے پیغمبر کی دعوت کو) سُنتے ہیں۔

لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ سبحان اللہ! وہ تو بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس کی مِلک ہے۔ تمھارے پاس اس قول کے لیے آخر دلیل کیا ہے؟ کیا تم اللہ کے متعلق وہ باتیں کہتے ہو جو تمھارے علم میں نہیں ہیں؟ اے نبیؐ، کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی میں مزے کر لیں، پھر ہماری طرف اُن کو پلٹنا ہے، پھر ہم اس کفر کے بدلے جس کا ارتکاب وہ کر رہے ہیں۔

ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ع

ان کو نوحؑ کا قصّہ سناؤ، اُس وقت کا قصّہ جب اُس نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ”اے برادرانِ قوم، اگر میرا تمھارے درمیان رہنا اور اللہ کی آیات سُنا سُنا کر تمھیں غفلت سے بیدار کرنا تمھارے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے تو میرا بھروسہ اللہ پر ہے، تم اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو ساتھ لے کر ایک متفقہ فیصلہ کر لو اور جو منصوبہ تمھارے پیشِ نظر ہو اُس کو خوب سوچ سمجھ لو تاکہ اس کا کوئی پہلو تمھاری نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے، پھر میرے خلاف اس کو عمل میں لے آؤ اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا تو میرا (کیا نقصان کیا) میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ (خواہ کوئی مانے یا نہ مانے) میں خود مُسلم بن کر رہوں“۔ انھوں نے اسے جھٹلایا اور نتیجہ یہ ہُوا کہ ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے، بچا لیا اور انھی کو زمین میں جانشین بنایا اور ان سب لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ پس دیکھ لو کہ جنھیں متنبہ کیا گیا تھا (اور پھر بھی اُنھوں نے مان کر نہ دیا) اُن کا کیا انجام ہُوا۔

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے مختلف پیغمبروں کو اُن کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس کُھلی کُھلی نشانیاں لے کر آئے، مگر جس چیز کو انھوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا اسے پھر مان کر نہ دیا۔ اس طرح ہم حد سے گزر جانے والوں کے دلوں پر ٹھپّہ لگا دیتے ہیں۔

پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا، مگر انھوں نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ پس جب ہمارے پاس سے حق اِن کے سامنے آیا تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ تو کُھلا جادو ہے۔

موسیٰؑ نے کہا "تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمھارے سامنے آگیا؟ کیا یہ جادُو ہے؟ حالانکہ جادُوگر فلاح نہیں پایا کرتے"۔ [۱۸] اُنھوں نے جواب میں کہا "کیا تُو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اُس طریقے سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں بڑائی تم دونوں کی قائم ہو جائے؟ تمھاری بات تو ہم ماننے والے نہیں ہیں"۔ اور فرعون نے (اپنے آدمیوں سے) کہا کہ "ہر ماہرِ فن جادوگر کو میرے پاس حاضر کرو"۔

جب جادوگر آگئے تو موسیٰؑ نے اِن سے کہا "جو کچھ تمھیں پھینکنا ہے پھینکو"۔ پھر جب انھوں نے اپنے اَنچھر پھینک دیے تو موسیٰؑ نے کہا "یہ جو کچھ تم نے پھینکا ہے یہ جادو ہے اللہ ابھی اِسے باطل کیے دیتا ہے، مفسدوں کے کام کو اللہ سُدھرنے نہیں دیتا، اور اللہ اپنے فرمانوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے، خواہ مجرموں کو وہ کتنا ہی ناگوار ہو"۔ ع

(پھر دیکھو) کہ موسیٰؑ کو اس کی قوم میں سے چند نوجوانوں [۱۹] کے سوا کسی نے نہ مانا، فرعون کے ڈر سے اور خود اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں کے ڈر سے (جنھیں خوف تھا) کہ فرعون اِن کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ فرعون زمین میں غلبہ رکھتا تھا اور وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو کسی حد پر رُکتے نہیں ہیں۔ ع [۲۰]

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ "لوگو، اگر تم واقعی

---

[۱۸] مطلب یہ ہے کہ ظاہر نظر میں جادُو اور معجزے کے درمیان جو مشابہت ہوتی ہے اس کی بناء پر تم لوگوں نے بے تکلف اسے جادُو قرار دے دیا مگر نادانو، تم نے یہ نہ دیکھا کہ جادُوگر کس سیرت و اخلاق کے لوگ ہوتے ہیں اور کن مقاصد کے لیے جادوگری کیا کرتے ہیں کیا کسی جادُوگر کا یہی کام ہوتا ہے کہ بے غرض اور بے دھڑک ایک جبّار فرمانروا کے دربار میں آئے اور اسے اس کی گمراہی پر سرزنش کرے اور خدا پرستی اور طہارتِ نفس اختیار کرنے کی دعوت دے؟

[۱۹] متن میں لفظ ذُرِّیَّۃٌ استعمال ہُوا ہے جس کے معنی اولاد کے ہیں۔ ہم نے اس کا ترجمہ "نوجوان" کیا ہے دراصل اس خاص لفظ کے استعمال سے جو بات قرآن مجید بیان کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اس پرخطر زمانے میں حق کا ساتھ دینے اور علمبردارِ حق کو اپنا رہنما تسلیم کرنے کی جرأت چند لڑکوں اور لڑکیوں نے تو کی مگر ماؤں اور باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ان پر مصلحت پرستی اور دنیوی اغراض کی بندگی اور عافیت کوشی کچھ اس طرح چھائی رہی کہ وہ ایسے حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے جس کا راستہ ان کو خطرات سے پُرنظر آرہا تھا، بلکہ وہ اُلٹے نوجوانوں ہی کو روکتے رہے کہ موسیٰؑ کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم خود بھی فرعون کے غضب میں مبتلا ہو گے اور ہم پر بھی آفت لاؤ گے۔

اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو"۔ انھوں نے جواب دیا[٢١] "ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اے ہمارے ربّ، ہمیں ظالم لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دے"۔

اور ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا کہ "مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لیے مہیّا کرو اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھیرالو اور نماز قائم کرو [٢٢] اور اہلِ ایمان کو بشارت دے دو"۔

موسیٰؑ نے دُعا کی "اے ہمارے ربّ تُو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال سے نواز رکھا ہے۔ اے ربّ، کیا یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے ربّ، ان کے مال غارت کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مُہر کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں"۔ [٢٣] اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا "تم دونوں کی دُعا قبول کی گئی۔ ثابت قدم رہو اور اُن لوگوں کے طریقے کی ہرگز پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے"۔

اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار لے گئے۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر ظلم اور زیادتی کی غرض سے اُن کے پیچھے چلے۔ حتّٰی کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اُٹھا "میں نے مان لیا کہ خداوندِ حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، اور میں بھی سرِ اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں"۔ (جواب دیا

---

[٢٠] یعنی اپنی مطلب براری کے لیے کسی بُرے سے بُرے طریقے کو بھی اختیار کرنے میں تأمّل نہیں کرتے۔ کسی ظلم اور کسی بداخلاقی اور کسی وحشت و بربریت کے ارتکاب سے نہیں چوکتے۔ اپنی خواہشات کے پیچھے ہر انتہا تک جاسکتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی حد نہیں جس پر جا کر وہ رُک جائیں۔

[٢١] یہ جواب ان نوجوانوں کا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے تھے یہاں قالوا کی ضمیر قوم کی طرف نہیں بلکہ ذریۃ کی طرف پھر رہی ہے جیسا کہ سیاقِ کلام سے خود ظاہر ہے۔

[٢٢] مصر میں حکومت کے تشدّد سے اور خود بنی اسرائیل کے اپنے ضعفِ ایمانی کی وجہ سے اسرائیلی اور مصری مسلمانوں کے ہاں نماز باجماعت کا نظام ختم ہو چکا تھا اور یہ ان کے شیرازے کے بکھرنے اور ان کی دینی رُوح پر موت طاری ہو جانے کا ایک بہت بڑا سبب تھا۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ اس نظام کو از سرِ نو قائم کریں اور مصر میں چند مکان اس غرض کے لیے تعمیر یا تجویز کر لیں کہ وہاں اجتماعی نماز ادا کی جایا کرے۔ ان مکانوں کو قبلہ ٹھیرانے کا مفہوم یہ ہے کہ ان مکانوں کو ساری قوم کے لیے مرکز اور مرجع ٹھیرایا جائے، اور اس کے بعد ہی "نماز قائم کرو" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ متفرق طور پر اپنی اپنی جگہ نماز پڑھ لینے کے بجائے لوگ ان مقرر مقامات پر جمع ہو کر نماز پڑھا کریں۔

[٢٣] یہ دُعا حضرت موسیٰؑ نے زمانہ قیامِ مصر کے بالکل آخری زمانے میں کی تھی اور اس وقت کی تھی جب پے درپے نشانات

گیا) ”اب ایمان لاتا ہے! حالانکہ اس سے پہلے تک تُو نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے تاکہ تُو بعد کی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے۔ اگرچہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں“۔ ع

ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا دیا اور نہایت عمدہ وسائلِ زندگی انہیں عطا کیے۔ پھر انھوں نے باہم اختلاف نہیں کیا مگر اس وقت جب عِلم ان کے پاس آ چکا تھا۔ یقیناً تیرا ربّ قیامت کے روز ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

اب اگر تجھے اس ہدایت کی طرف سے کچھ بھی شک ہو جو ہم نے تجھ پر نازل کی ہے تو ان لوگوں سے پُوچھ لے جو پہلے سے کتاب پڑھ رہے ہیں۔ فی الواقع یہ تیرے پاس حق ہی آیا ہے تیرے ربّ کی طرف سے، لہٰذا تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو، اور اُن لوگوں میں نہ شامل ہو جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ہے، وورنہ تُو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ [۲۴]

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں پر تیرے ربّ کا قول راست آ گیا ہے [۲۵] ان کے سامنے خواہ کوئی نشانی آ جائے وہ کبھی ایمان لا کر نہیں دیتے جب تک کہ دردناک عذاب سامنے آتا نہ دیکھ لیں۔ پھر کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو۔

دیکھ لینے اور دین کی حُجت پوری ہو جانے کے بعد بھی فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت حق کی دشمنی پر انتہائی ہٹ دھرمی کے ساتھ جمے رہے۔ ایسے موقع پر پیغمبر جو بددعا کرتا ہے وہ ٹھیک ٹھیک وہی ہوتی ہے جو کفر پر اصرار کرنے والوں کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ پھر انہیں ایمان کی توفیق نہ بخشی جائے۔

[۲۴] یہ خطاب بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر دراصل بات ان لوگوں کو سُنانی مقصود ہے جو آپ کی دعوت میں شک کر رہے تھے اور اہلِ کتاب کا حوالہ اس لیے دیا گیا ہے کہ عرب کے عوام تو آسمانی کتابوں کے علم سے بے بہرہ تھے، ان کے لیے یہ آواز ایک نئی آواز تھی مگر اہلِ کتاب کے علماء میں سے جو لوگ متدین اور منصف مزاج تھے وہ اس امر کی تصدیق کر سکتے تھے کہ جس چیز کی دعوت قرآن دے رہا ہے یہ وہی چیز ہے جس کی دعوت تمام پچھلے انبیاءؑ دیتے رہے ہیں۔

[۲۵] یعنی یہ قول کہ جو لوگ خود طالبِ حق نہیں ہوتے او جو اپنے دلوں پر ضد و تعصب اور ہٹ دھرمی کے قُفل چڑھائے رکھتے ہیں اور جو دُنیا کے عشق میں مدہوش اور عاقبت سے بے فکر ہوتے ہیں انہیں ایمان کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہُوا ہو؟ یونسؑ کی قوم کے سوا (اس کی کوئی نظیر نہیں) وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا[۲۶] اور اس کو ایک مدّت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دے دیا تھا۔

اگر تیرے ربّ کی مشیّت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن و فرماں بردار ہی ہوں) تو سارے اہلِ زمین ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تُو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟ کوئی مُتنفّس اللہ کے اِذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا، اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے۔

اُن سے کہو "زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو"۔ اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کے لیے نشانیاں اور تنبیہیں آخر کیا مفید ہو سکتی ہیں؟ اب یہ لوگ اس کے سوا اور کس چیز کے منتظر ہیں کہ وہی بُرے دن دیکھیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ دیکھ چکے ہیں؟ اُن سے کہو "اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں"۔ پھر (جب ایسا وقت آتا ہے تو) ہم اپنے رسُولوں کو اور اُن لوگوں کو بچا لیا کرتے ہیں جو ایمان لائے ہوں۔ ہمارا یہی طریقہ ہے۔ ہم پر یہ حق ہے کہ مومنوں کو بچا لیں۔ ع

اے نبیؐ، کہہ دو کہ "لوگو، اگر تم ابھی تک میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو سُن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ صرف اُسی خدا کی بندگی کرتا ہوں جس کے قبضے میں تمھاری موت ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

---

[۲۶] مفسّرین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت یونس علیہ السّلام چونکہ عذاب کی اطلاع دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنا مستقر چھوڑ کر چلے گئے تھے اس لیے جب آثارِ عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔

اور مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ یکسُو ہو کر اپنے آپ کو ٹھیک ٹھیک اِس دین پر قائم کر دے، [۲۷] اور ہرگز ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو۔ اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان، اگر تُو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہو گا۔ اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

اے محمدؐ، کہہ دو کہ "لوگو، تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے حق آ چکا ہے۔ اب جو سیدھی راہ اختیار کرے اس کی راست رَوِی اُسی کے لیے مفید ہے، اور جو گمراہ رہے اس کی گمراہی اسی کے لیے تباہ کُن ہے۔ اور میں تمھارے اُوپر کوئی حوالہ دار نہیں ہوں"۔ اور اے نبیؐ، تم اس ہدایت کی پیروی کیے جاؤ جو تمھاری طرف بذریعہ وحی بھیجی جا رہی ہے، اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے، اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ع

سُورۂ ہُود (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا ل ر۔ فرمان ہے، [۱] جس کی آیتیں پختہ اور مفصّل ارشاد ہوئی ہیں، ایک دانا اور

---

[۲۷] اصل الفاظ ہیں "اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ اقم وجھك کے لفظی معنی ہیں اپنا چہرہ جما دے"۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تیرا رُخ ایک ہی طرف قائم ہو۔ ڈگمگاتا اور ہلتا ڈُلتا نہ ہو۔ کبھی پیچھے اور کبھی آگے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں نہ مڑتا رہے۔ بالکل ناک کی سیدھ اسی راستے پر نظریں جمائے ہوئے چل جو تجھے دکھایا گیا ہے۔ یہ بندش بجائے خود بہت چُست تھی مگر اس پر بھی اکتفا نہ کیا گیا۔ اس پر ایک اور قید حَنِیْفًا کی بڑھائی گئی۔ حنیف اس کو کہتے ہیں جو سب طرف سے مڑ کر ایک طرف کا ہو رہا ہو۔

[۱] "کتاب" کا ترجمہ یہاں اندازِ بیان کی مناسبت سے فرمان کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ کتاب اور نوشتے ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ حکم اور فرمانِ شاہی کے معنی میں بھی آتا ہے اور خود قرآن میں متعدد مواقع پر یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہُوا ہے۔

باخبر ہستی کی طرف سے کہ تم نہ بندگی کرو مگر صرف اللہ کی۔ میں اُس کی طرف سے تم کو خبردار کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی۔ اور یہ کہ تم اپنے ربّ سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدّتِ خاص تک تم کو اچھا سامانِ زندگی دے گا [۲] اور ہر صاحبِ فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔ [۳] لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمھارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تم سب کو اللہ کی طرف پلٹنا ہے اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

دیکھو، یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ اس سے چُھپ جائیں۔ [۴] خبردار، جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپتے ہیں، اللہ ان کے چُھپے کو بھی جانتا ہے اور کُھلے کو بھی، وہ تو اُن بھیدوں سے بھی واقف ہے جو سینوں میں ہیں۔ زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذِمّے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے، اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے، سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ جبکہ اُس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔ [۵] تاکہ تم کو آزما کر دیکھے۔

---

[۲] یعنی دنیا میں تمہارے ٹھہرنے کے لیے جو وقت مقرر ہے اس وقت تک وہ تم کو بُری طرح نہیں بلکہ اچھی طرح رکھے گا۔ اس کی نعمتیں تم پر برسیں گی۔ اس کی برکتوں سے سرفراز ہوگے، خوش حال و فارغ البال رہوگے۔ زندگی میں امن اور چین نصیب ہوگا۔ ذلّت و خواری کے ساتھ نہیں بلکہ عزت و شرف کے ساتھ جیوگے۔

[۳] یعنی جو شخص اخلاق و اعمال میں جتنا بھی آگے بڑھے گا اللہ اس کو اتنا بڑا درجہ عطا کرے گا، جو شخص بھی اپنی سیرت و کردار سے اپنے آپ کو جس فضیلت کا مستحق ثابت کردے گا وہ فضیلت اس کو ضرور دی جائے گی۔

[۴] کفارِ مکہ کا حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کی طرف سے اپنا رُخ موڑ لیتے تھے تاکہ ان سے آپ کا آمنا سامنا نہ ہوجائے۔

[۵] ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس پانی سے مراد کیا ہے۔ یہی پانی جسے ہم اس نام سے جانتے ہیں؟ یا یہ لفظ محض استعارے کے طور پر مادّے کی اس مائع حالت کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو موجودہ صورت میں ڈھالے جانے سے پہلے تھی؟ عرش پر ہونے کا مفہوم بھی متعیّن کرنا مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہو کہ اس وقت خدا کی سلطنت پانی پر تھی۔

[illegible]

تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔[۶] اب اگر اے نبیؐ تم کہتے ہو کہ لوگو، مرنے کے بعد تم دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے، تو منکرین فوراً بول اُٹھتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگری ہے۔[۷] اور اگر ہم ایک خاص مدت تک ان کی سزا کو ٹالتے ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ آخر کس چیز نے اُسے روک رکھا ہے؟ سُنو! جس روز اس سزا کا وقت آ گیا تو وہ کسی کے پھیرے نہ پھر سکے گا اور وہی چیز ان کو آ گھیرے گی جس کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں۔ ع

اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے میرے تو سارے دِلدّر پار ہو گئے، پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔ اس عیب سے پاک اگر کوئی ہیں تو بس وہ لوگ جو صبر کرنے والے اور نیکوکار ہیں اور وہی ہیں جن کے لیے درگزر بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔

تو اے پیغمبرؐ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اُن چیزوں میں سے کسی چیز کو (بیان کرنے سے) چھوڑ دو جو تمھاری طرف وحی کی جا رہی ہیں اور اس بات پر دِل تنگ ہو کہ وہ کہیں گے ''اس شخص پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا؟'' یا یہ کہ ''اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا''؟ تم تو محض خبردار کرنے والے ہو، آگے ہر چیز کا حوالہ دار اللہ ہے۔

---

[۶] یعنی تخلیق کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں انسان کو پیدا کر کے اس کی آزمائش کی جائے۔

[۷] یعنی مرنے کے بعد لوگوں کا دوبارہ زندہ ہونا تو ممکن نہیں ہے مگر ہماری عقلوں پر جادو کیا جا رہا ہے کہ ہم یہ انہونی بات مان لیں۔

کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے؟ کہو، ”اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سُورتیں تم بنا لاؤ اور اللّٰہ کے سوا اور جو جو (تمھارے معبُود) ہیں ان کو مدد کے لیے بُلا سکتے ہو تو بُلا لو اگر تم (انھیں معبُود سمجھنے میں) سچے ہو۔ اب اگر وہ (تمھارے معبُود) تمھاری مدد کو نہیں پہنچتے تو جان لو کہ یہ اللّٰہ کے علم سے نازل ہوئی ہے اور یہ کہ اللّٰہ کے سوا کوئی حقیقی معبُود نہیں ہے۔ پھر کیا تم (اس امرِ حق کے آگے) سرِ تسلیم خم کرتے ہو“؟

جو لوگ بس اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوشنمائیوں کے طالب ہوتے ہیں اِن کی کارگزاری کا سارا پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (وہاں معلوم ہو جائے گا کہ) جو کچھ انھوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ملیا میٹ ہو گیا اور اب انکا سارا کیا دھرا محض باطل ہے۔

پھر بھلا وہ شخص جو اپنے ربّ کی طرف سے ایک صاف شہادت رکھتا تھا،[۸] اِس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (اس شہادت کی تائید میں) آ گیا،[۹] اور پہلے موسیٰؑ کی کتاب رہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود تھی۔ (کیا وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح اس سے انکار کر سکتا ہے)؟ ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے۔ اور انسانی گروہوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرے تو اس کے لیے جس جگہ کا وعدہ ہے وہ دوزخ ہے۔ پس اے پیغمبرؐ تم اس چیز کی طرف سے کسی شک میں نہ پڑنا، یہ حق ہے تمھارے ربّ کی طرف سے مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔

---

[۸] یعنی جس کو خود اپنے وجود میں اور زمین و آسمان کی ساخت میں اور کائنات کے نظم و نسق میں اس امر کی کھلی شہادت مل رہی تھی کہ اس دنیا کا خالق، مالک، پروردگار اور حاکم و فرمانروا صرف ایک اللّٰہ ہے اور پھر انہی شہادتوں کو دیکھ کر جس کا دل یہ گواہی بھی پہلے ہی سے دے رہا تھا کہ اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ضرور ہونی چاہیے جس میں انسان اپنے خدا کو اپنے اعمال کا حساب دے اور اپنے کیے کی جزا و سزا پائے۔

[۹] یعنی قرآن جس نے آ کر اس فطری و عقلی شہادت کی تائید کی اور اسے بتایا کہ فی الواقع حقیقت وہی ہے جس کا نشان آفاق و انفس کے آثار میں تُو نے پایا ہے۔

اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے؟[۱۰] ایسے لوگ اپنے ربّ کے حضور پیش ہوں گے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے ربّ پر جھوٹ گھڑا تھا۔ سُنو! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔[۱۱] اُن ظالموں پر جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں، اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ وہ زمین میں اللہ کو بے بس کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے مقابلہ میں کوئی اِن کا حامی تھا۔ انھیں اب دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ وہ نہ کسی کی سُن ہی سکتے تھے اور نہ خود ہی انھیں کچھ سوجھتا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خود گھاٹے میں ڈالا اور وہ سب کچھ اِن سے کھویا گیا جو انھوں نے گھڑ رکھا تھا۔ ناگزیر ہے کہ وہی آخرت میں سب سے بڑھ کر گھاٹے میں رہیں۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اپنے ربّ ہی کے ہو کر رہے، تو یقیناً وہ جنّتی لوگ ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اِن دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی تو ہو اندھا بہرا اور دوسرا ہو دیکھنے اور سُننے والا، کیا یہ دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟ کیا تم (اس مثال سے) کوئی سبق نہیں لیتے؟ ع

(اور ایسے ہی حالات تھے جب) ہم نے نوحؑ کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ (اس نے کہا) ”میں تم لوگوں کو صاف صاف خبردار کرتا ہوں۔

---

[۱۰] یعنی یہ کہے کہ اللہ کے ساتھ خدائی اور اِستحقاقِ بندگی میں دوسرے بھی شریک ہیں۔ یا یہ کہے کہ خدا کو اپنے بندوں کی ہدایت وضلالت سے کوئی دل چسپی نہیں ہے اور اس نے کوئی کتاب اور کوئی نبی ہماری ہدایت کے لیے نہیں بھیجا ہے بلکہ ہمیں آزاد چھوڑ دیا ہے کہ جو ڈھنگ چاہیں اپنی زندگی کے لیے اختیار کرلیں یا یہ کہے کہ خدا نے ہمیں یونہی کھیل کے طور پر پیدا کیا اور یونہی ہم کو ختم کردے گا، کوئی جواب دہی ہمیں اس کے سامنے نہیں کرنی ہے اور کوئی جزاء وسزا نہیں ہونی ہے۔

[۱۱] انداز بیان سے ظاہر ہے کہ یہ بات آخرت میں اُن کی پیشی کے موقع پر کہی جائے گی۔

کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر ایک روز دردناک عذاب آئے گا"۔ جواب میں اِس کی قوم کے سردار، جنھوں نے اِس کی بات ماننے سے انکار کیا تھا، بولے "ہماری نظر میں تو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ بس ایک انسان ہو ہم جیسے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس اُن لوگوں نے جو ہمارے ہاں اَراذِل تھے بے سوچے سمجھے تمھاری پیروی اختیار کر لی ہے۔ اور ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس میں تم لوگ ہم سے کچھ بڑھے ہوئے ہو، بلکہ ہم تو تمھیں جھوٹا سمجھتے ہیں"۔ اُس نے کہا "اے برادرانِ قوم، ذرا سوچو تو سہی کہ اگر میں اپنے ربّ کی طرف سے ایک کُھلی شہادت پر قائم تھا پھر اس نے مجھ کو اپنی خاص رحمت سے بھی نواز دیا مگر وہ تم کو نظر نہ آئی تو آخر ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے کہ تم ماننا نہ چاہو اور ہم زبردستی اس کو تمھارے سر چپیک دیں؟ اور اے برادرانِ قوم، میں اِس کام پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذِمّہ ہے۔ اور میں اُن لوگوں کو دھکے دینے سے بھی رہا جنھوں نے میری بات مانی ہے، وہ آپ ہی اپنے ربّ کے حضور جانے والے ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برت رہے ہو۔ اور اے قوم، اگر میں اِن لوگوں کو دُھتکار دوں تو خدا کی پکڑ سے کون مجھے بچانے آئے گا؟ تم لوگوں کی سمجھ میں کیا اتنی بات بھی نہیں آتی؟ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ یہ میرا دعوٰی ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور یہ بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ جن لوگوں کو تمھاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں، انھیں اللہ نے کوئی بھلائی نہیں دی۔ اِن کے نفس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو ظالم ہوں گا"۔

آخر کار اُن لوگوں نے کہا کہ "اے نوحؑ تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت کر لیا۔ اب تو بس وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر سچے ہو"۔ نوحؑ نے جواب دیا "وہ تو اللہ ہی لائے گا، اگر چاہے گا، اور تم اتنا بل بوتا نہیں رکھتے کہ اسے روک دو۔ اب اگر میں تمھاری کچھ خیر خواہی کرنا بھی چاہوں تو میری خیر خواہی تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جب کہ اللہ ہی نے تمھیں بھٹکا دینے کا ارادہ کر لیا ہو، [۱۲] وہی تمھارا ربّ ہے اور اسی کی طرف تمھیں پلٹنا ہے"۔

اے نبیؐ، کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اِس شخص نے یہ سب کچھ خود گھڑ لیا ہے؟ ان سے کہو "اگر میں نے یہ خود گھڑا ہے تو مجھ پر اپنے جُرم کی ذِمّہ داری ہے، اور جو جُرم تم کر رہے ہو اس کی ذِمّہ داری سے میں بَری ہوں"۔ ع

نوحؑ پر وحی کی گئی کہ تمھاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے، بس وہ لا چکے، اب کوئی ماننے والا نہیں ہے۔ اِن کے کرتوتوں پر غم کھانا چھوڑ دو۔ اور ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانی شروع کر دو۔ اور دیکھو، جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حق میں مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا، یہ سارے کے سارے اب ڈوبنے والے ہیں۔

نوحؑ کشتی بنا رہا تھا اور اس کی قوم کے سرداروں میں سے جو کوئی اُس کے پاس سے گزرتا تھا وہ اس کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس نے کہا "اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنس رہے ہیں، عن قریب تمھیں خود معلوم ہو جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رُسوا کر دے گا اور کس پر وہ بلا ٹوٹ پڑتی ہے جو ٹالے نہ ٹلے گی"۔ [۱۳]

---

[۱۲] یعنی اگر اللہ نے تمہاری ہٹ دھرمی، شر پسندی اور خیر سے بے رغبتی دیکھ کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہیں راست رَوی کی توفیق نہ دے اور جن راہوں میں تم خود بھٹکنا چاہتے ہو انہی میں تم کو بھٹکا دے تو اب تمہاری بھلائی کے لیے میری کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی۔

[۱۳] یہ ایک عجیب معاملہ ہے جس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے ظاہر سے کس قدر دھوکا کھاتا ہے جب نوح علیہ السّلام دریا سے بہت دُور خشکی پر اپنا جہاز بنا رہے ہوں گے تو فی الواقع لوگوں کو یہ ایک نہایت مضحکہ خیز فعل محسوس ہوتا ہوگا اور وہ ہنس ہنس کر کہتے ہوں گے کہ بڑے میاں کی دیوانگی آخر یہاں تک پہنچی کہ اب آپ خشکی میں جہاز چلائیں گے۔ اس وقت کسی کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہ آسکتی ہوگی کہ چند روز بعد واقعی یہاں جہاز چلے گا۔ لیکن جو شخص حقیقت کا علم رکھتا تھا اور جسے معلوم تھا کہ کل یہاں جہاز کی کیا ضرورت پیش آنے والی ہے اسے ان لوگوں کی جہالت و بے خبری پر

[illegible]

CS CamScanner

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور وہ تنور اُبل پڑا[۱۴] تو ہم نے کہا "ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو، اپنے گھر والوں کو بھی۔ سوائے اُن اشخاص کے جن کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔[۱۵] اس میں سوار کرا دو اور ان لوگوں کو بھی بٹھا لو جو ایمان لائے ہیں۔" اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوحؑ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ نوحؑ نے کہا "سوار ہو جاؤ اس میں، اللہ ہی کے نام سے ہے اس کا چلنا بھی اور اس کا ٹھیرنا بھی، میرا ربّ بڑا غفور و رحیم ہے۔"

کشتی ان لوگوں کو لیے چلی جا رہی تھی اور ایک ایک موج پہاڑ کی طرح اُٹھ رہی تھی۔ نوحؑ کا بیٹا دُور فاصلے پر تھا۔ نوحؑ نے پکار کر کہا "بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا، کافروں کے ساتھ نہ رہ۔" اُس نے پلٹ کر جواب دیا "میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔" نوحؑ نے کہا "آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے۔" اتنے میں ایک موج دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔

حکم ہُوا "اے زمین، اپنا سارا پانی نگل جا اور اے آسمان رُک جا۔" چنانچہ پانی زمین میں بیٹھ گیا، فیصلہ چکا دیا گیا، کشتی جُودِی پر ٹِک گئی،[۱۶] اور کہہ دیا گیا کہ دُور ہوئی ظالموں کی قوم!

نوحؑ نے اپنے ربّ کو پکارا۔ کہا "اے ربّ، میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تُو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔"

اور پھر ان کے احمقانہ اطمینان پر الٹی ہنسی آتی ہو گی اور وہ کہتا ہو گا کہ کس قدر نادان ہیں یہ لوگ کہ شامت ان کے سر پر تُلی کھڑی ہے میں انہیں خبردار کر چکا ہوں کہ وہ بس آیا چاہتی ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے اس سے بچنے کی تیاری بھی کر رہا ہوں۔ مگر یہ مطمئن بیٹھے ہیں اور الٹا مجھے دیوانہ سمجھ رہے ہیں۔

[۱۴] اس کے متعلق مفسّرین کے اقوال مختلف ہیں مگر ہمارے نزدیک صحیح وہی ہے جو قرآن کے صریح الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے کہ طوفان کی ابتداء ایک خاص تنور سے ہوئی جس کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھُوٹ پڑا، پھر ایک طرف آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور دوسری طرف زمین میں جگہ جگہ سے چشمے پھوٹنے لگے۔

[۱۵] یعنی تمہارے گھر کے جن افراد کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں انہیں کشتی میں نہ بٹھاؤ۔

[۱۶] جُودِی پہاڑ کردستان کے علاقے میں جزیرۂ ابنِ عمر کے شمال مشرقی جانب واقع ہے اور آج بھی جُودِی کے نام ہی سے مشہور ہے۔

جواب میں ارشاد ہُوا "اے نوحؑ، وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے، وہ تو ایک بگڑا ہُوا کام ہے،[۱۷] لہٰذا تُو اُس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر جس کی حقیقت تُو نہیں جانتا، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنالے۔" نوحؑ نے فوراً عرض کیا "اے میرے رَبّ، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔[۱۸] اگر تُو نے مجھے معاف نہ کیا اور رَحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔"

حکم ہُوا "اے نوحؑ اُتر جا، ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں، اور کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم کچھ مدّت سامانِ زندگی بخشیں گے پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا"۔

اے نبیؐ، یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم اُن کو جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم۔ پس صبر کرو، انجام کار متّقیوں ہی کے حق میں ہے۔[۱۹] ع

اور عاد کی طرف ہم نے اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا "اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، تمھارا کوئی خدا اُس کے سوا نہیں ہے۔ تم نے محض جھوٹ گھڑ رکھے ہیں۔ اے برادرانِ قوم، اس کام پر میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا، میرا اجر تو اس کے ذِمّہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، کیا تم عقل سے ذرا کام نہیں لیتے؟ اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رَبّ سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمھاری موجودہ قوّت پر مزید قوّت کا اضافہ کرے گا۔ مُجرم بن کر (بندگی سے) منہ نہ پھیرو"۔

---

[۱۷] یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کے جسم کا کوئی عضو سڑ گیا ہو اور ڈاکٹر نے اس کو کاٹ پھینکنے کا فیصلہ کیا ہو اب وہ مریض ڈاکٹر سے کہتا ہے کہ یہ تو میرے جسم کا ایک حصہ ہے اسے کیوں کاٹتے ہو؟ اور ڈاکٹر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ تمہارے جسم کا حصہ نہیں رہا ہے کیونکہ یہ سڑ چکا ہے پس ایک صالح باپ سے اس کے نالائق بیٹے کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ بگڑا ہُوا کام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اسے پرورش کرنے میں جو محنت کی وہ ضائع ہو گئی اور یہ کام بگڑ گیا۔

[۱۸] یعنی ایسی درخواست کروں جس کے صحیح ہونے کا مجھے علم نہیں ہے۔

[۱۹] یعنی جس طرح نوحؑ اور ان کے ساتھیوں ہی کا آخر کار بول بالا ہُوا اسی طرح تمہارا اور تمہارے ساتھیوں

انھوں نے جواب دیا "اے ہودؑ، تُو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر نہیں آیا ہے، اور تیرے کہنے سے ہم اپنے معبُودوں کو نہیں چھوڑ سکتے، اور تجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اوپر ہمارے معبُودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے"۔ [۲۰]

ہودؑ نے کہا "میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے خدائی میں شریک ٹھیرا رکھا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔ تم سب کے سب مِل کر میرے خلاف اپنی کرنی میں کسر نہ اٹھا رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو، میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی۔ کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بے شک میرا ربّ سیدھی راہ پر ہے۔ اگر تم منہ پھیرتے ہو تو پھیر لو۔ جو پیغام دے کر میں تمھارے پاس بھیجا گیا تھا وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں۔ اب میرا ربّ تمھاری جگہ دوسری قوم کو اٹھائے گا اور تم اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا ربّ ہر چیز پر نگراں ہے"۔

پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے نجات دے دی اور ایک سخت عذاب سے انھیں بچا لیا۔

یہ ہیں عاد، اپنے ربّ کی آیات سے انھوں نے انکار کیا، اس کے رسُولوں کی بات نہ مانی، اور ہر جبّار دشمنِ حق کی پیروی کرتے رہے۔ آخر کار اس دنیا میں بھی ان پر پھٹکار پڑی اور قیامت کے روز بھی۔ سُنو! عاد نے اپنے ربّ سے کفر کیا۔ سُنو! دُور پھینک دیے گئے عاد، ہودؑ کی قوم کے لوگ۔ ع

کا بھی ہو گا لہٰذا اس وقت جو مصائب و شدائد تم پر گزر رہے ہیں ان سے بد دل نہ ہو بلکہ ہمت اور صبر کے ساتھ اپنا کام کیے چلے جاؤ۔

[۲۰] یعنی تُو نے کسی دیوی یا دیوتا یا کسی حضرت کے آستانے پر کچھ گستاخی کی ہو گی، اس کا خمیازہ ہے جو تو بھگت رہا ہے کہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے اور وہی بستیاں جن میں کل تُو عزت کے ساتھ رہتا تھا۔ آج وہاں گالیوں اور پتھروں سے تیری تواضع ہو رہی ہے۔

اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اُس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور یہاں تم کو بسایا ہے۔ لہٰذا تم اس سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا ربّ قریب ہے اور وہ دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔"[۲۱]

انھوں نے کہا "اے صالحؑ، اس سے پہلے تُو ہمارے درمیان ایسا شخص تھا جس سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ کیا تُو ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ تُو جس طریقے کی طرف ہمیں بُلا رہا ہے اس کے بارے میں ہم کو سخت شُبہ ہے جس نے ہمیں خلجان میں ڈال رکھا ہے"۔

صالحؑ نے کہا "اے برادرانِ قوم، تم نے کچھ اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر مَیں اپنے ربّ کی طرف سے ایک صاف شہادت رکھتا تھا، اور پھر اس نے اپنی رحمت سے بھی مجھ کو نواز دیا تو اس کے بعد اللہ کی پکڑ سے مجھے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں؟ تم میرے کس کام آسکتے ہو سوائے اس کے کہ مجھے اور زیادہ خسارے میں ڈال دو۔ اور اے میری قوم کے لوگو، دیکھو یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لیے ایک نشانی ہے۔ اسے خدا کی زمین میں چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دو۔ اس سے ذرا تعرّض نہ کرنا ورنہ کچھ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ تم پر خدا کا عذاب آجائے گا۔"

مگر انھوں نے اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس پر صالحؑ نے ان کو خبردار کر دیا کہ "بس اب تین دن اپنے گھروں میں اور رہ بس لو۔ یہ ایسی میعاد ہے جو جھوٹی نہ ثابت ہوگی۔"

---

[۲۱] اس مختصر سے فقرے میں حضرت صالحؑ نے شرک کے سارے کاروبار کی جڑ کاٹ دی ہے مشرکین سمجھتے ہیں اور ہوشیار لوگوں نے ان کو ایسا سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے کہ خداوند عالم کا آستانہ قدس عام انسانوں کی دسترس سے بہت ہی دُور ہے۔ اس کے دربار تک بھلا عام آدمی کی پہنچ کیسے ہوسکتی ہے۔ وہاں تک دعاؤں کا پہنچنا اور پھر ان کا جواب ملنا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ پاک رُوحوں کا وسیلہ نہ ڈھونڈا جائے اور ان مذہبی منصب داروں کی خدمات نہ حاصل کی جائیں جو اوپر تک نذریں نیازیں اور عرضیاں پہنچانے کے ڈھب جانتے ہیں یہی وہ غلط فہمی ہے جس نے بندے اور خدا کے درمیان بہت سے چھوٹے بڑے معبودوں اور سفارشیوں کا ایک جمِ غفیر کھڑا کر دیا۔ حضرت صالح علیہ السّلام جاہلیت کے اس پورے طلسم کو صرف دو

آخرکار جب ہمارے فیصلے کا وقت آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے صالحؑ کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بچالیا اور اُس دن کی رسوائی سے اُن کو محفوظ رکھا۔ بے شک تیرا ربّ ہی دراصل طاقتور اور بالا دست ہے۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا تھا تو ایک سخت دھماکے نے ان کو دھرلیا اور وہ اپنی بستیوں میں اس طرح بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے کہ گویا وہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

سُنو! ثمود نے اپنے ربّ سے کفر کیا۔ سُنو! دُور پھینک دیے گئے ثمود!۔ ع

اور دیکھو، ابراہیمؑ کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لیے ہوئے پہنچے۔ کہا تم پر سلام ہو۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیمؑ ایک بھُنا ہُوا بچھڑا (ان کی ضیافت کے لیے) لے آیا۔[۲۲] مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے[۲۳] تو وہ اُن سے مُشتبہ ہو گیا اور دِل میں اُن سے خوف محسوس کرنے لگا۔ انھوں نے کہا "ڈرو نہیں ہم تو لوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔" ابراہیمؑ کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یہ سُن کر ہنس دی۔ پھر ہم نے اُس کو اسحاقؑ اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوش خبری دی۔ وہ بولی "ہائے میری کم بختی![۲۴] کیا اب میرے ہاں اولاد ہوگی جب کہ میں بڑھیا پھونس ہو گئی اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے"۔

لفظوں سے توڑ پھینکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ قریب ہے دوسرے یہ کہ وہ دعاؤں کا جواب دینے والا ہے یعنی تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کہ وہ تم سے دُور ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ تم براہِ راست اس کو پکار کر اپنی دعاؤں کا جواب حاصل نہیں کر سکتے۔ تم میں سے ایک ایک شخص اپنے پاس ہی اس کو پا سکتا ہے اس سے سرگوشی کر سکتا ہے۔ اپنی عرضیاں براہِ راست اس کے حضور پیش کر سکتا ہے اور پھر وہ براہِ راست اپنے ہر بندے کی دعاؤں کا جواب بھی خود دیتا ہے پس جب سلطانِ کائنات کا دربارِ عام ہر وقت ہر شخص کے لیے کھلا ہے اور ہر شخص کے قریب ہی موجود ہے تو یہ تم کس حماقت میں پڑے ہو کہ اس کے لیے واسطے اور وسیلے اور سفارشی ڈھونڈتے پھرتے ہو؟

[۲۲] اس سے معلوم ہُوا کہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے ہاں انسانی صورت میں پہنچے تھے اور ابتداءً انہوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا، اِس لیے حضرت ابراہیمؑ نے خیال کیا کہ یہ کوئی اجنبی مہمان ہیں اور ان کے آتے ہی فوراً ان کی ضیافت کا انتظام فرمایا۔

[۲۳] اس سے حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہُوا کہ یہ فرشتے ہیں۔

[۲۴] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت سارہ فی الواقع اس پر خوش ہونے کے بجائے اُلٹی اس کو کمبختی سمجھتی تھیں بلکہ دراصل یہ اس قسم کے الفاظ میں سے ہے جو عورتیں بالعموم تعجب کے مواقع پر بولا کرتی ہیں۔

فرشتوں نے کہا ”اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیمؑ کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، اور یقیناً اللہ نہایت قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے“۔

پھر جب ابراہیمؑ کی گھبراہٹ دُور ہو گئی اور (اولاد کی بشارت سے) اس کا دل خوش ہو گیا تو اُس نے قومِ لُوط کے معاملہ میں ہم سے جھگڑا شروع کیا۔ [۲۵] حقیقت میں ابراہیمؑ، بڑا حلیم اور نرم دِل آدمی تھا اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔ (آخر کار ہمارے فرشتوں نے اس سے کہا) ”اے ابراہیمؑ، اس سے باز آ جاؤ تمھارے ربّ کا حکم ہو چکا ہے اور اب ان لوگوں پر وہ عذاب آ کر رہے گا جو کسی کے پھیرے نہیں پھر سکتا“۔

اور جب ہمارے فرشتے لُوطؑ کے پاس پہنچے تو ان کی آمد سے وہ بہت گھبرایا اور دِل تنگ ہُوا اور کہنے لگا کہ آج بڑی مصیبت کا دن ہے۔ [۲۶] (ان مہمانوں کا آنا تھا کہ) اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ پہلے سے وہ ایسی ہی بدکاریوں کے خوگر تھے۔ لُوطؑ نے اِن سے کہا ”بھائیو، یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمھارے لیے پاکیزہ تر ہیں۔ [۲۷] کچھ خدا کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں“؟ انھوں نے جواب دیا ”تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حصّہ نہیں ہے۔ اور تُو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم چاہتے کیا ہیں“۔ لُوطؑ نے کہا ”کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمھیں سیدھا کر دیتا، یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اُس کی پناہ لیتا“۔

---

[۲۵] ”جھگڑنے“ کا لفظ اس موقع پر اس انتہائی محبت اور ناز کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ اپنے خدا کے ساتھ رکھتے تھے۔ اس لفظ سے یہ تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے کہ بندے اور خدا کے درمیان بڑی دیر تک ردّ و کد جاری رہتی ہے۔ بندہ اصرار کر رہا ہے کہ کسی طرح قومِ لوط پر سے عذاب ٹال دیا جائے خدا جواب میں کہہ رہا ہے کہ یہ قوم اب خیر سے بالکل خالی ہو چکی ہے اور اس کے جرائم اس حد سے گزر چکے ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت کی جا سکے مگر بندہ ہے کہ پھر یہی کہے جاتا ہے کہ ”پروردگار، اگر تھوڑی سی بھلائی بھی اس میں باقی ہو تو اسے اور ذرا مہلت دیدے شاید کہ وہ بھلائی پھل لے آئے“۔

[۲۶] یہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے ہاں پہنچے تھے اور وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ فرشتے ہیں یہی سبب تھا کہ ان مہمانوں کی آمد سے آپ کو سخت پریشانی و دل تنگی لاحق ہوئی۔ اپنی قوم کو جانتے تھے کہ وہ کیسی بدکردار اور کتنی بے حیا ہو چکی ہے۔

[۲۷] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت لُوطؑ نے ان کے سامنے اپنی بیٹیوں کو زنا کے لیے پیش کیا تھا“ یہ

تب فرشتوں نے اس سے کہا کہ ”اے لُوطؑ، ہم تیرے ربّ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ بس تُو کچھ رات رہے اپنے اہل و عیال کو لے کر نکل جا۔ اور دیکھو تم میں سے کوئی شخص پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔ مگر تیری بیوی (ساتھ نہیں جائے گی) کیونکہ اس پر بھی وہی کچھ گزرنے والا ہے جو ان لوگوں پر گزرنا ہے۔ ان کی تباہی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔ صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے“!

پھر جب ہمارے فیصلہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ برسائے جن میں سے ہر پتھر تیرے ربّ کے ہاں نشان زدہ تھا۔ [۲۸] اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دُور نہیں ہے۔ ع

اور مَدیَن والوں کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ اُس نے کہا ”اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ آج میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیر لے گا۔ اور اے برادرانِ قوم، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اللہ کی دی ہوئی بچت تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ اور بہرحال میں تمھارے اوپر کوئی نگرانِ کار نہیں ہوں۔“

انھوں نے جواب دیا ”اے شعیب، کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبُودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں

تمھارے لیے پاکیزہ تر ہیں“ کا فقرہ ایسا غلط مفہوم لینے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ حضرت لوطؑ کا منشا صاف طور پر یہ تھا کہ اپنی شہوتِ نفس کو اس فطری اور جائز طریقے سے پورا کرو جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور اس کے لیے عورتوں کی کمی نہیں ہے۔

[۲۸] یعنی ہر ہر پتھر خدا کی طرف سے نامزد کیا ہوا تھا کہ اسے تباہ کاری کا کیا کام کرنا ہے اور کس پتھر کو کس مجرم پر پڑنا ہے۔

اپنے منشا کے مطابق تصرّف کرنے کا اختیار نہ ہو؟ بس تُو ہی تو ایک عالی ظرف اور راست باز آدمی رہ گیا ہے"!

شعیبؑ نے کہا "بھائیو، تم خود ہی سوچو کہ اگر میں اپنے ربّ کی طرف سے ایک کُھلی شہادت پر تھا اور پھر اس نے مجھے اپنے ہاں سے اچھا رزق بھی عطا کیا[۲۹] (تو اس کے بعد مَیں تمھاری گمراہیوں اور حرام خوریوں میں تمھارا شریکِ حال کیسے ہوسکتا ہوں؟) اور مَیں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں اُن کا خود ارتکاب کروں۔ میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے۔ اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف مَیں رجوع کرتا ہوں۔ اور اے برادرانِ قوم، میرے خلاف تمھاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچادے کہ آخر کار تم پر بھی وہی عذاب آکر رہے جو نوحؑ یا ہودؑ یا صالحؑ کی قوم پر آیا تھا۔ اور لُوطؑ کی قوم تو تم سے کچھ زیادہ دُور بھی نہیں ہے۔ دیکھو! اپنے ربّ سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میرا ربّ رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔"

اُنھوں نے جواب دیا "اے شعیبؑ، تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ تُو ہمارے درمیان ایک بے زور آدمی ہے، تیری برادری نہ ہوتی تو ہم کبھی کا تجھے سنگسار کر چکے ہوتے، تیرا بل بوتا تو اتنا نہیں ہے کہ ہم پر بھاری ہو۔"

شعیبؑ نے کہا "بھائیو، کیا میری برادری تم پر اللہ سے زیادہ بھاری ہے کہ تم نے (برادری کا تو خوف کیا) اور اللہ کو بالکل پسِ پشت ڈال دیا؟ جان رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ اللہ کی گرِفت سے باہر نہیں ہے۔ اے میری قوم کے لوگو، تم اپنے طریقے پر کام کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے پر کرتا رہوں گا، جلدی ہی تمھیں معلوم ہو جائے گا

---

[۲۹] یعنی اگر میرے ربّ نے مجھے حق شناس بصیرت بھی دی ہو اور رزقِ حلال بھی عطا کیا ہو تو میرے لیے یہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ جب خدا نے مجھ پر یہ فضل کیا ہے تو میں تمہاری گمراہیوں اور حرام خوریوں کو حق اور حلال کہہ کر اس کی ناشکری کروں۔

CS CamScanner

کہ کس پر ذِلّت کا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ تم بھی انتظار کرو اور مَیں بھی تمھارے ساتھ چشم براہ ہوں۔"

آخر کار جب ہمارے فیصلے کا وقت آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیبؑ اور اس کے ساتھی مومنوں کو بچا لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک سخت دھماکے نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی وہاں رہے بسے ہی نہ تھے۔

سُنو! مَدْیَن والے بھی دُور پھینک دیے گئے جس طرح ثمود پھینکے گئے تھے۔ ع

اور موسیٰؑ کو ہم نے اپنی نشانیوں اور کُھلی سندِ ماموریت کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت کی طرف بھیجا، مگر انھوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی، حالانکہ فرعون کا حکم راستی پر نہ تھا۔ قیامت کے روز وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور اپنی پیشوائی میں انھیں دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ کیسی بدتر جائے وُرُود ہے یہ جس پر کوئی پہنچے! اور اُن لوگوں پر دنیا میں بھی لعنت پڑی اور قیامت کے روز بھی پڑے گی۔ کیسا بُرا صِلہ ہے یہ جو کسی کو ملے!

یہ چند بستیوں کی سرگزشت ہے جو ہم تمھیں سُنا رہے ہیں۔ اِن میں سے بعض اَب بھی کھڑی ہیں اور بعض کی فصل کٹ چکی ہے۔ ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا، اُنھوں نے آپ ہی اپنے اوپر ستم ڈھایا۔ اور جب اللہ کا حکم آ گیا تو ان کے وہ معبُود جنھیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے ان کے کچھ کام نہ آ سکے اور انھوں نے ہلاکت و بربادی کے سوا انھیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

اور تیرا ربّ جب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہُوا کرتی ہے،

فی الواقع اس کی پکڑ بڑی سخت اور دَردناک ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس میں ایک نشانی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو عذابِ آخرت کا خوف کرے۔ وہ ایک دِن ہوگا جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور پھر جو کچھ بھی اس روز ہوگا سب کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ ہم اس کے لانے میں کچھ بہت زیادہ تاخیر نہیں کر رہے ہیں، بس ایک گِنی چُنی مدّت اس کے لیے مقرر ہے۔ جب وہ آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی، اِلّا یہ کہ خدا کی اجازت سے کچھ عرض کرے۔ پھر کچھ لوگ اس روز بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔ جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے (جہاں گرمی اور پیاس کی شِدّت سے) وہ ہانپیں گے اور پُھنکارے ماریں گے۔ اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں،[۳۰] اِلّا یہ کہ تیرا ربّ کچھ اور چاہے۔ بے شک تیرا ربّ پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔ رہے وہ لوگ جو نیک بخت نکلیں گے، تو وہ جنّت میں جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، اِلّا یہ کہ تیرا ربّ کچھ اور چاہے۔ ایسی بخشش اِن کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

پس اے نبیؐ، تُو اُن معبُودوں کی طرف سے کسی شک میں نہ رہ جن کی یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ یہ تو (بس لکیر کے فقیر بنے ہوئے) اُسی طرح پُوجا پاٹ کیے جا رہے ہیں جس طرح پہلے اِن کے باپ دادا کرتے تھے، اور ہم ان کا حصّہ انھیں بھرپور دیں گے بغیر اس کے کہ اِس میں کچھ کاٹ کسر ہو۔ ع

ہم اس سے پہلے موسیٰؑ کو بھی کتاب دے چکے ہیں اور اس کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا تھا (جس طرح آج اس کتاب کے بارے میں کیا جا رہا ہے جو تمھیں دی گئی ہے) اگر تیرے ربّ کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ کر دی گئی ہوتی تو اِن اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کا فیصلہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یہ واقعہ ہے کہ یہ لوگ اِس کی طرف سے شک اور خلجان میں پڑے ہوئے ہیں۔

---

[۳۰] محاورے کے طور پر یہ الفاظ ہمیشگی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ تیرا ربّ انھیں ان کے اعمال کا پُورا پُورا بدلہ دے کر رہے گا، یقیناً وہ اِن کی سب حرکتوں سے باخبر ہے۔ پس اے نبیؐ، تم اور تمھارے وہ ساتھی جو (کفر و بغاوت سے ایمان و اطاعت کی طرف) پلٹ آئے ہیں ٹھیک راہِ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمھیں حکم دیا گیا ہے اور بندگی کی حد سے تجاوز نہ کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر تمھارا ربّ نگاہ رکھتا ہے۔ اِن ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنّم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور تمھیں کوئی ایسا ولی و سرپرست نہ ملے گا جو خدا سے تمھیں بچا سکے اور کہیں سے تم کو مدد نہ پہنچے گی۔ اور دیکھو، نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔[۳۱] درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دُور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاددہانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔ اور صبر کر، اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔

پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہلِ خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے اِن قوموں میں سے بچا لیا، ورنہ ظالم لوگ تو انھی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انھیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مُجرم بن کر رہے۔ تیرا ربّ ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔ بے شک تیرا ربّ اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے۔ اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے ربّ کی رحمت ہے۔ اِسی (آزادیٔ انتخاب و اختیار اور امتحان) کے لیے تو اس نے انھیں پیدا کیا تھا۔

---

[۳۱] دن کے سروں سے مراد صبح اور مغرب ہے اور کچھ رات گزرنے پر سے مراد عشا کا وقت ہے (نماز کے اوقات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۸، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۰، اور سورۂ روم آیات ۱۷۔۱۸)۔

CS CamScanner

اور تیرے ربّ کی وہ بات پوری ہوگئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنّم کو جنّوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

اور اے نبیؐ، یہ پیغمبروں کے قصّے جو ہم تمھیں سُناتے ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم تمھارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔ رہے وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے، تو اُن سے کہہ دو کہ تم اپنے طریقے پر کام کرتے رہو اور ہم اپنے طریقے پر کیے جاتے ہیں، انجام کار کا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چُھپا ہُوا ہے سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس اے نبیؐ، تُو اُس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ، جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو تیرا ربّ اس سے بے خبر نہیں ہے۔ ع

سورۂ یوسف (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا۔ل۔ر، یہ اُس کتاب کی آیات ہیں جو اپنا مدّعا صاف صاف بیان کرتی ہے۔ ہم نے اِسے نازل کیا ہے[۱] قرآن بنا کر عربی زبان میں تاکہ تم (اہلِ عرب) اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔ اے نبیؐ، ہم اس قرآن کو تمھاری طرف وحی کر کے بہترین پیرایہ میں واقعات اور حقائق تم سے بیان کرتے ہیں، ورنہ اِس سے پہلے تو (اِن چیزوں سے) تم بالکل ہی بے خبر تھے۔

یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا ”ابا جان، میں نے خواب

---

[۱] قرآن کے لُغوی معنی ہیں پڑھنا اور کتاب کو اس نام سے موسوم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ عام و خاص سب کے پڑھنے کے لیے ہے اور بکثرت پڑھی جانے والی چیز ہے۔

دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔" جواب میں اُس کے باپ نے کہا، "بیٹا اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سُنانا ورنہ وہ تیرے درپے آزار ہو جائیں گے،[۲] حقیقت یہ ہے کہ شیطان آدمی کا کُھلا دشمن ہے۔ اور ایسا ہی ہوگا (جیسا تُو نے خواب میں دیکھا ہے کہ) تیرا ربّ تجھے (اپنے کام کے لیے) منتخب کرے گا اور تجھے باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھائے گا[۳] اور تیرے اوپر اور آلِ یعقوبؑ پر اپنی نعمت اسی طرح پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے وہ تیرے بزرگوں، ابراہیمؑ اور اسحاقؑ پر کر چکا ہے، یقیناً تیرا ربّ علیم اور حکیم ہے"۔ ؏

حقیقت یہ ہے کہ یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں اِن پوچھنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا "یہ یوسف اور اس کا بھائی،[۴] دونوں ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک پُورا جتھا ہیں، سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابّا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں۔ چلو یوسفؑ کو قتل کر دو یا اسے کہیں پھینک دو تاکہ تمھارے والد کی توجّہ صرف تمھاری ہی طرف ہو جائے۔ یہ کام کر لینے کے بعد پھر نیک بن رہنا"۔ اِس پر اُن میں سے ایک بولا "یوسفؑ کو قتل نہ کرو، اگر کچھ کرنا ہی ہے تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو، کوئی آتا جاتا قافلہ اسے نکال لے جائے گا۔"

---

[۲] حضرت یوسفؑ کے دس بھائی دوسری ماؤں سے تھے اور ایک اِن سے چھوٹا اور ان کا سگا بھائی تھا۔ حضرت یعقوبؑ کو معلوم تھا کہ سوتیلے بھائی یوسفؑ سے حسد رکھتے ہیں اور اخلاق کے لحاظ سے بھی ایسے صالح نہیں ہیں کہ اپنا مطلب نکالنے کے لیے کوئی ناروا کارروائی کرنے میں انہیں کوئی تامّل ہو۔ اس لیے انہوں نے اپنے صالح بیٹے کو متنبہ فرما دیا کہ ان سے ہوشیار رہنا۔ خواب کا صاف مطلب یہ تھا کہ سورج سے مراد حضرت یعقوبؑ چاند سے مراد ان کی بیوی (حضرت یوسفؑ کی سوتیلی والدہ) اور گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں۔

[۳] اصل میں "تَاوِیْلِ الْاَحَادِیْث" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا مطلب محض تعبیرِ خواب کا علم نہیں ہے جیسا کہ گمان کیا گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے معاملہ فہمی اور حقیقت رسی کی تعلیم دے گا اور وہ بصیرت تجھ کو عطا کرے گا جسے تُو ہر معاملہ کی گہرائی میں اُترنے اور اس کی تہ کو پہنچنے کے قابل ہو جائے گا۔

[۴] اس سے مراد حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی بن یمین ہیں جو ان سے کئی سال چھوٹے تھے۔

اس قرارداد پر انھوں نے جا کر اپنے باپ سے کہا ”ابا جان، کیا بات ہے کہ آپ یوسفؑ کے معاملہ میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے سچے خیر خواہ ہیں؟ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے، کچھ چر چگ لے گا[۵] اور کھیل کود سے بھی دل بہلائے گا۔ ہم اس کی حفاظت کو موجود ہیں۔“ باپ نے کہا، ”تمھارا اسے لے جانا مجھے شاق گزرتا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ پھاڑ کھائے جب کہ تم اس سے غافل ہو۔“ انھوں نے جواب دیا ”اگر ہمارے ہوتے اسے بھیڑیے نے کھا لیا، جب کہ ہم ایک جتھا ہیں تب تو ہم بڑے ہی نکمے ہوں گے۔“ اس طرح اصرار کر کے جب وہ اسے لے گئے اور انھوں نے طے کر لیا کہ اسے ایک اندھے کنوئیں میں چھوڑ دیں، تو ہم نے یوسفؑ کو وحی کی کہ ”ایک وقت آئے گا جب تُو ان لوگوں کو اُن کی یہ حرکت جتائے گا، یہ اپنے فعل کے نتائج سے بے خبر ہیں“۔ شام کو وہ روتے پیٹتے اپنے باپ کے پاس آئے اور کہا ”ابا جان، ہم دَوڑ کا مقابلہ کرنے میں لگ گئے تھے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ اتنے میں بھیڑیا آ کر اسے کھا گیا۔ آپ ہماری بات کا یقین نہ کریں گے چاہے ہم سچے ہی ہوں۔“ اور وہ یوسفؑ کے قمیص پر جھُوٹ مُوٹ کا خون لگا کر لے آئے تھے۔ یہ سُن کر اُن کے باپ نے کہا ”بلکہ تمھارے نفس نے تمھارے لیے ایک بڑے کام کو آسان بنا دیا۔ اچھا، صبر کروں گا اور بخوبی صبر کروں گا، جو بات تم بنا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔“

اُدھر ایک قافلہ آیا اور اس نے اپنے سقّے کو پانی لانے کے لیے بھیجا سقّے نے جو کنوئیں میں ڈول ڈالا تو (یوسفؑ کو دیکھ کر) پکار اٹھا ”مبارک ہو، یہاں تو ایک لڑکا ہے“۔

---

[۵] اردو محاورے میں بچہ اگر جنگل میں چل پھر کر کچھ پھل توڑتا اور کھاتا پھرے تو اس کے لیے پیار کے انداز میں یہ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

اُن لوگوں نے اس کو مالِ تجارت سمجھ کر چُھپا لیا، حالانکہ جو کچھ وہ کر رہے تھے خدا اس سے باخبر تھا۔ آخر کار انھوں نے تھوڑی سی قیمت پر چند درہموں کے عوض اُسے بیچ ڈالا اور وہ اُس کی قیمت کے معاملہ میں کچھ زیادہ کے اُمیدوار نہ تھے۔ؑ

مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا "اس کو اچھی طرح رکھنا، بعید نہیں کہ یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔" اس طرح ہم نے یوسفؑ کے لیے اس سرزمین میں قدم جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا انتظام کیا۔ اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے قوّتِ فیصلہ اور علم عطا کیا، اس طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں۔

جس عورت کے گھر میں وہ تھا وہ اُس پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک روز دروازے بند کر کے بولی "آجا۔" یوسفؑ نے کہا "خدا کی پناہ، میرے ربّ [۶] نے تو مجھے اچھی منزلت بخشی (اور میں یہ کام کروں!) ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے۔" وہ اُس کی طرف بڑھی اور یوسفؑ بھی اس کی طرف بڑھتا اگر اپنے ربّ کی بُرہان نہ دیکھ لیتا۔ [۷] ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دُور کر دیں، درحقیقت وہ ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ آخر کار یوسفؑ اور وہ آگے پیچھے دروازے کی طرف بھاگے اور اس نے پیچھے سے یوسفؑ کا قمیص (کھینچ کر) پھاڑ دیا۔ دروازے پر دونوں نے اس کے شوہر کو موجود پایا۔

---

[۶] عام طور پر مفسّرین اور مترجمین نے یہ سمجھا ہے کہ یہاں "میرے ربّ" کا لفظ حضرت یوسفؑ نے اس شخص کے لیے استعمال کیا ہے جس کی ملازمت میں وہ اس وقت تھے اور ان کے اس جواب کا مطلب یہ تھا کہ میرے آقا نے تو مجھے ایسی اچھی طرح رکھا ہے، پھر میں یہ نمک حرامی کیسے کر سکتا ہوں کہ اس کی بیوی سے زنا کروں۔ لیکن یہ بات ایک نبی کی شان سے بہت گری ہوئی ہے کہ وہ ایک گناہ سے باز رہنے میں اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی بندے کا لحاظ کرے اور قرآن میں اس کی کوئی نظیر بھی موجود نہیں ہے کہ کسی نبی نے کبھی خدا کے سوا کسی اور کو اپنا ربّ کہا ہو۔

[۷] بُرہان کے معنی ہیں دلیل اور حجت کے۔ ربّ کی بُرہان سے مراد خدا کی سُجھائی ہوئی وہ دلیل ہے جس کی بنا پر حضرت یوسفؑ کے ضمیر نے ان کے نفس کو اس بات کا قائل کیا کہ اس عورت کی دعوتِ عیش قبول

اُسے دیکھتے ہی عورت کہنے لگی، ”کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری گھر والی پر نیت خراب کرے؟ اِس کے سوا اور کیا سزا ہو سکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے سخت عذاب دیا جائے؟“ یوسفؑ نے کہا ”یہی مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی“۔ اس عورت کے اپنے کنبہ والوں میں سے ایک شخص نے (قرینے کی) شہادت پیش کی کہ اگر یوسفؑ کا قمیص آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا، اور اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہو تو عورت جھوٹی ہے۔ اور یہ سچا“۔[۸] جب شوہر نے دیکھا کہ یوسفؑ کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے۔ تو اس نے کہا ”یہ تم عورتوں کی چالاکیاں ہیں، واقعی بڑے غضب کی ہوتی ہیں تمھاری چالیں۔ یوسفؑ، اس معاملہ سے درگزر کر۔ اور اے عورت، تُو اپنے قصور کی معافی مانگ، تُو ہی اصل میں خطار کار تھی۔“ ع

شہر کی عورتیں آپس میں چرچا کرنے لگیں[۹] کہ ”عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے، محبت نے اس کو بے قابو کر رکھا ہے، ہمارے نزدیک تو وہ صریح غلطی کر رہی ہے۔“ اُس نے جو اُن کی یہ مکّارانہ باتیں سُنیں تو ان کو بُلاوا بھیج دیا اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس آراستہ کی اور ضیافت میں ہر ایک کے آگے ایک ایک چھری رکھ دی، (پھر عین اس وقت جب کہ وہ پھل کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھیں) اس نے یوسفؑ کو اشارہ کیا کہ اِن کے سامنے نکل آ۔

کرنا تجھے زیبا نہیں ہے اور وہ دلیل پچھلے فقرے میں گزر چکی ہے کہ ”میرے ربّ نے تو مجھے یہ منزلت بخشی اور میں ایسا بُرا کام کروں، ایسے ظالموں کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہُوا کرتی“۔

[۸] مطلب یہ ہے کہ اگر یوسفؑ کا قمیص سامنے سے پھٹا ہو تو یہ اس بات کی صریح علامت ہے کہ اقدام یوسفؑ کی جانب سے تھا اور عورت اپنے آپ کو بچانے کے لیے کشمکش کر رہی تھی۔ لیکن اگر یوسفؑ کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عورت اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھی اور یوسفؑ اس سے بچ کر نکل جانا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ قرینے کی ایک اور شہادت بھی اس شہادت میں چھپی ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ اس شاہد نے توجہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے قمیص کی طرف دلائی۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ عورت کے جسم یا اس کے لباس پر تشدد کی کوئی علامت سرے سے پائی ہی نہ جاتی تھی حالانکہ اگر یہ مقدمہ اقدامِ زنا بالجبر کا ہوتا تو عورت پر اس کے کھلے آثار پائے جاتے۔

[۹] عزیز اس شخص کا نام نہ تھا بلکہ مصر میں کسی بڑے ذی اقتدار آدمی کے لیے اصطلاح کے طور پر یہ لقب استعمال ہوتا تھا۔

جب ان عورتوں کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ دنگ رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور بے ساختہ پکار اٹھیں '' حاشالِلّٰہ، یہ شخص اِنسان نہیں ہے، یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔'' عزیز کی بیوی نے کہا '' دیکھ لیا، یہ ہے وہ شخص جس کے معاملہ میں تم مجھ پر باتیں بناتی تھیں۔ بے شک میں نے اِسے رِجھانے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا، اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید کیا جائے گا اور بہت ذلیل و خوار ہوگا۔''

یوسفؑ نے کہا '' اے میرے ربّ! قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں۔ اور اگر تُو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دَفع نہ کیا تو میں اُن کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔'' اس کے ربّ نے اس کی دُعا قبول کی اور ان عورتوں کی چالیں اِس سے دفع کر دیں، بے شک وہی ہے جو سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

پھر اُن لوگوں کو یہ سُوجھی کہ ایک مدّت کے لیے اِسے قید کر دیں حالانکہ وہ (اس کی پاک دامنی اور خود اپنی عورتوں کے بُرے اَطوار کی) صریح نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ع [۱۰]

قید خانے میں دو غلام اور بھی اس کے ساتھ داخل ہوئے۔ ایک روز ان میں سے ایک نے کہا ''میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں''۔ دوسرے نے کہا ''میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں اور پرندے اِن کو کھا رہے ہیں۔'' دونوں نے کہا ''ہمیں اِس کی تعبیر بتایئے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں۔'' یوسفؑ نے کہا '' یہاں جو کھانا تمھیں مِلا کرتا ہے اُس کے آنے سے پہلے میں تمھیں اِن خوابوں کی

---

[۱۰] اِس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو شرائطِ اِنصاف کے مطابق عدالت میں مجرم ثابت کیے بغیر بس یونہی پکڑ کر جیل بھیج دینا، بے ایمان حکمرانوں کی پرانی سنّت ہے۔ اس معاملے میں بھی آج کے شیاطین چار ہزار برس پہلے کے اشرار سے کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں ہیں۔

CS CamScanner

تعبیر بتادوں گا۔ یہ اُن عُلوم میں سے ہے جو میرے ربّ نے مجھے عطا کیے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے اُن لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، اپنے بزرگوں ابراہیمؑ، اسحاقؑ، اور یعقوبؑ کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرائیں۔ درحقیقت یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر (کہ اس نے اپنے سوا کسی کا بندہ ہمیں نہیں بنایا) مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے زنداں کے ساتھیو، تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرّق ربّ بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے آباؤ اجداد نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ فرمانروائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کیلئے نہیں ہے۔ اُس کا حکم ہے کہ خود اُس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی ٹھیٹھ سیدھا طریقِ زندگی ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اے زنداں کے ساتھیو، تمھارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم میں سے ایک تو اپنے ربّ (شاہِ مصر)[۱] کو شراب پلائے گا، رہا دُوسرا تو اسے سُولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ فیصلہ ہوگیا اس بات کا جو تم پوچھ رہے تھے۔"

پھر اُن میں سے جس کے متعلق خیال تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا اس سے یوسفؑ نے کہا کہ "اپنے ربّ (شاہِ مصر) سے میرا ذکر کرنا"۔ مگر شیطان نے اسے ایسا غفلت میں ڈالا کہ وہ اپنے ربّ (شاہِ مصر) سے اس کا ذِکر کرنا بھول گیا اور یوسفؑ کئی

---

[۱] آیت ۲۳ کے ساتھ اس آیت کو ملا کر پڑھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے جب میرا ربّ کہا تو اس سے مراد اللہ تعالٰی کی ذات تھی اور جب شاہِ مصر کے غلام سے کہا کہ تُو اپنے ربّ کو شراب پلائے گا تو اس سے مراد شاہِ مصر تھا کیونکہ وہ مصر کے بادشاہ ہی کو اپنا ربّ سمجھتا تھا۔

سال قید خانے میں پڑا رہا ؏

ایک روز بادشاہ [۱۲] نے کہا "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی۔ اے اہلِ دربار، مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خوابوں کا مطلب سمجھتے ہو۔" لوگوں نے کہا "یہ تو پریشان خوابوں کی باتیں ہیں اور ہم اس طرح کے خوابوں کا مطلب نہیں جانتے۔"

ان دو قیدیوں میں سے جو شخص بچ گیا تھا اور اسے ایک مدّتِ دراز کے بعد اب بات یاد آئی، اور اس نے کہا "میں آپ حضرات کو اس کی تاویل بتاتا ہوں، مجھے ذرا (قید خانے میں یوسفؑ کے پاس) بھیج دیجیے۔"

اُس نے جا کر کہا "یوسفؑ اے سراپا راستی، [۱۳] مجھے اس خواب کا مطلب بتا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی، شاید کہ میں اُن لوگوں کے پاس واپس جاؤں اور شاید کہ وہ جان لیں۔" [۱۴] یوسفؑ نے کہا "سات برس تک لگاتار تم کھیتی باڑی کرتے رہو گے۔ اِس دوران میں جو فصلیں تم کاٹو ان میں سے بس تھوڑا سا حصّہ، جو تمھاری خوراک کے کام آئے، نکالو اور باقی کو اس کی بالوں ہی میں رہنے دو۔ پھر سات برس بہت سخت آئیں گے۔ اُس زمانے میں وہ سب غلّہ کھا لیا جائے گا جو تم اس وقت کے لیے جمع کرو گے۔ اگر کچھ بچے گا تو بس وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو۔ اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں بارانِ رحمت سے لوگوں کی فریاد رسی کی جائے گی اور وہ رَس نچوڑیں گے۔" ؏

---

[۱۲] بیچ میں کئی سال کے زمانۂ قید کا حال چھوڑ کر اب سر رشتۂ بیان اس مقام سے جوڑا جاتا ہے جہاں سے حضرت یوسفؑ کا دُنیوی عروج شروع ہُوا۔

[۱۳] اصل میں لفظ "صِدِّیق" استعمال ہُوا ہے عربی زبان میں سچائی اور راستبازی کے انتہائی مرتبے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قید خانے کے زمانۂ قیام میں اس شخص نے یوسف علیہ السّلام کی سیرتِ پاک سے کیسا گہرا اثر لیا تھا اور یہ اثر ایک مدّتِ دراز گزر جانے کے بعد بھی کتنا راسخ تھا۔

[۱۴] یعنی آپ کی قدر و منزلت جان لیں اور ان کو احساس ہو کہ کس پایہ کے آدمی کو انھوں نے کہاں بند کر رکھا ہے اور اس طرح مجھے اپنا وہ وعدہ پورا کرنے کا موقع مل جائے جو میں نے آپ سے قید کے زمانہ میں کیا تھا۔

بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ۔ مگر جب شاہی فرستادہ یوسفؑ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا ”اپنے ربّ کے پاس واپس جا اور اُس سے پوچھ کہ اُن عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟ میرا ربّ تو ان کی مکاری سے واقف ہی ہے۔“

اس پر بادشاہ نے ان عورتوں سے دریافت کیا، ”تمھارا کیا تجربہ ہے اس وقت کا جب تم نے یوسفؑ کو رِجھانے کی کوشش کی تھی؟“ سب نے یک زبان ہو کر کہا ”حاشا اللہ، ہم نے تو اُس میں بدی کا شائبہ تک نہ پایا“۔ عزیز کی بیوی بول اٹھی ”اب حق کھل چکا ہے، وہ میں ہی تھی جس نے اس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی، بے شک وہ بالکل سچا ہے۔“

(یوسفؑ نے کہا) ”اس سے میری غرض یہ تھی کہ (عزیز) یہ جان لے کہ میں نے درِ پردہ اس کی خیانت نہیں کی تھی، اور یہ کہ جو خیانت کرتے ہیں اِن کی چالوں کو اللہ کامیابی کی راہ پر نہیں لگاتا۔ میں کچھ اپنے نفس کی برأت نہیں کر رہا ہوں، نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے اِلاّ یہ کہ کسی پر میرے ربّ کی رحمت ہو، بے شک میرا ربّ بڑا غفور و رحیم ہے۔“

بادشاہ نے کہا ”انھیں میرے پاس لاؤ تاکہ میں اُن کو اپنے لیے مخصوص کر لوں۔“ جب یوسفؑ نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا ”اب آپ ہمارے ہاں قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ اور آپکی امانت پر پورا بھروسہ ہے۔“ یوسفؑ نے کہا ”ملک کے خزانے میرے سپرد کیجیے، میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔“

اِس طرح ہم نے اُس سرزمین میں یوسفؑ کے لیے اقتدار کی راہ ہموار کی۔ وہ مختار تھا کہ اس میں جہاں چاہے اپنی جگہ بنائے۔ [۱۵]

---

[۱۵] یعنی اب ساری سرزمین مصر اُس کی تھی۔ اس کی ہر جگہ کو وہ اپنی جگہ کہہ سکتا تھا۔ وہاں کوئی گوشہ بھی ایسا نہ رہا تھا جو اس سے روکا جا سکتا ہو۔ یہ گویا اس کامل تسلّط اور ہمہ گیر اقتدار کا بیان ہے جو حضرت یوسفؑ کو اس ملک پر حاصل تھا۔ قدیم مفسّرین بھی اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں چنانچہ ابن زید اس کے معنی بیان کرتے ہیں کہ ”ہم نے یوسفؑ کو ان سب چیزوں کا مالک بنا دیا جو مصر میں تھیں۔ دنیا کے اس حصے میں وہ جہاں جو کچھ چاہتا کر سکتا تھا۔ وہ سرزمین اس کے حوالے کر دی گئی تھی۔ حتی کہ اگر وہ چاہتا کہ فرعون کو اپنا زیر دست کر لے اور خود اس سے بالاتر ہو جائے تو یہ بھی کر سکتا تھا۔“ مجاھد کا خیال ہے کہ بادشاہِ مصر نے یوسفؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا۔

ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں، نیک لوگوں کا اجر ہمارے ہاں مارا نہیں جاتا، اور آخرت کا اجر اُن لوگوں کے لیے زیادہ بہتر ہے جو ایمان لے آئے اور خدا ترسی کے ساتھ کام کرتے رہے۔ ع

یوسفؑ کے بھائی مصر آئے اور اُس کے ہاں حاضر ہوئے۔ [۱۶] اس نے انھیں پہچان لیا مگر وہ اس سے نا آشنا تھے۔ پھر جب اس نے اُن کا سامان تیار کروا دیا تو چلتے وقت ان سے کہا "اپنے سوتیلے بھائی کو میرے پاس لانا۔ دیکھتے نہیں ہو کہ میں کس طرح پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور کیسا اچھا مہمان نواز ہوں۔ اگر تم اسے نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمھارے لیے کوئی غلّہ نہیں ہے بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا"۔ [۱۷] انھوں نے کہا "ہم کوشش کریں گے کہ والد صاحب اسے بھیجنے پر راضی ہو جائیں، اور ہم ایسا ضرور کریں گے"۔ یوسفؑ نے اپنے غلاموں کو اشارہ کیا کہ "ان لوگوں نے غلّے کے عوض جو مال دیا ہے وہ چپکے سے ان کے سامان ہی میں رکھ دو۔" یہ یوسفؑ نے اس اُمید پر کیا کہ گھر پہنچ کر وہ اپنا واپس پایا ہوا مال پہچان جائیں گے (یا اس فیاضی پر احسان مند ہوں گے) اور عجب نہیں کہ پھر پلٹیں۔

جب وہ اپنے باپ کے پاس گئے تو کہا "ابا جان، آئندہ ہم کو غلّہ دینے سے انکار کر دیا گیا ہے، لہٰذا آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ ہم غلّہ لے کر آئیں۔ اور اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔" باپ نے جواب دیا "کیا میں اس کے معاملہ میں تم پر ویسا ہی بھروسہ کروں جیسا اِس سے پہلے اُس کے بھائی کے معاملہ میں کر چکا ہوں؟ اللہ ہی بہتر محافظ ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے"۔

---

[۱۶] یہاں پھر سات آٹھ برس کے واقعات درمیان میں چھوڑ کر سلسلۂ بیان اس جگہ سے جوڑ دیا گیا ہے جہاں سے اسرائیل کے مصر منتقل ہونے کی ابتدا ہوئی۔

[۱۷] یہ بات حضرت یوسفؑ نے اس بناء پر فرمائی ہوگی کہ قحط کی وجہ سے مصر میں غلّے پر کنٹرول تھا۔ غلّہ لینے کے لیے یہ دس بھائی آئے تھے مگر وہ اپنے والد اور اپنے گیارھویں بھائی کا حصہ بھی مانگتے ہوں گے۔ اس پر حضرت یوسفؑ نے کہا ہوگا کہ تمہارے والد کے خود نہ آنے کے لیے تو یہ عذر معقول ہو سکتا ہے کہ وہ بہت بوڑھے اور نابینا ہیں مگر بھائی کے نہ آنے کا کیا معقول سبب ہو سکتا ہے؟ خیر اس وقت تو ہم تمہاری زبان کا اعتبار کر کے تم کو پورا غلّہ دے دیتے ہیں مگر آئندہ اگر تم اس کو ساتھ نہ لائے تو تمہارا اعتبار جاتا رہے گا اور تمہیں یہاں سے کوئی غلّہ نہ ملے گا۔

CS CamScanner

پھر جب انھوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ اُن کا مال بھی اُنھیں واپس کر دیا گیا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ پکار اٹھے "ابّا جان، اور ہمیں کیا چاہیے، دیکھیے یہ ہمارا مال بھی ہمیں واپس دے دیا گیا ہے۔ بس اب ہم جائیں گے اور اپنے اہل وعیال کے لیے رسد لے کر آئیں گے، اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک بارِ شتر اور زیادہ بھی لے آئیں گے، اتنے غلّہ کا اضافہ آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔" اُن کے باپ نے کہا "میں اس کو ہر گز تمھارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کے نام سے مجھ کو پیمان نہ دے دو کہ اسے میرے پاس ضرور واپس لے کر آؤ گے اِلّا یہ کہ تم گھیر ہی لیے جاؤ۔" جب اُنھوں نے اس کو اپنے اپنے پیمان دے دیے تو اس نے کہا "دیکھو، ہمارے اس قول پر اللہ نگہبان ہے۔" پھر اِس نے کہا "میرے بچّو، مصر کے دار السلطنت میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا[۱۸] بلکہ مختلف دروازوں سے جانا۔ مگر مَیں اللہ کی مشیّت سے تم کو نہیں بچا سکتا، حکم اس کے سوا کسی کا بھی نہیں چلتا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا، اور جس کو بھی بھروسہ کرنا ہو اسی پر کرے۔" اور واقعہ بھی یہی ہُوا کہ جب وہ اپنے باپ کی ہدایت کے مطابق شہر میں (متفرّق دروازوں سے) داخل ہوئے تو اس کی یہ احتیاطی تدبیر اللہ کی مشیّت کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہ آسکی۔ ہاں بس یعقوبؑ کے دل میں جو ایک کھٹک تھی اسے دُور کرنے کے لیے اس نے اپنی سی کوشش کر لی۔ بے شک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم سے صاحبِ علم تھا مگر اکثر لوگ معاملہ کی حقیقت کو جانتے نہیں ہیں۔ ع

یہ لوگ یوسفؑ کے حضور پہنچے تو اُس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس الگ بُلا لیا اور اسے بتا دیا کہ "میں تیرا وہی بھائی ہوں (جو کھویا گیا تھا) اب تُو ان باتوں کا غم نہ کر جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں"۔ [۱۹]

---

[۱۸] غالباً حضرت یعقوبؑ کو اندیشہ ہوگا کہ اس قحط کے زمانے میں اگر یہ لوگ ایک جتھا بنے ہوئے مصر میں داخل ہوں گے تو شاید انہیں مشتبہ سمجھا جائے اور یہ گمان کیا جائے کہ یہ یہاں لُوٹ مار کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔

[۱۹] غالباً اس ملاقات میں بن یمین نے سنایا ہوگا کہ ان کے پیچھے سوتیلے بھائیوں نے اس سے کیا کیا بدسلوکیاں کیں حضرت یوسفؑ نے بھائی کو تسلّی دی ہوگی کہ اب تم میرے پاس ہی رہو گے ان ظالموں کے پنجے میں تم کو دوبارہ نہیں جانے دوں گا۔ بعید نہیں کہ اسی موقع پر دونوں بھائیوں میں یہ بھی طے ہو گیا ہو کہ بن یمین کو مصر میں روک رکھنے کے لیے کیا تدبیر کی جائے گی جس سے وہ پردہ بھی پڑا رہے جو حضرت یوسفؑ "مصلحتاً" ابھی ڈالے رکھنا چاہتے تھے۔

جب یوسفؑ ان بھائیوں کا سامان لدوانے لگا تو اُس نے اپنے بھائی کے سامان میں اپنا پیالہ رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا "اے قافلے والو! تم لوگ چور ہو۔" انھوں نے پلٹ کر پوچھا "تمھاری کیا چیز کھوئی گئی"؟ سرکاری ملازموں نے کہا "بادشاہ کا پیمانہ ہم کو نہیں ملتا"۔ (اور اُن کے جمعدار نے کہا) "جو شخص لا کر دے گا اس کے لیے ایک بارِ شُتر انعام ہے، اس کا مَیں ذِمّہ لیتا ہوں۔" ان بھائیوں نے کہا "خدا کی قسم، تم لوگ خوب جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور ہم چوریاں کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔" انھوں نے کہا "اچھا، اگر تمھاری بات جھوٹی نکلی تو چور کی کیا سزا ہے"؟ انھوں نے کہا "اُس کی سزا؟ جس کے سامان میں سے چیز نکلے وہ آپ ہی اپنی سزا میں رکھ لیا جائے، ہمارے ہاں تو ایسے ظالموں کو سزا دینے کا یہی طریقہ ہے۔" تب یوسفؑ نے اپنے بھائی سے پہلے اُن کی خُرجیوں کی تلاشی لینی شروع کی، پھر اپنے بھائی کی خُرجی سے گُم شُدہ چیز برآمد کر لی۔ اس طرح ہم نے یوسفؑ کی تائید اپنی تدبیر سے کی۔ اُس کا یہ کام نہ تھا کہ بادشاہ کے دین (یعنی مصر کے شاہی قانون) میں اپنے بھائی کو پکڑتا اِلّا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے۔[۲۰] ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں، اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحبِ علم سے بالاتر ہے۔

ان بھائیوں نے کہا "یہ چوری کرے تو کچھ تعجب کی بات بھی نہیں، اس سے پہلے اس کا بھائی (یوسفؑ) بھی چوری کر چکا ہے۔" یوسفؑ ان کی یہ بات سُن کر پی گیا، حقیقت ان پر نہ کھولی بس (زیرِ لب) اتنا کہہ کر رہ گیا کہ "بڑے ہی بُرے ہو تم لوگ، (میرے منہ در منہ مجھ پر) جو الزام تم لگا رہے ہو اس کی حقیقت خدا خوب جانتا ہے"۔

---

[۲۰] عام طور پر اس آیت کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ "یوسفؑ بادشاہ کے قانون کی رُو سے اپنے بھائی کو نہ پکڑ سکتا تھا"۔ لیکن اگر اس کے یہ معنی لیے جائیں تو بات بالکل مہمل ہو جاتی ہے۔ بادشاہ کے قانون میں چور کو نہ پکڑ سکنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا دنیا میں کبھی کوئی سلطنت ایسی بھی رہی ہے جس کا قانون چور کو گرفتار کرنے کی اجازت نہ دیتا ہو؟ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسفؑ کا یہ کام نہ تھا کہ بادشاہ کے قانون کے مطابق عمل کرے اسی لیے حضرت یوسفؑ نے بھائیوں سے اِن کے ہاں کا قانون پُوچھا اور شریعتِ ابراہیمی کے مطابق اپنے بھائی کو پکڑا۔

CS CamScanner

انھوں نے کہا "اے سردارِ ذی اقتدار (عزیز)،[۲۱] اس کا باپ بہت بوڑھا آدمی ہے، اِس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، ہم آپ کو بڑا ہی نیک نفس انسان پاتے ہیں"۔ یوسفؑ نے کہا "پناہ بخدا، دوسرے کسی شخص کو ہم کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے[۲۲] اس کو چھوڑ کر دوسرے کو رکھیں گے تو ہم ظالم ہوں گے"۔ ع

جب وہ یوسفؑ سے مایوس ہو گئے تو ایک گوشے میں جا کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اِن میں جو سب سے بڑا تھا وہ بولا "تم جانتے نہیں ہو کہ تمھارے والد تم سے خدا کے نام پر عہد و پیمان لے چکے ہیں؟ اور اس سے پہلے یوسفؑ کے معاملہ میں جو تم کر چکے ہو وہ بھی تم کو معلوم ہے۔ اب میں تو یہاں سے ہرگز نہ جاؤں گا جب تک کہ میرے والد مجھے اجازت نہ دیں، یا پھر اللہ ہی میرے حق میں کوئی فیصلہ فرما دے کہ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔ تم جا کر اپنے والد سے کہو کہ "ابّا جان، آپ کے صاحب زادے نے چوری کی ہے۔ ہم نے اِسے چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہُوا ہے بس وہی ہم بیان کر رہے ہیں، اور غیب کی نگہبانی تو ہم نہ کر سکتے تھے۔ آپ اُس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیجیے جہاں ہم تھے۔ اس قافلے سے دریافت کر لیجیے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں"۔

باپ نے یہ داستان سُن کر کہا "دراصل تمھارے نفس نے تمھارے لیے ایک اور بڑی

---

[۲۱] یہاں لفظ "عزیز" حضرت یوسفؑ کے لیے جو استعمال ہُوا ہے صرف اس کی بنا پر مفسّرین نے قیاس کر لیا کہ حضرت یوسفؑ اسی منصب پر مامور ہوئے تھے جس پر اس سے پہلے زلیخا کا شوہر مامور تھا لیکن ہم حاشیہ ۹ میں وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ مصر میں کسی خاص منصب کا نام نہ تھا بلکہ محض "صاحبِ اقتدار" کے معنی میں استعمال کیا جاتا تھا۔

[۲۲] احتیاط ملاحظہ ہو کہ "چور" نہیں کہتے بلکہ کہتے یہ ہیں کہ جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے۔ اسی کو اصطلاحِ شرع میں "توریہ" کہتے ہیں یعنی "حقیقت پر پردہ ڈالنا" یا "امرِ واقعہ کو چھپانا" جب کسی مظلوم کو ظالم سے بچانے یا کسی بڑے مظلمہ کو دفع کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہ ہو کہ کچھ خلافِ واقعہ بات کہی جائے یا کوئی خلافِ حقیقت حیلہ کیا جائے تو ایسی صورت میں ایک پرہیزگار آدمی صریح جھوٹ بولنے سے احتراز کرتے ہوئے ایسی بات کہنے یا ایسی تدبیر کرنے کی کوشش کرے گا جس سے حقیقت کو

بات کو سہل بنا دیا۔ [۲۳] اچھا اس پر بھی صبر کروں گا اور بخوبی کروں گا۔ کیا بعید کہ اللہ اِن سب کو مجھ سے لا ملائے، وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کے سب کام حکمت پر مبنی ہیں۔" پھر وہ ان کی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ "ہائے یوسف!" وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹا جا رہا تھا اور اس کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔ بیٹوں نے کہا "خدارا! آپ تو بس یوسفؑ ہی کو یاد کیے جاتے ہیں۔ نوبت یہ آ گئی ہے کہ اس کے غم میں اپنے آپ کو گھلا دیں گے یا اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔" اُس نے کہا "میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا، اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو۔ میرے بچو، جا کر یوسفؑ اور اس کے بھائی کی کچھ ٹوہ لگاؤ، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اس کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہُوا کرتے ہیں۔"

جب یہ لوگ مصر جا کر یوسفؑ کی پیشی میں داخل ہوئے تو انھوں نے عرض کیا کہ "اے سردارِ با اقتدار، ہم اور ہمارے اہل و عیال سخت مصیبت میں مبتلا ہیں، اور ہم کچھ حقیر سی پونجی لے کر آئے ہیں، آپ ہمیں بھرپور غلّہ عنایت فرمائیں اور ہم کو خیرات دیں، اللہ خیرات دینے والوں کو جزا دیتا ہے۔" (یہ سُن کر یوسفؑ سے نہ رہا گیا) اُس نے کہا "تمھیں کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب کہ تم نادان تھے؟" وہ چونک کر بولے "ہائیں! کیا تم یوسفؑ ہو؟" اس نے کہا "ہاں، میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا۔

چھپا کر بدی کو دفع کیا جا سکے۔ اب دیکھیے کہ اس سارے معاملہ میں حضرت یوسفؑ نے کس طرح جائز تَورِیَہ کی شرائط پوری کی ہیں بھائی کی رضامندی سے اس کے سامان میں پیالہ رکھ دیا۔ مگر ملازموں سے یہ نہیں کہا کہ اس پر چوری کا الزام لگاؤ پھر جب سرکاری ملازم چوری کے الزام میں ان لوگوں کو پکڑ لائے تو خاموشی کے ساتھ اٹھ کر تلاشی لے لی پھر اب جو اُن بھائیوں نے کہا کہ بن یمین کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے تو اس کے جواب میں بھی انہی کی بات ان پر اُلٹ دی کہ تمہارا اپنا فتویٰ یہ تھا کہ جس کے سامان میں سے مال نکلا ہے اسی کو رکھ لیا جائے سو اب تمہارے سامنے بن یمین کے سامان میں سے ہمارا مال نکلا ہے اور اسی کو ہم رکھے لیتے ہیں، دوسرے کو اس کی جگہ کیسے رکھ سکتے ہیں؟۔

[۲۳] یعنی تمہارے نزدیک یہ باور کر لینا بہت آسان ہے کہ میرا بیٹا جس کے حسنِ سیرت سے میں خوب واقف

CS CamScanner

حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ کے ہاں ایسے نیک لوگوں کا اجر مارا نہیں جاتا۔" اُنھوں نے کہا "بخدا کہ تم کو اللہ نے ہم پر فضیلت بخشی اور واقعی ہم خطا کار تھے"۔ اُس نے جواب دیا " آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ جاؤ، میری یہ قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے منہ پر ڈال دو، ان کی بینائی پلٹ آئے گی، اور اپنے سب اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ۔" ع

جب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہُوا تو اُن کے باپ نے (کنعان میں) کہا "میں یوسفؑ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، تم لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ میں بڑھاپے میں سٹھیا گیا ہوں۔" گھر کے لوگ بولے " خدا کی قَسم آپ ابھی تک اپنے اسی پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔"

پھر جب خوشخبری لانے والا آیا تو اس نے یوسفؑ کی قمیص یعقوبؑ کے منہ پر ڈال دی اور یکایک اس کی بینائی عود کر آئی۔ تب اس نے کہا " میں تم سے کہتا نہ تھا؟ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔" سب بول اٹھے " ابا جان، آپ ہمارے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا کریں، واقعی ہم خطا کار تھے۔" اُس نے کہا " میں اپنے رَبّ سے تمھارے لیے معافی کی درخواست کروں گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔"

پھر جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اپنے سب کنبے والوں سے کہا " چلو اب شہر میں چلو، اللہ نے چاہا تو امن چین سے رہو گے۔"

(شہر میں داخل ہونے کے بعد) اس نے اپنے والدین کو اُٹھا کر اپنے پاس تخت پر بٹھایا

ہوں، ایک پیالے کی چوری کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ پہلے تمہارے لیے اپنے بھائی کو جان بوجھ کر گم کر دینا اور اس کے قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آنا بہت آسان ہو گیا تھا اب ایک دوسرے بھائی کو واقعی چور مان لینا اور مجھے آ کر اس کی خبر دینا بھی ویسا ہی آسان ہو گیا۔

اور سب اس کے آگے بے اختیار سجدے میں جُھک گئے۔ [۲۴] یوسفؑ نے کہا، ”ابا جان، یہ تعبیر ہے میرے اُس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا، میرے ربّ نے اسے حقیقت بنا دیا۔ اُس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا، اور آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا، حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرا ربّ غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مَشِیّت پوری کرتا ہے، بے شک وہ علیم اور حکیم ہے۔ اے میرے ربّ، تُو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھایا۔ زمین و آسمان کے بنانے والے، تُو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجامِ کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا“۔

اے نبیؐ، یہ قِصّہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تم پر وحی کر رہے ہیں، ورنہ تم اُس وقت موجود نہ تھے جب یوسفؑ کے بھائیوں نے آپس میں اتفاق کر کے سازش کی تھی۔ مگر تم خواہ کتنا ہی چاہو اِن میں سے اکثر لوگ مان کر دینے والے نہیں ہیں۔ حالانکہ تم اِس خدمت پر اِن سے کوئی اُجرت بھی نہیں مانگتے ہو۔ یہ تو ایک نصیحت ہے جو دنیا والوں کے لیے عام ہے۔ ع

زمین اور آسمانوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔ ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اُس کے ساتھ دوسروں کو شریک

---

[۲۴] اس لفظ ”سجدہ“ سے بکثرت لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، حتّٰی کہ ایک گروہ نے تو اسی سے استدلال کر کے بادشاہوں اور پیروں کے لیے سجدۂ تحیّہ اور سجدۂ تعظیمی کا جواز نکال لیا۔ دوسرے لوگوں کو اس قباحت سے بچنے کے لیے اس کی یہ توجیہ کرنی پڑی اور اگلی شریعتوں میں صرف سجدۂ عبادت غیر اللہ کے لیے حرام تھا باقی رہا وہ سجدہ جو عبادت کے جذبہ سے خالی ہو تو وہ خدا کے سوا دوسروں کو بھی کیا جا سکتا ہے، البتہ شریعتِ محمدیؐ میں ہر قسم کا سجدہ غیر اللہ کے لیے حرام کر دیا گیا لیکن ساری غلط فہمیاں دراصل اس وجہ سے پیدا ہوئی ہیں کہ لفظ ”سجدہ“ کو موجودہ اسلامی اصطلاح کا ہم معنی سمجھ لیا گیا یعنی ہاتھ، گھٹنے اور پیشانی زمین پر ٹکانا، حالاں کہ سجدہ کے اصل معنی محض جھکنے کے ہیں اور یہاں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

ٹھیراتے ہیں۔ کیا یہ مطمئن ہیں کہ خدا کے عذاب کی کوئی بلا اِنھیں دبوچ نہ لے گی یا بے خبری میں قیامت کی گھڑی اچانک ان پر نہ آجائے گی تم اِن سے صاف کہدو کہ "میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بُلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔"

اے نبیؐ تم سے پہلے ہم نے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی انسان ہی تھے اور انھی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے، اور اُنھی کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے ہیں۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ اُن قوموں کا انجام انھیں نظر نہ آیا جو اِن سے پہلے گزر چکی ہیں؟ یقیناً آخرت کا گھر اُن لوگوں کے لیے اور زیادہ بہتر ہے۔ جنھوں نے (پیغمبروں کی بات مان کر) تقوٰی کی رَوِش اختیار کی۔ کیا اب بھی تم لوگ نہ سمجھو گے؟ (پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ وہ مدتوں نصیحت کرتے رہے اور لوگوں نے سُن کر جواب نہ دیا) یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا تھا، تو یکایک ہماری مدد پیغمبروں کو پہنچ گئی۔ پھر جب ایسا موقع آجاتا ہے تو ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جسے ہم چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں اور مجرموں پر سے تو ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جا سکتا۔

اگلے لوگوں کے اِن قصّوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انھی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل [۴۵] اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔ ع

---

[۴۵] یعنی ہر اس چیز کی تفصیل جو انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ضروری ہے۔ بعض لوگ ہر چیز کی تفصیل سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں اور پھر ان کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جنگلات اور طب اور ریاضی اور دوسرے علوم و فنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی اور کچھ دوسرے لوگ زبردستی ہر فن کی تفصیل قرآن سے نکالنے لگتے ہیں۔

سورۂ رَعد (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا۔ل۔م۔ر، یہ کتابِ الٰہی کی آیات ہیں، اور جو کچھ تمھارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ عین حق ہے، مگر (تمھاری قوم کے) اکثر لوگ مان نہیں رہے ہیں۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں، [۱] پھر وہ اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہُوا، اور اُس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ اِس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقتِ مقرّر تک کے لیے چل رہی ہے۔ اور اللہ ہی اس سارے کام کی تدبیر فرما رہا ہے۔ وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے [۲] شاید کہ تم اپنے ربّ کی ملاقات کا یقین کرو۔

اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلا رکھی ہے، اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں اور دریا بہا دیے ہیں۔ اُسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ اِن ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطّے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے، مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ اِن سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

---

[۱] بالفاظِ دیگر آسمانوں کو غیر محسوس اور غیر مرئی سہاروں پر قائم کیا۔ بظاہر کوئی چیز فضائے بسیط میں ایسی نہیں ہے۔ جو اِن بے حد و حساب اَجرامِ فلکی کو تھامے ہوئے ہو، مگر ایک غیر محسوس طاقت ہے جو ہر ایک کو اس کے مقام و مدار پر روکے ہوئے ہے اور ان عظیم الشان اجسام کو زمین پر گرنے نہیں دیتی۔

[۲] یعنی اس امر کی نشانیاں کہ رسولِ خدا جن حقیقتوں کی خبر دے رہے ہیں وہ فی الواقع سچی حقیقتیں ہیں۔ کائنات میں ہر طرف ان پر گواہی دینے والے آثار موجود ہیں اگر لوگ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو انہیں نظر آ جائے کہ قرآن میں جن جن باتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے زمین و آسمان میں پھیلے ہوئے بیشمار نشانات اِن کی تصدیق کر رہے ہیں۔

اب اگر تمھیں تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے۔ کہ "جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے"؟ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ربّ سے کفر کیا ہے۔[۳] یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں۔[۴] یہ جہنّمی ہیں اور جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے جلدی مچا رہے ہیں[۵] حالانکہ اِن سے پہلے (جو لوگ اس رَوِش پر چلے ہیں ان پر خدا کے عذاب کی) عبرتناک مثالیں گزر چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ لوگوں کی زیادتیوں کے باوجود ان کے ساتھ چشم پوشی سے کام لیتا ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تیرا ربّ سخت سزا دینے والا ہے۔

یہ لوگ جنھوں نے تمھاری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ "اس شخص پر اُس کے رَبّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اُتری"؟ تم تو محض خبردار کر دینے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے۔ ع

اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے، جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اُس کے ہاں ایک مقدار مقرّر ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ، اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہُوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو، اُس کے لیے سب یکساں ہیں۔

---

[۳] یعنی ان کا آخرت سے انکار دراصل خدا سے اور اس کی قدرت اور حکمت سے انکار ہے۔ یہ صرف اتنا ہی نہیں کہتے کہ ہمارا مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا غیر ممکن ہے بلکہ ان کے اسی قول میں یہ خیال بھی پوشیدہ ہے کہ معاذ اللہ وہ خدا عاجز و درماندہ اور نادان و بے خرد ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

[۴] گردن میں طوق پڑا ہونا قیدی ہونے کی علامت ہے ان لوگوں کی گردنوں میں طوق پڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت کے، اپنی خواہشات نفس کے اور اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کے اسیر بنے ہوئے ہیں، یہ آزادانہ غور و فکر نہیں کر سکتے انھیں ان کے تعصبات نے ایسا جکڑ رکھا ہے کہ یہ آخرت کو نہیں مان سکتے اگرچہ اس کا ماننا سراسر معقول ہے۔ اور انکار آخرت پر جمے ہوئے ہیں اگرچہ وہ سراسر نامعقول ہے۔

[۵] یعنی عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔

وہی ہے جو تمھارے سامنے بجلیاں چمکاتا ہے جنھیں دیکھ کر تمھیں اندیشے بھی لاحق ہوتے ہیں اور امیدیں بھی بندھتی ہیں۔ وہی ہے جو پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتا ہے۔ بادلوں کی گرج اُس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے[۶] اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور (بسا اوقات) انھیں جس پر چاہتا ہے عین اُس حالت میں گرا دیتا ہے جب کہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ فی الواقع اُس کی چال بڑی زبردست ہے۔

اُسی کو پکارنا برحق ہے۔[۷] رہیں وہ دوسری ہستیاں جنھیں اُس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ اُن کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ انھیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اُس سے درخواست کرے کہ تُو میرے منہ تک پہنچ جا، حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دُعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیرِ بے ہدف! وہ تو اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرھاً سجدہ کر رہی ہے[۸] اور سب چیزوں کے سائے صبح و شام اُس

---

[۶] یعنی بادلوں کی گرج یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس خدا نے یہ ہوائیں چلائیں، یہ بھاپیں اٹھائیں، یہ کثیف بادل جمع کیے اس بجلی کو بارش کا ذریعہ بنایا اور اس طرح زمین کی مخلوقات کے لیے پانی کی بہم رسانی کا انتظام کیا، وہ اپنی حکمت اور قدرت میں کامل ہے اپنی صفات میں بے عیب ہے اور اپنی خدائی میں لاشریک ہے۔ جانوروں کی طرح سُننے والے تو ان بادلوں میں گرج کی آواز ہی سُنتے ہیں، مگر جو ہوش کے کان رکھتے ہیں وہ بادلوں کی زبان سے توحید کا اعلان سُنتے ہیں۔

[۷] پکارنے سے مراد اپنی حاجتوں میں مدد کے لیے پکارنا ہے مطلب یہ ہے کہ حاجت روائی و مشکل کشائی کے سارے اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لیے صرف اسی سے دعائیں مانگنا برحق ہے۔

کے آگے جُھکتے ہیں۔[٩]

اِن سے پوچھو، آسمان و زمین کا ربّ کون ہے؟ کہو، اللہ۔ پھر اِن سے کہو کہ جب حقیقت یہ ہے تو کیا تم نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبودوں کو اپنا کارساز ٹھیرا لیا جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے؟ کہو، کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہُوا کرتا ہے؟ کیا روشنی اور تاریکیاں یکساں ہوتی ہیں؟ اور اگر ایسا نہیں تو کیا اِن کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں نے بھی اللہ کی طرح کچھ پیدا کیا ہے کہ اُس کی وجہ سے ان پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہوگیا۔؟ کہو، ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا ہے، سب پر غالب!

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا۔ پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئے۔ اور ایسے ہی جھاگ اُن دھاتوں پر بھی اٹھتے ہیں جنھیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اسی مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے۔ جو جھاگ ہے وہ اُڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اس طرح اللہ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے۔

جن لوگوں نے اپنے ربّ کی دعوت قبول کر لی اُن کے لیے بھلائی ہے، اور جنھوں نے اسے قبول نہ کیا وہ اگر زمین کی ساری دولت کے بھی مالک ہوں اور اتنی ہی اور فراہم کر لیں تو وہ خدا کی پکڑ سے بچنے کے لیے اس سب کو فدیہ میں دے ڈالنے پر تیار ہو جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے بُری طرح حساب لیا جائے گا۔

www.KitaboSunnat.com

---

[٨] سجدے سے مراد اطاعت میں جھکنا، حکم بجالانا اور سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔

[٩] سایوں کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اشیاء کے سایوں کا صبح و شام مغرب اور مشرق کی طرف گرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ سب چیزیں کسی کے امر کی مطیع اور کسی کے قانون سے مسخر ہیں۔

اور اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے، بہت ہی بُرا ٹھکانا۔ ع

بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو تمھارے ربّ کی اِس کتاب کو جو اُس نے تم پر نازل کی ہے حق جانتا ہے، اور وہ شخص جو اس حقیقت کی طرف سے اندھا ہے، دونوں یکساں ہو جائیں؟ نصیحت تو دانش مند لوگ ہی قبول کیا کرتے ہیں۔ اور اُن کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اُسے مضبوط باندھنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے۔ اُن کی رَوِش یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انھیں برقرار رکھتے ہیں، اپنے رَبّ سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں اُن سے بُری طرح حساب نہ لیا جائے۔ اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے ربّ کی رضا کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں، اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ آخرت کا گھر انھی لوگوں کے لیے ہے۔ یعنی ایسے باغ جو اُن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔ وہ خود بھی اُن میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے آباؤ اجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائکہ ہر طرف سے اُن کے استقبال کے لیے آئیں گے۔ اور اُن سے کہیں گے ”تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اُس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو“۔ پس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر۔ رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں، جو اُن رابطوں کو کاٹتے ہیں جنھیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لیے آخرت میں بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نَپا تُلا رزق دیتا ہے۔ یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ ع

یہ لوگ جنھوں نے (رسالتِ محمدیؐ کو ماننے سے) انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں "اِس شخص پر اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری"۔ کہو، اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنھوں نے (اس نبیؐ کی دعوت) کو مان لیا ہے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہُوا کرتا ہے۔ پھر جن لوگوں نے دعوتِ حق کو مانا اور نیک عمل کیے وہ خوش نصیب ہیں اور اِن کے لیے اچھا انجام ہے۔

اے نبیؐ، اِسی شان سے ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے[۱۰] ایک ایسی قوم میں جس سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں، تا کہ تم اِن لوگوں کو وہ پیغام سناؤ جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے، اس حال میں کہ یہ اپنے نہایت مہربان خدا کے کافر بنے ہوئے ہیں۔ اِن سے کہو کہ وہی میرا ربّ ہے، اُس کے سوا کوئی معبُود نہیں ہے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی میرا ملجا و ماوٰی ہے۔

اور کیا ہو جاتا اگر کوئی ایسا قرآن اُتار دیا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے، یا زمین شق ہو جاتی، یا مُردے قبروں سے نکل کر بولنے لگتے؟ (اس طرح کی نشانیاں دکھا دینا کچھ مشکل نہیں ہے) بلکہ سارا اختیار ہی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔[۱۱] پھر کیا اہلِ ایمان (ابھی تک کُفّار کی طلب کے جواب میں کسی نشانی کے ظہور کی آس لگائے بیٹھے ہیں اور وہ یہ جان کر) مایوس نہیں ہو گئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سارے انسانوں کو ہدایت دے دیتا؟[۱۲] جن لوگوں نے خدا کے ساتھ کفر کا رَویّہ اختیار کر رکھا ہے

---

[۱۰] یعنی کسی ایسی نشانی کے بغیر جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔

[۱۱] یعنی نشانیوں کے نہ دکھانے کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دکھانے پر قادر نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان طریقوں سے کام لینا اللہ کی مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اصل مقصود تو ہدایت ہے نہ کہ ایک نبی کی نبوّت کو منوا لینا اور ہدایت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ لوگوں کی فکر و بصیرت کی اصلاح ہو۔

[۱۲] یعنی اگر سمجھ بوجھ کے بغیر محض ایک غیر شعوری ایمان مطلوب ہوتا تو اس کے لیے نشانیاں دکھانے کے تکلف

اُن پر اُن کے کرتُوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہتی ہے، یا اُن کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللّٰہ کا وعدہ آن پورا ہو۔ یقیناً اللّٰہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ ع تم سے پہلے بھی بہت سے رسُولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے مگر مَیں نے ہمیشہ منکرین کو ڈھیل دی اور آخر کار اُن کو پکڑ لیا، پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔

پھر کیا وہ جو ایک ایک مُتنفّس کی کمائی پر نظر رکھتا ہے (اُس کے مقابلے میں جسارتیں کی جارہی ہیں کہ) لوگوں نے اس کے کچھ شریک ٹھیرا رکھے ہیں؟ اے نبیؐ، ان سے کہو (اگر واقعی وہ خدا کے اپنے بنائے ہوئے شریک ہیں تو) ذرا اُن کے نام لو کہ وہ کون ہیں؟ کیا تم اللّٰہ کو ایک نئی بات کی خبر دے رہے ہو جسے وہ اپنی زمین میں نہیں جانتا؟ یا تم لوگ بس یونہی جو منہ میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ حق کو ماننے سے انکار کیا ہے ان کے لیے ان کی مکّاریاں [۱۳] خوشنما بنا دی گئی ہیں اور وہ راہِ راست سے روک دیے گئے ہیں، پھر جس کو اللّٰہ گمراہی میں پھینک دے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی ہی میں عذاب ہے، اور آخرت کا عذاب اُس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو انھیں خدا سے بچانے والا ہو۔ خدا ترس انسانوں کے لیے جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے پھل دائمی ہیں اور اس کا سایہ لازوال۔ یہ انجام ہے متّقی لوگوں کا۔ اور منکرینِ حق کا انجام یہ ہے کہ ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔

اے نبیؐ، جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اِس کتاب سے جو ہم نے تم پر نازل کی ہے، خوش ہیں اور مختلف گروہوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو

کی کیا حاجت تھی یہ کام تو اس طرح بھی ہو سکتا تھا کہ اللّٰہ سارے انسانوں کو مومن ہی پیدا کر دیتا۔

[۱۳] اس شرک کو مکاری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ دراصل جن ستاروں اور سیاروں یا فرشتوں یا ارواح یا بزرگ انسانوں کو خدائی صفات اور اختیارات کا حامل قرار دیا گیا ہے، اور جن کو خدا کے مخصوص حقوق میں شریک بنا لیا گیا ہے، ان میں سے کسی نے بھی نہ اِن صفات و اختیارت کا دعوٰی کیا نہ ان حقوق کا مطالبہ کیا اور نہ لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ تم ہمارے آگے پرستش کے مراسم ادا کرو ہم تمہارے کام بنایا کریں گے۔ یہ تو چالاک انسانوں کا کام ہے کہ انہوں نے عوام پر اپنی خدائی کا سکہ جمانے کے لیے

نہیں مانتے۔ تم صاف کہہ دو کہ "مجھے تو صرف اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھیراؤں، لہٰذا میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اُسی کی طرف میرا رُجوع ہے۔" اِسی ہدایت کے ساتھ ہم نے یہ فرمانِ عربی تم پر نازل کیا ہے۔ اب اگر تم نے اس عِلم کے باوجود جو تمھارے پاس آچکا ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی تمھارا حامی و مددگار ہے اور نہ کوئی اس کی پکڑ سے تم کو بچا سکتا ہے۔ ع

تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسُول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا[۱۴] اور کسی رسُول کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی خود لا دکھاتا۔ ہر دَور کے لیے ایک کتاب ہے۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اُمّ الکتاب اُسی کے پاس ہے۔[۱۵]

اور اے نبیؐ، جس بُرے انجام کی دھمکی ہم اِن لوگوں کو دے رہے ہیں اس کا کوئی حصّہ خواہ ہم تمھارے جیتے جی دکھا دیں یا اس کے ظہور میں آنے سے پہلے ہم تمھیں اٹھا لیں، بہرحال تمھارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم اس سرزمین پر چلے آرہے ہیں اور اس کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے چلے آتے ہیں؟[۱۶] اللہ حکومت کر رہا ہے، کوئی اس کے فیصلوں پر نظرِ ثانی کرنے والا نہیں ہے اور اُسے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ اِن سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں وہ بھی بڑی بڑی

اور ان کی کمائیوں میں حصّہ بٹانے کے لیے کچھ بناوٹی خدا تصنیف کیے، لوگوں کو ان کا معتقد بنایا اور اپنے آپ کو کسی نہ کسی طور پر ان کا نمائندہ ٹھیرا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا شروع کر دیا۔

[۱۴] یہ ایک اعتراض کا جواب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ اچھا نبی ہے جو بیوی اور بچے رکھتا ہے۔ بھلا پیغمبروں کو بھی خواہشاتِ نفسانی سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے حالانکہ قریش کے لوگ خود حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے۔

[۱۵] "اُمّ الکتاب" کے معنی ہیں اصل کتاب یعنی وہ منبع و سرچشمہ جس سے تمام کُتبِ آسمانی نکلی ہیں۔

[۱۶] یعنی کیا تمھارے مخالفین کو نظر نہیں آرہا ہے کہ اسلام کا اثر سرزمینِ عرب کے گوشے گوشے میں پھیلتا جا رہا ہے اور چاروں طرف سے ان لوگوں پر حلقہ تنگ ہوتا چلا جاتا ہے؟ یہ ان کی شامت کے آثار نہیں ہیں تو کیا ہیں؟

CS CamScanner

چالیں چل چکے ہیں، مگر اصل فیصلہ کُن چال تو پوری کی پوری اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کیا کچھ کمائی کر رہا ہے، اور عن قریب یہ منکرینِ حق دیکھ لیں گے کہ انجام کس کا بخیر ہوتا ہے۔

یہ منکرین کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ کہو، ”میرے اور تمھارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور پھر اُس شخص کی گواہی جو کتابِ آسمانی کا علم رکھتا ہے“۔ ع

سورۂ ابراھیم (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

ا۔ل۔ر، اے محمدؐ، یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمھاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، اُن کے ربّ کی توفیق سے، اُس خدا کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے[1] اور زمین اور آسمانوں کی ساری موجودات کا مالک ہے۔

اور سخت تباہ کُن سزا ہے قبولِ حق سے انکار کرنے والوں کے لیے۔ جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ راستہ (ان کی خواہشات کے مطابق) ٹیڑھا ہو جائے۔ یہ لوگ گمراہی میں بہت دُور نکل گئے ہیں۔

ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسُول بھیجا ہے، اس نے اپنی قوم ہی کی

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ”کہ ہم اس سرزمین پر چلے آ رہے ہیں ایک نہایت لطیف اندازِ بیان ہے۔“ چونکہ دعوتِ حق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اللہ اس کے پیش کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے کسی سرزمین میں اس دعوت کے پھیلنے کو اللہ تعالیٰ یوں تعبیر فرماتا ہے کہ ہم خود اس سرزمین میں بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

[1] ”حمید“ کا لفظ اگرچہ محمود ہی کا ہم معنی ہے مگر دونوں لفظوں میں ایک لطیف فرق ہے۔ محمود کسی شخص کو اسی وقت کہیں گے جب کہ اس کی تعریف کی گئی ہو یا کی جاتی ہو مگر حمید آپ سے آپ حمد کا مستحق ہے خواہ کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے۔

زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انھیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔ پھر اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے، وہ بالا دست اور حکیم ہے۔

ہم اس سے پہلے موسیٰؑ کو بھی اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیج چکے ہیں۔ اُسے بھی ہم نے حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لا اور انھیں تاریخِ الٰہی[۲] کے سبق آموز واقعات سُنا کر نصیحت کر۔ ان واقعات میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو۔[۳]

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا "اللہ کے اُس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ اس نے تم کو فرعون والوں سے چھڑایا جو تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے، تمھارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمھاری لڑکیوں کو زندہ بچا رکھتے تھے، اس میں تمھارے ربّ کی طرف سے تمھاری بڑی آزمائش تھی۔ ع اور یاد رکھو، تمھارے ربّ نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے"۔ اور موسیٰؑ نے کہا کہ "اگر تم کفر کرو اور زمین کے سارے رہنے والے بھی کافر ہو جائیں تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے"۔

کیا تمھیں[۴] اُن قوموں کے حالات نہیں پہنچے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں؟ قومِ نوحؑ، عاد، ثمود اور اُن کے بعد آنے والی بہت سی قومیں۔ جن کا شمار اللہ ہی کو معلوم ہے؟ اُن کے رسُول جب اُن کے پاس صاف صاف باتیں اور کھلی کھلی نشانیاں لیے ہوئے آئے تو انھوں نے اپنے منہ میں ہاتھ دبا[۵] لیے اور کہا کہ "جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو

---

[۲] "ایّام" کا لفظ عربی زبان میں اصطلاحاً یادگار تاریخی واقعات کے لیے بولا جاتا ہے "ایّام اللہ" سے مراد تاریخِ انسانی کے وہ اہم ابواب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانے کی قوموں اور بڑی بڑی شخصیتوں کو اِن کے اعمال کے لحاظ سے جزا یا سزا دی ہے۔

[۳] یعنی یہ نشانیاں تو اپنی جگہ موجود ہیں مگر ان سے فائدہ اٹھانا صرف اُنہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ کی آزمائشوں سے صبر اور پامردی کے ساتھ گزرنے والے اور اللہ کی نعمتوں کو ٹھیک ٹھیک محسوس کر کے ان کا صحیح شکریہ ادا کرنے والے ہوں۔

[۴] حضرت موسیٰؑ کی تقریر اوپر ختم ہو گئی۔ اب براہِ راست کُفّارِ مکّہ سے خطاب شروع ہوتا ہے۔

[۵] یہ ایسا ہی اندازِ بیان ہے جیسے ہم اردو میں کہتے ہیں کانوں پر ہاتھ رکھے یا دانتوں میں انگلی دبائی۔

ہم اُس کو نہیں مانتے اور جس چیز کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کی طرف سے ہم سخت خلجان آمیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔“ ان کے رسُولوں نے کہا ”کیا خدا کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟ وہ تمھیں بُلا رہا ہے تاکہ تمھارے قصور معاف کرے اور تم کو ایک مدّتِ مقرّر تک مہلت دے۔“ انھوں نے جواب دیا ”تم کچھ نہیں ہو مگر ویسے ہی انسان جیسے ہم ہیں۔ تم ہمیں اُن ہستیوں کی بندگی سے روکنا چاہتے ہو جن کی بندگی باپ دادا سے ہوتی چلی آ رہی ہے۔ اچھا تو لاؤ کوئی صریح سَنَد“۔ اُن کے رسُولوں نے ان سے کہا ”واقعی ہم کچھ نہیں ہیں مگر تم ہی جیسے انسان۔ لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے، اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ تمھیں کوئی سَند لا دیں۔ سَند تو اللہ ہی کے اِذن سے آ سکتی ہے اور اللہ ہی پر اہلِ ایمان کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ ہماری زندگی کی راہوں میں اس نے ہماری رہنمائی کی ہے؟ جو اذیّتیں تم لوگ ہمیں دے رہے ہو اُن پر ہم صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کا بھروسہ اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔“ ع

آخرکار منکرین نے اپنے رسُولوں سے کہہ دیا کہ ”یا تو تمھیں ہماری ملّت میں واپس آنا ہوگا[۶] ورنہ ہم تمھیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔“ تب اُن کے ربّ نے اُن پر وحی بھیجی کہ ”ہم اِن ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔

---

[۶] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السّلام منصبِ نبوّت پر سرفراز ہونے سے پہلے اپنی گمراہ قوموں کی ملّت میں شامل ہُوا کرتے تھے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوّت سے پہلے چونکہ وہ ایک طرح کی خاموش زندگی بسر کرتے تھے، کسی دین کی تبلیغ اور کسی رائج الوقت دین کی تردید نہیں کرتے تھے، اس لیے ان کی قوم یہ سمجھتی تھی کہ وہ ہماری ہی ملّت میں ہیں اور نبوّت کا کام شروع کر دینے کے بعد ان پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ ملّتِ آبائی سے نکل گئے ہیں حالاں کہ وہ نبوّت سے پہلے بھی کبھی مشرکین کی ملّت میں شامل نہ ہوئے تھے کہ اس سے خروج کا الزام ان پر لگ سکتا۔

اور اُن کے بعد تمھیں زمین میں آباد کریں گے۔" یہ انعام ہے اُس کا جو میرے حضور جواب دہی کا خوف رکھتا ہو اور میری وعید سے ڈرتا ہو۔" اُنھوں نے فیصلہ چاہا تھا تو (یوں اُن کا فیصلہ ہُوا) اور ہر جبار دشمنِ حق نے منہ کی کھائی، پھر اس کے بعد آگے اس کے لیے جہنّم ہے وہاں اُسے کچ لہو کا سا پانی پینے کو دیا جائے گا۔ جسے وہ زبردستی حلق سے اُتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل ہی سے اُتار سکے گا۔ موت ہر طرف سے اس پر چھائی رہے گی مگر وہ مرنے نہ پائے گا اور آگے ایک سخت عذاب اس کی جان کا لاگو رہے گا۔

جن لوگوں نے اپنے ربّ سے کفر کیا ہے ان کے اعمال کی مثال اُس راکھ کی سی ہے جسے ایک طوفانی دن کی آندھی نے اڑا دیا ہو۔ وہ اپنے کیے کا کچھ بھی پھَل نہ پاسکیں گے۔ یہی پرلے درجے کی گُم گشتگی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کو حق پر قائم کیا ہے؟ وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی خلقت تمھاری جگہ لے آئے۔ ایسا کرنا اُس پر کچھ بھی دشوار نہیں ہے۔

اور یہ لوگ جب اکٹھے اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اس وقت ان میں سے جو دنیا میں کمزور تھے وہ ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں گے "دنیا میں ہم تمھارے تابع تھے، اب کیا تم اللہ کے عذاب سے ہم کو بچانے کے لیے بھی کچھ کر سکتے ہو"؟ وہ جواب دیں گے "اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمھیں دکھا دیتے اب تو یکساں ہے، خواہ ہم جزع فزع کریں یا صبر، بہرحال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں،" ع

اور جب فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کیے تھے وہ سب سچے تھے اور مَیں نے جتنے وعدے کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہ کیا۔ میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں، میں نے اِس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ یہاں نہ میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری۔ اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا[۷] میں اِس سے بَری الذّمہ ہوں، ایسے ظالموں کے لیے تو دردناک سزا یقینی ہے۔“

بخلاف اِس کے جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہاں وہ اپنے ربّ کے اِذن سے ہمیشہ رہیں گے، اور وہاں ان کا استقبال سلامتی کی مبارک باد سے ہوگا۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اِس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، ہر آن وہ اپنے ربّ کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اِس لیے دیتا ہے کہ لوگ اِن سے سبق لیں۔ اور کلمۂ خبیثہ کی مثال ایک بد ذات درخت کی سی ہے۔ جو زمین کی سطح سے اُکھاڑ پھینکا جاتا ہے، اُس کے لیے کوئی استحکام نہیں ہے۔ ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قولِ ثابت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت، دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے،

---

[۷] ظاہر بات ہے کہ شیطان کو اعتقادی حیثیت سے تو کوئی بھی نہ خدائی میں شریک ٹھہراتا ہے اور نہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ سب اس پر لعنت ہی بھیجتے ہیں البتہ اس کی اطاعت اور غلامی اور اس کے طریقے کی اندھی یا جان بوجھ کر پیروی ضرور کی جا رہی ہے اور اس کو یہاں شرک کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے۔ اللہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے۔ ع

تم نے دیکھا اُن لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی نعمت پائی اور اُسے کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا اور (اپنے ساتھ) اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا۔ یعنی جہنّم، جس میں وہ جُھلسے جائیں گے اور وہ بدترین جائے قرار ہے۔ اور اللہ کے کچھ ہم سر تجویز کر لیے تاکہ وہ انھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں؟۔ ان سے کہو، اچھا مزے کر لو، آخر کار تمھیں پلٹ کر جانا دوزخ ہی میں ہے۔

اے نبیؐ، میرے جو بندے ایمان لائے ہیں اُن سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے کُھلے اور چُھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔

اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اُس کے ذریعہ سے تمھاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پَھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمھارے لیے مسخّر کیا کہ سمندر میں اُس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمھارے لیے مسخّر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخّر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمھارے لیے مسخّر کیا۔ [۸] جس نے وہ سب کچھ تمھیں دیا جو تم نے مانگا۔ [۹] اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے اِنصاف اور ناشُکرا ہے۔ ع

---

[۸] ”تمہارے لیے مسخّر کیا“ کو عام طور پر لوگ غلطی سے تمہارے تابع کر دیا کے معنی میں لے لیتے ہیں اور پھر اس مضمون کی آیات سے عجیب عجیب معنی پیدا کرنے لگتے ہیں حتّی کہ بعض لوگ تو یہاں تک سمجھ بیٹھے کہ ان آیات کی مدد سے تسخیرِ سمٰوٰت وارض انسان کا منتہائے مقصود ہے۔ حالانکہ انسان کے لیے ان چیزوں کو مسخّر کرنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے قوانین کا پابند بنا رکھا ہے جن کی بدولت یہ انسان کے لیے نافع ہو گئی ہیں۔

[۹] یعنی تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی، تمہاری زندگی کے لیے جو کچھ مطلوب تھا مہیا کیا، تمہارے بقا اور ارتقاء کے لیے جن جن وسائل کی ضرورت تھی سب فراہم کر دیے۔

یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے دُعا کی تھی کہ ”پروردگار، اس شہر (یعنی مکّہ) کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچا، پروردگار، اِن بُتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے (ممکن ہے کہ میری اولاد کو بھی یہ گمراہ کر دیں، لہٰذا اُن میں سے) جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تُو درگزر کرنے والا مہربان ہے۔ پروردگار، میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار، یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تُو لوگوں کے دِلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انھیں کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شُکر گزار بنیں۔ پروردگار، تُو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں“۔ اور واقعی اللہ سے کچھ بھی چُھپا ہُوا نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمانوں میں۔ ”شکر ہے اُس خدا کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ جیسے بیٹے دیے، حقیقت یہ ہے کہ میرا ربّ ضرور دُعا سُنتا ہے۔ اے میرے پروردگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں۔) پروردگار، میری دُعا قبول کر۔ پروردگار، مجھے اور میرے والدین[10] کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جب کہ حساب قائم ہوگا۔“ ؏

اَب یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ کو تم اس سے غافل نہ سمجھو۔ اللہ تو انھیں ٹال رہا ہے۔ اس دن کے لیے جب حال یہ ہوگا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہیں،

---

[10] حضرت ابراہیمؑ نے اس دُعائے مغفرت میں اپنے باپ کو اس وعدے کی بنا پر شریک کر لیا تھا جو انہوں نے وطن سے نکلتے وقت کیا تھا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ (مریم آیت ۴۷) مگر بعد میں جب انہیں احساس ہُوا کہ وہ تو اللہ کا دشمن تھا تو انہوں نے اس سے صاف تبرّی فرما دی۔ (التوبہ۔ آیت ۱۱۴)۔

سر اٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہیں، نظریں اُوپر جمی ہیں اور دل اُڑے جاتے ہیں۔ اے نبی، اُس دن سے تم انہیں ڈراوو جب کہ عذاب انھیں آلے گا۔ اس وقت یہ ظالم کہیں گے کہ "اے ہمارے ربّ، ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دے، ہم تیری دعوت کو لبیک کہیں گے اور رسُولوں کی پیروی کریں گے۔" (مگر انھیں صاف جواب دیا جائے گا) کہ "کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم پر تو کبھی زوال آنا ہی نہیں ہے؟ حالانکہ تم ان قوموں کی بستیوں میں رہ بس چکے تھے جنھوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اور دیکھ چکے تھے کہ ہم نے اُن سے کیا سلوک کیا اور اُن کی مثالیں دے دے کر ہم تمھیں سمجھا بھی چکے تھے۔ انھوں نے اپنی ساری ہی چالیں چل دیکھیں، مگر اُن کی ہر چال کا توڑ اللہ کے پاس تھا اگرچہ اُن کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ پہاڑ اُن سے ٹل جائیں۔"

پس اے نبیؐ، تم ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اللہ کبھی اپنے رسُولوں سے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ اللہ زبردست ہے اور انتقام لینے والا ہے۔ ڈراوٴ انھیں اس دن سے جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیے جائیں گے[11] اور سب کے سب اللہ واحد قہّار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔ اُس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے، تارکول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے اُن کے چہروں پر چھائے جا رہے ہوں گے۔ یہ اس لیے ہوگا کہ اللہ ہر متنفس کو اس کے کیے کا بدلہ دے۔ اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

---

[11] اس آیت سے اور قرآن کے دوسرے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں زمین و آسمان بالکل نیست و نابود نہیں ہو جائیں گے بلکہ صرف موجودہ نظامِ طبیعی کو درہم برہم کر ڈالا جائے گا اس کے بعد نفخِ صورِ اوّل اور نفخِ صورِ آخر کے درمیان ایک خاص مدّت میں، جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، زمین اور آسمانوں کی موجودہ ہیئت بدل دی جائے گی اور ایک دوسرا نظام دوسرے قوانینِ فطرت کے ساتھ بنا دیا جائے گا وہی عالمِ آخرت ہوگا۔ پھر نفخِ صورِ آخر کے ساتھ ہی وہ انسان جو تخلیقِ آدمؑ سے لے کر قیامت تک پیدا ہوئے تھے، ازسرِ نو زندہ کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے اسی کا نام قرآن کی زبان میں حشر ہے جس کے لغوی معنی سمیٹنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں۔

یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے، اور یہ بھیجا گیا ہے اِس لیے کہ اِن کو اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں۔ ع

سُورۂ حجر (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا۔ل۔ر۔ یہ آیات ہیں کتابِ الٰہی اور قرآنِ مُبین کی۔[۱]

بعید نہیں کہ ایک وقت وہ آجائے جب وہی لوگ جنھوں نے آج (دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے) انکار کر دیا ہے پچھتا پچھتا کر کہیں گے کہ کاش ہم نے سرِ تسلیم خم کر دیا ہوتا۔ چھوڑو انھیں، کھائیں پئیں مزے کریں، اور بھلاوے میں ڈالے رکھے اِن کو جھوٹی اُمید۔ عنقریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔ ہم نے اِس سے پہلے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس کے لیے ایک خاص مہلتِ عمل لکھی جا چکی تھی۔ کوئی قوم نہ اپنے وقتِ مقرر سے پہلے ہلاک ہو سکتی ہے، نہ اُس کے بعد چھوٹ سکتی ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں "اے وہ شخص جس پر یہ ذِکر نازل[۲] ہُوا ہے،[۳] تو یقیناً دیوانہ ہے۔ اگر تُو سچّا ہے تو ہمارے سامنے فرشتوں کو لے کیوں نہیں آتا؟" ہم فرشتوں کو یونہی نہیں اُتار دیا کرتے۔ وہ جب اُترتے ہیں تو حق کے ساتھ اترتے ہیں، اور پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔[۴] رہا یہ ذِکر، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اِس کے نگہبان ہیں۔

---

[۱] قرآن کے لیے "مبین" کا لفظ صفت کے طور پر استعمال ہُوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات اس قرآن کی ہیں جو اپنا مُدعا صاف صاف ظاہر کرتا ہے۔

[۲] "ذِکر" کا لفظ قرآن میں اصطلاحاً کلام الٰہی کے لیے استعمال ہُوا ہے جو سراسر نصیحت بن کے آتا ہے۔ پہلے جتنی کتابیں انبیاء پر نازل ہوئی تھیں وہ سب بھی "ذِکر" تھیں اور یہ قرآن بھی "ذِکر" ہے "ذِکر" کے اصل معنی ہیں "یاد دلانا" "ہوشیار کرنا" اور "نصیحت کرنا"۔

[۳] یہ فقرہ وہ لوگ طنز کے طور پر کہتے تھے۔ ان کو تو یہ تسلیم ہی نہیں تھا کہ یہ ذِکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہُوا ہے نہ اسے تسلیم کر لینے کے بعد وہ آپ کو دیوانہ کہہ سکتے تھے دراصل اِن کے کہنے کا مطلب یہ تھا۔ "اے وہ شخص جس کا دعوٰی یہ ہے کہ مجھ پر ذِکر نازل ہُوا ہے"۔

[۴] یعنی فرشتے محض تماشا دکھانے کے لیے نہیں اُتارے جاتے کہ جب کسی قوم نے کہا کہ لاؤ فرشتوں کو اور وہ

اے نبیؐ، ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی قوموں میں رسُول بھیج چکے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ اُن کے پاس کوئی رسُول آیا ہو اور اُنھوں نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔ مجرمین کے دلوں میں تو ہم اس ذِکر کو اسی طرح (سلاخ کے مانند) گزارتے ہیں۔[۵] وہ اِس پر ایمان نہیں لایا کرتے۔ قدیم سے اس قماش کے لوگوں کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ اگر ہم اُن پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے اور وہ دن دہاڑے اُس میں چڑھنے بھی لگتے۔ تب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا ہو رہا ہے، بلکہ ہم پر جادُو کر دیا گیا ہے۔ ع

یہ ہماری کارفرمائی ہے کہ آسمان میں ہم نے بہت سے مضبوط قلعے بنائے،[۶] اُن کو دیکھنے والوں کے لیے (ستاروں سے) آراستہ کیا، اور ہر شیطان مردُود سے اُن کو محفوظ کر دیا۔ کوئی شیطان اِن میں راہ نہیں پا سکتا۔ اِلّا یہ کہ کچھ سُن گُن لے لے۔[۷] اور جب وہ سُن گُن لینے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شعلۂ روشن اُس کا پیچھا کرتا ہے۔[۸]

ہم نے زمین کو پھیلایا، اُس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اُگائی، اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کیے، تمھارے لیے بھی اور اُن بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں

فوراً آ حاضر ہوں۔ فرشتوں کو بھیجنے کا وقت تو وہ آخری وقت ہوتا ہے جب کسی قوم کا فیصلہ چکا دینے کا ارادہ کر لیا جاتا ہے۔ حق کے ساتھ اُترتے ہیں کا مطلب "حق لے کر اُترنا ہے" یعنی وہ اللہ کا برحق فیصلہ لے کر آتے ہیں اور اسے نافذ کر کے چھوڑتے ہیں۔

[۵] اصل میں لفظ نَسْلُکُہٗ استعمال ہُوا ہے سلک کے معنی عربی زبان میں کسی چیز کو دوسری چیز میں چلانے، گزارنے اور پرونے کے ہیں جیسے تاگے کو سوئی کے ناکے میں گزارنا، پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ ایمان کے اندر تو یہ ذِکر قلب کی ٹھنڈک اور رُوح کی غذا بن کر اترتا ہے۔ مگر مجرموں کے دلوں میں یہ شتابہ بن کر لگتا ہے اور ان کے اندر اس سے بن کر ایسی آگ بھڑک اُٹھتی ہے گویا کہ ایک گرم سلاخ تھی جو سینے کے پار ہو گئی۔

[۶] اصل میں لفظ بُرُوْج استعمال ہُوا ہے۔ بُرج عربی زبان میں قلعے، قصر اور مستحکم عمارت کو کہتے ہیں۔ بعد کے مضمون پر غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اس سے مراد عالَمِ بالا کے وہ خطّے ہیں جن میں سے ہر خطّے کو نہایت مستحکم سرحدوں نے دوسرے خطّے سے الگ کر رکھا ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے ہم بُرُوج کو محفوظ خطّوں کے معنی میں لینا زیادہ صحیح سمجھتے ہیں۔

ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔ بار آور ہواؤں کو ہم ہی بھیجتے ہیں پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں، اور اُس پانی سے تمھیں سیراب کرتے ہیں۔ اِس دولت کے خزانہ دار تم نہیں ہو۔ زندگی اور موت ہم دیتے ہیں، اور ہم ہی سب کے وارث ہونے والے ہیں۔[۹] پہلے جو لوگ تم میں سے ہو گزرے ہیں اُن کو بھی ہم نے دیکھ رکھا ہے، اور بعد کے آنے والے بھی ہماری نگاہ میں ہیں۔ یقیناً تمھارا ربّ ان سب کو اکٹھا کرے گا، وہ حکیم بھی ہے اور علیم بھی۔ ع

ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سُوکھے گارے سے بنایا۔[۱۰] اور اس سے پہلے جِنّوں کو ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔[۱۱] پھر یاد کرو اُس موقع کو جب تمھارے ربّ نے فرشتوں سے کہا کہ ”میں سڑی ہوئی مٹی کے سُوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب مَیں اُسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی رُوح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔“ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، سوائے اِبلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ ربّ نے پوچھا ”اے ابلیس! تجھے کیا ہُوا کہ تُو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟“

---

[۷] یعنی وہ شیاطین جو اپنے اولیاء کو غیب کی خبریں لا کر دینے کی کوشش کرتے ہیں ان کے پاس حقیقت میں غیب دانی کے ذرائع بالکل نہیں ہیں کائنات اِن کے لیے کھلی نہیں پڑی ہے کہ جہاں چاہیں جائیں اور اللہ کے اَسرار معلوم کرلیں۔ وہ سُن گُن لینے کی کوشش ضرور کرتے ہیں لیکن فی الواقع ان کے پلّے کچھ نہیں پڑتا۔

[۸] ”شہاب مبین“ کے لغوی معنی شعلہ رُوشن کے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں اس کے لیے ”شہاب ثاقب“ کا لفظ استعمال ہُوا ہے، یعنی ”تاریکی کو چھیدنے والا شعلہ“۔ اس سے مراد ضروری نہیں کہ وہ ٹوٹنے والا تارا ہی ہو جسے ہماری زبان میں اصطلاحاً شہابِ ثاقب کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اور کسی قِسم کی شعاعیں ہوں، مثلاً کائناتی شعاعیں یا ان سے بھی زیادہ شدید کوئی اور قِسم جو ابھی ہمارے علم میں نہ آئی ہو، تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ یہی شہابِ ثاقب مراد ہوں جنہیں کبھی کبھی ہماری آنکھیں زمین کی طرف گرتے ہوئے دیکھتی ہیں اور یہی عالَمِ بالا کی طرف شیاطین کی پرواز میں مانع ہوتے ہوں۔

[۹] یعنی تمہارے بعد ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔ تمہیں جو کچھ بھی مِلا ہُوا ہے محض عارضی استعمال کے لیے ملا ہوا ہے۔ آخر کار ہماری دی ہوئی ہر چیز کو یونہی چھوڑ کر تم رخصت ہو جاؤ گے اور یہ سب چیزیں جوں کی توں ہمارے خزانے میں رہ جائیں گی۔

[۱۰] یہاں قرآن اس امر کی صاف تصریح کرتا ہے کہ انسان حیوانی منازل سے ترقی کرتا ہُوا بشریت کے حدود

اس نے کہا "میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تُو نے سڑی ہوئی مٹی کے سُوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔" رَبّ نے فرمایا "اچھا تو نکل جا یہاں سے کیونکہ تُو مردُود ہے، اور اب روزِ جزا تک تجھ پر لعنت ہے۔" اُس نے عرض کیا "میرے ربّ، یہ بات ہے تو پھر مجھے اس روز تک کے لیے مُہلت دے جب کہ سب انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے"۔ فرمایا، "اچھا تجھے مُہلت ہے۔ اُس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔" وہ بولا "میرے ربّ، جیسا تُو نے مجھے بہکایا اُسی طرح اب میں زمین میں اِن کے لیے دِلفریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنھیں تُو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو"۔ فرمایا "یہ راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔[۱۲] بے شک، جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہ چلے گا۔ تیرا بس تو صرف اُن بہکے ہوئے لوگوں ہی پر چلے گا جو تیری پیروی کریں،[۱۳] اور ان سب کے لیے جہنّم کی وعید ہے۔" یہ جہنّم (جس کی وعید پیروانِ ابلیس کے لیے کی گئی ہے) اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے اُن میں سے ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔[۱۴] ع بخلاف اِس کے متّقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور اُن سے کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ ان میں

میں نہیں آیا ہے جیسا کہ نئے دَور کے ڈاروِنیت سے متاثر مفسّرینِ قرآن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کی تخلیق کی ابتداء براہِ راست ارضی مادّوں سے ہوئی ہے جن کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے صلصال من حمأ مسنون کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خمیر اُٹھی ہوئی مٹی کا ایک پُتلا بنایا گیا تھا جو بننے کے بعد خشک ہُوا اور پھر اس کے اندر رُوح پھونکی گئی۔

[۱۱] سَموم گرم ہَوا کو کہتے ہیں اور نار کو سموم کی طرف نسبت دینے کی صورت میں اس کے معنی آگ کے بجائے تیز حرارت کے ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان مقامات کی تشریح ہو جاتی ہے جہاں قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جن آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔

[۱۲] هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک معنی وہ ہیں جو ہم نے ترجمہ میں بیان کیے ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بات درست ہے مَیں بھی اس کا پابند رہوں گا۔

[۱۳] اس فقرے کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے بندوں (یعنی عام انسانوں) پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا۔ کہ انہیں زبردستی نافرمان بنادے البتہ جو خود ہی بہکے ہوئے ہوں اور آپ ہی تیری پیروی کرنا چاہیں انہیں تیری راہ پر جانے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا انہیں ہم زبردستی اس سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں گے۔

[۱۴] جہنّم کے یہ دروازے غالباً ان گمراہیوں اور معصیتوں کے لحاظ سے ہوں گے جن پر چل کر آدمی اپنے لیے

سلامتی کے ساتھ بے خوف و خطر۔ اُن کے دلوں میں جو تھوڑی بہت کھوٹ کپٹ ہو گی اسے ہم نکال دیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔ انھیں نہ وہاں کسی مشقت سے پالا پڑے گا اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

اے نبیؐ، میرے بندوں کو خبر دے دو کہ مَیں بہت درگزر کرنے والا اور رحیم ہوں۔ مگر اس کے ساتھ میرا عذاب بھی نہایت دردناک عذاب ہے۔

اور اِنھیں ذرا ابراہیمؑ کے مہمانوں کا قصّہ سُناؤ۔ جب وہ آئے اس کے ہاں اور کہا "سلام ہو تم پر" تو اس نے کہا "ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے۔" انھوں نے جواب دیا "ڈرو نہیں، ہم تمھیں ایک بڑے سیانے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔"[۱۵] ابراہیمؑ نے کہا "کیا تم اِس بڑھاپے میں مجھے اولاد کی بشارت دیتے ہو؟ ذرا سوچو تو سہی یہ کیسی بشارت تم مجھے دے رہے ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا، "ہم تمھیں برحق بشارت دے رہے ہیں تم مایوس نہ ہو۔" ابراہیمؑ نے کہا "اپنے ربّ کی رحمت سے مایوس تو گمراہ لوگ ہی ہُوا کرتے ہیں۔" پھر ابراہیمؑ نے پُوچھا "اے فرستادگانِ الٰہی، وہ مہم کیا ہے جس پر آپ حضرات تشریف لائے ہیں۔" وہ بولے "ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ صرف لوطؑ کے گھر والے مستثنیٰ ہیں، اُن سب کو ہم بچا لیں گے، سوائے اُس کی بیوی کے جس کے لیے (اللہ فرماتا ہے کہ) ہم نے مقدّر کر دیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہے گی۔" ع

پھر جب یہ فرستادے لوطؑ کے ہاں پہنچے تو اُس نے کہا "آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔"

دوزخ کی راہ کھولتا ہے۔ مثلاً کوئی دہریت کے راستے سے دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کوئی شرک کے راستہ سے، کوئی نفاق کے راستہ سے، کوئی نفس پرستی اور فسق و فجور کے راستہ سے، کوئی ظلم و ستم اور خلق آزاری کے راستے سے، کوئی تبلیغِ ضلالت اور اقامتِ کفر کے راستے سے، اور کوئی اشاعتِ فحشاء و منکر کے راستہ سے، جس شخص کا جو وصف زیادہ نمایاں ہوگا اسی کے لحاظ سے جہنّم کی طرف جانے کے لیے اس کا راستہ متعیّن ہوگا۔

[۱۵] یعنی حضرت اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت جیسا کہ سورۂ ہود میں بصراحت بیان ہُوا ہے۔

اُنہوں نے جواب دیا ”نہیں، بلکہ ہم وہی چیز لے کر آئے ہیں جس کے آنے میں یہ لوگ شک کر رہے تھے۔ ہم تم سے سچ کہتے ہیں کہ ہم حق کے ساتھ تمھارے پاس آئے ہیں۔ لہٰذا اب تم کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ اور خود اُن کے پیچھے پیچھے چلو۔ تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے۔ بس سیدھے چلے جاؤ جدھر جانے کا تمھیں حکم دیا جا رہا ہے“۔ اور اسے ہم نے اپنا یہ فیصلہ پہنچا دیا کہ صبح ہوتے ہوتے اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

اتنے میں شہر کے لوگ خوشی کے مارے بیتاب ہو کر لوطؑ کے گھر چڑھ آئے۔ لُوطؑ نے کہا ”بھائیو، یہ میرے مہمان ہیں، میری فضیحت نہ کرو، اللہ سے ڈرو مجھے رُسوا نہ کرو۔“ وہ بولے ”کیا ہم بارہا تمھیں منع نہیں کر چکے ہیں کہ دنیا بھر کے ٹھیکے دار نہ بنو“؟ لوطؑ نے (عاجز ہو کر) کہا ”اگر تمھیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں“![۱۶]

تیری جان کی قسم اے نبیؐ! اُس وقت اُن پر ایک نشہ سا چڑھا ہُوا تھا جس میں وہ آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔ آخر کار پو پھٹتے ہی اُن کو ایک زبردست دھماکے نے آ لیا۔ اور ہم نے اُس بستی کو تَل پَٹ کر کے رکھ دیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسا دی۔

اِس واقعے میں بڑی نشانیاں ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو صاحبِ فراست ہیں۔ اور وہ علاقہ (جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا) گزرگاہِ عام پر واقع ہے،[۱۷] اس میں سامانِ عبرت ہے اُن لوگوں کے لیے جو صاحبِ ایمان ہیں۔

اور اَیکہ[۱۸] والے ظالم تھے۔ تو دیکھ لو کہ ہم نے بھی اُن سے انتقام لیا، اور ان دونوں قوموں کے اجڑے ہوئے علاقے کھلے راستے پر واقع ہیں۔[۱۹] ع

---

[۱۶] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ ہود حواشی ۲۶، ۲۷۔

[۱۷] یعنی حجاز سے شام اور عراق سے مصر جاتے ہوئے یہ تباہ شدہ علاقہ راستے میں پڑتا ہے اور عموماً قافلوں کے لوگ تباہی کے ان آثار کو دیکھتے ہیں جو اس پورے علاقے میں آج تک نمایاں ہیں۔

[۱۸] یعنی حضرت شعیبؑ کی قوم کے لوگ۔ اَیکہ تبوک کا قدیم نام تھا۔

[۱۹] مَدیَن اور اصحاب الایکہ کا علاقہ بھی حجاز سے فلسطین و شام جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔

حجر کے لوگ بھی رسُولوں کی تکذیب کر چکے ہیں۔ ہم نے اپنی آیات ان کے پاس بھیجیں، اپنی نشانیاں اُن کو دکھائیں، مگر وہ سب کو نظر انداز ہی کرتے رہے۔ وہ پہاڑ تراش تراش کر مکان بناتے تھے اور اپنی جگہ بالکل بے خوف اور مطمئن تھے۔ آخر کار ایک زبردست دھماکے نے اُن کو صبح ہوتے آلیا اور اُن کی کمائی اُن کے کچھ کام نہ آئی۔

ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور ان کی سب موجودات کو حق کے سوا کسی اور بنیاد پر خلق نہیں کیا ہے، اور فیصلے کی گھڑی یقیناً آنے والی ہے، پس اے نبیؐ، تم (ان لوگوں کی بیہودگیوں پر) شریفانہ درگزر سے کام لو۔ یقیناً تمھارا ربّ سب کا خالق ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ ہم نے تم کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار دہرائی جانے کے لائق ہیں، [۲۰] اور تمھیں قرآنِ عظیم عطا کیا ہے۔ تم اُس متاعِ دنیا کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے، اور نہ ان کے حال پر اپنا دل کڑھاؤ۔ انھیں چھوڑ کر ایمان لانے والوں کی طرف جھکو۔ اور (نہ ماننے والوں سے) کہہ دو کہ "میں تو صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں۔" یہ اُسی طرح کی تنبیہ ہے جیسی ہم نے اُن تفرقہ پردازوں کی طرف بھیجی تھی۔ جنھوں نے اپنے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے۔ [۲۱] تو قسم ہے تیرے ربّ کی، ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟

پس اے نبیؐ جس چیز کا تمھیں حکم دیا جا رہا ہے اسے ہانکے پکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروا نہ کرو۔

---

[۲۰] یعنی سورۂ فاتحہ کی آیات۔ سلف کی اکثریت اس پر متفق ہے بلکہ امام بخاری نے دو مرفوع روایتیں بھی اس امر کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبعٌ من المثانی سے مراد سورۃ فاتحہ بتائی ہے۔

[۲۱] یعنی اس کتاب کو جو قرآن کی طرح انہیں دی گئی تھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اس کے کسی حصّے کی پیروی کی اور کسی حصّے کو پسِ پشت ڈال دیا۔

تمھاری طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا قرار دیتے ہیں۔ عن قریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔

ہمیں معلوم ہے۔ کہ جو باتیں یہ لوگ تم پر بناتے ہیں ان سے تمھارے دل کو سخت کوفت ہوتی ہے (اس کا علاج یہ ہے کہ) اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اس کی جناب میں سجدہ بجا لاؤ، اور اُس آخری گھڑی تک اپنے ربّ کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔ ع

سورۂ نحل (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

آ گیا اللہ کا فیصلہ، [۱] اب اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ۔ پاک ہے وہ اور بالا و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اِس رُوح [۲] کو اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعے نازل فرما دیتا ہے (اس ہدایت کے ساتھ کہ لوگوں کو) "آگاہ کر دو، میرے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں ہے لہٰذا تم مجھی سے ڈرو۔" اُس نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے، وہ بہت بالا و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اُس نے انسان کو ایک ذرا سی بُوند سے پیدا کیا اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا۔ [۳] اُس نے جانور پیدا کیے جن میں تمھارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی، اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔

---

[۱] یعنی اس کے ظہور و نفاذ کا وقت قریب آ لگا ہے۔ غالباً اس فیصلے سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّے سے ہجرت ہے، جس کا حکم تھوڑی مدّت بعد ہی دے دیا گیا۔ قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی جن لوگوں کے درمیان مبعوث ہوتا ہے وہ جب انکار کی آخری حد پر پہنچ جاتے ہیں تو نبی کو ہجرت کا حکم دے دیا جاتا ہے اور یہی حکم ان کی قسمت کا فیصلہ کر دیتا ہے اس کے بعد یا تو ان پر تباہ کُن عذاب آ جاتا ہے یا پھر نبی اور اس کے متبعین کے ہاتھوں ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی جاتی ہے۔

[۲] رُوح سے مراد ہے رُوحِ نبوّت اور وحی جس سے جی بھر کر نبی کام اور کلام کرتا ہے۔

[۳] اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں اور غالباً دونوں ہی مراد ہیں ایک یہ کہ اللہ نے نطفے کی حقیر سی بُوند سے وہ

اُن میں تمھارے لیے جمال ہے جب کہ صبح تم انھیں چرنے کے لیے بھیجتے ہو اور جب کہ شام اُنھیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمھارے لیے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا ربّ بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔ اُس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں وہ اور بہت سی چیزیں (تمھارے فائدے کے لیے) پیدا کرتا ہے جن کا تمھیں علم تک نہیں ہے۔ [۴] اور اللہ ہی کے ذِمّہ ہے سیدھا راستہ بتانا جب کہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ ع

وہی ہے جس نے آسمان سے تمھارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمھارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اُگاتا ہے اور زیتون، اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے۔ اس میں ایک بڑی نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اُس نے تمہاری بھلائی کے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مُسخّر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اُسی کے حکم سے مُسخّر ہیں۔ اِس میں بہت نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمھارے لیے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں، اِن میں بھی ضرور نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں۔

انسان پیدا کیا جو بحث و استدلال کی قابلیت رکھتا ہے اور اپنے مدّعا کے لیے حجتیں پیش کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس انسان کو خدا نے نطفے جیسی حقیر چیز سے پیدا کیا ہے، اس کی خودی کا طغیان تو دیکھو کہ وہ خود خدا ہی کے مقابلے میں جھگڑنے پر اُتر آیا ہے۔

[۴] یعنی بکثرت ایسی چیزیں ہیں جو انسان کی بھلائی کے لیے کام کر رہی ہیں اور انسان کو خبر تک نہیں ہے کہ کہاں کہاں کتنے خدام اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور کیا خدمت انجام دے رہے ہیں۔

وہی ہے جس نے تمھارے لیے سمندر کو مُسخّر کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے تروتازہ گوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنھیں تم پہنا کرتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو [۵] اور اُس کے شکر گزار بنو۔

اُس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ زمین تم کو لے کر ڈھلک نہ جائے۔ اس نے دریا جاری کیے اور قدرتی راستے بنائے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اس نے زمین میں راستہ بتانے والی علامتیں رکھ دیں اور تاروں سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

پھر کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم ہوش میں نہیں آتے؟ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گِنتا چاہو تو گِن نہیں سکتے، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی دَرگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ حالانکہ وہ تمھارے کُھلے سے بھی واقف ہے اور چُھپے سے بھی۔

اور وہ دوسری ہستیاں جنھیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں نہ کہ زندہ۔ اور اُن کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انھیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا۔ [۶] ع

تمھارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے دلوں میں انکار بس کر رہ گیا ہے اور وہ گھمنڈ میں پڑ گئے ہیں۔ اللہ یقیناً اِن کے سب کرتُوت جانتا ہے، چُھپے ہوئے بھی اور کُھلے ہوئے بھی۔ وہ اُن لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو غرورِ نفس میں مبتلا ہوں۔

---

[۵] یعنی حلال طریقوں سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

[٦] یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جا رہی ہے وہ وفات یافتہ انسان ہیں کیونکہ فرشتے تو زندہ ہیں مُردہ نہیں ہیں اور لکڑی پتھر کی مورتیوں کے معاملے میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور جب کوئی ان سے پوچھتا ہے کہ تمھارے ربّ نے یہ کیا چیز نازل کی ہے۔ [۷] تو کہتے ہیں ’’اجی وہ تو اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں‘‘۔ یہ باتیں وہ اس لیے کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں اور ساتھ ساتھ کچھ اُن لوگوں کے بوجھ بھی سمیٹیں جنھیں یہ بر بنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں۔ دیکھو! کیسی سخت ذمہ داری ہے جو یہ اپنے سَر لے رہے ہیں۔ ع

ان سے پہلے بھی بہت سے لوگ (حق کو نیچا دکھانے کے لیے) ایسی ہی مکاریاں کر چکے ہیں، تو دیکھ لو کہ اللہ نے اُن کے مکر کی عمارت جڑ سے اکھاڑ پھینکی اور اُس کی چھت اُوپر سے ان کے سر پر آ رہی اور ایسے رُخ سے اُن پر عذاب آیا، جدھر سے اُس کے آنے کا اُن کو گمان تک نہ تھا۔ پھر قیامت کے روز اللہ اِنھیں ذلیل وخوار کرے گا۔ اور ان سے کہے گا ’’بتاؤ اب کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے لیے تم (اہلِ حق سے) جھگڑے کیا کرتے تھے؟‘‘ جن لوگوں کو دنیا میں علم حاصل تھا وہ کہیں گے ’’آج رسوائی اور بدبختی ہے کافروں کے لیے۔‘‘ ہاں، اُنھی کافروں کے لیے جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے جب ملائکہ کے ہاتھوں گرفتار ہوتے ہیں تو (سرکشی چھوڑ کر) فوراً ڈگیں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں ’’ہم تو کوئی قصور نہیں کر رہے تھے۔‘‘ ملائکہ جواب دیتے ہیں ’’کر کیسے نہیں رہے تھے! اللہ تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔ اب جاؤ، جہنّم کے دروازوں میں گھس جاؤ۔ وہیں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔‘‘ پس حقیقت یہ ہے کہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے متکبروں کے لیے۔

دوسری طرف جب خدا ترس لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے جو تمھارے

---

[۷] عرب میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا ہونے لگا تو باہر کے لوگ مکّہ والوں سے آپ کے اور قرآن کے بارے میں سوال کرتے تھے۔

CS CamScanner

ربّ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ "بہترین چیز اُتری ہے"۔ اِس طرح کے نیکوکار لوگوں کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ بڑا اچھا گھر ہے متقیوں کا، دائمی قیام کی جنّتیں، جن میں وہ داخل ہوں گے، نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، اور سب کچھ وہاں عین اُن کی خواہش کے مطابق ہوگا۔ یہ جزا دیتا ہے اللہ متقیوں کو۔ ان متقیوں کو جن کی رُوحیں پاکیزگی کی حالت میں جب ملائکہ قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں "سلام ہو تم پر، جاؤ جنّت میں اپنے اعمال کے بدلے۔"

اے نبیؐ، اب جو یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں تو اِس کے سوا اب اور کیا باقی رہ گیا ہے کہ ملائکہ ہی آ پہنچیں، یا تیرے ربّ کا فیصلہ صادر ہو جائے؟ اسی طرح کی ڈھٹائی اِن سے پہلے بہت سے لوگ کر چکے ہیں۔ پھر جو کچھ اُن کے ساتھ ہُوا وہ اُن پر اللہ کا ظلم نہ تھا بلکہ اُن کا اپنا ظلم تھا جو انھوں نے خود اپنے اوپر کیا۔ اُن کے کرتوتوں کی خرابیاں آخرکار اُن کی دامن گیر ہو گئیں اور وہی چیز اُن پر مسلّط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ع

یہ مشرکین کہتے ہیں "اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اُس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے اور نہ اُس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھیراتے۔" ایسے ہی بہانے اُن سے پہلے کے لوگ بھی بناتے رہے ہیں۔ تو کیا رسُولوں پر صاف صاف بات پہنچا دینے کے سوا اور بھی کوئی ذِمّہ داری ہے؟ ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسُول بھیج دیا، اور اُس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔"

اس کے بعد ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ضلالت مسلّط ہو گئی۔ پھر ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہو چکا ہے۔ اے نبیؐ، تم چاہے ان کی ہدایت کے لیے کتنے ہی حریص ہو، مگر اللہ جس کو بھٹکا دیتا ہے پھر اسے ہدایت نہیں دیا کرتا اور اس طرح کے لوگوں کی مدد کوئی نہیں کر سکتا۔

یہ لوگ اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ "اللہ کسی مرنے والے کو پھر سے زندہ کر کے نہ اٹھائے گا۔" اٹھائے گا کیوں نہیں، یہ تو ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا اس نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اور ایسا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ ان کے سامنے اس حقیقت کو کھول دے جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں، اور منکرینِ حق کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے۔ (رہا اس کا اِمکان تو) ہمیں کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اس سے زیادہ کچھ کرنا نہیں ہوتا کہ اسے حکم دیں "ہو جا" اور بس وہ ہو جاتی ہے۔ ع

جو لوگ ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے ہیں ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے، اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔[۸] کاش جان لیں وہ مظلوم جنھوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رَبّ کے بھروسے پر کام کر رہے ہیں (کہ کیسا اچھا انجام اُن کا منتظر ہے)۔

اے نبیؐ، ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسُول بھیجے ہیں آدمی ہی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے، اہلِ ذِکر سے پوچھ لو[۹] اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔

---

[۸] یہ اشارہ ہے ان مہاجرین کی طرف جو کفّار کے ناقابلِ برداشت مظالم سے تنگ آ کر حبش کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

[۹] یعنی ان لوگوں سے پوچھو جو آسمانی کتابوں کا علم رکھتے ہیں کہ انبیاء انسان ہی ہوتے تھے یا کچھ اور؟

بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُوْنَ (۴۴) اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ النصف
اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ (۴۵) اَوْ يَاْخُذَهُمْ
فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۙ (۴۶) اَوْ
يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ (۴۷) اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ
يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ
هُمْ دٰخِرُوْنَ (۴۸) وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي
الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (۴۹)
يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا
يُؤْمَرُوْنَ ۩ السجدة (۵۰) وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَيْنِ ع ٦
اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (۵۱)

پچھلے رسُولوں کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا، اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے،[۱۰] اور تا کہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں۔

پھر کیا وہ لوگ (جو دعوتِ پیغمبرؐ کی مخالفت میں) بدتر سے بدتر چالیں چل رہے ہیں اس بات سے بالکل ہی بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے، یا ایسے گوشے سے ان پر عذاب لے آئے جدھر سے اس کے آنے کا ان کو وہم و گمان تک نہ ہو، یا اچانک چلتے پھرتے ان کو پکڑ لے، یا ایسی حالت میں انھیں پکڑے جب کہ انھیں خود آنے والی مصیبت کا کھٹکا لگا ہُوا ہو اور وہ اس سے بچنے کی فکر میں چوکنے ہوں؟ وہ جو کچھ بھی کرنا چاہے یہ لوگ اُس کو عاجز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا ربّ بڑا ہی نرم خُو اور رحیم ہے۔

اور کیا یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کو بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا سایہ کس طرح اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں گرتا ہے؟[۱۱] سب کے سب اس طرح اظہارِ عجز کر رہے ہیں۔ زمین اور آسمانوں میں جس قدر جاندار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ، سب اللہ کے آگے سر بسجود ہیں۔ وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے، اپنے ربّ سے جو اُن کے اُوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ ع

اللہ کا فرمان ہے کہ "دو خدا نہ بنا لو،[۱۲] خدا تو بس ایک ہی ہے لہٰذا تم مجھی سے ڈرو"۔

---

[۱۰] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اس لیے نازل کی گئی تھی کہ آپ اپنے قول اور عمل سے اس کی تعلیمات اور اس کے احکام کی تشریح و توضیح کرتے رہیں اس سے خود بخود یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور کی سنت، قرآن کی مستند سرکاری تشریح ہے۔

[۱۱] یعنی تمام جسمانی اشیاء کے سائے اس بات کی علامت ہیں کہ پہاڑ ہوں یا درخت، جانور ہوں یا انسان، سب کے سب ایک ہمہ گیر قانون کی گرفت میں جکڑے ہوئے ہیں، سب کی پیشانی پر بندگی کا داغ لگا ہُوا ہے، اُلوہیّت میں کسی کا کوئی ادنیٰ حصہ بھی نہیں ہے۔ سایہ پڑنا ایک چیز کے مادی ہونے کی علامت ہے اور مادی ہونا بندہ اور مخلوق ہونے کا کُھلا ثبوت۔

[۱۲] دو خداؤں کی نفی میں دو سے زیادہ خداؤں کی نفی آپ سے آپ شامل ہے۔

اُسی کا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور خالصاً اُسی کا دین (ساری کائنات میں) چل رہا ہے پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر تم کسی اور سے تقویٰ کرو گے؟ (52) تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب کوئی سخت وقت تم پر آتا ہے تو تم لوگ خود اپنی فریادیں لے کر اُسی کی طرف دوڑتے ہو (53) مگر جب اللہ اس وقت کو ٹال دیتا ہے تو یکایک تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو (اس مہربانی کے شکریے میں) شریک کرنے لگتا ہے (54) تاکہ اللہ کے احسان کی ناشکری کرے اچھا، مزے کر لو، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا (55) یہ لوگ جن کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اُن کے حصے ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے مقرر کرتے ہیں خدا کی قسم، ضرور تم سے پوچھا جائے گا کہ یہ جھوٹ تم نے کیسے گھڑ لیے تھے؟ (56) یہ خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ! اور اِن کے لیے وہ جو یہ خود چاہیں؟ (57) جب اِن میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اُس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے (58) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اِس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے؟ دیکھو کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں (59) بری صفات سے متصف کیے جانے کے لائق تو وہ لوگ ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے رہا اللہ، تو اُس کے لیے سب سے برتر صفات ہیں، وہی تو سب پر غالب اور حکمت میں کامل ہے (60) ع

اگر کہیں اللہ لوگوں کو اُن کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو رُوئے زمین پر کسی متنفّس کو نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ سب کو ایک وقتِ مقرّر تک مہلت دیتا ہے، پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو اس سے کوئی ایک گھڑی بھر بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ آج یہ لوگ وہ چیزیں اللہ کے لیے تجویز کر رہے ہیں جو خود اپنے لیے اِنھیں ناپسند ہیں، اور جھوٹ کہتی ہیں اِن کی زبانیں کہ ان کے لیے بھلا ہی بھلا ہے۔ ان کے لیے تو ایک ہی چیز ہے، اور وہ ہے دوزخ کی آگ۔ ضرور یہ سب سے پہلے اُس میں پہنچائے جائیں گے۔

خدا کی قسم، اے نبیؐ، تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں ہم رسُول بھیج چکے ہیں (اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے) کہ شیطان نے ان کے بُرے کرتوت اِنھیں خوشنما بنا کر دکھائے (اور رسُولوں کی بات اُنھوں نے مان کر نہ دی) وہی شیطان آج اِن لوگوں کا بھی سرپرست بنا ہُوا ہے اور یہ دردناک سزا کے مستحق بن رہے ہیں۔ ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم اُن اختلافات کی حقیقت اِن پر کھول دو جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اُتری ہے اُن لوگوں کے لیے جو اُسے مان لیں۔

(تم ہر برسات میں دیکھتے ہو کہ) اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور یکا یک مُردہ پڑی ہوئی زمین میں اُس کی بدولت جان ڈال دی۔[۱۷] یقیناً اس میں ایک نشانی ہے سُننے والوں کے لیے۔ ع

اور تمھارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے۔ ان کے پیٹ سے گوبر اور خُون کے درمیان ہم ایک چیز تمھیں پلاتے ہیں، یعنی خالص دودھ، جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔

---

[۱۷] یعنی یہ منظر ہر سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرتا ہے کہ زمین بالکل چٹیل میدان پڑی ہوئی ہے، زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں، نہ گھاس پھونس ہے، نہ بیل بوٹے، نہ پھول پتی، اور نہ کسی قسم کے حشرات الارض۔ اتنے میں بارش کا موسم آگیا اور ایک دو چھینٹے پڑتے ہی اسی زمین سے زندگی کے چشمے اُبلنے شروع ہو گئے۔ زمین کی تہوں میں دبی ہوئی بیشمار جڑیں یکا یک جی اٹھیں اور ہر ایک کے اندر سے وہی نباتات پھر برآمد ہوگئی جو پچھلی برسات میں پیدا ہونے کے بعد مر چکی تھی۔ بے شمار حشرات الارض جن کا نام ونشان تک گرمی کے زمانے میں باقی نہ رہا تھا۔ یکا یک پھر اسی شان سے نمودار ہو گئے جیسے پچھلی برسات میں دیکھے گئے تھے یہ سب کچھ اپنی زندگی میں بار بار تم دیکھتے رہتے ہو اور پھر بھی تمہیں نبیؐ کی زبان سے یہ سُن کر حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔

(اسی طرح) کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں سے بھی ہم ایک چیز تمھیں پلاتے ہیں جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔ [١٨] یقیناً اس میں ایک نشانی ہے عقل سے کام لینے والوں کے لیے۔

اور دیکھو، تمھارے ربّ نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی [١٩] کہ پہاڑوں میں، اور درختوں میں، اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں، اپنے چھتے بنا، اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس، اور اپنے ربّ کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لیے۔ یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اور دیکھو، اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر وہ تم کو موت دیتا ہے، اور تم میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔ حق یہ ہے کہ اللہ ہی علم میں بھی کامل ہے اور قدرت میں بھی۔ ع

اور دیکھو، اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے۔ پھر جن لوگوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دیا کرتے ہوں تاکہ دونوں اس رزق میں برابر کے حصہ دار بن جائیں۔ تو کیا اللہ ہی کا احسان ماننے سے اِن لوگوں کو انکار ہے؟ [٢٠]

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے تمھاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اُسی نے ان بیویوں سے تمھیں بیٹے پوتے عطا کیے اور اچھی اچھی چیزیں تمھیں کھانے کو دیں۔

---

[١٨] اس میں ایک ضمنی اشارہ شراب کی حرمت کی طرف بھی ہے کہ وہ پاک رزق نہیں ہے۔

[١٩] وحی کے لُغوی معنی ہیں خفیہ اور لطیف اشارے کے جسے اشارہ کرنے والے اور اشارہ پانے والے کے سوا اور کوئی محسوس نہ کر سکے اسی مناسبت سے یہ لفظ اِلقاء (دل میں بات ڈال دینے) اور اِلہام (مخفی تعلیم و تلقین) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

[٢٠] زمانہ حال میں کچھ لوگوں نے اس آیت سے یہ مطلب نکال لیا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے رزق میں فضیلت عطا کی ہو انہیں اپنا رزق اپنے نوکروں اور غلاموں کی طرف ضرور لوٹا دینا چاہیے اگر نہ لوٹائیں

پھر کیا یہ لوگ (یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی) باطل کو مانتے ہیں[۲۱] اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں۔ اور اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پُوجتے ہیں جن کے ہاتھ میں نہ آسمانوں سے انھیں کچھ بھی رزق دینا ہے نہ زمین سے اور نہ یہ کام وہ کر ہی سکتے ہیں؟ پس اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو،[۲۲] اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔

اللہ ایک مثال دیتا ہے، ایک تو ہے غلام، جو دوسرے کا مملوک ہے اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ دوسرا شخص ایسا ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق عطا کیا ہے اور وہ اس میں سے کُھلے اور چُھپے خوب خرچ کرتا ہے بتاؤ، کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ الحمدللہ،[۲۳] مگر اکثر لوگ (اس سیدھی بات کو) نہیں جانتے۔

اللہ ایک اور مثال دیتا ہے۔ دو آدمی ہیں۔ ایک گونگا بہرا ہے، کوئی کام نہیں کر سکتا، اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے، جدھر بھی وہ اسے بھیجے کوئی بھلا کام اُس سے بن نہ آئے۔ دوسرا شخص ایسا ہے کہ انصاف کا حکم دیتا ہے اور خود راہِ راست پر قائم ہے۔ بتاؤ کیا یہ دونوں یکساں ہیں؟ ع

اور زمین و آسمان کے پوشیدہ حقائق کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جس میں آدمی کی پلک جھپک جائے،

گے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کے منکر قرار پائیں گے حالانکہ اوپر سے تمام تقریر شرک کے ابطال اور توحید کے اثبات میں ہوتی چلی آرہی ہے اور آگے بھی مسلسل یہی مضمون چل رہا ہے۔ سیاق و سباق کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں استدلال یہ کیا گیا ہے کہ تم اپنے مال میں اپنے غلاموں اور نوکروں کو جب برابر کا درجہ نہیں دیتے تو آخر کس طرح یہ بات صحیح سمجھتے ہو کہ جو احسانات اللہ نے تم پر کیے ہیں ان کے شکریے میں اللہ کے ساتھ اس کے بے اختیار غلاموں کو بھی شریک کر لو اور اپنی جگہ یہ سمجھ بیٹھو کہ اختیارات اور حقوق میں اللہ کے یہ غلام بھی اس کے ساتھ برابر کے حصہ دار ہیں۔

[۲۱] یعنی یہ بے بنیاد اور بے حقیقت عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی قسمتیں بنانا اور بگاڑنا، ان کی مرادیں بر لانا اور دُعائیں سننا، انہیں اولاد دینا، ان کو روزگار دلوانا، ان کے مقدمے جتوانا اور انہیں بیماریوں سے بچانا کچھ دیویوں اور دیوتاؤں اور جنوں اور اگلے پچھلے بزرگوں کے اختیار میں ہے۔

[۲۲] یعنی اللہ کو دنیوی بادشاہوں اور راجوں اور مہاراجوں پر قیاس نہ کرو کہ جس طرح کوئی ان کے مصاحبوں اور مقربِ بارگاہ ملازموں کے بغیر ان تک اپنی عرض معروض نہیں پہنچا سکتا اسی طرح اللہ کے متعلق بھی تم یہ گمان کرنے لگو کہ وہ اپنے قصرِ شاہی میں ملائکہ اور اولیاء اور دوسرے مقربین کے درمیان گھرا بیٹھا ہے

جائے، بلکہ اس سے بھی کچھ کم حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (77) اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اُس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں، اور سوچنے والے دل دیے، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو (78) کیا اِن لوگوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کسی طرح مسخر ہیں؟ اللہ کے سوا کس نے اِن کو تھام رکھا ہے؟ اِس میں بہت نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں (79) اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکان پیدا کیے جنہیں تم سفر اور قیام، دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو اُس نے جانوروں کے صوف اور اون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں (80) اس نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمہارے لیے سائے کا انتظام کیا، پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں، اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو آپس کی جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے شاید کہ تم فرماں بردار بنو (81) اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو اے محمدؐ، تم پر صاف صاف پیغام حق پہنچا دینے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے (82) یہ اللہ کے احسان کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور اِن میں بیش تر لوگ ایسے ہیں جو حق ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں (83) ع

(اِنہیں کچھ ہوش بھی ہے کہ اُس روز کیا بننے گی) جبکہ ہم ہر امت میں سے ایک

گواہ کھڑا کریں گے، پھر کافروں کو نہ حجتیں پیش کرنے کا موقع دیا جائے گا[۲۵] نہ ان سے توبہ استغفار ہی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ ظالم لوگ جب ایک دفعہ عذاب دیکھ لیں گے تو اس کے بعد نہ اُن کے عذاب میں کوئی تخفیف کی جائے گی اور نہ اُنھیں ایک لمحہ بھر مُہلت دی جائے گی۔ اور جب وہ لوگ جنھوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے "اے پروردگار، یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنھیں ہم تجھے چھوڑ کر پُکارا کرتے تھے۔" اس پر اُن کے وہ معبُود انھیں صاف جواب دیں گے کہ "تم جُھوٹے ہو۔"[۲۶] اُس وقت یہ سب اللہ کے آگے جُھک جائیں گے اور ان کی وہ ساری اِفترا پردازیاں رفو چکّر ہو جائیں گی جو یہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جن لوگوں نے خود کفر کی راہ اختیار کی اور دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکا انھیں ہم عذاب پر عذاب دیں گے۔ اُس فساد کے بدلے جو وہ دنیا میں برپا کرتے رہے۔

(اے نبیؐ، اِنھیں اُس دن سے خبردار کر دو) جب کہ ہم ہر اُمّت میں خود اُسی کے اندر سے ایک گواہ اٹھا کھڑا کریں گے جو اُس کے مقابلہ میں شہادت دے گا، اور اِن لوگوں کے مقابلے میں شہادت دینے کے لیے ہم تمھیں لائیں گے۔ اور (یہ اسی شہادت کی تیاری ہے) کہ ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے اور ہدایت و رحمت اور بشارت ہے اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔ ع

اللہ عدل اور اِحسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔

---

[۲۵] یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں صفائی پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے جرائم ایسی صریح ناقابلِ انکار اور ناقابلِ تاویل شہادتوں سے ثابت کر دیے جائیں گے کہ ان کے لیے صفائی پیش کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہے گی۔

[۲۶] یعنی ہم نے کبھی تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم خدا کو چھوڑ کر ہمیں پکارا کرو نہ ہم تمہاری اس حرکت پر راضی تھے بلکہ ہمیں تو خبر تک نہ تھی کہ تم ہمیں پکار رہے ہو۔

اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پُختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جب کہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تمھارے سب افعال سے باخبر ہے۔ تمھاری حالت اُس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے آپ ہی محنت سے سُوت کاتا اور پھر آپ ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تم اپنی قسموں کو آپس کے معاملات میں مکروفریب کا ہتھیار بناتے ہو تا کہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھ کر فائدے حاصل کرے، حالانکہ اللہ اس عہد و پیمان کے ذریعہ سے تم کو آزمائش میں ڈالتا ہے، اور ضرور وہ قیامت کے روز تمھارے تمام اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔ اگر اللہ کی مشیّت یہ ہوتی (کہ تم میں کوئی اختلاف نہ ہو) تو وہ تم سب کو ایک ہی اُمّت بنا دیتا، مگر وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈالتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے، اور ضرور تم سے تمھارے اعمال کی باز پُرس ہو کر رہے گی۔

(اور اے مسلمانو،) تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کا ذریعہ نہ بنا لینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قدم جمنے کے بعد اُکھڑ جائے اور تم اس جُرم کی پاداش میں کہ تم نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا، بُرا نتیجہ دیکھو اور سزا بھگتو۔ [۲۷] اللہ کے عہد کو تھوڑے سے فائدے کے بدلے نہ بیچ ڈالو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے، اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو اُن کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔

---

[۲۷] یعنی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اسلام کی صداقت کا قائل ہو جانے کے بعد محض تمہاری بداخلاقی دیکھ کر اس دین سے برگشتہ ہو جائے اور اس وجہ سے وہ اہلِ ایمان کے گروہ میں شامل ہونے سے رُک جائے کہ اس گروہ کے جن لوگوں سے اس کو سابقہ پیش آیا ہو ان کو اخلاق اور معاملات میں اس نے کفار سے کچھ بھی مختلف نہ پایا ہو۔

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اُسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔

پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطانِ رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔[۲۸] اُسے اُن لوگوں پر تسلّط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اُس کا زور تو انھی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔ ع

جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود گھڑتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ اِن میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اِن سے کہو کہ اسے تو رُوح القُدس نے ٹھیک ٹھیک میرے ربّ کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے[۲۹] تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے۔ اور فرمانبرداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور انھیں فلاح و سعادت کی خوشخبری دے۔

ہمیں معلوم ہے یہ لوگ تمھارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی سکھاتا پڑھاتا ہے۔ حالانکہ ان کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔

---

[۲۸] اس کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہا جائے بلکہ اس کے ساتھ فی الواقع دِلی جذبے کے ساتھ اللہ سے یہ دعا بھی کرنی چاہیے کہ قرآن پڑھتے وقت وہ شیطان کے گمراہ کن وسوسوں سے اس کو محفوظ رکھے کیوں کہ جس نے یہاں سے ہدایت نہ پائی وہ پھر کہیں ہدایت نہ پا سکے گا اور جو اس کتاب سے گمراہی اخذ کر بیٹھا اسے پھر دنیا کی کوئی چیز گمراہیوں کے چکّر سے نہ نکال سکے گی۔

[۲۹] ”رُوح القدس“ کا لفظی ترجمہ ہے ”پاک رُوح“ یا ”پاکیزگی کی رُوح“ اور اصطلاحاً یہ لقب حضرت جبریلؑ کو دیا گیا ہے یہاں وحی لانے والے فرشتے کا نام لینے کے بجائے اس کا لقب استعمال کرنے سے مقصود سامعین کو اس حقیقت پر متنبّہ کرنا ہے کہ اس کلام کو ایک ایسی رُوح لے کر آ رہی ہے جو بشری کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے اور بالکل امانت داری کے ساتھ اللہ کا پیغام پہنچاتی ہے۔

CS CamScanner

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے اللہ کبھی ان کو صحیح بات تک پہنچنے کی توفیق نہیں دیتا اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (جھوٹی باتیں نبیؐ نہیں گھڑتا بلکہ) جھوٹ وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے، وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔ [۳۰]

جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔ [۳۱] یہ اس لیے کہ انھوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا، اور اللہ کا قاعدہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا جو اُس کی نعمت کا کفران کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مُہر لگا دی ہے۔ یہ غفلت میں ڈوب چکے ہیں۔ ضرور ہے کہ آخرت میں یہی خسارے میں رہیں۔ [۳۲] بخلاف اس کے جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب (ایمان لانے کی وجہ سے) وہ ستائے گئے تو انھوں نے گھر بار چھوڑ دیے، ہجرت کی، راہِ خدا میں سختیاں جھیلیں اور صبر سے کام لیا، اُن کے لیے یقیناً تیرا رَبّ غفور و رحیم ہے۔ ع (اِن سب کا فیصلہ اُس دن ہوگا) جب کہ ہر مُتنفّس اپنے ہی بچاؤ کی فکر میں لگا ہُوا ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ پُورا پُورا دیا جائے گا اور کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہونے پائے گا۔

---

[۳۰] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جھوٹ تو وہ لوگ گھڑا کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے۔

[۳۱] یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں ہے جن پر اس وقت سخت مظالم توڑے جا رہے تھے اور ناقابلِ برداشت اذیتیں دے دے کر کفر پر مجبور کیا جا رہا تھا ان کو بتایا گیا ہے کہ اگر تم کسی وقت ظلم سے مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر زبان سے ادا کر دو اور دل تمہارا عقیدۂ کفر سے محفوظ ہو تو معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر دل سے تم نے کفر قبول کر لیا تو دنیا میں چاہے جان بچا لو خدا کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔

[۳۲] یہ ارشاد ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے ایمان کی راہ کٹھن پا کر اس سے توبہ کر لی تھی اور پھر اپنی کافر و مشرک قوم میں جا ملے تھے۔

اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اُس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے اس کے باشندوں کو اُن کے کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔ اُن کے پاس ان کی اپنی قوم میں سے ایک رسُول آیا۔ مگر انھوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ آخر کار عذاب نے اُن کو آلیا جب کہ وہ ظالم ہو چکے تھے۔[۳۳]

پس اے لوگو، اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو۔ اگر تم واقعی اُسی کی بندگی کرنے والے ہو۔ اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے وہ ہے مُردار اور خون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ البتہ بھوک سے مجبور اور بے قرار ہو کر اگر کوئی اِن چیزوں کو کھا لے، بغیر اس کے کہ وہ قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کا خواہش مند ہو، یا حدِ ضرورت سے تجاوز کا مرتکب ہو، تو یقیناً اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور یہ جو تمھاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام،[۳۴] تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔ دنیا کا عیش چند روزہ ہے۔ آخر کار اُن کے لیے دردناک سزا ہے۔

وہ چیزیں ہم نے خاص طور پر یہودیوں کے لیے حرام کی تھیں جن کا ذکر اس سے پہلے ہم تم سے کر چکے ہیں۔ اور یہ اُن پر ہمارا ظلم نہ تھا بلکہ اُن کا اپنا ہی ظلم تھا جو وہ اپنے اوپر کر رہے تھے۔

---

[۳۳] حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہاں خود مکّے کو نام لیے بغیر مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کی رُو سے خوف اور بھوک کی جس مصیبت کے چھا جانے کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد وہ قحط ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایک مدت تک اہلِ مکہ پر مسلط رہا۔

[۳۴] یہ آیت صاف تصریح کرتی ہے کہ خدا کے سوا تحلیل و تحریم کا حق کسی کو بھی نہیں دوسرا جو شخص بھی جائز اور ناجائز کا فیصلہ کرنے کی جرأت کرے گا وہ اپنی حد سے تجاوز کرے گا اِلّا یہ کہ وہ قانونِ الٰہی کو سند مان کر اس کے فرامین سے استنباط کرتے ہوئے یہ کہے کہ فلاں چیز یا فلاں فعل جائز ہے اور فلاں ناجائز۔ خود مختارانہ تحلیل و تحریم کو اللہ پر جھوٹ اور افترا اس لیے فرمایا گیا کہ جو شخص اس طرح کے احکام لگاتا ہے اس کا یہ فعل دو حال

البتہ جن لوگوں نے جہالت کی بنا پر بُرا عمل کیا اور پھر توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو یقیناً توبہ و اصلاح کے بعد تیرا رَبّ اُن کے لیے غفور اور رحیم ہے۔ ع

واقعہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ اپنی ذات سے ایک پوری اُمّت تھا، اللہ کا مطیعِ فرمان اور یک سُو۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اللہ نے اس کو منتخب کر لیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ دنیا میں اس کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔ پھر ہم نے تمھاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یک سُو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے پر چلو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ رہا سَبْت، تو وہ ہم نے اُن لوگوں پر مسلّط کیا تھا جنھوں نے اُس کے احکام میں اختلاف کیا، اور یقیناً تیرا ربّ قیامت کے روز ان سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

اے نبیؐ، اپنے ربّ کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو تمھارا ربّ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہُوا ہے اور کون راہِ راست پر ہے۔ اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔

سے خالی نہیں ہو سکتا یا وہ اس بات کا دعوٰی کرتا ہے کہ جسے وہ کتاب الٰہی کی سند سے بے نیاز ہو کر جائز یا ناجائز کہہ رہا ہے اسے خدا نے جائز یا ناجائز ٹھیرایا ہے یا اس کا دعوٰی یہ ہے کہ اللہ نے تحلیل و تحریم کے اختیارات سے دست بردار ہو کر انسان کو خود اپنی مرضی کا قانون بنا لینے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہے ان میں سے جو دعوٰی بھی وہ کرے وہ لامحالہ جھوٹ اور اللہ پر افترا ہے۔

اے نبیؐ، صبر سے کام کیے جاؤ۔ اور تمھارا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دِل تنگ ہو۔ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقوٰی سے کام لیتے ہیں۔ اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔ ع

سورۂ بنی اسرائیل (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دُور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ [۱] حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا۔

ہم نے اس سے پہلے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ذریعۂ ہدایت بنایا تھا۔ اِس تاکید کے ساتھ کہ میرے سوا کسی کو اپنا وکیل نہ بنانا۔ [۲] تم اُن لوگوں کی اولاد ہو جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور نوحؑ ایک شکر گزار بندہ تھا۔ پھر ہم نے اپنی کتاب [۳] میں بنی اسرائیل کو اِس بات پر بھی مُتنبّہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فسادِ عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ آخر کار جب اُن میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا، تو اے بنی اسرائیل، ہم نے تمھارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے۔

---

[۱] یہ واقعہ وہی ہے جو اصطلاحاً معراج کے نام سے مشہور ہے اکثر اور معتبر روایات کی رُو سے یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کی تفصیلات بکثرت صحابہؓ سے مروی ہیں جن کی تعداد ۲۵ تک پہنچتی ہے قرآنِ مجید صرف مسجدِ حرام (یعنی بیت اللہ) سے مسجدِ اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک حضور کے جانے کی تصریح کرتا ہے اور احادیث میں بیت المقدس سے عالمِ بالا کی انتہائی بلندی پر پہنچ کر اللہ تعالٰی کے حضور میں آپ کی حاضری کا مفصل ذکر کیا گیا ہے اس سفر کی کیفیت کیا تھی؟ یہ عالمِ خواب میں پیش آیا تھا یا بیداری میں؟ اور آیا حضورؐ بذاتِ خود تشریف لے گئے تھے یا اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے محض روحانی طور پر ہی آپ کو یہ مشاہدہ کرا دیا گیا؟ ان سوالات کا جواب قرآن مجید کے الفاظ خود دے رہے ہیں۔ "پاک ہے وہ جو لے گیا" سے بیان کی ابتدا کرنا خود بتا رہا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا غیر معمولی واقعہ تھا جو اللہ تعالٰی کی غیر معمولی قدرت سے رُونما ہُوا۔ ظاہر ہے کہ خواب میں کسی شخص کا اس طرح کی چیزیں دیکھ لینا یا کشف کے طور پر دیکھنا یہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اسے بیان کرنے کے لیے اس تمہید کی

CS CamScanner

جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمھارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے۔ [۴] یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ اِس کے بعد ہم نے تمھیں اُن پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمھیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمھارے اپنے ہی لیے بھلائی تھی، اور بُرائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کیلئے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلّط کیا تاکہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المَقدِس) میں اُسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں۔ [۵] ہو سکتا ہے کہ اب تمھارا ربّ تم پر رحم کرے، لیکن اگر تم نے پھر اپنی سابق روِش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے، اور کافرِ نعمت لوگوں کے لیے ہم نے جہنّم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں اِنھیں یہ بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لیے بڑا اجر ہے، اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انھیں یہ خبر دیتا ہے کہ اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ ع

انسان شرّ اُس طرح مانگتا ہے جس طرح خیر مانگنی چاہیے۔ انسان بڑا ہی جلد باز

ضرورت ہو کہ تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو یہ خواب دکھایا یا کشف میں یہ کچھ دکھایا پھر یہ الفاظ بھی کہ "ایک رات اپنے بندے کو لے گیا" جسمانی سفر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں۔ خواب کے سفر یا کشفی سفر کے لیے یہ الفاظ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتے لہٰذا ہمارے لیے یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محض ایک رُوحانی تجربہ نہ تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللّٰہ تعالیٰ نے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو کرایا۔

[۲] یعنی اعتماد اور بھروسے کا مدار جس پر توکّل کیا جائے جس کے سپرد اپنے معاملات کر دیے جائیں جس کی طرف ہدایت اور استمداد کے لیے رجوع کیا جائے۔

[۳] کتاب سے مراد یہاں تورات نہیں ہے بلکہ صُحُفِ آسمانی کا مجموعہ ہے جس کے لیے قرآن میں اصطلاح کے طور پر لفظ "الکتاب" کئی جگہ استعمال ہُوا ہے۔

[۴] اس سے مراد وہ ہولناک تباہی ہے جو آشوریوں اور اہلِ بابل کے ہاتھوں بنی اسرائیل پر نازل ہوئی۔

[۵] اس سے مراد رُومی ہیں جنھوں نے بیت المقدس کو بالکل تباہ کر دیا، بنی اسرائیل کو مار مار کر فلسطین سے نکال دیا اور اس کے بعد آج دو ہزار سال سے وہ دنیا بھر میں پراگندہ و منتشر ہیں۔

واقع ہُوا ہے۔[۶] دیکھو، ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو ہم نے بے نُور بنایا، اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تا کہ تم اپنے ربّ کا فضل تلاش کر سکو اور ماہ و سال کا حساب معلوم کر سکو۔ اِسی طرح ہم نے ہر چیز کو الگ الگ ممیّز کر کے رکھا ہے۔

ہر انسان کا شگون ہم نے اُس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے،[۷] اور قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اُس کیلیے نکالیں گے جسے وہ کھُلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا نامۂ اعمال آج اپنا حساب لگانے کے لیے تُو خود ہی کافی ہے۔

جو کوئی راہِ راست اختیار کرے اس کی راست روِی اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے، اور جو گمراہ ہو اس کی گمراہی کا وبال اُسی پر ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔[۸] اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ لوگوں کو (حق و باطل کا فرق سمجھانے کے لیے) ایک پیغمبر نہ بھیج دیں۔

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔[۹] دیکھ لو، کتنی ہی نسلیں ہیں جو نوحؑ کے بعد ہمارے حکم سے ہلاک ہوئیں۔ تیرا ربّ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

---

[۶] یہ جواب ہے کفارِ مکہ کی ان احمقانہ باتوں کا جو وہ بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ بس لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرایا کرتے ہو۔ اوپر کے بیان کے بعد معاً یہ فقرہ ارشاد فرمانے کی غرض اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ بیوقوفو: خیر مانگنے کے بجائے عذاب مانگتے ہو؟ تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ اللہ کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے؟ اس کے ساتھ اس فقرے میں ایک لطیف تنبیہ مسلمانوں کے لیے بھی تھی جو کفار کے ظلم و ستم اور ان کی ہٹ دھرمیوں سے تنگ آ کر کبھی کبھی ان کے حق میں نزولِ عذاب کی دُعا کرنے لگتے تھے۔ حالانکہ ابھی انہی کفار میں بہت سے وہ لوگ موجود تھے جو آگے چل کر ایمان لانے والے اور دنیا بھر میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ انسان بڑا ہی بے صبر واقع ہُوا ہے، ہر وہ چیز مانگ بیٹھتا ہے جس کی بروقت ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ بعد میں اسے خود تجربہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر اس وقت اس کی دُعا قبول کر لی جاتی تو وہ اس کے حق میں خیر نہ ہوتی۔

[۷] یعنی ہر انسان کی نیک بختی و بدبختی اور اس کے انجام کی بھلائی اور برائی کے اسباب و وجوہ خود اس کی اپنی

جو کوئی (اس دنیا میں) جلدی حاصل ہونے والے فائدوں کا خواہش مند ہو، اسے یہیں ہم دے دیتے ہیں جو کچھ بھی جسے دینا چاہیں، پھر اس کے مقسوم میں جہنّم لکھ دیتے ہیں جسے وہ تاپے گا ملامت زدہ اور رحمت سے محروم ہو کر۔ اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے، اور ہو وہ مومن، تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی۔[۱۰] اِن کو بھی اور اُن کو بھی، دونوں فریقوں کو ہم (دنیا میں) سامانِ زیست دیے جا رہے ہیں، یہ تیرے ربّ کا عطیہ ہے، اور تیرے رَبّ کی عطا کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ مگر دیکھ لو، دنیا ہی میں ہم نے ایک گروہ کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے،[۱۱] اور آخرت میں اُس کے درجے اور بھی زیادہ ہوں گے، اور اس کی فضیلت اور بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوگی۔

تُو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ ملامت زدہ اور بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا۔ ع

تیرے ربّ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمھارے پاس اِن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انھیں اُف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ اِن سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دُعا کیا کرو کہ "پروردگار، اِن پر رحم فرما

ذات ہی میں موجود ہیں۔

[۸] مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اپنی ایک مستقل اخلاقی ذِمّہ داری رکھتا ہے اور اپنی شخصی حیثیت میں اللہ تعالٰی کے سامنے جواب دِہ ہے۔ اس ذاتی ذمہ داری میں کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

[۹] جس حقیقت پر اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک معاشرے کو آخر کار جو چیز تباہ کرتی ہے وہ اس کے کھاتے پیتے خوشحال لوگوں اور اونچے طبقوں کا بگاڑ ہے۔ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس کے دولت مند اور صاحبِ اقتدار لوگ فسق و فجور پر اتر آتے ہیں، ظلم و ستم اور بدکاریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں اور آخر یہی فتنہ پوری قوم کو لے ڈوبتا ہے لہٰذا جو معاشرہ آپ اپنا دشمن نہ ہو اسے فکر رکھنی چاہیے کہ اس کے ہاں اقتدار کی باگیں اور معاشی دولت کی کنجیاں کم ظرف اور بداخلاق لوگوں کے ہاتھ میں نہ جانے پائیں۔

[۱۰] یعنی اس کے کامِ کی قدر کی جائے گی اور جتنی اور جیسی کوشش بھی اس نے آخرت کی کامیابی کے لیے کی ہوگی اس کا پھل وہ ضرور پائے گا۔

[۱۱] یعنی دنیا ہی میں یہ فرق نمایاں نظر آتا ہے کہ آخرت کے طلبگار دنیا پرست لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں یہ

CS CamScanner

جس طرح انھوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا‘‘۔ تمھارا ربّ خوب جانتا ہے کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے۔ جو اپنے قصور پر مُتنَبّہ ہو کر بندگی کے رَوِیّے کی طرف پلٹ آئیں۔ رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے۔ اگر اُن سے (یعنی حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے) تمھیں کتراناہو اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو، تو انھیں نرم جواب دے دو۔ نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کُھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔[۱۲] تیرا ربّ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے۔ ع اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ درحقیقت اُن کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔ زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ۔

فضیلت اس اعتبار سے نہیں ہے کہ ان کے کھانے اور لباس اور مکان اور سواریاں اور تمدّن وتہذیب کے ٹھاٹھ ان سے کچھ بڑھ کر ہیں۔ بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ جو کچھ بھی پاتے ہیں صداقت، دیانت اور امانت کے ساتھ پاتے ہیں اور وہ جو کچھ پا رہے ہیں۔ ظلم سے بے ایمانیوں سے اور طرح طرح کی حرام خوریوں سے پا رہے ہیں پھر ان کو جو کچھ ملتا ہے وہ اعتدال کے ساتھ خرچ ہوتا ہے۔ اس میں حق داروں کے حقوق ادا ہوتے ہیں، اس میں سے سائل اور محروم کا حصہ بھی نکلتا ہے، اور اس میں سے خدا کی خوشنودی کے لیے دوسرے نیک کاموں پر بھی مال صرف کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس دنیا پرستوں کو جو کچھ ملتا ہے وہ بیش تر عیاشیوں اور حرام کاریوں اور طرح طرح کے فساد انگیز اور فتنہ خیز کاموں میں پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ اسی طرح تمام حیثیتوں سے آخرت کے طلب گار کی زندگی دنیا پرست کی زندگی سے برتر ہوتی ہے۔

[۱۲] ہاتھ باندھنا استعارہ ہے بُخل کے لیے اور اسے کُھلا چھوڑ دینے سے مراد ہے فضول خرچی۔

قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے وَلی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے،[۱۳] پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے،[۱۴] اُس کی مدد کی جائے گی۔[۱۵] مالِ یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقے سے، یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔ عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظِ انجام بھی یہی بہتر ہے۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو۔ جس کا تمھیں علم نہ ہو۔[۱۶] یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی بازپُرس ہونی ہے۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

اِن امور میں سے ہر ایک کا بُرا پہلو تیرے ربّ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔[۱۷] یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے ربّ نے تجھ پر وحی کی ہیں۔

اور دیکھ! اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبُود نہ بنا بیٹھ ورنہ تُو جہنّم میں ڈال دیا جائے گا

---

[۱۳] اصل الفاظ ہیں "اس کے ولی کو ہم نے سلطان عطا کیا ہے" سلطان سے مراد یہاں "حُجت" ہے جس کی بنا پر وہ قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

[۱۴] قتل میں حد سے گزرنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں اور وہ سب ممنوع ہیں مثلاً جوشِ انتقام میں مُجرِم کے علاوہ دوسروں کو قتل کرنا یا مُجرم کو عذاب دے دے کر مارنا یا مار دینے کے بعد اس کی لاش پر غصہ نکالنا یا خوں بہا لینے کے بعد پھر اسے قتل کرنا وغیرہ۔

[۱۵] چونکہ اس وقت تک اسلامی حکومت قائم نہ ہوئی تھی اس لیے اس بات کو نہیں کھولا گیا کہ اس کی مدد کون کرے گا۔ ہجرت کے بعد جب اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو یہ طے کر دیا گیا کہ اس کی مدد کرنا اس کے قبیلے یا اس کے حلیفوں کا کام نہیں بلکہ اسلامی حکومت اور اس کے نظامِ عدالت کا کام ہے۔ کوئی شخص یا گروہ بطور خود قتل کا انتقام لینے کا مجاز نہیں ہے بلکہ یہ منصب اسلامی حکومت کا ہے کہ حصولِ انصاف کے لیے اس سے مدد مانگی جائے۔

[۱۶] اس ارشاد کا منشا یہ ہے کہ لوگ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہم و گمان کے بجائے "علم" کی پیروی کریں۔

[۱۷] یعنی اِن احکام میں سے جس حکم کی بھی نافرمانی کی جائے وہ ناپسندیدہ ہے۔

ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم ہو کر۔ [۱۸] کیسی عجیب بات ہے کہ تمھارے رب نے تمھیں تو بیٹوں سے نوازا اور خود اپنے لیے ملائکہ کو بیٹیاں بنا لیا؟ بڑی جھوٹی بات ہے جو تم لوگ زبانوں سے نکالتے ہو۔ ع

ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے لوگوں کو سمجھایا کہ ہوش میں آئیں، مگر وہ حق سے اور زیادہ دُور ہی بھاگے جا رہے ہیں۔ اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ اگر اللّٰہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہوتے، جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں، تو وہ مالکِ عرش کے مقام کو پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے۔ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اُس کی پاکی تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں۔ [۱۹] کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم اُن کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی بُردبار اور درگزر کرنے والا ہے۔

جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمھارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں، اور ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے، اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں۔ [۲۰] اور جب تم قرآن

---

[۱۸] اس فرمان کا مخاطب ہر انسان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے انسان تُو یہ کام نہ کر۔

[۱۹] یعنی ساری کائنات اور اس کی ہر شے اپنے پورے وجود سے اس حقیقت پر گواہی دے رہی ہے کہ جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور جو اس کی پروردگاری و نگہبانی کر رہا ہے اس کی ذات ہر عیب اور نقص اور کمزوری سے مُنزّہ ہے اور وہ اس سے بالکل پاک ہے کہ خدائی میں کوئی اس کا شریک و سہیم ہو۔

[۲۰] یعنی آخرت پر ایمان نہ لانے کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ آدمی کے دل پر قُفل چڑھ جائیں اور اس کے کان اس دعوت کے لیے بند ہو جائیں جو قرآن پیش کرتا ہے۔ قرآن کی تو دعوت ہی اِس بنیاد پر ہے کہ دنیوی زندگی کے ظاہری پہلو سے دھوکہ نہ کھاو۔ حق اور باطل کے فیصلے اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں ہوں گے۔ نیکی وہ ہے جس کا اچھا نتیجہ آخرت میں نکلے گا خواہ دنیا میں اس کی وجہ سے انسان کو کتنی ہی تکلیفیں پہنچیں اور بدی وہ ہے جس کا نتیجہ آخرت میں لازماً بُرا نکلے گا خواہ دنیا میں وہ کتنی ہی لذیذ اور مفید ہو۔ اب جو شخص آخرت ہی کو نہیں مانتا وہ قرآن کی اس دعوت پر کیسے توجہ دے سکتا ہے۔

میں اپنے ایک ہی ربّ کا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ [۲۱] ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ کان لگا کر تمھاری بات سُنتے ہیں تو دراصل کیا سُنتے ہیں، اور جب بیٹھ کر باہم سرگوشیاں کرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں۔ یہ ظالم آپس میں کہتے ہیں کہ یہ تو ایک سحرزدہ آدمی ہے جس کے پیچھے تم لوگ جا رہے ہو [۲۲] دیکھو، کیسی باتیں ہیں جو یہ لوگ تم پر چھانٹتے ہیں، یہ بھٹک گئے ہیں، انھیں راستہ نہیں ملتا۔

وہ کہتے ہیں "جب ہم صرف ہڈیاں اور خاک ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے"؟ اُن سے کہو "تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ، یا اس سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز جو تمھارے ذہن میں قبولِ حیات سے بعید تر ہو" (پھر بھی تم اٹھ کر رہو گے) وہ ضرور پوچھیں گے [۲۳] "کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا؟" جواب میں کہو "وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا" وہ سر ہلا ہلا کر پوچھیں گے "اچھا، تو یہ ہوگا کب؟" تم کہو "کیا عجب کہ وہ وقت قریب ہی آلگا ہو۔ جس روز وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کے جواب میں نکل آؤ گے اور تمھارا گمان اُس وقت یہ ہوگا کہ ہم بس تھوڑی دیر ہی اِس حالت میں پڑے رہے ہیں۔" [۲۴] ع

اور اے نبیؐ، میرے بندوں (یعنی مومن بندوں) سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا

---

[۲۱] یعنی انھیں یہ بات سخت ناگوار ہوتی ہے کہ تم بس ایک اللہ ہی کو مالک و مختار قرار دیتے ہو اور اسی کی تعریفوں کے گُن گاتے ہو وہ کہتے ہیں کہ یہ عجیب شخص ہے جس کے نزدیک علمِ غیب ہے تو اللہ کو، قدرت ہے تو اللہ کی، تصرّفات اور اختیارات ہیں تو بس ایک اللہ ہی کے۔ آخر یہ ہمارے آستانوں والے بھی کوئی چیز ہیں کہ نہیں جن کے ہاں سے ہمیں اولاد ملتی ہے، بیماروں کو شفا نصیب ہوتی ہے، کاروبار چمکتے ہیں، اور منہ مانگی مرادیں بر آتی ہیں۔

[۲۲] کفارِ مکہ کا حال یہ تھا کہ چھپ چھپ کر قرآن سنتے اور پھر آپس میں مشورہ کرتے تھے کہ اس کا توڑ کیا ہونا چاہیے۔ بسا اوقات انھیں اپنے ہی آدمیوں میں سے کسی پر یہ شبہ بھی ہو جاتا تھا کہ شاید یہ شخص قرآن سن کر کچھ متاثر ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ سب مل کر اس کو سمجھاتے تھے کہ اجی، یہ کس کے پھیر میں آ رہے ہو یہ شخص تو سحرزدہ ہے یعنی کسی دشمن نے اس پر جادو کر دیا ہے اس لیے بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے۔

[۲۳] انغاض کے معنی ہیں سر کو اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کی طرف ہلانا جس طرح اظہارِ تعجب کے لیے یا مذاق اڑانے کے لیے آدمی کرتا ہے۔

کریں جو بہترین ہو۔[۲۵] دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کُھلا دشمن ہے۔ تمھارا ربّ تمھارے حال سے خوب واقف ہے۔ وہ چاہے تو تم پر رحم کرے اور چاہے تو تمھیں عذاب دے دے۔[۲۶] اور اے نبیؐ، ہم نے تم کو لوگوں پر حوالہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

تیرا ربّ زمین اور آسمانوں کی مخلوقات کو زیادہ جانتا ہے۔ ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض سے بڑھ کر مرتبے دیے، اور ہم نے ہی داؤدؑ کو زبور دی تھی۔

اِن سے کہو، پکار دیکھو اُن معبودوں کو جن کو تم خدا کے سِوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔[۲۷] جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے ربّ کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اُس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار اور اُس کے عذاب سے خائف ہیں۔[۲۸] حقیقت یہ ہے کہ تیرے ربّ کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا سخت عذاب نہ دیں، یہ نوشتۂ الٰہی میں لکھا ہُوا ہے۔

اور ہم کو نشانیاں بھیجنے سے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ ان سے پہلے کے لوگ اُن کو

---

[۲۴] یعنی دنیا میں مرنے کے وقت سے لے کر قیامت کے روز اٹھنے کے وقت تک کی مدّت تم کو چند گھنٹوں سے زیادہ محسوس نہ ہوگی۔ تم اس وقت یہ سمجھو گے کہ ہم ذرا دیر سوئے پڑے تھے کہ یکایک اس شورِ محشر نے جگا اٹھایا۔

[۲۵] یعنی مخالفین خواہ کیسی ہی ناگوار باتیں کریں مسلمانوں کو بہرحال نہ تو کوئی بات خلافِ حق زبان سے نکالنی چاہیے اور نہ غصّے میں آپے سے باہر ہو کر بے ہودگی کا جواب بے ہودگی سے دینا چاہیے انھیں ٹھنڈے دل سے وہی بات کہنی چاہیے جو جچی تلی ہو، برحق ہو، اور ان کی دعوت کے وقار کے مطابق ہو۔

[۲۶] یعنی اہلِ ایمان کی زبان پر کبھی ایسے دعوے نہ آنے چاہئیں کہ ہم جنّتی ہیں اور فلاں شخص یا گروہ دوزخی ہے۔ اس چیز کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہی سب انسانوں کے ظاہر و باطن اور ان کے حال و مستقبل سے واقف ہے۔ اسی کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کس پر رحمت فرمائے اور کسے عذاب دے۔ ایک مسلمان اصولی حیثیت سے تو یہ کہنے کا ضرور مجاز ہے کہ کتاب اللہ کی رُو سے کس قسم کے انسان رحمت کے مستحق ہیں اور کس قسم کے انسان عذاب کے مستحق۔ مگر کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ فلاں شخص کو عذاب دیا جائے گا اور فلاں شخص بخشا جائے گا۔

[۲۷] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہی شرک نہیں ہے، بلکہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی

جھٹلا چکے ہیں۔[۲۹] (چنانچہ دیکھ لو) ثمود کو ہم نے علانیہ اونٹنی لا کر دی اور اُنھوں نے اس پر ظلم کیا۔ ہم نشانیاں اسی لیے تو بھیجتے ہیں کہ لوگ انھیں دیکھ کر ڈریں۔ یاد کرو اے نبیؐ، ہم نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تیرے ربّ نے ان لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ جو کچھ ابھی ہم نے تمھیں دکھایا ہے،[۳۰] اس کو اور اُس درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔[۳۱] ہم نے اِن لوگوں کے لیے بس ایک فتنہ بنا کر رکھ دیا۔[۳۲] ہم انھیں تنبیہ پر تنبیہ کیے جا رہے ہیں مگر ہر تنبیہ ان کی سرکشی میں اضافہ کیے جاتی ہے۔ ع

اور یاد کرو جب کہ ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے کہا ”کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تُو نے مٹی سے بنایا ہے“؟ پھر وہ بولا ”دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تُو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تُو مجھے قیامت کے دن تک مُہلت دے تو مَیں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے“۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”اچھا تو جا، اِن میں سے جو بھی تیری پیروی کریں، تجھ سمیت اُن سب کے لیے جہنّم ہی بھرپور جزا ہے۔ تُو جس جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے پھسلا لے، ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا، مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا لگا، اور ان کو وعدوں کے جال میں پھانس

سے دعا مانگنا یا اس کو مدد کے لیے پکارنا بھی شرک ہے۔

[۲۸] یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ مشرکین کے جن معبُودوں اور فریاد رسوں کا یہاں ذِکر کیا جا رہا ہے ان سے مراد پتھر کے بُت نہیں ہیں، بلکہ یا تو فرشتے ہیں یا گزرے ہوئے زمانے کے برگزیدہ انسان۔

[۲۹] یہ کُفّار کے اس مطالبے کا جواب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کوئی معجزہ دکھائیں۔ مدّعا یہ ہے کہ ایسا معجزہ دیکھ لینے کے بعد جب لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں، تو پھر لامحالہ ان پر نزولِ عذاب واجب ہو جاتا ہے اور پھر ایسی قوم کو تباہ کیے بغیر نہیں چھوڑا جاتا۔ اب یہ سراسر اللہ کی رحمت ہے کہ وہ ایسا کوئی معجزہ نہیں بھیج رہا ہے مگر تم ایسے بیوقوف لوگ ہو کہ معجزے کا مطالبہ کر کے ثمود کے سے انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو۔

[۳۰] اشارہ ہے معراج کی طرف یہاں لفظ ”رُؤیا“ ”خواب“ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ آنکھوں دیکھنے کے معنی میں ہے۔

[۳۱] یعنی زَقُّوم، جس کے متعلق قرآن میں خبر دی گئی ہے کہ وہ دوزخ کی تہ میں پیدا ہوگا اور دوزخیوں کو اسے کھانا پڑے گا۔ اس پر لعنت کرنے سے مراد اس کا اللہ کی رحمت سے دُور ہونا ہے۔

[۳۲] یعنی ہم نے ان کی بھلائی کے لیے تم کو معراج کے مشاہدات کرائے، تاکہ تم جیسے صادق و امین انسان

CS CamScanner

اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا، اور توکّل کے لیے تیرا ربّ کافی ہے"۔

تمھارا (حقیقی) رَبّ تو وہ ہے جو سمندر میں تمھاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمھارے حال پر نہایت مہربان ہے۔ جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اُس ایک کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارا کرتے ہو وہ سب گُم ہو جاتے ہیں، مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اُس سے منہ موڑ جاتے ہو۔ انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔ اچھا، تو کیا تم اس بات سے بالکل بے خوف ہو کہ خدا کبھی خشکی پر ہی تم کو زمین میں دھنسا دے، یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے اور تم اس سے بچانے والا کوئی حمایتی نہ پاؤ؟ اور کیا تمھیں اس کا اندیشہ نہیں کہ خدا پھر کسی وقت سمندر میں تم کو لے جائے اور تمھاری ناشکری کے بدلے تم پر سخت طوفانی ہَوا بھیج کر تمھیں غرق کر دے اور تم کو ایسا کوئی نہ ملے جو اُس سے تمھارے اس انجام کی پوچھ گچھ کر سکے؟ یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور اُن کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔ ع پھر خیال کرو اس دن کا جب کہ ہم ہر انسانی گروہ کو اس کے پیشوا کے ساتھ بُلائیں گے۔ اُس وقت جن لوگوں کو ان کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنا کارنامہ پڑھیں گے اور ان پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

کے ذریعے سے ان لوگوں کو حقیقتِ نفس الامری کا علم حاصل ہو اور یہ مُتنبّہ ہو کر راہِ راست پر آجائیں۔ مگر ان لوگوں نے اُلٹا اس پر تمہارا مذاق اڑایا۔ ہم نے تمہارے ذریعے سے ان کو خبردار کیا کہ یہاں کی حرام خوریاں آخر کار تمہیں زقّوم کے نوالے کھلوا کر رہیں گی، مگر انہوں نے اس پر ایک ٹھٹھا لگایا اور کہنے لگے، ذرا اس شخص کو دیکھو، ایک طرف کہتا ہے کہ دوزخ میں بلا کی آگ بھڑک رہی ہوگی اور دوسری طرف خبر دیتا ہے کہ وہاں درخت اُگیں گے۔

اور جو اس دنیا میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ راستہ پانے میں اندھے سے بھی زیادہ ناکام۔

اے نبیؐ، ان لوگوں نے اِس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ تمھیں فتنے میں ڈال کر اس وحی سے پھیر دیں جو ہم نے تمھاری طرف بھیجی ہے تاکہ تم ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑو۔ اگر تم ایسا کرتے تو وہ ضرور تمھیں اپنا دوست بنا لیتے۔ اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم تمھیں مضبوط نہ رکھتے تو تم اِن کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے۔ لیکن اگر تم ایسا کرتے تو ہم تمھیں دنیا میں بھی دوہرے عذاب کا مزہ چکھاتے اور آخرت میں بھی دوہرے عذاب کا، پھر ہمارے مقابلے میں تم کوئی مددگار نہ پاتے۔

اور یہ لوگ اس بات پر بھی تُلے رہے ہیں کہ تمھارے قدم اس سرزمین سے اُکھاڑ دیں اور تمھیں یہاں سے نکال باہر کریں لیکن اگر یہ ایسا کریں گے تو تمھارے بعد یہ خود یہاں کچھ زیادہ دیر نہ ٹھیر سکیں گے۔

یہ ہمارا مستقل طریقِ کار ہے جو اُن سب رسُولوں کے معاملے میں ہم نے برتا ہے جنھیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا اور ہمارے طریقِ کار میں تم کوئی تغیر نہ پاؤ گے۔ ع

نماز قائم کرو زوالِ آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک [۴۳] اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے۔ [۴۴] اور رات کو تہجّد پڑھو، [۴۵] یہ تمھارے لیے نفل ہے، بعید نہیں کہ تمھارا ربّ تمھیں مقامِ محمود پر فائز کر دے۔ [۴۶]

---

[۴۳] اس میں ظہر سے لے کر عشا تک کی چاروں نمازیں آ جاتی ہیں۔

[۴۴] فجر کے قرآن سے مراد فجر کی نماز میں قرآن پڑھنا ہے اور قرآنِ فجر کے مشہود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے فرشتے خاص طور پر اس کے گواہ بنتے ہیں کیونکہ اسے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

[۴۵] تہجّد کے معنی ہیں نیند توڑ کر اُٹھنے کے۔ پس رات کے وقت تہجّد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رات کا ایک حصّہ سونے کے بعد پھر اٹھ کر نماز پڑھی جائے۔

[۴۶] یعنی دنیا اور آخرت میں تم کو ایسے مرتبے پر پہنچا دے جہاں تم محمودِ خلائق ہو کر رہو، ہر طرف سے تم پر مدح و ستائش کی بارش ہو اور تمہاری ہستی ایک قابلِ تعریف ہستی بن کر رہے۔

اور دُعا کرو کہ پروردگار، مجھ کو جہاں بھی تُو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال، اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔[۳۷]

اور اعلان کر دو کہ "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے"۔

ہم اِس قرآن کے سلسلۂ تنزِیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے تو شفا اور رحمت ہے، مگر ظالموں کے لیے خسارے کے سِوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔ انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اس کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اَینٹھتا اور پیٹھ موڑ لیتا ہے، اور جب ذرا مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو مایوس ہونے لگتا ہے۔

اے نبیؐ، ان لوگوں سے کہہ دو کہ "ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے، اب یہ تمھارا رَبّ ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدھی راہ پر کون ہے"۔ ع

یہ لوگ تم سے رُوح کے متعلق پوچھتے ہیں کہو "یہ رُوح میرے ربّ کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے"۔[۳۸] اور اے نبیؐ، ہم چاہیں تو وہ سب کچھ تم سے چھین لیں جو ہم نے وحی کے ذریعہ سے تم کو عطا کیا ہے، پھر تم ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پاؤ گے جو اسے واپس دِلا سکے۔ یہ تو جو کچھ تمھیں مِلا ہے تمھارے ربّ کی رحمت سے مِلا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کا فضل تم پر بہت بڑا ہے۔ کہہ دو کہ اگر انسان اور جِنّ سب کے سب مِل کر اِس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

---

[۳۷] یعنی یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا دے تاکہ اس کی طاقت سے میں دنیا کے بگاڑ کو درست کر سکوں، فواحش و معاصی کے اس سیلاب کو روک سکوں اور تیرے قانونِ عدل کو جاری کر سکوں۔

[۳۸] عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہاں رُوح سے مراد جان ہے یعنی لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رُوحِ حیات کے متعلق پوچھا تھا کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے۔ لیکن ربطِ عبارت کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں رُوح سے مراد رُوحِ نبوّت یا وحی ہے اور یہی بات سورۂ نحل آیت ۲، سورۂ مومن آیت ۱۵، اور سورۂ شوریٰ آیت ۵۲ میں بیان ہوئی ہے سلف میں سے ابنِ عباسؓ قتادہ اور

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر اکثر لوگ اِنکار ہی پر جمے رہے۔ اور انھوں نے کہا "ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تُو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تُو اس میں نہریں رواں کر دے۔ یا تُو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔ یا خدا اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے۔ یا تُو آسمان پر چڑھ جائے، اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تُو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اُتار لائے جسے ہم پڑھیں۔" اے نبیؐ، اِن سے کہو "پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟" ع

لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے اُن کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر اُن کے اِسی قول نے کہ "کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟" اِن سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو اُن کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

اے نبیؐ، ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمھارے درمیان بس ایک اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جسے وہ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے سوا ایسے لوگوں کے لیے تو کوئی حامی و ناصر نہیں

حسن بصری رحمہم اللہ نے بھی یہ تفسیر اختیار کی ہے اور صاحب رُوح المعانی حسن اور قتادہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ "رُوح سے مراد جبرائیلؑ ہیں اور سوال دراصل یہ تھا کہ وہ کیسے نازل ہوتے ہیں اور کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر وحی کا اِلقاء ہوتا ہے"۔

پاسکتا۔ ان لوگوں کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ لائیں گے، اندھے، گونگے اور بہرے اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے۔ جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ بدلہ ہے ان کی اس حرکت کا کہ انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا "کیا جب ہم صرف ہڈیاں اور خاک ہو کر رہ جائیں گے تو نئے سرے سے ہم کو پیدا کر کے اُٹھا کھڑا کیا جائے گا"؟ کیا ان کو یہ نہ سوجھا کہ جس خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کو پیدا کرنے کی ضرور قدرت رکھتا ہے؟ اُس نے اِن کے حشر کے لیے ایک وقت مقرّر کر رکھا ہے جس کا آنا یقینی ہے، مگر ظالموں کو اصرار ہے کہ وہ اس کا انکار ہی کریں گے۔

اے نبیؐ، ان سے کہو، اگر کہیں میرے ربّ کی رحمت کے خزانے تمھارے قبضے میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے اندیشے سے ضرور ان کو روک رکھتے۔ واقعی انسان بڑا تنگ دل واقع ہُوا ہے۔[۳۹] ع

ہم نے موسیٰؑ کو نو (۹) نشانیاں عطا کی تھیں جو صریح طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔[۴۰] اب یہ تم خود بنی اسرائیل سے پُوچھ لو کہ جب موسیٰؑ ان کے ہاں آئے تو فرعون نے یہی کہا تھا نا کہ "اے موسیٰؑ، میں سمجھتا ہوں کہ تُو ضرور ایک سحر زدہ آدمی ہے"۔ موسیٰؑ نے اس کے جواب میں کہا "تُو خوب جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں زمین اور آسمانوں کے ربّ کے سوا کسی نے نازل نہیں کی ہیں،[۴۱] اور میرا خیال یہ ہے کہ اے فرعون، تُو ضرور ایک شامت زدہ آدمی ہے"۔

---

[۳۹] مشرکینِ مکّہ جن نفسیاتی وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا اِنکار کرتے تھے ان میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ اس طرح انہیں آپؐ کا فضل و شرف ماننا پڑتا تھا اور اپنے کسی معاصر اور ہم چشم کا فضل ماننے کے لیے انسان مشکل ہی سے آمادہ ہُوا کرتا ہے۔ اسی پر فرمایا جا رہا ہے کہ جن لوگوں کی بخیلی کا حال یہ ہے کہ کسی کے واقعی مرتبے کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے بھی ان کا دل دُکھتا ہے انہیں اگر کہیں خدا نے اپنے خزانہائے رحمت کی کنجیاں حوالے کر دی ہوتیں تو وہ کسی کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے۔

[۴۰] ان ۹ نشانیوں کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔

[۴۱] یہ بات حضرت موسیٰؑ نے اس لیے فرمائی کہ ایک پورے ملک میں کال پڑ جانا یا لاکھوں مربع میل زمین پر پھیلے ہوئے علاقے میں مینڈکوں کا ایک بَلا کی طرح نکلنا یا تمام ملک کے غلّے کے گوداموں

آخر کار فرعون نے ارادہ کیا کہ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو زمین سے اُکھاڑ پھینکے مگر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اکٹھا غرق کر دیا۔ اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ اب تم زمین میں بسو، پھر جب آخرت کے وعدے کا وقت آن پورا ہوگا تو ہم تم سب کو ایک ساتھ لا حاضر کریں گے۔

اِس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق ہی کے ساتھ یہ نازل ہُوا ہے، اور اے نبیؐ تمھیں ہم نے اسکے سِوا اور کسی کام کے لیے نہیں بھیجا کہ (جو مان لے اسے) بشارت دے دو اور (جو نہ مانے اسے) مُتنبّہ کر دو۔ اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سُناؤ، اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اُتارا ہے۔ اے نبیؐ، ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسے مانو یا نہ مانو، جن لوگوں کو اِس سے پہلے علم دیا گیا ہے انھیں جب یہ سُنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بَل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پُکار اُٹھتے ہیں "پاک ہے ہمارا ربّ، اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا"۔ اور وہ منہ کے بَل روتے ہوئے گِر جاتے ہیں۔ اور اسے سُن کر اُن کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔ سجدہ

اے نبیؐ، اِن سے کہو "اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اُس کے لیے سب اچھے ہی نام ہیں"۔ [۴۲] اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پَست آواز سے، ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو۔ [۴۳] اور کہو "تعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا، نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے، اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا پشتیبان ہو"۔ اور اس کی بڑائی بیان کرو، کمال درجے کی بڑائی۔ ع

میں گُھن لگ جانا اور ایسے ہی دوسرے عام مصائب کسی جادوگر کے جادو یا کسی انسانی طاقت کے کرتب سے رُونما نہیں ہو سکتے جادوگر صرف ایک محدود (جگہ) ایک مجمع کی نگاہوں پر سحر کر کے انہیں کچھ کرشمے دکھا سکتا ہے اور وہ بھی حقیقت نہیں ہوتے بلکہ نظر کا دھوکا ہوتے ہیں۔

[۴۲] یہ جواب ہے مشرکینِ مکّہ کے اس اعتراض کا کہ خالق کے لیے "اللہ" کا نام تو ہم نے سُنا تھا مگر یہ "رحمان" کا نام تم نے کہاں سے نکالا؟ ان کے ہاں چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ نام رائج نہ تھا اس لیے وہ اس پر ناک بھوں چڑھاتے تھے۔

[۴۳] ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ مکّے میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے صحابہؓ نماز پڑھتے وقت بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے تو کفّار شور مچانے لگتے اور بسا اوقات گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دیتے

سورۂ کہف (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب، تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کردے، اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو خوش خبری دے دے کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور اُن لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اِس بات کا نہ انھیں کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا۔ بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ محض جُھوٹ بکتے ہیں۔

اچھا، تو اے نبیؐ، شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سرو سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ آخر کار اس سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے[۱] ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے؟

تھے اس پر حکم ہُوا کہ نہ تو اتنے زور سے پڑھو کہ کفار سُن کر ہجوم کریں اور نہ اس قدر آہستہ پڑھو کہ تمہارے اپنے ساتھی بھی نہ سُن سکیں یہ حکم صرف انہی حالات کے لیے تھا، جب حالات بدل گئے تو یہ حکم باقی نہ رہا۔ البتہ جب کبھی مسلمانوں کو مکّے کے حالات سے دوچار ہونا پڑے انہیں اسی ہدایت کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

[۱] یعنی وہ نوجوان جو اپنا ایمان بچانے کے لیے غار میں پناہ گزین ہوئے تھے اور جن کے غار پر بعد میں یادگاری کتبہ لگایا گیا تھا۔

جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ”اے پروردگار، ہم کو اپنی رحمتِ خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے“۔ تو ہم نے انھیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال کے لیے گہری نیند سُلا دیا، پھر ہم نے انھیں اُٹھایا تاکہ دیکھیں اُن کے دو گروہوں میں سے کون اپنی مدّتِ قیام کا ٹھیک شمار کرتا ہے۔ ع

ہم ان کا اصل قصہ تمھیں سُناتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔ [۲] ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ”ہمارا ربّ تو بس وہی ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبُود کو نہ پکاریں گے اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے“۔ (پھر اِنھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا) ”یہ ہماری قوم تو رَبّ کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ ان کے معبُود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ آخر اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ اب جب کہ تم ان سے اور اِن کے معبُودِ اِن غیر اللہ سے بے تعلّق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لو۔ تمھارا ربّ تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمھارے کام کے لیے سر و سامان مہیّا کر دے گا“۔

تم انھیں غار میں دیکھتے [۳] تو تمھیں یُوں نظر آتا کہ سورج جب نکلتا ہے تو ان کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اِن سے بچ کر بائیں جانب اتر جاتا ہے اور وہ ہیں کہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں پڑے ہیں۔

---

[۲] روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان ابتدائی دَور کے پیروانِ مسیح علیہ السّلام میں سے تھے اور رومی سلطنت کی رعایا تھے جو اس وقت مشرک تھی اور اہلِ توحید کی سخت دشمن ہو رہی تھی۔

[۳] بیچ میں یہ ذکر چھوڑ دیا گیا کہ اس قرارداد باہمی کے مطابق یہ لوگ شہر سے نکل کر پہاڑوں کے درمیان ایک غار میں جا چھپے تاکہ سنگسار ہونے یا ارتداد پر مجبور کیے جانے سے بچ جائیں۔

یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے، جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی وَلی مُرشِد نہیں پا سکتے۔ ع تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے اور ان کا کُتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے دہشت بیٹھ جاتی۔

اور اسی عجیب کرشمے سے ہم نے انہیں اُٹھا بٹھایا [۴] تاکہ ذرا آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا "کہو، کتنی دیر اس حال میں رہے"؟ دوسروں نے کہا "شاید دن بھر یا اس سے کچھ کم رہے ہوں گے" پھر وہ بولے "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حالت میں گزرا۔ چلو، اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سِکّہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے کے لیے لائے۔ اور چاہیے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے۔ اگر کہیں اُن لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے، یا پھر زبردستی ہمیں اپنی مِلّت میں واپس لے جائیں گے، اور ایسا ہُوا تو ہم کبھی فلاح نہ پا سکیں گے"۔ اِس طرح ہم نے اہلِ شہر کو ان کے حال پر مطلع کیا [۵] تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کی گھڑی بیشک آ کر رہے گی۔ (مگر ذرا خیال کرو کہ جب سوچنے

---

[۴] یعنی جیسے عجیب طریقے سے وہ سُلائے گئے تھے اور دنیا کو ان کے حال سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ ویسا ہی عجیب کرشمۂ قدرت ان کا ایک طویل مدّت کے بعد جاگنا بھی تھا۔

[۵] یعنی جب وہ شخص کھانا خریدنے کے لیے شہر گیا تو دنیا بدل چکی تھی۔ بُت پرست روم کو عیسائی ہوئے ایک مدت گزر چکی تھی۔ زبان، تہذیب، تمدّن، لباس ہر چیز میں نمایاں فرق آ گیا تھا۔ دو سو برس پہلے کا یہ آدمی اپنی سج دھج، لباس، زبان ہر چیز کے اعتبار سے فوراً ایک تماشا بن گیا اور جب اس نے پرانے زمانے کا سکّہ کھانا خریدنے کے لیے پیش کیا تو دوکاندار کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہُوا کہ یہ شخص تو ان پیروانِ مسیح میں سے ہے جو دو سو برس پہلے اپنا ایمان بچانے کے لیے بھاگ نکلے تھے۔ یہ خبر آناً فاناً شہر کی عیسائی آبادی میں پھیل گئی اور حکّام کے ساتھ لوگوں کا ایک ہجوم غار پر پہنچ گیا۔ اب جو اصحاب کہف خبردار ہوئے کہ وہ دو سو برس بعد سو کر اُٹھے ہیں تو وہ اپنے عیسائی بھائیوں کو سلام کر کے لیٹ گئے اور ان کی رُوح پرواز کر گئی۔

CS CamScanner

کی اصل بات یہ تھی) اُس وقت وہ آپس میں اِس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ ان (اصحابِ کہف) کے ساتھ کیا کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے کہا ”اِن پر ایک دیوار چُن دو، اِن کا ربّ ہی ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے“۔[۶] مگر جو لوگ اُن کے معاملات پر غالب تھے۔ انھوں نے کہا ”ہم تو ان پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے“۔[۷]

کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا اُن کا کُتا تھا۔ اور کچھ دوسرے کہہ دیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا اُن کا کُتا تھا۔ یہ سب بے تکی ہانکتے ہیں۔ کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ سات تھے اور آٹھواں اُن کا کُتا تھا۔[۸] کہو، میرا ربّ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے۔ کم ہی لوگ ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ پس سرسری بات سے بڑھ کر ان کی تعداد کے معاملے میں لوگوں سے بحث نہ کرو، اور نہ ان کے متعلق کسی سے کچھ پوچھو۔[۹] ع اور[۱۰] دیکھو، کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کر دوں گا۔ (تم کچھ نہیں کر سکتے) اِلّا یہ کہ اللہ چاہے۔ اگر بُھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے ربّ کو یاد کرو اور کہو ”امید ہے کہ میرا ربّ اِس معاملے میں رُشد سے قریب تر بات کی طرف میری رہنمائی فرما دے گا“۔ اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور (کچھ لوگ مدّت کے شمار میں) ۹ سال اور بڑھ گئے ہیں۔ تم کہو، اللہ ان کے قیام کی مدّت زیادہ جانتا ہے،[۱۱] آسمانوں اور زمین کے سب پوشیدہ احوال اُسی کو معلوم ہیں، کیا خوب ہے

---

[۶] اندازِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صالحینِ نصارٰی کا قول تھا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ اصحابِ کہف جس طرح غار میں لیٹے ہوئے ہیں اسی طرح انہیں لیٹا رہنے دو اور غار کے دہانے کو تیغا لگا دو ان کا ربّ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں، کس مرتبے کے انسان ہیں اور کس جزا کے مستحق ہیں۔

[۷] اس وجہ سے ہُوا کہ اس وقت عیسائی عوام کے اندر بھی مشرکانہ خیالات پھیل چکے تھے۔ پرانے بُتوں کی جگہ یہ نئے معبود انہیں پُوجنے کے لیے مل گئے۔

[۸] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعے کے پونے تین سو سال بعد نزولِ قرآن کے زمانے میں اس کی تفصیلات کے متعلق مختلف افسانے عیسائیوں میں پھیلے ہوئے تھے اور عموماً مستند معلومات لوگوں کے پاس موجود نہ تھیں تاہم چونکہ تیسرے قول کی تردید اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی ہے اس لیے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ صحیح تعداد سات ہی تھی۔

[۹] مطلب یہ ہے کہ اصل چیز ان کی تعداد نہیں بلکہ اصل چیز وہ سبق ہیں جو اس قصے سے ملتے ہیں۔

[۱۰] یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو پچھلی آیت کے مضمون کی مناسبت سے سلسلۂ کلام کے بیچ میں ارشاد فرمایا گیا ہے

وہ دیکھنے والا اور سُننے والا! (زمین و آسمان کی مخلوقات کا) کوئی خبر گیر اُس کے سوا نہیں، اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اے نبیؐ! تمھارے ربّ کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے اسے (جُوں کا تُوں) سُنا دو، کوئی اُس کے فرمودات کو بدل دینے کا مجاز نہیں ہے (اور اگر تم کسی کی خاطر اس میں ردّ و بدل کرو گے تو) اُس سے بچ کر بھاگنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پاؤ گے۔ اور اپنے دل کو اُن لوگوں کی معیّت پر مطمئن کرو جو اپنے ربّ کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پُکارتے ہیں، اور اُن سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو، [۱۲] جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریقِ کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔ صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمھارے ربّ کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔ ہم نے (انکار کرنے والے) ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انھیں گھیرے میں لے چکی ہیں۔ وہاں اگر وہ پانی مانگیں گے تو ایسے پانی سے ان کی تواضع کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا اور اُن کا منہ بھون ڈالے گا، بدترین پینے کی چیز اور بہت بُری آرام گاہ! رہے وہ لوگ جو مان لیں اور نیک عمل کریں، تو یقیناً ہم نیکوکار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔

پچھلی آیت میں ہدایت کی گئی تھی کہ اصحابِ کہف کی تعداد کا صحیح علم اللہ کو ہے اور اس کی تحقیق کرنا ایک غیر ضروری کام ہے۔ اس سلسلے میں آگے کی بات ارشاد فرمانے سے پہلے جملۂ معترضہ کے طور پر ایک اور ہدایت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کو دی گئی اور وہ یہ کہ تم بھی دعوے سے یہ نہ کہہ دینا کہ میں کل فلاں کام کر دوں گا۔ تم کو کیا خبر کہ تم وہ کام کر سکو گے یا نہیں۔

[۱۱] یعنی اصحابِ کہف کی تعداد کی طرح ان کی مدّتِ قیام کے بارے میں بھی لوگوں کے درمیان اختلاف ہے مگر تمھیں اس کی کھوج میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدّت اس حال میں رہے۔

[۱۲] یعنی اس کی بات نہ مانو، اس کے آگے نہ جُھکو، اس کا منشا پورا نہ کرو اور اس کے کہنے پر نہ چلو۔ ”یہاں اطاعت“ کا لفظ اپنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

CS CamScanner

اُن کے لیے سدا بہار جنّتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہاں وہ سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیے جائیں گے،[۴۳] باریک ریشم اور اَطلس و دیبا کے سبز کپڑے پہنیں گے، اور اُونچی مسندوں پر تکیے لگا کر بیٹھیں گے۔ بہترین اجر اور اعلیٰ درجے کی جائے قیام! ع

اے نبیؐ، اُن کے سامنے ایک مثال پیش کرو۔ دو شخص تھے۔ ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیے اور اُن کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔ دونوں باغ خوب پَھلے پُھولے اور بارآور ہونے میں انھوں نے ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی۔ اُن باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کر دی اور اُسے خوب نفع حاصل ہُوا۔ یہ کچھ پا کر ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولا ”میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں“۔ پھر وہ اپنی جنّت میں داخل ہُوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا ”میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی، اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ تاہم اگر کبھی مجھے اپنے ربّ کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا“۔ اُس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا ”کیا تُو کفر کرتا ہے اُس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کھڑا کیا؟ رہا میں، تو میرا ربّ تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

---

[۴۳] قدیم زمانے میں بادشاہ سونے کے کنگن پہنتے تھے۔ اہلِ جنت کے لباس میں اس چیز کا ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ وہاں ان کو شاہانہ لباس پہنائے جائیں گے۔ ایک کافر و فاسق بادشاہ وہاں ذلیل و خوار ہوگا اور ایک مومن صالح مزدور وہاں بادشاہوں کی سی شان و شوکت سے رہے گا۔

CS CamScanner

اور جب تُو اپنی جنّت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نِکلا کہ ماشاءاللہ، لاقوۃ اِلّا باللہ؟ [۱۴] اگر تُو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پا رہا ہے۔ تو بعید نہیں کہ میرا ربّ مجھے تیری جنّت سے بہتر عطا فرما دے اور تیری جنّت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے، یا اس کا پانی زمین میں اُتر جائے اور پھر تُو اُسے کسی طرح نہ نکال سکے۔" آخر کار ہُوا یہ کہ اس کا سارا ثمرہ مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر اُلٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا کہ "کاش! میں نے اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرایا ہوتا۔" نہ ہُوا اللہ کو چھوڑ کر اس کے پاس کوئی جتھا کہ اس کی مدد کرتا، اور نہ کر سکا وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ ہوا اُس وقت معلوم ہوا کہ کارسازی کا اختیار خدائے برحق ہی کے لیے ہے، انعام وہی بہتر ہے جو وہ بخشے اور انجام وہی بخیر ہے جو وہ دکھائے۔ ع

اور اے نبیؐ، انھیں حیاتِ دنیا کی حقیقت اِس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہو گئی، اور کل وہی نباتات بُھس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے ربّ کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انھی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

---

[۱۴] "یعنی جو کچھ اللہ چاہے وہی ہوگا۔ میرا اور کسی کا کچھ زور نہیں ہے ہمارا اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو اللہ ہی کی توفیق و تائید سے چل سکتا ہے۔

فکر اُس دن کی ہونی چاہیے جب کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے، اور تم زمین کو بالکل برہنہ پاؤ گے، اور ہم تمام انسانوں کو اس طرح گھیر کر جمع کریں گے کہ (اگلوں پچھلوں میں سے) ایک بھی نہ چھوٹے گا، اور سب کے سب تمھارے ربّ کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے لو دیکھ لو آ گئے نا تم ہمارے پاس اسی طرح جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمھارے لیے کوئی وعدے کا وقت مقرر ہی نہیں کیا ہے۔ اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ مُجرم لوگ اپنی کتابِ زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ "ہائے ہماری کم بختی، یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو"۔ جو جو کچھ انھوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا ربّ کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔ ع

یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رَبّ کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔[۱۵] اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اُس کو اور اُس کی ذُرّیت کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی بُرا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔ میں نے آسمان و زمین پیدا کرتے وقت اُن کو نہیں بُلایا تھا اور نہ خود اُن کی اپنی تخلیق میں انھیں شریک کیا تھا۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنایا کروں۔[۱۶]

پھر کیا کریں گے یہ لوگ اس روز جب کہ ان کا ربّ اُن سے کہے گا کہ پُکارو اب ان ہستیوں کو جنھیں تم میرا شریک سمجھ بیٹھے تھے۔ یہ ان کو پُکاریں گے، مگر وہ ان کی مدد کو نہ آئیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہی ہلاکت کا گڑھا مشترک کر دیں گے۔

---

[۱۵] یعنی ابلیس فرشتوں میں سے نہ تھا، بلکہ جنوں میں سے تھا اسی لیے اطاعت سے باہر ہو جانا اس کے لیے ممکن ہُوا۔ فرشتوں میں سے ہوتا تو نافرمانی کر ہی نہ سکتا۔ بخلاف اس کے جن انسانوں کی طرح ایک ذی اختیار مخلوق ہے جسے پیدائشی فرمانبردار نہیں بنایا گیا ہے بلکہ کفر و ایمان اور اطاعت و معصیت، دونوں کی قدرت بخشی گئی ہے۔

[۱۶] مطلب یہ ہے کہ یہ شیاطین آخر تمہاری اطاعت و بندگی کے مستحق کیسے بن گئے؟ بندگی کا مستحق تو صرف خالق ہی ہو سکتا ہے اور ان شیاطین کا حال یہ ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق میں شریک ہونا تو درکنار، یہ تو خود مخلوق ہیں۔

سارے مُجرم اُس روز آگ دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب انھیں اس میں گرنا ہے اور وہ اس سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے۔ ع

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہُوا ہے۔ اُن کے سامنے جب ہدایت آئی تو اسے ماننے اور اپنے ربّ کے حضور معافی چاہنے سے آخر اُن کو کس چیز نے روک دیا؟ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ منتظر ہیں کہ اُن کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو جو پچھلی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے، یا یہ کہ وہ عذاب کو سامنے آتے دیکھ لیں!

رسُولوں کو ہم اِس کام کے سوا اور کسی غرض کے لیے نہیں بھیجتے کہ وہ بشارت اور تنبیہ کی خدمت انجام دے دیں مگر کافروں کا یہ حال ہے کہ وہ باطل کے ہتھیار لے کر حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انھوں نے میری آیات کو اور اُن تنبیہات کو جو انھیں کی گئیں مذاق بنا لیا ہے۔ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جسے اس کے ربّ کی آیات سُنا کر نصیحت کی جائے اور وہ ان سے منہ پھیرے اور اس بُرے انجام کو بھول جائے جس کا سرو سامان اس نے اپنے لیے خود اپنے ہاتھوں کیا ہے؟ (جن لوگوں نے یہ رَوِش اختیار کی ہے) ان کے دلوں پر ہم نے غلاف چڑھا دیے ہیں جو انھیں قرآن کی بات نہیں سمجھنے دیتے، اور ان کے کانوں میں ہم نے گرانی پیدا کر دی ہے۔ تم انھیں ہدایت کی طرف کتنا ہی بُلاؤ، وہ اس حالت میں کبھی ہدایت نہ پائیں گے۔

تیرا ربّ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ وہ اُن کے کرتُوتوں پر انھیں پکڑنا چاہتا تو جلدی ہی عذاب بھیج دیتا۔ مگر ان کے لیے وعدے کا ایک وقت مقرّر ہے اور اس سے بچ کر بھاگ نکلنے کی یہ کوئی راہ نہ پائیں گے۔

یہ عذاب رسیدہ بستیاں تمھارے سامنے موجود ہیں۔ انھوں نے جب ظلم کیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، اور اِن میں سے ہر ایک کی ہلاکت کے لیے ہم نے وقت مقرر کر رکھا تھا۔ ع

(ذرا ان کو وہ قصہ سناؤ جو موسیٰؑ کو پیش آیا تھا) جب کہ موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ "میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا جب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ میں ایک زمانۂ دراز تک چلتا ہی رہوں گا"۔ [۱۷] پس جب وہ ان کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے اور وہ نکل کر اس طرح دریا میں چلی گئی جیسے کہ کوئی سرنگ لگی ہو۔ آگے جا کر موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا "لاؤ ہمارا ناشتہ، آج کے سفر میں تو ہم بُری طرح تھک گئے ہیں"۔ خادم نے کہا "آپ نے دیکھا! یہ کیا ہُوا؟ جب ہم اُس چٹان کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے اُسوقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذِکر (آپ سے کرنا) بھول گیا۔ مچھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریا میں چلی گئی"۔ موسیٰؑ نے کہا "اسی کی تو ہمیں تلاش تھی"۔[۱۸] چنانچہ وہ دونوں اپنے نقشِ قدم پر پھر واپس ہوئے۔ اور وہاں اُنھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔[۱۹]

موسیٰؑ نے اُس سے کہا "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے بھی اُس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے"؟ اس نے جواب دیا، "آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے، اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آخر آپ اُس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں"؟ موسیٰؑ نے کہا "انشاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا"۔

---

[۱۷] کسی مستند ذریعے سے یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا یہ سفر کس زمانے میں پیش آیا تھا اور وہ دو دریا کون سے تھے جن کے سنگم پر یہ واقعہ پیش آیا۔ لیکن قصے پر غور کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰؑ کے زمانۂ قیامِ مصر کا واقعہ ہے جبکہ فرعون سے ان کی کشمکش چل رہی تھی اور دو دریاؤں سے مراد نیلِ اَزرق اور نیلِ ابیض ہیں جن کے سنگم پر موجودہ شہر خرطوم آباد ہے۔ اس قیاس کے وجوہ پر تفصیلی بحث ہم نے تفہیم القرآن، جلد سوم تفسیر سورۂ کہف میں کی ہے۔

[۱۸] یعنی منزلِ مقصود کا یہی نشان تو ہم کو بتایا گیا تھا۔

[۱۹] اس بندے کا نام تمام معتبر احادیث میں خضر بتایا گیا ہے۔

اس نے کہا ” اچھا، اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اُس کا آپ سے ذِکر نہ کروں “۔ ع

اب وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو اُس شخص نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ موسیٰؑ نے کہا ” آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی “۔ اس نے کہا ” میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے “؟ موسیٰؑ نے کہا ” بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے۔ میرے معاملے میں آپ ذرا سختی سے کام نہ لیں “۔

پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اُس شخص نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا ” آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اُس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ کام تو آپ نے بہت ہی بُرا کیا “۔ اُس نے کہا ” میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ “ موسیٰؑ نے کہا ” اِس کے بعد اگر مَیں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ لیجیے، اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مِل گیا “

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ مگر اُنھوں نے اِن دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ وہاں اُنھوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اُس شخص نے اُس دیوار کو پھر قائم کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا ” اگر آپ چاہتے تو اِس کام کی اُجرت لے سکتے تھے۔ “ اُس نے کہا ” بس میرا تمھارا ساتھ ختم ہوا۔ اب میں تمھیں اُن باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں

جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ اُس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں، کیونکہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ رہا وہ لڑکا، تو اُس کے والدین مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہُوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے اُن کو تنگ کرے گا، اِس لیے ہم نے چاہا کہ اُن کا ربّ اِس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اِخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے صلۂ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔ اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اِس شہر میں رہتے ہیں اس دیوار کے نیچے اِن بچّوں کے لیے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اِس لیے تمھارے ربّ نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ تمھارے ربّ کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے، میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے۔ یہ ہے حقیقت اُن باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔"[۲۰] ع

اور اے نبیؐ، یہ لوگ تم سے ذُوالقرنَین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہو مَیں اس کا کچھ حال تم کو سُناتا ہوں۔

ہم نے اِس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اِسے ہر قسم کے اَسباب و وَسائل بخشے تھے۔ اُس نے (پہلے مغرب کی طرف ایک مہم کا) سر و سامان کیا۔

---

[۲۰] اِس قصے میں یہ بات تو واضح ہے کہ حضرت خضر نے جو تین کام کیے تھے، وہ اللہ ہی کے حکم سے تھے مگر یہ بات بھی واضح ہے کہ ان میں سے پہلے دو کام ایسے تھے جن کی اجازت اللہ کی بھیجی ہوئی کسی شریعت میں کسی انسان کو کبھی نہیں دی گئی۔ حتّٰی کہ الہام کی بنا پر بھی کوئی انسان اس کا مجاز نہیں ہے کہ کسی کی مملوکہ کشتی کو اس بنا پر خراب کر دے کہ آگے جا کر کوئی غاصب اسے چھین لے گا اور کسی لڑکے کو اس لیے قتل کر دے کہ بڑا ہو کر وہ سرکش یا کافر ہونے والا ہے۔ اس لیے یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ حضرت خضر نے یہ کام اَحکامِ شریعت کی بنا پر نہیں بلکہ احکام مشیت کی بنا پر کیے تھے اور ایسے اَحکام کے لیے اللہ تعالیٰ اِنسانوں کے سِوا ایک دوسری قسم کی مخلوق سے کام لیتا ہے۔ قصے کی نوعیت ہی سے یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنے اس بندے کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ پردہ اُٹھا کر وہ ایک نظر انہیں یہ دکھائے کہ اس کارخانۂ مشیت میں کن مصلحتوں کے مطابق کام ہوتا ہے جنھیں سمجھنا انسانوں کے بس میں نہیں ہے صرف اِس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کے لیے "بندے" کا لفظ استعمال فرمایا ہے اِن کو انسان قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہے سورۂ انبیاء آیت ۲۶، اور سورہ زُخرف آیت ۱۹، اور متعدد دوسرے مقامات پر فرشتوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہُوا ہے۔

حتّٰی کہ جب وہ غروبِ آفتاب کی حد تک پہنچ گیا[۲۱] تو اس نے سُورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے[۲۲] دیکھا اور وہاں اُسے ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا، "اے ذوالقرنین، تجھے یہ مَقدِرَت بھی حاصل ہے کہ ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ نیک رَوِیّہ اختیار کرے۔" اس نے کہا "جو اُن میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے ربّ کی طرف پلٹایا جائے گا اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا۔ اور جو اِن میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، اُس کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم اَحکام دیں گے۔"

پھر اُس نے (ایک دوسری مہم کی) تیاری کی۔ یہاں تک کہ طلوعِ آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔[۲۳] وہاں اُس نے دیکھا کہ سُورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لیے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے۔ یہ حال تھا اُن کا، اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اُسے ہم جانتے تھے۔

پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مُشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ "اے ذوالقرنین، یاجوج اور ماجوج[۲۴] اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں، تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اِس کام کے لیے دیں کہ تُو ہمارے اور اُن کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے؟"

---

[۲۱] یعنی مغرب کی انتہائی سرحد تک۔

[۲۲] یعنی وہاں غروبِ آفتاب کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سورج سمندر کے سیاہی مائل گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے۔

[۲۳] یعنی مشرق کی انتہائی سرحد تک۔

[۲۴] یاجوج ماجوج سے مراد، ایشیا کے شمال مشرقی علاقے کی وہ قومیں ہیں جو قدیم زمانے سے متمدّن ممالک پر غارت گرانہ حملے کرتی رہی ہیں اور جن کے سیلاب وقتاً فوقتاً اٹھ کر ایشیا اور یورپ، دونوں طرف رُخ کرتے رہے ہیں۔ حزقی ایل کے صحیفے (باب ۳۸، ۳۹،) میں ان کا علاقہ روس اور توبل (موجودہ توبالسک) اور مسک (موجودہ ماسکو) بتایا گیا ہے۔ اسرائیلی مؤرخ یوسیفوس ان سے مراد سیتھین قوم لیتا ہے جس کا علاقہ بحرِ اسود کے شمال اور مشرق میں واقع تھا۔ جیروم کے بیان کے مطابق ماجوج کاکیشیا کے شمال میں بحرِ خزر کے قریب آباد تھے۔

اس نے کہا "جو کچھ میرے ربّ نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمھارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کی چادریں لادو" ۔ آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو اُس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ حتّٰی کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سُرخ کردی تو اس نے کہا "لاؤ، اب میں اس پر پگھلا ہُوا تانبا اُنڈیلوں گا۔" (یہ بند ایسا تھا کہ) یاجوج وماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا اُن کے لیے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا "یہ میرے ربّ کی رحمت ہے مگر جب میرے ربّ کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اُس کو پیوندِ خاک کردے گا، اور میرے رَبّ کا وعدہ برحق ہے۔"

اور اُس [۲۵] روز ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں اور صُور پُھونکا جائے گا اور ہم سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے۔ اور وہ دن ہوگا جب ہم جہنّم کو کافروں کے سامنے لائیں گے، اُن کافروں کے سامنے جو میری نصیحت کی طرف سے اندھے بنے ہوئے تھے اور کچھ سُننے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ ؑ

تو کیا یہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے یہ خیال رکھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں؟ ہم نے ایسے کافروں کی ضیافت کے لیے جہنّم تیار کر رکھی ہے۔

اے نبیؐ ان سے کہو، کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔

---

[۲۵] مراد ہے قیامت کا دن۔ ذوالقرنین نے جو اشارہ قیامت کے وعدۂ برحق کی طرف کیا تھا، اُس کی مناسبت سے یہ آیات اس کے قول پر اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ربّ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اُس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ اس لیے اُن کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انھیں کوئی وزن نہ دیں گے۔ اُن کی جزا جہنّم ہے اُس کفر کے بدلے جو انھوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسُولوں کے ساتھ کرتے رہے۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، ان کی میزبانی کے لیے فردوس کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اُس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو اُن کا جی نہ چاہے گا۔

اے نبیؐ کہو کہ اگر سمندر میرے رَبّ کی باتیں لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے رَبّ کی باتیں ختم نہ ہوں، بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔ [۲۶]

اے نبیؐ، کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، پس جو کوئی اپنے ربّ کی ملاقات کا اُمیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رَبّ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔ ع

سُورہَ مریم (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ک، ہ، ی، ع، ص۔ ذکر ہے اُس رحمت کا جو تیرے ربّ نے اپنے بندے زَکَرِیّاؑ پر کی تھی، جب کہ اس نے اپنے رَبّ کو چُپکے چُپکے پُکارا۔

اُس نے عرض کیا "اے پروردگار، میری ہڈیاں تک گُھل گئی ہیں اور سر بڑھاپے

---

[۲۶] اللہ تعالیٰ کی "باتوں" سے مراد اس کے کام اور کمالات اور عجائباتِ قدرت و حکمت ہیں۔

سے بھڑک اُٹھا ہے۔ اے پروردگار، میں کبھی تجھ سے دُعا مانگ کر نامراد نہیں رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے، اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تُو مجھے اپنے فضلِ خاص سے ایک وارِث عطا کر دے۔ جو میرا وارث بھی ہو اور آلِ یعقوبؑ کی میراث بھی پائے۔ اور اے پروردگار، اس کو ایک پسندیدہ انسان بنا"۔

(جواب دیا گیا) "اے زکریاؑ، ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہو گا۔ ہم نے اِس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا۔" عرض کیا، "پروردگار، بھلا میرے ہاں کیسے بیٹا ہو گا، جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو کر سوکھ چکا ہوں"؟ جواب مِلا "ایسا ہی ہو گا۔[1] تیرا ربّ فرماتا ہے کہ یہ تو میرے لیے ایک ذرا سی بات ہے، آخر اس سے پہلے میں تجھے پیدا کر چکا ہوں جب کہ تُو کوئی چیز نہ تھا۔" زکریاؑ نے کہا، "پروردگار، میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے"۔ فرمایا "تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تُو پیہم تین دن لوگوں سے بات نہ کر سکے"۔ چنانچہ وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آیا اور اس نے اشارے سے ان کو ہدایت کی کہ صبح و شام تسبیح کرو۔

"اے یحییٰؑ، کتابِ الٰہی کو مضبوط تھام لے"[۲]

ہم نے اسے بچپن ہی میں "حکم"[۳] سے نوازا، اور اپنی طرف سے اس کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی، اور وہ بڑا پرہیزگار اور اپنے والدین کا حق شناس تھا۔ وہ جبّار نہ تھا اور نہ نافرمان۔ سلام اُس پر جس روز کہ وہ پیدا ہُوا اور جس دن وہ مرے اور جس روز وہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے۔ ع

---

[1] یعنی تیرے بوڑھے ہونے اور تیری بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود تیرے ہاں لڑکا پیدا ہو گا۔

[۲] بیچ میں یہ تفصیل چھوڑ دی گئی ہے کہ اس فرمانِ الٰہی کے مطابق حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے اور جوانی کی عمر کو پہنچے۔

[۳] "حکم" یعنی قوتِ فیصلہ، قوت اجتہاد، تَفَقُّہ فی الدین، معاملات میں صحیح رائے قائم کرنے کی صلاحیت اور اللہ کی طرف سے معاملات میں فیصلہ دینے کا اختیار۔

CS CamScanner

اور اے نبیؐ، اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو، جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر شرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی۔ [۴] اور پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی۔ [۵] اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی رُوح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ مریم یکا یک بول اُٹھی کہ "اگر تُو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔" اُس نے کہا "میں تو تیرے ربّ کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔" مریم نے کہا "میرے ہاں کیسے لڑکا ہو گا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔" فرشتے نے کہا، "ایسا ہی ہو گا [۶] تیرا ربّ فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اُس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں [۷] اور اپنی طرف سے ایک رحمت۔ اور یہ کام ہو کر رہنا ہے۔"

مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک دُور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اُسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی "کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میرا نام و نشان نہ رہتا۔" [۸] فرشتے نے پائینتی سے اس کو پکار کر کہا "غم نہ کر۔ تیرے ربّ نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے۔ اور تُو ذرا اِس درخت کے تنے کو ہلا، تیرے اوپر تر و تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔ پس تُو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے

---

[۴] یعنی بیت المقدس کے مشرقی حصے ہیں۔

[۵] یعنی اعتکاف میں بیٹھ گئی تھی۔

[۶] یعنی بغیر اس کے کہ کوئی مرد تجھے ہاتھ لگائے تیرے ہاں بچہ پیدا ہو گا۔

[۷] یعنی ہم اس بچے کو ایک زندہ معجزہ بنا دینا چاہتے ہیں۔

[۸] اس کلام کے موقع و محل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ نے یہ بات زچگی کی تکلیف کی بناء پر نہیں کہی تھی بلکہ اس بناء پر کہی تھی کہ باپ کے بغیر جو بچہ پیدا ہُوا ہے اسے لے کر کہاں جائیں اسی وجہ سے وہ زمانۂ حمل میں اکیلی ایک دُور دراز مقام پر چلی گئی تھیں حالانکہ ان کی والدہ اور خاندان کے لوگ وطن میں موجود تھے۔

CS CamScanner

تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔"

پھر وہ اس بچّے کو لیے ہوئے اپنی قوم میں آئی۔ لوگ کہنے لگے "اے مریمؑ، یہ تو تُو نے بڑا پاپ کر ڈالا۔ اے ہارونؑ کی بہن، [٩] نہ تیرا باپ کوئی بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔" مریمؑ نے بچّے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا "ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارے میں پڑا ہُوا ایک بچہ ہے؟" بچہ بول اُٹھا "میں اللہ کا بندہ ہوں۔ [١٠] اس نے مجھے کتاب دی، اور نبی بنایا، اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں، اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں، اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا، [١١] اور مجھ کو جبّار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جب کہ میں پیدا ہُوا اور جب کہ میں مروں اور جب کہ زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں۔" [١٢]

یہ ہے عیسیٰؑ ابنِ مریم اور یہ ہے اس کے بارے میں وہ سچّی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ اللہ کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا، اور بس وہ ہو جاتی ہے۔ [١٣]

---

[٩] یعنی خاندانِ ہارونؑ کی بیٹی، یہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ کسی قبیلے کے فرد کو اس قبیلے کا بھائی کہا جاتا ہے۔ قوم کے لوگوں کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے سب سے اونچے مذہبی گھرانے کی لڑکی، تُو نے یہ کیا کر ڈالا۔

[١٠] یہ تھی وہ نشانی جس کا ذکر اس سے پہلے آیت ٢١ میں گزرا ہے۔ نوزائیدہ بچّے نے گہوارے میں پڑے ہوئے بولنا شروع کر دیا جس سے سب پر آشکارا ہو گیا کہ وہ کسی گناہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک معجزہ ہے جو اللہ نے دکھایا ہے۔ سورۂ آلِ عمران آیت ٤٦ اور سورۂ مائدہ آیت ١١٠ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے گہوارے میں بات کی تھی۔

[١١] والدین کا حق ادا کرنے والا نہیں بلکہ صرف والدہ کا حق ادا کرنے والا فرمایا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا باپ کوئی نہ تھا اور اسی کی ایک صریح دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہر جگہ ان کو عیسیٰ ابنِ مریم کہا گیا ہے۔

[١٢] یہ نشانی دکھا کر اللہ تعالیٰ نے اس وقت بنی اسرائیل پر حجت تمام کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب جوان ہو کر حضرت عیسیٰؑ نے نبوّت کا کام شروع کیا اور اس قوم نے نہ صرف ان کا انکار کیا بلکہ ان کی جان کے درپے ہو گئی اور ان کی والدہ محترمہ پر زنا کا الزام لگانے سے بھی نہ چوکی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی سزا دی جو کسی قوم کو نہیں دی گئی۔

[١٣] یہ عیسائیوں پر اتمامِ حجت ہے۔ محض معجزے سے کسی کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ معاذ اللہ! اسے

(اور عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ) ''اللہ میرا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی، پس تم اُسی کی بندگی کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔'' مگر پھر مختلف گروہ باہم اختلاف کرنے لگے۔ سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے وہ وقت بڑی تباہی کا ہوگا جب کہ وہ ایک بڑا دن دیکھیں گے۔ جب وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے اس روز تو ان کے کان بھی خوب سُن رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں بھی خوب دیکھتی ہوں گی، مگر آج یہ ظالم کُھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اے نبیؐ، اِس حالت میں جب کہ یہ لوگ غافل ہیں اور ایمان نہیں لا رہے ہیں، انھیں اس دن سے ڈرا دو جب کہ فیصلہ کر دیا جائے گا اور پچھتاوے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ آخر کار ہم ہی زمین اور اس کی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے۔ ع

اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا قصہ بیان کرو، بے شک وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبیؑ تھا۔ (انھیں ذرا اِس موقع کی یاد دلاؤ) جب کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ''ابا جان، آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سُنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں؟ ابا جان، میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان، آپ شیطان کی بندگی نہ کریں، شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابا جان، مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمان کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کر رہیں''۔ باپ نے کہا ''ابراہیمؑ، کیا تُو میرے معبُودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تُو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ بس تُو ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔''

خدا کا بیٹا قرار دیا جائے۔

ابراہیمؑ نے کہا "سلام ہے آپ کو میں اپنے ربّ سے دعا کروں گا کہ آپ کو معاف کر دے، میرا ربّ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور اُن ہستیوں کو بھی جنھیں آپ لوگ خدا کو چھوڑ کر پُکارا کرتے ہیں۔ میں تو اپنے ربّ ہی کو پکاروں گا، امید ہے کہ میں اپنے ربّ کو پُکار کر نامراد نہ رہوں گا۔" پس جب وہ اُن لوگوں سے اور ان کے معبُودانِ غیر اللہ سے جُدا ہو گیا تو ہم نے اس کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو نبی بنایا۔ اور ان کو اپنی رحمت سے نوازا اور ان کو سچّی ناموری عطا کی۔ ع

اور ذِکر کرو اس کتاب میں موسیٰؑ کا۔ وہ ایک چیدہ شخص تھا اور رسُول نبیؑ تھا۔ [۱۴] ہم نے اُس کو طُور کے داہنی جانب سے پُکارا اور راز کی گفتگو سے اس کو تقرّب عطا کیا، اور اپنی مہربانی سے اس کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا کر اُسے (مددگار کے طور پر) دیا۔

اور اس کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو۔ وہ وعدے کا سچّا تھا اور رسُول نبی تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے ربّ کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔

اور اس کتاب میں ادریسؑ کا ذکر کرو۔ وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبی تھا۔

---

[۱۴] "رسُول" کے معنی ہیں "فرستادہ" "بھیجا ہُوا"۔ "نبی" کے معنی میں اہلِ لُغت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک نبی کے معنی "خبر دینے والے" کے ہیں اور بعض کے نزدیک نبی کا مطلب ہے "بلند مرتبہ" اور "عالی مقام"۔ پس کسی شخص کو رسُول نبی کہنے کا مطلب یا تو "عالی مقام پیغمبر" ہے "یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دینے والا پیغمبر۔" قرآن مجید میں یہ دونوں الفاظ بالعموم ہم معنی استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر رسُول اور نبی کے الفاظ اس طرح بھی استعمال ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں مرتبے یا کام کی نوعیت کے لحاظ سے کوئی اصطلاحی فرق ہے۔ مثلاً سورۂ حج، آیت ۵۲ میں فرمایا گیا ہے۔ "ہم نے تم سے پہلے نہیں بھیجا کوئی رسُول اور نہ نبی مگر۔" یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ رسُول اور نبی دو الگ اصطلاحیں ہیں جن کے درمیان کوئی معنوی فرق ضرور ہے۔ اسی بنا پر اہلِ تفسیر میں یہ بحث چل پڑی ہے کہ اس فرق کی نوعیت کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قطعی دلائل کے ساتھ کوئی بھی رسول اور نبی کی الگ الگ حیثیتوں کا تعین نہیں کر سکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ رسُول کا لفظ نبی کی بہ نسبت خاص ہے، یعنی ہر رسُول نبی بھی ہوتا ہے، مگر ہر نبی رسُول نہیں ہوتا۔ بالفاظِ دیگر انبیاءؑ میں سے رسُول کا لفظ ان جلیل القدر ہستیوں کے لیے بولا گیا ہے جن کو عام انبیاءؑ کی بہ نسبت زیادہ اہم منصب سپرد کیا گیا تھا اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسے ہم نے بلند مقام پر اُٹھایا تھا۔

یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا آدمؑ کی اولاد میں سے، اور اُن لوگوں کی نسل سے جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور ابراہیمؑ کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمان کی آیات ان کو سُنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ سجدہ

پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی، پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔ البتہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کرلیں وہ جنّت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرّہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔ ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنّتیں ہیں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے درپردہ وعدہ کر رکھا ہے اور یقیناً یہ وعدہ پُورا ہو کر رہنا ہے۔ وہاں وہ کوئی بیہودہ بات نہ سُنیں گے، جو کچھ بھی سُنیں گے ٹھیک ہی سُنیں گے۔ اور اُن کا رزق انھیں پیہم صبح و شام ملتا رہے گا۔ یہ ہے وہ جنّت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُس کو بنائیں گے جو پرہیزگار رہا ہے۔

اے نبیؐ، ہم تمھارے ربّ کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے۔[۱۵] جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تمھارا ربّ بھولنے والا نہیں ہے۔

سے رسُولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ۳۱۳ یا ۳۱۵ بتائی اور انبیاء کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار بتائی۔

[۱۵] یہاں متکلم ملائکہ ہیں اگرچہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے، یعنی ملائکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنے اختیار سے نہیں آتے بلکہ اللہ جب بھیجتا ہے تب آتے ہیں۔

وہ ربّ ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن ساری چیزوں کا جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں، پس تم اس کی بندگی کرو اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ کیا ہے کوئی ہستی تمھارے علم میں اس کی ہم پایہ؟ ع

انسان کہتا ہے کیا واقعی جب میں مرچکوں گا تو پھر زندہ کر کے نکال لایا جاؤں گا؟ کیا انسان کو یاد نہیں آتا کہ ہم پہلے اس کو پیدا کر چکے ہیں جب کہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟ تیرے ربّ کی قسم، ہم ضرور ان سب کو اور ان کے ساتھ شیاطین کو بھی گھیر لائیں گے، پھر جہنّم کے گرد لا کر انھیں گھٹنوں کے بل گرا دیں گے، پھر ہر گروہ میں سے ہر اُس شخص کو چھانٹ لیں گے جو رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش بنا ہُوا تھا، پھر یہ ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے بڑھ کر جہنّم میں جھونکے جانے کا مستحق ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنّم پر وارِد نہ ہو، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے ربّ کا ذمّہ ہے۔ پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو (دنیا میں) متّقی تھے اور ظالموں کو اُسی میں گرا ہُوا چھوڑ دیں گے۔

ان لوگوں کو جب ہماری کھُلی کھُلی آیات سُنائی جاتی ہیں تو انکار کرنے والے ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں "بتاؤ ہم دونوں گروہوں میں سے کون بہتر حالت میں ہے اور کس کی مجلسیں زیادہ شاندار ہیں"؟ [۱۶] حالانکہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو اِن سے زیادہ سروسامان رکھتی تھیں اور ظاہری شان وشوکت میں اِن سے بڑھی ہوئی تھیں۔ ان سے کہو، جو شخص گمراہی میں مُبتلا ہوتا ہے اُسے رحمان ڈِھیل دیا کرتا ہے یہاں تک کہ جب ایسے لوگ وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔ خواہ وہ عذابِ الٰہی ہو یا قیامت کی گھڑی۔

---

[۱۶] کفّارِ مکّہ کا استدلال یہ تھا کہ دیکھ لو، دنیا میں کون اللہ کے فضل اور اس کی نعمتوں سے نوازا جارہا ہے؟ کس کے گھر زیادہ شاندار ہیں؟ کس کا معیارِ زندگی زیادہ بلند ہے؟ کس کی محفلیں زیادہ ٹھاٹھ سے جمتی ہیں؟ اگر یہ سب کچھ ہمیں میسّر ہے اور تم مسلمان اس سے محروم ہو تو خود سوچ لو کہ آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم باطل پر ہوتے اور یوں مزے اُڑاتے اور تم حق پر ہوتے اور اس طرح خستہ ماندہ رہتے۔

تب انھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا حال خراب ہے۔ اور کس کا جتھا کمزور! اس کے برعکس جو لوگ راہِ راست اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو راست رَوی میں ترقی عطا فرماتا ہے اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے ربّ کے نزدیک جزا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

پھر تُو نے دیکھا اُس شخص کو جو ہماری آیات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو مال اور اولاد سے نوازا ہی جاتا رہوں گا؟ کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا ہے یا اس نے رحمان سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں، جو کچھ یہ بکتا ہے اسے ہم لکھ لیں گے اور اس کے لیے سزا میں اور زیادہ اضافہ کریں گے۔ جس سرو سامان اور لاؤ لشکر کا یہ ذکر کر رہا ہے وہ سب ہمارے پاس رہ جائے گا۔ اور یہ اکیلا ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔

اِن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے کچھ خدا بنا رکھے ہیں کہ وہ اِن کے پشتیبان ہوں گے۔ کوئی پشتیبان نہ ہوگا۔ وہ سب اِن کی عبادت کا انکار کریں گے اور اُلٹے ان کے مخالف بن جائیں گے۔ ع

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے منکرینِ حق پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو انھیں خوب خوب (مخالفتِ حق پر) اُکسا رہے ہیں؟ اچھا، تو اب ان پر نزولِ عذاب کے لیے بے تاب نہ ہو۔ ہم ان کے دِن گِن رہے ہیں۔ وہ دِن آنے والا ہے جب متّقی لوگوں کو ہم مہمانوں کی طرح رحمان کے حضور پیش کریں گے، اور مُجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنّم کی طرف ہانک لے جائیں گے۔ اُس وقت لوگ کوئی سفارش لانے پر قادر نہ ہوں گے بجز اُس کے جس نے رحمان کے حضور سے پروانہ حاصل کر لیا ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ سخت بیہودہ بات ہے جو تم لوگ گھڑ لائے ہو۔

قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں، اس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لیے اولاد ہونے کا دعوٰی کیا! رحمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ زمین اور آسمانوں کے اندر جو بھی ہیں سب اُس کے حضور بندوں کی حیثیّت سے پیش ہونے والے ہیں۔ سب پر وہ محیط ہے اور اس نے اُن کو شمار کر رکھا ہے۔ سب قیامت کے روز فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔

یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عملِ صالح کر رہے ہیں عن قریب رحمان اُن کے لیے دِلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔[۱۷] پس اے نبیؐ، اس کلام کو ہم نے آسان کر کے تمھاری زبان میں اسی لیے نازل کیا ہے کہ تم پرہیزگاروں کو خوش خبری دے دو اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈرا دو۔ اِن سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، پھر آج کہیں تم ان کا نشان پاتے ہو یا اُن کی بھنک بھی کہیں سُنائی دیتی ہے؟ ع

سُورہ طٰہٰ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

طٰہٰ ہم نے یہ قرآن تم پر اِس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہ تو ایک یاد دہانی ہے ہر اس شخص کے لیے جو ڈرے۔[۱] نازل کیا گیا ہے اُس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا ہے زمین کو اور بلند آسمانوں کو۔ وہ رحمان (کائنات کے) تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہے۔

---

[۱۷] یعنی آج مکّے کی گلیوں میں وہ ذلیل و رسوا کیے جا رہے ہیں، مگر یہ حالت دیرپا نہیں ہے۔ قریب ہے وہ وقت جبکہ اپنے اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے وہ محبوبِ خلائق ہو کر رہیں گے۔ دل ان کی طرف کھنچیں گے۔ دنیا ان کے آگے پلکیں بچھائے گی۔ فسق و فجور، رعونت اور کبر، جھوٹ اور ریا کاری کے بل پر جو سیادت و قیادت چلتی ہو وہ گردنوں کو چاہے جُھکا لے دلوں کو مُسخّر نہیں کر سکتی۔ اس کے برعکس جو لوگ صداقت، دیانت، اخلاص اور حسنِ اخلاق کے ساتھ راہِ راست کی طرف دعوت دیں، ان سے اوّل اوّل چاہے دنیا کتنی ہی اُپرائے آخرکار وہ دلوں کو موہ لیتے ہیں اور بد دیانت لوگوں کا جُھوٹ زیادہ دیر تک ان کا راستہ روکے نہیں رہ سکتا۔

[۱] یعنی اے نبیؐ، اس قرآن کو نازل کر کے ہم کوئی اَن ہونا کام تم سے نہیں لینا چاہتے۔ تمہارے سپرد یہ خدمت نہیں کی گئی ہے کہ جو لوگ نہیں ماننا چاہتے ان کو منوا کر چھوڑو اور جن کے دل ایمان کے لیے بند ہو چکے ہیں ان کے اندر ایمان اُتار کر ہی رہو۔ یہ تو بس ایک تذکیر اور یاد دہانی ہے اور اس

مالک ہے اُن سب چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو زمین و آسمان کے درمیان ہیں اور جو مٹی کے نیچے ہیں۔ تم چاہے اپنی بات پکار کر کہو، وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے مخفی تر بات بھی جانتا ہے۔ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں۔

اور تمھیں کچھ موسیٰؑ کی خبر بھی پہنچی ہے؟ جب کہ اس نے ایک آگ دیکھی [۲] اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ "ذرا ٹھیرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید کہ تمھارے لیے ایک آدھ انگارا لے آؤں، یا اس آگ پر مجھے (راستے کے متعلق) کوئی رہنمائی مل جائے۔" [۳]

وہاں پہنچا تو پکارا گیا "اے موسیٰؑ! میں ہی تیرا ربّ ہوں، جوتیاں اُتار دے۔ تُو وادیِ مقدّس طُوٰی میں ہے۔ اور میں نے تجھ کو چُن لیا ہے، سُن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے۔ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تُو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے۔ میں اُس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر مُتنفّس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے۔ پس کوئی ایسا شخص جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہشِ نفس کا بندہ بن گیا ہے تجھ کو اس گھڑی کی فکر سے نہ روک دے، ورنہ تُو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ اور اے موسیٰؑ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟" موسیٰؑ نے جواب دیا "یہ میری لاٹھی ہے، اس پر ٹیک لگا کر چلتا ہوں، اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں، اور بھی بہت سے کام ہیں جو اس سے لیتا ہوں۔" فرمایا "پھینک دے اس کو موسیٰؑ [۴]۔"

لیے بھیجی گئی ہے کہ جس کے دل میں خدا کا خوف ہو وہ اسے سُن کر ہوش میں آ جائے۔

[۲] یہ اس وقت کا قصہ ہے جب حضرت موسیٰؑ چند سال مَدْیَن میں جلاوطنی کی زندگی گزارنے کے بعد اپنی بیوی کو (جن سے مَدْیَن میں شادی ہوئی تھی) لے کر مصر کی طرف واپس جا رہے تھے۔

[۳] ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ رات کا وقت اور جاڑے کا زمانہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے سے گزر رہے تھے۔ دُور سے ایک آگ دیکھ کر انہوں نے خیال کیا کہ یا تو وہاں سے تھوڑی سی آگ مل جائے گی تاکہ بال بچّوں کو رات بھر گرم رکھنے کا بندوبست ہو جائے یا کم از کم وہاں سے یہ پتہ چل جائے گا کہ آگے راستہ کدھر ہے۔ خیال کیا تھا دنیا کا راستہ ملنے کا، اور وہاں مل گیا عُقبیٰ کا راستہ۔

اس نے پھینک دیا اور یکا یک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا۔ فرمایا ''پکڑ لے اس کو اور ڈر نہیں، ہم اسے پھر ویسا ہی کر دیں گے جیسی یہ تھی۔ اور ذرا اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبا، چمکتا ہُوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔ [۴] یہ دُوسری نشانی ہے اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی نشانیاں دکھانے والے ہیں۔ اب تُو فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے۔'' موسیٰؑ نے عرض کیا ''پروردگار، میرا سینہ کھول دے، اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ سُلجھا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں، اور میرے لیے میرے اپنے کنبے سے ایک وزیر مقرر کر دے۔ ہارونؑ، جو میرا بھائی ہے۔ اُس کے ذریعہ سے میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے، تاکہ ہم خوب تیری پاکی بیان کریں اور خوب تیرا چرچا کریں۔ تُو ہمیشہ ہمارے حال پر نگراں رہا ہے۔'' فرمایا ''دیا گیا جو تُو نے مانگا اے موسیٰؑ، ہم نے پھر ایک مرتبہ تجھ پر احسان کیا۔ یاد کر وہ وقت جب کہ ہم نے تیری ماں کو اشارہ کیا، ایسا اشارہ جو وحی کے ذریعہ سے ہی کیا جاتا ہے کہ اِس بچّے کو صندوق میں رکھ دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے۔ دریا اِسے ساحل پر پھینک دے گا اور اسے میرا دشمن اور اس بچّے کا دشمن اُٹھا لے گا''۔

''میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت طاری کر دی اور ایسا انتظام کیا کہ تُو میری نگرانی میں پالا جائے۔ یاد کر جب کہ تیری بہن چل رہی تھی، پھر جا کر کہتی ہے، میں تمھیں

---

[۴] یعنی روشن ایسا ہو گا جیسے سُورج، مگر تمہیں اس سے کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

اس کا پتہ دُوں جو اِس بچّے کی پرورش اچھی طرح کرے؟[۵] اِس طرح ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہو۔ اور (یہ بھی یاد کرکہ) تُو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، ہم نے تجھے اس پھندے سے نکالا اور تجھے مختلف آزمائشوں سے گزارا اور تُو مدیَن کے لوگوں میں کئی سال ٹھیرا رہا۔ پھر اب ٹھیک اپنے وقت پر تُو آ گیا ہے اے موسیٰؑ۔ میں نے تجھ کو اپنے کام کا بنا لیا ہے۔ جا، تُو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ۔ اور دیکھو، تم میری یاد میں تقصیر نہ کرنا۔ جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے“۔

دونوں نے عرض کیا[۶] ”پروردگار، ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا پِل پڑے گا“۔ فرمایا ”ڈرو مت، میں تمھارے ساتھ ہوں، سب کچھ سُن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ جاؤ اس کے پاس اور کہو کہ ہم تیرے ربّ کے فرستادے ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے چھوڑ دے اور اُن کو تکلیف نہ دے۔ ہم تیرے پاس تیرے ربّ کی نشانی لے کر آئے ہیں، اور سلامتی ہے اُس کے لیے جو راہِ راست کی پیروی کرے۔ ہم کو وحی سے بتایا گیا ہے کہ عذاب ہے اُس کے لیے جو جھٹلائے اور منہ موڑے“۔

فرعون نے کہا[۷] ”اچھا، تو پھر تم دونوں کا ربّ کون ہے اے موسیٰؑ“؟ موسیٰؑ نے جواب دیا ”ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو اُس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ بتایا۔“[۸]

---

[۵] یعنی دریا کے کنارے ٹوکری کے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر جب فرعون کے گھر والوں نے بچّے کو اٹھا لیا اور وہاں اس کے لیے اُنّا کی تلاش ہوئی تو حضرت موسیٰؑ کی بہن نے جا کر اُن سے یہ بات کہی۔

[۶] یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت موسیٰؑ مصر پہنچ گئے اور حضرت ہارونؑ عملاً ان کے شریکِ کار ہو گئے اس وقت فرعون کے پاس جانے سے پہلے دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ گزارش کی ہوگی۔

[۷] اب اس وقت کا قصہ شروع ہوتا ہے جب دونوں بھائی فرعون کے ہاں پہنچے۔

[۸] یعنی دنیا کی ہر شے جیسی بھی بنی ہوئی ہے۔ اسی کے بنانے سے بنی ہے۔ پھر اس نے ایسا نہیں کیا کہ ہر چیز کو اس کی مخصوص بناوٹ دے کر یونہی چھوڑ دیا ہو۔ بلکہ اس کے بعد وہی ان سب چیزوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اپنی ساخت سے کام لینے اور اپنے مقصد

فرعون بولا ”اور پہلے جو نسلیں گزر چکی ہیں ان کی پھر کیا حالت تھی؟“ [۹] موسیٰ نے کہا ”اس کا علم میرے ربّ کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے۔ میرا ربّ نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔“ [۱۰] وہی [۱۱] جس نے تمھارے لیے زمین کا فرش بچھایا، اور اُس میں تمھارے چلنے کو راستے بنائے، اور اوپر سے پانی برسایا، پھر اُس کے ذریعہ سے مختلف اقسام کی پیداوار نکالی۔ کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ یقیناً اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے۔ ع اِسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اِسی میں ہم تمھیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھائیں مگر وہ جُھٹلائے چلا گیا اور نہ مانا۔ کہنے لگا ”اے موسیٰ، کیا تُو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ اپنے جادُو کے زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کرے؟ اچھا، ہم بھی تیرے مقابلے میں ویسا ہی جادُو لاتے ہیں۔ طے کر لے کب اور کہاں مقابلہ کرنا ہے۔ نہ ہم اس قرارداد سے پھریں گے نہ تُو پھریو۔ کُھلے میدان میں سامنے آ جا۔“ موسیٰ نے کہا ”جشن کا دن طے ہُوا، اور دن چڑھے لوگ جمع ہوں۔“ [۱۲] فرعون نے پلٹ کر اپنے سارے ہتھکنڈے جمع کیے اور مقابلے میں آ گیا۔

تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ اس نے نہ سکھایا ہو۔ کان کو سُننا اور آنکھ کو دیکھنا مچھلی کو تیرنا اور چڑیا کو اُڑنا اسی نے سکھایا ہے۔ وہ ہر چیز کا صرف خالق ہی نہیں، ہادی اور مُعلّم بھی ہے۔

[۹] یعنی اگر بات یہی ہے کہ ربّ صرف وہی ایک خدا ہے تو یہ ہم سب کے باپ دادا جو صدہا برس سے نسل در نسل دوسرے معبُودوں کی بندگی کرتے چلے آ رہے ہیں، ان کی تمہارے نزدیک کیا پوزیشن ہے؟ کیا وہ سب عذاب کے مستحق تھے؟ کیا ان سب کی عقلیں ماری گئی تھیں؟

[۱۰] فرعون کے سوال کا مقصد سامعین کے اور ان کے توسّط سے پوری قوم کے دلوں میں تعصب کی آگ بھڑکانا تھا۔ حضرت موسیٰ کے اِس جواب نے اس کے سارے زہریلے دانت توڑ دیے کہ وہ لوگ جیسے کچھ بھی تھے، اپنا کام کر کے خدا کے ہاں جا چکے ہیں۔ ان کی ایک ایک حرکت اور اس کے محرکات کو خدا جانتا ہے۔ ان سے جو کچھ بھی معاملہ خدا کو کرنا ہے اس کو وہی جانتا ہے۔

[۱۱] اندازِ کلام سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کا جواب ”نہ بھولتا ہے“ پر ختم ہو گیا اور یہاں سے آیت ۵۵ تک کی پوری عبارت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ شرح و تذکیر ارشاد ہوئی ہے۔

[۱۲] فرعون کا مدّعا یہ تھا کہ ایک دفعہ جادوگروں سے لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنوا کر دکھا دوں تو موسیٰ کے

موسیٰ نے (عین موقع پر گروہِ مقابل کو مخاطب کر کے) کہا "شامت کے مارو، نہ جھوٹی تہمتیں باندھو اللہ پر، [۱۳] ورنہ وہ ایک سخت عذاب سے تمھارا ستیاناس کر دے گا۔ جھوٹ جس نے بھی گھڑا وہ نامراد ہُوا۔"

یہ سُن کر ان کے درمیان اختلافِ رائے ہو گیا اور وہ چُپکے چُپکے باہم مشورہ کرنے لگے۔ [۱۴] آخر کار کچھ لوگوں نے کہا کہ "یہ دونوں تو محض جادُوگر ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمھاری زمین سے بے دخل کر دیں اور تمھارے مثالی طریقِ زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ اپنی ساری تدبیریں آج اکٹھی کر لو اور ایکا کر کے میدان میں آؤ۔ بس یہ سمجھ لو کہ آج جو غالب رہا وہی جیت گیا۔"

جادُوگر بولے، "موسیٰؑ تم پھینکتے ہو یا پہلے ہم پھینکیں"؟ موسیٰؑ نے کہا "نہیں تم ہی پھینکو۔" یکا یک اُن کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادُو کے زور سے موسیٰؑ کو دوڑتی ہوئی محسُوس ہونے لگیں، اور موسیٰؑ اپنے دل میں ڈر گیا۔ [۱۵] ہم نے کہا "مت ڈر، تُو ہی غالب رہے گا۔ پھینک جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، ابھی اِن کی ساری بناوٹی چیزوں کو نگلے جاتا ہے۔ یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں یہ تو جادُوگر کا فریب ہے، اور جادُوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، خواہ کسی شان سے وہ آئے۔" آخر کو یہی ہُوا کہ سارے جادُوگر سجدے میں گرا

معجزے کا جو اثر لوگوں کے دلوں پر ہُوا ہے وہ دُور ہو جائے گا۔ یہ حضرت موسیٰؑ کی منہ مانگی مراد تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ الگ کوئی دن اور جگہ مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جشن کا دن قریب ہے جسمیں تمام ملک کے لوگ دارُالسلطنت میں کھچ کر آ جاتے ہیں۔ وہیں میلے کے میدان میں مقابلہ ہو جائے تاکہ ساری قوم دیکھ لے اور وقت بھی دن کی پوری روشنی کا ہونا چاہیے تاکہ شک و شبہ کے لیے کوئی گنجائش نہ رہے۔

[۱۳] یعنی اس معجزے کو جادُو اور اس کے دکھانے والے پیغمبر کو ساحر کذّاب نہ قرار دو۔

[۱۴] اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے دلوں میں اپنی کمزوری کو خود محسوس کر رہے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں جو کچھ دکھایا تھا۔ وہ جادو نہیں تھا وہ پہلے سے اس مقابلے میں ڈرتے اور ہچکچاتے ہوئے آئے تھے اور جب عین موقع پر حضرت موسیٰؑ نے ان کو للکار کر مُتنبّہ کیا تو ان کا عزم یکا یک متزلزل ہو گیا۔ ان کا اختلافِ رائے اس امر میں ہُوا ہوگا کہ آیا اس بڑے تہوار کے موقع پر جبکہ پورے ملک سے آئے ہوئے آدمی اکٹھے ہیں، کھلے میدان اور دن کی پوری روشنی میں یہ مقابلہ کرنا ٹھیک ہے یا نہیں۔ اگر یہاں ہم شکست کھا گئے اور سب کے سامنے جادُو اور معجزے کا فرق کھل گیا تو پھر بات سنبھالے نہ سنبھل سکے گی۔

[۱۵] یعنی جونہی حضرت موسیٰؑ کی زبان سے "پھینکو" کا لفظ نکلا، جادوگروں نے یکبارگی اپنی لاٹھیاں اور

دیے گئے[١٦] اور پکار اُٹھے "مان لیا ہم نے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے ربّ کو۔" فرعون نے کہا "تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمھیں اس کی اجازت دیتا؟ معلوم ہو گیا کہ یہ تمھارا گُرو ہے جس نے تمھیں جادوگری سکھائی تھی۔ اچھا، اب میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواتا ہوں اور کھجور کے تنوں پر تم کو سُولی دیتا ہوں۔ پھر تمھیں پتہ چل جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے" (یعنی میں تمھیں زیادہ سخت سزا دے سکتا ہوں یا موسیٰؑ)۔ جادُوگروں نے جواب دیا "قسم ہے اُس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم روشن نشانیاں سامنے آجانے کے بعد بھی (صداقت پر) تجھے ترجیح دیں۔ تُو جو کچھ کرنا چاہے کر لے۔ تُو زیادہ سے زیادہ بس اِسی دنیا کی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے ربّ پر ایمان لے آئے، تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور اس جادُوگری سے، جس پر تُو نے ہمیں مجبُور کیا تھا، درگزر فرمائے۔ اللّٰہ ہی اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔" حقیقت[١٧] یہ ہے کہ جو مُجرم بن کر اپنے ربّ کے حضور حاضر ہو گا اُس کے لیے جہنّم ہے جس میں وہ نہ جیے گا نہ مرے گا۔ اور جو اس کے حضور مؤمن کی حیثیّت سے حاضر ہو گا، جس نے نیک عمل کیے ہوں گے، ایسے سب لوگوں کے لیے بلند درجے ہیں، سدا بہار باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، اِن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ جزا ہے اُس شخص کی جو پاکیزگی اختیار کرے۔ ع

رسیاں اُن کی طرف پھینک دیں اور اچانک ان کو یہ نظر آیا کہ سینکڑوں سانپ دوڑتے ہوئے ان کی طرف چلے آرہے ہیں۔ اس منظر سے فوری طور پر اگر حضرت موسیٰؑ نے ایک دہشت اپنے اندر محسوس کی ہو تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے انسان بہرحال انسان ہی ہوتا ہے۔ خواہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو، انسانیت کے تقاضے اس سے منفک نہیں ہو سکتے۔ اس مقام پر یہ بات لائقِ ذکر ہے کہ قرآن یہاں اس اَمر کی تصدیق کر رہا ہے کہ عام انسانوں کی طرح پیغمبر بھی جادُو سے متأثر ہو سکتا ہے اگرچہ جادو اس کی نبوت کے کام میں خلل نہیں ڈال سکتا مگر اس کے انسانی قوٰی پر اثر ہونے کی روایات پڑھ کر نہ صرف ان روایات کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر تمام حدیثوں کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرانے لگتے ہیں۔

[١٦] یعنی جب انھوں نے عصائے موسیٰؑ کا کارنامہ دیکھا تو انھیں فوراً یقین آگیا کہ یہ یقیناً معجزہ ہے ان کے فن کی چیز ہرگز نہیں ہے، اس لیے وہ اس طرح یکبارگی اور بے ساختہ سجدے میں گرے جیسے کسی نے اُٹھا اُٹھا کر ان کو گرا دیا ہو۔

[١٧] یہ جادُوگروں کے قول پر اللّٰہ تعالیٰ کا اپنا اضافہ ہے۔ اندازِ کلام خود بتا رہا ہے کہ یہ عبادت جادُوگروں کے قول کا حصہ نہیں ہے۔

CS CamScanner

ہم[١٨] نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ اب راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑ، اور اُن کے لیے سمندر میں سے سُوکھی سڑک بنا لے، تجھے کسی کے تعاقب کا ذرا خوف نہ ہو اور نہ (سمندر کے بیچ سے گزرتے ہوئے) ڈر لگے۔

پیچھے سے فرعون اپنے لشکر لے کر پہنچا، اور پھر سمندر اُن پر چھا گیا جیسا کہ چھا جانے کا حق تھا۔ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا تھا، کوئی صحیح رہنمائی نہیں کی تھی۔

اے بنی اسرائیل[١٩]، ہم نے تم کو تمھارے دشمن سے نجات دی، اور طُور کے دائیں جانب تمھاری حاضری کے لیے وقت مقرر کیا اور تم پر من و سلویٰ اُتارا۔ کھاؤ ہمارا دیا ہُوا پاک رزق اور اسے کھا کر سرکشی نہ کرو، ورنہ تم پر میرا غضب ٹُوٹ پڑے گا۔ اور جس پر میرا غضب ٹُوٹا وہ پھر گر کر ہی رہا۔ البتہ جو توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے، اُس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

اور کیا چیز تمھیں اپنی قوم سے پہلے لے آئی موسیٰؑ ؟[٢٠] اُس نے عرض کیا "وہ بس میرے پیچھے آ ہی رہے ہیں۔ میں جلدی کر کے تیرے حضور آ گیا ہوں، اے میرے ربّ، تاکہ تُو مجھ سے خوش ہو جائے۔" فرمایا "اچھا، تو سُنو، ہم نے تمھارے پیچھے تمھاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے اُنھیں گمراہ کر ڈالا۔"[٢١]

موسیٰؑ سخت غصّے اور رنج کی حالت میں اپنی قوم کی طرف پلٹا۔ جا کر اُس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو، کیا تمھارے ربّ نے تم سے اچھے وعدے

---

[١٨] بیچ میں ان حالات کی تفصیل چھوڑ دی گئی ہے جو اس کے بعد مصر کے طویل زمانہ قیام میں پیش آئے۔ اب اس وقت کا ذکر شروع ہوتا ہے جب حضرت موسیٰؑ کو حکم ہُوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوں۔

[١٩] سمندر کو عبور کرنے سے لے کر کوہِ سینا کے دامن میں پہنچنے تک کی داستان بیچ میں چھوڑ دی گئی ہے۔ اس کی تفصیلات سورۂ اعراف رکوع ١٦، ١٧ میں گزر چکی ہیں۔

[٢٠] اب اس موقع کا ذکر شروع ہوتا ہے جب حضرت موسیٰؑ طُور کے دامن میں بنی اسرائیل کو چھوڑ کر شریعت کے احکام لینے کے لیے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو راستے ہی میں چھوڑ کر اپنے ربّ کی ملاقات کے شوق میں آگے چلے گئے تھے۔

[٢١] یعنی سونے کا بچھڑا بنا کر انہیں اس کی پرستش میں لگا دیا۔

نہیں کیے تھے؟[۲۲] کیا تمھیں دن لگ گئے ہیں؟ یا تم اپنے ربّ کا غضب ہی اپنے اوپر لانا چاہتے تھے کہ تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟'' انھوں نے جواب دیا ''ہم نے آپ سے وعدہ خلافی کچھ اپنے اختیار سے نہیں کی، معاملہ یہ ہُوا کہ لوگوں کے زیورات کے بوجھ سے ہم لد گئے تھے اور ہم نے بس اُن کو پھینک دیا تھا۔''[۲۳] پھر [۲۴] اِسی طرح سامری نے بھی کچھ ڈالا اور ان کے لیے ایک بچھڑے کی مُورت بنا کر نکال لایا جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ لوگ پُکار اُٹھے ''یہی ہے تمہارا خدا اور موسیٰؑ کا خدا، موسیٰؑ اِسے بھول گیا۔'' کیا وہ دیکھتے نہ تھے کہ نہ وہ اُن کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے نفع ونقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے؟ع ہارونؑ (موسیٰؑ کے آنے سے) پہلے ہی ان سے کہہ چکا تھا کہ لوگو، تم اس کی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے ہو، تمھارا ربّ تو رحمٰن ہے، پس تم میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔'' مگر انھوں نے اس سے کہہ دیا کہ ''ہم تو اِسی کی پرستش کرتے رہیں گے جب تک کہ موسیٰؑ ہمارے پاس واپس نہ آجائے۔''

موسیٰؑ (قوم کو ڈانٹنے کے بعد ہارونؑ کی طرف پلٹا اور) بولا ''ہارونؑ، تم نے جب دیکھا تھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں تو کس چیز نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا

---

[۲۲] یعنی آج تک تمہارے رَبّ نے تمہارے ساتھ جتنی بھلائیوں کا وعدہ بھی کیا ہے وہ سب تمہیں حاصل ہوتی رہی ہیں۔ تمہیں مصر سے بخیریت نکالا، غلامی سے نجات دی۔ تمہارے دشمن کو تہس نہس کر دیا تمہارے لیے ان صحراؤں اور پہاڑی علاقوں میں سائے اور خوراک کا بندوبست کیا تھا، کیا یہ سارے اچھے وعدے پورے نہیں ہوئے؟ اس نے اب تمہیں شریعت، اور ہدایت نامہ عطا کرنے کا جو وعدہ کیا تھا، کیا تمہارے نزدیک وہ کسی خیر اور بھلائی کا وعدہ نہ تھا؟

[۲۳] یہ ان لوگوں کا عذر تھا جو سامری کے فتنے میں مُبتلا ہوئے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم نے زیورات پھینک دیے تھے۔ نہ ہماری کوئی نیت بچھڑا بنانے کی تھی۔ نہ ہمیں معلوم تھا کہ کیا بننے والا ہے۔ اس کے بعد جو معاملہ پیش آیا وہ تھا ہی کچھ ایسا کہ اسے دیکھ کر ہم بے اختیار شرک میں مُبتلا ہو گئے۔

[۲۴] یہاں سے آیت ۹۱ کے آخر تک کی عبارت پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ قوم کا جواب ''پھینک دیا تھا'' پر ختم ہو گیا اور بعد کی تفصیل اللہ تعالیٰ خود بتا رہا ہے۔

کہ میرے طریقے پر عمل نہ کرو؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟"[۲۵] ہارونؑ نے جواب دیا "اے میری ماں کے بیٹے، میری ڈاڑھی نہ پکڑ، نہ میرے سر کے بال کھینچ، مجھے اِس بات کا ڈر تھا کہ تُو آ کر کہے گا تم نے بنی اسرائیل میں پھُوٹ ڈال دی اور میری بات کا پاس نہ کیا۔"[۲۶] موسیٰؑ نے کہا "اور سامری، تیرا کیا معاملہ ہے؟" اس نے جواب دیا "میں نے وہ چیز دیکھی جو اِن لوگوں کو نظر نہ آئی، پس میں نے رسُول کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی اُٹھا لی اور اُس کو ڈال دیا۔ میرے نفس نے مجھے کچھ ایسا ہی سُجھایا"۔[۲۷] موسیٰؑ نے کہا "اچھا تُو جا، اب زندگی بھر تجھے یہی پکارتے رہنا ہے کہ مجھے نہ چھُونا۔[۲۸] اور تیرے لیے بازپُرس کا ایک وقت مقرر ہے جو تجھ سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ اور دیکھ اپنے اس خدا کو جس پر تُو ریجھا ہُوا تھا، اب ہم اسے جلا ڈالیں گے اور ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہا دیں گے۔ لوگو، تمھارا خدا تو بس ایک ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے، ہر چیز پر اُس کا عِلم حاوی ہے۔"

اے نبیؐ، اس طرح ہم پچھلے گزرے ہوئے حالات کی خبریں تم کو سُناتے ہیں، اور ہم نے خاص اپنے ہاں سے تم کو ایک "ذِکر" (درسِ نصیحت) عطا کیا ہے۔ جو کوئی اس سے منہ موڑے گا وہ قیامت کے روز سخت بارِ گناہ اٹھائے گا،

---

[۲۵] حکم سے مراد وہ حکم ہے جو پہاڑ پر جاتے وقت اور اپنی جگہ حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کی سرداری سونپتے وقت حضرت موسیٰؑ نے دیا تھا۔ سورہ اعراف آیت ۱۴۲ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میری جانشینی کرو اور دیکھو، اصلاح کرنا، مفسدوں کے طریقے کی پیروی نہ کرنا۔

[۲۶] حضرت ہارونؑ کے اس جواب کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قوم کا مجتمع رہنا اس کے راہِ راست پر رہنے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور اتحاد چاہے وہ شرک ہی پر کیوں نہ ہو، افتراق سے بہتر ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب اگر کوئی شخص لے گا تو قرآن سے ہدایت کے بجائے گمراہی اخذ کرے گا۔ حضرت ہارونؑ کی پوری بات سمجھنے کے لیے اس آیت کو سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۰ کے ساتھ مِلا کر پڑھنا چاہیے جہاں حضرت ہارونؑ فرماتے ہیں کہ "میری ماں کے بیٹے، ان لوگوں نے مجھے دَبا لیا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے۔ پس تُو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ میں مجھے شمار نہ کر"۔ اب اس سے صُورتِ واقعہ کی یہ تصویر سامنے آتی ہے کہ حضرت ہارونؑ نے لوگوں کو اس گمراہی سے روکنے کی پوری کوشش کی، مگر انہوں نے آنجناب کے خلاف فساد کھڑا کر دیا اور آپ کو مار ڈالنے پر تُل گئے۔ مجبوراً آپ

اور ایسے سب لوگ ہمیشہ اس کے وبال میں گرفتار رہیں گے، اور قیامت کے دن اُن کے لیے (اِس جُرم کی ذمّہ داری کا بوجھ) بڑا تکلیف دہ بوجھ ہوگا۔ اُس دن جب کہ صُور پھُونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اِس حال میں گھیر لائیں گے کہ ان کی آنکھیں (دہشت کے مارے) پتھرائی ہوئی ہوں گی، آپس میں چُپکے چُپکے کہیں گے کہ "دنیا میں مشکل ہی سے تم نے کوئی دس دن گزارے ہوں گے۔" ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہونگے۔ (ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ) اُس وقت ان میں سے جو زیادہ سے زیادہ محتاط اندازہ لگانے والا ہوگا وہ کہے گا کہ نہیں تمھاری دنیا کی زندگی بس ایک دن کی زندگی تھی ؏۔ یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر اُس دن یہ پہاڑ کہاں چلے جائیں گے؟ کہو کہ میرا رب اِن کو دُھول بنا کر اڑا دے گا۔ اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا دے گا کہ اس میں تم کوئی بَل اور سِلوَٹ نہ دیکھو گے۔ اُس روز سب لوگ منادی کی پُکار پر سیدھے چلے آئیں گے، کوئی ذرا اکڑ نہ دکھا سکے گا۔ اور آوازیں رحمان کے آگے دب جائیں گی، ایک سرسراہٹ کے سِوا تم کچھ نہ سُنو گے۔ اُس روز شفاعت کارگر نہ ہوگی، اِلّا یہ کہ کسی کو رحمان اس کی اجازت دے اور اس کی بات سُننا پسند کرے۔ وہ لوگوں کا اگلا پچھلا سب حال جانتا ہے اور دوسروں کو اس کا پورا علم نہیں ہے۔ لوگوں کے سر اُس حَیّ و قیّوم کے آگے جُھک جائیں گے۔ نامراد ہوگا جو اُس وقت کسی ظلم کا بارِ گناہ اٹھائے ہوئے ہو۔ اور کسی پر ظلم یا حق تلفی کا خطرہ نہ ہوگا اُس شخص کو جو نیک عمل کرے اور اِس کے ساتھ وہ مؤمن بھی ہو۔

اس اندیشے سے خاموش ہو گئے کہ کہیں حضرت موسیٰ کے آنے سے پہلے یہاں خانہ جنگی برپا نہ ہو جائے اور وہ بعد میں آکر شکایت کریں کہ تم اگر صورتِ حال سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے تو تم نے حالات کو اس حد تک کیوں بگڑ جانے دیا؟ میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔

[۲۷] رسُول سے مراد غالباً یہاں خود حضرت موسیٰ ہیں۔ سامری ایک مکّار شخص تھا اس نے حضرت موسیٰؑ کو بھی اپنے مکر کے جال میں پھانسنا چاہا اور ان سے کہا کہ حضرت یہ آپ ہی کی خاکِ پا کی برکت ہے کہ میں نے جب اسے گلے ہوئے سونے میں ڈالا تو اس شان کا بچھڑا اس سے برآمد ہُوا۔

[۲۸] یعنی صرف یہی نہیں کہ زندگی بھر کے لیے معاشرے سے اس کے تعلقات توڑ دیے گئے اور اسے اچھوت بنا کر رکھ دیا گیا۔ بلکہ یہ ذمّہ داری بھی اسی پر ڈالی گئی کہ ہر شخص کو وہ خود اپنے اچھوت پن سے آگاہ کرے اور دُور ہی سے لوگوں کو مطلع کرتا رہے کہ میں اچھوت ہوں، مجھے ہاتھ نہ لگانا۔

اور اے نبیؐ، اِسی طرح ہم نے اِسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے[۲۹] اور اس میں طرح طرح سے تنبیہات کی ہیں شاید کہ یہ لوگ کج رَوِی سے بچیں یا ان میں کچھ ہوش کے آثار اس کی بدولت پیدا ہوں۔

پس بالا و برتر ہے اللہ، پادشاہِ حقیقی[۳۰]۔ اور دیکھو، قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو جب تک کہ تمھاری طرف اُس کی وحی تکمیل کو نہ پہنچ جائے، اور دُعا کرو کہ اے پروردگار، مجھے مزید علم عطا کر۔[۳۱]

ہم نے اس سے پہلے آدمؑ کو ایک حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اُس میں عزم نہ پایا۔ع[۳۲] یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ وہ سب تو سجدہ کر گئے، مگر ایک ابلیس تھا کہ انکار کر بیٹھا۔ اس پر ہم نے آدمؑ سے کہا کہ "دیکھو، یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تمھیں جنّت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمھیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھُوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمھیں ستاتی ہے۔" لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا، کہنے لگا "آدمؑ، بتاؤں تمھیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟" آخر کار دونوں (میاں بیوی) اُس درخت کا پھل کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ فوراً ہی اُن کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنّت کے پتّوں سے ڈھانکنے۔[۳۳] آدمؑ نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا۔

---

[۲۹] یعنی ایسے ہی مضامین اور تعلیمات اور نصائح سے لبریز۔ اس کا اشارہ ان تمام مضامین کی طرف ہے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔

[۳۰] اس طرح کے فقرے قرآن میں بالعموم ایک تقریر کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمائے جاتے ہیں اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ کلام کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر ہو۔ اندازِ بیان اور سیاق و سباق پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں ایک تقریر ختم ہوگئی اور وَلَقَدۡ عَهِدۡنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ سے دوسری تقریر شروع ہوتی ہے۔

[۳۱] ان الفاظ سے صاف محسوس ہو رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا پیغام وصول کرنے کے دوران میں اِسے یاد کرنے اور زبان سے دہرانے کی کوشش فرما رہے ہوں گے جس کی وجہ سے پیغام کی سماعت پر توجہ پوری طرح مرکوز نہ ہو رہی ہوگی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر آپ کو ہدایت کی گئی کہ آپ نزولِ وحی کے وقت اسے یاد کرنے کی کوشش نہ فرمایا کریں۔

[۳۲] معلوم ہُوا کہ بعد میں آدم علیہ السّلام سے اس حکم کی جو خلاف ورزی ہوئی وہ دانستہ سرکشی کی بناء پر نہیں

CS CamScanner

پھر اُس کے ربّ نے اُسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے ہدایت بخشی [۳۴] اور فرمایا "تم دونوں فریق (یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اُتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمھیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔ اور جو میرے "ذِکر" (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اُس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی [۳۵] اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا "پروردگار، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں تُو نے بُھلا دیا تھا۔ اُسی طرح آج تُو بُھلایا جا رہا ہے۔" اِس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے ربّ کی آیات نہ ماننے والے کو (دنیا میں) بدلہ دیتے ہیں، اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔

پھر کیا ان لوگوں کو (تاریخ کے اس سبق سے) کوئی ہدایت نہ ملی کہ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کی (برباد شدہ) بستیوں میں آج یہ چلتے پھرتے ہیں؟ درحقیقت اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقلِ سلیم رکھنے والے ہیں۔ ع اگر تیرے ربّ کی طرف سے پہلے ایک بات طے نہ کر دی گئی ہوتی اور مہلت کی ایک مدّت مقرّر نہ کی جا چکی ہوتی تو ضرور ان کا بھی فیصلہ چکا دیا جاتا۔ پس اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اُن پر صبر کرو،

بلکہ غفلت اور بُھول میں پڑ جانے اور عزم و ارادے کی کمزوری میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے تھی۔

[۳۳] بالفاظِ دیگر نافرمانی کا صدور ہوتے ہی وہ آسائشیں ان سے چھین لی گئیں جو سرکاری انتظام سے ان کو مہیا کی جاتی تھیں اور اس کا اوّلین ظہور سرکاری لباس چھن جانے کی شکل میں ہُوا۔ غذا، پانی اور مسکن سے محرومی کی نوبت تو بعد کو ہی آئی تھی۔

[۳۴] یعنی شیطان کی طرح راندۂ درگاہ نہ کر دیا بلکہ جب وہ نادم و شرمسار ہو کر تائب ہو گیا تو اللہ نے اس کے ساتھ یہ مہربانی کا سلوک کیا۔

[۳۵] دنیا میں تنگ زندگی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے تنگ دستی لاحق ہوگی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں اسے چین نصیب نہ ہوگا۔ کروڑ پتی بھی ہوگا تو بے چین رہے گا۔ ہفت اقلیم کا فرمانروا بھی ہوگا تو بے کلی اور بے اطمینانی سے نجات نہ پائے گا۔ اس کی دنیوی کامیابیاں ہزاروں قسم کی ناجائز تدبیروں کا نتیجہ ہوں گی جن کی وجہ سے اپنے ضمیر سے لے کر گرد و پیش کے پورے اجتماعی ماحول تک ہر چیز کے ساتھ اس کی پیہم کشمکش جاری رہے گی جو اسے کبھی امن و اطمینان اور سچی مسرّت سے بہرہ مند نہ ہونے دے گی۔

CS CamScanner

اور اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے، اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی،[۳۶] شاید کہ تم راضی ہو جاؤ۔[۳۷] اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اُس شان و شوکت کو جو ہم نے اِن میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انھیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے، اور تیرے ربّ کا دیا ہوا رزقِ حلال[۳۸] ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔ اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اِس کے پابند رہو۔ ہم تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے۔ رزق تو ہم ہی تمھیں دے رہے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی تقویٰ ہی کے لیے ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے ربّ کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں لاتا؟ اور کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی تمام تعلیمات کا بیان واضح نہیں آیا؟[۳۹] اگر ہم اُس کے آنے سے پہلے ان کو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو پھر یہی لوگ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار، تُو نے ہمارے پاس کوئی رسُول کیوں نہ بھیجا کہ ذلیل و رُسوا ہونے سے پہلے ہی ہم تیری آیات کی پیروی اختیار کر لیتے؟ اے نبیؐ، ان سے کہو، ہر ایک انجام کار کے انتظار میں ہے، پس اب منتظر رہو، عن قریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کون سیدھی راہ چلنے والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔ ع

---

[۳۶] "رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح" کرنے سے مراد نماز ہے۔ اس کے اوقات کی طرف یہاں بھی صاف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز، اور سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز اور رات کے اوقات میں عشا اور تہجد کی نماز۔ رہے دن کے کنارے تو یہ تین ہی ہو سکتے ہیں ایک کنارہ صبح ہے دوسرا کنارہ زوالِ آفتاب اور تیسرا کنارہ شام۔ لہٰذا دن کے کناروں سے مراد فجر، ظہر اور مغرب کی نماز ہی ہو سکتی ہے۔

[۳۷] اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تم اپنی موجودہ حالت پر راضی ہو جاؤ جس میں اپنے مشن کی خاطر تمہیں طرح طرح کی ناگوار باتیں سہنی پڑ رہی ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم ذرا یہ کام کر کے تو دیکھو، اس کا نتیجہ وہ کچھ سامنے آئے گا جس سے تمہارا دل خوش ہو جائے گا۔

[۳۸] رزق کا ترجمہ ہم نے "رزقِ حلال" کیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی حرام مال کو رزقِ رب سے تعبیر نہیں فرمایا ہے۔

[۳۹] یعنی کیا یہ کوئی کم معجزہ ہے کہ انہی میں سے ایک اُمّی شخص نے وہ کتاب پیش کی ہے جس میں شروع سے اب تک کی تمام کُتبِ آسمانی کے مضامین اور تعلیمات کا عطر نکال کر رکھ دیا گیا ہے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ان کتابوں میں جو کچھ تھا، وہ سب نہ صرف یہ کہ اس میں جمع کر دیا گیا، بلکہ اس کو ایسا کھول کر واضح بھی کر دیا گیا کہ صحرا نشین بدو تک اس کو سمجھ کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

سُورہ الانبیاء (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قریب آ گیا ہے لوگوں کے حساب کا وقت، اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس جو بھی تازہ نصیحت اُن کے ربّ کی طرف سے آتی ہے اُس کو بہ تکلّف سُنتے ہیں اور کھیل میں پڑے رہتے ہیں، دِل ان کے (دوسری ہی فکروں میں) منہمک ہیں۔

اور ظالم آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں کہ "یہ شخص آخر تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے پھر کیا تم آنکھوں دیکھتے جادُو کے پھندے میں پھنس جاؤ گے؟"

رسولؐ نے کہا میرا ربّ ہر اُس بات کو جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں کی جائے، وہ سمیع اور علیم ہے۔"[1]

وہ کہتے ہیں "بلکہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اِس کی مَن گھڑت ہے، بلکہ یہ شخص شاعر ہے، ورنہ یہ لائے کوئی نشانی جس طرح پرانے زمانے کے رسُولؑ نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔" حالانکہ اِن سے پہلے کوئی بستی بھی، جسے ہم نے ہلاک کیا، ایمان نہ لائی۔ اب کیا یہ ایمان لائیں گے؟

اور اے نبیؐ، تم سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسُول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے۔ تم لوگ اگر عِلم نہیں رکھتے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو۔ اُن رسُولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں، اور نہ وہ سدا جینے والے تھے۔

---

[1] یعنی رسُول نے کبھی اس جھوٹے پروپیگنڈے اور سرگوشیوں کی اِس مہم کا جواب اس کے سوا نہ دیا کہ تم لوگ جو کچھ باتیں بناتے ہو سب خدا سنتا اور جانتا ہے خواہ زور سے کہو، خواہ چُپکے چُپکے کانوں میں پُھونکو۔ وہ کبھی بے انصاف دشمنوں کے مقابلے میں ترکی بہ ترکی جواب دینے پر نہ اُتر آیا۔

پھر دیکھ لو کہ آخر کار ہم نے اُن کے ساتھ اپنے وعدے پُورے کیے، اور انھیں اور جس جس کو ہم نے چاہا بچالیا، اور حد سے گزر جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔

لوگو، ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمھارا ہی ذِکر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔؟[۲] ع

کتنی ہی ظالم بستیاں ہیں جن کو ہم نے پیس کر رکھ دیا اور اُن کے بعد دُوسری کسی قوم کو اُٹھایا۔ جب اُن کو ہمارا عذاب محسوس ہُوا تو لگے وہاں سے بھاگنے۔ (کہا گیا) ”بھاگو نہیں، جاؤ اپنے اُنہی گھروں اور عیش کے سامانوں میں جن کے اندر تم چین کر رہے تھے، شاید کہ تم سے پُوچھا جائے“[۳] کہنے لگے ”ہائے ہماری کم بختی، بے شک ہم خطاوار تھے۔“ اور وہ یہی پُکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کھلیان کر دیا، زندگی کا ایک شرارہ تک ان میں نہ رہا۔

ہم نے اِس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس سے کر لیتے۔[۴] مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے دیکھتے مِٹ جاتا ہے اور تمھارے لیے تباہی ہے اُن باتوں کی وجہ سے جو تم بناتے ہو۔

---

[۲] یعنی اس میں کوئی خواب وخیال کی باتیں تو نہیں ہیں تمہارا اپنا ہی ذکر ہے تمہارے ہی نفسیات اور تمہارے ہی معاملاتِ زندگی زیرِ بحث ہیں۔ تمہاری ہی فطرت وساخت اور آغاز وانجام پر گفتگو ہے۔ تمہارے ہی ماحول سے وہ نشانیاں چُن چُن کر پیش کی گئی ہیں جو حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور تمہارے ہی اخلاقی اوصاف میں سے فضائل اور قبائح کا فرق نمایاں کر کے دکھایا جا رہا ہے جس کے صحیح ہونے پر تمہارے اپنے ضمیر گواہی دیتے ہیں۔ ان سب باتوں میں کیا چیز ایسی گنجلک اور پیچیدہ ہے کہ اس کو سمجھنے سے تمہاری عقل عاجز ہو؟

[۳] اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں مثلاً: ذرا اچھی طرح اس عذاب کا معائنہ کرو تا کہ کل کوئی اس کی کیفیت پُوچھے تو ٹھیک بتا سکو۔ اپنے وہی ٹھاٹھ جما کر پھر مجلسیں گرم کرو، شاید اب بھی تمہارے خدم وحشم ہاتھ باندھ کر پُوچھیں کہ حضور کیا حکم ہے؟ اپنی وہی کونسلیں اور کمیٹیاں جمائے بیٹھے رہو، شاید اب بھی تمہارے عاقلانہ مشوروں اور مدبرانہ آراء سے استفادہ کرنے کے لیے دنیا حاضر ہو۔

[۴] یعنی ہمیں کھیلنا ہی ہوتا تو کھلونے بنا کر ہم خود ہی کھیل لیتے۔ اس صورت میں یہ ظلم تو ہرگز نہ کیا جاتا کہ خواہ مخواہ ایک ذی حس، ذی شعور ذمہ دار مخلوق کو پیدا کر ڈالا جاتا، اس کے درمیان حق وباطل کی یہ کشمکش اور کھینچا تانیاں کرائی جاتیں اور محض اپنے لطف وتفریح کے لیے ہم نیک بندوں کو بلاوجہ تکلیفوں میں ڈالتے۔

زمین اور آسمانوں میں جو مخلوق بھی ہے اللہ کی ہے۔ اور جو (فرشتے) اُس کے پاس ہیں وہ نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ ملُول ہوتے ہیں [۵]۔ شب و روز اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، دَم نہیں لیتے۔

کیا اِن لوگوں کے بنائے ہوئے اَرضی خدا ایسے ہیں کہ (بے جان کو جان بخش کر) اُٹھا کھڑا کرتے ہوں؟

اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سِوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس پاک ہے اللہ ربُّ العرش اُن باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دِہ نہیں ہے اور سب جواب دِہ ہیں۔

کیا اُسے چھوڑ کر انھوں نے دوسرے خدا بنا لیے ہیں؟ اے نبیؐ، ان سے کہو "لاؤ اپنی دلیل، یہ کتاب بھی موجود ہے جس میں میرے دَور کے لوگوں کے لیے نصیحت ہے اور وہ کتابیں بھی موجود ہیں جن میں مجھ سے پہلے لوگوں کے لیے نصیحت تھی۔" مگر ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں، اس لیے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے تم سے پہلے جو رسُولؐ بھی بھیجا ہے اُس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سِوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔

یہ کہتے ہیں "رحمان اولاد رکھتا ہے۔" سبحان اللہ، وہ (یعنی فرشتے) تو بندے ہیں جنھیں عزّت دی گئی ہے۔ اُس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ اُن کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ باخبر ہے۔ وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اُس کے جس کے حق میں سفارش سُننے پر اللہ راضی ہو،

---

[۵] یعنی خدا کی بندگی کرنا ان کو ناگوار بھی نہیں ہے کہ بادلِ ناخواستہ بندگی کرتے کرتے وہ ملُول ہو جاتے ہوں اور احکامِ الٰہی بجالانے میں ان کو تکان بھی لاحق نہیں ہوتی۔

اور وہ اُس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو اُن میں سے کوئی کہہ دے کہ اللہ کے سوا مَیں بھی ایک خدا ہوں، تو اُسے ہم جہنّم کی سزا دیں، ہمارے ہاں ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔ ع

کیا وہ لوگ جنھوں نے (نبیؐ کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انھیں جُدا کیا، اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی؟ کیا وہ (ہماری اِس خلّاقی کو) نہیں مانتے؟ اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیے تا کہ وہ انھیں لے کر ڈھلک نہ جائے، اور اس میں کشادہ راہیں بنا دیں، شاید کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا۔ مگر یہ ہیں کہ کائنات کی نشانیوں کی طرف توجّہ ہی نہیں کرتے۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سُورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔[۶]

اور اے نبیؐ، ہیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لیے نہیں رکھی ہے، اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

یہ منکرینِ حق جب تمھیں دیکھتے ہیں تو تمھارا مذاق بنا لیتے ہیں۔ کہتے ہیں "کیا یہ ہے وہ شخص جو تمھارے خداؤں کا ذِکر کیا کرتا ہے؟" اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ رحمان کے ذکر سے منکر ہیں۔

---

[۶] فَلَکَ، جو فارسی کے چرخ اور گردُوں کا ٹھیک ہم معنی ہے، عربی زبان میں آسمان کے معروف ناموں میں سے ہے "سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں" سے دو باتیں صاف سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب تارے ایک ہی "فلک" میں نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کا فلک الگ ہے۔ دوسرا یہ کہ فلک کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ تارے کھونٹیوں کی طرح جڑے ہوئے ہوں اور وہ خود انھیں لیے ہوئے گھوم رہا ہو بلکہ وہ کوئی سیال شے ہے یا فضا اور خلا کی سی نوعیت کی چیز ہے جس میں ان تاروں کی حرکت تیرنے کے فعل سے مشابہت رکھتی ہے۔

انسان جلد باز مخلوق ہے۔ ابھی میں تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتا ہوں، مجھ سے جلدی نہ مچاؤ۔ یہ لوگ کہتے ہیں "آخر یہ دھمکی پوری کب ہوگی اگر تم سچے ہو۔" کاش اِن کافروں کو اس وقت کا کچھ علم ہوتا جب کہ یہ نہ اپنے منہ آگ سے بچا سکیں گے نہ اپنی پیٹھیں، اور نہ ان کو کہیں سے مدد پہنچے گی۔ وہ بَلا اچانک آئے گی اور انھیں اِس طرح یک لخت دبوچ لے گی کہ یہ نہ اس کو دفع کر سکیں گے اور نہ اِن کو لمحہ بھر مُہلت ہی مل سکے گی۔ مذاق تم سے پہلے بھی رسُولوں کا اڑایا جا چکا ہے، مگر اُن کا مذاق اُڑانے والے اُسی چیز کے پھیر میں آ کر رہے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ ع

اے نبیؐ، اِن سے کہو، "کون ہے جو رات کو یا دن کو تمھیں رحمان سے بچا سکتا ہو؟" مگر یہ اپنے ربّ کی نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔ کیا یہ کچھ ایسے خدا رکھتے ہیں جو ہمارے مقابلے میں اِن کی حمایت کریں؟ وہ تو نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہماری ہی تائید اُن کو حاصل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اِن لوگوں کو اور ان کے آباؤ اجداد کو ہم زندگی کا سروسامان دِیے چلے گئے یہاں تک کہ ان کو دن لگ گئے۔ مگر کیا انھیں نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو مختلف سمتوں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں[۷]؟ پھر کیا یہ غالب آ جائیں گے؟ اِن سے کہہ دو کہ "میں تو وَحی کی بنا پر تمھیں مُتنبّہ کر رہا ہوں۔" مگر بہرے پُکار کو نہیں سُنا کرتے جب کہ انھیں خبردار کیا جائے۔

---

[۷] یعنی زمین میں ہماری غالب طاقت کی کارفرمائی کے یہ آثار علانیہ نظر آتے ہیں کہ اچانک کبھی قحط کی شکل میں، کبھی سیلاب کی شکل میں، کبھی زلزلے کی شکل میں، کبھی سردی یا گرمی کی شکل میں کوئی بَلا ایسی آ جاتی ہے جو انسان کے سب کیے دھرے پر پانی پھیر دیتی ہے، ہزاروں لاکھوں آدمی مر جاتے ہیں، بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں، لہلہاتی کھیتیاں غارت ہو جاتی ہیں، پیداوار گھٹ جاتی ہے، تجارتوں میں کساد بازاری آنے لگتی ہے۔ غرض انسان کے وسائلِ زندگی میں کبھی کسی طرف سے کمی واقع ہو جاتی ہے اور کبھی کسی طرف سے، اور انسان اپنا سارا زور لگا کر بھی ان نقصانات کو نہیں روک سکتا۔

اور اگر تیرے ربّ کا عذاب ذرا سا انھیں چُھو جائے تو ابھی چیخ اٹھیں کہ ہائے ہماری کم بختی، بے شک ہم خطاوار تھے۔

قیامت کے روز ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے۔ اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں۔

پہلے ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فُرقان اور روشنی اور ''ذِکر'' عطا کر چکے ہیں اُن متّقی لوگوں کی بھلائی کے لیے جو بے دیکھے اپنے ربّ سے ڈریں اور جن کو (حساب کی) اُس گھڑی کا کھٹکا لگا ہُوا ہو۔ اور اب یہ بابرکت ''ذِکر'' ہم نے (تمھارے لیے) نازل کیا ہے۔ پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکاری ہو؟ ع

اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی ہوش مندی بخشی تھی اور ہم اُس کو خوب جانتے تھے۔ یاد کرو وہ موقع جب کہ اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ ''یہ مُورتیں کیسی ہیں جن کے تم لوگ گرویدہ ہو رہے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے۔'' اس نے کہا ''تم بھی گمراہ ہو اور تمھارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔'' انھوں نے کہا ''کیا تُو ہمارے سامنے اپنے اصلی خیالات پیش کر رہا ہے یا مذاق کرتا ہے؟'' اُس نے جواب دیا ''نہیں، بلکہ فی الواقع تمھارا ربّ وہی ہے جو زمین اور آسمانوں کا ربّ اور اُن کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس پر میں تمھارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔

اور خدا کی قسم میں تمھاری غیر موجودگی میں ضرور تمھارے بُتوں کی خبر لوں گا۔" چنانچہ اس نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ (انھوں نے آ کر بُتوں کا یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے "ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ بڑا ہی کوئی ظالم تھا وہ۔" (بعض لوگ) بولے "ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذِکر کرتے سُنا تھا جس کا نام ابراہیمؑ ہے۔" انھوں نے کہا "تو پکڑ لاؤ اُسے سب کے سامنے تا کہ لوگ دیکھ لیں (اُس کی کیسی خبر لی جاتی ہے)۔" (ابراہیمؑ کے آنے پر) انھوں نے پوچھا "کیوں ابراہیمؑ تُو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟" اُس نے جواب دیا "بلکہ یہ سب کچھ ان کے اس سردار نے کیا ہے، اِن ہی سے پُوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔"[۸] یہ سُن کر وہ لوگ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور (اپنے دلوں میں) کہنے لگے "واقعی تم خود ہی ظالم ہو۔" مگر پھر اُن کی مَت پلٹ گئی اور بولے "تُو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔" ابراہیمؑ نے کہا "پھر کیا تم اللّٰہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کو پُوج رہے ہو جو نہ تمھیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان۔ تُف ہے تم پر اور تمھارے اِن معبُودوں پر جن کی تم اللّٰہ کو چھوڑ کر پُوجا کر رہے ہو۔ کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟" انھوں نے کہا "جلا ڈالو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمھیں کچھ کرنا ہے۔" ہم نے کہا "اے آگ، ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر۔"[۹]

---

[۸] الفاظ خود ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ وہ لوگ جواب میں خود اس کا اقرار کریں کہ ان کے یہ معبُود بالکل بے بس ہیں اور ان سے کسی فعل کی توقع تک نہیں کی جا سکتی۔ ایسے مواقع پر ایک شخص استدلال کی خاطر جو خلافِ واقعہ بات کہتا ہے اس کو جُھوٹ قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ نہ وہ خود جھوٹ کی نیت سے ایسی بات کہتا ہے اور نہ اس کے مخاطب ہی اسے جُھوٹ سمجھتے ہیں۔ کہنے والا اسے حجت قائم کرنے کے لیے کہتا ہے اور سُننے والا بھی اسے اسی معنی میں لیتا ہے۔

[۹] الفاظ صاف بتا رہے ہیں اور سیاق و سباق بھی اس مفہوم کی تائید کر رہا ہے کہ انہوں نے واقعی اپنے اس فیصلے پر عمل کیا اور جب آگ کا آلاؤ تیار کر کے انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اس میں پھینکا تب اللّٰہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ وہ ابراہیمؑ کے لیے ٹھنڈی ہو جائے اور بے ضرر بن کر رہ جائے۔ پس صریح طور پر یہ بھی ان معجزات میں سے ایک ہے جو قرآن میں بیان کیے گئے ہیں۔

وہ چاہتے تھے کہ ابراہیمؑ کے ساتھ بُرائی کریں۔ مگر ہم نے ان کو بُری طرح ناکام کر دیا۔ اور ہم اسے اور لُوطؑ کو بچا کر اس سرزمین کی طرف نکال لے گئے جس میں ہم نے دنیا والوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔ اور ہم نے اُسے اسحاقؑ عطا کیا اور یعقوبؑ اس پر مزید،[۱۰] اور ہر ایک کو صالح بنایا۔ اور ہم نے اُن کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے انھیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

اور لُوطؑ کو ہم نے حُکم اور عِلم بخشا اور اُسے اس بستی سے بچا کر نکال دیا جو بدکاریاں کرتی تھی۔ درحقیقت وہ بڑی ہی بُری فاسِق قوم تھی۔ اور لُوطؑ کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، وہ صالح لوگوں میں سے تھا۔ؑ

اور یہی نعمت ہم نے نُوحؑ کو دی۔ یاد کرو جب کہ ان سب سے پہلے اُس نے ہمیں پُکارا تھا۔ ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو کربِ عظیم سے نجات دی۔ اور اُس قوم کے مقابلے میں اس کی مدد کی جس نے ہماری آیات کو جُھٹلا دیا تھا۔ وہ بڑے بُرے لوگ تھے۔ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

اور اسی نعمت سے ہم نے داودؑ و سلیمانؑ کو سرفراز کیا۔ یاد کرو وہ موقع جب کہ دونوں ایک کھیت کے مقدمے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں، اور ہم اُن کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ اُس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا، حالانکہ حُکم

---

[۱۰] یعنی بیٹے کے بعد پوتا بھی ایسا ہُوا جسے نبوّت سے سرفراز کیا گیا۔

اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔

داوٗدؑ کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مُسَخّر کر دیا تھا جو تسبیح کرتے تھے، اِس فعل کے کرنے والے ہم ہی تھے، اور ہم نے اس کو تمھارے فائدے کے لیے زِرّہ بنانے کی صنعت سکھا دی تھی، تاکہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے، پھر کیا تم شکر گزار ہو؟

اور سلیمانؑ کے لیے ہم نے تیز ہَوا کو مُسَخّر کر دیا تھا جو اس کے حُکم سے اُس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں، ہم ہر چیز کا عِلم رکھنے والے تھے۔ اور شیاطین میں سے ہم نے ایسے بہت سوں کو اُس کا تابع بنا دیا تھا جو اسکے لیے غوطے لگاتے اور اس کے سِوا دوسرے کام کرتے تھے۔ ان سب کے نگراں ہم ہی تھے۔

اور (یہی ہوشمندی اور حکم وعلم کی نعمت) ہم نے ایوبؑ کو دی تھی۔ یاد کرو، جب کہ اس نے اپنے ربّ کو پُکارا کہ ”مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تُو ارحم الراحمین ہے۔“ ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور جو تکلیف اُسے تھی اُس کو دُور کر دیا، اور صرف اس کے اہل و عیال ہی اس کو نہیں دیے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی دیے اپنی خاص رحمت کے طور پر، اور اس لیے کہ یہ ایک سبق ہو عبادت گزاروں کے لیے۔

اور یہی نعمت اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ کو دی کہ یہ سب صابر لوگ تھے۔

اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحوں میں سے تھے۔

اور مچھلی [۱۱] والے کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا [۱۲] اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پُکارا۔ [۱۳] ”نہیں ہے کوئی خدا مگر تُو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا۔“

---

[۱۱] مراد ہیں حضرت یونسؑ، کہیں ان کا نام لیا گیا ہے اور کہیں ”ذوالنون“ اور ”صاحبُ الحوت“ یعنی ”مچھلی والے“ کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ مچھلی والا انہیں اس لیے نہیں کہا گیا کہ وہ مچھلیاں پکڑتے یا بیچتے تھے بلکہ اس بنا پر کہ اللّٰہ تعالیٰ کے اِذن سے ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا تھا، جیسا کہ سُورۂ صافات آیت ۱۴۲ میں بیان ہُوا ہے۔

[۱۲] یعنی وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے قبل اس کے کہ خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم آتا اور ان کے لیے اپنی ڈیوٹی کی جگہ سے ہٹنا جائز ہوتا۔

[۱۳] یعنی مچھلی کے پیٹ میں سے جو خود تاریک تھا اور اوپر سے سمندر کی تاریکیاں مزید۔

تب ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی، اور اِسی طرح ہم مؤمنوں کو بچالیا کرتے ہیں۔

اور زکریاؑ کو، جب کہ اس نے اپنے ربّ کو پُکارا کہ ”اے پروردگار، مجھے اکیلا نہ چھوڑ، اور بہترین وارِث تو تُو ہی ہے۔“ پس ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے یحییٰؑ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا۔ یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے، اور ہمارے آگے جُھکے ہوئے تھے۔

اور وہ خاتون جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی۔[۱۴] ہم نے اُس کے اندر اپنی رُوح سے پُھونکا اور اُسے اور اُس کے بیٹے کو دنیا بھر کے لیے نشانی بنا دیا۔

یہ تمھاری اُمّت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا ربّ ہوں، پس تم میری عبادت کرو۔ مگر (یہ لوگوں کی کارستانی ہے کہ) انھوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ سب کو ہماری طرف پلٹنا ہے۔ ع پھر جو نیک عمل کرے گا، اِس حال میں کہ وہ مومن ہو، تو اس کے کام کی ناقدری نہ ہوگی، اور اسے ہم لکھ رہے ہیں۔ اور ممکن نہیں ہے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو وہ پھر پلٹ سکے۔ یہاں تک کہ جب یاجُوج و ماجُوج کھول دیے جائیں گے اور ہر بلندی سے وہ نکل پڑیں گے اور وعدۂ برحق کے پورا ہونے کا وقت[۱۵] قریب آ لگے گا۔ تو یکایک اُن لوگوں کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے جنھوں نے کفر کیا تھا۔ کہیں گے ”ہائے ہماری کم بختی، ہم اِس چیز کی طرف سے غفلت میں

---

[۱۴] مراد ہیں حضرت مریم علیہا السلام۔

[۱۵] یعنی قیامت برپا ہونے کا وقت۔

پڑے ہوئے تھے، بلکہ ہم خطا کار تھے۔“ بے شک تم اور تمھارے وہ معبود جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پُوجتے ہو، جہنّم کا ایندھن ہیں، وہیں تم کو جانا ہے۔[١٦] اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو وہاں نہ جاتے۔ اب سب کو ہمیشہ اسی میں رہنا ہے۔ وہاں وہ پُھنکارے ماریں گے اور حال یہ ہوگا کہ اس میں کان پڑی آواز نہ سُنائی دے گی۔ رہے وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہوگا، تو وہ یقیناً اُس سے دُور رکھے جائیں گے، اُس کی سرسراہٹ تک نہ سُنیں گے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی من بھاتی چیزوں کے درمیان رہیں گے، وہ انتہائی گھبراہٹ کا وقت اُن کو ذرا پریشان نہ کرے گا، اور ملائکہ بڑھ کر اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ ”یہ تمھارا وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

وہ دن جب کہ آسمان کو ہم یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے طُومار میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔ جس طرح پہلے ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اُسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذمّے اور یہ کام ہمیں بہرحال کرنا ہے۔ اور زَبُور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔[١٧] اس میں ایک بڑی خبر ہے عبادت گزار لوگوں کے لیے۔

اے نبیؐ، ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

---

[١٦] روایات میں آیا ہے کہ اس آیت پر مشرکین کے سرداروں میں سے ایک نے اعتراض کیا کہ اس طرح تو صرف ہمارے ہی معبود نہیں، مسیح، عزیر اور ملائکہ بھی جہنّم میں جائیں گے، کیوں کہ دنیا میں ان کی بھی عبادت کی جاتی ہے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں، ہر وہ شخص جس نے پسند کیا کہ اللہ کے بجائے اس کی بندگی کی جائے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جنھوں نے اس کی بندگی کی“۔

[١٧] اس آیت کو سمجھنے کے لیے سُورۂ زمر آیات ۷۳-۷۴ ملاحظہ ہوں۔

ان سے کہو، ”میرے پاس جو وحی آتی ہے وہ یہ ہے کہ تمھارا خدا صرف ایک خدا ہے، پھر کیا تم سرِ اطاعت جُھکاتے ہو؟“ اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ ”میں نے علی الاعلان تم کو خبردار کر دیا ہے۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے قریب ہے یا دُور۔ اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو بآوازِ بلند کہی جاتی ہیں اور وہ بھی جو تم چُھپا کر کرتے ہو۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ شاید یہ (دیر) تمھارے لیے ایک فتنہ ہے اور تمھیں ایک وقتِ خاص تک کے لیے مزے کرنے کا موقع دیا جا رہا ہے۔“

آخرکار رسُولؐ نے کہا کہ ”اے میرے ربّ، حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور لوگو تم جو باتیں بناتے ہو اُن کے مقابلے میں ہمارا ربِّ رحمان ہی ہمارے لیے مدد کا سہارا ہے۔“ ع

سُورۂ حج (مَدَنی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

لوگو، اپنے رَبّ کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے، حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچّے سے غافل ہو جائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا، اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں اور ہر شیطانِ سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔

حالانکہ اُس کے تو نصیب ہی میں یہ لکھا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا اسے وہ گمراہ کر کے چھوڑے گا اور عذابِ جہنّم کا راستہ دکھائے گا۔ لوگو، اگر تمھیں زندگی بعدِ موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمھیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر نُطفے سے، پھر خُون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے، اور بے شکل بھی۔ (یہ ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تاکہ تم پر حقیقت واضح کریں ہم جس (نُطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقتِ خاص تک رِحموں میں ٹھیرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچّے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمھیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بُلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے، پھر جہاں ہم نے اُس پر مینہ برسایا کہ یکا یک وہ پھَبک اُٹھی اور پُھول گئی اور اس نے ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگلنی شروع کر دی۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے، اور وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ (اِس بات کی دلیل ہے) کہ قیامت کی گھڑی آکر رہے گی، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اور اللّٰہ ضرور اُن لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں جا چکے ہیں۔

بعض اور لوگ ایسے ہیں جو کسی عِلم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر، گردن اکڑائے ہوئے، خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو راہِ خدا سے بھٹکا دیں۔ ایسے شخص کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے اور قیامت کے

روز اُس کو ہم آگ کے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ یہ ہے تیرا وہ مستقبل جو تیرے اپنے ہاتھوں نے تیرے لیے تیار کیا ہے ورنہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ ع

اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے،[۱] اگر فائدہ ہُوا تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آ گئی تو اُلٹا پھر گیا۔ اُس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ یہ ہے صریح خسارہ۔ پھر وہ اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکارتا ہے جو نہ اُس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ، یہ ہے گمراہی کی انتہا۔ وہ اُن کو پکارتا ہے جن کا نقصان اُن کے نفع سے قریب تر ہے، بدترین ہے اُس کا مولیٰ اور بدترین ہے اُس کا رفیق۔ (اس کے برعکس) اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اللہ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اُس کی کوئی مدد نہ کرے گا، اُسے چاہیے کہ ایک رسی کے ذریعے آسمان تک پہنچ کر شگاف لگائے پھر دیکھ لے کہ آیا اس کی تدبیر کسی ایسی چیز کو رد کر سکتی ہے جو اس کو ناگوار ہے۔

ایسی ہی کُھلی کُھلی باتوں کے ساتھ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہدایت اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی ہوئے اور صابئ،

---

[۱] یعنی کفر و اسلام کی سرحد پر کھڑا ہو کر بندگی کرتا ہے جیسے ایک مذبذب آدمی کسی فوج کے کنارے پر کھڑا ہو، اگر فتح ہوتی دیکھے تو ساتھ آ ملے اور شکست ہوتی دیکھے تو چپکے سے سٹک جائے۔

اور نصاریٰ اور مجوس، اور جن لوگوں نے شرک کیا، ان سب کے درمیان اللہ قیامت کے روز فیصلہ کر دے گا، ہر چیز اللہ کی نظر میں ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سربسجود ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں؟ اور جسے اللہ ذلیل و خوار کر دے اُسے پھر کوئی عزّت دینے والا نہیں ہے، اللہ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے۔

یہ دو فریق ہیں جن کے درمیان اپنے ربّ کے معاملے میں جھگڑا ہے۔ [۲] ان میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں، اُن کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے اُن کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصّے تک گل جائیں گے، اور اُن کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب کبھی وہ گھبرا کر جہنّم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزہ۔ ع (دوسری طرف) جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے ان کو اللہ ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ وہاں وہ سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیے جائیں گے اور ان کے لباس ریشم کے ہوں گے۔

---

[۲] یہاں خدا کے بارے میں جھگڑا کرنے والے تمام گروہوں کو ان کی کثرت کے باوجود دو فریقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے ایک فریق وہ جو انبیاءؑ کی بات مان کر خدا کی صحیح بندگی اختیار کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو ان کی بات نہیں مانتا اور کفر کی راہ اختیار کرتا ہے، خواہ اس کے اندر آپس میں کتنے ہی اختلافات ہوں اور اس کے کفر نے کتنی ہی مختلف صورتیں اختیار کر لی ہوں۔

ان کو پاکیزہ بات قبول کرنے کی ہدایت بخشی گئی اور انھیں خدائے ستودہ صفات کا راستہ دکھایا گیا۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور جو (آج) اللہ کے راستے سے روک رہے ہیں اور اُس مسجدِ حرام کی زیارت میں مانع ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے بنایا ہے، [۳] جس میں مقامی باشندوں اور باہر سے آنے والوں کے حقوق برابر ہیں (اُن کی رَوِش یقیناً سزا کی مستحق ہے) اِس (مسجدِ حرام) میں جو بھی راستی سے ہٹ کر ظلم کا طریقہ اختیار کرے گا اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ع

یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اِس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کیساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور لوگوں کو حج کے لیے اِذنِ عام دے دو کہ وہ تمھارے پاس ہر دُور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں، تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں اُن کے لیے رکھے گئے ہیں، اور چند مقرر دنوں میں اُن جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے انھیں بخشے ہیں، خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں، پھر اپنا میل کچیل دُور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں، اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔

یہ تھا (تعمیرِ کعبہ کا مقصد) اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے ربّ کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔

اور تمھارے لیے مویشی جانور حلال کیے گئے، [۴] ماسوا اُن چیزوں کے جو تمھیں بتائی جا چکی ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو، جھوٹی باتوں سے

---

[۳] یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیرووں کو حج اور عمرہ نہیں کرنے دیتے۔

[۴] اس موقع پر مویشی جانوروں کی حِلّت کا ذکر کرنے سے مقصود دو غلط فہمیوں کو رفع کرنا ہے۔ اوّل یہ کہ قریش اور مشرکینِ عرب بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو بھی اللہ کی قائم کی ہوئی حرمتوں میں شمار کرتے تھے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ یہ اس کی قائم کردہ حرمتیں نہیں ہیں بلکہ اس نے تمام مویشی جانور حلال کیے ہیں۔ دوم یہ کہ حالتِ احرام میں جس طرح شکار حرام ہے اسی طرح کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس حالت میں مویشی جانوروں کو ذبح کرنا اور ان کو کھانا بھی حرام ہے۔ اس لیے بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ کی قائم کی ہوئی حرمتوں میں سے نہیں ہے۔

CS CamScanner

پرہیز کرو، یک سُو ہو کر اللہ کے بندے بنو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گِر گیا، اب یا تو اسے پرندے اُچک لے جائیں گے یا ہوا اُس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اُس کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔[۵]

یہ ہے اصل معاملہ (اسے سمجھ لو) اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔[۶]

تمھیں ایک وقتِ مقرر تک اُن (ہدی کے جانوروں) سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے،[۷] پھر اُن (کے قربان کرنے کی) جگہ اسی قدیم گھر کے پاس ہے۔ ع

ہر اُمّت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے تا کہ (اُس اُمّت کے) لوگ اُن جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے اُن کو بخشے ہیں[۸] (ان مختلف طریقوں کے اندر مقصد ایک ہی ہے) پس تمھارا خدا ایک ہی خدا ہے اور اُسی کے تم مطیع فرمان بنو۔ اور اے نبیؐ، بشارت دے دے۔ عاجزانہ رَوِش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذِکر سُنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، جو مصیبت بھی اُن پر آتی ہے اُس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ رِزق ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اور (قربانی کے) اونٹوں کو ہم نے تمھارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، تمھارے لیے اُن میں بھلائی ہے، پس انھیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو،[۹] اور جب (قربانی کے بعد)

---

[۵] اس تمثیل میں آسمان سے مراد ہے انسان کی فطری حالت جس میں وہ ایک خدا کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہوتا اور توحید کے سوا اس کی فطرت کسی اور مذہب کو نہیں جانتی۔ اگر انسان انبیاءؑ کی دی ہوئی رہنمائی قبول کرے تو وہ اسی فطری حالت پر علم اور بصیرت کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے اور آگے اس کی پرواز مزید بلندیوں ہی کی طرف ہوتی ہے نہ کہ پستیوں کی طرف۔ لیکن شرک (اور صرف شرک ہی نہیں بلکہ دہریت اور الحاد بھی) اختیار کرتے ہی وہ اپنی فطرت کے آسمان سے یکا یک گر پڑتا ہے اور پھر اس کو دو صُورتوں میں سے کوئی ایک صورت لازماً پیش آتی ہے ایک یہ کہ شیاطین اور گمراہ کرنے والے انسان اس کی طرف جھپٹتے ہیں اور ہر ایک اسے اُچک لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی اپنی خواہشاتِ نفس اور اس کے اپنے جذبات اور تخیلات اسے اُڑائے اُڑائے لیے پھرتے ہیں اور آخر کار اس کو کسی گہرے کھڈ میں لے جا کر پھینک دیتے ہیں۔

[۶] یعنی یہ احترام دِل کے تقویٰ کا نتیجہ ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ آدمی کے دل میں کچھ نہ کچھ خدا کا

ان کی پیٹھیں زمین پر ٹِک جائیں[۱۰] تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کیے بیٹھے ہیں اور اُن کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں۔ اِن جانوروں کو ہم نے اِس طرح تمھارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اُسے تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اس نے ان کو تمھارے لیے اِس طرح مسخر کیا ہے تاکہ اُس کی بخشی ہوئی ہدایت پر تم اُس کی تکبیر کرو۔[۱۱] اور اے نبیؐ، بشارت دے دے نیکوکار لوگوں کو۔

یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے اُن لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں۔ یقیناً اللہ کسی خائن کافرِ نعمت کو پسند نہیں کرتا۔ ؏ اجازت دے دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں،[۱۲] اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا ربّ اللہ ہے۔" اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔[۱۳] اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔

خوف ہے جبھی تو وہ اس کے شعائر کا احترام کر رہا ہے۔

[۷] پہلی آیت میں شعائر اللہ کے احترام کا عام حکم دینے کے بعد یہ فقرہ ایک غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ شعائر اللہ میں ہدی کے جانور بھی داخل ہیں۔ اہلِ عرب یہ سمجھتے تھے کہ ان جانوروں کو بیت اللہ کی طرف لے جاتے ہوئے ان پر سوار نہ ہونا چاہیے نہ ان پر سامان لادنا چاہیے۔ اور نہ ان کا دودھ پینا چاہیے اسی غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ ان سے جو کام لینے کی ضرورت پیش آئے وہ لیا جا سکتا ہے۔

[۸] اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ قربانی تمام شرائع الٰہیہ کے نظامِ عبادت کا ایک لازمی جز رہی ہے۔ دوسری یہ کہ اصل چیز اللہ کے نام پر قربانی ہے جو سب شریعتوں میں یکساں ہے۔ باقی رہا اس کا وقت اور موقع اور دوسری تفصیلات تو ان کے اندر مختلف زمانوں کی شریعتوں کے احکام مختلف رہے ہیں۔

[۹] ان پر اللہ کا نام لینے سے مراد ہے ان کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لینا۔ اونٹ کو پہلے کھڑا کر کے اس کے حلقوم میں نیزہ مارا جاتا ہے اس کو نحر کرنا کہتے ہیں۔

[۱۰] پیٹھ کے زمین پر ٹکنے کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ زمین پر گر جائیں بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ گر کر ٹھہر جائیں، یعنی تڑپنا بند کر دیں اور جان پوری طرح نکل جائے۔

[۱۱] یعنی دل سے اس کی بڑائی اور برتری مانو اور عمل سے اس کا اعلان و اظہار کرو۔ یہ پھر حکم قربانی کی غرض اور

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔ اور تمام معاملات کا انجامِ کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اے نبیؐ، اگر وہ (یعنی کفار) تمھیں جھُٹلاتے ہیں تو اُن سے پہلے قومِ نوحؑ اور عاد اور ثمود اور قومِ ابراہیمؑ اور قومِ لُوطؑ اور اہلِ مَدیَن بھی جھُٹلا چکے ہیں اور موسیٰؑ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۔ ان سب منکرینِ حق کو میں نے پہلے مہلت دی، پھر پکڑ لیا۔ اب دیکھ لو کہ میری عقوبت کیسی تھی۔ کتنی ہی خطا کار بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا ہے اور آج وہ اپنی چھتوں پر اُلٹی پڑی ہیں کتنے ہی کنوئیں بیکار اور کتنے ہی قصر کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ اِن کے دِل سمجھنے والے اور اِن کے کان سُننے والے ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

یہ لوگ عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا، مگر تیرے ربّ کے ہاں کا ایک دن تمھارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہُوا کرتا ہے۔ [۱۴]

علت کی طرف اشارہ ہے۔ قربانی صرف اسی لیے واجب نہیں کی گئی ہے کہ یہ تسخیرِ حیوانات کی نعمت پر اللہ کا شکریہ ہے، بلکہ اس لیے بھی واجب کی گئی ہے کہ جس کے یہ جانور ہیں اور جس نے انہیں ہمارے لیے مسخر کیا ہے، اس کے حقوقِ مالکانہ کا ہم دل سے بھی اور عملاً بھی اعتراف کریں تاکہ ہمیں کبھی یہ بھول لاحق نہ ہو جائے کہ یہ سب کچھ ہمارا مال ہے۔

[۱۲] یہ قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں اوّلین آیت ہے جو نازل ہوئی اس آیت میں صرف اجازت دی گئی تھی۔ بعد میں سورۂ بقرہ کی آیات ۱۹۰ تا ۱۹۳، اور ۲۱۶، اور ۲۴۴، نازل ہوئیں جن میں جنگ کا حکم دیا گیا۔ ان احکام میں صرف چند مہینوں کا فصل ہے۔ اجازت ہماری تحقیق کے مطابق ذی الحجہ سنہ ۱ ھ میں نازل ہوئی اور حکم جنگِ بدر سے کچھ پہلے رجب یا شعبان سنہ ۲ ھ میں نازل ہُوا۔

[۱۳] یہ مضمون قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان ہُوا ہے کہ جو لوگ خلقِ خدا کو توحید کی طرف بُلانے اور دینِ حق کو قائم کرنے اور شر کی جگہ خیر کو فروغ دینے کی سعی و جہد کرتے ہیں وہ اللہ کے مددگار ہیں کیوں کہ یہ اللہ کا کام ہے جسے انجام دینے میں وہ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

[۱۴] یعنی انسانی تاریخ میں خدا کے فیصلے تمہاری گھڑیوں اور جنتریوں کے لحاظ سے نہیں ہوتے کہ آج ایک صحیح یا غلط رَوِش اختیار کی اور کل اس کے اچھے یا بُرے نتائج ظاہر ہو گئے کسی قوم سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں طرزِ

CS CamScanner

کتنی ہی بستیاں ہیں جو ظالم تھیں، مَیں نے پہلے اُن کو مہلت دی، پھر پکڑ لیا، اور سب کو واپس تو میرے ہی پاس آنا ہے۔ ع

اے نبیؐ، کہہ دو کہ "لوگو، میں تو تمھارے لیے صرف وہ شخص ہوں جو (بُرا وقت آنے سے پہلے) صاف صاف خبردار کر دینے والا ہو۔" پھر جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزّت کی روزی۔ اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے یار ہیں۔

اور اے نبیؐ، تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسُول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو کہ) جب اُس نے تمنّا کی، شیطان اس کی تمنّا میں خلل انداز ہو گیا۔ اِس طرح جو کچھ بھی شیطان خلل اندازیاں کرتا ہے، اللہ ان کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو پُختہ کر دیتا ہے، اللہ علیم ہے اور حکیم۔ (وہ اس لیے ایسا ہونے دیتا ہے) تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی خرابی کو فتنہ بنا دے اُن لوگوں کے لیے جن کے دِلوں کو (نِفاق کا) روگ لگا ہُوا ہے اور جن کے دِل کھوٹے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ عناد میں بہت دُور نکل گئے ہیں۔ اور علم سے بہرہ مند لوگ جان لیں کہ یہ حق ہے تیرے ربّ کی طرف سے اور وہ اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں، یقیناً اللہ ایمان لانے والوں کو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ [۱۵]

عمل اختیار کرنے کا انجام تمہاری تباہی کی صورت میں نکلے گا تو وہ بڑی ہی احمق ہوگی اگر جواب میں یہ استدلال کرے کہ جناب اس طرزِ عمل کو اختیار کیے ہمیں دس بیس یا پچاس برس ہو چکے ہیں، ابھی تک تو ہمارا کچھ بگڑا نہیں۔ تاریخی نتائج کے لیے دن اور مہینے اور سال تو درکنار صدیاں بھی کوئی بڑی چیز نہیں ہیں۔

[۱۵] مطلب یہ ہے کہ شیطان کی ان فتنہ پردازیوں کو اللہ نے لوگوں کی آزمائش اور کھرے کو کھوٹے سے جُدا کرنے کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے۔ بگڑی ہوئی ذہنیت کے لوگ انہی چیزوں سے غلط نتیجے اخذ کرتے ہیں اور یہ ان کے لیے گمراہی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ صاف ذہن کے لوگوں کو یہی باتیں نبیؐ اور کتاب اللہ کے برحق ہونے کا یقین دلاتی ہیں اور وہ محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ سب شیطان کی شرارتیں ہیں اور یہ چیز انہیں مطمئن کر دیتی ہے کہ یہ دعوت یقیناً خیر اور راستی کی دعوت ہے، ورنہ شیطان اس پر اس قدر نہ تلملاتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اس وقت جس مرحلے میں تھی، اس کو دیکھ کر تمام ظاہر بیں نگاہیں یہ دھوکا کھا رہی تھیں کہ آپ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے ہیں۔ دیکھنے والے جو کچھ دیکھ رہے تھے وہ تو

انکار کرنے والے تو اس کی طرف سے شک ہی میں پڑے رہیں گے۔ یہاں تک کہ یا تو اُن پر قیامت کی گھڑی اچانک آ جائے، یا ایک منحوس دن کا عذاب نازل ہو جائے۔ اُس روز بادشاہی اللہ کی ہوگی، اور وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ جو ایمان رکھنے والے اور عملِ صالح کرنے والے ہوں گے وہ نعمت بھری جنتوں میں جائیں گے۔ اور جنھوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا اُن کے لیے رُسوا کُن عذاب ہوگا[ئ]۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیے گئے یا مَر گئے، اللہ ان کو اچھا رزق دے گا۔ اور یقیناً اللہ ہی بہترین رَازِق ہے۔ وہ انھیں ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ علیم اور حلیم ہے۔ یہ تو ہے ان کا انجام، اور جو کوئی بدلہ لے، ویسا ہی جیسا اُس کے ساتھ کیا گیا، اور پھر اُس پر زیادتی بھی کی گئی ہو، تو اللہ اس کی مدد ضرور کرے گا۔ اللہ معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

یہ اس لیے کہ رات سے دن اور دن سے رات نکالنے والا اللہ ہی ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے۔ اور وہ سب باطل ہیں جنھیں اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ پُکارتے ہیں اور اللہ ہی بالادست اور بزرگ ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کی بدولت زمین سرسبز ہو جاتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ لطیف

یہی تھا کہ ایک شخص جس کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ اس کی قوم اس پر ایمان لائے اسے آخر کار ہجرت کرنی پڑی اور مکّے کے کفار کامیاب رہے۔ اس صورتِ حال میں جب لوگ آپ کے اس بیان کو دیکھتے تھے کہ میں اللہ کا نبیؐ ہوں اور اس کی تائید میرے ساتھ ہے اور قرآن کے ان اعلانات کو دیکھتے تھے کہ نبیؐ کو جھٹلا دینے والی قوم پر عذاب آ جاتا ہے تو انہیں آپ کی اور قرآن کی صداقت مشتبہ نظر آنے لگتی تھی اور آپ کے مخالفین اس پر بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے تھے کہ کہاں گئی وہ خدا کی تائید اور کیا ہوئیں وہ عذاب کی وعیدیں، اب کیوں نہیں آ جاتا وہ عذاب جس کے ہم کو ڈراوے دیے جاتے تھے انہی باتوں کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔

وخبیر ہے۔ [۱۶] اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ بے شک وہی غنی وحمید ہے۔ ع کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اُس نے وہ سب کچھ تمھارے لیے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے، اور اُسی نے کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے، اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اِذن کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا؟ واقعہ یہ ہے کہ اللہ لوگوں کے حق میں بڑا شفیق اور رحیم ہے۔ وہی ہے جس نے تمھیں زندگی بخشی ہے، وہی تم کو موت دیتا ہے اور وہی پھر تم کو زندہ کرے گا۔ سچ یہ ہے کہ انسان بڑا ہی منکرِ حق ہے۔ [۱۷]

ہر اُمت کے لیے ہم نے ایک طریقِ عبادت مقرر کیا ہے جس کی وہ پیروی کرتی ہے، پس اے نبیؐ، وہ اِس معاملہ میں تم سے جھگڑا نہ کریں۔ [۱۸] تم اپنے ربّ کی طرف دعوت دو۔ یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔ اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ "جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ کو خوب معلوم ہے۔ اللہ قیامت کے روز تمھارے درمیان اُن سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔" کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے؟ سب کچھ ایک کتاب میں درج ہے۔ اللہ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن کی عبادت کر رہے ہیں جن کے لیے نہ تو اس نے کوئی سند نازل کی ہے اور نہ یہ خود ان کے بارے میں کوئی علم رکھتے ہیں۔ ان ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔

---

[۱۶] یعنی کفر و ظلم کی روش اختیار کرنے والوں پر عذاب نازل کرنا، مومن و صالح بندوں کو انعام دینا، مظلوم اہلِ حق کی دادرسی کرنا اور طاقت سے ظلم کا مقابلہ کرنے والے اہلِ حق کی نصرت فرمانا، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی صفات یہ اور یہ ہیں۔

[۱۷] یعنی یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اس حقیقت کا انکار کیے جاتا ہے جسے انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا ہے۔

[۱۸] یعنی جس طرح پہلے انبیاءؑ اپنے اپنے دور کی اُمتوں کے لیے ایک طریقِ عبادت لائے تھے، اسی طرح اس دور کی اُمت کے لیے تم ایک طریقِ عبادت لائے ہو۔ اب کسی کو تم سے نزاع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، کیونکہ اس دور کے لیے برحق طریقِ عبادت یہی ہے۔

اور جب اِن کو ہماری صاف صاف آیات سُنائی جاتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ منکرینِ حق کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی وہ اُن لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انھیں ہماری آیات سُناتے ہیں۔ ان سے کہو "میں بتاؤں تمھیں کہ اس سے بدتر چیز کیا ہے؟ آگ۔ اللہ نے اُسی کا وعدہ اُن لوگوں کے حق میں کر رکھا ہے جو قبولِ حق سے انکار کریں اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔" ع

لوگو!، ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سُنو۔ جن معبُودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پُکارتے ہو وہ سب مِل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مکھی اِن سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اُسے چُھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوّت اور عزّت والا تو اللہ ہی ہے۔

حقیقت یہ کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ وہ سمیع اور بصیر ہے، جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے اُس سے بھی وہ واقف ہے۔ اور سارے معاملات اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، رکوع اور سجدہ کرو، اپنے ربّ کی بندگی کرو، اور نیک کام کرو، اسی سے توقع کی جا سکتی ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمھیں اپنے کام کے لیے چُن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی مِلّت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمھارا نام "مُسلم" رکھا تھا اور اِس (قرآن) میں بھی (تمھارا یہی نام ہے)۔ تاکہ رسُولؐ تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمھارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔ ع

سُورۂ موٴمنون (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو: اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دُور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامِل ہوتے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں[۱] سوائے اپنی بیویوں کے اور اُن عورتوں کے جو اُن کی مِلکِ یمین میں ہوں[۲] کہ اُن پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اُس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں، اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں، اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔

---

[۱] اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے جسم کے قابلِ شرم حصّوں کو چُھپا کر رکھتے ہیں، یعنی عُریانی سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنا ستر دوسروں کے سامنے نہیں کھولتے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنی عصمت و عفت کو محفوظ رکھتے ہیں، یعنی جنسی معاملات میں آزادی نہیں برتتے اور قوتِ شہوانی کے استعمال میں بے لگام نہیں ہوتے۔

[۲] یعنی لونڈیاں جو جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں اور اسیرانِ جنگ کا تبادلہ نہ ہونے کی صُورت میں اسلامی حکومت کی طرف سے کسی کی مِلک میں دے دی جائیں۔

CS CamScanner

یہی لوگ وہ وارِث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہم نے انسان کو مٹی کے سَت سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بُوند میں تبدیل کیا، پھر اس بُوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔ [۳] پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔ پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے، پھر قیامت کے روز یقیناً تم اُٹھائے جاؤ گے۔

اور تمھارے اُوپر ہم نے سات راستے بنائے، [۴] تخلیق کے کام سے ہم کچھ نابلد نہ تھے۔ [۵] اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اُتارا اور اس کو زمین میں ٹھیرا دیا، ہم اُسے جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں۔ پھر اس پانی کے ذریعہ سے ہم نے تمھارے لیے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کر دیے، تمھارے لیے اِن باغوں میں بہت سے لذیذ پھل ہیں اور ان سے تم روزی حاصل کرتے ہو۔

---

[۳] یعنی اگرچہ یہی سب کچھ جانوروں کی تخلیق میں بھی ہوتا ہے مگر اللہ نے اس عملِ تخلیق سے انسان کو ایک اور قسم کی مخلوق بنا کھڑا کیا جو حیوانات سے بالکل مختلف ہے۔

[۴] غالباً اس سے مراد سات سیاروں کی گردش کے راستے ہیں اور چونکہ اس زمانے کا انسان سبع سیارہ ہی سے واقف تھا اس لیے سات ہی راستوں کا ذکر کیا گیا۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے علاوہ اور دوسرے راستے نہیں ہیں۔

[۵] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے: "اور مخلوقات کی طرف سے ہم غافل نہ تھے یا نہیں ہیں"۔ پہلے ترجمے کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جو ہم نے بنایا ہے یہ بس یونہی کسی اناڑی کے ہاتھوں الل ٹپ نہیں بن گیا ہے، بلکہ اسے ایک سوچے سمجھے منصوبے پر پورے علم کے ساتھ بنایا گیا ہے، اہم قوانین اس میں کارفرما ہیں، ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک سارے نظامِ کائنات میں ایک مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور اس کارگاہِ عظیم میں ہر طرف ایک مقصدیت نظر آتی ہے جو بنانے والے کی حکمت پر دلالت کر رہی ہے دوسرے ترجمے کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اس کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہم نے پیدا کی ہے اس کی کسی حاجت سے ہم کبھی غافل اور کسی حالت سے کبھی بے خبر نہیں رہے ہیں۔ کسی چیز کو ہم نے اپنے منصوبے کے خلاف بننے اور چلنے نہیں دیا ہے۔ کسی چیز کی فطری ضروریات فراہم کرنے میں ہم نے

اور وہ درخت بھی ہم نے پیدا کیا جو طُور سِیناء سے نکلتا ہے،[۲] تیل بھی لیے ہوئے اُگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ تمھارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق ہے۔ ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ایک چیز (یعنی دودھ) ہم تمھیں پلاتے ہیں، اور تمھارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں۔ اُن کو تم کھاتے ہو اور اُن پر اور کشتیوں پر سوار بھی کیے جاتے ہو۔ ع

ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے کہا ”اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو اُس کے سوا تمھارے لیے کوئی معبُود نہیں ہے، کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟“ اس کی قوم کے جن سرداروں نے ماننے سے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ ”یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تم پر برتری حاصل کرے۔ اللہ کو اگر بھیجنا ہوتا تو فرشتے بھیجتا۔ یہ بات تو ہم نے کبھی اپنے باپ دادا کے وقتوں میں سُنی ہی نہیں (کہ بشر رسُول بن کر آئے)۔ کچھ نہیں بس اس آدمی کو ذرا جُنون لاحق ہو گیا ہے۔ کچھ مدّت اور دیکھ لو (شاید افاقہ ہو جائے)۔“ نوحؑ نے کہا ”پروردگار! اِن لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے اس پر اب تُو ہی میری نصرت فرما“ ہم نے اس پر وحی کی کہ ”ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کر۔ پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور وہ تنور اُبل پڑے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا لے کر اس میں سوار ہو جا، اور اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے سوائے اُن کے جن کے خلاف پہلے فیصلہ ہو چکا ہے،

کوتاہی نہیں کی ہے اور ایک ایک ذرّے اور پتّے کی حالت سے ہم باخبر رہے ہیں۔

[۲] مراد ہے زیتون، جو بحرِ روم کے گرد و پیش کے علاقے کی پیداوار میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ طورِ سینا کی طرف اس کو منسوب کرنے کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ وہی علاقہ جس کا مشہور ترین مقام طُورِ سیناء ہے۔ اس درخت کا وطنِ اصلی ہے۔

اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا، یہ اب غرق ہونے والے ہیں۔ پھر جب تُو اپنے ساتھیوں سمیت کشتی پر سوار ہو جائے تو کہہ، شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی۔ اور کہہ، پروردگار، مجھ کو برکت والی جگہ اُتار اور تُو بہترین جگہ دینے والا ہے۔"

اس قصے میں بڑی نشانیاں ہیں، اور آزمائش تو ہم کر کے ہی رہتے ہیں۔

اُن کے بعد ہم نے ایک دوسرے دَور کی قوم اُٹھائی۔ پھر اُن میں خود انہی کی قوم کا ایک رسُول بھیجا (جس نے انھیں دعوت دی) کہ اللہ کی بندگی کرو، تمھارے لیے اُس کے سوا کوئی اور معبُود نہیں ہے، کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ع اُس کی قوم کے جن سرداروں نے ماننے سے انکار کیا اور آخرت کی پیشی کو جُھٹلایا، جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں آسُودہ کر رکھا تھا، وہ کہنے لگے "یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں رہے۔ یہ تمھیں اطلاع دیتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جاؤ گے اُس وقت تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے؟ بعید، بالکل بعید ہے یہ وعدہ جو تم سے کیا جا رہا ہے۔ زندگی کچھ نہیں ہے مگر بس یہی دنیا کی زندگی۔ یہیں ہم کو مرنا اور جینا ہے اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔

یہ شخص خدا کے نام پر محض جھوٹ گھڑ رہا ہے اور ہم کبھی اس کی ماننے والے نہیں ہیں۔" رسُول نے کہا "پروردگار، اِن لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے اس پر اب تُو ہی میری نصرت فرما۔" جواب میں ارشاد ہُوا "قریب ہے وہ وقت جب یہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔" آخر کار ٹھیک حق کے مطابق ایک ہنگامۂ عظیم نے ان کو آ لیا اور ہم نے ان کو کچرا بنا کر پھینک دیا۔ دُور ہو ظالم قوم!

پھر ہم نے ان کے بعد دُوسری قومیں اٹھائیں۔ کوئی قوم نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہوئی اور نہ اس کے بعد ٹھیر سکی۔ پھر ہم نے پے در پے اپنے رسُول بھیجے۔ جس قوم کے پاس بھی اُس کا رسُول آیا، اُس نے اُسے جُھٹلایا، اور ہم ایک کے بعد ایک قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے، حتّٰی کہ ان کو بس افسانہ ہی بنا کر چھوڑا۔ پھٹکار اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے!

پھر ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی ہارونؑ کو اپنی نشانیوں اور کُھلی سَند کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت کی طرف بھیجا۔ مگر انھوں نے تکبّر کیا اور بڑی ڈوں کی لی۔ کہنے لگے "کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟ اور آدمی بھی وہ جن کی قوم ہماری بندی ہے۔" پس اُنھوں نے دونوں کو جُھٹلا دیا اور ہلاک ہونے والوں میں جا مِلے۔ اور موسیٰؑ کو ہم نے کتاب عطا فرمائی تاکہ لوگ اس سے رہنمائی حاصل کریں۔

اور ابنِ مریمؑ اور اس کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا اور ان کو ایک سطحِ مرتفع پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی اور چشمے اس میں جاری تھے۔ ع

اے پیغمبرو، کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح، تم جو کچھ بھی کرتے ہو، میں اُس کو خوب جانتا ہوں۔ اور یہ تمھاری اُمّت ایک ہی اُمّت ہے اور میں تمھارا ربّ ہوں، پس مجھی سے تم ڈرو۔

مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دِین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اُسی میں وہ مگن ہے۔ اچھا، تو چھوڑو انھیں، ڈوبے رہیں اپنی غفلت میں ایک وقتِ خاص تک۔

کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو انھیں مال اولاد سے مدد دیے جا رہے ہیں تو گویا انھیں بھلائیاں دینے میں سرگرم ہیں؟ نہیں، اصل معاملے کا انھیں شعور نہیں ہے۔ حقیقت میں تو جو لوگ اپنے ربّ کے خوف سے ڈرنے والے ہوتے ہیں، جو اپنے ربّ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں، جو اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، اور جن کا حال یہ ہے کہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل اُن کے اِس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہمیں اپنے ربّ کی طرف پلٹنا ہے، وہی بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے اور سبقت کر کے انھیں پا لینے والے ہیں۔ ہم کسی شخص کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے، جو (ہر ایک کا حال) ٹھیک ٹھیک بتا دینے والی ہے، [۷] اور لوگوں پر ظلم بہر حال نہیں کیا جائے گا۔ مگر یہ لوگ اس معاملے سے بے خبر ہیں۔ اور ان کے اعمال بھی اُس طریقے سے (جس کا اُوپر ذِکر کیا گیا ہے) مختلف ہیں۔ (وہ اپنے یہ کرتوت کیے چلے جائیں گے) یہاں تک کہ جب ہم اُن کے عیاشوں کو عذاب میں پکڑ لیں گے۔

---

[۷] یعنی ہر شخص کا نامۂ اعمال جس میں اس کا سب کچھ کیا دھرا درج ہے۔

تو پھر وہ ڈکرانا شروع کر دیں گے۔ اب بند کرو اپنی فریاد و فغاں، ہماری طرف سے اب کوئی مدد تمھیں نہیں ملنی۔ میری آیات سُنائی جاتی تھیں تو تم (رسُول کی آواز سُنتے ہی) اُلٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے، اپنے گھمنڈ میں اُس کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے، اپنی چوپالوں میں اُس پر باتیں چھانٹتے اور بکواس کیا کرتے تھے۔

تو کیا اِن لوگوں نے کبھی اِس کلام پر غور نہیں کیا؟ یا وہ کوئی ایسی بات لایا ہے جو کبھی ان کے اسلاف کے پاس نہ آئی تھی؟ یا یہ اپنے رسُول سے کبھی کے واقف نہ تھے کہ (اَن جانا آدمی ہونے کے باعث) اُس سے بدکتے ہیں؟ یا یہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ مجنوں ہے؟ نہیں، بلکہ وہ حق لایا ہے اور حق ہی ان کی اکثریت کو ناگوار ہے۔ اور حق اگر کہیں ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ نہیں، بلکہ ہم ان کا اپنا ہی ذِکر اُن کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ذِکر سے منہ موڑ رہے ہیں۔

کیا تُو اُن سے کچھ مانگ رہا ہے؟ تیرے لیے تو تیرے ربّ کا دیا ہی بہتر ہے اور وہ بہترین رازِق ہے۔ تُو تو ان کو سیدھے راستے کی طرف بُلا رہا ہے۔ مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ راہِ راست سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔

اگر ہم اِن پر رحم کریں اور وہ تکلیف جس میں آج کل یہ مُبتلا ہیں،[۸] دُور کر دیں تو یہ اپنی سرکشی میں بالکل ہی بہک جائیں گے۔

---

[۸] مراد ہے وہ قحط جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد چند سال تک برپا رہا۔

ان کا حال تو یہ ہے کہ ہم نے انھیں تکلیف میں مُبتلا کیا، پھر بھی یہ اپنے ربّ کے آگے نہ جُھکے اور نہ عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ البتہ جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں تو یکا یک تم دیکھو گے کہ اس حالت میں یہ ہر خیر سے مایوس ہیں۔ ع

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں سننے اور دیکھنے کی قوّتیں دیں اور سوچنے کو دل دیے۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا، اور اُسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ گردشِ لیل و نہار اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی؟ مگر یہ لوگ وہی کچھ کہتے ہیں جو ان کے پیش رَو کہہ چکے ہیں۔ یہ کہتے ہیں ’’کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جائیں گے تو ہم کو پھر زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا؟‘‘ ہم نے بھی یہ وعدے بہت سُنے ہیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا بھی سُنتے رہے ہیں۔ یہ محض افسانہ ہائے پارینہ ہیں۔‘‘

ان سے کہو، بتاؤ، اگر تم جانتے ہو، کہ یہ زمین اور اس کی ساری آبادی کس کی ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ کی۔ کہو، پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟ ان سے پوچھو، ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ۔ کہو، پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ اِن سے کہو، بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اِقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے۔

اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے کہو، پھر کہاں سے تم کو دھوکہ لگتا ہے؟ جو امرِ حق ہے وہ ہم اِن کے سامنے لے آئے ہیں، اور کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔[9] اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے،[10] اور کوئی دوسرا خدا اُس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ اُن باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔ کُھلے اور چُھپے کا جاننے والا، وہ بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ تجویز کر رہے ہیں۔

اے نبیؐ، دعا کرو کہ "پروردگار، جس عذاب کی اِن کو دھمکی دی جا رہی ہے وہ اگر میری موجودگی میں تُو لائے، تو اے میرے ربّ مجھے اِن ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔"[11] اور حقیقت یہ ہے کہ ہم تمھاری آنکھوں کے سامنے ہی وہ چیز لے آنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں جس کی دھمکی ہم انہیں دے رہے ہیں۔ ع

اے نبیؐ، برائی کو اُس طریقے سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ جو کچھ باتیں وہ تم پر بناتے ہیں وہ ہمیں خوب معلوم ہیں۔ اور دُعا کرو کہ "پروردگار، میں شیاطین کی اُکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بلکہ اے میرے ربّ، مَیں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں"۔

(یہ لوگ اپنی کرنی سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کرے گا کہ "اے میرے ربّ، مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دیجیے جسے

---

[9] یعنی اپنے اس قول میں جھوٹے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو بھی خدائی کی صفات، اختیارات اور حقوق یا ان میں سے کوئی حصہ حاصل ہے اور اپنے اس قول میں جھوٹے کہ زندگی بعد موت ممکن نہیں ہے۔ ان کا جھوٹ ان کے اپنے اعترافات سے ثابت ہے۔ ایک طرف یہ ماننا کہ زمین و آسمان کا مالک اور کائنات کی ہر چیز کا مختار اللہ ہے اور دوسری طرف یہ کہنا کہ خدائی تنہا اسی کی نہیں ہے بلکہ دوسروں کا بھی (جو لامحالہ اس کے بندے اور مخلوق ہی ہوں گے) اس میں کوئی حصہ ہے، یہ دونوں باتیں صریح طور پر ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔ اسی طرح ایک طرف یہ کہنا کہ ہم کو اور اس عظیم الشان کائنات کو خدا نے پیدا کیا ہے اور دوسری طرف یہ کہنا کہ خدا اپنی ہی پیدا کردہ مخلوق کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا، صریحاً خلافِ عقل ہے۔ لہٰذا ان کی اپنی مانی ہوئی صداقتوں سے یہ ثابت ہے کہ شرک اور انکارِ آخرت، دونوں ہی جُھوٹے عقیدے ہیں جو انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں۔

[10] یہاں کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ارشاد محض عیسائیت کی تردید میں ہے۔ نہیں، مشرکینِ عرب بھی اپنے

CS CamScanner

مَیں چھوڑ آیا ہوں، اُمید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا"۔ ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے۔ جو وہ بک رہا ہے اب اِن سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔[۱۲] پھر جونہی کہ صُور پھونک دیا گیا، ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دُوسرے کو پُوچھیں گے۔ اُس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا۔ وہ جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگ اُن کے چہروں کی کھال چاٹ جائے گی اور اُن کے جبڑے باہر نکل آئیں گے۔ "کیا تم وہی لوگ نہیں ہو کہ میری آیات تمھیں سُنائی جاتی تھیں تو تم انھیں جھٹلاتے تھے؟" وہ کہیں گے "اے ہمارے ربّ، ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی۔ ہم واقعی گمراہ لوگ تھے۔ اے پروردگار، اب ہمیں یہاں سے نکال دے۔ پھر ہم ایسا قصور کریں تو ظالم ہوں گے۔" اللہ تعالیٰ جواب دے گا "دُور ہو میرے سامنے سے، پڑے رہو اسی میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ تم وہی لوگ تو ہو کہ میرے کچھ بندے جب کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار، ہم ایمان لائے ہمیں معاف کر دے، ہم پر رحم کر، تُو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے،

معبُودوں کو خدا کی اولاد قرار دیتے تھے اور دنیا کے اکثر مشرکین اس گمراہی میں ان کے شریکِ حال رہے ہیں۔

[۱۱] اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ اس عذاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبتلا ہونے کا فی الواقع کوئی خطرہ تھا یا یہ کہ اگر آپ یہ دُعا نہ مانگتے تو اس میں مُبتلا ہو جاتے۔ بلکہ اس طرح کا اندازِ بیان یہ تصوّر دلانے کے لیے اختیار کیا گیا ہے کہ خدا کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق چیز، وہ ایسی خوفناک چیز ہے کہ گناہ گاروں ہی کو نہیں، نیکوکاروں کو بھی اپنی ساری نیکیوں کے باوجود اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

[۱۲] "برزخ" فارسی لفظ "پردہ" کا معرّب ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اب ان کے اور دنیا کے درمیان ایک روک ہے جو انھیں واپس جانے نہیں دے گی اور قیامت تک یہ دنیا اور آخرت کے درمیان کی اس حدِ فاصل میں ٹھہرے رہیں گے۔

تو تم نے ان کا مذاق بنالیا۔ یہاں تک کہ اُن کی ضِد نے تمھیں یہ بھی بُھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں، اور تم اُن پر ہنستے رہے۔ آج اُن کے اُس صبر کا میں نے یہ پھَل دیا ہے کہ وہی کامیاب ہیں۔" پھر اللّٰہ تعالیٰ اُن سے پوچھے گا "بتاؤ زمین میں تم کتنے سال رہے؟" وہ کہیں گے، "ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ ہم وہاں ٹھیرے ہیں، شمار کرنے والوں سے پُوچھ لیجیے۔" ارشاد ہوگا "تھوڑی ہی دیر ٹھیرے ہونا، کاش تم نے یہ اُس وقت جانا ہوتا۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمھیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمھیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے؟"

پس بالا و برتر ہے اللّٰہ، پادشاہِ حقیقی، کوئی خدا اُس کے سوا نہیں، مالک ہے عرشِ بزرگ کا۔ اور جو کوئی اللّٰہ کے ساتھ کسی اور معبُود کو پُکارے جس کے لیے اُس کے پاس کوئی دلیل نہیں، [۱۴] تو اِس کا حساب اس کے ربّ کے پاس ہے۔ ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ اے نبیؐ، کہو، میرے ربّ درگزر فرما اور رحم کر، اور تُو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے۔ ع

سُورۂ نُور (مَدَنی) ہے

اللّٰہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

یہ ایک سورت ہے [۱] جس کو ہم نے نازل کیا ہے، اور اسے ہم نے فرض کیا ہے اور اس میں ہم نے صاف صاف ہدایات نازل کی ہیں۔

---

[۱۴] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "جو کوئی اللّٰہ کے ساتھ کسی اور معبُود کو پکارے اس کے لیے اپنے اس فعل کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے"۔

[۱] یعنی جو باتیں اس سورہ میں کہی گئی ہیں وہ "سفارشات" نہیں ہیں کہ آپ کا جی چاہے تو مانیں ورنہ جو کچھ چاہیں کرتے رہیں، بلکہ قطعی احکام ہیں جن کی پیروی کرنا لازم ہے۔ اگر مومن ہو تو ان کی پیروی کرنا تمھارا فرض ہے۔

شاید کہ تم سبق لو۔

زانیہ عورت اور زانی مَرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ [۲] اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دِین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اُن کو سزا دیتے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔ [۳]

زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ۔ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک۔ اور یہ حرام کر دیا گیا ہے اہلِ ایمان پر۔ [۴]

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تُہمت لگائیں، [۵] پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اَسی کوڑے مارو اور اُن کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں، سوائے اُن لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں اور اصلاح کر لیں کہ اللہ ضرور (ان کے حق میں) غفور ورحیم ہے۔ [۶]

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں [۷] اور ان کے پاس خود اُن کے اپنے سِوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو اُن میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ)

---

[۲] زنا کے متعلق ابتدائی حکم سورہ نسا آیت ۱۵ میں گزر چکا ہے۔ اب اس کی یہ قطعی سزا مقرر کر دی گئی۔ یہ سزا اس صورت کے لیے ہے جبکہ زانی مرد غیر شادی شدہ یا زانیہ عورت غیر شادی شدہ ہو۔ قرآن پاک میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے، جیسا کہ سورہ نساء آیت ۲۵ سے معلوم ہوتا ہے اور بکثرت احادیث، حضورؐ اور خلفائے راشدین کی عملی سُنّت اور اجماعِ اُمّت سے بھی یہ ثابت ہے کہ شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کی سزا رجم ہے۔

[۳] یعنی سزا بر سرِ عام دی جائے تا کہ مجرم کو فضیحت اور دوسرے لوگوں کو عبرت و نصیحت ہو اور یہ گناہ مسلم معاشرے میں پھیلنے نہ پائے۔

[۴] یعنی زانی غیر تائب کے لیے اگر موزوں ہے تو زانیہ ہی موزوں ہے۔ یا پھر مشرکہ کسی مومنۂ صالحہ کے لیے وہ موزوں نہیں ہے اور حرام ہے اہلِ ایمان کے لیے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں ایسے فاجروں کو دیں۔ اِسی طرح زانیہ (غیر تائبہ) عورتوں کے لیے اگر موزوں ہیں تو انہی جیسے زانی یا مشرک۔ کسی مومن صالح کے لیے وہ موزوں نہیں ہیں اور حرام ہے مومنوں کے لیے کہ جن عورتوں کی بدچلنی کا حال انہیں معلوم ہو ان سے وہ دانستہ نکاح کریں۔ اس حکم کا اطلاق صرف انہی مَردوں اور عورتوں پر ہوتا ہے جو اپنی بُری رَوِش پر قائم ہوں۔ جو لوگ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں ان پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کیوں کہ توبہ و اصلاح کے بعد "زانی" ہونے کی صفت ان کے ساتھ لگی نہیں رہتی۔

[۵] یعنی زنا کی تُہمت، اور یہی حکم پاک دامن مَردوں پر بھی زنا کی تُہمت لگانے کا ہے۔ شریعت کی

چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام) میں جھوٹا ہو۔ اور عورت سے سزا اِس طرح ٹَل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جُھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اُس بندی پر اللہ کا غضب ٹُوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔[۸] تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کا رحم نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا التفات فرمانے والا اور حکیم ہے تو (بیویوں پر الزام کا معاملہ تمھیں بڑی پیچیدگی میں ڈال دیتا) ع

جو لوگ یہ بُہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمھارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہیں۔[۹] اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمھارے لیے خیر ہی ہے۔[۱۰] جس نے اُس میں جتنا حصّہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا، اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصّہ اپنے سر لیا[۱۱] اس کے لیے تو عذابِ عظیم ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے اسے سُنا تھا اُسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا[۱۲] اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بُہتان ہے؟ وہ لوگ (اپنے الزام کے ثبوت میں) چار گواہ کیوں نہ لائے؟

اصطلاح میں اس تُہمت تراشی کو ''قذف'' کہا جاتا ہے۔

[۶] اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ توبہ سے قذف کی سزا ساقط نہیں ہوتی اس پر بھی اتفاق ہے کہ توبہ کرنے والا فاسق نہیں رہے گا اور اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا توبہ کر لینے کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی یا نہیں۔ حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس کی شہادت کو قابل قبول سمجھتے ہیں۔

[۷] یعنی زنا کا الزام لگائیں۔

[۸] شریعت کی اصطلاح میں اس کو لعان کہتے ہیں یہ لِعان گھر بیٹھے نہیں ہو سکتا بلکہ عدالت میں ہونا چاہیے۔ لِعان کا مطالبہ مرد کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور عورت کی طرف سے بھی۔ الزام لگانے کے بعد لِعان سے اگر مرد پہلو تہی کرے یا عورت قسمیں کھانے سے اجتناب کرے تو اس کی سزا حنفیہ کے نزدیک قید ہے جب تک مجرم لِعان نہ کرے اور دونوں طرف سے لِعان ہو جانے کے بعد عورت اور مرد ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔

[۹] یہاں سے آیت ۲۶ تک اس معاملہ پر کلام فرمایا گیا ہے جو تاریخ میں واقعۂ اِفک کے نام سے مشہور ہے، جس میں منافقین نے حضرت عائشہؓ پر معاذ اللہ زنا کی تُہمت لگائی تھی اور اس کا اتنا چرچا کیا تھا کہ بُعض مسلمان بھی اس میں مُبتلا ہو گئے تھے۔

اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں، اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ [۱۳] اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم و کرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمھیں آلیتا۔ (ذرا غور تو کرو، اُس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جب کہ تمھاری ایک زبان سے دُوسری زبان اِس جُھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے جس کے متعلق تمھیں کوئی عِلم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی۔

کیوں نہ اِسے سُنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ "ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ، یہ تو ایک بُہتان عظیم ہے۔" اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔ اللہ تمھیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فُحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور اُس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے، ع

---

[۱۰] مطلب یہ ہے کہ گھبراؤ نہیں، منافقین نے اپنی دانست میں تو یہ بڑے زور کا وار تم پر کیا ہے مگر انشاء اللہ یہ انہی پر اُلٹا پڑے گا اور تمہارے لیے مفید ثابت ہوگا۔

[۱۱] یعنی عبداللہ بن اُبَی جو اس الزام کا اصل مصنف اور فتنے کا اصل بانی تھا۔

[۱۲] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے لوگوں یا اپنی ملّت اور اپنے معاشرے کے لوگوں سے نیک گمان کیوں نہ کیا۔ آیت کے الفاظ دونوں مفہوموں پر حاوی ہیں لیکن جو ترجمہ ہم نے اختیار کیا ہے۔ وہ زیادہ معنی خیز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک نے کیوں نہ خیال کیا کہ اگر اس کو اس صورتِ حال سے سابقہ پیش آتا جو حضرت عائشہؓ کو پیش آئی تھی تو کیا وہ زنا کا مرتکب ہو جاتا؟

[۱۳] اس جگہ کسی شخص کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہاں الزام کے غلط ہونے کی دلیل اور بنیاد محض گواہوں کی غیر موجودگی کو ٹھہرایا جا رہا ہے اور مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم بھی صرف اس وجہ سے اس کو صریح بہتان قرار دو کہ الزام لگانے والے چار گواہ نہیں لائے ہیں۔ یہ غلط فہمی اس صُورتِ واقعہ کو نگاہ میں نہ رکھنے سے پیدا ہوتی ہے جو فی الواقع وہاں پیش آئی تھی۔ الزام لگانے والوں نے الزام اس وجہ سے لگایا تھا کہ انہوں نے یا ان میں سے کسی شخص نے معاذ اللہ اپنی آنکھوں سے وہ بات دیکھی تھی جو وہ زبان سے نکال رہے تھے۔ بلکہ صرف اس بنیاد پر اتنا بڑا الزام تصنیف کر ڈالا تھا کہ اتفاقاً حضرت عائشہؓ قافلے سے پیچھے رہ گئی تھیں اور حضرت صفوانؓ بعد میں ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے قافلے میں لے آئے تھے

CS CamScanner

(تو یہ چیز جو ابھی تمھارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھا دیتی)۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو؟ شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے، اور اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور صاحبِ مقدرت ہیں وہ اِس بات کی قَسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگُزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔ [۱۴]

جو لوگ پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جب کہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتُوتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ وہ بدلہ انھیں بھرپور دے دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے سچ کو سچ کر دکھانے والا۔

کوئی صاحبِ عقل آدمی بھی اس موقع پر یہ تصوّر نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت عائشہؓ کا اس طرح پیچھے رہ جانا معاذ اللہ کسی ساز باز کا نتیجہ تھا ساز باز کرنے والے اس طریقے سے تو ساز باز نہیں کیا کرتے کہ سالارِ لشکر کی بیوی چپکے سے قافلے کے پیچھے ایک شخص کے ساتھ رہ جائے اور پھر وہی شخص اس کو اپنے اونٹ پر بٹھا کر دن دھاڑے ٹھیک دوپہر کے وقت لیے ہوئے علانیہ لشکر کے پڑاؤ پہ پہنچے۔ یہ صورتِ حال خود ہی ان دونوں کی معصومیت پر دلالت کر رہی تھی۔ اس حالت میں اگر الزام لگایا جا سکتا تھا تو صرف اس بنیاد پر لگایا جا سکتا تھا۔ کہ کہنے والوں نے اپنی آنکھوں سے کوئی معاملہ دیکھا ہو ورنہ قرائن، جن پر ظالموں نے الزام کی بنا رکھی تھی، کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رکھتے تھے۔

[۱۴] یہ آیت اس معاملہ میں نازل ہوئی ہے کہ الزام لگانے والوں میں جو بعض سادہ لوح مسلمان شامل ہو گئے تھے ان میں سے ایک حضرت ابوبکرؓ کے قریبی رشتہ دار بھی تھے جن پر حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ احسان کرتے رہے تھے اس تکلیف دہ واقعہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھالی کہ اب ان کے ساتھ کوئی حُسنِ سلوک نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ صدیق اکبرؓ جیسا شخص عفو و درگزر سے کام نہ لے۔

خبیث عورتیں خبیث مَردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے۔ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مَردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مَرد پاکیزہ عورتوں کے لیے۔ ان کا دامن پاک ہے اُن باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں، ان کے لیے مغفرت ہے اور رزقِ کریم۔ ع

اے [۱۵] لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہُوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے، [۱۶] اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، [۱۷] اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ البتہ تمھارے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہوں اور جن میں تمھارے فائدے (یا کام) کی کوئی چیز ہو [۱۸] تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چُھپاتے ہو، سب کی اللہ کو خبر ہے۔

اے نبیؐ، مومن مَردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں [۱۹] اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اُس سے باخبر رہتا ہے۔

---

[۱۵] سورۃ کے آغاز میں جو احکام دیے گئے تھے وہ اس لیے تھے کہ معاشرے میں برائی رُونما ہو جائے تو اس کا تدارک کیسے کیا جائے۔ اب وہ احکام دیے جا رہے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں سرے سے برائیوں کی پیدائش ہی کو روک دیا جائے اور تمدن کے طور طریقوں کی اصلاح کر کے ان اسباب کا سدِّ باب کر دیا جائے جن سے اس طرح کی خرابیاں رُونما ہوتی ہیں۔

[۱۶] یعنی کسی کے خالی گھر میں داخل ہونا جائز نہیں، الا یہ کہ صاحبِ خانہ نے آدمی کو خود اس بات کی اجازت دی ہو مثلاً اس نے آپ سے کہہ دیا ہو کہ اگر میں موجود نہ ہوں تو آپ میرے کمرے میں بیٹھ جایئے گا یا وہ کسی اور جگہ ہو اور آپ کی اطلاع ملنے پر وہ کہلا بھیجے کہ آپ تشریف رکھیے میں ابھی آتا ہوں۔

[۱۷] یعنی اس پر بُرا نہ ماننا چاہیے ایک آدمی کو حق ہے کہ وہ کسی سے نہ ملنا چاہے تو انکار کر دے یا کوئی مشغولیت ملاقات میں مانع ہو تو معذرت کر دے۔

[۱۸] اس سے مراد ہیں ہوٹل، سرائے، مہمان خانے، دوکانیں، مسافر خانے وغیرہ جہاں لوگوں کے لیے داخلۂ عام کی اجازت ہو۔

اور اے نبیؐ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں [۲۰] اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اُس کے جو خود ظاہر ہو جائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر اِن لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، [۲۱] اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، [۲۲] بھائی، [۲۳] بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، [۲۴] اپنے میل جول کی عورتیں، [۲۵] اپنے لونڈی غلام، وہ زیرِ دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں، [۲۶] اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت اُنھوں نے چُھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔

اے مومنو، تم سب مِل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

تم میں سے جو لوگ مجرّد ہوں، اور تمھارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔

---

[۱۹] اصل میں غضِ بصر کا حکم دیا گیا ہے جس کا ترجمہ عام طور پر نگاہ نیچی کرنا یا رکھنا کیا جاتا ہے لیکن دراصل اس حکم کا مطلب ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہنا نہیں ہے بلکہ پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا اور نگاہوں کو دیکھنے کے لیے بالکل آزاد نہ چھوڑ دینا ہے۔ یہ مفہوم نظر بچانے سے ٹھیک ادا ہوتا ہے، یعنی جس چیز کو دیکھنا مناسب نہ ہو اس سے نظر ہٹا لی جائے۔ قطعِ نظر اس سے کہ آدمی نگاہ نیچی کرے یا کسی اور طرف اسے بچا لے جائے اور یہ بات سیاق و سباق سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ پابندی جس چیز پر عائد کی گئی ہے وہ ہے مَردوں کا عورتوں کو دیکھنا یا دوسرے لوگوں کے ستر پر نگاہ ڈالنا یا فحش مناظر پر نگاہ جمانا۔

[۲۰] یہ بات نگاہ میں رہے کہ شریعتِ الٰہی عورتوں سے صرف اتنا ہی مطالبہ نہیں کرتی جو مَردوں سے اس نے کیا ہے یعنی نظر بچانا اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنا بلکہ وہ ان سے کچھ اور مطالبے بھی کرتی ہے جو اس نے مَردوں سے نہیں کیے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس معاملے میں عورت اور مرد یکساں نہیں ہیں۔

[۲۱] باپ کے مفہوم میں دادا، پردادہ اور نانا، پرنانا بھی شامل ہیں۔ لہٰذا ایک عورت اپنی ددھیال اور ننھیال اور اپنے شوہر کی ددھیال اور ننھیال کے ان سب بزرگوں کے سامنے اسی طرح آسکتی ہے جس طرح اپنے والد اور خسر کے سامنے آسکتی ہے۔

[۲۲] بیٹوں میں پوتے، پرپوتے اور نواسے، پرنواسے سب شامل ہیں اور اس معاملے میں سگے سوتیلے کا کوئی

اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انھیں چاہیے کہ عِفّت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللّٰہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے۔

اور تمھارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی درخواست کریں ان سے مکاتبت کر لو،[۲۷] اگر تمھیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے،[۲۸] اور اُن کو اُس مال میں سے دو جو اللّٰہ نے تمھیں دیا ہے۔[۲۹]

اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دُنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو[۳۰] جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں،[۳۱] اور جو کوئی اُن کو مجبور کرے تو اِس جبر کے بعد اللّٰہ اُن کے لیے غفور و رحیم ہے۔

ہم نے صاف صاف ہدایت دینے والی آیات تمھارے پاس بھیج دی ہیں، اور ان قوموں کی عبرتناک مثالیں بھی ہم تمھارے سامنے پیش کر چکے ہیں جو تم سے پہلے ہو گزری ہیں اور وہ نصیحتیں ہم نے کر دی ہیں جو ڈرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں۔ ع

اللّٰہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔[۳۲] (کائنات میں) اس کے نُور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہُوا ہو، چراغ ایک فانُوس میں ہو، فانُوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہُوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے، (اِس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے

فرق نہیں ہے اپنے سوتیلے بچّوں کی اولاد کے سامنے بھی عورت اسی طرح آزادی کے ساتھ اظہارِ زینت کر سکتی ہے جس طرح خود اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے سامنے کر سکتی ہے۔

[۲۳] ''بھائیوں'' میں سگے اور سوتیلے اور ماں جائے بھائی سب شامل ہیں۔

[۲۴] بھائی بہنوں سے مراد تینوں قسم کے بھائی بہن ہیں اور ان کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں سب پر ان کی اولاد کا اطلاق ہوتا ہے۔

[۲۵] اس سے خود بخود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آوارہ اور بد اطوار عورتوں کے سامنے شریف مسلمان عورت کو اپنی زنیت کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔

[۲۶] یعنی زیرِ دست ہونے کی بنا پر ان کے بارے میں یہ شبہ کرنے کی گنجائش نہ ہو کہ وہ اس گھر کی خواتین کے

ہوں)۔ [۳۳] اللہ اپنے نُور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے، وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔ وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔ (اُس کے نُور کی طرف ہدایت پانے والے) اُن گھروں میں پائے جاتے ہیں جنھیں بلند کرنے کا، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اِذن دیا ہے۔ اُن میں ایسے لوگ صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے ہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامتِ نماز و ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی۔ وہ اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اُلٹنے اور دِیدے پتھرا جانے کی نوبت آجائے گی، (اور وہ یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں) تاکہ اللہ ان کے بہترین اعمال کی جزا اُن کو دے اور مزید اپنے فضل سے نوازے، اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ (اس کے برعکس) جنھوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشتِ بے آب میں سراب کہ پیاسا اُس کو پانی سمجھے ہوئے تھا، مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا، بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا، جس نے اس کا پُورا پُورا حساب چکا دیا، اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔ یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا، کہ اُوپر ایک موج

معاملے میں کوئی ناپاک خواہش کرنے کی ہمت کر سکیں گے۔

[۲۷] مکاتبت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی غلام یا لونڈی اپنی آزادی کے لیے اپنے آقا کو ایک معاوضہ ادا کرنے کی پیشکش کرے اور جب آقا اسے قبول کر لے تو دونوں کے درمیان شرائط کی لکھا پڑھی ہو جائے۔

[۲۸] بھلائی سے مراد دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ غلام میں مالِ کتابت ادا کرنے کی صلاحیت ہو۔ دوسرے یہ کہ اس میں اتنی دیانت اور راست بازی موجود ہو کہ اس کے قول پر اعتماد کر کے معاہدہ کیا جا سکے۔

[۲۹] عام حکم ہے۔ مالک بھی کچھ نہ کچھ رقم معاف کر دیں۔ مسلمان بھی ان کی مدد کریں۔ بیت المال سے بھی ان کی اعانت کی جائے۔

[۳۰] زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اپنی لونڈیوں سے قحبہ گری کا پیشہ کراتے تھے اور ان کی کمائی کھاتے تھے، اسلام میں اس پیشے کو ممنوع قرار دیا گیا۔

[۳۱] مطلب یہ ہے کہ اگر لونڈی خود اپنی مرضی سے بدکاری کی مرتکب ہو تو وہ اپنے جرم کی آپ ذمہ دار ہے۔ قانون اس کے جرم پر اسی کو پکڑے گا، لیکن اگر اس کا مالک جبر کر کے اس سے پیشہ کرائے تو ذمہ داری مالک کی ہے اور وہی پکڑا جائے گا۔

[۳۲] یعنی کائنات میں جو کچھ بھی ظہور ہے اسی کے نُور کی بدولت ہے۔

چھائی ہوئی ہے، اُس پر ایک اور موج، اور اُس کے اُوپر بادل تاریکی پر تاریکی مسلّط ہے، آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ جسے اللہ نُور نہ بخشے اُس کے لیے پھر کوئی نُور نہیں۔ ع

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اُڑ رہے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے، اور یہ سب جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے، پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے، پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف اَبر بنا دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں۔ اور وہ آسمان سے، اُن پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں، [۴۴] اولے برساتا ہے، پھر جسے چاہتا ہے ان کا نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچا لیتا ہے۔ اُس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔ رات اور دن کا اُلٹ پھیر وہی کر رہا ہے۔ اِس میں ایک سبق ہے آنکھوں والوں کے لیے۔

اور اللہ نے ہر جاندار ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا،

---

[۴۳] اس تمثیل میں چراغ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو اور طاق سے کائنات کو تشبیہ دی گئی ہے اور فانوس سے مراد وہ پردہ ہے جس میں حضرتِ حق نے اپنے آپ کو نگاہِ خلق سے چھپا رکھا ہے۔ گویا یہ پردہ فی الحقیقت خفا کا نہیں شدّتِ ظہور کا پردہ ہے، نگاہِ خلق اس کو دیکھنے سے اس لیے عاجز ہے کہ نور ایسا شدید اور بسیط اور محیط ہے جس کا ادراک محدود بینائیاں نہیں کر سکتیں۔ رہا یہ مضمون کہ ”چراغ ایک ایسے درختِ زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی“ تو یہ صرف چراغ کی روشنی کے کمال اور اس کی شدّت کا تصوّر دلانے کے لیے ہے۔ کیونکہ قدیم زمانے میں زیادہ سے زیادہ روشنی روغنِ زیتون کے چراغوں سے حاصل کی جا سکتی تھی اور ان میں روشن ترین چراغ وہ ہوتا تھا جو بلند اور کھلی جگہ کے درخت سے نکالے ہوئے تیل کا ہو۔ اور یہ جو فرمایا کہ ”اس کا تیل آپ سے آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے“۔ اس سے بھی چراغ کی روشنی کے زیادہ سے زیادہ تیز ہونے کا تصوّر دلانا مقصود ہے۔

[۴۴] اس سے مراد سردی سے جمے ہوئے بادل بھی ہو سکتے ہیں، جنہیں مجازاً آسمان کے پہاڑ کہا گیا ہو اور زمین کے پہاڑ بھی ہو سکتے ہیں جو آسمان میں بلند ہیں، جن کی چوٹیوں پر جمی ہوئی برف کے اثر سے بسا اوقات ہوا اتنی سرد ہو جاتی ہے کہ بادلوں میں انجماد پیدا ہونے لگتا ہے اور اولوں کی شکل میں بارش ہونے لگتی ہے۔

کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے تو کوئی دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم نے صاف صاف حقیقت بتانے والی آیات نازل کر دی ہیں، آگے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت اللہ ہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسولؐ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی، مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) منہ موڑ جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ جب اُن کو بُلایا جاتا ہے اللہ اور رسولؐ کی طرف، تاکہ رسولؐ ان کے آپس کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق کترا جاتا ہے۔ البتہ اگر حق ان کی موافقت میں ہو تو رسولؐ کے پاس بڑے اطاعت کیش بن کر آ جاتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں کو (منافقت کا) روگ لگا ہُوا ہے؟ یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ان پر ظلم کرے گا؟ اصل بات یہ ہے کہ ظالم تو یہ لوگ خود ہیں۔ ع

ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسولؐ کی طرف بُلائے جائیں تاکہ رسولؐ ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سُنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسولؐ کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔

یہ (منافق) اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ "آپ حکم دیں تو ہم گھروں سے نکل کھڑے ہوں"۔ اِن سے کہو "قسمیں نہ کھاؤ، تمھاری اطاعت کا حال معلوم ہے، تمھارے کرتوتوں سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔" کہو، "اللہ کے مطیع بنو اور رسُولؐ کے تابع فرماں بن کر رہو۔ لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ رسُولؐ پر جس فرض کا بار رکھا گیا ہے اُس کا ذِمّہ دار وہ ہے اور تم پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے اُس کے ذِمّہ دار تم۔ اُس کی اطاعت کرو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے ورنہ رسُولؐ کی ذمّہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ صاف صاف حکم پہنچا دے۔"

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، اُن کے لیے اُن کے اُس دِین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا، بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ [۳۵] اور جو اِس کے بعد کفر کرے [۳۶] تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور رسُولؐ کی اطاعت کرو، اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے متعلق اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تمھارے لونڈی غلام اور تمھارے وہ بچے

---

[۳۵] بعض لوگ اس کا یہ مطلب سمجھ بیٹھے ہیں کہ جس کو بھی دنیا میں حکومت حاصل ہے اسے خلافت حاصل ہے۔ حالانکہ آیت میں ارشاد یہ ہُوا ہے کہ جو اہلِ ایمان ہوں گے اللہ ان کو خلافت عطا فرمائے گا۔

[۳۶] اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خلافت پا کر ناشکری کرے: اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ منافقانہ رَوِش پر اُتر آئے کہ بظاہر مومن ہو اور حقیقت میں ایمان سے خالی۔

جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمھارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے، اور دوپہر کو جب کہ تم کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمھارے لیے پردے کے وقت ہیں۔ اِن کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ اُن پر، تمھیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے، اور وہ علیم و حکیم ہے۔ اور جب تمھارے بچّے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ اُسی طرح اجازت لے کر آیا کریں جس طرح اُن کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں، اِس طرح اللہ اپنی آیات تمھارے سامنے کھولتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں، وہ اگر اپنی چادریں اُتار کر رکھ دیں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے، اور اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ کوئی حرج نہیں اگر کوئی اندھا، یا لنگڑا، یا مریض (کسی کے گھر سے کھالے) اور نہ تمھارے اُوپر اِس میں کوئی مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے، یا اپنی ماں نانی کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے،

یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پُھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا اُن گھروں سے جن کی کُنجیاں تمھاری سپردگی میں ہوں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ مِل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ البتہ جب گھروں میں داخل ہُوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعائے خیر، اللہ کی طرف سے مقرّر فرمائی ہوئی، بڑی بابرکت اور پاکیزہ۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ تمھارے سامنے آیات بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ تم سمجھ بُوجھ سے کام لوگے۔ ع

مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسُولؐ کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسُولؐ کے ساتھ ہوں تو اُس سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔ اے نبیؐ، جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسولؐ کے ماننے والے ہیں، پس جب وہ اپنے کسی کام سے اجازت مانگیں تو جسے تم چاہو اجازت دے دیا کرو اور ایسے لوگوں کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کیا کرو، اللہ یقیناً غفور و رحیم ہے۔

مسلمانو، اپنے درمیان رسُولؐ کے بُلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بُلانا نہ سمجھ بیٹھو۔ اللہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دُوسرے کی آڑ لیتے ہوئے چپکے سے سٹک جاتے ہیں۔ رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔

خبردار رہو، آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ تم جس رَوِش پر بھی ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ جس روز لوگ اُس کی طرف پلٹائے جائیں گے وہ انہیں بتادے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ع

سُورۂ فُرقان (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فُرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کر دینے والا ہو۔ وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرّر کی۔ لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبُود بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اُٹھا سکتے ہیں۔

جن لوگوں نے نبیؐ کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "یہ فُرقان ایک مَن گھڑت چیز ہے جسے اِس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اِس کام میں اس کی مدد کی ہے"۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اُتر آئے ہیں۔

کہتے ہیں ’’ یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنھیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اِسے صبح و شام سُنائی جاتی ہیں۔ ‘‘ اے نبیؐ، ان سے کہو ’’ کہ اسے نازل کیا ہے اُس نے جو زمین اور آسمانوں کا بھید جانتا ہے۔ ‘‘ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

کہتے ہیں ’’ یہ کیسا رسُولؐ ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور وہ (نہ ماننے والوں کو) دھمکاتا؟ یا اور کچھ نہیں تو اس کے لیے کوئی خزانہ ہی اُتار دیا جاتا، یا اس کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا جس سے یہ (اطمینان کی) روزی حاصل کرتا ‘‘۔ اور یہ ظالم کہتے ہیں ’’ تم لوگ تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو۔ ‘‘ دیکھو، کیسی کیسی حجتیں یہ لوگ تمھارے آگے پیش کر رہے ہیں، ایسے بہکے ہیں کہ کوئی ٹھکانے کی بات اِن کو نہیں سُوجھتی۔ ع بڑا بابرکت ہے وہ جو اگر چاہے تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر تم کو دے سکتا ہے، (ایک نہیں) بہت سے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اور بڑے بڑے محل۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ’’ اُس گھڑی ‘‘ کو جُھٹلا چکے ہیں۔[1] اور جو اُس گھڑی کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔ وہ جب دُور سے اِن کو دیکھے گی تو یہ اُس کے غضب اور جوش کی آوازیں سُن لیں گے۔ اور جب یہ دست و پابستہ اُس میں ایک تنگ جگہ ٹھونسے جائیں گے تو اپنی موت کو پکارنے لگیں گے،

---

[1] یعنی قیامت کو۔

CS CamScanner

(اُس وقت اُن سے کہا جائے گا) آج ایک موت کو نہیں، بہت سی موتوں کو پکارو۔

اِن سے پُوچھو یہ انجام اچھا ہے یا وہ ابدی جنّت جس کا وعدہ خدا ترس پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے جو اُن کے عمل کی جزا اور ان کے سفر کی آخری منزل ہوگی، جس میں اُن کی ہر خواہش پوری ہوگی، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، جس کا عطا کرنا تمھارے ربّ کے ذمے ایک واجب الادا وعدہ ہے۔

اور وہی دن ہوگا جب کہ (تمھارا ربّ) اِن لوگوں کو بھی گھیر لائے گا اور اِن کے ان معبُودوں کو بھی بُلائے گا جنہیں آج یہ اللہ کو چھوڑ کر پُوج رہے ہیں، پھر وہ ان سے پوچھے گا ”کیا تم نے میرے اِن بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود راہِ راست سے بھٹک گئے تھے؟“ وہ عرض کریں گے ”پاک ہے آپ کی ذات، ہماری تو یہ بھی مجال نہ تھی کہ آپ کے سِوا کسی کو اپنا مولیٰ بنائیں۔ مگر آپ نے اِن کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامانِ زندگی دیا حتّٰی کہ یہ سبق بُھول گئے اور شامت زدہ ہو کر رہے۔“ یوں جھٹلا دیں گے وہ (تمھارے معبُود) تمھاری اُن باتوں کو جو آج تم کہہ رہے ہو،[۲] پھر تم نہ اپنی شامت کو ٹال سکو گے نہ کہیں سے مدد پا سکو گے اور جو بھی تم میں سے ظلم کرے اُسے ہم سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اے نبیؐ تم سے پہلے جو رسُول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے۔ دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔[۳] کیا تم صبر کرتے ہو؟[۴] تمھارا ربّ سب کچھ دیکھتا ہے۔ ع

---

[۲] مضمون خود ظاہر کر رہا ہے کہ ان آیات میں معبُودوں سے مراد بُت یا چاند سورج وغیرہ نہیں ہیں بلکہ فرشتے اور نیک انسان ہیں جن کو دنیا میں معبُود بنا لیا گیا۔

[۳] یعنی رسُول اور اہلِ ایمان کے لیے منکرین آزمائش ہیں اور منکرین کے لیے رسُول اور اہلِ ایمان۔

[۴] یعنی اس مصلحت کو سمجھ لینے کے بعد کیا اب تم کو صبر آ گیا کہ آزمائش کی یہ حالت اس مقصدِ خیر کے لیے نہایت ضروری ہے جس کے لیے تم کام کر رہے ہو؟ کیا اب تم وہ چوٹیں کھانے پر راضی ہو جو اس آزمائش کے دَور میں لگنی ناگزیر ہیں؟

جو لوگ ہمارے حضور پیش ہونے کا اندیشہ نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں "کیوں نہ فرشتے ہمارے پاس بھیجے جائیں؟ یا پھر ہم اپنے ربّ کو دیکھیں۔" بڑا گھمنڈ لے بیٹھے یہ اپنے نفس میں اور حد سے گزر گئے یہ اپنی سرکشی میں۔ جس روز یہ فرشتوں کو دیکھیں گے وہ مجرموں کے لیے کسی بشارت کا دن نہ ہوگا۔ چیخ اٹھیں گے کہ پناہ بخدا، اور جو کچھ بھی ان کا کیا دھرا ہے۔ اُسے لے کر ہم غبار کی طرح اُڑا دیں گے۔ بس وہی لوگ جو جنّت کے مُستحق ہیں اُس دن اچھی جگہ ٹھیریں گے اور دوپہر گزارنے کو عمدہ مقام پائیں گے۔ آسمان کو چیرتا ہُوا ایک بادل اُس روز نمودار ہوگا اور فرشتوں کے پرے کے پرے اُتار دیے جائیں گے۔ اُس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی۔ اور وہ منکرین کے لیے بڑا سخت دن ہوگا۔ ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا "کاش میں نے رسُولؑ کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اُس کے بہکائے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی، شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔" اور رسُولؑ کہے گا کہ "اے میرے ربّ، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانۂ تضحیک بنالیا تھا۔"

اے نبیؐ، ہم نے تو اسی طرح مجرموں کو ہر نبیؑ کا دُشمن بنایا ہے اور تمھارے لیے تمھارا

رب ہی رہنمائی اور مدد کو کافی ہے۔

منکرین کہتے ہیں ”اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اُتار دیا گیا؟“۔ ہاں ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ اِس کو اچھی طرح ہم تمھارے ذہن نشین کرتے رہیں۔ اور (اسی غرض کے لیے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے اور (اس میں یہ مصلحت بھی ہے) کہ جب کبھی وہ تمھارے سامنے کوئی نرالی بات (یا عجیب سوال) لے کر آئے اُس کا ٹھیک جواب بروقت ہم نے تمھیں دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کھول دی۔ جو لوگ اوندھے منہ جہنّم کی طرف دھکیلے جانے والے ہیں اُن کا موَقف بہت بُرا ہے اور ان کی راہ حد درجہ غلط۔ ع

ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی[۵] اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارونؑ کو مددگار کے طور پر لگایا۔ اور اُن سے کہا کہ جاوٴ اُس قوم کی طرف جس نے ہماری آیات کو جُھٹلا دیا ہے۔ آخر کار اُن لوگوں کو ہم نے تباہ کر کے رکھ دیا۔ یہی حال قومِ نوحؑ کا ہُوا جب انھوں نے رسُولوں کی تکذیب کی۔ ہم نے اُن کو غرق کر دیا اور دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ایک نشانِ عبرت بنا دیا اور اُن ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب ہم نے مہیا کر رکھا ہے۔ اِسی طرح عاد اور ثمود اور اصحابُ الرس[۶] اور بیچ کی صدیوں کے بہت سے لوگ تباہ کیے گئے۔ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے (پہلے تباہ ہونے والوں کی) مثالیں دے دے کر سمجھایا اور آخر کار ہر ایک کو غارت کر دیا۔ اور اُس بستی پر تو اِن کا گزر ہو چکا ہے جس پر بدترین بارش برسائی

---

[۵] یہاں کتاب سے مراد غالبًا وہ کتاب نہیں ہے جو مصر سے نکلنے کے بعد حضرت موسیٰؑ کو دی گئی تھی، بلکہ اس سے مراد وہ ہدایات ہیں جو نبوّت کے منصب پر مامور ہونے کے وقت سے لے کر مصر سے نکلنے تک حضرت موسیٰؑ کو دی جاتی رہیں۔ ان میں وہ خطبے بھی شامل ہیں جو اللّٰہ کے حکم سے حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں دیے اور وہ ہدایات بھی شامل ہیں جو فرعون کے خلاف جدوجہد کے دوران میں آپ کو دی جاتی رہیں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ ان چیزوں کا ذکر ہے، مگر اغلب یہ ہے کہ یہ چیزیں توراۃ میں شامل نہیں کی گئیں۔ توراۃ کا آغاز اِن احکامِ عشرہ سے ہوتا ہے جو خروج کے بعد طورِ سینا پر سنگین کتبوں کی شکل میں آپ کو دیے گئے تھے۔

[۶] رس عربی زبان میں پرانے یا اندھے کنوئیں کو کہتے ہیں۔ اصحاب الرس وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے نبی کو کنوئیں میں پھینک کر یا لٹکا کر مار دیا تھا۔

CS CamScanner

گئی تھی۔[۷] کیا انھوں نے اس کا حال دیکھا نہ ہوگا؟ مگر یہ موت کے بعد دوسری زندگی کی توقع ہی نہیں رکھتے۔

یہ لوگ جب تمھیں دیکھتے ہیں تو تمھارا مذاق بنا لیتے ہیں۔ (کہتے ہیں) "کیا یہ شخص ہے جسے خدا نے رسولؐ بنا کر بھیجا ہے؟ اِس نے تو ہمیں گمراہ کر کے اپنے معبُودوں سے برگشتہ ہی کر دیا ہوتا اگر ہم اُن کی عقیدت پر جم نہ گئے ہوتے۔" اچھا، وہ وقت دُور نہیں ہے جب عذاب دیکھ کر انھیں خود معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں دُور نکل گیا تھا۔

کبھی تم نے اُس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو؟" کیا تم ایسے شخص کو راہِ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سُنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ تمھارا ربّ کس طرح سایہ پھیلا دیتا ہے؟ اگر وہ چاہتا تو اُسے دائمی سایہ بنا دیتا۔ ہم نے سُورج کو اُس پر دلیل بنایا،[۸] پھر (جیسے جیسے سُورج اٹھتا جاتا ہے) ہم اس سائے کو رفتہ رفتہ اپنی طرف سمیٹتے چلے جاتے ہیں۔[۹]

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے لباس، اور نیند کو سکونِ موت، اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا۔

اور وہی ہے جو اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو بشارت بنا کر بھیجتا ہے۔ پھر آسمان سے پاک پانی نازل کرتا ہے۔ تاکہ ایک مُردہ علاقے کو اُس کے

---

[۷] یعنی قومِ لُوطؑ کی بستی۔ بدترین بارش سے مراد پتھروں کی بارش ہے۔

[۸] ملاحوں کی اصطلاح میں دلیل اس شخص کو کہتے ہیں جو کشتیوں کو راستہ دکھاتا ہو۔ سائے کو سُورج پر دلیل بنانے کا مطلب یہ ہے کہ سائے کا پھیلنا اور سکڑنا سُورج کے عروج وزوال اور طلوع وغروب کا تابع ہے۔

[۹] اپنی طرف سمیٹنے سے مراد غائب اور فنا کرنا ہے کیوں کہ ہر چیز جو فنا ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف پلٹتی ہے۔ ہر شے اس کی طرف سے آتی ہے اور اسی کی طرف جاتی ہے۔

ذریعے زندگی بخشے اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے جانوروں اور انسانوں کو سیراب کرے۔ اِس کرشمے کو ہم بار بار ان کے سامنے لاتے ہیں تا کہ وہ کچھ سبق لیں، مگر اکثر لوگ کفر اور ناشکری کے سوا کوئی دوسرا رویّہ اختیار کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

اگر ہم چاہتے تو ایک ایک بستی میں ایک ایک خبردار کرنے والا اُٹھا کھڑا کرتے۔ [۱۰] پس اے نبیؐ، کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے ساتھ زبردست جہاد کرو۔

اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو مِلا رکھا ہے ایک لذیذ و شیریں، دوسرا تلخ و شور۔ اور دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ ایک رکاوٹ ہے جو انھیں گڈ مڈ ہونے سے روکے ہوئے ہے۔ [۱۱]

اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا پھر اس سے نسب اور سُسرال کے دو الگ سلسلے چلائے۔ تیرا ربّ بڑا ہی قدرت والا ہے۔

اُس خدا کو چھوڑ کر لوگ اُن کو پُوج رہے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، اور اوپر سے مزید یہ کہ کافر اپنے ربّ کے مقابلے میں ہر باغی کا مددگار بنا ہُوا ہے۔

اے نبیؐ، تم کو تو ہم نے بس ایک بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ [۱۲] اِن سے کہہ دو کہ ”میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا میری اُجرت بس یہی ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اپنے ربّ کا راستہ اختیار کر لے۔“

اے نبیؐ، اُس خدا پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے۔ اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اس کی حمد کے

---

[۱۰] یعنی ایسا کرنا ہماری قدرت سے باہر نہ تھا، چاہتے تو جگہ جگہ نبی پیدا کر سکتے تھے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور دنیا بھر کے لیے ایک ہی نبی مبعوث کر دیا۔ جس طرح ایک سورج سارے جہان کے لیے کافی ہو رہا ہے اسی طرح یہ اکیلا آفتابِ ہدایت ہی سب جہان والوں کے لیے کافی ہے۔

[۱۱] یہ کیفیت ہر اس جگہ رُونما ہوتی ہے جہاں کوئی بڑا دریا سمندر میں آ کر گرتا ہے اس کے علاوہ خود سمندر میں بھی مختلف مقامات پر میٹھے پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں جن کا پانی سمندر کے نہایت تلخ پانی کے درمیان بھی اپنی مٹھاس پر قائم رہتا ہے۔ مثال کے طور پر، بحرین اور دوسرے مقامات پر خلیج فارس کی تہ سے اس قسم کے بہت سے چشمے نکلے ہوئے ہیں جن سے لوگ میٹھا پانی حاصل کرتے ہیں۔

[۱۲] یعنی تمہارا کام نہ کسی ایمان لانے والے کو جزا دینا ہے نہ کسی انکار کرنے والے کو سزا دینا۔ تم کسی کو ایمان

ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اپنے بندوں کے گناہوں سے بس اُسی کا باخبر ہونا کافی ہے۔ وہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمانوں کو اور اُن ساری چیزوں کو بنا کر رکھ دیا جو آسمان وزمین کے درمیان ہیں، پھر آپ ہی "عرش پر" جلوہ فرما ہُوا۔ رحمٰن، اُس کی شان بس کسی جاننے والے سے پُوچھو۔

ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اس رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمان کیا ہوتا ہے؟ کیا بس جسے تُو کہہ دے اُسی کو ہم سجدہ کرتے پھریں"؟ یہ دعوت ان کی نفرت میں اُلٹا اور اضافہ کر دیتی ہے۔ ع

بڑا متبرک ہے وہ جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک چمکتا چاند روشن کیا۔ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا۔ ہر اُس شخص کے لیے جو سبق لینا چاہے، یا شکر گزار ہونا چاہے۔

رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں[۱۳] اور جاہل اُن کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔ جو اپنے ربّ کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔ جو دُعائیں کرتے ہیں کہ "اے ہمارے ربّ، جہنّم کے عذاب سے ہم کو بچالے، اُس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے، وہ تو بڑا ہی بُرا مستقر اور مقام ہے۔" جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بُخل، بلکہ اُن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔

کی طرف کھینچ لانے اور انکار سے زبردستی روک دینے پر مامور نہیں کیے گئے ہو تمہاری ذِمّہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ جو راہِ راست قبول کرے اسے انجامِ نیک کی بشارت دے دو اور جو اپنی بد راہی پر جما رہے اس کو اللہ کی پکڑ سے ڈرا دو۔

[۱۳] یعنی تکبّر کے ساتھ اکڑتے اور اینٹھتے ہوئے نہیں چلتے، جبّاروں اور مفسدوں کی طرح اپنی رفتار سے اپنا زور جتانے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ ان کی چال ایک شریف اور سلیم الطبع اور نیک مزاج آدمی کی سی چال ہوتی ہے۔

جو اللہ کے سوا کسی اور معبُود کو نہیں پُکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا، قیامت کے روز اس کو مکرّر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلّت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ اِلّا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عملِ صالح کرنے لگا ہو۔ ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفورٌ رحیم ہے۔ جو شخص توبہ کر کے نیک عملی اختیار کرتا ہے وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔ (اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھُوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ جنھیں اگر ان کے ربّ کی آیات سُنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں رہ جاتے۔ جو دُعائیں مانگا کرتے ہیں کہ ”اے ہمارے ربّ، ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔“[١٤] یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر کا پھل منزلِ بلند کی شکل میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے اُن کا استقبال ہو گا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر اور وہ مقام۔

اے نبیؐ، لوگوں سے کہو ”میرے ربّ کو تمہاری کیا حاجت پڑی ہے اگر تم اس کو نہ پُکارو۔[١٥] اب کہ تم نے جھُٹلا دیا ہے، عن قریب وہ سزا پاؤ گے کہ جان چھُڑانی محال ہو گی۔“ ع

---

[١٤] یعنی ہم تقویٰ اور اطاعت میں سب سے بڑھ جائیں، بھلائی اور نیکی میں سب سے آگے نکل جائیں، محض نیک نہ ہوں بلکہ نیکوں کے پیشوا ہوں اور ہماری بدولت دنیا بھر میں نیکی پھیلے۔ اس چیز کا ذکر یہاں دراصل یہ بتانے کے لیے کیا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مال و دولت اور شوکت و حشمت میں نہیں بلکہ نیکی و پرہیزگاری میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

[١٥] یعنی اگر تم اللہ سے دعائیں نہ مانگو اور اس کی عبادت نہ کرو اور اپنی حاجات میں اس کو مدد کے لیے نہ پُکارو تو پھر تمہارا کوئی وزن بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ پرکاہ کے برابر بھی تمہاری پروا کرے۔ محض مخلوق ہونے کی حیثیت سے تم میں اور پتھروں میں کوئی فرق نہیں۔ تم سے اللہ کی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہے کہ تم بندگی نہ کرو گے تو اس کا کوئی کام رُکا رہ جائے گا۔ اس کی نگاہِ التفات کو جو چیز تمہاری طرف مائل کرتی ہے وہ تمہارا اس کی طرف ہاتھ پھیلانا اور اس سے دعائیں مانگنا ہی ہے۔ یہ کام نہ کرو گے تو کوڑے کرکٹ کی طرح پھینک دیے جاؤ گے۔

سُورۂ شُعرآء (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ط۔س۔م۔ یہ کتابِ مبین کی آیات ہیں۔[۱]

اے نبیؐ، شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر سکتے ہیں کہ اِن کی گردنیں اس کے آگے جُھک جائیں۔[۲] اِن لوگوں کے پاس رحمان کی طرف سے جو نئی نصیحت بھی آتی ہے یہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اب کہ یہ جُھٹلا چکے ہیں، عن قریب اِن کو اس چیز کی حقیقت (مختلف طریقوں سے) معلوم ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اڑاتے رہے ہیں۔

اور کیا اِنھوں نے کبھی زمین پر نگاہ نہیں ڈالی کہ ہم نے کتنی کثیر مقدار میں ہر طرح کی عمدہ نباتات اس میں پیدا کی ہیں؟ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے،[۳] مگر اِن میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔[۴]ع اِنھیں اُس وقت کا قصّہ سُناؤ جب کہ تمہارے ربّ نے موسیٰؑ کو پُکارا ”ظالم قوم کے پاس جا۔ فرعون کی قوم کے پاس۔ کیا وہ نہیں ڈرتے“؟

---

[۱] یعنی اس کتاب کی آیات جو اپنا مدعا صاف صاف کھول کر بیان کرتی ہے۔ جسے پڑھ کر یا سُن کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ کس چیز کی طرف بُلاتی ہے، کس چیز سے روکتی ہے، کسے حق کہتی ہے اور کسے باطل قرار دیتی ہے۔ ماننا یا نہ ماننا الگ بات ہے، مگر کوئی شخص یہ بہانہ کبھی نہیں بنا سکتا کہ اس کتاب کی تعلیم اس کی سمجھ میں نہیں آئی اور وہ اس سے یہ معلوم ہی نہ کر سکا کہ وہ اس کو کیا چیز چھوڑنے اور کیا اختیار کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔

[۲] یعنی کوئی ایسی نشانی نازل کر دینا جو تمام کُفّار کو ایمان و اطاعت کی روِش اختیار کرنے پر مجبور کر دے اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ کام اس کی قدرت سے باہر ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کا جبری ایمان اس کو مطلوب نہیں ہے۔

[۳] یعنی جستجوئے حق کے لیے کسی کو نشانی کی ضرورت ہو تو کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ آنکھیں کھول کر ذرا اس زمین ہی کی روئیدگی کو دیکھ لے اسے معلوم ہو جائے گا کہ نظامِ کائنات کی جو حقیقت (توحید) انبیاء علیہم السلام پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہے یا وہ نظریات جو مشرکین یا منکرینِ خدا بیان کرتے ہیں۔

[۴] یعنی اس کی قدرت تو ایسی زبردست ہے کہ کسی کو سزا دینا چاہے تو پل بھر میں مٹا کر رکھ دے۔ مگر

اُس نے عرض کیا، ”اے میرے ربّ، مجھے خوف ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلا دیں گے۔ میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ آپ ہارونؑ کی طرف رسالت بھیجیں۔ اور مجھ پر اُن کے ہاں ایک جُرم کا الزام بھی ہے، اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“ فرمایا ”ہرگز نہیں، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔ فرعون کے پاس جاؤ، اور اس سے کہو، ہم کو ربّ العالمین نے اس لیے بھیجا ہے کہ تُو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے“۔

فرعون نے کہا ”کیا ہم نے تجھ کو اپنے ہاں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ تُو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں گزارے، اور اس کے بعد کر گیا جو کچھ کر گیا، تُو بڑا احسان فراموش آدمی ہے۔“ موسیٰؑ نے جواب دیا ”اُس وقت وہ کام مَیں نے نادانستگی میں کر دیا تھا۔ پھر میں تمہارے خوف سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد میرے ربّ نے مجھ کو حکم عطا کیا اور مجھے رسُولوں میں شامل فرما لیا۔ رہا تیرا احسان جو تُو نے مجھ پہ جتایا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تُو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا۔“[۵] فرعون نے کہا ”اور یہ ربّ العالمین کیا ہوتا ہے؟“ موسیٰؑ نے جواب دیا ”آسمانوں اور زمین کا ربّ، اور اُن سب چیزوں کا ربّ جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں، اگر تم یقین لانے والے ہو“۔ فرعون نے اپنے گردوپیش کے لوگوں سے کہا ”سُنتے ہو؟“ موسیٰؑ نے کہا ”تمہارا ربّ بھی اور تمہارے اُن آباؤ اجداد کا ربّ بھی جو گزر چکے ہیں“۔ فرعون نے (حاضرین سے) کہا ”تمہارے یہ رسُول صاحب جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں بالکل

اس کے باوجود یہ سراسر اس کا رحم ہے کہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ برسوں اور صدیوں ڈھیل دیتا ہے، سوچنے اور سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دیے جاتا ہے اور عمر بھر کی نافرمانیوں کو ایک توبہ پر معاف کر دینے کے لیے تیار رہتا ہے۔

[۵] یعنی تیرے گھر میں پرورش پانے کے لیے میں کیوں آتا اگر تُو نے بنی اسرائیل پر ظلم نہ ڈھایا ہوتا؟ تیرے ظلم کی وجہ سے تو میری ماں نے مجھے ٹوکری میں ڈال کر دریا میں بہایا تھا ورنہ کیا میری پرورش کے لیے میرا اپنا گھر موجود نہ تھا؟ اس لیے اس پرورش کا احسان جتانا تجھے زیب نہیں دیتا۔

ہی پاگل معلوم ہوتے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا ”مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا ربّ، اگر آپ لوگ کچھ عقل رکھتے ہیں۔“ فرعون نے کہا ”اگر تُو نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو تجھے بھی اُن لوگوں میں شامل کردوں گا جو قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔“ موسیٰؑ نے کہا ”اگرچہ میں لے آؤں تیرے سامنے ایک صریح چیز بھی“؟ فرعون نے کہا ”اچھا تو لے آ اگر تُو سچا ہے“۔

(اُس کی زبان سے یہ بات نکلتے ہی) موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا اور یکایک وہ ایک صریح اژدہا تھا۔ پھر اُس نے اپنا ہاتھ (بغل سے) کھینچا اور وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا۔[۶] ع

فرعون اپنے گرد و پیش کے سرداروں سے بولا ”یہ شخص یقیناً ایک ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمھارے مُلک سے نکال دے۔[۷] اب بتاؤ تم کیا حکم دیتے ہو“؟ انھوں نے کہا ”اسے اور اس کے بھائی کو روک لیجیے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجیے۔ کہ ہر سیانے جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔“ چنانچہ ایک روز مقرّر وقت پر جادوگر اکٹھے کر لیے گئے۔ اور لوگوں سے کہا گیا ”تم اجتماع میں چلو گے؟ شاید کہ ہم جادوگروں کے دِین ہی پر رہ جائیں اگر وہ غالب رہے“۔[۸]

---

[۶] جوں ہی کہ حضرت موسیٰؑ نے بغل سے ہاتھ نکالا یکایک سارا ماحول جگمگا اٹھا اور یوں محسوس ہُوا جیسے سُورج نکل آیا ہے۔

[۷] دونوں معجزوں کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ یہ تو ایک لمحہ پہلے وہ اپنی رعیت کے ایک فرد کو بر سرِ دربار رسالت کی باتیں اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتے دیکھ کر پاگل قرار دے رہا تھا اور اسے دھمکی دے رہا تھا کہ اگر تُو نے میرے سوا کسی کو معبود مانا تو جیل میں سڑا سڑا کر ماردوں گا یا اب ان نشانیوں کو دیکھتے ہی اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اسے اپنی بادشاہی اور اپنا ملک چھننے کا خطرہ لاحق ہوگیا۔

[۸] یعنی صرف اعلان و اشتہار ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آدمی اس غرض کے لیے چھوڑے گئے کہ لوگوں کو اُکسا اُکسا کر یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے لائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھرے دربار میں جو معجزے حضرت موسیٰؑ نے دکھائے تھے ان کی خبر عام لوگوں میں پھیل چکی تھی اور فرعون کو یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ اس سے ملک کے باشندے متاثر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جن حاضرینِ دربار نے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ دیکھا تھا اور باہر جن

جب جادُوگر میدان میں آئے تو انھوں نے فرعون سے کہا "ہمیں انعام تو ملے گا اگر ہم غالب رہے"؟ اس نے کہا "ہاں، اور تم تو اُس وقت مقربین میں شامل ہو جاؤ گے"۔ موسیٰؑ نے کہا "پھینکو جو تمھیں پھینکنا ہے"۔ انھوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک دیں اور بولے "فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے"۔ پھر موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو یکایک وہ ان کے جھوٹے کرشموں کو ہڑپ کرتا چلا جا رہا تھا۔ اس پر سارے جادُوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور بول اُٹھے کہ "مان گئے ہم ربّ العالمین کو۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے ربّ کو"۔ فرعون نے کہا "تم موسیٰؑ کی بات مان گئے قبل اِس کے کہ میں تمھیں اجازت دیتا! ضرور یہ تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادُو سکھایا ہے۔ اچھا، ابھی تمھیں معلوم ہُوا جاتا ہے، میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور تم سب کو سُولی چڑھا دوں گا"۔ انھوں نے جواب دیا "کچھ پروا نہیں ہم اپنے ربّ کے حضور پہنچ جائیں گے۔ اور ہمیں توقع ہے کہ ہمارا ربّ ہمارے گناہ معاف کر دے گا کیونکہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں"۔ ع

ہم [۹] نے موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ "راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، تمھارا پیچھا کیا جائے گا"۔ اس پر فرعون نے (فوجیں جمع کرنے کے لیے) شہروں میں نقیب بھیج دیے۔ (اور کہلا بھیجا) کہ "یہ کچھ مُٹھی بھر لوگ ہیں،

لوگوں تک اس کی معتبر خبریں پہنچی تھیں ان کے عقیدے اپنے دینِ آبائی پر سے متزلزل ہوئے جا رہے تھے اور اب ان کے دین کا دار و مدار بس اس پر رہ گیا تھا کہ کسی طرح جادوگر بھی وہ کام کر دکھائیں جو موسیٰ علیہ السّلام نے کیا ہے۔ فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت اسے خود ایک فیصلہ کُن مقابلہ سمجھ رہے تھے۔ ان کے اپنے بھیجے ہوئے آدمی عوام الناس کے ذہن میں یہ بات بٹھاتے پھرتے تھے کہ اگر جادوگر کامیاب ہو گئے تو ہم موسیٰؑ کے دین میں جانے سے بچ جائیں گے ورنہ ہمارے دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔

[۹] اب ایک طویل زمانے کے واقعات چھوڑ کر اس وقت کا ذکر کیا جا رہا ہے جب حضرت موسیٰؑ کو مصر سے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا۔

اور اِنھوں نے ہم کو بہت ناراض کیا ہے، اور ہم ایک ایسی جماعت ہیں جس کا شیوہ ہر وقت چوکنا رہنا ہے" اس طرح ہم اُنھیں اُن کے باغوں اور چشموں اور خزانوں اور ان کی بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے۔ یہ تو ہُوا اُن کے ساتھ، اور (دوسری طرف) بنی اسرائیل کو ہم نے اِن سب چیزوں کا وارث کر دیا۔

صبح ہوتے یہ لوگ اُن کے تعاقب میں چل پڑے۔ جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہُوا تو موسیٰؑ کے ساتھی چیخ اُٹھے کہ "ہم تو پکڑے گئے"۔ موسیٰؑ نے کہا "ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ میرا ربّ ہے۔ وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا"۔ ہم نے موسیٰؑ کو وحی کے ذریعہ سے حکم دیا کہ "مار اپنا عصا سمندر پر"۔ یکایک سمندر پھَٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اُسی جگہ ہم دُوسرے گروہ کو بھی قریب لے آئے۔ موسیٰؑ اور اُن سب لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، ہم نے بچالیا، اور دوسروں کو غرق کر دیا۔

اس واقعہ میں ایک نشانی ہے، مگر اِن لوگوں میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ ع

اور انھیں ابراہیمؑ کا قصہ سُناؤ جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پُوچھا تھا کہ "یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پُوجتے ہو"؟ انھوں نے جواب دیا "کچھ بُت ہیں جن کی ہم پُوجا کرتے ہیں اور انھی کی سیوا میں ہم لگے رہتے ہیں۔" اس نے پُوچھا "کیا یہ تمھاری سُنتے ہیں جب تم اِنھیں پکارتے ہو؟ یا یہ تمھیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں"؟ انھوں نے جواب دیا "نہیں، بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔" اس پر ابراہیمؑ نے کہا "کبھی تم

نے (آنکھیں کھول کر) اُن چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی تم اور تمھارے پچھلے باپ دادا بجالاتے رہے؟ میرے تو یہ سب دشمن ہیں، بجز ایک ربّ العالمین کے، جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے۔ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا۔ اور جس سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا میں وہ میری خطا معاف فرما دے گا۔'' (اس کے بعد ابراہیمؑ نے دُعا کی) ''اے میرے ربّ، مجھے حکم عطا کر۔ اور مجھ کو صالحوں کے ساتھ مِلا۔ اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا کر۔ اور مجھے جنت نعیم کے وارِثوں میں شامل فرما۔ اور میرے باپ کو معاف کر دے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے اور مجھے اُس دن رُسوا نہ کر جب کہ سب لوگ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔ جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، بجز اِس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔''

(اُس روز)[۱۰] جنت پرہیزگاروں کے قریب لے آئی جائے گی۔ اور دوزخ بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے کھول دی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا کہ ''اب کہاں ہیں وہ جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے؟ کیا وہ تمھاری کچھ مدد کر رہے ہیں یا خود اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں''؟ پھر وہ معبُود اور یہ بہکے ہوئے لوگ، اور ابلیس کے لشکر سب کے سب اُس میں اُوپر تلے دھکیل دیے جائیں گے۔ وہاں یہ سب آپس میں جھگڑیں گے اور یہ بہکے ہوئے لوگ (اپنے معبُودوں سے)

---

[۱۰] یہاں سے آیت ۱۰۲ تک کی عبارت حضرت ابراہیمؑ کے قول کا حصہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر اضافہ ہے۔

CS CamScanner

کہیں گے کہ ” خدا کی قسم، ہم تو صریح گمراہی میں مُبتلا تھے۔ جب کہ تم کو ربّ العالمین کی برابری کا درجہ دے رہے تھے۔ اور وہ مُجرم لوگ ہی تھے جنھوں نے ہم کو اِس گمراہی میں ڈالا۔ اب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی جگری دوست۔ کاش ہمیں ایک دفعہ پھر پلٹنے کا موقع مل جائے تو ہم مومن ہوں“۔

یقیناً اِس میں ایک بڑی نشانی ہے، [۱۱] مگر اِن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ ع

قومِ نوحؑ نے رسُولوں کو جُھٹلایا۔ یاد کرو جب کہ اُن کے بھائی نوحؑ نے ان سے کہا تھا ” کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسُول ہوں، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو ربّ العالمین کے ذِمّہ ہے پس تم اللہ سے ڈرو اور (بے کھٹکے) میری اطاعت کرو“۔ انھوں نے جواب دیا ” کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیری پیروی رذیل ترین لوگوں نے اختیار کی ہے“؟ نوحؑ نے کہا ” میں کیا جانوں کہ اُن کے عمل کیسے ہیں، ان کا حساب تو میرے ربّ کے ذمہ ہے، کاش تم کچھ شعور سے کام لو۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ جو ایمان لائیں ان کو میں دھتکار دوں۔ میں تو بس ایک صاف صاف مُتنبّہ کر دینے والا آدمی ہوں“۔ اُنھوں نے کہا ” اے نوحؑ، اگر تُو باز نہ آیا تو پھٹکارے ہوئے لوگوں میں شامل ہو کر رہے گا“۔

---

[۱۱] یعنی حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں۔

نوحؑ نے دُعا کی ''اے میرے ربّ، میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ اب میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے۔'' آخر کار ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں بچالیا۔ [۱۲] اور اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔

یقیناً اِس میں ایک نشانی ہے، مگر اِن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ ؏

عاد نے رسُولوں کو جُھٹلایا۔ یاد کرو جب کہ ان کے بھائی ہودؑ نے ان سے کہا تھا ''کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسُول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اِس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو ربّ العالمین کے ذِمّہ ہے۔ یہ تمھارا کیا حال ہے کہ ہر اُونچے مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو، اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو جبّار بن کر ڈالتے ہو۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ڈرو اُس سے جس نے وہ کچھ تمھیں دیا ہے جو تم جانتے ہو۔ تمھیں جانور دیے، اولادیں دیں، باغ دیے اور چشمے دیے۔ مجھے تمھارے حق میں ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔'' اُنھوں نے جواب دیا ''تُو نصیحت کر یا نہ کر، ہمارے لیے سب یکساں ہے۔

---

[۱۲] بھری ہوئی کشتی سے مراد یہ ہے کہ وہ کشتی ایمان لانے والے انسانوں اور تمام جانوروں سے بھر گئی تھی جن کا ایک ایک جوڑا ساتھ رکھ لینے کی ہدایت فرمائی گئی تھی سورۂ ہود آیت ۴۰ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

یہ باتیں تو یونہی ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور ہم عذاب میں مُبتلا ہونے والے نہیں ہیں۔’’ آخر کار انھوں نے اُسے جُھٹلا دیا اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، مگر اِن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ ع

ثمود نے رسُولوں کو جُھٹلایا۔ یاد کرو جب کہ ان کے بھائی صالحؑ نے ان سے کہا ’’کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسُول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اِس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، میرا اجر تو ربّ العالمین کے ذِمّہ ہے۔ کیا تم اُن سب چیزوں کے درمیان، جو یہاں ہیں، بس یوں ہی اطمینان سے رہنے دیے جاؤ گے؟ اِن باغوں اور چشموں میں؟ اِن کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رَس بھرے ہیں؟ تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ اُن میں عمارتیں بناتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اُن بے لگام لوگوں کی اطاعت نہ کرو۔ جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے۔’’ انھوں نے جواب دیا تُو محض ایک سحرزدہ آدمی ہے۔ تُو ہم جیسے ایک انسان کے سوا اور کیا ہے؟ لا کوئی نشانی اگر تُو سچّا ہے‘ صالحؑ نے کہا ’’یہ اُونٹنی ہے۔ ایک دن اِس کے پینے کا ہے اور ایک دن تم سب کے پانی لینے کا۔

اِس کو ہر گز نہ چھیڑنا ورنہ ایک بڑے دن کا عذاب تم کو آ لے گا۔" مگر انھوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں اور آخر کار پچھتاتے رہ گئے۔ عذاب نے اُنھیں آ لیا۔

یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، مگر اِن میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ ع

لُوطؑ کی قوم نے رسُولوں کو جھٹلایا۔ یاد کرو جب کہ ان کے بھائی لُوطؑ نے ان سے کہا تھا، "کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسُول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اِس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، میرا اجر تو ربّ العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم دنیا کی مخلوق میں سے مَردوں کے پاس جاتے ہو اور تمھاری بیویوں میں تمھارے ربّ نے تمھارے لیے جو کچھ پیدا کیا ہے اُسے چھوڑ دیتے ہو؟ بلکہ تم لوگ تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔" اُنہوں نے کہا اے لُوطؑ، اگر تُو اِن باتوں سے باز نہ آیا تو جو لوگ ہماری بستیوں سے نکالے گئے ہیں اُن میں تُو بھی شامل ہو کر رہے گا"۔ اس نے کہا "تمھارے کرتوتوں پر جو لوگ کُڑھ رہے ہیں مَیں اُن میں شامل ہوں۔ اے پروردگار، مجھے اور میرے اہل و عیال کو ان کی بدکرداریوں سے نجات دے"۔ آخر کار ہم نے اسے اور اس کے سب اہل و عیال کو بچا لیا، بجز ایک بُڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ [۱۳] پھر باقی ماندہ لوگوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور اُن پر برسائی ایک برسات، بڑی ہی بُری بارش تھی جو اُن ڈرائے جانے والوں پر نازل ہوئی۔

---

[۱۳] اس سے مراد حضرت لُوطؑ کی بیوی ہے۔

CS CamScanner

یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، مگر اِن میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ ع

اصحابُ الایکہ [۱۴] نے رسُولوں کو جُھٹلایا۔ یاد کرو جب کہ شعیبؑ نے ان سے کہا تھا ’’کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسُول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو ربّ العالمین کے ذِمّہ ہے۔ پیمانے ٹھیک بھرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو۔ زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو اور اُس ذات کا خوف کرو جس نے تمھیں اور گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔‘‘ اُنھوں نے کہا ’’تُو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے، اور تُو کچھ نہیں ہے مگر ایک انسان ہم ہی جیسا، اور ہم تو تجھے بالکل جُھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تُو سچّا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے‘‘۔ شعیبؑ نے کہا ’’میرا ربّ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو‘‘۔ انھوں نے اسے جُھٹلا دیا، آخرکار چھتری والے دن کا عذاب اُن پر آ گیا، [۱۵] اور وہ بڑے ہی خوف ناک دن کا عذاب تھا۔ یقیناً اِس میں ایک نشانی ہے، مگر اِن میں سے اکثر ماننے والے

---

[۱۴] اصحاب الایکہ کا مختصر ذکر سُورۂ الحجر آیت ۷۸، ۸۴ میں پہلے گزر چکا ہے۔

[۱۵] ان الفاظ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے چونکہ آسمانی عذاب مانگا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک بادل بھیج دیا اور وہ چھتری کی طرح ان پر اس وقت تک چھایا رہا جب تک بارانِ عذاب نے ان کو بالکل تباہ نہ کر دیا۔ یہ بات بھی نگاہ میں رہے کہ حضرت شعیبؑ مدین کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور اَیکہ کی طرف بھی۔ دونوں قوموں پر عذاب دو مختلف شکلوں میں آیا۔

CS CamScanner

نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ ع

یہ ربُّ العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔[۱۶] اِسے لے کر تیرے دل پر امانت دار رُوح اُتری ہے[۱۷] تا کہ تُو اُن لوگوں میں شامل ہو جو (خدا کی طرف سے خلقِ خدا کو) مُتنَبِّہ کرنے والے ہیں، صاف صاف عربی زبان میں۔ اور اگلے لوگوں کی کتابوں میں بھی یہ موجود ہے۔[۱۸] کیا اِن (اہلِ مکّہ) کے لیے یہ کوئی نشانی نہیں ہے کہ اسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں؟[۱۹] (لیکن اِن کی ہٹ دھرمی کا حال تو یہ ہے کہ) اگر ہم اِسے کسی عجمی پر بھی نازل کر دیتے اور یہ (فصیح عربی کلام) وہ اِن کو پڑھ کر سُناتا[۲۰] تب بھی یہ مان کر نہ دیتے۔ اِسی طرح ہم نے اِس (ذِکر) کو مجرموں کے دلوں میں گزارا ہے۔ وہ اِس پر ایمان نہیں لاتے جب تک کہ عذابِ الیم نہ دیکھ لیں۔ پھر جب وہ بے خبری میں ان پر آ پڑتا ہے اُس وقت وہ کہتے ہیں کہ "کیا اب ہمیں کچھ مُہلت مل سکتی ہے؟"

تو کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں؟ تم نے کچھ غور کیا، اگر ہم اِنھیں برسوں تک عیش کرنے کی مُہلت بھی دے دیں اور پھر وہی چیز ان پر آ جائے جس سے اُنھیں ڈرایا جا رہا ہے تو وہ سامانِ زیست جو اِن کو ملا ہُوا ہے اِن کے کس کام آئے گا؟

(دیکھو) ہم نے کبھی کسی بستی کو اس کے بغیر ہلاک نہیں کیا کہ اُس کے لیے خبر دار کرنے والے حقِ نصیحت ادا کرنے کو موجود تھے۔ اور ہم ظالم نہ تھے۔

اِس (کتابِ مبین) کو شیاطین لے کر نہیں اُترے ہیں، نہ یہ کام اُن کو سجتا ہے،

---

[۱۶] یعنی یہ قرآن جس کی آیات سُنائی جا رہی ہیں۔

[۱۷] مراد ہیں جبریل علیہ السّلام۔

[۱۸] یعنی یہی ذِکر اور یہی تنزیل اور یہی الٰہی تعلیم سابق کتبِ آسمانی میں بھی موجود ہے۔

[۱۹] یعنی علمائے بنی اسرائیل اس بات سے واقف ہیں کہ جو تعلیم قرآن مجید میں دی گئی ہے وہ ٹھیک وہی تعلیم ہے جو سابق کُتبِ آسمانی میں دی گئی تھی۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پچھلی کتابوں کی تعلیم اس سے مختلف تھی۔

[۲۰] یعنی یہ اہلِ حق کے دلوں کی طرح تسکینِ رُوح اور شفائے قلب بن کر ان کے اندر نہیں اُترتا بلکہ ایک گرم لوہے کی سلاخ بن کر اس طرح گزرتا ہے کہ وہ سیخ پا ہو جاتے ہیں اور اس کے مضامین پر غور کرنے کے بجائے اس کی تردید کے لیے حربے ڈھونڈنے لگتے ہیں۔

CS CamScanner

اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔ وہ تو اِس کی سماعت تک سے دُور رکھے گئے ہیں۔[۲۱]

پس اے نبیؐ، اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبُود کو نہ پکارو، ورنہ تم بھی سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ، اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ، لیکن اگر وہ تمھاری نافرمانی کریں تو اُن سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بَری الذِّمّہ ہوں۔ اور اُس زبردست اور رحیم پر توکّل کرو جو تمھیں اُس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اُٹھتے ہو،[۲۲] اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ وہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔

لوگو، کیا مَیں تمھیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترا کرتے ہیں؟ وہ ہر جعل ساز، بدکار پر اُترا کرتے ہیں۔ سُنی سُنائی باتیں کانوں میں پھونکتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔[۲۳]

رہے شعراء،[۲۴] تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔ بجز اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا۔[۲۵] اور ظلم کرنے والوں کو عن قریب معلوم ہو جائے

---

[۲۱] یعنی جس وقت یہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہا ہوتا ہے اس وقت شیاطین اس کو سُن بھی نہیں سکتے کجا کہ انہیں یہ معلوم ہو سکے کہ آپ پر کیا چیز نازل ہو رہی ہے۔

[۲۲] اُٹھنے سے مراد راتوں کو نماز کے لیے اُٹھنا بھی ہو سکتا ہے اور فریضۂ رسالت ادا کرنے کے لیے اُٹھنا بھی۔

[۲۳] یہ کفّارِ مکّہ کے اس الزام کا جواب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے تھے۔

[۲۴] یہ بھی ان کے اس الزام کا جواب ہے کہ وہ حضور کو شاعر کہتے تھے۔

[۲۵] یہاں شعراء کی اس عام مذمت سے جو اوپر بیان ہوئی ان شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو چار خصوصیات کے حامل ہوں۔ اوّل یہ کہ وہ مومن ہوں دوسرے یہ کہ اپنی عملی زندگی میں صالح ہوں، تیسرے یہ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں اور چوتھے یہ کہ وہ ذاتی اغراض کے لیے تو کسی کی ہجو نہ کریں، البتہ جب ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت کے لیے ضرورت پیش آئے تو پھر زبان سے وہی کام لیں جو ایک مجاہد تیر و شمشیر سے لیتا ہے۔

CS CamScanner

گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔ [۲۶]ع

سُورۂ نمل (مکّی)

ط۔س۔ یہ آیات ہیں قرآن اور کتابِ مبین کی، [۱] ہدایت اور بشارت اُن ایمان لانے والوں کے لیے جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور پھر وہ ایسے لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے اُن کے لیے ہم نے اُن کے کرتُوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے، اس لیے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بُری سزا ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔ اور (اے نبیؐ،) بلاشبہ تم یہ قرآن ایک حکیم و علیم ہستی کی طرف سے پا رہے ہو۔

(انھیں اُس وقت کا قصہ سُناؤ) جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ”مجھے ایک آگ سی نظر آئی ہے، میں ابھی یا تو وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا کوئی انگارا چُن لاتا ہوں تاکہ تم لوگ گرم ہو سکو۔“ وہاں جو پہنچا تو ندا آئی کہ ”مبارک ہے وہ جو اِس آگ میں ہے اور جو اِس کے ماحول میں ہے۔ پاک ہے اللہ، سب جہان والوں کا پروردگار۔ اے موسیٰؑ، یہ مَیں ہوں اللہ، زبردست اور دانا۔

---

[۲۶] ظلم کرنے والوں سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو حق کو نیچا دکھانے کے لیے سراسر ہٹ دھرمی کی راہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شاعری اور کہانت اور ساحری اور جنُون کی تہمتیں لگاتے پھرتے تھے تاکہ ناواقف لوگ آپ کی دعوت سے بدگمان ہوں اور آپ کی تعلیم کی طرف توجہ نہ دیں۔

[۱] یعنی اس کتاب کی آیات جو اپنی تعلیمات اور اپنے احکام اور ہدایات کو بالکل واضح طریقے سے بیان کرتی ہے۔

اور پھینک تو ذرا اپنی لاٹھی"۔ جونہی کہ موسیٰ نے دیکھا لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ "اے موسیٰ، ڈرو نہیں۔ میرے حضور رسول ڈرا نہیں کرتے، اِلّا یہ کہ کسی نے قصور کیا ہو۔ پھر اگر بُرائی کے بعد اُس نے بھلائی سے (اپنے فعل کو) بدل لیا تو میں معاف کرنے والا مہربان ہوں۔ اور ذرا اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو ڈالو، چمکتا ہُوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔ یہ (دو نشانیاں) نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اس کی قوم کی طرف (لے جانے کے لیے)، وہ بڑے بدکردار لوگ ہیں"۔

مگر جب ہماری کُھلی کُھلی نشانیاں اُن لوگوں کے سامنے آئیں تو اُنھوں نے کہا کہ یہ تو کُھلا جادُو ہے۔ اُنھوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل اُن کے قائل ہو چکے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اُن مفسدوں کا انجام کیسا ہُوا۔ ع

(دُوسری طرف) ہم نے داؤدؑ و سلیمانؑ کو علم عطا کیا اور انھوں نے کہا کہ "شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی۔" اور داؤدؑ کا وارث سلیمانؑ ہُوا۔ اور اس نے کہا "لوگو ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں،[۲] بے شک یہ (اللہ کا) نمایاں فضل ہے"۔ سلیمانؑ کے لیے جن اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے تھے اور وہ پورے ضبط میں رکھے جاتے تھے۔

---

[۲] یعنی اللہ کا دیا سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔

(ایک مرتبہ وہ ان کے ساتھ کوچ کر رہا تھا) یہاں تک کہ جب یہ سب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا "اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کے لشکر تمھیں کچل ڈالیں اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔" سلیمانؑ اس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا اور بولا۔ "اے میرے ربّ، مجھے قابو میں [۳] رکھ کہ میں تیرے اُس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور ایسا عملِ صالح کروں جو تجھے پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل کر۔"

(ایک اور موقع پر) سلیمانؑ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور کہا "کیا بات ہے کہ میں فلاں ہُد ہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اُسے سخت سزا دوں گا، یا اُسے ذبح کر دوں گا، ورنہ اسے میرے سامنے معقول وجہ پیش کرنی ہوگی"۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اُس نے آ کر کہا "میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔ میں سَبا [۴] کے متعلق یقینی اطلاع لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اُس قوم کی حکمراں ہے۔ اُس کو ہر طرح کا سروسامان بخشا گیا ہے اور اُس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے سُورج کے آگے سجدہ کرتی ہے"۔ شیطان نے [۵] اُن کے اعمال اُن کے لیے خوشنما بنا دیے اور انھیں شاہراہ سے روک دیا، اِس وجہ سے وہ یہ سیدھا راستہ نہیں پاتے۔

---

[۳] یعنی جو عظیم الشان قوتیں اور قابلیتیں تُو نے مجھے دی ہیں وہ ایسی ہیں کہ اگر میں ذرا سی غفلت میں بھی مبتلا ہو جاؤں تو حدِ بندگی سے خارج ہو کر اپنی کبریائی کے خبط میں نہ معلوم کہاں کہاں نکل جاؤں۔ اس لیے اے میرے پروردگار، تُو مجھے قابو میں رکھ تا کہ میں کافرِ نعمت بننے کے بجائے شکرِ نعمت پر قائم رہوں۔

[۴] سَبا جنوبی عرب کی مشہور تجارت پیشہ قوم تھی جس کا دارالحکومت مارب (صنعاء سے ۵۵ میل دُور) تھا۔

[۵] اندازِ کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں سے آیت ۲۶ کے آخر تک ہُد ہُد کے قول پر اللہ تعالیٰ کا اپنا اضافہ ہے۔

کہ اُس خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چُھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کہ جس کے سِوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

سلیمانؑ نے کہا "ابھی ہم دیکھے لیتے ہیں کہ تُو نے سچ کہا ہے یا تُو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ میرا یہ خط لے جا اور اسے ان لوگوں کی طرف ڈال دے، پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا ردِّعمل ظاہر کرتے ہیں"۔

ملکہ بولی[٦] "اے اہلِ دربار، میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔" مضمون یہ ہے کہ "میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مُسلم ہو[٧] کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔"ع

Www.KitsboSunnat.com

(خط سُنا کر) ملکہ نے کہا "اے سردارانِ قوم، میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، میں کسی معاملہ کا فیصلہ تمھارے بغیر نہیں کرتی ہوں۔" اُنھوں نے جواب دیا "ہم طاقت ور اور لڑنے والے لوگ ہیں۔ آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کو کیا حکم دینا ہے"۔ ملکہ نے کہا "کہ بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزّت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ یہی کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔ میں اُن لوگوں کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ میرے ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں"۔

جب وہ (ملکہ کا سفیر) سلیمانؑ کے ہاں پہنچا تو اُس نے کہا "کیا تم لوگ مال سے میری

---

[٦] بیچ کا قصہ چھوڑ کر اب اس وقت کا ذکر ہوتا ہے جب ہُدہُد نے خط ملکہ کے آگے پھینک دیا۔

[٧] یعنی اسلام قبول کر کے یا تابع فرمان بن کر۔

CS CamScanner

مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہ اُس سے بہت زیادہ ہے جو تمھیں دیا ہے۔ تمھارا ہدیہ تمھی کو مبارک رہے۔ (اے سفیر) واپس جا اپنے بھیجنے والوں کی طرف۔ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ وہ نہ کرسکیں گے اور ہم انھیں ایسی ذِلّت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے"۔

سلیمانؑ نے کہا "اے اہلِ دربار، تم میں سے کون اُس کا تخت میرے پاس لاتا ہے قبل اِس کے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہوں؟ جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے عرض کیا "میں اُسے حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں۔ میں اِس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانتدار ہوں۔" جس شخص کے پاس کتاب کا ایک علم تھا وہ بولا "میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اِسے لائے دیتا ہوں۔" جونہی کہ سلیمانؑ نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہُوا دیکھا، وہ پُکار اُٹھا "یہ میرے ربّ کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافرِ نعمت بن جاتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے، ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا ربّ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے۔"

سلیمانؑ [۸] نے کہا اَنجان طریقے سے اس کا تخت اس کے سامنے رکھ دو، دیکھیں وہ صحیح بات تک پہنچتی ہے یا اُن لوگوں میں سے ہے جو راہِ راست نہیں پاتے۔" ملکہ جب حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے وہ کہنے لگی "یہ تو گویا وہی ہے۔ ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم نے سرِ اطاعت جُھکا دیا تھا (یا ہم مُسلم ہو چکے تھے)"۔ [۹]

---

[۸] اب اس موقع کا ذکر شروع ہوتا ہے جب ملکہ سبا حضرت سلیمانؑ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئی۔

[۹] یعنی یہ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی سلیمان علیہ السّلام کے جو اوصاف اور حالات ہمیں معلوم ہو چکے تھے ان کی بنا پر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ اللہ کے نبیؑ ہیں محض ایک سلطنت کے فرمانروا نہیں ہیں۔

CS CamScanner

اُس کو (ایمان لانے سے) جس چیز نے روک رکھا تھا وہ اُن معبودوں کی عبادت تھی جنھیں وہ اللہ کے سِوا پُوجتی تھی کیونکہ وہ ایک کافر قوم سے تھی۔

اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو۔ اس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے اور اُترنے کے لیے اس نے اپنے پائنچے اٹھا لیے۔ سلیمانؑ نے کہا "یہ شیشے کا چکنا فرش ہے"۔ اس پر وہ پکار اُٹھی "اے میرے ربّ (آج تک) میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی، اور اب میں نے سلیمانؑ کے ساتھ اللہ ربّ العالمین کی اطاعت قبول کر لی"۔ ع

اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالحؑ کو (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو، تو یکایک وہ دو مُتخاصِم فریق بن گئے۔ صالحؑ نے کہا، "اے میری قوم کے لوگو، بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے کیوں جلدی مچاتے ہو؟ کیوں نہیں اللہ سے مغفرت طلب کرتے؟ شاید کہ تم پر رحم فرمایا جائے"؟ اُنھوں نے کہا "ہم نے تو تم کو اور تمھارے ساتھیوں کو بدشگونی کا نشان پایا ہے"۔ صالحؑ نے جواب دیا۔ "تمھارے نیک و بدشگون کا سررشتہ تو اللہ کے پاس ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے"۔

اُس شہر میں نو جتھے دار تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔ انھوں نے آپس میں کہا "خدا کی قَسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالحؑ اور اس کے گھر والوں پر شبِ خُون ماریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہہ دیں گے [10] کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے۔

---

[10] یعنی حضرت صالح علیہ السّلام کے قبیلے کے سردار سے، جس کو قدیم قبائلی رسم و رواج کے مطابق ان کے خون کے دعوے کا حق پہنچتا تھا۔ یہ وہی پوزیشن تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کے چچا ابو طالب کو حاصل تھی۔ کفارِ قریش بھی اسی اندیشے سے ہاتھ روکتے تھے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں گے تو بنی ہاشم کے سردار ابو طالب اپنے قبیلے کی طرف سے خُون کا دعویٰ لے کر اُٹھیں گے۔

ہم بالکل سچ کہتے ہیں''۔ یہ چال تو وہ چلے اور پھر ایک چال ہم نے چلی جس کی اُنھیں خبر نہ تھی۔ اب دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیا ہُوا۔ ہم نے تباہ کر کے رکھ دیا اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو۔ وہ اُن کے گھر خالی پڑے ہیں اُس ظلم کی پاداش میں جو وہ کرتے تھے، اِس میں ایک نشانِ عبرت ہے اُن لوگوں کے لیے جو عِلم رکھتے ہیں۔ اور بچا لیا ہم نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے۔

اور لُوطؑ کو ہم نے بھیجا۔ یاد کرو وہ وقت جب اس نے اپنی قوم سے کہا'' کیا تم آنکھوں دیکھتے بدکاری کرتے ہو؟[۱۱] کیا تمھارا یہی چلن ہے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں کے پاس شہوت رانی کے لئے جاتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ سخت جہالت کا کام کرتے ہو''۔ مگر اُس کی قوم کا جواب اِس کے سِوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا'' نکال دو لُوطؑ کے گھر والوں کو اپنی بستی سے، یہ بڑے پاک باز بنتے ہیں''۔ آخر کار ہم نے بچا لیا اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو، بجز اُس کی بیوی کے جس کا پیچھے رہ جانا ہم نے طے کر دیا تھا، اور برسائی اُن لوگوں پر ایک برسات، بہت ہی بُری برسات تھی وہ اُن لوگوں کے حق میں جو مُتنبّہ کیے جا چکے تھے۔ ع

(اے نبیؐ) کہو، حمد ہے اللہ کے لیے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنھیں اس نے برگزیدہ کیا۔

(اِن سے پوچھو) اللہ بہتر ہے یا وہ معبُود جنھیں وہ لوگ اس کا شریک بنا رہے ہیں؟

---

[۱۱] یعنی ایک دوسرے کے سامنے بدفعلی کرتے ہو۔ اس کی صراحت آگے سورہ عنکبوت آیت ۲۹ میں بھی کی گئی ہے کہ وہ اپنی مجلسوں میں یہ بُرا کام کرتے تھے۔

CS CamScanner

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس کے ذریعہ وہ خوشنما باغ اُگائے جن کے درختوں کا اُگانا تمھارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی دُوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ (نہیں) بلکہ یہی لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔

اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیے؟ کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ نہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔

کون ہے جو بے قرار کی دُعا سُنتا ہے جب کہ وہ اسے پُکارے اور کون اس کی تکلیف رَفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟ بہت بالا و برتر ہے اللّٰہ اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رِزق دیتا ہے؟ کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصّہ دار) ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔

اِن سے کہو، اللّٰہ کے سِوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور وہ (تمھارے معبُود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے۔

بلکہ آخرت کا تو علم ہی اِن لوگوں سے گُم ہو گیا ہے، بلکہ یہ اُس کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ یہ اُس سے اندھے ہیں۔ ع یہ منکرین کہتے ہیں ''کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو چکے ہوں گے تو ہمیں واقعی قبروں سے نکالا جائے گا؟ یہ خبریں ہم کو بھی بہت دی گئی ہیں اور پہلے ہمارے آباؤ اجداد کو بھی دی جاتی رہی ہیں، مگر یہ بس افسانے ہی ہیں جو اگلے وقتوں سے سُنتے چلے آ رہے ہیں''۔ کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مُجرموں کا کیا انجام ہو چُکا ہے۔ اے نبیؐ، اِن کے حال پر رنج نہ کرو اور نہ اِن کی چالوں پر دل تنگ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ''یہ دھمکی کب پوری ہوگی اگر تم سچے ہو''؟ کہو کیا عجب کہ جس عذاب کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو اُس کا ایک حصہ تمھارے قریب ہی آ لگا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ تو لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ بلا شبہ تیرا ربّ خوب جانتا ہے جو کچھ اُن کے سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ آسمان و زمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو ایک واضح کتاب میں لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔ [۱۲]

یہ واقعہ ہے کہ یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر اُن باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

---

[۱۲] واضح کتاب سے مراد ہے نوشتۂ تقدیر۔

CS CamScanner

یقیناً (اِسی طرح) تیرا رب اِن لوگوں کے درمیان بھی اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا اور وہ زبردست اور سب کچھ جاننے والا ہے (78) پس اے نبیؐ، اللہ پر بھروسا رکھو، یقیناً تم صریح حق پر ہو (79) تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے، نہ اُن بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں (80) اور نہ اندھوں کو راستہ بتا کر بھٹکنے سے بچا سکتے ہو تم تو اپنی بات اُنہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور پھر فرمان بردار بن جاتے ہیں (81) اور جب ہماری بات پُوری ہونے کا وقت اُن پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لیے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے (82) ع

اور ذرا تصور کرو اُس دن کا جب ہم ہر امّت میں سے ایک فوج کی فوج اُن لوگوں کی گھیر لائیں گے جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے، پھر ان کو (ان کی اقسام کے لحاظ سے درجہ بدرجہ) مرتب کیا جائے گا (83) یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے تو (ان کا رب ان سے) پوچھے گا کہ "تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا حالانکہ تم نے ان کا علمی احاطہ نہ کیا تھا؟ اگر یہ نہیں تو اور تم کیا کر رہے تھے؟" (84) اور ان کے ظلم کی وجہ سے عذاب کا وعدہ ان پر پورا ہو جائے گا، تب وہ کچھ بھی نہ بول سکیں گے (85) کیا ان کو سُجھائی نہ دیتا تھا کہ ہم نے رات ان کے لیے سکون حاصل کرنے کو بنائی تھی اور دن کو روشن کیا تھا؟

CS CamScanner

اس میں بہت نشانیاں تھیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے تھے۔

اور کیا گزرے گی اس روز جب کہ صُور پھُونکا جائے گا اور ہَول کھا جائیں گے وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سوائے اُن لوگوں کے جنھیں اللہ اس ہَول سے بچانا چاہے گا۔ اور سب کان دبائے اس کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔ آج تُو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خوب جمے ہوئے ہیں، مگر اُس وقت یہ بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے، یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ اُستوار کیا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔ جو شخص بھلائی لے کر آئے گا اُسے اُس سے زیادہ بہتر صلہ ملے گا اور ایسے لوگ اُس دن کے ہَول سے محفوظ ہوں گے، اور جو بُرائی لیے ہوئے آئے گا، ایسے سب لوگ اوندھے منہ آگ میں پھینکے جائیں گے۔ کیا تم لوگ اِس کے سوا کوئی اور جزا پا سکتے ہو کہ جیسا کرو ویسا بھرو؟

(اے نبیؐ، ان سے کہو) "مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر (مکّہ) کے ربّ کی بندگی کروں جس نے اِسے حرم بنایا ہے اور جو ہر چیز کا مالک ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مُسلِم بن کر رہوں اور یہ قرآن پڑھ کر سُناؤں"۔ اب جو ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے ہی بھلے کے لیے ہدایت اختیار کرے گا۔ اور جو گمراہ ہو اُس سے کہہ دو کہ "مَیں تو بس خبردار کر دینے والا ہوں"۔ ان سے کہو، تعریف اللہ ہی کے لیے ہے عن قریب وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا اور تم اِنھیں پہچان لو گے، اور تیرا ربّ بے خبر نہیں ہے اُن اعمال سے جو تم لوگ کرتے ہو۔ ع

اللہ کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے، وہ جس چیز کو چاہے نطق کی طاقت بخش سکتا ہے قیامت سے پہلے تو وہ ایک جانور ہی کو نطق بخشے گا مگر جب وہ قیامت قائم ہو جائے گی تو اللہ کی عدالت میں انسان کی آنکھ اور کان اور اس کے جسم کی کھال تک بول اٹھے گی جیسا کہ قرآن میں بتصریح بیان ہُوا ہے (حم السجدہ آیات ۲۰۔۲۱)

CS CamScanner

سورۂ قصص (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

ط۔ س۔ م۔ یہ کتابِ مُبین کی آیات ہیں۔ ہم موسیٰؑ اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک تمھیں سُناتے ہیں، ایسے لوگوں کے فائدے کے لیے جو ایمان لائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اُن میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا، اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا۔ اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں اُن لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور اُنھیں پیشوا بنا دیں اور اُنہی کو وارِث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دِکھلا دیں جس کا انھیں ڈر تھا۔

ہم نے موسیٰؑ کی ماں کو اشارہ کیا[۱] کہ "اِس کو دُودھ پلا، پھر جب تجھے اُس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر، ہم اسے تیرے ہی پاس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔" آخر کار فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے) نکال لیا تاکہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لیے سببِ رنج بنے،

---

[۱] بیچ میں یہ ذکر چھوڑ دیا گیا ہے کہ انہی حالات میں ایک اسرائیلی گھر میں وہ بچہ پیدا ہو گیا جس کو دنیا نے موسیٰ علیہ السّلام کے نام سے جانا۔

واقعی فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر (اپنی تدبیر میں) بڑے غلط کار تھے۔ فرعون کی بیوی نے (اس سے) کہا ”یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اِسے قتل نہ کرو، کیا عجب کہ یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو یا ہم اِسے بیٹا ہی بنا لیں۔“ اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔

اُدھر موسیٰؑ کی ماں کا دل اُڑا جا رہا تھا۔ وہ اُس کا راز فاش کر بیٹھتی اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھا دیتے تاکہ وہ (ہمارے وعدے پر) ایمان لانے والوں میں سے ہو۔ اُس نے بچّے کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا۔ چنانچہ وہ الگ سے اُس کو اِس طرح دیکھتی رہی کہ (دشمنوں کو) اس کا پتہ نہ چلا۔ اور ہم نے بچّے پر پہلے ہی دُودھ پلانے والیوں کی چھاتیاں حرام کر رکھی تھیں۔ (یہ حالت دیکھ کر) اُس لڑکی نے اُن سے کہا ”میں تمھیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذِمّہ لیں اور خیر خواہی کے ساتھ اسے رکھیں“؟ اِس طرح ہم موسیٰؑ کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچّا تھا، مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ ع

جب موسیٰؑ اپنی پوری جوانی کو پہنچ گیا اور اس کا نشو و نما مکمل ہو گیا تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا، ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ (ایک روز) وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہُوا جب کہ اہلِ شہر غفلت میں تھے۔ وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا اس کی دُشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف اُسے مدد کے لیے پکارا۔

موسیٰؑ نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) موسیٰؑ نے کہا "یہ شیطان کی کارفرمائی ہے، وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے" (15) پھر وہ کہنے لگا "اے میرے رب، مَیں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کر ڈالا، میری مغفرت فرما دے" چنانچہ اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی، وہ غفور رحیم ہے (16) موسیٰؑ نے عہد کیا کہ "اے میرے رب، یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے اِس کے بعد اب میں کبھی مجرموں کا مدد گار نہ بنوں گا" (17) دُوسرے روز وہ صبح سویرے ڈرتا اور ہر طرف سے خطرہ بھانپتا ہوا شہر میں جا رہا تھا کہ یکایک کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص جس نے کل اسے مدد کے لیے پکارا تھا آج پھر اسے پکار رہا ہے موسیٰؑ نے کہا "تُو تو بڑا ہی بہکا ہُوا آدمی ہے" (18) پھر جب موسیٰؑ نے ارادہ کیا کہ دشمن قوم کے آدمی پر حملہ کرے تو وہ پکار اٹھا "اے موسیٰؑ، کیا آج تو مجھے اُسی طرح قتل کرنے لگا ہے جس طرح کل ایک شخص کو قتل کر چکا ہے، تو اس ملک میں جبّار بن کر رہنا چاہتا ہے، اصلاح نہیں کرنا چاہتا" (19) اس کے بعد ایک آدمی شہر کے پرلے سِرے سے دَوڑتا ہوا آیا اور بولا "موسیٰؑ، سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں، یہاں سے نکل جا، میں تیرا خیر خواہ ہوں" (20) یہ خبر سنتے ہی موسیٰؑ ڈرتا اور سہمتا نکل کھڑا ہوا اور اس نے دعا کی کہ "اے میرے رب، مجھے ظالموں سے بچا" (21) ع

CS CamScanner

(مصر سے نکل کر) جب موسیٰؑ نے مَدْیَنْ کا رُخ کیا تو اُس نے کہا ''اُمید ہے کہ میرا ربّ مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا''۔[۲] اور جب وہ مَدْیَنْ کے کنویں پر پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰؑ نے ان عورتوں سے پُوچھا ''تمھیں کیا پریشانی ہے''؟ انھوں نے کہا ''ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں، اور ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں''۔ یہ سُن کر موسیٰؑ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر ایک سائے کی جگہ جا بیٹھا اور بولا ''پروردگار، جو خیر بھی تُو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں''۔ (کچھ دیر نہ گزری تھی کہ) اُن دونوں عورتوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی ''میرے والد آپ کو بُلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جانوروں کو پانی جو پلایا ہے اس کا اجر آپ کو دیں''۔ موسیٰؑ جب اس کے پاس پہنچا اور اپنا سارا قصّہ اسے سُنایا تو اس نے کہا ''کچھ خوف نہ کرو، اب تم ظالم لوگوں سے بچ نکلے ہو''۔

ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا ''ابّا جان، اِس شخص کو نوکر رکھ لیجیے، بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو''۔ اس کے باپ نے (موسیٰؑ سے) کہا ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمھارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو، اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمھاری مرضی ہے۔ میں تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا۔

---

[۲] یعنی ایسے راستہ پر جس سے میں بخیریت مَدْیَنْ پہنچ جاؤں۔

CS CamScanner

تم اِن شاءاللہ مجھے نیک آدمی پاؤ گے" (27)

موسیٰ نے جواب دیا "یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گئی ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پُوری کر دوں اُس کے بعد پھر کوئی زیادتی مجھ پر نہ ہو، اور جو کچھ قول قرار ہم کر رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے" (28) ع

جب موسیٰؑ نے مدت پوری کر دی اور وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر چلا تو طُور کی جانب اس کو ایک آگ نظر آئی اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا "ٹھیرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا اس آگ سے کوئی انگارہ ہی اُٹھا لاؤں جس سے تم تاپ سکو" (29) وہاں پہنچا تو وادی کے داہنے کنارے پر مبارک خطے میں ایک درخت سے پکارا گیا کہ "اے موسیٰؑ، میں ہی اللہ ہوں، سارے جہان والوں کا مالک" (30) اور (حکم دیا گیا کہ) پھینک دے اپنی لاٹھی جونہی کہ موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ارشاد ہوا) "موسیٰؑ، پلٹ آ اور خوف نہ کر، تو بالکل محفوظ ہے (31) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال، چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے اور خوف سے بچنے کے لیے اپنا بازو بھینچ لے یہ دو روشن نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے، وہ بڑے ہی نافرمان لوگ ہیں" (32) موسیٰؑ نے عرض کیا "میرے آقا، میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے (33)

اور میرا بھائی ہارونؑ مجھ سے زیادہ زبان آور ہے، اسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج تاکہ وہ میری تائید کرے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔" فرمایا" ہم تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمھارا اور تمھارے پیرووں کا ہی ہوگا"۔

پھر جب موسیٰؑ اُن لوگوں کے پاس ہماری کُھلی نشانیاں لے کر پہنچا تو انہوں نے کہا کہ" یہ کچھ نہیں ہے مگر بناوٹی جادو۔ اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے میں کبھی سُنیں ہی نہیں۔" موسیٰؑ نے جواب دیا" میرا ربّ اُس شخص کے حال سے خوب واقف ہے جو اس کی طرف ہدایت لے کر آیا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ آخری انجام کس کا اچھا ہونا ہے، حق یہ ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے"۔

اور فرعون نے کہا" اے اہلِ دربار، میں تو اپنے سوا تمھارے کسی خدا کو نہیں جانتا۔ ہامان، ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اُونچی عمارت تو بنوا، شاید کہ اُس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ سکوں، میں تو اِسے جُھوٹا سمجھتا ہوں"۔

اُس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور سمجھے کہ انھیں کبھی ہماری طرف پلٹنا نہیں ہے۔ آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا۔ اب دیکھ لو کہ ان ظالموں کا کیسا انجام ہُوا۔

CS CamScanner

ہم نے اِنھیں جہنّم کی طرف دعوت دینے والے پیش رو بنا دیا اور قیامت کے روز وہ کہیں سے کوئی مدد نہ پا سکیں گے۔ ہم نے اِس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے روز وہ بڑی قباحت میں مُبتلا ہوں گے۔ ع

پچھلی نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی، لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سامان بنا کر، ہدایت اور رحمت بنا کر، تاکہ شاید لوگ سبق حاصل کریں۔ (اے نبیؐ)، تم اُس وقت مغربی گوشے میں موجود نہ تھے[۹] جب ہم نے موسیٰؑ کو یہ فرمانِ شریعت عطا کیا، اور نہ تم شاہدین میں شامل تھے، بلکہ اس کے بعد (تمھارے زمانے تک) ہم بہت سی نسلیں اُٹھا چکے ہیں اور ان پر بہت زمانہ گزر چکا ہے۔ تم اہلِ مَدیَن کے درمیان بھی موجود نہ تھے کہ اُن کو ہماری آیات سُنا رہے ہوتے، مگر (اُس وقت کی یہ خبریں) بھیجنے والے ہم ہیں۔ اور تم طُور کے دامن میں بھی اُس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰؑ کو پہلی مرتبہ) پکارا تھا، مگر یہ تمھارے رب کی رحمت ہے (کہ تم کو یہ معلومات دی جا رہی ہیں) تاکہ تم اُن لوگوں کو مُتنبّہ کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی مُتنبّہ کرنے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہوش میں آئیں۔ (اور یہ ہم نے اس لیے کیا کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے اپنے کیے کرتُوتوں کی بدولت کوئی مصیبت جب اُن پر آئے تو وہ کہیں ”اے پروردگار، تُو نے کیوں نہ ہماری طرف کوئی رسُول بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہلِ ایمان میں سے ہوتے“۔

---

[۹] مغربی گوشے سے مراد ہے طُورِ سینا، جو حجاز سے مغرب کی جانب واقع ہے۔

CS CamScanner

مگر جب ہمارے ہاں سے حق اُن کے پاس آ گیا تو وہ کہنے لگے "کیوں نہ دیا گیا اِس کو وہی کچھ جو موسیٰؑ کو دیا گیا تھا"؟ کیا یہ لوگ اُس کا انکار نہیں کر چکے ہیں جو اس سے پہلے موسیٰؑ کو دیا گیا تھا؟[۱۰] اِنھوں نے کہا "دونوں جادُو ہیں[۱۱] جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں"۔ اور کہا "ہم کسی کو نہیں مانتے"۔ (اے نبیؐ)، اِن سے کہو، "اچھا تو لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی کتاب جو اِن دونوں سے زیادہ ہدایت بخشنے والی ہو اگر تم سچے ہو، میں اُسی کی پیروی اختیار کروں گا"۔ اب اگر وہ تمھارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں، اور اُس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو خدائی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟ اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتاؑ اور (نصیحت کی) بات پے در پے ہم اُنھیں پہنچا چکے ہیں تاکہ وہ غفلت سے بیدار ہوں۔

جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اِس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔[۱۲] اور جب یہ اُن کو سُنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ "ہم اِس پر ایمان لائے، یہ واقعی حق ہے ہمارے ربّ کی طرف سے، ہم تو پہلے ہی سے مسلِم ہیں"۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوبار دیا جائے گا[۱۳] اُس ثابت قدمی کے بدلے جو انھوں نے دکھائی۔ وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ رِزق ہم نے اِنھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

---

[۱۰] یعنی کفارِ مکہ نے موسیٰؑ ہی کو کب مانا تھا کہ اب یہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معجزات کیوں نہ دیے گئے جو حضرت موسیٰؑ کو دیے گئے تھے

[۱۱] یعنی قرآن اور توراۃ دونوں۔

[۱۲] اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ تمام اہلِ کتاب (یہودی اور عیسائی) اس پر ایمان لاتے ہیں بلکہ یہ اشارہ دراصل اس واقعہ کی طرف ہے جو اس سورہ کے نزول کے زمانہ میں پیش آیا تھا اور اس سے اہلِ مکہ کو شرم دلانی مقصود ہے کہ تم اپنے گھر آئی ہوئی نعمت کو ٹھکرا رہے ہو حالانکہ دُور دُور کے لوگ اس کی خبر سن کر آ رہے ہیں اور اس کی قدر پہچان کر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ وہ واقعہ جس کی طرف یہ اشارہ ہے، یہ تھا کہ حبش سے ۲۰ کے قریب عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قرآن آپ سے سُن کر ایمان لے آئے۔

[۱۳] یعنی ایک اجر پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر قرآن پر ایمان لانے کا۔

اور جب انھوں نے بیہودہ بات سُنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ "ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمھارے اعمال تمھارے لیے، تم کو سلام ہے، ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے"۔ [۱۴] اے نبیؐ تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

وہ کہتے ہیں "اگر ہم تمھارے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کر لیں تو اپنی زمین سے اُچک لیے جائیں گے"۔ [۱۵]

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے ایک پُر امن حرم کو ان کے لیے جائے قیام بنا دیا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات کھچے چلے آتے ہیں، ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ [۱۶]

اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہم تباہ کر چکے ہیں جن کے لوگ اپنی معیشت پر اِترا گئے تھے۔ سو دیکھ لو، وہ اُن کے مسکن پڑے ہوئے ہیں جن میں اُن کے بعد کم ہی کوئی بسا ہے، آخر کار ہم ہی وارِث ہو کر رہے۔ [۱۷]

اور تیرا ربّ بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہ تھا جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسُول نہ بھیج دیتا جو ان کو ہماری آیات سُناتا۔ اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے رہنے والے ظالم نہ ہو جاتے۔ [۱۸]

تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دُنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی

---

[۱۴] جب یہ لوگ ایمان لے آئے تو ابو جہل نے ان کو گالیاں دیں۔ اسی بات کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔

[۱۵] یہ وہ بات ہے جو کفارِ قریش اسلام قبول نہ کرنے کے لیے عذر کے طور پر پیش کرتے تھے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ آج تو ہم تمام مشرکینِ عرب کے مذہبی پیشوا بنے ہوئے ہیں لیکن اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا۔

[۱۶] یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے عذر کا پہلا جواب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرم جس کے امن و امان اور جس کی مرکزیت کی بدولت آج تم اس قابل ہوئے ہو کہ دنیا بھر کا مال تجارت اس وادی غیر ذی زرع میں کھچا چلا آ رہا ہے، کیا اس کو یہ امن اور یہ مرکزیت کا مقام تمہاری کسی تدبیر نے دیا ہے؟

[۱۷] یہ ان کے عذر کا دوسرا جواب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مال و دولت اور خوشحالی پر اترائے ہوئے

زینت ہے، اور جو کچھ اللّٰہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی تر ہے۔ کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ ع بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اُسے پانے والا ہو کبھی اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف حیاتِ دنیا کا سروسامان دے دیا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز سزا کے لیے پیش کیا جانے والا ہو؟

اور (بھول نہ جائیں یہ لوگ) اُس دن کو جب کہ وہ اِن کو پُکارے گا اور پُوچھے گا "کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تم گمان رکھتے تھے؟" یہ قول جن پر چسپاں ہو گا وہ کہیں گے "اے ہمارے ربّ، بے شک یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا۔ اِنھیں ہم نے اُسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے۔[۱۹] ہم آپ کے سامنے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ہماری تو بندگی نہیں کرتے تھے۔"[۲۰] پھر اِن سے کہا جائے کہ پُکارو اب اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو۔ یہ اُنھیں پکاریں گے مگر وہ اِن کو کوئی جواب نہ دیں گے۔ اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے۔ کاش یہ ہدایت اختیار کرنے والے ہوتے۔

اور (فراموش نہ کریں یہ لوگ) وہ دن جب کہ وہ ان کو پُکارے گا اور پُوچھے گا کہ "جو رسُول بھیجے گئے تھے اُنھیں تم نے کیا جواب دیا تھا"؟ اُس وقت کوئی جواب اِن کو نہ سُوجھے گا اور نہ یہ آپس میں ایک دُوسرے سے پُوچھ ہی سکیں گے۔ البتہ جس نے آج توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک

ہو اور جس کے کھو جانے کے خطرے سے باطل پر جمنا اور حق سے منہ موڑنا چاہتے ہو، یہی چیز کبھی عاد اور ثمود اور دوسری قوموں کو بھی حاصل تھی۔ پھر کیا یہ چیز ان کو تباہی سے بچا سکی؟

[۱۸] یہ ان کے عذر کا تیسرا جواب ہے۔ پہلے جو قومیں تباہ ہوئیں ان کے لوگ ظالم ہو چکے تھے۔ مگر خدا نے ان کو تباہ کرنے سے پہلے اپنے رسول بھیج کر انہیں مُتنبّہ کیا اور جب ان کی تنبیہ پر بھی وہ اپنی کج روی سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیا۔ یہی معاملہ اب تمہیں درپیش ہے۔

[۱۹] اس سے مراد وہ شیاطین جن و انس ہیں جن کو دنیا میں خدا کا شریک بنایا گیا تھا جن کی بات کے مقابلے میں خدا اور اس کے رسُولوں کی بات کو رَدّ کیا گیا تھا اور جن کے اعتماد پر صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر زندگی کے غلط راستے اختیار کیے گئے تھے۔ ایسے لوگوں کو خواہ کسی نے اِلٰہ اور ربّ کہا ہو یا نہ کہا ہو، بہرحال جب ان کی پیروی و اطاعت اس طرح کی گئی جیسی خدا کی ہونی چاہیے تو لازماً انہیں خدائی میں شریک کیا گیا۔

[۲۰] یعنی یہ ہمارے نہیں بلکہ اپنے ہی نفس کے بندے بنے ہوئے تھے۔

عمل کیے وہی یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہاں فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔

تیرا ربّ پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، یہ انتخاب اِن لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور بہت بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ تیرا ربّ جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چُھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہی ایک اللہ ہے جس کے سِوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ اے نبیؐ، اِن سے کہو کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ کے سِوا وہ کونسا معبُود ہے جو تمھیں روشنی لا دے؟ کیا تم سُنتے نہیں ہو اِن سے پوچھو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دِن طاری کر دے تو اللہ کے سِوا وہ کونسا معبُود ہے جو تمھیں رات لا دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ یہ اُسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمھارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم (رات میں) سکون حاصل کرو اور (دن کو) اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو، شاید کہ تم شکرگزار بنو۔

(یاد رکھیں یہ لوگ) وہ دن جب کہ وہ اِنھیں پُکارے گا پھر پُوچھے گا ”کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تم گمان رکھتے تھے“؟ اور ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ نکال لائیں گے پھر کہیں گے کہ ”لاؤ اب اپنی دلیل“۔ اُس وقت اِنھیں معلوم ہو جائے گا کہ حق اللہ کی طرف ہے، اور گُم ہو جائیں گے اِن کے وہ سارے جھوٹ

CS CamScanner

جو انھوں نے گھڑ رکھے تھے۔ ع

یہ ایک واقعہ ہے کہ قارون موسیٰؑ کی قوم کا ایک شخص تھا، پھر وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہو گیا۔ اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقت ور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اُٹھا سکتی تھی۔ ایک دفعہ جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا ’’پھُول نہ جا، اللہ پھُولنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دُنیا میں سے بھی اپنا حصّہ فراموش نہ کر۔ احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘ تو اُس نے کہا ’’یہ سب کچھ تو مجھے اُس عِلم کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھ کو حاصل ہے‘‘۔ کیا اس کو یہ عِلم نہ تھا کہ اللہ اس سے پہلے بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ قوّت اور جمعیت رکھتے تھے؟ مجرموں سے تو ان کے گناہ نہیں پُوچھے جاتے۔[۲۱]

ایک روز وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے پُورے ٹھاٹھ میں نکلا۔ جو لوگ حیاتِ دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے ’’کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے، یہ تو بڑا نصیبے والا ہے۔‘‘ مگر جو لوگ عِلم رکھنے والے تھے وہ کہنے لگے ’’افسوس تمھارے حال پر، اللہ کا ثواب بہتر ہے اُس شخص کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو‘‘۔

---

[۲۱] یعنی مُجرم تو یہی دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے لوگ ہیں۔ وہ کب مانا کرتے ہیں کہ ان کے اندر کوئی برائی ہے مگر ان کی سزا ان کے اپنے اعتراف پر منحصر نہیں ہوتی۔ انہیں جب پکڑا جاتا ہے تو ان سے پُوچھ کر نہیں پکڑا جاتا کہ بتاؤ تمہارے گناہ کیا ہیں۔

CS CamScanner

آخر کار ہم نے اسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ پھر کوئی اُس کے حامیوں کا گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کو آتا اور نہ وہ خود اپنی مدد آپ کر سکا۔ اب وہی لوگ جو کل اُس کی منزلت کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے "افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے۔ اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا۔ افسوس ہم کو یاد نہ رہا کہ کافر فلاح نہیں پایا کرتے"۔ ع

وہ آخرت کا[۲۲] گھر تو ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی متّقین ہی کے لیے ہے۔ جو کوئی بھلائی لے کر آئے گا اس کے لیے اس سے بہتر بھلائی ہے، اور جو بُرائی لے کر آئے تو بُرائیاں کرنے والوں کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے عمل وہ کرتے تھے۔

اے نبیؐ، یقین جانو کہ جس نے یہ قرآن تم پر فرض کیا ہے[۲۳] وہ تمھیں ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے۔ اِن لوگوں سے کہہ دو کہ "میرا ربّ خوب جانتا ہے کہ ہدایت لے کر کون آیا ہے اور کُھلی گمراہی میں کون مُبتلا ہے"۔ تم اس بات کے ہرگز اُمیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی، یہ تو محض تمھارے ربّ کی مہربانی سے (تم پر نازل ہوئی ہے)، پس تم کافروں کے مددگار نہ بنو۔

---

[۲۲] مراد ہے جنت جو حقیقی فلاح کا مقام ہے۔

[۲۳] یعنی اس قرآن کو خلقِ خدا تک پہنچانے اور اس کی تعلیم دینے اور اس کی ہدایت کے مطابق دنیا کی اصلاح کرنے کی ذِمہ داری تم پر ڈالی ہے۔

CS CamScanner

اور ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ اللہ کی آیات جب تم پر نازل ہوں تو کفار تمھیں اُن سے باز رکھیں۔ اپنے ربّ کی طرف دعوت دو اور ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہو اور اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبُود کو نہ پُکارو۔ اُس کے سِوا کوئی معبُود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس ذات کے۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہوع۔

سُورۂ عَنکبُوت (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا۔ل۔م۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو اِن سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جُھوٹے کون۔

اور کیا وہ لوگ جو بُری حرکتیں کر رہے ہیں[۱] یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے؟ بڑا غلط حکم ہے جو وہ لگا رہے ہیں۔

جو کوئی اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہو (اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ کا مقرّر کیا ہُوا وقت آنے ہی والا ہے، اور اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی بھلے کے لیے کرے گا۔ [۲] اللہ یقیناً دنیا جہاں والوں سے بے نیاز ہے۔[۳]

---

[۱] اندازِ کلام سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ ظالم ہیں جو ایمان لانے والوں پر ستم توڑ رہے تھے اور اسلام کی دعوت کو زک پہنچانے کے لیے بُرے سے بُرے ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے۔

[۲] مجاہدہ سے مراد ہے کفار کے مقابلہ میں دینِ حق کا عَلَم بلند کرنے اور رکھنے کے لیے جان لڑانا۔

[۳] یعنی اللہ اس مجاہدے کا مطالبہ تم سے اس لیے نہیں کر رہا ہے کہ اس کی اپنی کوئی ضرورت معاذ اللہ اس سے اٹکی ہوئی ہے، بلکہ یہ تمہاری اپنی اخلاقی و رُوحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔

CS CamScanner

اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک اعمال کریں گے اُن کی برائیاں ہم اُن سے دُور کر دیں گے اور انھیں اُن کے بہترین اعمال کی جزاء دیں گے۔

ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تُو میرے ساتھ کسی ایسے (معبُود) کو شریک ٹھیرائے جسے تُو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔ [۴] میری ہی طرف تم سب کو پلٹ کر آنا ہے، پھر میں تم کو بتا دوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور جنھوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے اُن کو ہم ضرور صالحین میں داخل کریں گے۔

لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر۔ مگر جب وہ اللہ کے معاملہ میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔ اب اگر تیرے ربّ کی طرف سے فتح و نصرت آ گئی تو یہی شخص کہے گا کہ "ہم تو تمھارے ساتھ تھے"۔ کیا دنیا والوں کے دِلوں کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں ہے؟ اور اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہی ہے کہ ایمان لانے والے کون ہیں اور منافق کون۔

یہ کافر لوگ ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریقے کی پیروی کرو اور تمھاری خطاؤں کو ہم اپنے اُوپر لے لیں گے۔ حالانکہ اُن کی خطاؤں میں سے کچھ بھی وہ اپنے اوپر لینے والے نہیں ہیں، وہ قطعاً جُھوٹ کہتے ہیں۔ ہاں ضرور وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی۔ [۵] اور قیامت کے روز یقیناً ان سے اُن افترا پردازیوں کی باز پرس ہوگی جو وہ کرتے رہے ہیں۔ ع

---

[۴] جو نوجوان مکّہ میں ایمان لائے تھے ان کے والدین ان پر دباو ڈال رہے تھے کہ وہ ایمان سے باز آ جائیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ والدین کے حقوق اپنی جگہ پر، مگر ان کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کے راستے سے اولاد کو روکیں۔

[۵] یعنی ایک بوجھ خود گمراہ ہونے کا اور دوسرے بوجھ دوسروں کو گمراہ کرنے یا گمراہی پر مجبور کرنے کے۔

ہم نے نُوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ پچاس کم ایک ہزار برس اُن کے درمیان رہا۔ آخر کار اُن لوگوں کو طوفان نے آ گھیرا اِس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ پھر نوحؑ کو اور کشتی والوں کو ہم نے بچا لیا اور اُسے دنیا والوں کے لیے ایک نشانِ عبرت بنا کر رکھ دیا۔[۲]

اور ابراہیمؑ کو بھیجا جب کہ اُس نے اپنی قوم سے کہا: ’’اللہ کی بندگی کرو اور اُس سے ڈرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جنھیں پُوج رہے ہو وہ تو محض بُت ہیں اور تم ایک جُھوٹ گھڑ رہے ہو۔ درحقیقت اللہ کے سِوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمھیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور اُسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔ اور اگر تم جُھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جُھٹلا چکی ہیں، اور رسُولؐ پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذِمہ داری نہیں ہے‘‘۔

کیا اِن لوگوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں ہے کہ کس طرح اللہ خلق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ یقیناً یہ (اعادہ تو) اللہ کے لیے آسان تر ہے۔ اِن سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اُس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے، پھر اللہ بار دیگر بھی زندگی بخشے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جسے چاہے سزا دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے، اُسی کی

---

[۲] یعنی اس کشتی کو یا قومِ نوحؑ پر عذاب کے اس واقعہ کو نشانِ عبرت بنا دیا۔

طرف تم پھیرے جانے والے ہو۔ تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں، اور اللہ سے بچانے والا کوئی سرپرست اور مددگار تمھارے لیے نہیں ہے۔ ع جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا اور اس سے ملاقات کا انکار کیا ہے وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں [۷] اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

پھر ابراہیمؑ کی قوم کا جواب اِس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اُنھوں نے کہا "قتل کر دو اِسے یا جلا ڈالو اِس کو" آخر کار اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لانے والے ہیں۔ اور اُس نے کہا تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بُتوں کو اپنے درمیان محبّت کا ذریعہ بنا لیا ہے [۸] مگر قیامت کے روز تم ایک دُوسرے کا انکار اور ایک دُوسرے پر لعنت کرو گے اور آگ تمھارا ٹھکانا ہو گی اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہو گا۔" اُس وقت لُوطؑ نے اُس کو مانا۔ اور ابراہیمؑ نے کہا میں اپنے ربّ

---

[۷] یعنی ان کا کوئی حصہ میری رحمت میں نہیں ہے۔ ان کے لیے کوئی گنجائش اس امر کی نہیں ہے کہ وہ میری رحمت میں سے حصہ پانے کی اُمید رکھ سکیں اور جب انہوں نے آخرت ہی کا انکار کر دیا اور یہ تسلیم ہی نہ کیا کہ انہیں کبھی خدا کے حضور پیش ہونا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے خدا کی بخشش و مغفرت کے ساتھ کوئی رشتۂ اُمید سرے سے وابستہ ہی نہیں کیا ہے۔

[۸] یعنی تم نے خدا پرستی کے بجائے بُت پرستی کی بنیاد پر اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر کر لی ہے جو دنیوی زندگی کی حد تک تمہارا قومی شیرازہ باندھ سکتی ہے۔ اس لیے کہ یہاں کسی عقیدے پر بھی لوگ جمع ہو سکتے ہیں خواہ حق ہو یا باطل۔ اور ہر اتفاق و اجتماع، چاہے وہ کیسے ہی غلط عقیدے پر ہو، باہم دوستیوں، رشتہ داریوں، برادریوں اور دوسرے تمام مذہبی، معاشرتی و تمدنی اور معاشی و سیاسی تعلقات کے قیام کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

کی طرف ہجرت کرتا ہوں، وہ زبردست ہے اور حکیم ہے۔ اور ہم نے اُسے اسحاقؑ اور یعقوبؑ (جیسی اولاد) عنایت فرمائی اور اس کی نسل میں نبوّت اور کتاب رکھ دی، اور اسے دنیا میں اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔

اور ہم نے لُوطؑ کو بھیجا جب کہ اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''تم تو وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔ کیا تمھارا حال یہ ہے کہ مَردوں کے پاس جاتے ہو، اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرے کام کرتے ہو''؟ پھر کوئی جواب اُس کی قوم کے پاس اِس کے سوا نہ تھا کہ اُنھوں نے کہا ''لے آ اللہ کا عذاب اگر تُو سچا ہے''۔ لُوطؑ نے کہا ''اے میرے ربّ، اِن مفسدوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔'' ع

اور جب ہمارے فرستادے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو انھوں نے اُس سے کہا ''ہم اِس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، [۹] اس کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں''۔ ابراہیمؑ نے کہا ''وہاں تو لُوطؑ موجود ہے''۔ انھوں نے کہا ''ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہے۔ ہم اُسے، اور اُسکی بیوی کے سوا،

---

[۹] ''اس بستی'' کا اشارہ قومِ لُوط کے علاقے کی طرف تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اس وقت فلسطین کے شہر حَبْرون (موجودہ الخلیل) میں رہتے تھے اس شہر کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر بحیرہ مردار کا وہ حصہ واقع ہے جہاں پہلے قومِ لُوط آباد تھی اور اب جس پر بحیرہ کا پانی پھیلا ہُوا ہے۔ یہ علاقہ نشیب میں واقع ہے اور حَبْرون کی بلند پہاڑیوں پر سے صاف نظر آتا ہے۔ اسی لیے فرشتوں نے اس کی طرف اشارہ کر کے حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا کہ ''ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں''۔

اس کے باقی سب گھر والوں کو بچالیں گے‘‘۔ اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

پھر جب ہمارے فرستادے لُوطؑ کے پاس پہنچے تو اُن کی آمد پر وہ سخت پریشان اور دل تنگ ہُوا۔ اُنھوں نے کہا ’’نہ ڈرو اور نہ رنج کرو۔ ہم تمھیں اور تمھارے گھر والوں کو بچالیں گے، سوائے تمھاری بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ ہم اِس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اُس فسق کی بدولت جو یہ کرتے رہے ہیں‘‘۔ اور ہم نے اُس بستی کی ایک کُھلی نشانی چھوڑ دی ہے[۱۰] اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور مَدیَن کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ اُس نے کہا ’’اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو اور روزِ آخر کے امیدوار رہو اور زمین میں مفسِد بن کر زیادتیاں نہ کرتے پھرو‘‘۔ مگر انھوں نے اسے جھٹلا دیا۔ آخر کار ایک سخت زلزلے نے انھیں آلیا اور وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔

اور عاد و ثمود کو ہم نے ہلاک کیا، تم وہ مقامات دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہتے تھے۔ اُن کے اعمال کو شیطان نے ان کے لیے خوشنما بنادیا اور انہیں راہِ راست سے برگشتہ کر دیا حالانکہ وہ ہوش گوش رکھتے تھے۔ اور قارون و فرعون و ہامان کو ہم نے ہلاک کیا۔

---

[۱۰] اس کھلی نشانی سے مراد ہے۔ بحیرہ مردار جسے بحرِ لُوط بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر کفارِ مکہ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے کہ اس ظالم قوم پر اس کے کرتُوتوں کی بدولت جو عذاب آیا تھا اس کی ایک نشانی آج بھی شاہراہِ عام پر موجود ہے جسے تم شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں جاتے ہوئے شب و روز دیکھتے ہو۔

موسیٰؑ اُن کے پاس بیّنات لے کر آیا، مگر انھوں نے زمین میں اپنی بڑائی کا زعم کیا، حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے۔ آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہَوا بھیجی، اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا، اور کسی کو ہم نے زمین میں دَھنسا دیا، اور کسی کو غرق کر دیا۔ اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنا لیے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ عِلم رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جس چیز کو بھی پُکارتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے اور وہی زبردست اور حکیم ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لیے دیتے ہیں، مگر اِن کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو عِلم رکھنے والے ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے، درحقیقت اِس میں ایک نشانی ہے۔ اہلِ ایمان کے لیے۔ ع

(اے نبیؐ) تلاوت کرو اُس کتاب کی جو تمھاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذِکر اِس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے۔[۱۱]

---

[۱۱] مطلب یہ ہے کہ فحش کاموں سے روکنا تو ایک چھوٹی چیز ہے، اللہ کے ذِکر، یعنی نماز کی برکات اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔

CS CamScanner

اللہ جانتا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔

اور اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے۔ سوائے اُن لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم ہوں۔[۱۲] اور اُن سے کہو "کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اُس چیز پر بھی جو تمھاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمھارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے مُسلم (فرماں بردار) ہیں۔" (اے نبیؐ) ہم نے اِسی طرح تمھاری طرف کتاب نازل کی ہے،[۱۳] اِس لیے وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اِس پر ایمان لاتے ہیں،[۱۴] اور اِن لوگوں میں سے بھی بہت سے اِس پر ایمان لا رہے ہیں،[۱۵] اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

(اے نبیؐ) تم اِس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے دلوں میں جنھیں علم بخشا گیا ہے،[۱۶] اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ "کیوں نہ اُتاری گئیں اِس شخص پر نشانیاں اس کے ربّ کی طرف سے"؟ کہو "نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر"۔

---

[۱۲] یعنی جو لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں ان کے ساتھ ان کے ظلم کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف رویہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ہر حال میں اور ہر طرح کے لوگوں کے مقابلہ میں نرم و شیریں ہی نہ بنے رہنا چاہیے کہ دنیا داعیِ حق کی شرافت کو کمزوری اور مسکنت سمجھ بیٹھے۔ اسلام اپنے پیروؤں کو شائستگی، شرافت اور معقولیت تو ضرور سکھاتا ہے مگر عاجزی و مسکینی نہیں سکھاتا کہ وہ ہر ظالم کے لیے نرم چارہ بن کر رہیں۔

[۱۳] اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح پہلے انبیاءؑ پر ہم نے کتابیں نازل کی تھیں۔ اِسی طرح اب یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم نے اسی تعلیم کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے کہ ہماری پچھلی کتابوں کا انکار کر کے نہیں بلکہ اُن سب کا اِقرار کرتے ہوئے اِسے مانا جائے۔

[۱۴] سیاق و سباق خود بتا رہا ہے کہ اِس سے مراد تمام اہلِ کتاب نہیں ہیں بلکہ وہ اہلِ کتاب ہیں جن کو کُتبِ الٰہیہ کا صحیح علم و فہم نصیب ہُوا تھا، جو حقیقی معنی میں اہلِ کتاب تھے۔

[۱۵] ان لوگوں کا اشارہ اہلِ عرب کی طرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق پسند لوگ ہر جگہ اِس پر ایمان لا رہے ہیں خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا غیر اہلِ کتاب میں سے۔

[۱۶] یعنی ایک اُمّی کا قرآن جیسی کتاب پیش کرنا اور یکا یک ان غیر معمولی کمالات کا مظاہرہ کرنا جن کے لیے کسی سابقہ تیاری کے آثار کبھی کسی کے مشاہدے میں نہیں آئے دانش و بینش رکھنے والوں کی نگاہ میں اُس

اور کیا اِن لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انھیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اِس میں رحمت ہے اور نصیحت اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ ع (اے نبیؐ) کہو کہ "میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہی کے لیے کافی ہے وہ آسمانوں اور زمین میں سب کچھ جانتا ہے۔ جو لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ سے کفر کرتے ہیں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

یہ لوگ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا۔ اور یقیناً (اپنے وقت پر) وہ آکر رہے گا اچانک، اِس حال میں انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ یہ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، حالاں کہ جہنّم اِن کافروں کو گھیرے میں لے چکی ہے (اور انہیں پتہ چلے گا) اُس روز جبکہ عذاب انہیں اُوپر سے بھی ڈھانک لے گا اور پاؤں کے نیچے سے بھی اور کہے گا کہ اب چکھو مزا اُن کرتُوتوں کا جو تم کرتے تھے۔

اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، میری زمین وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی بجالاؤ۔ [۱۷] ہر متنفّس کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اِن کو ہم جنّت کی بلند و بالا عمارتوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔

کی پیغمبری پر دلالت کرنے والی روشن ترین نشانیاں ہیں۔

[۱۷] یہ اشارہ ہے ہجرت کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مکّے میں خدا کی بندگی کرنی مشکل ہو رہی ہے تو مُلک چھوڑ کر نکل جاؤ، خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔ جہاں بھی تم خدا کے بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔

اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رِزق اُٹھائے نہیں پھرتے، اللہ اُن کو رزق دیتا ہے اور تمھارا رازِق بھی وہی ہے وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔

اگر تم [۱۸] اِن لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سُورج کو کس نے مسخّر کر رکھا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کدِھر سے دھوکا کھا رہے ہیں؟ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رِزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر تم اِن سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مُردہ پڑی ہوئی زمین کو جِلا اٹھایا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ کہو، الحمدلِلّٰہ، [۱۹] مگر اِن میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ ع

اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا۔ اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے، کاش یہ لوگ جانتے۔ جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالِص کر کے اُس سے دُعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ اِنھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک یہ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ اللہ کی دی ہوئی نجات پر اُس کا کفرانِ نعمت کریں اور (حیاتِ دنیا کے) مزے لُوٹیں۔ اچھا عنقریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔ کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پُرامن حرم بنا دیا ہے حالانکہ اِن کے گرد و پیش لوگ اُچک لیے جاتے ہیں؟ [۲۰]

---

[۱۸] یہاں سے پھر کلام کا رُخ کفارِ مکہ کی طرف مڑتا ہے۔

[۱۹] اس مقام پر الحمدلِلّٰہ کا لفظ دو معنی دے رہا ہے ایک یہ کہ جب یہ سارے کام اللہ کے ہیں تو پھر حمد کا مستحق بھی صرف وہی ہے، دوسروں کو حمد کا اِستحقاق کہاں سے پہنچ گیا؟ دوسرے یہ کہ خدا کا شکر ہے، اس بات کا اِعتراف تم خود بھی کرتے ہو۔

[۲۰] یعنی کیا اِن کے شہر مکہ کو جس کے دامن میں انہیں کمال درجے کا امن میسّر ہے، کسی لات یا ہُبل نے حرم بنایا ہے؟ کیا کسی دیوتا یا دیوی کی یہ قدرت تھی کہ ڈھائی ہزار سال سے عرب کی انتہائی بدامنی کے ماحول میں اس جگہ کو تمام فتنوں اور فسادوں سے محفوظ رکھتا؟ اس کی حُرمت کو برقرار رکھنے والے ہم نہ تھے تو اور کون تھا؟

CS CamScanner

کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران کرتے ہیں؟ اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جُھٹلائے جب کہ وہ اس کے سامنے آ چکا ہو؟ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنّم ہی نہیں ہے؟ جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔[۲۱] اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے۔ ع

سُورۂ رُوم (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان، اور رحم فرمانے والا ہے

ا۔ل۔م۔ رُومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں، اور اپنی اِس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے۔[۱] اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور وہ دن وہ ہوگا جب کہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔[۲] اللہ نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے، اور وہ زبردست اور رحیم ہے۔ یہ وعدہ اللہ نے کیا ہے، اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں۔ کیا انھوں نے کبھی اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا؟

---

[۲۱] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ دنیا بھر سے کش مکش کا خطرہ مول لے لیتے ہیں اُنہیں اللہ تعالیٰ ان کے حال پر نہیں چھوڑ دیتا بلکہ وہ ان کی دستگیری و رہنمائی فرماتا ہے اور اپنی طرف آنے کی راہیں ان کے لیے کھول دیتا ہے وہ قدم قدم پر انہیں بتاتا ہے کہ ہماری خوشنودی تم کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔ ہر ہر موڑ پر انہیں روشنی دکھاتا ہے کہ راہِ راست کدھر ہے اور غلط راستے کون سے ہیں۔ جتنی نیک نیتی اور خیر طلبی ان میں ہوتی ہے اتنی ہی اللہ کی مدد اور توفیق اور ہدایت بھی ان کے ساتھ رہتی ہے۔

[۱] یہ اشارہ اس لڑائی کی طرف ہے جو اس زمانے میں رُوم اور ایران کی سلطنتوں کے درمیان ہو رہی تھی۔ اس وقت رُومی بُری طرح شکست کھا گئے تھے اور کوئی خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اب یہ پھر اُٹھ سکیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ پیشین گوئی فرما دی کہ چند سال میں رُومی پھر غالب آ جائیں گے۔

[۲] یہ ایک دوسری پیشین گوئی تھی اس کے معنی لوگوں کی سمجھ میں اس وقت آئے جب جنگِ بدر میں اِدھر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور رُوم اور ایران کی جنگ میں اُدھر رُومی غالب آئے۔

CS CamScanner

اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور اُن ساری چیزوں کو جو اُن کے درمیان ہیں برحق اور ایک مدّتِ مقرر ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر بہت سے لوگ اپنے ربّ کی ملاقات کے منکر ہیں۔[۳] اور کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ اِنھیں اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں؟ وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے، اُنھوں نے زمین کو خوب اُدھیڑا تھا اور اُسے اتنا آباد کیا تھا جتنا اِنھوں نے نہیں کیا ہے۔ اُن کے پاس اُن کے رسُول روشن نشانیاں لے کر آئے۔ پھر اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔ آخر کار جن لوگوں نے بُرائیاں کی تھیں ان کا انجام بہت بُرا ہُوا، اس لیے کہ اُنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ اُن کا مذاق اڑاتے تھے۔ ع

اللہ ہی خلق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اِعادہ کرے گا، پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔ اور جب وہ ساعت برپا ہوگی اُس دن مجرم ہَک دَک رہ جائیں گے۔[۴] اُن کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور وہ اپنے شریکوں کے منکر ہو[۵] جائیں گے۔ جس روز وہ ساعت برپا ہوگی، اُس دن (سب انسان) الگ گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں وہ ایک باغ میں شاداں وفرحاں رکھے جائیں گے،

---

[۳] یعنی اگر انسان نظامِ کائنات کو بنظرِ غور دیکھے تو اسے دو حقیقتیں نمایاں نظر آئیں گی: ایک یہ کہ یہ کسی کھلنڈرے کا کھلونا نہیں ہے بلکہ ایک مبنی بر حکمت اور با مقصد نظام ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ ازلی وابدی نظام نہیں ہے بلکہ ایک وقت لازماً اِسے ختم ہونا ہے۔ یہ دونوں باتیں آخرت پر دلالت کرتی ہیں مگر لوگ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اُس کا انکار کرتے ہیں۔

[۴] اصل میں مُبْلِسُون کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ اِبلاس کے معنی ہیں مایوسی اور صدمے کی بنا پر کسی شخص کا گُم سُم ہو جانا، دَم بخود رہ جانا۔

[۵] یعنی اس وقت یہ مشرکین خود اس بات کا اقرار کریں گے کہ ہم ان کو خدا کا شریک ٹھیرانے میں غلطی پر تھے۔

اور جنھوں نے کفر کیا ہے اور ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جُھٹلایا ہے وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔

پس تسبیح کرو اللہ کی جب کہ تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔ آسمانوں اور زمین میں اُس کے لیے حمد ہے اور (تسبیح کرو اس کی) تیسرے پہر اور جب کہ تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔[۲] وہ زندہ کو مُردے میں سے نکالتا ہے اور مُردے کو زندہ میں سے نکال لاتا ہے اور زمین کو اُس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اِسی طرح تم لوگ بھی (حالتِ موت) سے نکال لیے جاؤ گے۔ ع

اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر یکا یک تم بشر ہو کہ (زمین میں) پھیلتے چلے جا رہے ہو۔

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم اُن کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانش مند لوگوں کے لیے۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے تمھارا رات اور دن کو سونا اور تمھارا اُس کے فضل کو تلاش کرنا ہے۔ یقیناً اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غور سے) سُنتے ہیں۔

---

[۲] اس آیت میں نماز کے چار اوقات کی طرف صاف اشارہ ہے فجر، مغرب، عصر، ظہر اس کے ساتھ سورۂ ہُود آیت ۱۱۴، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۸ اور سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۰ کو پڑھا جائے تو نماز کے پانچوں اوقات کا حکم نکل آتا ہے۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمھیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی۔ اور آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اُس کے ذریعہ سے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جونہی کہ اُس نے تمھیں زمین سے پکارا بس ایک ہی پکار میں اچانک تم نکل آؤ گے آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اُس کے بندے ہیں۔ سب کے سب اُسی کے تابع فرمان ہیں۔ وہی ہے جو تخلیق کی اِبتدا کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور یہ اُس کے لیے آسان تر ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے برتر ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔ ع

وہ تمھیں خود تمھاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے کیا تمھارے اُن غلاموں میں سے جو تمھاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیے ہوئے مال و دولت میں تمھارے ساتھ برابر کے شریک ہوں اور تم اُن سے اُس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو۔ [۷] اس طرح ہم آیات کھول کر پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ مگر یہ ظالم بے سمجھے بُوجھے اپنے تخیلات کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ اب کون اُس شخص کو راستہ دِکھا سکتا ہے جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو؟ ایسے لوگوں کا تو کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔

---

[۷] یہ وہی مضمون ہے جو سورۂ نحل آیت ۲۶ میں گزر چکا ہے۔ دونوں جگہ اِستدلال یہ ہے کہ جب تم اپنے مال میں اپنے غلاموں کو شریک نہیں کرتے تو تمہاری سمجھ میں کیسے یہ بات آتی ہے کہ خدا اپنی خدائی میں اپنے بندوں کو شریک کرے گا؟

CS CamScanner

پس (اے نبیؐ، اور نبیؐ کے پیروؤ) یک سُو ہو کر اپنا رُخ اِس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اُس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، [۸] یہی بالکل راست اور درست دِین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (قائم ہو جاؤ اِس بات پر) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے، اور ڈرو اُس سے، اور نماز قائم کرو، اور نہ ہو جاؤ اُن مشرکین میں سے جنھوں نے اپنا اپنا دِین الگ بنا لیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اُسی میں وہ مگن ہے۔

لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب اِنھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے ربّ کی طرف رجوع کر کے اُسے پکارتے ہیں، پھر جب وہ کچھ اپنی رحمت کا ذائقہ اِنھیں چکھا دیتا ہے تو یکا یک ان میں سے کچھ لوگ شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ ہمارے کیے ہوئے احسان کی ناشکری کریں۔ اچھا، مزے کر لو، عن قریب تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ کیا ہم نے کوئی سَنَد اور دلیل اِن پر نازل کی ہے جو شہادت دیتی ہو اُس شرک کی صداقت پر جو یہ کر رہے ہیں؟

جب ہم لوگوں کو رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو وہ اِس پر پھُول جاتے ہیں۔ اور جب اِن کے اپنے کیے کرتُوتوں سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یکا یک وہ مایوس ہونے لگتے ہیں۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ ہی رِزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کا چاہتا ہے)؟ یقیناً اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں۔

---

[۸] یعنی خدا نے انسان کو اپنا بندہ بنایا ہے اور اپنی ہی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ ساخت کسی کے بدلے نہیں بدل سکتی۔ نہ آدمی بندہ سے غیر بندہ بن سکتا ہے نہ کسی غیر اللہ کو اللہ بنا لینے سے وہ حقیقت میں اس کا اللہ بن سکتا ہے۔ انسان خواہ اپنے کتنے ہی معبود بنا بیٹھے، لیکن یہ امرِ واقعہ اپنی جگہ اٹل ہے کہ وہ ایک خدا کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہے۔ دوسرا ترجمہ اس آیت کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں تبدیلی نہ کی جائے"۔ یعنی اللہ نے جس فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے اس کو بگاڑنا اور مسخ کرنا درست نہیں ہے۔

پس (اے مومن) رشتہ دار کو اُس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو (اس کا حق)۔[۹] یہ طریقہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ جو سُود تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے، اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا،[۱۰] اور جو زکوۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو، اسی کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔

اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا۔ کیا تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو اِن میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ ع خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے[۱۱] تاکہ مزا چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آئیں۔ پس (اے نبیؐ) اِن سے کہو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا انجام ہو چکا ہے، اِن میں سے اکثر مشرک ہی تھے۔ (اَے نبیؐ) اپنا رُخ مضبوطی کے ساتھ جمادو اِس دینِ راست کی سمت میں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس کے ٹل جانے کی کوئی صورت اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اُس دن لوگ پھٹ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔ جس نے کفر کیا ہے اُس کے کفر کا وبال اُسی پر ہے، اور جن لوگوں نے نیک عمل کیا ہے

---

[۹] یہ نہیں فرمایا کہ رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو خیرات دے۔ ارشاد یہ ہُوا ہے کہ یہ اُس کا حق ہے جو تجھے دینا چاہیے، اور حق ہی سمجھ کر تُو اسے دے۔

[۱۰] قرآن مجید میں یہ پہلی آیت ہے جو سُود کی مذمت میں نازل ہوئی۔ بعد کے احکام کے لیے ملاحظہ ہو آلِ عمران آیت ۱۳۰، البقرہ آیات ۲۷۵ تا ۲۸۱۔

[۱۱] یہ اشارہ اُس جنگ کی طرف ہے جو اُس زمانے میں دنیا کی دو عظیم طاقتوں ایران اور رُوم کے درمیان برپا تھی۔

CS CamScanner

وہ اپنے ہی لیے (فلاح کا راستہ) صاف کر رہے ہیں تاکہ اللہ ایمان لانے والوں اور عملِ صالح کرنے والوں کو اپنے فضل سے جزا دے۔ یقیناً وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے بشارت دینے کے لیے اور تمھیں اپنی رحمت سے بہرہ مند کرنے کے لیے اور اِس غرض کے لیے کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تم اُس کا فضل تلاش کرو اور اُس کے شکر گزار بنو۔ اور ہم نے تم سے پہلے رسُولوں کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے۔ پھر جنھوں نے جُرم کیا اُن سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادل اُٹھاتی ہیں، پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور انھیں ٹکڑیوں میں تقسیم کرتا ہے، پھر تُو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکے چلے آتے ہیں۔ یہ بارش جب وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکایک وہ خُوش وخُرم ہو جاتے ہیں حالانکہ اُس کے نزول سے پہلے وہ مایوس ہو رہے تھے۔ دیکھو اللہ کی رحمت کے اثرات کہ مُردہ پڑی ہوئی زمین کو وہ کس طرح جلا اٹھاتا ہے، یقیناً وہ مُردوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر ہم ایک ایسی ہَوا بھیج دیں جس کے اثر سے وہ اپنی کھیتی کو زرد پائیں تو وہ کفر کرتے رہ جاتے ہیں۔ [۱۲]

---

[۱۲] یعنی پھر وہ خدا کو کوسنے لگتے ہیں اور اُس پر الزام رکھنے لگتے ہیں کہ اس نے کیسی مصیبتیں ہم پر ڈال رکھی ہیں حالاں کہ جب خدا نے اُن پر نعمت کی بارش کی تھی اُس وقت انہوں نے شکر کے بجائے اس کی ناقدری کی تھی۔

CS CamScanner

(اے نبیؐ) تم مُردوں کو نہیں سُنا سکتے، نہ اُن بہروں کو اپنی پکار سُنا سکتے ہو [۱۳] جو پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہوں، اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر راہِ راست دکھا سکتے ہو۔ تم تو صرف اُنھی کو سُنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے اور سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ ع

اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمھاری پیدائش کی ابتدا کی، پھر اِس ضعف کے بعد تمھیں قوّت بخشی پھر اس قوّت کے بعد تمھیں ضعیف اور بُوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور جب وہ ساعت برپا ہوگی [۱۴] تو مُجرم قَسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھیرے ہیں، اِسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں دھوکا کھایا کرتے تھے۔ مگر جو علم اور ایمان سے بہرہ مند کیے گئے تھے وہ کہیں گے کہ خدا کے نوشتے میں تو تم روزِ حشر تک پڑے رہے ہو، سو یہ وہی روزِ حشر ہے، لیکن تم جانتے نہ تھے۔ پس وہ دن ہوگا جس میں ظالموں کو اُن کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی اور نہ اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔ [۱۵]

ہم نے اِس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے۔ تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ، جن لوگوں نے ماننے سے اِنکار کر دیا ہے وہ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہو۔ اس طرح ٹھپّہ لگا دیتا ہے اللہ اُن لوگوں کے دِلوں پر جو بے علم ہیں۔

---

[۱۳] یعنی اُن لوگوں کو جن کے ضمیر مر چکے ہیں۔

[۱۴] یعنی قیامت جس کے آنے کی خبر دی جا رہی ہے۔

[۱۵] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے "نہ اُن سے یہ چاہا جائے گا کہ اپنے ربّ کو راضی کرو"۔

پس (اے نبیؐ) صبر کرو، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور ہر گز ہلکا نہ پائیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے۔ [۱۴] ع

سُورۂ لُقمان (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا۔ل۔م۔ یہ کتابِ حکیم کی آیات ہیں، [۱] ہدایت اور رحمت نیکو کار لوگوں کے لیے، جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے ربّ کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔

اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلامِ دلفریب خرید کر لاتا ہے [۲] تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اِس راستے کی دعوت کو مذاق میں اُڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اُسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ اِس طرح رُخ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے اِنھیں سُنا ہی نہیں، گویا کہ اُس کے کان بہرے ہیں۔ اچھا، مژدہ سُنا دو اسے ایک دردناک عذاب کا۔ البتہ جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، اُن کے لیے نعمت بھری جنّتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

---

[۱۴] یعنی دشمن تم کو ایسا کمزور نہ پائیں کہ ان کے شور و غوغا سے تم دب جاؤ، یا اُن کی بہتان و افترا پردازیوں کی مہم سے تم مرعوب ہو جاؤ یا ان کی پھبتیوں اور طعنوں اور تضحیک و استہزاء سے تم پست ہمت ہو جاؤ، یا ان کی دھمکیوں اور طاقت کے مظاہروں اور ظلم و ستم سے تم ڈر جاؤ، یا ان کے دیے ہوئے لالچوں سے تم پھسل جاؤ۔

[۱] یعنی ایسی کتاب کی آیات جو حکمت سے لبریز ہے، جس کی ہر بات حکیمانہ ہے۔

[۲] اصل الفاظ ہیں "لھو الحدیث" یعنی ایسی بات جو آدمی کو اپنے اندر مشغول کر کے ہر دوسری چیز سے غافل کر دے۔ روایات میں بیان ہُوا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کے اثرات قریش کی ساری کوششوں کے باوجود پھیلنے سے نہ رُکے تو انہوں نے ایران سے رستم و اسفندیار کے قصے منگوا کر داستان گوئی کا سلسلہ شروع کیا اور گانے بجانے والی لونڈیوں کا انتظام کیا تا کہ لوگ ان چیزوں میں مشغول ہو کر حضورؐ کی بات نہ سُنیں۔

اُس نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ستونوں کے جو تم کو نظر آئیں۔ اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے تاکہ وہ تمھیں لے کر ڈھلک نہ جائے۔ اُس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیے اور آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسم قسم کی عمدہ چیزیں اُگا دیں۔ یہ تو ہے اللہ کی تخلیق، اب ذرا مجھے دکھاؤ، اِن دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ع

ہم نے لقمانؑ کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ کا شکر گزار رہو۔ جو کوئی شکر کرے اُس کا شکر اُس کے اپنے ہی لیے مفید ہے۔ اور جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔

یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا تو اُس نے کہا ”بیٹا، خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے“ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اُسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اُس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لیے ہم نے اُس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تُو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تُو نہیں جانتا[۳] تو اُن کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اُس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے، اُس وقت میں تمھیں بتا دوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔

---

[۳] یعنی جو تیرے علم میں میرا شریک نہیں ہے۔

(اور لقمان نے کہا تھا) کہ "بیٹا کوئی چیز رائی کے دانہ برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو اللہ اُسے نکال لائے گا۔ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔ بیٹا، نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر، اور جو مصیبت بھی پڑے اُس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ [۴] اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اِعتدال اختیار کر، اور اپنی آواز ذرا پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے"۔ ع

کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمھارے لیے مُسخّر کر رکھی ہیں [۵] اور اپنی کُھلی اور چُھپی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں؟ اِس پر حال یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اِس کے کہ ان کے پاس کوئی عِلم ہو، یا ہدایت، یا کوئی روشنی دِکھانے والی کتاب۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اُس چیز کی جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اُس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

---

[۴] دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔

[۵] کسی چیز کو کسی کے لیے مُسخّر کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ وہ چیز اُن کے تابع کر دی جائے اور اُسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اِس میں تصرّف کرے اور جس طرح چاہے اِسے اِستعمال کرے۔ دوسری یہ کہ اُس چیز کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اُس شخص کے لیے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایک ہی معنی میں مُسخّر نہیں کر دیا ہے، بلکہ بعض چیزیں پہلے معنی میں مُسخّر کی ہیں اور بعض دوسرے معنی میں مثلاً ہوا، پانی، مٹی، آگ، نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ بے شمار چیزیں پہلے معنی میں ہمارے لیے مُسخّر ہیں اور چاند سورج وغیرہ دوسرے معنی میں۔

کیا یہ اُنھی کی پیروی کریں گے خواہ شیطان اُن کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بُلاتا رہا ہو؟

جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دے اور عملاً وہ نیک ہو، اُس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا، اور سارے معاملات کا آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ اب جو کفر کرتا ہے اُس کا کفر تمھیں غم میں مُبتلا نہ کرے، اُنھیں پلٹ کر آنا تو ہماری ہی طرف ہے، پھر ہم اُنھیں بتا دیں گے کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔ یقیناً اللہ سینوں کے چُھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔ ہم تھوڑی مدّت اُنھیں دنیا میں مزے کرنے کا موقع دے رہے ہیں، پھر ان کو بے بس کر کے ایک سخت عذاب کی طرف کھینچ لے جائیں گے۔

اگر تم اِن سے پُوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہو الحمدِللہ۔ مگر اِن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ بے شک اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے سات مزید سمندر رُوشنائی مہیّا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی۔ [۶] بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ تم سارے انسانوں کو پیدا کرنا اور پھر دوبارہ جِلا اُٹھانا تو (اُس کے لیے) بس ایسا ہے جیسے ایک متنفّس کو (پیدا کرنا اور جِلا اُٹھانا)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہُوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں؟ اس نے سُورج اور چاند کو مُسَخّر کر رکھا ہے،

---

[۶] یہی مضمون ذرا مختلف الفاظ میں سورۂ کہف آیت ۱۰۹ میں گزر چکا ہے۔ اِس سے یہ تصوّر دلانا مقصود ہے کہ جو خدا اتنی بڑی کائنات کو وجود میں لایا ہے کہ اس کی قدرت کے کرشموں کی کوئی حد نہیں ہے اُس کی خدائی میں آخر کوئی مخلوق کیسے شریک ہو سکتی ہے۔

سب ایک وقتِ مقرر تک چلے جا رہے ہیں، [۷] اور (کیا تم نہیں جانتے) کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے؟ یہ سب کچھ اِس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اُسے چھوڑ کر جن دوسری چیزوں کو یہ لوگ پُکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں، اور (اس وجہ سے کہ) اللہ ہی بزرگ و برتر ہے۔ ع

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے؟ درحقیقت اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر اُس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو۔ اور جب (سمندر میں) اِن لوگوں پر ایک موج سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو یہ اللہ کو پُکارتے ہیں اپنے دین کو بالکل اُسی کے لیے خالص کر کے۔ پھر جب وہ بچا کر اِنھیں خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کوئی اِقتصاد برتتا ہے، [۸] اور ہماری نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو غدار اور ناشکرا ہے۔

لوگو، بچو اپنے ربّ کے غضب سے اور ڈرو اُس دن سے جب کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا۔ فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ [۹] پس یہ دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ اور نہ دھوکہ باز تم کو اللہ کے معاملے میں دھوکا دینے پائے۔

اُس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی مُتنفّس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے، اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کِس سرزمین میں اُس کو موت آنی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔ ع

---

[۷] یعنی ہر چیز کی جو مدّت عُمر مقرر کر دی گئی ہے اسی وقت تک وہ چل رہی ہے کوئی چیز بھی نہ ازلی ہے نہ ابدی۔

[۸] اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، اقتصاد کو اگر راست رَوی کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اِن میں سے کوئی وہ وقت گزر جانے کے بعد بھی توحید پر قائم رہتا ہے اور اگر اِسے توسط اور اعتدال کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ بعض لوگ اپنے شرک اور دہریت کے عقیدے میں اس شدت پر قائم نہیں رہتے یا بعض لوگوں کے اندر اخلاص کی وہ کیفیت ٹھنڈی پڑ جاتی ہے جو اُس وقت پیدا ہوئی تھی۔

[۹] یعنی قیامت کا وعدہ۔

سُورہ سجدۃ (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ا۔ل۔م۔ اِس کتاب کی تنزیل بلا شبہ ربّ العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اِس شخص نے اِسے خود گھڑ لیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ حق ہے تیرے ربّ کی طرف سے۔ تاکہ تُو مُتنبّہ کرے ایک ایسی قوم کو جس کے پاس تجھ سے پہلے کوئی متنبیہ کرنے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پا جائیں۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن ساری چیزوں کو جو اُن کے درمیان ہیں چھ دِنوں میں پیدا کیا اور اِس کے بعد عرش پر جلوہ فرما ہُوا، اُس کے سوا نہ تمھارا کوئی حامی و مددگار ہے اور نہ کوئی اُس کے آگے سفارش کرنے والا، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اِس تدبیر کی رُوداد اُوپر اُس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔[1] وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، زبردست اور رحیم۔ جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی۔ اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی، پھر اُس کی نسل ایک ایسے سَت سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے، پھر اِس کو نِک سُک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی رُوح پھُونک دی، اور تم کو کان دیے،

---

[1] یعنی تمھارے نزدیک جو ایک ہزار برس کی تاریخ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گویا ایک دن کا کام ہے جس کی اسکیم آج کارکنانِ قضا و قدر کے سپرد کی جاتی ہے اور کل وہ اس کی رُوداد اس کے حضور پیش کرتے ہیں تاکہ دوسرے دن (یعنی تمھارے حساب سے ایک ہزار برس) کا کام اُن کے سپرد کیا جائے۔

آنکھیں دیں اور دل دیے۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں: ''جب ہم مٹی میں رَل مل چکے ہوں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟'' اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے ربّ کی ملاقات کے منکر ہیں۔ اِن سے کہو ''موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تم کو پُورا کا پُورا اپنے قبضے میں لے لے گا اور پھر تم اپنے ربّ کی طرف پلٹا لائے جاؤ گے''۔ ع

کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مُجرم سر جھکائے اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہوں گے۔ (اُس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) ''اے ہمارے ربّ، ہم نے خوب دیکھ لیا اور سُن لیا، اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اب یقین آ گیا ہے۔'' (جواب میں ارشاد ہوگا) ''اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ مگر میری وہ بات پوری ہو گئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنّم کو جنّوں اور انسانوں، سب سے بھر دوں گا۔ پس اب چکھو مزا اپنی اِس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا، ہم نے بھی اب تمھیں فراموش کر دیا ہے۔ چکھو ہمیشگی کے عذاب کا مزا اپنے کرتُوتوں کی پاداش میں۔''

ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں یہ آیات سُنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبّر نہیں کرتے۔ اُن کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے ربّ کو خوف اور طمع کے ساتھ پُکارتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے اُنھیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اُن کے اعمال کی جزاء میں

اُن کے لیے چُھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی مُتَنَفِّس کو خبر نہیں ہے۔ بھلا کہیں یہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ اُس شخص کی طرح ہو جائے جو فاسق ہو؟ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اُن کے لیے تو جنّتوں کی قیام گاہیں ہیں، ضیافت کے طور پر اُن کے اعمال کے بدلے میں۔ اور جنھوں نے فِسق اختیار کیا ہے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب کبھی وہ اُس سے نکلنا چاہیں گے اُسی میں دھکیل دیے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ چکھو اب اُسی آگ کے عذاب کا مزا جس کو تم جُھٹلایا کرتے تھے۔

اُس بڑے عذاب سے پہلے ہم اِسی دنیا میں (کسی نہ کسی چھوٹے) عذاب کا مزا اِنھیں چکھاتے رہیں گے، شاید کہ یہ (اپنی باغیانہ رَوِش سے) باز آ جائیں۔ اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے ربّ کی آیات کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے اور پھر وہ اُن سے منہ پھیر لے۔ ایسے مُجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔ ع

اِس سے پہلے ہم موسیٰؑ کو کتاب دے چکے ہیں لہٰذا اُسی چیز کے ملنے پر تمھیں کوئی شک نہ ہونا چاہیے۔ اُس کتاب کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا، اور جب اُنھوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو ان کے اندر ہم نے ایسے پیشوا پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ یقیناً تیرا ربّ ہی قیامت کے روز اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں (بنی اسرائیل) باہم اختلاف کرتے رہے ہیں۔

اور کیا ان لوگوں کو (اِن تاریخی واقعات میں) کوئی ہدایت نہیں ملی کہ اِن سے پہلے کتنی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کی جگہوں میں آج یہ چلتے پھرتے ہیں؟ اِس میں بڑی نشانیاں ہیں، کیا یہ سُنتے نہیں ہیں؟ اور کیا اِن لوگوں نے یہ منظر کبھی نہیں دیکھا کہ ہم ایک بے آب وگیاہ زمین کی طرف پانی بہا لاتے ہیں اور پھر اُسی زمین سے وہ فصل اُگاتے ہیں جس سے اِن کے جانوروں کو بھی چارہ ملتا ہے اور یہ خود بھی کھاتے ہیں؟ تو کیا اِنھیں کچھ نہیں سُوجھتا؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ''یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو''؟ اِن سے کہو ''فیصلے کے دن ایمان لانا اُن لوگوں کے لیے کچھ بھی نافع نہ ہوگا جنہوں نے کفر کیا ہے اور پھر اُن کو کوئی مُہلت نہ ملے گی''۔ اچھا، اِنھیں، اِن کے حال پر چھوڑ دو اور انتظار کرو، یہ بھی منتظر ہیں۔ ع

سُورۂ اَحزَاب (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے نبیؐ! اللہ سے ڈرو اور کُفّار و منافقین کی اطاعت نہ کرو، حقیقت میں علیم اور حکیم تو اللہ ہی ہے۔ پیروی کرو اُس بات کی جس کا اشارہ تمھارے ربّ کی طرف سے تمھیں کیا جا رہا ہے، اللہ ہر اُس بات سے باخبر ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔ اللہ پر توکّل کرو، اللہ ہی وکیل ہونے کے لیے کافی ہے۔

اللہ نے کسی شخص کے دھڑ میں دو دِل نہیں رکھے، نہ اُس نے تم لوگوں

کی اُن بیویوں کو جن سے تم ظِہار[۱] کرتے ہو تمھاری ماں بنا دیا ہے، اور نہ اس نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارا حقیقی بیٹا بنا دیا ہے۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو تم لوگ اپنے منہ سے نکال دیتے ہو، مگر اللّٰہ وہ بات کہتا ہے جو مبنی بَر حقیقت ہے، اور وہی صحیح طریقے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پُکارو، یہ اللّٰہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ اور اگر تمھیں معلوم نہ ہو کہ اُن کے باپ کون ہیں تو وہ تمھارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔ نادانستہ جو بات تم کہو اُس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔ اللّٰہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔

بلاشبہ نبیؐ تو اہلِ ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدّم ہے اور نبیؐ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں، مگر کتابُ اللّٰہ کی رُو سے عام مومنین و مہاجرین کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دُوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، البتہ اپنے رفیقوں کے ساتھ تم کوئی بھلائی (کرنا چاہو تو) کر سکتے ہو۔ یہ حکم کتابِ الٰہی میں لکھا ہُوا ہے۔

اور (اے نبیؐ) یاد رکھو اُس عہد و پیمان کو جو ہم نے سب پیغمبروں سے لیا ہے، تم سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسٰیؑ اور عیسٰیؑ ابنِ مریمؑ سے بھی۔ سب سے ہم پختہ عہد لے چکے ہیں۔[۲]

---

[۱] ظِہار سے مراد ہے بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا۔

[۲] اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو یہ بات یاد دِلاتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح آپؐ سے بھی اللّٰہ تعالیٰ ایک پختہ عہد لے چکا ہے جس کی آپ کو سختی کے ساتھ پابندی کرنی چاہیے۔ اوپر سے جو سلسلۂ کلام چلا آ رہا ہے اس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد یہ عہد ہے کہ پیغمبر اللّٰہ تعالیٰ کے ہر حکم کی خود اطاعت کرے گا، اور دوسروں سے کرائے گا۔ اللّٰہ کی باتوں کو بے کم و کاست پہنچائے گا اور انہیں عملاً نافذ کرنے کی سعی و جہد میں کوئی دریغ نہ کرے گا قرآن مجید میں اس عہد کا ذکر متعدد مقامات پر کیا گیا ہے مثلاً البقرہ آیت ۸۳ آلِ عمران آیت ۱۸۷۔ المائدہ آیت ۷۔ الاعراف آیات ۱۶۹۔ ۱۷۱ الشوریٰ آیت ۱۳۔

CS CamScanner

تا کہ سچے لوگوں سے (اُن کا ربّ) ان کی سچائی کے بارے میں سوال کرے ، اور کافروں کے لیے تو اُس نے دردناک عذاب مہیا کر ہی رکھا ہے۔ ع

اے لوگو [۳] جو ایمان لائے ہو، یاد کرو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اُس نے تم پر کیا ہے۔ جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ [۴] اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اُس وقت کر رہے تھے۔ جب دشمن اُوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے ، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اُس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔

یاد کرو وہ وقت جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے جو وعدے ہم سے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے۔ جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ "اے یثرب کے لوگو، تمھارے لیے اب ٹھیرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، پلٹ چلو"۔ جب اُن کا ایک فریق یہ کہہ کر نبیؐ سے رُخصت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں"۔ حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے، دراصل وہ (محاذِ جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔ اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آئے ہوتے اور اُس وقت اِنھیں فتنے کی طرف دعوت دی جاتی تو یہ اُس میں جا پڑتے اور مشکل ہی سے اِنھیں شریکِ فتنہ ہونے میں کوئی تأمّل ہوتا۔

---

[۳] یہاں سے آیت ۲۷ تک غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

[۴] یعنی فرشتوں کی فوجیں۔

اِن لوگوں نے اِس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ یہ پیٹھ نہ پھیریں گے، اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی باز پرس تو ہونی ہی تھی۔

اے نبیؐ، ان سے کہو اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمھارے لیے کچھ بھی نفع بخش نہ ہوگا۔ اس کے بعد زندگی کے مزے لوٹنے کا تھوڑا ہی موقع تمھیں مل سکے گا۔ اِن سے کہو، کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے؟ اور کون اس کی رحمت کو روک سکتا ہے اگر وہ تم پر مہربانی کرنا چاہے؟ اللہ کے مقابلے میں تو یہ لوگ کوئی حامی و مددگار نہیں پا سکتے ہیں۔

اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جنگ کے کام میں) رُکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ”آؤ ہماری طرف“۔ جو لڑائی میں حصہ لیتے بھی ہیں تو بس نام گنانے کو، جو تمھارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں۔ خطرے کا وقت آ جائے تو اس طرح دیدے پھرا پھرا کر تمھاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو، مگر جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہی لوگ فائدوں کے حریص بن کر قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں لیے تمھارے استقبال کو آ جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے، اسی لیے اللہ نے ان کے سارے اعمال ضائع کر دیے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ حملہ آور گروہ ابھی گئے نہیں ہیں۔ اور اگر وہ پھر حملہ آور ہو جائیں تو اِن کا جی چاہتا ہے کہ اِس موقع پر یہ کہیں صحرا میں

بدوؤں کے درمیان جا بیٹھیں اور وہیں سے تمھارے حالات پوچھتے رہیں۔ تاہم اگر یہ تمھارے درمیان رہے بھی تو لڑائی میں کم ہی حصہ لیں گے۔ ع

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ تھا، [۵] ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ اور سچے مومنوں (کا حال اُس وقت یہ تھا کہ) جب انھوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اُٹھے کہ ”یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسُولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اللہ اور اس کے رسُول کی بات بالکل سچی تھی“۔ اِس واقعہ نے اُن کے ایمان اور اُن کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انھوں نے اپنے رَوِیّے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (یہ سب کچھ اِس لیے ہُوا) تا کہ اللہ سچّوں کو اُن کی سچّائی کی جزا دے اور منافقوں کو چاہے تو سزا دے اور چاہے تو اُن کی توبہ قبول کرلے، بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔

اللہ نے کفّار کا منہ پھیر دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لیے یونہی پلٹ گئے، اور مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لیے کافی ہو گیا، اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ پھر اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے اِن حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا [۶] اللہ اُن کی گڑھیوں سے اُنھیں اُتار لایا اور اُن کے دلوں میں اُس نے ایسا رُعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قید کر رہے ہو۔

---

[۵] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بہترین نمونہ ہے۔

[۶] یعنی یہود بنی قریظہ۔

CS CamScanner

اُس نے تم کو اُن کی زمین اور اُن کے گھروں اور اُن کے اموال کا وارِث بنا دیا اور وہ علاقہ تمھیں دیا جسے تم نے کبھی پامال نہ کیا تھا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ع

اے نبیؐ، اپنی بیویوں سے کہو، اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ، میں تمھیں کچھ دے دِلا کر بھلے طریقے سے رُخصت کر دوں۔ [۷] اور اگر تم اللہ اور اسکے رسولؐ اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

نبیؐ کی بیویو، تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی اُسے دُوہرا عذاب دیا جائے گا، [۸] اللہ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم دُوہرا اجر دیں گے اور ہم نے اُس کے لیے رزقِ کریم مہیا کر رکھا ہے۔

نبیؐ کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مُبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ اپنے گھروں میں ٹِک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیّت کی سی سج دَھج نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔

---

[۷] یہ آیت اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں فاقوں پر فاقے گزر رہے تھے اور ازواجِ مطہرات سخت پریشان تھیں۔

[۸] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ازواجِ مطہرات سے معاذ اللہ کسی فحش حرکت کا اندیشہ تھا۔ بلکہ اِن کو یہ احساس دِلانا مقصود تھا کہ تم ساری اُمّت کی مائیں ہو اس لیے اپنے مرتبے سے گِرا ہُوا کوئی کام نہ کرنا۔

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبیؐ سے گندگی کو دُور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی اُن باتوں کو جو تمھارے گھروں میں سُنائی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ لطیف [۹] اور باخبر ہے۔ ع

بالیقین جو مَرد اور جو عورتیں مُسلِم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جُھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اُس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اُسے اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

اَے نبیؐ، یاد کرو وہ موقع جب تم اُس شخص سے کہہ رہے تھے کہ جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ ”اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے ڈر“ [۱۰] اُس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چُھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا، تم لوگوں سے ڈر رہے تھے،

---

[۹] یعنی مخفی سے مخفی بات تک کو جاننے والا۔

[۱۰] اُس شخص سے مراد ہیں حضرت زیدؓ بن حارثہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور آپ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اور ان کی بیوی سے مراد ہیں حضرت زینبؓ جو حضوؐر کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور آپ نے اُن کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا مگر دونوں کا نباہ نہیں ہو رہا تھا اور حضرت زیدؓ ان کو طلاق دینے پر آمادہ ہو رہے تھے۔

حالانکہ اللہ اِس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔ [۱۱] پھر جب زیدؓ اُس سے اپنی حاجت پوری کر چکا [۱۲] تو ہم نے اُس (مُطلَّقہ خاتون) کا تم سے نکاح کر دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اُن سے اپنی حاجت پُوری کر چکے ہوں۔ اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔ نبیؐ پر کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو اللہ نے اُس کے لیے مقرر کر دیا ہو۔ یہی اللہ کی سُنّت اُن سب انبیاءؑ کے معاملہ میں رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ کا حکم ایک قطعی طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے۔ (یہ اللہ کی سنت ہے اُن لوگوں کے لیے) جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اُسی سے ڈرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے۔

(لوگو) محمدؐ تمھارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسولؐ اور خاتم النبیّین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ [۱۳] ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔ وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمھارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تا کہ وہ تمھیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے،

---

[۱۱] یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ جب حضرت زیدؓ، حضرت زینبؓ کو طلاق دیدیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اُن سے نکاح کر کے عرب کی اس قدیم رسم کو توڑ دیں جس کی رو سے منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حضورؐ اس اندیشے سے کہ اس پر اہلِ عرب سخت نکتہ چینیاں کریں گے اس آزمائش میں پڑنے سے بچنا چاہتے تھے۔ اسی لیے آپ نے کوشش فرمائی کہ زیدؓ اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں۔

[۱۲] یعنی طلاق دینے کی خواہش جو وہ رکھتے تھے اُسے اُنہوں نے پورا کر دیا اور اپنی مطلّقہ بیوی سے ان کا کوئی رشتہ باقی نہ رہا۔

[۱۳] اس ایک فقرے میں ان تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی ہے جو مخالفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح پر کر رہے تھے۔ اُن کا اوّلین اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ "محمدؐ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں" یعنی وہ بیٹا تھا کب کہ اُس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے جب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا کچھ ضروری تو نہ تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا "مگر وہ اللہ کے رسُول ہیں"

وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔ جس روز وہ اُس سے ملیں گے، اُن کا استقبال سلام سے ہوگا۔ اور اُن کے لیے اللہ نے بڑا باعزّت اجر فراہم کر رکھا ہے۔

اے نبیؐ، ہم نے تمھیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اُس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔ بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو (تم پر) ایمان لائے ہیں کہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ اور ہرگز نہ دبو کفّار و منافقین سے، کوئی پروانہ کرو اُن کی اذیّت رسانی کی[۱۴] اور بھروسہ کرلو اللہ پر، اللہ ہی اِس کیلئے کافی ہے کہ آدمی اپنے معاملات اُس کے سپرد کر دے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمھاری طرف سے اُن پر کوئی عِدّت لازم نہیں ہے جس کے پُورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔ لہٰذا انھیں کچھ مال دو اور بھلے طریقے سے رُخصت کر دو۔

اے نبیؐ ہم نے تمھارے لیے حلال کر دیں تمھاری وہ بیویاں جن کے مہر تم نے ادا کیے ہیں،[۱۵] اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے تمھاری ملکیت میں آئیں، اور تمھاری وہ چچا زاد اور پھوپھی زاد اور ماموں زاد

یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اُس کے بارے میں تمام تعصّبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حِلّت کے معاملے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔ پھر مزید تاکید کے لیے فرمایا "اور وہ خاتم النّبیین ہیں" یعنی ان کے بعد کوئی رسُول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اِصلاح اُن کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے، لہٰذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسمِ جاہلیّت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں۔ اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ "اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے" یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اِس رسمِ جاہلیّت کو ختم کرا دینا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی۔

[۱۴] یعنی ان نکتہ چینیوں کی جو یہ لوگ اس نکاح پر کر رہے ہیں۔

[۱۵] یہ دراصل جواب ہے اُن لوگوں کے اعتراض کا جو کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے لوگوں کے لیے تو بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا ممنوع قرار دیتے ہیں مگر خود انہوں نے یہ پانچویں بیوی کیسے کر لی؟ واضح رہے کہ اُس وقت حضورؐ کے گھر میں چار بیویاں حضرت عائشہؓ، حضرت سودہؓ،

CS CamScanner

اور خالہ زاد بہنیں جنھوں نے تمھارے ساتھ ہجرت کی ہے، اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبیؐ کے لیے ہبہ کیا ہو، اگر نبیؐ اسے نکاح میں لینا چاہے۔[۱۶] یہ رعایت خالصتاً تمھارے لیے ہے، دُوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ عام مومنوں پر اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ہم نے کیا حُدُود عائد کیے ہیں۔ (تمھیں ان حُدُود سے ہم نے اس لیے مستثنیٰ کیا ہے) تاکہ تمھارے اوپر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو، جسے چاہو اپنے ساتھ رکھو اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بُلا لو۔ اِس معاملہ میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس طرح زیادہ متوقع ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ رنجیدہ نہ ہوں گی، اور جو کچھ بھی تم اُن کو دو گے اس پر وہ سب راضی رہیں گی۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگوں کے دِلوں میں ہے، اور اللہ علیم و حلیم ہے۔ اِس کے بعد تمھارے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں، اور نہ اِس کی اجازت ہے کہ اِن کی جگہ اور بیویاں لے آؤ خواہ اُن کا حُسن تمھیں کتنا ہی پسند ہو،[۱۷] البتہ لونڈیوں کی تمھیں اجازت ہے۔[۱۸] اللہ ہر چیز پر نگراں ہے۔ ع

حضرت حفصہؓ اور حضرت اُمِ سلمہؓ پہلے سے موجود تھیں۔

[۱۶] یعنی ان پانچ بیویوں کے علاوہ مزید اِن اقسام کی خواتین کو بھی اپنی زوجیت میں لانے کی حضورؐ کو اجازت دی گئی جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

[۱۷] اِس ارشاد کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ جو عورتیں اوپر آیت نمبر ۵۰ میں حضورؐ کے لیے حلال کی گئی ہیں اُن کے سوا دوسری کوئی عورت اب آپ کے لیے حلال نہیں ہے دوسرے یہ کہ جب آپ کی ازواجِ مطہرات اِس بات کے لیے راضی ہو گئی ہیں کہ تنگی و ترشی میں آپ کا ساتھ دیں اور آخرت کے لیے دنیا کو تج دیں، اور اِس پر بھی خوش ہیں کہ آپؐ جو برتاؤ بھی ان کے ساتھ چاہیں کریں، تو اب آپ کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کوئی اور بیوی لے آئیں۔

[۱۸] یہ آیت اِس امر کی صراحت کر رہی ہے کہ منکوحہ بیویوں کے علاوہ مملوکہ عورتوں سے بھی تمتّع کی اجازت ہے اور ان کے لیے تعداد کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسی مضمون کی تصریح سورۂ نساء آیت ۳، سورۂ مومنون آیت ۶، اور سورۂ معارج آیت ۳۰ میں بھی کی گئی ہے۔

CS CamScanner

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمھیں کھانے پر بُلایا جائے تو ضرور آؤ۔ مگر جب کھانا کھالو تو مُنتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمھاری یہ حرکتیں نبیؐ کو تکلیف دیتی ہیں، مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتا اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمھیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمھارے اور اُن کے دِلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تمھارے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسُولؐ کو تکلیف دو، اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ تم خواہ کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ کو ہر بات کا علم ہے۔

ازواجِ نبیؐ کے لیے اِس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اُن کے باپ، اُن کے بیٹے، ان کے بھائی، اُن کے بھتیجے، اُن کے بھانجے، اُن کے میل جول کی عورتیں اور ان کے مملوک گھروں میں آئیں۔ (اے عورتو) تمھیں اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔

اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر دُرُود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی اُن پر دُرُود و سلام بھیجو۔ [۱۹]

---

[۱۹] اللہ کی طرف سے اپنے نبی پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپؐ پر بے حد مہربان ہے، آپؐ کی تعریف فرماتا ہے، آپؐ کے کام میں برکت دیتا ہے، آپؐ کا نام بلند کرتا ہے اور آپؐ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائکہ کی طرف سے آپؐ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپؐ سے غایت درجے کی محبت رکھتے ہیں اور آپؐ کے حق میں اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ آپؐ کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے۔ اہلِ ایمان کی طرف سے آپؐ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی آپ کے حق میں اللہ سے دُعا کریں کہ وہ آپؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور اُن کے لیے رُسوا کُن عذاب مہیا کر دیا ہے۔ اور جو لوگ مومن مَردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں اُنھوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔ ع

اے نبیؐ، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔ [۲۰] یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ [۲۱] اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

اگر منافقین، اور وہ لوگ جن کے دِلوں میں خرابی ہے، اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم اُن کے خلاف کارروائی کرنے کیلیے تمھیں اُٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمھارے ساتھ رہ سکیں گے۔ ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہو گی، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح مارے جائیں گے۔ یہ اللہ کی سُنّت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آ رہی ہے، اور تم اللہ کی سُنّت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ کہو، اُس کا عِلم تو اللہ ہی کو ہے۔ تمھیں کیا خبر، شاید کہ وہ قریب ہی آ لگی ہو۔ بہر حال یہ امرِ یقینی ہے کہ اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر دی ہے

---

[۲۰] یعنی چادر اَوڑھ کر اوپر سے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ بالفاظ دیگر منہ کھولے نہ پھریں۔

[۲۱] ”پہچان لی جائیں“ سے مراد یہ ہے کہ ان کو اس سادہ اور حیادار لباس میں دیکھ کر ہر دیکھنے والا جان لے کہ وہ شریف اور باعصمت عورتیں ہیں، آوارہ اور کھلاڑی نہیں ہیں کہ کوئی بدکردار انسان ان سے اپنے دل کی تمنا پوری کرنے کی اُمید کر سکے ”نہ ستائی جائیں“ سے مراد یہ ہے کہ ان کو نہ چھیڑا جائے، ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

CS CamScanner

جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، کوئی حامی و مددگار نہ پا سکیں گے۔ جس روز ان کے چہرے آگ پر اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے اُس وقت وہ کہیں گے کہ ”کاش ہم نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی“۔ اور کہیں گے ”اے ربّ ہمارے، ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انھوں نے ہمیں راہِ راست سے بے راہ کر دیا۔ اے ربّ، اِن کو دوہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اُن لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو اذیتیں دی تھیں، پھر اللہ نے اُن کی بنائی ہوئی باتوں سے اُس کی برأت فرمائی اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھا۔ اَے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔ اللہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ جو شخص اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اِطاعت کرے اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

ہم نے اِس امانت [۲۲] کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اُس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ [۲۳] (اِس بارِ امانت کو اٹھانے کا لازمی نتیجہ ہے) تاکہ اللہ منافق مَردوں اور عورتوں، اور مُشرک مَردوں اور عورتوں کو سزا دے اور مومن مَردوں اور عورتوں کی توبہ قبول کرے، اللہ درگزر فرمانے والا اور رحیم ہے۔ ع

---

[۲۲] امانت سے مراد ہے اُن ذِمہ داریوں کا بار جو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں اختیارات اور عقل دے کر انسان پر ڈالی ہیں۔

[۲۳] یعنی اِس بارِ امانت کا حامل ہو کر بھی اپنی ذِمہ داری محسوس نہیں کرتا اور خیانت کر کے اپنے اوپر آپ ظلم کرتا ہے۔

سُورۂ سَبا (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

حمد اُس خدا کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت میں بھی اُسی کے لیے حمد ہے۔ وہ دانا اور باخبر ہے۔ جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے، ہر چیز کو وہ جانتا ہے، وہ رَحیم اور غفور ہے۔

منکرین کہتے ہیں کیا بات ہے کہ قیامت ہم پر نہیں آرہی ہے! کہو "قسم ہے میرے عالمُ الغیب پروردگار کی، وہ تم پر آکر رہے گی۔ اُس سے ذرّہ برابر کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں۔ نہ ذرّے سے بڑی اور نہ اُس سے چھوٹی۔ سب کچھ ایک نمایاں دفتر میں درج ہے"۔ اور یہ قیامت اِس لیے آئے گی کہ جزا دے اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے رہے ہیں۔ اُن کے لیے مغفرت ہے اور رِزقِ کریم۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو نیچا دکھانے کے لیے زور لگایا ہے، ان کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے۔ اے نبیؐ، علم رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ تمھارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ سراسر حق ہے اور خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے۔

منکرین لوگوں سے کہتے ہیں ”ہم بتائیں تمھیں ایسا شخص جو خبر دیتا ہے کہ جب تمھارے جسم کا ذرّہ ذرّہ منتشر ہو چکا ہوگا اس وقت تم نئے سرے سے پیدا کر دیے جاؤ گے؟ نہ معلوم یہ شخص اللہ کے نام سے جھوٹ گھڑتا ہے یا اِسے جُنون لاحق ہے“۔

نہیں، بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اور وہی بُری طرح بہکے ہوئے ہیں۔ کیا انھوں نے کبھی اُس آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا جو اِنھیں آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے؟ ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا آسمان کے کچھ ٹکڑے اِن پر گرا دیں۔ درحقیقت اس میں ایک نشانی ہے ہر اُس بندے کے لیے جو خدا کی طرف رجُوع کرنے والا ہو۔ ع

ہم نے داوٗدؑ کو اپنے ہاں سے بڑا فضل عطا کیا تھا۔ (ہم نے حکم دیا کہ) اے پہاڑو، اس کے ساتھ ہم آہنگی کرو (اور یہی حکم ہم نے) پرندوں کو دیا۔ ہم نے لوہے کو اُس کے لیے نرم کر دیا اِس ہدایت کے ساتھ کہ زِرہیں بنا اور اُن کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھ۔ (اے آلِ داوٗد) نیک عمل کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اُس کو میں دیکھ رہا ہوں۔

اور سلیمانؑ کے لیے ہم نے ہوا کو مُسَخّر کر دیا، صبح کے وقت اُس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت اُس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک۔ ہم نے اُس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور ایسے جِنّ اُس کے تابع کر دیے جو اپنے ربّ کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے۔ اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔ وہ اُس کے لیے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا، اونچی عمارتیں، تصویریں،[1] بڑے بڑے حوض جیسے لگن

---

[1] تصویر کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ انسان یا حیوان ہی کی ہو، حضرت سلیمانؑ شریعتِ موسوی کے پیرو تھے اور حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں جاندار کی تصویر بنانا اسی طرح حرام تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہے۔

اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔ اے آلِ داؤد، عمل کرو شکر کے طریقے پر۔[۲] میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔

پھر جب سلیمانؑ پر ہم نے موت کا فیصلہ نافذ کیا تو جنوں کو اُس کی موت کا پتہ دینے والی کوئی چیز اُس گھن کے سوا نہ تھی جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا۔ اِس طرح جب سلیمانؑ گر پڑا تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب کے جاننے والے ہوتے تو اِس ذِلّت کے عذاب میں مُبتلا نہ رہتے۔

سبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں اور بائیں۔[۳] کھاؤ اپنے ربّ کا رزق اور شکر بجالاؤ اُس کا، ملک ہے عمدہ و پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا۔ مگر وہ منہ موڑ گئے۔ آخر کار ہم نے اُن پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ اِنھیں دیے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔[۴] یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ہم نے اُن کو دیا، اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم اور کسی کو نہیں دیتے۔

اور ہم نے اُن کے اور اُن بستیوں کے درمیان، جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور اُن میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دی تھیں۔ چلو پھرو اِن راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ۔ مگر انھوں نے کہا ''اے ہمارے ربّ، ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے''۔[۵]

---

[۲] یعنی شکر گزار بندوں کی طرح کام کرو۔

[۳] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پورے ملک میں بس دو ہی باغ تھے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ سَبا کی پوری سرزمین گلزار بنی ہوئی تھی۔ آدمی جہاں بھی کھڑا ہوتا اُسے اپنے دائیں جانب بھی باغ نظر آتا اور بائیں جانب بھی۔

[۴] ''برکت والی بستیوں'' سے مراد شام و فلسطین کا علاقہ ہے ''نمایاں بستیوں'' سے مراد ایسی بستیاں ہیں جو شاہراہِ عام پر واقع ہیں گوشوں میں چھپی ہوئی نہ ہوں اور سفر کی مسافتوں کو ایک اندازے پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ یمن سے شام تک کا پورا سفر مسلسل آباد علاقے میں طے ہوتا تھا جس کی ہر منزل سے دوسری منزل تک کی مسافت معلوم و متعین تھی۔

[۵] ضروری نہیں ہے کہ انھوں نے زبان ہی سے یہ دُعا کی ہو۔ بسا اوقات آدمی عمل ایسا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنے خدا سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہ نعمت جو تُو نے مجھے دی ہے میں اِس کے قابل

اُنھوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا۔ آخر کار ہم نے اِنھیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انہیں بالکل تتر بتر کر ڈالا۔ یقیناً اُس میں نشانیاں ہیں ہر اُس شخص کے لیے جو بڑا صابر و شاکر ہو۔ اُن کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انھوں نے اُسی کی پیروی کی، بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔ ابلیس کو اُن پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا، مگر جو کچھ ہُوا وہ اِس لیے ہُوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہُوا ہے۔ تیرا ربّ ہر چیز پر نگراں ہے۔ ع

اے نبی اِن (مشرکین سے) کہو کہ "پکار دیکھو اپنے اُن معبُودوں کو جنھیں تم اللہ کے سِوا اپنا معبُود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرّہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں۔ وہ آسمان و زمین کی ملکیّت میں شریک بھی نہیں ہیں۔ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے۔ اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہوسکتی بجز اُس شخص کے جس کیلئے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو۔ حتّٰی کہ جب لوگوں کے دلوں سے گھبراہٹ دُور ہو گی تو وہ (سفارش کرنے والوں سے) پوچھیں گے کہ تمھارے ربّ نے کیا جواب دیا؟ وہ کہیں گے کہ ٹھیک جواب مِلا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔"

(اے نبیؐ) اِن سے پُوچھو "کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رِزق دیتا ہے"؟ کہو "اللہ۔ اب لامحالہ ہم میں اور تم میں سے کوئی ایک ہی ہدایت پر ہے یا کُھلی گمراہی میں پڑا ہُوا ہے۔" اِن سے کہو، "جو قصور ہم نے کیا ہو اسکی کوئی باز پرس تم سے نہ ہو گی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسکی کوئی جواب طلبی ہم سے نہیں کی جائے گی"۔

نہیں ہوں۔ آیت کے الفاظ سے یہ بات صاف مترشح ہوتی ہے کہ وہ قوم اپنی آبادی کی کثرت کو اپنے لیے مصیبت سمجھ رہی تھی اور یہ چاہتی تھی کہ آبادی اتنی گھٹ جائے کہ سفر کی منزلیں دُور دُور ہو جائیں۔

کہو، "ہمارا ربّ ہم کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان ٹھیک فیصلہ کردے گا۔ وہ ایسا زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے"۔ اِن سے کہو، "ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی وہ کون ہستیاں ہیں جنھیں تم نے اُس کے ساتھ شریک لگا رکھا ہے"۔ ہرگز نہیں، زبردست اور دانا تو بس وہ اللہ ہی ہے۔

اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

یہ لوگ تم سے کہتے ہیں کہ "وہ (قیامت کا) وعدہ کب پُورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟" کہو "تمھارے لیے ایک ایسے دن کی میعاد مقرّر ہے جس کے آنے میں نہ ایک گھڑی بھر کی تاخیر تم کر سکتے ہو اور نہ ایک گھڑی بھر پہلے اُسے لا سکتے ہو"۔ ع

یہ کافر کہتے ہیں کہ "ہم ہرگز اس قرآن کو نہ مانیں گے اور نہ اس سے پہلے آئی ہوئی کسی کتاب کو تسلیم کریں گے۔" کاش تم دیکھو اِن کا حال اُس وقت جب یہ ظالم اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہوں گے۔ اُس وقت یہ ایک دوسرے پر الزام دھریں گے۔ جو لوگ دنیا میں دبا کر رکھے گئے تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ "اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔" وہ بڑے بننے والے اِن دبے ہوئے لوگوں کو جواب دیں گے کیا "ہم نے تمھیں اُس ہدایت سے روکا تھا جو تمھارے پاس آئی تھی؟ نہیں، بلکہ تم خود مُجرم تھے"۔ وہ دبے ہوئے لوگ اُن بڑے بننے والوں سے کہیں گے "نہیں، بلکہ شب و روز کی مکّاری تھی جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں

اور دوسروں کو اُس کا ہمسر ٹھیرائیں''۔ آخر کار جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو اپنے دلوں میں پچھتائیں گے اور ہم اِن منکرین کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے۔ کیا لوگوں کو اِس کے سوا اور کوئی بدلہ دیا جا سکتا ہے کہ جیسے اَعمال اُن کے تھے ویسی ہی جزا وہ پائیں؟

کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ ''جو پیغام تم لے کر آئے ہو اِس کو ہم نہیں مانتے۔'' اُنھوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ ''ہم تم سے زیادہ مال و اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔'' اے نبیؐ، اِن سے کہو ''میرا ربّ جسے چاہتا ہے، کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نَپا تُلا عطا کرتا ہے، مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔'' ع یہ تمھاری دولت اور تمھاری اولاد نہیں ہے جو تمھیں ہم سے قریب کرتی ہو۔ ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے اُن کے عمل کی دُہری جزا ہے، اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان سے رہیں گے۔ رہے وہ لوگ جو ہماری آیات کو نیچا دِکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں، تو وہ عذاب میں مُبتلا ہونگے۔

اے نبیؐ، اِن سے کہو ''میرا ربّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کُھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نَپا تُلا دیتا ہے۔ جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اُس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے، وہ سب رازقوں سے بہتر رازِق ہے''۔

اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا

”کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے“؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ”پاک ہے آپ کی ذات، ہمارا تعلّق تو آپ سے ہے نہ کہ اِن لوگوں سے۔ دراصل یہ ہماری نہیں بلکہ جنّوں کی عبادت کرتے تھے، اِن میں سے اکثر اُنھی پر ایمان لائے ہوئے تھے“۔[۶] (اُس وقت ہم کہیں گے کہ) آج تم میں سے کوئی نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اور ظالموں سے ہم کہہ دیں گے کہ اب چکھو اُس عذابِ جہنّم کا مزہ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اِن لوگوں کو جب ہماری صاف صاف آیات سُنائی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ”یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو اُن معبُودوں سے برگشتہ کر دے جن کی عبادت تمھارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔“ اور کہتے ہیں کہ ”یہ (قرآن) محض ایک جُھوٹ ہے گھڑا ہُوا۔“ اِن کافروں کے سامنے جب حق آیا تو اِنھوں نے کہہ دیا کہ ”یہ تو صریح جادُو ہے“۔ حالانکہ نہ ہم نے اِن لوگوں کو پہلے کوئی کتاب دی تھی کہ یہ اِسے پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ان کی طرف کوئی متنبہ کرنے والا بھیجا تھا۔ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ جُھٹلا چکے ہیں۔ جو کچھ ہم نے اُنھیں دیا تھا اس کے عُشرِ عَشیر کو بھی یہ نہیں پہنچے ہیں۔ مگر جب اُنھوں نے میرے رسُولوں کو جھٹلایا تو دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔ ع

اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ ”میں تمھیں بس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کے لیے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو، تمھارے صاحب [۷] میں آخر کونسی بات ہے جو جُنون کی ہو؟ وہ تو ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے تم کو متنبہ کرنے والا ہے“۔

---

[۶] چونکہ مُشرکینِ عرب فرشتوں کو معبُود قرار دیتے تھے اِس لیے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قیامت کے روز جب فرشتوں سے پُوچھا جائے گا تو وہ جواب دیں گے کہ دراصل یہ ہماری نہیں بلکہ ہمارا نام لے کر شیاطین کی بندگی کر رہے تھے، کیوں کہ شیاطین ہی نے ان کو یہ راستہ دکھایا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا حاجت روا سمجھو اور ان کے آگے نذر و نیاز پیش کیا کرو۔

[۷] مراد ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے لیے اُن کے ”صاحب“ کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ آپ ان کے لیے اجنبی نہ تھے بلکہ اُن ہی کے شہر کے باشندے اور انہی کے ہم قبیلہ تھے۔

CS CamScanner

اِن سے کہو، ''اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمّہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے''۔ اِن سے کہو ''میرا رَبّ (مجھ پر) حق کا اِلقا کرتا ہے اور وہ تمام پوشیدہ حقیقتوں کا جاننے والا ہے''۔ کہو ''حق آ گیا اور اب باطل کے لیے کچھ نہیں ہوسکتا''۔ کہو ''اگر میں گمراہ ہو گیا ہوں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہے، اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اُس وحی کی بناء پر ہوں جو میرا ربّ میرے اُوپر نازل کرتا ہے، وہ سب کچھ سُنتا ہے اور قریب ہی ہے''۔

کاش تم دیکھو انھیں اُس وقت جب یہ لوگ گھبرائے پھر رہے ہوں گے اور کہیں بچ کر نہ جاسکیں گے، بلکہ قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔ اُس وقت یہ کہیں گے کہ ہم اُس پر ایمان لے آئے۔ حالانکہ اب دُور نکلی ہوئی چیز کہاں ہاتھ آسکتی ہے۔ اِس سے پہلے یہ کفر کر چکے تھے اور بلا تحقیق دُور دُور کی کوڑیاں لایا کرتے تھے۔ اُس وقت جس چیز کی یہ تمنّا کر رہے ہوں گے اِس سے محروم کر دیے جائیں گے۔ جس طرح اِن کے پیش رَو ہم مشرب محروم ہو چکے ہوں گے۔ یہ بڑے گمراہ کُن شک میں پڑے ہوئے تھے۔ ع

سُورۃُ فَاطِر (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تعریف اللّٰہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرّر کرنے والا ہے۔

(ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اُسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست اور حکیم ہے۔

لوگو، تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں اُنھیں یاد رکھو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبوُد اُس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو؟ اب اگر (اے نبیؐ) یہ لوگ تمھیں جُھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں)، تم سے پہلے بھی بہت سے رسُول جُھٹلائے جا چکے ہیں، اور سارے معاملات آخر کار اللہ ہی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔

لوگو، اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے، لہٰذا دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ بڑا دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔ درحقیقت شیطان تمھارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیرؤوں کو اپنی راہ پر اِس لیے بُلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔ جو لوگ کفر کریں گے اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ ع

(بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس شخص کی گمراہی کا) جس کیلئے اس کا بُرا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہو اور وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال

دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے پس (اے نبیؐ) خواہ مخواہ تمھاری جان اِن لوگوں کی خاطر غم و افسوس میں نہ گھُلے۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اِس کو خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اُٹھاتی ہیں، پھر ہم اُسے ایک اُجاڑ علاقے کی طرف لے جاتے ہیں اور اُس کے ذریعہ سے اُسی زمین کو جلا اُٹھاتے ہیں جو مری پڑی تھی۔ مَرے ہوئے انسانوں کا جی اُٹھنا بھی اسی طرح ہوگا۔

جو کوئی عزت چاہتا ہو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کی ہے۔ اُس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے، اور عملِ صالح اُس کو اوپر چڑھاتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو بیہودہ چال بازیاں کرتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کا مکر خود ہی غارت ہونے والا ہے۔

اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمھارے جوڑے بنا دیے (یعنی مرد اور عورت)۔ کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے۔ اور پانی کے دونوں ذخیرے یکساں نہیں ہیں ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے، پینے میں خوشگوار، اور دوسرا سخت کھاری کہ حلق چھیل دے۔ مگر دونوں سے تم تر و تازہ گوشت حاصل کرتے ہو، پہننے کے لیے زینت کا سامان نکالتے ہو، اور اِسی پانی میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اُس کا سینہ چیرتی چلی جا رہی ہیں تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اُس کے شکر گزار بنو۔

CS CamScanner

وہ دن کے اندر رات اور رات کے اندر دن کو پروتا ہُوا لے آتا ہے۔ چاند اور سورج کو اُس نے مُسخّر کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ ایک وقتِ مقرر تک چلے جا رہا ہے۔ وہی اللہ (جس کے یہ سارے کام ہیں) تمھارا ربّ ہے۔ بادشاہی اُسی کی ہے اُسے چھوڑ کر جن دُوسروں کو تُم پُکارتے ہو وہ ایک پرِ کاہ کے مالک بھی نہیں ہیں۔ انہیں پُکارو تو وہ تمھاری دُعائیں سُن نہیں سکتے اور سُن لیں تو اِن کا تمھیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کے روز وہ تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ حقیقتِ حال کی ایسی صحیح خبر تمھیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ ع

لوگو، تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی وحمید ہے۔ وہ چاہے تو تمھیں ہٹا کر کوئی نئی خلقت تمھاری جگہ لے آئے، ایسا کرنا اللہ کے لیے کچھ بھی دُشوار نہیں۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور اگر کوئی لدا ہُوا نفس اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے پُکارے گا تو اُسکے بار کا ایک ادنیٰ حصّہ بھی بٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (اے نبیؐ) تم صرف اِنہی لوگوں کو متنبّہ کر سکتے ہو جو بے دیکھے اپنے رَبّ سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے۔ اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے۔ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے۔ نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہیں۔ نہ ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے۔ اور نہ زندے اور مُردے مُساوی ہیں۔

اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے، مگر (اے نبیؐ) تم اُن لوگوں کو نہیں سُنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔ [۱] تم تو بس ایک خبردار کرنے والے ہو۔ ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔ اب اگر یہ لوگ تمھیں جُھٹلاتے ہیں تو اِن سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ اُن کے پاس اُن کے رسُول کھلے دلائل اور صحیفے اور روشن ہدایات دینے والی کتاب لے کر آئے تھے۔ پھر جن لوگوں نے نہ مانا اُن کو میں نے پکڑ لیا اور دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔ ع

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اِس کے ذریعہ سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اور پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔ [۲] بے شک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے۔

جو لوگ کتابُ اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے اِنھیں رزق دیا ہے اُس میں سے کُھلے اور چُھپے خرچ کرتے ہیں، یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔ (اِس تجارت میں اُنھوں نے اپنا سب کچھ اس لیے کھپایا ہے) تاکہ اللہ اُن کے اجر پُورے کے پُورے اُن کو دے اور مزید اپنے فضل سے ان کو عطا فرمائے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔

---

[۱] یعنی اللہ کی مشیت کی تو بات ہی دوسری ہے وہ چاہے تو پتھروں کو سماعت بخش دے، لیکن رسُول کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ جن لوگوں کے سینے ضمیر کے مدفن بن چکے ہوں ان کے دلوں میں وہ اپنی بات اُتار سکے اور جو بات سُنتا ہی نہ چاہتے ہوں ان کے بہرے کانوں کو صدائے حق سُنا سکے۔ وہ تو انہی لوگوں کو سُنا سکتا ہے جو معقول بات پر کان دھرنے کے لیے تیار ہوں۔

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ عالِم محض کتاب خواں کو نہیں کہتے بلکہ عالِم وہ جو خدا سے ڈرنے والا ہو۔

(اے نبیؐ) جو کتاب ہم نے تمھاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے وہی حق ہے، تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے اُن کتابوں کی جو اُس سے پہلے آئی تھیں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے اِس کتاب کا وارث بنا دیا اُن لوگوں کو جنھیں ہم نے (اس وراثت کیلیۓ) اپنے بندوں میں سے چُن لیا۔ اب کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی بیچ کی راس ہے، اور کوئی اللہ کے اِذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔ ہمیشہ رہنے والی جنّتیں ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ وہاں اُنھیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا، اور وہ کہیں گے کہ "شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہم سے غم دُور کر دیا، یقیناً ہمارا ربّ معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھیرا دیا، اب یہاں نہ ہمیں کوئی مشقت پیش آتی ہے اور نہ تکان لاحق ہوتی ہے"۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے جہنّم کی آگ ہے۔ نہ اُن کا قصہ پاک کر دیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ اُن کے لیے جہنّم کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ اِس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر اُس شخص کو جو کفر کرنے والا ہو۔ وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ "اے ہمارے ربّ، ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں اُن اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے"۔ (انہیں جواب دیا جائے گا) "کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا؟ اور تمھارے پاس متنبہ کرنے والا بھی آچکا تھا۔

CS CamScanner

اب مزہ چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔" ع

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز سے واقف ہے، وہ تو سینوں کے چُھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو کوئی کفر کرتا ہے اُس کے کفر کا وبال اُسی پر ہے، اور کافروں کو اُن کا کفر اِس کے سوا کوئی ترقی نہیں دیتا کہ اُن کے ربّ کا غضب ان پر زیادہ سے زیادہ بھڑکتا چلا جاتا ہے۔ کافروں کے لیے خسارے میں اضافے کے سوا کوئی ترقی نہیں۔

(اے نبیؐ) ان سے کہو "کبھی تم نے دیکھا بھی ہے اپنے اُن شریکوں کو جنھیں تم خدا کو چھوڑ کر پُکارا کرتے ہو؟ مجھے بتاؤ اُنھوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں اُن کی کیا شرکت ہے؟" (اگر یہ نہیں بتا سکتے تو ان سے پُوچھو) کیا ہم نے اِنھیں کوئی تحریر لکھ کر دی ہے جس کی بنا پر یہ (اپنے اس شرک کے لیے) کوئی صاف سَند رکھتے ہوں؟ نہیں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض فریب کے جھانسے دیے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے، اور اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے بعد کوئی دُوسرا اُنھیں تھامنے والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ بڑا حلیم اور درگزر فرمانے والا ہے۔

یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا اُن کے ہاں آ گیا ہوتا تو یہ دُنیا کی ہر دوسری قوم سے بڑھ کر راست رَو ہوتے۔ مگر جب خبردار کرنے والا اِن کے ہاں آ گیا تو اُس کی آمد نے اِن کے اندر حق سے فرار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کیا۔

یہ زمین میں اور زیادہ سرکشی کرنے لگے اور بُری بُری چالیں چلنے لگے، حالانکہ بُری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے بیٹھتی ہیں۔ اب کیا یہ لوگ اِس کا انتظار کر رہے ہیں کہ پچھلی قوموں کے ساتھ اللہ کا جو طریقہ رہا ہے وہی اِن کے ساتھ بھی برتا جائے؟ یہی بات ہے تو تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنت کو اُس کے مقرر راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے۔ کیا یہ لوگ زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں ہیں کہ اِنھیں اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ اِن سے بہت زیادہ طاقت ور تھے؟ اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر کہیں وہ لوگوں کو اُن کے کیے کرتوتوں پر پکڑتا تو زمین پر کسی مُتنفّس کو جیتا نہ چھوڑتا۔ مگر وہ اِنھیں ایک مقرر وقت تک کے لیے مُہلت دے رہا ہے۔ پھر جب اُن کا وقت آن پُورا ہوگا تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔ ع

سُورۂ یٰسٓ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

یٰسٓ۔ قسم ہے قرآنِ حکیم کی کہ تم یقیناً رسُولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر ہو (اور یہ قرآن) غالب اور رحیم ہستی کا نازل کردہ ہے۔

تا کہ تم خبردار کرو ایک ایسی قوم کو جس کے باپ دادا خبردار نہ کیے گئے تھے اور اِس وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

ان میں سے اکثر لوگ فیصلۂ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اِسی لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔[۱] ہم نے اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے گئے ہیں، اس لیے وہ سر اُٹھائے کھڑے ہیں۔[۲] ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے کھڑی کر دی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے۔ ہم نے اِنھیں ڈھانک دیا ہے، اِنھیں اب کچھ نہیں سُوجھتا۔[۳] ان کے لیے یکساں ہے، تم انھیں خبردار کرو یا نہ کرو، یہ نہ مانیں گے۔ تم تو اُسی شخص کو خبردار کر سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور بے دیکھے خدائے رحمان سے ڈرے۔ اُسے مغفرت اور اجرِ کریم کی بشارت دے دو۔

ہم یقیناً ایک روز مُردوں کو زندہ کرنے والے ہیں جو کچھ اَفعال اُنھوں نے کیے ہیں وہ سب ہم لکھتے جا رہے ہیں، اور جو کچھ آثار انھوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ بھی ہم ثبت کر رہے ہیں۔ ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے۔ ع

اِنھیں مثال کے طور پر اُس بستی والوں کا قصہ سُناؤ جب کہ اُس میں رسُول آئے تھے۔ ہم نے اُن کی طرف دو رسُول بھیجے اور انھوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرا مدد کے لیے بھیجا اور ان سب نے کہا "ہم تمھاری طرف رسُول کی حیثیت سے بھیجے گئے ہیں۔"

---

[۱] یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مقابلے میں ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لے رہے تھے اور جنھوں نے طے کر لیا تھا کو آپ کی بات بہر حال مان کر نہیں دینی ہے۔ ان کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "یہ لوگ فیصلۂ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اس لیے یہ ایمان نہیں لاتے"۔

[۲] "طوق" سے مراد اُن کی اپنی ہٹ دھرمی ہے جو ان کے لیے قبولِ حق میں مانع ہو رہی تھی۔ "ٹھوڑیوں تک جکڑے جانے" اور "سر اُٹھائے کھڑے ہونے" سے مراد وہ گردن کی اکڑ ہے جو تکبر اور نخوت کا نتیجہ ہوتی ہے۔

[۳] ایک دیوار آگے اور ایک پیچھے کھڑی کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اسی ہٹ دھرمی اور غرور کا فطری نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ یہ لوگ نہ پچھلی تاریخ سے کوئی سبق لیتے ہیں اور نہ مستقبل کے نتائج پر کبھی غور کرتے ہیں۔ ان کے تعصبات نے ان کو ہر طرف سے اس طرح ڈھانک لیا ہے اور ان کی غلط فہمیوں نے ان کی آنکھوں پر ایسے پردے ڈال دیے ہیں کہ انہیں وہ کھلے کھلے حقائق نظر نہیں آتے جو ہر سلیم الطبع اور بے تعصب انسان کو نظر آ رہے ہیں۔

بستی والوں نے کہا ’’تم کچھ نہیں ہو مگر ہم جیسے چند انسان، اور خدائے رحمان نے ہرگز کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، تم محض جھوٹ بولتے ہو‘‘۔

رسُولوں نے کہا ’’ہمارا ربّ جانتا ہے کہ ہم ضرور تمھاری طرف رسُول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور ہم پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمّہ داری نہیں ہے‘‘۔ بستی والے کہنے لگے ’’ہم تو تمھیں اپنے لیے فالِ بد سمجھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور ہم سے تم بڑی دردناک سزا پاؤ گے‘‘۔ رسُولوں نے جواب دیا ’’تمھاری فالِ بد تو تمھارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کیا یہ باتیں تم اس لیے کرتے ہو کہ تمھیں نصیحت کی گئی؟ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو‘‘۔

اتنے میں شہر کے دُور دراز گوشے سے ایک شخص دوڑتا ہُوا آیا اور بولا ’’اے میری قوم کے لوگو، رسُولوں کی پیروی اختیار کر لو۔ پیروی کرو اُن لوگوں کی جو تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے اور ٹھیک راستے پر ہیں۔ آخر کیوں نہ میں اُس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے؟ کیا میں اُسے چھوڑ کر دُوسرے معبُود بنا لوں؟ حالاں کہ اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ اُن کی شفاعت میرے کسی کام آ سکتی ہے اور نہ وہ مجھے چُھڑا ہی سکتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو میں صریح گمراہی میں مُبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمھارے ربّ پر ایمان لے آیا، تم بھی میری بات مان لو‘‘۔

(آخر کار اُن لوگوں نے اُسے قتل کر دیا) اور اس شخص سے کہہ دیا گیا کہ ’’داخل ہو جا جنت میں‘‘۔ اُس نے کہا ’’کاش میری قوم کو یہ معلوم ہوتا کہ میرے ربّ نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرما دی

اور مجھے باعزّت لوگوں میں داخل فرمایا"۔

اِس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا۔ ہمیں لشکر بھیجنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ بس ایک دھماکہ ہُوا اور یکایک وہ سب بُجھ کر رہ گئے۔ افسوس بندوں کے حال پر، جو رسُول بھی ان کے پاس آیا اُس کا وہ مذاق ہی اُڑاتے رہے۔ کیا اُنھوں نے دیکھا نہیں کہ اُن سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں اور اس کے بعد وہ پھر کبھی ان کی طرف پلٹ کر نہ آئے؟ اِن سب کو ایک روز ہمارے سامنے حاضر کیا جانا ہے۔ ع

اِن لوگوں کے لیے بے جان زمین ایک نشانی ہے۔ ہم نے اُس کو زندگی بخشی اور اِس سے غلّہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں۔ ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اِس کے اندر سے چشمے پھوڑ نکالے، تاکہ یہ اس کے پَھل کھائیں۔ یہ سب کچھ اُن کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہُوا نہیں ہے۔ پھر کیا یہ شُکر ادا نہیں کرتے؟ پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اَقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود اُن کی اپنی جنس (یعنی نوعِ انسانی) میں سے یا اُن اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔

اِن کے لیے ایک اور نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو اِن پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور سُورج، وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہُوا حساب ہے۔ اور چاند، اُس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ اُن سے گزرتا ہُوا وہ پھر کھجور کی سُوکھی شاخ کے

مانند رہ جاتا ہے۔ نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

اِن کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے اِن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں [۴] سوار کر دیا، اور پھر ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ ہم چاہیں تو اِن کو غرق کر دیں، کوئی اِن کی فریاد سُننے والا نہ ہو اور کسی طرح یہ نہ بچائے جا سکیں۔ بس ہماری رحمت ہی جو انھیں پار لگاتی اور ایک وقتِ خاص تک زندگی سے متمتع ہونے کا موقع دیتی ہے۔

اِن لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ بچو اُس انجام سے جو تمھارے آگے آ رہا ہے اور تمھارے پیچھے گزر چکا ہے، شاید کہ تم پر رحم کیا جائے (تو یہ سُنی اَن سُنی کر جاتے ہیں) اِن کے سامنے ان کے ربّ کی آیات میں سے جو آیت بھی آتی ہے یہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اور جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو رزق تمھیں عطا کیا ہے اُس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرو تو یہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے ایمان لانے والوں کو جواب دیتے ہیں "کیا ہم اُن کو کھلائیں جنھیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ تم تو بالکل ہی بہک گئے ہو"۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ "یہ قیامت کی دھمکی آخر کب پوری ہوگی؟ بتاؤ اگر تم سچے ہو"۔ دراصل یہ جس چیز کی راہ تک رہے ہیں وہ بس ایک دھماکہ ہے جو یکایک اِنھیں اس حالت میں دھر لے گا جب یہ (اپنے دنیوی معاملات میں) جھگڑ رہے ہوں گے، اور اُس وقت یہ وصیّت تک نہ کر سکیں گے، نہ اپنے گھروں کو پلٹ سکیں گے۔ ع پھر ایک صُور پھونکا جائے گا۔ اور یکایک یہ اپنے ربّ کے حضور پیش ہونے کے لیے اپنی اپنی قبروں سے

---

[۴] کشتی سے مراد ہے کشتیِ نُوح علیہ السلام۔

نکل پڑیں گے۔ گھبرا کر کہیں گے: ”ارے، یہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اُٹھا کھڑا کیا؟“ یہ وہی چیز ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسُولوں کی بات سچّی تھی“۔ [۵] ایک ہی زور کی آواز ہو گی اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔

آج کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا اور تمھیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم عمل کرتے رہے تھے۔ آج جنّتی لوگ مزے کرنے میں مشغول ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں ہیں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے، ہر قسم کی لذیذ چیزیں کھانے پینے کو ان کے لیے وہاں موجود ہیں، جو کچھ وہ طلب کریں اُن کے لیے حاضر ہے، ربِّ رحیم کی طرف سے اُن کو سلام کہا گیا ہے۔ اور اے مُجرمو، آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ۔ آدمؑ کے بچّو، کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمھارا کُھلا دشمن ہے، اور میری ہی بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے؟ مگر اسکے باوجود اُس نے تم میں سے ایک گروہِ کثیر کو گُمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟ یہ وہی جہنّم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا تھا۔ جو کفر تم دنیا میں کرتے رہے ہو اُس کی پاداش میں اب اِس کا ایندھن بنو۔

آج ہم اِن کے منہ بند کیے دیتے ہیں، اِن کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔

---

[۵] ہوسکتا ہے کہ یہ جواب ان کو اہلِ ایمان دیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ کچھ دیر کے بعد خود سمجھ لیں کہ یہ تو وہی دن آ گیا جس کی خبر رسُول ہمیں دیتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتے ان کو یہ جواب دیں، یا قیامت کا سارا ماحول انہیں یہ بات بتائے۔

ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں مُوند دیں، پھر یہ راستے کی طرف لپک کر دیکھیں، کہاں سے انھیں راستہ سُجھائی دے گا؟ ہم چاہیں تو اِنھیں ان کی جگہ ہی پر اِس طرح مسخ کر کے رکھ دیں کہ یہ نہ آگے چل سکیں نہ پیچھے پلٹ سکیں ع۔ جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم اُلٹ ہی دیتے ہیں۔ کیا (یہ حالات دیکھ کر) اِنھیں عقل نہیں آتی؟

ہم نے اِس (نبیؐ) کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری اس کو زیب ہی دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب، تاکہ وہ ہر اس شخص کو خبردار کر دے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے اِن کے لیے مویشی پیدا کیے ہیں اور اب یہ اُن کے مالک ہیں۔ ہم نے اُنھیں اس طرح اُن کے بس میں کر دیا ہے کہ اُن میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں، کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں، اور اُن کے اندر اِن کیلئے طرح طرح کے فوائد اور مشروبات ہیں۔ پھر کیا یہ شکر گزار نہیں ہوتے؟ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے اِنھوں نے اللہ کے سوا دُوسرے خدا بنا لیے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی مدد کی جائے گی۔ وہ اِن کی کوئی مدد نہیں کر سکتے بلکہ یہ لوگ اُلٹے اُن کے لیے حاضر باش لشکر بنے ہوئے ہیں۔ اچھا، جو باتیں یہ بنا رہے ہیں وہ تمھیں رنجیدہ نہ کریں، اِن کی چُھپی اور کُھلی سب باتوں کو ہم جانتے ہیں۔

کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اِسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالُو بن کر کھڑا ہو گیا؟ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بُھول جاتا ہے۔ کہتا ہے ”کون اِن ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟“

CS CamScanner

اِس سے کہو، اِنھیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انھیں پیدا کیا تھا، اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔ وہی جس نے تمھارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اُس سے اپنے چُولہے روشن کرتے ہو۔ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اِس پر قادر نہیں ہے کہ اِن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں جب کہ وہ ماہرِ خلاق ہے۔ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے، اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔ ع

سُورۂ صٰفّٰت (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

قطار در قطار صف باندھنے والوں کی قسم، پھر اُن کی قسم جو ڈانٹنے پھٹکارنے والے ہیں، پھر اُن کی قسم جو کلامِ نصیحت سُنانے والے ہیں[۱] تمھارا معبُودِ حقیقی بس ایک ہی ہے۔ وہ جو زمین اور آسمانوں کا اور تمام اُن چیزوں کا مالک ہے جو زمین و آسمان میں ہیں، اور سارے مشرقوں کا مالک۔[۲]

ہم نے آسمانِ[۳] دُنیا کو تاروں کی زینت سے آراستہ کیا ہے اور ہر شیطانِ سرکش سے اِس کو محفوظ کر دیا ہے۔ یہ شیاطین ملاءِ اعلیٰ[۴] کی باتیں نہیں سُن سکتے، ہر طرف سے مارے اور ہانکے جاتے ہیں

---

[۱] مفسرین کی اکثریت اِس بات پر متفق ہے کہ ان تینوں گروہوں سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں، اس کی نافرمانی کرنے والوں کو ڈانٹتے اور پھٹکارتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے اور کلامِ نصیحت سُناتے ہیں۔

[۲] سورج ہمیشہ ایک ہی مطلع سے نہیں نکلتا بلکہ ہر روز ایک نئے زاویے سے طلوع ہوتا ہے۔ نیز ساری زمین پر وہ بیک وقت طالع نہیں ہو جاتا بلکہ زمین کے مختلف حصّوں پر مختلف اوقات میں اُس کا طلوع ہُوا کرتا ہے۔ اِن وجوہ سے مشرق کے بجائے مشارق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ مغارب کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ مشارق کا لفظ خود ہی مغارب پر دلالت کرتا ہے۔

[۳] آسمانِ دنیا سے مراد قریب کا آسمان ہے جس کا مشاہدہ کسی دُور بین کی مدد کے بغیر ہم برہنہ آنکھ سے کرتے ہیں۔

[۴] اس سے مراد ہے عالمِ بالا کی مخلوق، یعنی فرشتے۔

اور اُن کے لیے پیہم عذاب ہے۔ تاہم اگر کوئی اُن میں سے کچھ لے اُڑے تو ایک تیز شُعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔

اب ان سے پُوچھو، اِن کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا اُن چیزوں کی جو ہم نے پیدا کر رکھی ہیں؟ ان کو تو ہم نے لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔ تم (اللّٰہ کی قدرت کے کرشموں پر) حیران ہو اور یہ اس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ سمجھایا جاتا ہے تو سمجھ کر نہیں دیتے۔ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اُسے ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "یہ تو صریح جادُو ہے، بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جب ہم مر چکے ہوں اور مٹی بن جائیں اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں اس وقت ہم پھر زندہ کر کے اُٹھا کھڑے کیئے جائیں؟ اور کیا ہمارے اگلے وقتوں کے آباؤ اجداد بھی اُٹھائے جائیں گے"؟ ان سے کہو ہاں، اور تم (خدا کے مقابلے میں) بے بس ہو۔

"بس ایک ہی جھڑکی ہو گی اور یکایک یہ اپنی آنکھوں سے (وہ سب کچھ جس کی خبر دی جا رہی ہے) دیکھ رہے ہوں گے۔ اُس وقت یہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی، یہ تو یومُ الجزا ہے۔" "یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے"۔ [۵] ع (حکم ہو گا) "گھیر لاؤ سب ظالموں اور اُن کے ساتھیوں اور اُن معبُودوں [۶] کو جن کی وہ خدا کو چھوڑ کر بندگی کیا کرتے تھے، پھر اِن سب کو جہنّم کا راستہ دکھاؤ۔ اور ذرا اِنھیں ٹھیراؤ، ان سے کچھ پُوچھنا ہے۔ کیا ہو گیا تمھیں، اب کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ ارے، آج تو یہ اپنے آپ کو (اور ایک دوسرے کو) حوالے کیے دے رہے ہیں"!

---

[۵] ہوسکتا ہے کہ یہ بات ان سے اہلِ ایمان کہیں، ہوسکتا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہو، ہوسکتا ہے کہ میدانِ حشر کا سارا ماحول اس وقت زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خود ان لوگوں کا اپنا ہی دوسرا ردِعمل ہو۔ یعنی اپنے دِلوں میں وہ اپنے آپ ہی کو مخاطب کر کے کہیں کہ دنیا میں ساری عمر تم یہ سمجھتے رہے کہ کوئی فیصلے کا دن نہیں آنا ہے۔ اب آ گئی تمہاری شامت، جس دن کو جھٹلاتے تھے وہی سامنے آ گیا۔

[۶] اس جگہ معبُودوں سے مراد فرشتے اور اولیاء اور انبیاء نہیں ہیں بلکہ دو قسم کے معبُود ہیں ایک وہ انسان اور شیاطین جن کی اپنی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی بندگی کریں۔ دوسرے وہ بُت وغیرہ جن کی پرستش دنیا میں کی جاتی رہی ہے۔

CS CamScanner

اس کے بعد یہ ایک دوسرے کی طرف مُڑیں گے اور باہم تکرار شروع کر دیں گے۔ (پیروی کرنے والے اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے، ''تم ہمارے پاس سیدھے رُخ سے آتے تھے''۔[۷] وہ جواب دیں گے، ''نہیں، بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے، ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا، تم خود ہی سرکش لوگ تھے۔ آخر کار ہم اپنے ربّ کے اُس فرمان کے مستحق ہو گئے کہ ہم عذاب کا مزا چکھنے والے ہیں۔ سو ہم نے تم کو بہکایا، ہم خود بہکے ہوئے تھے۔''

اس طرح وہ سب اُس روز عذاب میں مشترک ہوں گے۔ ہم مُجرموں کے ساتھ یہی کچھ کیا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جب اِن سے کہا جاتا ''اللہ کے سِوا کوئی معبُودِ برحق نہیں ہے''۔ تو یہ گھمنڈ میں آ جاتے تھے اور کہتے تھے ''کیا ہم ایک شاعر مجنوں کی خاطر اپنے معبُودوں کو چھوڑ دیں''؟ حالانکہ وہ حق لے کر آیا تھا اور اس نے رسُولوں کی تصدیق کی تھی۔ (اب اُن سے کہا جائے گا کہ) تم لازماً دردناک سزا کا مزا چکھنے والے ہو۔ اور تمھیں جو بدلہ بھی دیا جا رہا ہے انھیں اَعمال کا دیا جا رہا ہے جو تم کرتے رہے ہو۔

مگر اللہ کے چیدہ بندے (اِس انجامِ بد سے) محفوظ ہوں گے۔ ان کے لئے جانا بُوجھا رِزق ہے، ہر طرح کی لذیذ چیزیں اور نعمت بھری جنّتیں جن میں وہ عزّت کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

---

[۷] اصل میں لفظ یَمین استعمال ہُوا ہے۔ محاورے کی رُو سے اگر اس کو قوت و طاقت کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنے زور سے ہم کو گمراہی کی طرف کھینچ لے گئے۔ اگر اِس کو خیر اور بھلائی کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ تم نے خیر خواہ بن کر ہمیں دھوکہ دیا اور اگر اس کو قَسم کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے قسمیں کھا کھا کر ہمیں اطمینان دِلایا تھا کہ حق وہی ہے جو تم پیش کر رہے ہو۔

شراب کے چشموں سے ساغر بھر بھر کر اُن کے درمیان پھرائے جائیں گے۔ یہ چمکتی ہوئی شراب، جو پینے والوں کے لئے لذّت ہوگی۔ نہ اُن کے جسم کو اُس سے کوئی ضرر ہوگا اور نہ ان کی عقل اس سے خراب ہوگی۔ اور انکے پاس نگاہیں بچانے والی، خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہوں گی، ایسی نازک جیسے انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلّی۔

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر حالات پُوچھیں گے۔ اُن میں سے ایک کہے گا، ”دنیا میں میرا ایک ہم نشین تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا، کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا واقعی جب ہم مر چکے ہوں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جائیں گے تو ہمیں جزا و سزا دی جائے گی؟ اب کیا آپ لوگ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ صاحب اب کہاں ہیں“؟ یہ کہہ کر جونہی وہ جُھکے گا تو جہنّم کی گہرائی میں اُس کو دیکھ لے گا اور اس سے خطاب کر کے کہے گا ”خدا کی قسم، تُو تو مجھے تباہ ہی کر دینے والا تھا۔ میرے ربّ کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو آج میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے ہیں۔ اچھا تو کیا[۸] اب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ موت جو ہمیں آنی تھی وہ بس پہلے آ چکی؟ اب ہمیں کوئی عذاب نہیں ہونا؟“

یقیناً یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔ بولو، یہ ضیافت اچھی ہے یا زقُّوم کا درخت؟ ہم نے اُس درخت کو ظالموں کے لئے فتنہ بنا دیا ہے۔[۹] وہ ایک درخت ہے جو جہنّم کی تہہ سے نکلتا ہے۔ اُس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر۔ جہنّم کے لوگ اِسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے،

---

[۸] اندازِ کلام صاف بتا رہا ہے کہ اپنے اس دوزخی یار سے کلام کرتے کرتے یکایک یہ جنّتی شخص اپنے آپ سے کلام کرنے لگتا ہے اور یہ فقرے اس کی زبان سے اس طرح ادا ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنے آپ کو ہر توقع اور ہر اندازے سے برتر حالت میں پا کر انتہائی حیرت و استعجاب اور وفورِ مسرت کے ساتھ آپ ہی آپ بول رہا ہو۔

[۹] یعنی منکرین یہ بات سُن کر قرآن پر طعن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر استہزا کا ایک نیا موقع پا لیتے ہیں۔ وہ اس پر ٹھٹھا مار کر کہتے ہیں، لو اب نئی سنو، جہنّم کی دہکتی ہوئی آگ میں درخت اُگے گا۔

پھر اس پر پینے کے لئے ان کو کھولتا ہُوا پانی ملے گا۔ اور اس کے بعد ان کی واپسی اِسی آتشِ دوزخ کی طرف ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا اور اُنھی کے نقشِ قدم پر دوڑ چلے۔ حالانکہ اُن سے پہلے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے تھے اور اُن میں ہم نے تنبیہ کرنے والے رسُول بھیجے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اُن تنبیہ کئے جانے والوں کا کیا انجام ہُوا۔ اِس بدانجامی سے بس اللہ کے وہی بندے بچے ہیں جنھیں اس نے اپنے لئے خالص کرلیا ہے۔ ع

ہم کو (اس سے پہلے) نوحؑ نے پکارا تھا، تو دیکھو کہ ہم کیسے اچھے جواب دینے والے تھے۔ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو کربِ عظیم سے بچا لیا، اور اُسی کی نسل کو باقی رکھا، اور بعد کی نسلوں میں اُس کی تعریف و توصیف چھوڑ دی۔ سلام ہے نوحؑ پر تمام دنیا والوں میں۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ پھر دوسرے گروہ کو ہم نے غرق کردیا۔

اور نوحؑ ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیمؑ تھا۔ جب وہ اپنے ربّ کے حضور قلبِ سلیم لے کر آیا۔ جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا ”یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کر رہے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ گھڑے ہوئے معبُود چاہتے ہو؟ آخر ربّ العالمین کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے؟“

پھر اُس نے تاروں پر ایک نگاہ ڈالی [۱۰] اور کہا میری طبیعت خراب ہے۔ [۱۱]

---

[۱۰] عربی زبان میں یہ الفاظ محاورے کے طور پر اس معنی میں بولا کرتے ہیں کہ اس نے غور کیا یا وہ شخص سوچنے لگا۔

[۱۱] ہمیں کسی ذریعہ سے یہ معلوم نہیں ہے کہ اُس وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ خلافِ واقعہ بہانا بنایا تھا۔

CS CamScanner

چنانچہ وہ لوگ اُسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اُن کے پیچھے وہ چپکے سے ان کے معبودوں کے مندر میں گُھس گیا اور بولا ”آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں ہیں؟ کیا ہو گیا، آپ لوگ بولتے بھی نہیں؟“ اس کے بعد وہ ان پر پل پڑا اور سیدھے ہاتھ سے خوب ضربیں لگائیں۔ (واپس آکر) وہ لوگ بھاگے بھاگے اُس کے پاس آئے۔ اُس نے کہا ”کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پُوجتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور اُن چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو“۔ اُنھوں نے آپس میں کہا کہ ”اِس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔“ اُنھوں نے اِس کے خلاف ایک کارروائی کرنی چاہی تھی، مگر ہم نے اُنھی کو نیچا دِکھا دیا۔

ابراہیمؑ نے کہا ”میں اپنے ربّ کی طرف جاتا ہوں،[۱۲] وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے پروردگار، مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحین میں سے ہو“۔ (اس دُعا کے جواب میں) ہم نے اُس کو ایک حلیم (بُردبار) لڑکے کی بشارت دی۔[۱۳] وہ لڑکا جب اُس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیمؑ نے اُس سے کہا ”بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تُو بتا، تیرا کیا خیال ہے“؟ اُس نے کہا، ”ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالئے، آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔“ آخر کو جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بَل گرا دیا۔ اور ہم نے ندا دی کہ ”اے ابراہیمؑ تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔[۱۴] ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کُھلی آزمائش تھی۔“

---

[۱۲] یعنی اپنے ربّ کی خاطر گھر اور وطن چھوڑ رہا ہوں۔

[۱۳] مراد ہیں حضرت اسماعیل علیہ السّلام۔

[۱۴] چونکہ خواب میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ذبح کر رہے ہیں، یہ نہیں دکھایا گیا کہ ذبح کر دیا ہے، اِس لیے جب حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کرنے کی پوری تیاری کر لی تو فرمایا کہ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

اور ہم نے ایک بڑی قربانی [۱۵] فدیے میں دے کر اُس بچّے کو چُھڑا لیا۔ اور اُس کی تعریف وتوصیف ہمیشہ کے لئے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیمؑ پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اُسے اسحاقؑ کی بشارت دی، [۱۶] ایک نبی صالحین میں سے۔ اور اسے اور اسحاقؑ کو برکت دی۔ اب ان دونوں کی ذُرّیت میں سے کوئی محسن ہے اور کوئی اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔ ع

اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر احسان کیا، اُن کو اور اُن کی قوم کو کربِ عظیم سے نجات دی، اُنھیں نصرت بخشی جس کی وجہ سے وہی غالب رہے، اُن کو نہایت واضح کتاب عطا کی، اُنھیں راہِ راست دکھائی، اور بعد کی نسلوں میں اُن کا ذِکرِ خیر باقی رکھا۔ سلام ہے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں، درحقیقت وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

اور الیاسؑ بھی یقیناً مُرسَلین میں سے تھا۔ یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ”تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور اَحسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو، اُس اللّٰہ کو جو تمھارے اور تمھارے اگلے پچھلے آباؤ اجداد کا ربّ ہے؟“

---

[۱۵] ”بڑی قربانی“ سے مراد ایک مینڈھا ہے جو اس وقت اللّٰہ تعالیٰ کے فرشتے نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے پیش کیا تا کہ بیٹے کے بدلے اس کو ذبح کر دیں۔ اسے بڑی قربانی کے لفظ سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ وہ ابراہیمؑ جیسے وفادار بندے کے لیے فرزندِ ابراہیمؑ جیسے صابر و جاں نثار لڑکے کا فدیہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے بڑی قربانی قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قیامت تک کے لیے اللّٰہ تعالیٰ نے یہ سُنّت جاری کر دی کہ اسی تاریخ کو تمام اہلِ ایمان دنیا بھر میں جانور قربان کریں اور وفاداری و جاں نثاری کے اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرتے رہیں۔

[۱۶] یعنی قربانی کے اس واقعہ کے بعد حضرت اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔

CS CamScanner

مگر انھوں نے اسے جُھٹلا دیا، سو اب یقیناً وہ سزا کے لئے پیش کئے جانے والے ہیں، بجز اِن بندگانِ خدا کے جن کو خالص کر لیا گیا تھا۔ اور الیاسؑ کا ذِکرِ خیر ہم نے بعد کی نسلوں میں باقی رکھا۔ سلام ہے الیاسؑ پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ واقعی وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

اور لوطؑ بھی اُنھی لوگوں میں سے تھا جو رسُول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یاد کرو جب ہم نے اس کو اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی، سوائے ایک بُڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر باقی سب کو تہس نہس کر دیا۔ آج تم شب و روز اُن کے اُجڑے دِیار پر سے گزرتے ہو۔ کیا تم کو عقل نہیں آتی ؟ ع

اور یقیناً یونسؑ بھی رسُولوں میں سے تھا۔ یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلا، پھر قرعہ اندازی میں شریک ہُوا اور اُس میں مات کھائی۔ آخر کار مچھلی نے اسے نِگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔[۱۷] اب اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روزِ قیامت تک اُسی مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔[۱۸] آخر کار ہم نے اسے بڑی سقیم حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا۔ اور اُس پر ایک بیلدار درخت اُگا دیا۔

---

[۱۷] ان فقروں پر غور کرنے سے جو صورتِ واقعہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ (۱) حضرت یونسؑ جس کشتی میں سوار ہوئے تھے وہ اپنی گنجائش سے زیادہ بھری ہوئی تھی (۲) قرعہ اندازی کشتی میں ہوئی اور غالباً اس وقت ہوئی جب بحری سفر کے دوران میں یہ محسوس ہُوا کہ بوجھ کی زیادتی کے سبب سے تمام مسافروں کی جان خطرے میں پڑ گئی ہے لہٰذا قرعہ اس غرض کے لیے ڈالا گیا کہ جس کا نام قرعہ میں نکلے اسے پانی میں پھینک دیا جائے۔ (۳) قرعہ میں حضرت یونسؑ ہی کا نام نکلا چنانچہ وہ سمندر میں پھینک دیے گئے اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا (۴) اس ابتلا میں حضرت یونسؑ اس لیے مُبتلا ہوئے کہ وہ اپنے آقا (یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنے مقامِ ماموریت سے فرار ہو گئے تھے اسی معنی پر لفظ اَبَقَ دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں وہ بھاگ جانے والے غلام کے لیے بولا جاتا ہے۔

[۱۸] یعنی قیامت تک مچھلی کا پیٹ ہی حضرت یونسؑ کی قبر بنا رہتا۔

اِس کے بعد ہم نے اُسے ایک لاکھ، یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا۔ [۱۹] وہ ایمان لائے اور ہم نے ایک وقتِ خاص تک انھیں باقی رکھا۔

پھر ذرا اِن لوگوں سے پوچھو، کیا (ان کے دل کو یہ بات لگتی ہے کہ) تمھارے رَبّ کے لئے تو ہوں بیٹیاں اور اِن کے ہوں بیٹے۔ کیا واقعی ہم نے ملائکہ کو عورتیں ہی بنایا ہے اور یہ آنکھوں دیکھی بات کہہ رہے ہیں؟ خوب سُن رکھو، دراصل یہ لوگ اپنی من گھڑت سے یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے، اور فی الواقع یہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ نے بیٹوں کی بجائے بیٹیاں اپنے لئے پسند کرلیں؟ تمھیں کیا ہوگیا ہے، کیسے حکم لگا رہے ہو؟ کیا تمھیں ہوش نہیں آتا؟ یا پھر تمھارے پاس اپنی اِن باتوں کے لئے کوئی صاف سند ہے، تو لاؤ اپنی وہ کتاب اگر تم سچے ہو۔

اِنھوں نے اللہ اور ملائکہ [۲۰] کے درمیان نسب کا رِشتہ بنا رکھا ہے، حالانکہ ملائکہ خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ مُجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں (اور وہ کہتے ہیں کہ) ”اللہ اُن صفات سے پاک ہے جو اُس کے خالص بندوں کے سوا دوسرے لوگ اُس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس تم اور تمھارے یہ معبُود اللہ سے کسی کو پھیر نہیں سکتے مگر صرف اُس کو جو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جُھلسنے والا ہو۔ اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے، اور ہم صف بستہ خدمت گار ہیں اور تسبیح کرنے والے ہیں“۔

یہ لوگ پہلے تو کہا کرتے تھے کہ کاش ہمارے پاس وہ ”ذِکر“ ہوتا جو پچھلی قوموں کو ملا تھا

---

[۱۹] ”ایک لاکھ یا اس سے زائد“ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تعداد میں شک تھا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ان کی بستی کو دیکھتا تو یہی اندازہ کرتا کہ اس شہر کی آبادی ایک لاکھ سے زائد ہی ہوگی کم نہ ہوگی۔

[۲۰] اگرچہ لفظ جن استعمال ہوا ہے لیکن آگے کے بیان سے واضح ہے کہ فرشتے مراد ہیں۔ جن کے لفظی معنی ہیں پوشیدہ مخلوق۔

CS CamScanner

تو ہم اللہ کے چیدہ بندے ہوتے۔ مگر (جب وہ آ گیا) تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا۔ اَب عنقریب اِنھیں (اس رَوِش کا نتیجہ) معلوم ہو جائے گا۔ اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔ پس اے نبیؐ، ذرا کچھ مدّت تک انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور دیکھتے رہو، عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے۔ کیا یہ ہمارے عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں؟ جب وہ اِن کے صحن میں اُترے گا تو وہ دن اُن لوگوں کے لئے بہت بُرا ہو گا جنھیں مُتنَبِّہ کیا جا چکا ہے۔ بس ذرا اِنھیں کچھ مدّت کے لئے چھوڑ دو اور دیکھتے رہو، عنقریب یہ خود دیکھ لیں گے۔

پاک ہے تیرا رَبّ، عزّت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ اور سلام ہے رسُولوں پر اور ساری تعریف اللہ ربّ العالمین ہی کے لئے ہے۔ ع

سُورۂ صٓ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ص، قَسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی، بلکہ یہی لوگ، جنھوں نے ماننے سے انکار کیا ہے، سخت تکبّر اور ضد میں مُبتلا ہیں۔[۱] اِن سے پہلے ہم ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں (اور جب اُن کی شامت آئی ہے) تو وہ چیخ اٹھے ہیں،

---

[۱] یعنی ان منکرین کے انکار کی وجہ یہ نہیں ہے کو جو دین ان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اس میں کوئی خلل ہے۔ بلکہ اس کی وجہ صرف ان کی جھوٹی شیخی، ان کی جاہلانہ نخوت اور ان کی ہٹ دھرمی ہے۔

مگر وہ وقت بچنے کا نہیں ہوتا۔

اِن لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہُوا کہ ایک ڈرانے والا خود انھی میں سے آ گیا۔ منکرین کہنے لگے کہ "یہ ساحر ہے، سخت جُھوٹا ہے، کیا اِس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے"۔ اور سردارانِ قوم یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ "چلو اور ڈٹے رہو اپنے معبُودوں کی عبادت پر۔ یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جا رہی ہے۔[۲] یہ بات ہم نے زمانۂ قریب کی مِلّت میں کسی سے نہیں سُنی۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت بات۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر نازل کر دیا گیا؟"

اصل بات یہ ہے کہ یہ میرے "ذِکر" پر شک کر رہے ہیں[۳]، اور یہ ساری باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ انھوں نے میرے عذاب کا مزا چکّھا نہیں ہے۔ کیا تیرے داتا اور غالب پروردگار کی رحمت کے خزانے اِن کے قبضے میں ہیں؟ کیا یہ آسمان و زمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کے مالک ہیں؟ اچھا تو یہ عالمِ اسباب کی بلندیوں پر چڑھ کر دیکھیں!

یہ تو جتھوں میں سے ایک چھوٹا سا جتھا ہے جو اِسی جگہ شکست کھانے والا ہے۔[۴] اِن سے پہلے نوحؑ کی قوم، اور عاد، اور میخوں والا فرعون، اور ثمود، اور قومِ لُوط، اور اَیکہ والے جُھٹلا چکے ہیں۔ جتھے وہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے رسُولوں کو جُھٹلایا اور میری عقوبت کا فیصلہ اِس پر چسپاں ہو کر رہا۔ ع یہ لوگ بھی بس ایک دھماکے کے منتظر ہیں جس کے بعد کوئی دوسرا دھماکہ نہ ہوگا۔

---

[۲] ان کا مطلب یہ تھا کہ اس دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے دراصل یہ دعوت اس غرض سے دی جا رہی ہے کہ ہم سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان ہو جائیں اور یہ ہم پر اپنا حکم چلائیں۔

[۳] بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ دراصل تمہیں نہیں جُھٹلا رہے ہیں بلکہ مجھے جُھٹلا رہے ہیں۔ انہیں شک تمہاری صداقت پر نہیں ہے میری تعلیمات پر ہے۔

[۴] "اسی جگہ" کا اشارہ مکّہ معظّمہ کی طرف ہے یعنی جہاں یہ لوگ یہ باتیں بنا رہے ہیں، اسی جگہ ایک دن یہ شکست کھانے والے ہیں اور یہیں وہ وقت آنے والا ہے جب یہ منہ لٹکائے اسی شخص کے سامنے کھڑے ہوں گے جسے آج یہ حقیر سمجھ کر نبی تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔

اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ، یوم الحساب سے پہلے ہی ہمارا حصّہ ہمیں جلدی سے دے دے۔

اَے نبیؐ، صبر کرو اُن باتوں پر جو یہ لوگ بناتے ہیں، اور اِن کے سامنے ہمارے بندے داؤدؑ کا قصّہ بیان کرو جو بڑی قوّتوں کا مالک تھا۔ ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ ہم نے پہاڑوں کو اس کے ساتھ مُسخّر کر رکھا تھا کہ صبح و شام وہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ پرندے سمٹ آتے، سب کے سب اُس کی تسبیح کی طرف مُتوجّہ ہو جاتے تھے۔ ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی تھی، اس کو حکمت عطا کی تھی اور فیصلہ کُن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی۔ پھر تمھیں کچھ خبر پہنچی ہے اُن مقدمے والوں کی جو دیوار چڑھ کر اُس کے بالا خانے میں گھس آئے تھے؟ جب وہ داؤدؑ کے پاس پہنچے تو وہ انھیں دیکھ کر گھبرا گیا۔ انھوں نے کہا ”ڈریے نہیں، ہم دو فریقِ مقدمہ ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجیے، بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں راہِ راست بتائیے۔ یہ میرا بھائی ہے اِس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دُنبی ہے۔ اِس نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک دُنبی بھی میرے حوالے کر دے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا“۔ [۵] داؤدؑ نے جواب دیا، ”اِس شخص نے اپنی دُنبیوں کے ساتھ تیری دُنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا، اور واقعہ یہ ہے کہ مِل جُل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دُوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں، بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور عملِ صالح کرتے ہیں، اور ایسے لوگ کم ہی ہیں“۔ (یہ بات کہتے کہتے) داؤدؑ سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے، چنانچہ اُس نے اپنے ربّ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجُوع کر لیا۔

---

[۵] مستغیث نے یہ نہیں کہا کہ میری دُنبی چھین لی بلکہ یہ کہا کہ میری دُنبی بھی مجھ سے مانگی اور یہ چاہا کہ میں وہ اس کے حوالے کر دوں چوں کہ یہ بڑی شخصیت کا آدمی ہے اس لیے مجھ پر اس کا دباؤ پڑ رہا ہے۔

تب ہم نے اس کا وہ قصور معاف کیا[۶] اور یقیناً ہمارے ہاں اُس کے لئے تقرُّب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔ (ہم نے اُس سے کہا) ”اے داوٗدؑ، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تُو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللّٰہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللّٰہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً اُن کے لئے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے“۔ ع

ہم نے اِس آسمان اور زمین کو اور اِس دنیا کو جو اُن کے درمیان ہے فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔ یہ تو اُن لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا ہے، اور ایسے کافروں کے لئے بربادی ہے جہنّم کی آگ سے۔ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے اور نیک اعمال کرتے ہیں اور اُن کو جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یکساں کر دیں؟ کیا متّقیوں کو ہم فاجروں جیسا کر دیں؟ یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے نبیؐ) ہم نے تمھاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔

اور داوٗدؑ کو ہم نے سلیمانؑ (جیسا بیٹا) عطا کیا، بہترین بندہ، کثرت سے اپنے ربّ کی طرف رجُوع کرنے والا۔ قابلِ ذِکر ہے وہ موقع جب شام کے وقت اُس کے سامنے خوب سَدھے ہوئے گھوڑے پیش کیے گئے تو اُس نے کہا ”میں نے اس مال کی محبّت اپنے ربّ کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے“۔ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو (اس نے حکم دیا کہ) انھیں میرے پاس واپس لاؤ، پھر لگا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے۔

---

[۶] اس سے معلوم ہُوا کو حضرت داوٗدؑ سے قصور تو ضرور ہُوا تھا اور وہ کوئی ایسا قصور تھا جو دُنبیوں والے مقدمے سے کسی طرح کی مماثلت رکھتا تھا اسی لیے اُس کا فیصلہ سناتے ہوئے معاً ان کو یہ خیال آیا کہ یہ میری آزمائش ہو رہی ہے، لیکن اس قصور کی نوعیت ایسی شدید نہ تھی کہ اسے معاف نہ کیا جاتا یا اگر معاف کیا جاتا تو وہ اپنے مرتبۂ بلند سے گرا دیے جاتے۔ اللّٰہ تعالیٰ یہاں خود تصریح فرما رہا ہے کہ جب انہوں نے سجدے میں گر کر توبہ کی تو نہ صرف یہ کہ انہیں معاف کر دیا گیا بلکہ دنیا اور آخرت میں ان کو جو بلند مقام حاصل تھا اس میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

اور (دیکھو کہ) سلیمانؑ کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کُرسی پر ایک جسد لا کر ڈال دیا۔ پھر اس نے رُجوع کیا اور کہا کہ "اے میرے ربّ، مجھے معاف کر دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو، بے شک تُو ہی اصل داتا ہے۔"[۷] تب ہم نے اس کے لئے ہوا کو مُسَخّر کر دیا جو اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جدھر وہ چاہتا تھا، اور شیاطین کو مُسَخّر کر دیا، ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور اور دوسرے جو پابندِ سلاسل تھے۔ (ہم نے اس سے کہا) "یہ ہماری بخشش ہے، تجھے اختیار ہے جسے چاہے دے اور جس سے چاہے روک لے، کوئی حساب نہیں"۔ یقیناً اس کے لئے ہمارے ہاں تقرُّب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔ ع

اور ہمارے بندے ایوبؑ کا ذِکر کرو۔ جب اس نے اپنے ربّ کو پُکارا کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے۔[۸] (ہم نے اُسے حکم دیا) اپنا پاؤں زمین پر مار، یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔ ہم نے اُسے اس کے اہل و عیال واپس دیے اور اُن کے ساتھ اتنے ہی اور اپنی طرف سے رحمت کے طور پر، اور عقل و فکر رکھنے والوں کے لئے درس کے طور پر۔ (اور ہم نے اس سے کہا) تنکوں کا ایک مُٹّھا لے اور اس

---

[۷] سلسلۂ کلام کے لحاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ جیسے عالی مرتبہ انبیاء اور محبوب بندوں کو بھی محاسبہ کیے بغیر نہیں چھوڑا ہے جس فتنے کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اس کی کوئی یقینی تفصیل ہمیں معلوم نہیں ہے جس پر مفسرین کا اتفاق ہو۔ لیکن حضرت سلیمانؑ کی دُعا کے یہ الفاظ کہ "اے ربّ مجھے معاف کر دے اور مجھ کو وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو" اگر تاریخ بنی اسرائیل کی روشنی میں پڑھی جائے تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دِل میں غالباً یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو اور حکومت و فرمانروائی آئندہ اِنہی کی نسل میں باقی رہے۔ اسی چیز کو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے حق میں "فتنہ" قرار دیا اور اس پر وہ اس وقت مُتنبّہ ہوئے جب ان کا ولی عہد رَحبعام ایک ایسا نالائق نوجوان بن کر اٹھا جس کے لچھن صاف بتا رہے تھے کو وہ داوٗد و سلیمان علیہ السّلام کی سلطنت چار دن بھی نہ سنبھال سکے گا ان کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈالے جانے کا مطلب غالباً یہی ہے کہ جس بیٹے کو وہ اپنی کرسی پر بٹھانا چاہتے تھے وہ ایک کندۂ ناتراش تھا۔

[۸] اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیطان نے مجھے بیماری میں مُبتلا کر دیا ہے اور میرے اوپر مصائب نازل کر دیے ہیں، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ بیماری کی شدّت، مال و دولت کے ضیاع اور اعزّہ و اقربا کے منہ موڑ لینے سے میں جس تکلیف اور عذاب میں مُبتلا ہوں اس سے بڑھ کر تکلیف اور عذاب میرے

CS CamScanner

سے مار دے، اپنی قَسم نہ توڑ۔ [۹] ہم نے اسے صابر پایا، بہترین بندہ، اپنے ربّ کی طرف بہت رجُوع کرنے والا۔

اور ہمارے بندوں، ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذِکر کرو۔ بڑی قوّتِ عمل رکھنے والے اور دیدہ ور لوگ تھے۔ ہم نے، اُن کو ایک خالص صفت کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا، اور وہ دارِ آخرت کی یاد تھی۔ یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار چُنے ہوئے نیک اشخاص میں ہے۔ اور اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکِفلؑ کا ذِکر کرو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

یہ ایک ذِکر تھا۔ (اب سُنو کہ) متّقی لوگوں کے لئے یقیناً بہترین ٹھکانا ہے، ہمیشہ رہنے والی جنّتیں جن کے دروازے اُن کے لئے کُھلے ہوں گے۔ ان میں وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، خوب خوب فواکہ اور مشروبات طلب کر رہے ہوں گے، اور ان کے پاس شرمیلی ہم سِن بیویاں ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں حساب کے دن عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

یہ تو ہے متّقیوں کا انجام۔ اور سرکشوں کے لئے بدترین ٹھکانا ہے جہنّم جس میں وہ جُھلسے جائیں گے، بہت ہی بُری قیام گاہ۔

لیے یہ ہے کہ شیطان اپنے وسوسوں سے مجھے تنگ کر رہا ہے۔ وہ ان حالات میں مجھے اپنے ربّ سے مایوس کرنے کی کوشش کرتا ہے، مجھے اپنے ربّ کا ناشکرا بنانا چاہتا ہے اور اس بات کے درپے ہے کہ میں دامنِ صبر ہاتھ سے چھوڑ بیٹھوں۔

[۹] ان الفاظ پر غور کرنے سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ایوبؑ نے بیماری کی حالت میں ناراض ہو کر کسی کو مارنے کی قَسم کھائی تھی (روایات یہ ہیں کہ بیوی کو مارنے کی قَسم کھائی تھی) اور اس قَسم ہی میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تجھے اتنے کوڑے ماروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت کاملہ عطا فرمادی اور حالتِ مرض کا وہ غصہ دُور ہو گیا جس میں یہ قَسم کھائی گئی تھی، تو ان کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قَسم پوری کرتا ہوں تو خواہ مخواہ ایک بے گناہ کو مارنا پڑے گا اور قسم توڑتا ہوں تو یہ بھی ایک گناہ کا ارتکاب ہے۔ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح نکالا کہ انہیں حکم دیا، ایک جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے کوڑے تم نے مارنے کی قَسم کھائی تھی اور اس جھاڑو سے اس شخص کو بس ایک ضرب لگا دو تاکہ تمہاری قَسم بھی پوری ہو جائے اور اسے ناروا تکلیف بھی نہ پہنچے۔

CS CamScanner

یہ ہے اُن کے لئے، پس وہ مزا چکھیں کھولتے ہوئے پانی اور پیپ لہو اور اِسی قسم کی دُوسری تلخیوں کا۔ (وہ جہنّم کی طرف اپنے پیروؤں کو آتے دیکھ کر آپس میں کہیں گے) ”یہ ایک لشکر تمھارے پاس گُھسا چلا آ رہا ہے، کوئی خوش آمدید اِن کے لئے نہیں ہے، یہ آگ میں جُھلسنے والے ہیں“۔ وہ اُن کو جواب دیں گے ”نہیں بلکہ تم ہی جُھلسے جا رہے ہو، کوئی خیر مقدم تمھارے لئے نہیں۔ تم ہی تو یہ انجام ہمارے آگے لائے ہو، کیسی بُری ہے یہ جائے قرار“۔ پھر وہ کہیں گے ”اے ہمارے ربّ، جس نے ہمیں اس انجام کو پہنچانے کا بندوبست کیا اُس کو دوزخ کا دوہرا عذاب دے“۔ اور وہ آپس میں کہیں گے ”کیا بات ہے، ہم اُن لوگوں کو کہیں نہیں دیکھتے جنھیں ہم دنیا میں بُرا سمجھتے تھے؟ ہم نے یونہی اُن کا مذاق بنا لیا تھا، یا وہ کہیں نظروں سے اوجھل ہیں“؟ بے شک یہ بات سچّی ہے، اہلِ دوزخ میں یہی کچھ جھگڑے ہونے والے ہیں۔ ع

(اے نبیؐ) ان سے کہو، ”میں تو بس خبردار کر دینے والا ہوں۔ کوئی حقیقی معبُود نہیں مگر اللہ، جو یکتا ہے، سب پر غالب، آسمانوں اور زمین کا مالک اور اُن ساری چیزوں کا مالک جو اُن کے درمیان ہیں، زبردست اور درگزر کرنے والا“۔ اِن سے کہو ”یہ ایک بڑی خبر ہے جس کو سُن کر تم منہ پھیرتے ہو“۔

(اِن سے کہو) ”مجھے اُس وقت کی کوئی خبر نہ تھی جب ملاءِ اعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ مجھ کو تو وحی کے ذریعہ سے یہ باتیں صرف اس لئے بتائی جاتی ہیں کہ میں کُھلا کُھلا خبردار کرنے والا ہوں“۔ جب تیرے ربّ نے فرشتوں سے کہا ”میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، پھر جب میں اسے پُوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ“۔

CS CamScanner

اس حکم کے مطابق فرشتے سب کے سب سجدے میں گر گئے، مگر ابلیس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ ربّ نے فرمایا "اے ابلیس، تجھے کیا چیز اُس کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے؟ تُو بڑا بن رہا ہے یا تُو ہے ہی کچھ اُونچے درجے کی ہستیوں میں سے؟" اُس نے جواب دیا "میں اُس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اِس کو مٹی سے"۔ فرمایا "اچھا تو یہاں سے نکل جا، تُو مردُود ہے اور تیرے اُوپر یوم الجزاء تک میری لعنت ہے"۔ وہ بولا "اے میرے ربّ، یہ بات ہے تو پھر اس وقت تک کے لئے مجھے مُہلت دے دے جب یہ لوگ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے"۔ فرمایا، "اچھا، تجھے اس روز تک کی مُہلت ہے جس کا وقت مجھے معلوم ہے"۔ اس نے کہا "تیری عزّت کی قَسم، میں اِن سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا، بجز تیرے اُن بندوں کے جنھیں تُو نے خالص کر لیا ہے۔" فرمایا "تو حق یہ ہے، اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں، کہ میں جہنّم کو تجھ سے اور اُن سب لوگوں سے بھر دوں گا جو اِن انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے"۔

(اے نبیؐ) ان سے کہہ دو کہ میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، اور نہ میں بناوٹی لوگوں میں سے ہوں۔ یہ تو ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے اور تھوڑی مدّت ہی گزرے گی کہ تمھیں اس کا حال خود معلوم ہو جائے گا۔ ع

سُورۂ زُمَر (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اِس کتاب کا نزول اللہ زبردست اور دانا کی طرف سے ہے۔

(اے نبیؐ) یہ کتاب ہم نے تمھاری طرف برحق نازل کی ہے، لٰہذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دِین کو اُسی کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار، دینِ خالص اللہ کا حق ہے۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے اُس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اپنے اس فعل کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو اُن کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں، اللہ یقیناً اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جُھوٹا اور مُنکرِ حق ہو۔

اگر اللہ کسی کو بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا برگزیدہ کر لیتا، پاک ہے وہ اِس سے (کہ کوئی اس کا بیٹا ہو)، وہ اللہ ہے اکیلا اور سب پر غالب۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے۔ اُسی نے سورج اور چاند کو اس طرح مُسخّر کر رکھا ہے کہ ہر ایک ایک وقت مقرر تک چلے جا رہا ہے۔ جان رکھو، وہ زبردست ہے اور درگزر کرنے والا ہے۔ اُسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اُس جان سے اُس کا جوڑا بنایا۔ اور اسی نے تمھارے لئے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادّہ پیدا کئے۔[۱]

---

[۱] مویشی سے مراد ہیں اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری۔ ان کے چار نر اور چار مادہ مل کر آٹھ نر و مادہ ہوتے ہیں۔

وہ تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمھیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ [۲] یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمھارا ربّ ہے بادشاہی اُسی کی ہے، کوئی معبُود اس کے سوا نہیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے جارہے ہو؟

اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، لیکن وہ اپنے بندوں کے لیئے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمھارے لیئے پسند کرتا ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دُوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ آخر کار تم سب کو اپنے ربّ کی طرف پلٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو، وہ تو دلوں کا حال تک جانتا ہے۔

انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے ربّ کی طرف رجُوع کر کے اُسے پُکارتا ہے۔ پھر جب اس کا ربّ اسے اپنی نعمت سے نواز دیتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بُھول جاتا ہے، جس پر وہ پہلے پُکار رہا تھا اور دوسروں کو اللہ کا ہمسر ٹھیراتا ہے تا کہ اُس کی راہ سے گُمراہ کرے۔ (اے نبیؐ) اُس سے کہو کہ تھوڑے دِن اپنے کفر سے لُطف اُٹھالے، یقیناً تُو دوزخ میں جانے والا ہے۔ (کیا اس شخص کی رَوِش بہتر ہے یا اس شخص کی) جو مُطیعِ فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں کھڑا رہتا اور سجدے کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا اور اپنے ربّ کی رحمت سے امید لگاتا ہے؟ اِن سے پُوچھو، کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہوسکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔ ع

(اے نبیؐ) کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، اپنے ربّ سے ڈرو۔

---

[۲] تین پردوں سے مراد ہے پیٹ، رحم اور مَشِیمَہ (وہ جھلّی جس میں بچہ لپٹا ہُوا ہوتا ہے)۔

CS CamScanner

جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رَوِیّہ اختیار کیا ہے ان کے لئے بھلائی ہے۔ اور خدا کی زمین وسیع ہے، [۳] صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

(اے نبیؐ) ان سے کہو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دِین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اُس کی بندگی کروں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مُسلِم بنوں۔ کہو، اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اسی کی بندگی کروں گا، تم اس کے سوا جس جس کی بندگی کرنا چاہو کرتے رہو۔ کہو، اصل دیوالیے تو وہی ہیں جنھوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈال دیا۔ خوب سُن رکھو، یہی کُھلا دیوالیہ ہے۔ اُن پر آگ کی چھتریاں اُوپر سے بھی چھائی ہوں گی اور نیچے سے بھی۔ یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، پس اے میرے بندو، میرے غضب سے بچو۔ بخلاف اِس کے جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رُجوع کر لیا اُن کے لئے خوشخبری ہے۔ پس (اے نبیؐ) بشارت دے دو میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سُنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانشمند ہیں۔

(اے نبیؐ) اُس شخص کو کون بچا سکتا ہے جس پر عذاب کا فیصلہ چسپاں ہو چکا ہو؟ کیا

---

[۳] یعنی اگر ایک شہر یا علاقہ یا ملک اللہ کی بندگی کرنے والوں کے لیے تنگ ہو گیا ہے تو دوسری جگہ چلے جاؤ جہاں یہ مشکلات نہ ہوں۔

تم اسے بچا سکتے ہو جو آگ میں گر چکا ہو؟ البتہ جو لوگ اپنے ربّ سے ڈر کر رہے اُن کے لئے بلند عمارتیں ہیں منزل پر منزل بنی ہوئی، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں [۴] زمین کے اندر جاری کیا، پھر اس پانی کے ذریعہ سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قِسمیں مختلف ہیں پھر وہ کھیتیاں پک کر سُوکھ جاتی ہیں، پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئیں، پھر آخر کار اللہ ان کو بھس بنا دیتا ہے۔ درحقیقت اس میں ایک سبق ہے عقل رکھنے والوں کے لئے۔ ع اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے ربّ کی طرف سے ایک روشنی پر چل رہا ہے (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا؟)۔ تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کی نصیحت سے اور زیادہ سخت ہو گئے۔ وہ کُھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ نے بہترین کلام اُتارا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔ اُسے سُن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رَبّ سے ڈرنے والے ہیں، اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذِکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہِ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لئے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔ اب اس شخص کی بدحالی کا تم کیا اندازہ کر سکتے ہو جو قیامت کے روز عذاب کی سخت مار اپنے منہ پر لے گا؟

---

[۴] اصل میں لفظ ینابیع استعمال ہُوا ہے جس کا اطلاق ان تینوں چیزوں پر ہوتا ہے۔

ایسے ظالموں سے تو کہہ دیا جائے گا کہ اب چکھو مزہ اس کمائی کا جو تم کرتے رہے تھے۔ اِن سے پہلے بھی بہت سے لوگ اسی طرح جھٹلا چکے ہیں۔ آخر اُن پر عذاب ایسے رُخ سے آیا جدھر ان کا خیال بھی نہ جا سکتا تھا۔ پھر اللہ نے ان کو دنیا ہی کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا، اور آخرت کا عذاب تو اس سے شدید تر ہے، کاش یہ لوگ جانتے۔

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح کی مثالیں دی ہیں کہ یہ ہوش میں آئیں۔ ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے، جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے، تاکہ یہ بُرے انجام سے بچیں۔ اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جس کے مالک ہونے میں بہت سے کج خُلق آقا شریک ہیں جو اُسے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں اور دوسرا شخص پُورا کا پُورا ایک ہی آقا کا غلام ہے۔ کیا ان دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے۔؟ الحمد لِلّٰہ، مگر اکثر لوگ نادانی میں پڑے ہوئے ہیں۔[۵] (اے نبیؐ) تمھیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔ آخر کار قیامت کے روز تم سب اپنے ربّ کے حضور اپنا اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔ ع پھر اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جُھوٹ باندھا اور جب سچّائی اس کے سامنے آئی تو اسے جُھٹلا دیا۔ کیا ایسے لوگوں کے لئے جہنّم میں کوئی ٹھکانا نہیں ہے؟ اور جو شخص سچّائی لے کر آیا اور جنھوں نے اس کو سچ مانا، وہی عذاب سے بچنے والے ہیں۔

---

[۵] یعنی ایک آقا کی غلامی اور بہت سے آقاؤں کی غلامی کا فرق تو خوب سمجھ لیتے ہیں، مگر ایک خدا کی بندگی اور بہت سے خداؤں کی بندگی کا فرق جب سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو نادان بن جاتے ہیں۔

اُنھیں اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے، یہ ہے نیکی کرنے والوں کی جزاء، تاکہ جو بدترین اعمال انھوں نے کیے تھے انھیں اللہ ان کے حساب سے ساقط کردے اور جو بہترین اعمال وہ کرتے رہے اُن کے لحاظ سے اُن کو اجرعطا فرمائے۔

(اے نبیؐ) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اُس کے سوا دُوسروں سے تم کو ڈراتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جسے گمراہی میں ڈال دے اُسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے، اور جسے وہ ہدایت دے اُسے بھٹکانے والا بھی کوئی نہیں۔ کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟ اِن لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔ اِن سے پوچھو، جب حقیقت یہ ہے تو تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمھاری یہ دیویاں جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پُکارتے ہو، مجھے اُس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ بس ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اِن سے صاف کہو کہ ’’اے میری قوم کے لوگو، تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا رہوں گا، عن قریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رُسوا کُن عذاب آتا ہے اور کسے وہ سزا ملتی ہے جو کبھی ٹلنے والی نہیں‘‘۔ (اے نبیؐ) ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کردی ہے۔ اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا اُس کے بھٹکنے کا وبال

اُسی پر ہوگا، تم اُن کے ذمہ دار نہیں ہوع

وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت رُوحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اُس کی رُوح نیند میں قبض کر لیتا ہے، پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی رُوحیں ایک وقتِ مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے اس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔ کیا اُس خدا کو چھوڑ کر اِن لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟[۶] ان سے کہو کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ اُن کے اختیار میں کچھ ہو نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟ کہو، شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔[۷] آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے۔ پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

جب اکیلے اللہ کا ذِکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کُڑھنے لگتے ہیں، اور جب اُس کے سِوا دوسروں کا ذِکر ہوتا ہے تو یکا یک وہ خوشی سے کِھل اٹھتے ہیں۔[۸] کہو، خدایا! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، حاضر و غائب کے جاننے والے، تُو ہی اپنے بندوں کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

---

[۶] یعنی ایک تو ان لوگوں نے اپنے طور پر خود ہی یہ فرض کر لیا کہ کچھ ہستیاں اللہ کے ہاں بڑی زور آور ہیں جن کی سفارش کسی طرح ٹل نہیں سکتی، حالانکہ ان کے سفارشی ہونے پر نہ کوئی دلیل، نہ اللہ تعالیٰ نے کبھی یہ فرمایا کہ ان کو میرے ہاں یہ مرتبہ حاصل ہے اور نہ خود ان ہستیوں نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ہم اپنے زور سے تمہارے سارے کام بنوا دیں گے۔ اس پر مزید حماقت ان لوگوں کی یہ ہے کہ اصل مالک کو چھوڑ کر ان فرضی سفارشیوں ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کی ساری نیاز مندیاں انہی کے لیے وقف ہیں۔

[۷] یعنی کسی کا یہ زور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود سفارشی بن کر اٹھ ہی سکے، کجا کہ اپنی سفارش منوا لینے کی طاقت بھی اس میں ہو۔ یہ بات تو بالکل اللہ کے اختیار میں ہے کہ جسے چاہے سفارش کی اجازت دے اور جسے چاہے نہ دے اور جس کے حق میں چاہے کسی کو سفارش کرنے دے اور جس کے حق میں چاہے نہ کرنے دے۔

[۸] یہ بات قریب قریب ساری دنیا کے مشرکانہ ذوق رکھنے والے لوگوں میں مشترک ہے، حتّٰی کہ مسلمانوں میں بھی جن بدقسمتوں کو یہ بیماری لگ گئی ہے وہ بھی اس عیب سے خالی نہیں ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ اکیلے اللہ کا ذکر کیجیے تو ان کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں ضرور یہ شخص بزرگوں اور اولیاء کو نہیں مانتا، جبھی تو بس اللہ ہی اللہ کی باتیں کیے جاتا ہے اور اگر دوسروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں کی کلی کِھل جاتی ہے اور بشاشت سے ان کے چہرے دمکنے لگتے ہیں۔

اگر اِن ظالموں کے پاس زمین کی ساری دولت بھی ہو، اور اتنی ہی اور بھی، تو یہ روزِ قیامت کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے سب کچھ فدیے میں دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ وہاں اللہ کی طرف سے اِن کے سامنے وہ کچھ آئے گا جس کا انھوں نے کبھی اندازہ ہی نہیں کیا ہے۔ وہاں اپنی کمائی کے سارے بُرے نتائج ان پر کُھل جائیں گے اور وہی چیز ان پر مسلّط ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اُڑاتے رہے ہیں۔

یہی انسان جب ذرا سی مصیبت اسے چُھو جاتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے اور جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے کر اُبھار دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے علم کی بنا پر دیا گیا ہے! نہیں، بلکہ یہ آزمائش ہے، مگر اِن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ یہی بات اِن سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی کہہ چکے ہیں، مگر جو کچھ وہ کماتے تھے وہ اُن کے کسی کام نہ آیا۔ پھر اپنی کمائی کے بُرے نتائج اُنھوں نے بُھگتے، اور اِن لوگوں میں سے بھی جو ظالم ہیں وہ عن قریب اپنی کمائی کے بُرے نتائج بُھگتیں گے، یہ ہمیں عاجز کر دینے والے نہیں ہیں۔ اور کیا انھیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے؟ اس میں نشانیاں ہیں، اِن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ ع

(اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو،[۹] جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور ورحیم ہے،

---

[۹] بعض لوگوں نے ان الفاظ کی یہ عجیب تاویل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود "اے میرے بندو" کہہ کر لوگوں سے خطاب کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا سب انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے ہیں۔ یہ درحقیقت ایک ایسی تاویل ہے جسے تاویل نہیں قرآن کی بدترین معنوی تحریف اور اللہ کے کلام کے ساتھ کھیل کہنا چاہیے۔ یہ تاویل اگر صحیح ہو تو پھر پُورا قرآن غلط ہُوا جاتا ہے کیونکہ قرآن تو از اوّل تا آخر انسانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ قرار دیتا ہے اور اس کی ساری دعوت ہی یہ ہے کہ تم ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔

پلٹ آؤ اپنے ربّ کی طرف اور مطیع بن جاؤ اُس کے، قبل اِس کے کہ تم پر عذاب آ جائے اور پھر کہیں سے تمھیں مدد نہ مل سکے۔ اور پیروی اختیار کرلو اپنے ربّ کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی، [۱۰] قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے ''افسوس میری اُس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا، بلکہ میں تو اُلٹا مذاق اُڑانے والوں میں شامل تھا۔'' یا کہے ''کاش اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو میں بھی مُتّقیوں میں سے ہوتا۔'' یا عذاب دیکھ کر کہے ''کاش مجھے ایک موقع اور مل جائے اور میں بھی نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں''۔ (اور اُس وقت اسے یہ جواب ملے کہ) ''کیوں نہیں، میری آیات تیرے پاس آ چکی تھیں، پھر تُو نے انھیں جُھٹلایا اور تکبّر کیا اور تُو کافروں میں سے تھا''۔ آج جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہیں قیامت کے روز تم دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا جہنّم میں متکبروں کے لیے کافی جگہ نہیں ہے؟ اس کے برعکس جن لوگوں نے یہاں تقوٰی کیا ہے اُن کے اسبابِ کامیابی کی وجہ سے اللہ ان کو نجات دے گا، ان کو نہ کوئی گزند پہنچے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہیں وہی گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ ع

---

[۱۰] کتاب اللہ کے بہترین پہلو کی پیروی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے۔ آدمی ان کی تعمیل کرے، جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے بچے اور امثال اور قصوں میں جو کچھ اس نے ارشاد فرمایا ہے اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے۔ بخلاف اس کے جو شخص حکم سے منہ موڑتا ہے منہیات کا ارتکاب کرتا ہے اور اللہ کے وعظ و نصیحت سے کوئی اثر نہیں لیتا وہ کتاب اللہ کے بدترین پہلو کو اختیار کرتا ہے، یعنی وہ پہلو اختیار کرتا ہے جسے کتاب اللہ بدترین قرار دیتی ہے۔

(اے نبیؐ) اِن سے کہو "پھر کیا اے جاہلو، تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو؟" (یہ بات تمھیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے کیونکہ) تمھاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاءؑ کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارا عمل ضائع ہو جائیگا اور تم خسارے میں رہو گے۔ لہٰذا (اے نبیؐ) تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔

اِن لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ (اُس کی قدرتِ کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ) قیامت کے روز پُوری زمین اُس کی مُٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے دستِ راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔[11] پاک اور بالاتر ہے وہ اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اور اُس روز صُور پھُونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اُن کے جنھیں اللہ زندہ رکھنا چاہے پھر ایک دُوسرا صُور پھُونکا جائے گا اور یکا یک سب کے سب اُٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔ زمین اپنے ربّ کے نُور سے چمک اُٹھے گی، کتابِ اعمال لا کر رکھ دی جائے گی، انبیاءؑ اور تمام گواہ حاضر کر دیے جائیں گے، لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اُن پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اور ہر مُتنفّس کو جو کچھ بھی اُس نے عمل کیا تھا اُس کا پُورا پُورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ ع

(اس فیصلہ کے بعد) وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تھا جہنّم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے کارندے ان سے کہیں گے "کیا تمھارے پاس تمھارے اپنے لوگوں میں سے ایسے رسُول نہیں آئے تھے جنھوں

---

[11] زمین اور آسمان پر اللہ تعالیٰ کے کامل اقتدار و تصرف کی تصویر کھینچنے کے لیے مٹھی میں ہونے اور ہاتھ پر لپٹے ہونے کا استعارہ فرمایا گیا ہے۔ جس طرح ایک آدمی کسی چھوٹی سی گیند کو مٹھی میں دبا لیتا ہے اور اس کے لیے یہ ایک معمولی کام ہے یا ایک شخص ایک رُومال کو لپیٹ کر ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اس کے لیے یہ کوئی زحمت طلب کام نہیں ہوتا، اسی طرح قیامت کے روز تمام انسان (جو آج اللہ کی عظمت و کبریائی کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں) اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ زمین اور آسمان اللہ کے دستِ قدرت میں ایک حقیر گیند اور ایک ذرا سے رُومال کی طرح ہیں۔

CS CamScanner

نے تم کو تمھارے ربّ کی آیات سُنائی ہوں اور تمھیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمھیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا“؟ وہ جواب دیں گے ”ہاں، آئے تھے، مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چپک گیا۔“ کہا جائے گا، داخل ہو جاؤ جہنّم کے دروازوں میں، یہاں اب تمھیں ہمیشہ رہنا ہے، بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے یہ متکبّروں کے لیے۔

اور جو لوگ اپنے ربّ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے انھیں گروہ در گروہ جنّت کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے، اور اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے، تو اس کے منتظمین اُن سے کہیں گے کہ ”سلام ہو تم پر، بہت اچھے رہے، داخل ہو جاؤ اِس میں ہمیشہ کے لیے۔“ اور وہ کہیں گے ”شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا اب ہم جنّت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں“۔ پس بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔

اور تم دیکھو گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے ربّ کی حمد اور تسبیح کر رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ چکا دیا جائے گا، اور پکار دیا جائے گا کہ حمد ہے اللہ ربّ العالمین کے لیے۔ ع

سُورۂ مؤمن (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

ح م۔ اِس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے،

CS CamScanner

گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحبِ فضل ہے، کوئی معبُود اس کے سِوا نہیں، اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

اللہ کی آیات میں جھگڑے نہیں کرتے مگر صرف وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے۔ اِس کے بعد دنیا کے ملکوں میں اُن کی چلت پھرت تمھیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ اِن سے پہلے نوحؑ کی قوم بھی جُھٹلا چکی ہے اور اُس کے بعد بہت سے دوسرے جتھوں نے بھی یہ کام کیا ہے۔ ہر قوم اپنے رسُول پر جھپٹی تاکہ اُسے گرفتار کرے۔ اُن سب نے باطل کے ہتھیاروں سے حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی، مگر آخر کار مَیں نے ان کو پکڑ لیا، پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔ اِسی طرح تیرے ربّ کا یہ فیصلہ بھی اُن سب لوگوں پر چسپاں ہو چکا ہے جو کفر کے مرتکب ہوئے ہیں کہ وہ واصلِ جہنّم ہونے والے ہیں۔

عرشِ الٰہی کے حامل فرشتے، اور وہ جو عرش کے گردوپیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں۔ وہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "اے ہمارے رَبّ، تُو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہُوا ہے، پس معاف کر دے اور عذابِ دوزخ سے بچا لے اُن لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اے ہمارے ربّ، اور داخل کر اُن کو ہمیشہ رہنے والی اُن جنّتوں میں جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں (اُن کو بھی وہاں اُن کے ساتھ ہی پہنچا دے) تُو بلا شبہ قادرِ مطلق اور حکیم ہے۔ اور بچا دے اُن کو برائیوں سے۔

CS CamScanner

جس کو تُو نے قیامت کے دن برائیوں سے بچا دیا اُس پر تُو نے بڑا رحم کیا، یہی بڑی کامیابی ہے"۔ ع

جن لوگوں نے کفر کیا ہے، قیامت کے روز اُن کو پکار کر کہا جائے گا" آج تمھیں جتنا شدید غصہ اپنے اوپر آ رہا ہے، اللّٰہ تم پر اس سے زیادہ غضب ناک اس وقت ہوتا تھا جب تمھیں ایمان کی طرف بُلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے"۔ وہ کہیں گے" اے ہمارے ربّ، تُو نے واقعی ہمیں دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی،[۱] اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں، کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے"؟ (جواب ملے گا)" یہ حالت جس میں تم مُبتلا ہو، اس وجہ سے ہے کہ جب اکیلے اللّٰہ کی طرف بُلایا جاتا تھا تو تم ماننے سے انکار کر دیتے تھے اور جب اُس کے ساتھ دُوسروں کو مِلایا جاتا تو تم مان لیتے تھے۔ اب فیصلہ اللّٰہ بزرگ و برتر کے ہاتھ ہے"۔

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمھارے لیے رزق نازل کرتا ہے،[۲] مگر (ان نشانیوں کے مشاہدے سے) سبق صرف وہی شخص لیتا ہے جو اللّٰہ کی طرف رجُوع کرنے والا ہو۔ (پس اے رجُوع کرنے والو) اللّٰہ ہی کو پُکارو اپنے دِین کو اُس کے لیے خالص کر کے، خواہ تمھارا یہ فعل کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

وہ بلند درجوں والا، مالکِ عرش ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے رُوح نازل کر دیتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کر دے۔ وہ دن جب کہ سب لوگ بے پردہ ہوں گے، اللّٰہ سے اُن کی کوئی بات بھی چُھپی ہوئی نہ ہوگی۔ (اُس روز پُکار کر پُوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالَم پُکار اُٹھے گا) اللّٰہ واحدِ قہار کی۔ (کہا جائے گا) آج ہر متنفّس کو اُس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی، آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اور اللّٰہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

---

[۱] دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی سے مراد وہی چیز ہے جس کا ذکر سورۂ بقرہ آیت ۲۸ میں کیا گیا ہے۔

[۲] یعنی بارش برساتا ہے جو سببِ رزق ہے، گرمی اور سردی نازل کرتا ہے جس کا رزق کی پیدائش میں بڑا دخل ہے۔

اے نبیؐ، ڈرا دو اِن لوگوں کو اُس دن سے جو قریب آ لگا ہے۔ جب کلیجے مُنہ کو آ رہے ہوں گے اور لوگ چُپ چاپ غم کے گھونٹ پیے کھڑے ہوں گے۔ ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے۔ اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چُھپا رکھے ہیں۔ اور اللہ ٹھیک ٹھیک بے لاگ فیصلہ کرے گا۔ رہے وہ جن کو (یہ مشرکین) اللہ کو چھوڑ کر پُکارتے ہیں، وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ کرنے والے نہیں ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہی سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے۔

کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ اِنھیں اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں؟ وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور ان سے زیادہ زبردست آثار زمین میں چھوڑ گئے ہیں۔ مگر اللہ نے ان کے گناہوں پر انھیں پکڑ لیا اور اُن کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ ان کا انجام اس لیے ہُوا کہ ان کے پاس اُن کے رسُول بیّنات [۳] لے کر آئے اور انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آخرکار اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔ یقیناً وہ بڑی قوت والا اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

ہم نے موسیٰؑ کو فرعون اور ہامان اور قارُون کی طرف اپنی نشانیوں اور نمایاں سندِ ماموریّت کے ساتھ بھیجا، مگر انھوں نے کہا "ساحر ہے، کذّاب ہے"۔ پھر جب وہ ہماری طرف سے حق ان کے سامنے لے آیا تو انھوں نے کہا "جو لوگ ایمان لا کر اِس کے ساتھ شامل ہوئے ہیں اُن کے سب لڑکوں کو قتل کرو اور لڑکیوں کو جیتا چھوڑ دو"۔ مگر کافروں کی چال اکارت ہی گئی۔

---

[۳] بیّنات سے مراد تین چیزیں ہیں۔ ایک ایسی نمایاں علامات اور نشانیاں جو ان کے مامور من اللہ ہونے پر شاہد تھیں۔ دوسرے، ایسی روشن دلیلیں جو ان کی پیش کردہ تعلیم کے حق ہونے کا ثبوت دے رہی تھیں۔ تیسرے زندگی کے مسائل و معاملات کے متعلق ایسی واضح ہدایات جنہیں دیکھ کر ہر معقول آدمی یہ جان سکتا تھا کہ ایسی پاکیزہ تعلیم کوئی جھوٹا، خودغرض آدمی نہیں دے سکتا۔

ایک روز فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا ''چھوڑو مجھے، میں اِس موسٰیؑ کو قتل کیے دیتا ہوں، اور پکار دیکھے یہ اپنے ربّ کو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تمھارا دین بدل ڈالے گا، یا ملک میں فساد برپا کرے گا''۔

موسٰیؑ نے کہا ''میں نے تو ہر اُس متکبّر کے مقابلے میں جو یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے ربّ اور تمھارے ربّ کی پناہ لے لی ہے''۔ ع

اس موقع پر آلِ فرعون میں سے ایک مومن شخص، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، بول اُٹھا: ''کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے میرا ربّ اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمھارے ربّ کی طرف سے تمھارے پاس بیّنات لے آیا۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ خود اسی پر پلٹ پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو جن ہولناک نتائج کا وہ تم کو خوف دلاتا ہے ان میں سے کچھ تو تم پر ضرور ہی آجائیں گے۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور کذّاب ہو۔ اے میری قوم کے لوگو، آج تمھیں بادشاہی حاصل ہے اور زمین میں تم غالب ہو، لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آگیا تو پھر کون ہے جو ہماری مدد کر سکے گا''۔

فرعون نے کہا ''میں تو تم لوگوں کو وہی رائے دے رہا ہوں جو مجھے مناسب نظر آتی ہے اور میں اُسی راستے کی طرف تمھاری رہنمائی کرتا ہوں جو ٹھیک ہے''۔

وہ شخص جو ایمان لایا تھا اس نے کہا ''اے میری قوم کے لوگو، مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی وہ دن نہ آجائے جو اس سے پہلے بہت سے جتھوں پر آچکا ہے، جیسا دِن قومِ نوحؑ اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والی قوموں پر آیا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

اے قوم، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر فریاد و فغاں کا دن نہ آ جائے جب تم ایک دُوسرے کو پُکارو گے اور بھاگے بھاگے پھرو گے، مگر اُس وقت اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ جسے اللہ بھٹکا دے اُسے پھر کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے یوسفؑ تمھارے پاس بیّنات لے کر آئے تھے مگر تم اُن کی لائی ہوئی تعلیم کی طرف سے شک ہی میں پڑے رہے۔ پھر جب اُن کا انتقال ہو گیا تو تم نے کہا اب اُن کے بعد اللہ کوئی رسُول ہرگز نہ بھیجے گا"۔ اِسی [۴] طرح اللہ اُن سب لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکّی ہوتے ہیں اور اللہ کی آیات میں جھگڑے کرتے ہیں بغیر اس کے کہ اُن کے پاس کوئی سند یا دلیل آئی ہو۔ یہ رَوِیّہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت مبغوض ہے۔ اِسی طرح اللہ ہر متکبّر و جبّار کے دل پر ٹھپّہ لگا دیتا ہے۔

فرعون نے کہا "اے ہامان، میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچ سکوں، آسمانوں کے راستوں تک، اور موسیٰؑ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں۔ مجھے تو یہ موسیٰؑ جُھوٹا ہی معلوم ہوتا ہے"۔ اس طرح فرعون کے لیے اس کی بد عملی خوشنما بنا دی گئی اور وہ راہِ راست سے روک دیا گیا۔ فرعون کی ساری چال بازی (اُس کی اپنی) تباہی کے راستہ ہی میں صرف ہوئی۔ ع

وہ شخص جو ایمان لایا تھا، بولا "اے میری قوم کے لوگو، میری بات مانو، میں تمھیں صحیح راستہ بتاتا ہوں۔

---

[۴] بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آگے کے یہ چند فقرے اللہ تعالیٰ نے مومنِ آلِ فرعون کے قول پر بطور اضافہ و تشریح ارشاد فرمائے ہیں۔

اے قوم، یہ دُنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے، ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے۔ جو بُرائی کرے گا اُس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اُس نے بُرائی کی ہوگی۔ اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، ایسے سب لوگ جنّت میں داخل ہوں گے جہاں اُن کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔ اے قوم، آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تو تم لوگوں کو نجات کی طرف بُلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو! تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ سے کفر کروں اور اس کے ساتھ اُن ہستیوں کو شریک ٹھیراؤں جنھیں میں نہیں جانتا،[۵] حالانکہ میں تمھیں اُس زبردست مغفرت کرنے والے خدا کی طرف بُلا رہا ہوں۔ نہیں، حق یہ ہے اور اِس کے خلاف نہیں ہوسکتا کہ جن کی طرف تم مجھے بُلا رہے ہو اُن کے لیے نہ دنیا میں کوئی دعوت ہے، نہ آخرت میں،[۶] اور ہم سب کو پلٹنا اللہ ہی کی طرف ہے، اور حد سے گزرنے والے آگ میں جانے والے ہیں۔ آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، عن قریب وہ وقت آئے گا جب تم اُسے یاد کرو گے۔ اور اپنا معاملہ مَیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، وہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔“

آخر کار اُن لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اُس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچا لیا،[۷] اور فرعون کے ساتھی خود بدترین عذاب کے پھیر میں آگئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں، اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔

---

[۵] یعنی میرے علم میں نہیں ہے کہ خدائی میں ان کی کوئی شرکت ہے۔

[۶] اس فقرے کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کو نہ دنیا میں یہ حق پہنچتا ہے اور نہ آخرت میں کہ ان کی خدائی تسلیم کرانے کے لیے خلقِ خدا کو دعوت دی جائے۔ دوسرے یہ کہ انہیں تو لوگوں نے زبردستی خدا بنایا ہے ورنہ وہ خود نہ اس دنیا میں خدائی کے مدعی ہیں، نہ آخرت میں یہ دعوٰی لے کر اٹھیں گے کہ ہم بھی تو خدا تھے تم نے ہمیں کیوں نہ مانا۔ تیسرے یہ کہ ان کو پکارنے کا کوئی فائدہ نہ اس دنیا میں ہے نہ آخرت میں، کیوں کہ وہ بالکل بے اختیار ہیں اور انہیں پکارنا قطعی لاحاصل ہے۔

[۷] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص فرعون کی سلطنت میں اتنی اہم شخصیت کا مالک تھا کہ بھرے دربار میں فرعون کے رُو در رُو یہ حق گوئی کر جانے کے باوجود علانیہ اس کو سزا دینے کی جرأت نہ کی جا سکتی تھی، اس وجہ سے فرعون اور اس کے حامیوں کو اسے ہلاک کرنے کے لیے خفیہ تدبیریں کرنی پڑیں مگر ان تدبیروں کو بھی اللہ نے نہ چلنے دیا۔

پھر ذرا خیال کرو اُس وقت کا جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے۔ دنیا میں جو لوگ کمزور تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ "ہم تمھارے تابع تھے، اب کیا یہاں تم نارِ جہنّم کی تکلیف کے کچھ حصے سے ہم کو بچالو گے"؟ وہ بڑے بننے والے جواب دیں گے "ہم سب یہاں ایک حال میں ہیں، اور اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے"۔ پھر یہ دوزخ میں پڑے ہوئے لوگ جہنّم کے اہل کاروں سے کہیں گے "اپنے ربّ سے دُعا کرو کہ ہمارے عذاب میں بس ایک دن کی تخفیف کر دے"۔ وہ پوچھیں گے "کیا تمھارے پاس تمھارے رسولؑ بیّنات لے کر نہیں آتے رہے تھے"؟ وہ کہیں گے "ہاں"۔ جہنّم کے اہلِ کار بولیں گے "پھر تو تم ہی دُعا کرو، اور کافروں کی دُعا اکارت ہی جانے والی ہے"۔ ع

یقین جانو کہ ہم اپنے رسُولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اِس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں، اور اُس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے، جب ظالموں کو ان کی معذرت کچھ بھی فائدہ نہ دے گی اور اُن پر لعنت پڑے گی اور بدترین ٹھکانا اُن کے حصے میں آئے گا۔ آخر دیکھ لو کہ موسیٰؑ کی ہم نے رہنمائی کی اور بنی اسرائیل کو اُس کتاب کا وارِث بنا دیا جو عقل و دانش رکھنے والوں کے لیے ہدایت و نصیحت تھی۔ پس اے نبیؐ، صبر کرو، اللہ کا وعدہ برحق ہے، اپنے قصُور کی معافی چاہو [۸] اور صبح و شام اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی سند و حجت کے بغیر، جو اُن کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیات میں جھگڑ رہے ہیں۔

---

[۸] جس سیاق و سباق میں یہ بات ارشاد ہوئی ہے اس پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس مقام پر "قصور" سے مراد بے صبری کی وہ کیفیت ہے جو شدید مخالفت کے اس ماحول میں خصوصیّت کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی مظلومی دیکھ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پیدا ہو رہی تھی۔ آپؐ چاہتے تھے کہ جلدی سے کوئی معجزہ ایسا دکھا دیا جائے جس سے کفار قائل ہو جائیں یا اللہ کی طرف سے اور کوئی ایسی بات جلدی ظہور میں آجائے جس سے مخالفت کا یہ طوفان ٹھنڈا ہو جائے۔ یہ خواہش بجائے خود کوئی گناہ نہ تھی جس پر کسی توبہ و استغفار کی حاجت ہوتی، لیکن جس مقامِ بلند پر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو سرفراز فرمایا تھا اور جس زبردست اولوالعزمی کا وہ مقام مقتضی تھا، اس کے لحاظ سے یہ ذرا سی بے صبری بھی اللہ تعالیٰ کو آپ کے مرتبے سے فروتر نظر آئی، اس لیے ارشاد ہوا کہ اس کمزوری پر اپنے ربّ سے معافی مانگو اور چٹان کی

اُن کے دلوں میں کِبر بھرا ہُوا ہے، مگر وہ اُس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں۔ بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سُنتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسان کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اندھا اور بینا یکساں ہو جائے اور ایمان دار و صالح اور بدکار برابر ٹھیریں۔ مگر تم لوگ کم ہی کچھ سمجھتے ہو یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں، مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔

تمھارا ربّ کہتا ہے "مجھے پُکارو، میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا،[9] جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنّم میں داخل ہوں گے"۔ [10] ع

وہ اللہ ہی تو ہے۔ جس نے تمھارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو، اور دن کو روشن کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ وہی اللہ (جس نے تمھارے لیے یہ کچھ کیا ہے) تمھارا ربّ ہے ہر چیز کا خالق۔ اُس کے سوا کوئی معبُود نہیں۔ پھر تم کدھر سے بہکائے جارہے ہو؟ اِسی طرح وہ سب لوگ بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔

سی مضبوطی کے ساتھ اپنے موقف پر قائم ہو جاؤ جیسا کہ تم جیسے عظیم المرتبت آدمی کو ہونا چاہیے۔

[9] یعنی دُعائیں قبول کرنے کے جملہ اختیارات میرے پاس ہیں۔ لہٰذا تم دوسروں سے دُعائیں نہ مانگو بلکہ مجھ سے مانگو۔

[10] اس آیت میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ ایک یہ کہ دُعا اور عبادت کو یہاں ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلے فقرے میں جس چیز کو دُعا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا تھا اسی کو دوسرے فقرے میں عبادت کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دُعا عین عبادت اور جانِ عبادت ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ سے دُعا نہ مانگنے والوں کے لیے "گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اللہ سے دُعا مانگنا عین تقاضائے بندگی ہے اور اس سے منہ موڑنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی تکبّر میں مُبتلا ہے۔

CS CamScanner

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور اُوپر آسمان کا گنبد بنا دیا۔ جس نے تمھاری صُورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ بنائی۔ جس نے تمھیں پاکیزہ چیزوں کا رِزق دیا۔ وہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمھارا ربّ ہے۔ بے حساب برکتوں والا ہے وہ کائنات کا ربّ۔ وہی زندہ ہے۔ اس کے سِوا کوئی معبُود نہیں، اُسی کو تم پُکارو اپنے دِین کو اُسی کے لیے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے۔

اے نبیؐ، اِن لوگوں سے کہہ دو کہ مجھے تو اُن ہستیوں کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پُکارتے ہو۔ (میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں) جب کہ میرے پاس میرے ربّ کی طرف سے بیّنات آ چکی ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ربّ العالمین کے آگے سرِ تسلیم خم کر دوں۔

وہی تو ہے جس نے تم کو مٹّی سے پیدا کیا، پھر نُطفے سے، پھر خُون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تمھیں بچّے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر تمھیں بڑھاتا ہے تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ، پھر اور بڑھاتا ہے تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بُلا لیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقرّرہ وقت تک پہنچ جاؤ، اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو۔ وہی ہے زندگی دینے والا، اور وہی موت دینے والا ہے۔ وہ جس بات کا بھی فیصلہ کرتا ہے، بس ایک حکم دیتا ہے کہ وہ ہو جائے اور وہ ہو جاتی ہے۔ ع

تم نے دیکھا اُن لوگوں کو جو اللہ کی آیات میں جھگڑے کرتے ہیں، کہاں سے وہ پھرائے جا رہے ہیں؟ یہ لوگ جو اِس کتاب کو اور اُن ساری کتابوں کو جُھٹلاتے ہیں جو ہم نے اپنے رسُولوں کے ساتھ بھیجی تھیں، عن قریب اِنھیں معلوم ہو جائیگا

جب طوق اِن کی گردنوں میں ہوں گے، اور زنجیریں، جن سے پکڑ کر وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرف کھینچے جائیں گے اور پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ پھر ان سے پُوچھا جائے گا کہ "اب کہاں ہیں اللہ کے سِوا وہ دوسرے خدا جن کو تم شریک کرتے تھے؟" وہ جواب دیں گے، کھوئے گئے وہ ہم سے "بلکہ ہم اِس سے پہلے کسی چیز کو نہ پُکارتے تھے"۔ اِس طرح اللہ کافروں کا گُمراہ ہونا محقق کر دے گا۔ اُن سے کہا جائے گا "یہ تمھارا انجام اس لیے ہُوا ہے کہ تم زمین میں غیرِ حق پر مگن تھے اور پھر اُس پر اِتراتے تھے۔ اب جاؤ، جہنّم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ تم کو وہیں رہنا ہے بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے، متکبّرین کا"۔ پس اے نبیؐ، صبر کرو، اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اب خواہ ہم تمھارے سامنے ہی اِن کو اُن بُرے نتائج کا کوئی حصّہ دکھا دیں جن سے ہم اِنھیں ڈرا رہے ہیں، یا (اُس سے پہلے) تمھیں دنیا سے اُٹھا لیں، پلٹ کر آنا تو انھیں ہماری ہی طرف ہے۔

اے نبیؐ، تم سے پہلے ہم بہت سے رسُول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تم کو بتائے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے۔ کسی رسُول کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اِذن کے بغیر خود کوئی نشانی لے آتا۔ پھر جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور اُس وقت غلط کار لوگ خسارے میں پڑ گئے۔ ع اللہ ہی نے تمھارے لیے یہ مویشی جانور بنائے ہیں تاکہ ان میں سے کسی پر تم سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔

ان کے اندر تمھارے لیے اور بھی بہت سے منافع ہیں۔ وہ اِس کام بھی آتے ہیں کہ تمھارے دلوں میں جہاں جانے کی حاجت ہو وہاں تم اُن پر پہنچ سکو۔ اُن پر بھی اور کشتیوں پر بھی تم سوار کیے جاتے ہو۔ اللہ اپنی یہ نشانیاں تمھیں دکھا رہا ہے، آخر تم اُس کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔

پھر کیا یہ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ اِن کو اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں؟ وہ اِن سے تعداد میں زیادہ تھے اِن سے بڑھ کر طاقتور تھے، اور زمین میں اِن سے زیادہ شاندار آثار چھوڑ گئے ہیں۔ جو کچھ کمائی اُنھوں نے کی تھی، آخر وہ اُن کے کس کام آئی؟ جب اُن کے رسُول ان کے پاس بیّنات لے کر آئے تو وہ اُسی علم میں مگن رہے جو ان کے اپنے پاس تھا، اور پھر اُسی چیز کے پھیر میں آ گئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ جب اُنھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو پکار اٹھے کہ ہم نے مان لیا اللہ وحدہٗ لاشریک کو اور ہم انکار کرتے ہیں اُن سب معبُودوں کا جنھیں ہم اُس کا شریک ٹھیراتے تھے۔ مگر ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد اُن کا ایمان اُن کے لیے کچھ بھی نافع نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ یہی اللہ کا مقرر ضابطہ ہے جو ہمیشہ اس کے بندوں میں جاری رہا ہے، اور اس وقت کافر لوگ خسارے میں پڑ گئے۔ ع

سُورۂ حٰمٓ السجدہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

حٰ۔ مٓ، یہ خدائے رحمان ورحیم کی طرف سے نازل کردہ چیز ہے، ایک ایسی کتاب

جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی زبان کا قرآن، اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرا دینے والا۔

مگر اِن لوگوں میں سے اکثر نے اس سے رُوگردانی کی اور وہ سُن کر نہیں دیتے۔ کہتے ہیں ”جس چیز کی طرف تُو ہمیں بُلا رہا ہے اس کے لیے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں، اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب حائل ہو گیا ہے۔ تُو اپنا کام کر، ہم اپنا کام کیے جائیں گے“۔

اے نبیؐ، ان سے کہو۔ میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا۔ مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمھارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے، لہٰذا تم سیدھے اُسی کا رُخ اختیار کرو اور اس سے معافی چاہو۔ تباہی ہے اُن مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے مان لیا اور نیک اعمال کیے، اُن کے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ ع

اے نبیؐ، ان سے کہو، کیا تم اُس خدا سے کفر کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھیراتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنا دیا؟ وہی تو سارے جہان والوں کا ربّ ہے۔ اُس نے (زمین کو وجود میں لانے کے بعد) اوپر سے اُس پر پہاڑ جما دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس کے اندر سب مانگنے والوں کیلیئے[۱] ہر ایک کی طلب و حاجت کے مطابق ٹھیک اندازے سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ سب کام چار دن میں ہو گئے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ[۲] ہُوا جو اس وقت محض دُھواں تھا۔ اُس نے آسمان اور زمین سے کہا ”وجود میں آ جاؤ، خواہ تم چاہو، یا نہ چاہو“۔ دونوں نے کہا ”ہم آ گئے فرمانبرداروں کی طرح“۔

---

[۱] یعنی ان تمام مخلوقات کے لیے جو خوراک کی طالب تھیں۔

[۲] یہ مطلب نہیں ہے کہ زمین بنانے کے بعد اور اس میں آبادی کا انتظام کرنے کے بعد اس نے آسمان بنائے۔ یہاں پھر کا لفظ زمانی ترتیب کے لیے نہیں بلکہ بیانی ترتیب کے لیے استعمال ہُوا ہے۔ بعد کے فقرے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

تب اُس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیے، اور ہر آسمان میں اُس کا قانون وحی کر دیا۔ اور آسمانِ دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔

اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تم کو اُسی طرح کے ایک اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عاد اور ثمود پر نازل ہُوا تھا۔ جب خدا کے رسُول اُن کے پاس آگے اور پیچھے، ہر طرف سے آئے اور انھیں سمجھایا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو تو انہوں نے کہا "ہمارا ربّ چاہتا تو فرشتے بھیجتا، لہٰذا ہم اُس بات کو نہیں مانتے جس کے لیے تم بھیجے گئے ہو۔"

عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور کہنے لگے "کون ہے ہم سے زیادہ زور آور"۔ اُن کو یہ نہ سُوجھا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زور آور ہے؟ وہ ہماری آیات کا انکار ہی کرتے رہے، آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا اُن پر بھیج دی تاکہ انھیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلّت و رسوائی کے عذاب کا مزا چکھا دیں، اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رُسوا کُن ہے وہاں کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

رہے ثمود، تو ان کے سامنے ہم نے راہِ راست پیش کی مگر انھوں نے راستہ دیکھنے کے بجائے اندھا بنا رہنا ہی پسند کیا۔ آخر اُن کے کرتُوتوں کی بدولت ذلّت کا عذاب اُن پر ٹوٹ پڑا

CS CamScanner

اور ہم نے اُن لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے تھے اور گمراہی و بدعملی سے پرہیز کرتے تھے۔ ع

اور ذرا اُس وقت کا خیال کرو جب اللہ کے یہ دشمن دوزخ کی طرف جانے کے لیے گھیر لائے جائیں گے [۳]۔ اُن کے اگلوں کو پچھلوں کے آنے تک روک رکھا جائے گا، [۴] پھر جب سب وہاں پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے ”تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی“؟ وہ جواب دیں گی ”ہمیں اُسی خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔“ اُسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چُھپتے تھے تو تمھیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمھارے اپنے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی۔ بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تمھارے بہت سے اعمال کی اللہ کو بھی خبر نہیں ہے۔ تمھارا یہی گمان جو تم نے اپنے ربّ کے ساتھ کیا تھا، تمھیں لے ڈوبا اور اسی کی بدولت تم خسارے میں پڑ گئے“۔ اِس حالت میں وہ صبر کریں (یا نہ کریں) آگ ہی ان کا ٹھکانا ہوگی، اور اگر رجوع کا موقع چاہیں گے تو کوئی موقع انھیں نہ دیا جائے گا۔ ہم نے اُن پر ایسے ساتھی مسلّط کر دیے تھے جو انھیں آگے اور پیچھے ہر چیز خوشنما بنا کر دکھاتے تھے، آخرکار اُن پر بھی وہی فیصلۂ عذاب چسپاں ہو کر رہا جو اِن سے پہلے گزرے ہوئے جنّوں اور انسانوں کے گروہوں پر چسپاں ہو چکا تھا، یقیناً وہ خسارے میں رہ جانے والے تھے۔ ع

---

[۳] اصل مدعا یہ کہنا ہے کہ جب وہ اللہ کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے گھیر لائے جائیں گے، لیکن اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ دوزخ کی طرف جانے کے لیے گھیر لائے جائیں گے کیوں کہ ان کا انجام آخرکار دوزخ ہی میں جانا ہے۔

[۴] یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک ایک نسل اور ایک ایک پشت کا حساب کر کے اس کا فیصلہ کیے بعد دیگرے کیا جاتا رہے، بلکہ تمام اگلی پچھلی نسلیں بیک وقت جمع کی جائیں گی اور ان سب کا اکٹھا حساب کیا جائیگا کیونکہ ہر بعد کی نسل کے نیک یا بد ہونے میں اس سے پہلے گزری ہوئی نسل کی چھوڑی ہوئی دینی اور اخلاقی میراث کا حصہ شامل ہوتا ہے۔

یہ منکرینِ حق کہتے ہیں "اس قرآن کو ہرگز نہ سُنو اور جب یہ سُنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ اسی طرح تم غالب آ جاؤ"۔ ان کافروں کو ہم سخت عذاب کا مزا چکھا کر رہیں گے اور جو بدترین حرکات یہ کرتے رہے ہیں ان کا پورا پورا بدلہ انھیں دیں گے۔ وہ دوزخ ہے جو اللہ کے دشمنوں کو بدلے میں ملے گی۔ اُسی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کا گھر ہوگا۔ یہ ہے سزا اِس جُرم کی کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے۔ وہاں یہ کافر کہیں گے کہ "اے ہمارے ربّ، ذرا ہمیں دکھا دے اُن جِنّوں اور انسانوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ہم انھیں پاؤں تلے رَوند ڈالیں گے تاکہ وہ خوب ذلیل و خوار ہوں"۔

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے،[۵] یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ "نہ ڈرو نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ اُس جنّت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اِس دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمھیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمھاری ہوگی، یہ ہے سامانِ ضیافت اُس ہستی کی طرف سے جو غفور و رحیم ہے"۔ ع

اور اُس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بُلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

---

[۵] یعنی محض اتفاقاً کبھی اللہ کو اپنا ربّ کہہ کر نہیں رہ گئے اور نہ اس غلطی میں مُبتلا ہوئے کہ اللہ کو اپنا ربّ کہتے بھی جائیں اور ساتھ ساتھ دوسروں کو اپنا ربّ بناتے بھی جائیں، بلکہ ایک مرتبہ یہ عقیدہ قبول کر لینے کے بعد پھر ساری عمر اس پر قائم رہے، اس کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ اختیار نہ کیا، نہ اس عقیدے کے ساتھ کسی باطل عقیدے کی آمیزش کی، اور اپنی عملی زندگی میں بھی عقیدۂ توحید کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے۔

CS CamScanner

اور اے نبیؐ، نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں، اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر اُن لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔ اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اُکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو،[۴] وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔

اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُس خدا کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا ہے اگر فی الواقع تم اُسی کی عبادت کرنے والے ہو۔ لیکن اگر یہ لوگ غرور میں آکر اپنی ہی بات پر اَڑے رہیں تو پروا نہیں، جو فرشتے تیرے ربّ کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔

اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین سُونی پڑی ہوئی ہے، پھر جونہی کہ ہم نے اس پر پانی برسایا، یکایک وہ پھَبک اُٹھتی ہے اور پھُول جاتی ہے۔ یقیناً جو خدا اِس مری ہوئی زمین کو جلا اُٹھاتا ہے وہ مُردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

جو لوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چُھپے ہوئے نہیں ہیں۔ خود ہی سوچ لو کہ آیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے

---

[۴] شیطان کی اُکساہٹ سے مراد ہے غصہ دلانا۔ جب آدمی یہ محسوس کرے کہ گالیاں دینے والے اور الزام تراشیاں کرنے والے مخالفین کی باتوں پر دل میں غصہ پیدا ہو رہا ہے اور ترکی بہ ترکی جواب دینے پر طبیعت آمادہ ہو رہی ہے تو وہ فوراً یہ سمجھ لے کہ یہ شیطان ہے جو اس کو اپنے غیر شریف مخالفین کی سطح پر اتر آنے کے لیے اُکسا رہا ہے۔

یا وہ جو قیامت کے روز امن کی حالت میں حاضر ہوگا؟ کرتے رہو جو کچھ تم چاہو، تمھاری ساری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے کلامِ نصیحت آیا تو انھوں نے اُسے ماننے سے انکار کر دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے، باطل نہ سامنے سے اِس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے[۷] یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ چیز ہے۔

اے نبیؐ، تم کو جو کچھ کہا جا رہا ہے اس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے رسُولوں کو نہ کہی جا چکی ہو۔ بے شک تمھارا ربّ بڑا درگزر کرنے والا ہے، اور اِس کے ساتھ بڑی دردناک سزا دینے والا بھی ہے۔

اگر ہم اِس کو عجمی قرآن بنا کر بھیجتے تو یہ لوگ کہتے ”کیوں نہ اِس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟“ کیا ہی عجیب بات ہے کہ کلام عجمی ہے اور مُخاطب[۸] عربی“۔ ان سے کہو یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے، مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن کے لیے یہ کانوں کی ڈاٹ اور آنکھوں کی پٹی ہے۔ اُن کا حال تو ایسا ہے جیسے اُن کو دُور سے پکارا جا رہا ہو۔ع اس سے پہلے ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور اس کے معاملے میں بھی یہی اختلاف ہُوا تھا۔ اگر تیرے ربّ نے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر دی ہوتی تو ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ چکا دیا جاتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اُس کی طرف سے سخت اِضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے اچھا کرے گا، جو بدی کرے گا، اس کا وبال اُسی پر ہوگا، اور تیرا ربّ اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔

---

[۷] سامنے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پر براہِ راست حملہ کر کے اگر کوئی شخص اس کی کسی بات کو غلط اور کسی تعلیم کو باطل و فاسد ثابت کرنا چاہے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پیچھے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کبھی کوئی حقیقت و صداقت ایسی منکشف نہیں ہو سکتی جو قرآن کے پیش کردہ حقائق کے خلاف ہو، کوئی علم ایسا نہیں آسکتا جو فی الواقع ”علم“ ہو اور قرآن کے بیان کردہ علم کی تردید کرتا ہو، کوئی تجربہ اور مشاہدہ ایسا نہیں ہو سکتا جو یہ ثابت کر دے کہ قرآن نے عقائد، اخلاق، قانون، تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت اور سیاستِ مُدن کے باب میں انسان کو جو رہنمائی دی ہے وہ غلط ہے۔

[۸] یہ اس ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا جا رہا تھا۔ کفار کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب ہیں یہ اگر عربی میں قرآن پیش کرتے ہیں تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ کلام

CS CamScanner

اُس ساعت [۹] کا علم اللہ ہی کی طرف راجع ہوتا ہے، وہی اُن سارے پھلوں کو جانتا ہے جو اپنے شگوفوں میں سے نکلتے ہیں، اُسی کو معلوم ہے کہ کونسی مادّہ حاملہ ہوئی ہے اور کس نے بچہ جنا ہے۔ پھر جس روز وہ ان لوگوں کو پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک؟ یہ کہیں گے ”ہم عرض کر چکے ہیں آج ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں ہے“۔ اس وقت وہ سارے معبود اِن سے گم ہو جائیں گے جنھیں یہ اس سے پہلے پکارتے تھے، اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کیلئے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

اِنسان کبھی بھلائی کی دعا مانگتے نہیں تھکتا، اور جب کوئی آفت اِس پر آجاتی ہے تو مایوس و دل شکستہ ہو جاتا ہے، مگر جونہی کہ سخت وقت گزر جانے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں، یہ کہتا ہے کہ ”میں اِسی کا مستحق ہوں، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی، لیکن اگر واقعی میں اپنے ربّ کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی مزے کروں گا۔“ حالانکہ کفر کرنے والوں کو لازماً ہم بتا کر رہیں گے کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں اور انھیں ہم بڑے گندے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔

انسان کو جب ہم نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ پھیرتا ہے اور اکڑ جاتا ہے اور جب اُسے کوئی آفت چھو جاتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے لگتا ہے۔

اے نبیؐ ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر واقعی یہ قرآن خدا ہی کی طرف سے ہُوا اور تم اس کا اِنکار کرتے رہے تو اُس شخص سے بڑھ کر بھٹکا ہُوا اور کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں دُور تک نکل گیا ہو؟

اُنہوں نے خود نہیں گھڑ لیا ہے بلکہ ان پر خدا نے نازل کیا ہے۔ اس کلام کو اللہ کا نازل کیا ہُوا کلام تو اس وقت مانا جا سکتا تھا جب یہ کسی ایسی زبان میں یکا یک دُھواں دھار تقریر کرنا شروع کر دیتے جسے یہ نہیں جانتے مثلاً فارسی یا رومی یا یونانی۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب ان کی اپنی زبان میں قرآن بھیجا گیا ہے جسے یہ سمجھ سکیں تو ان کو یہ اعتراض ہے کہ ایک عرب کے ذریعے سے عربی زبان میں یہ کلام کیوں نازل کیا گیا؟ لیکن اگر کسی دوسری زبان میں بھیجا جاتا تو اس وقت یہی لوگ اعتراض کرتے کہ یہ معاملہ بھی خوب ہے۔ عرب قوم میں ایک عرب کو رسُول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مگر کلام اس پر ایسی زبان میں نازل کیا گیا ہے جسے نہ رسُول سمجھتا ہے نہ قوم۔

[۹] مراد ہے قیامت۔

CS CamScanner

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور انکے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا ربّ ہر چیز کا شاہد ہے؟ آگاہ رہو' یہ لوگ اپنے ربّ کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں۔ سُن رکھو' وہ ہر چیز پر محیط ہے۔[۱۰] ع

سُورۂ شُوریٰ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ح م' ع س ق۔ اِسی طرح اللہ غالب وحکیم تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے (رسُولوں) کی طرف وحی کرتا رہا ہے۔[۱] آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے' وہ برتر اور عظیم ہے۔ قریب ہے کہ آسمان اُوپر سے پھٹ پڑیں۔[۲] فرشتے اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور زمین والوں کے حق میں درگزر کی درخواستیں کیے جاتے ہیں۔ آگاہ رہو' حقیقت میں اللہ غفور ورحیم ہی ہے۔ جن لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اپنے کچھ دُوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں' اللہ ہی اُن پر نگراں ہے، تم ان کے حوالہ دار نہیں ہو۔[۳]

---

[۱۰] یعنی کوئی چیز نہ اس کی گرفت سے باہر ہے نہ اس کے علم سے مخفی۔

[۱] یعنی جو باتیں قرآن میں بیان کی جارہی ہیں یہی باتیں اللہ نے وحی کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہیں اور پہلے رسُولوں پر بھی وہ یہی باتیں نازل کرتا رہا ہے۔

[۲] یعنی یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے کہ اللہ کی خدائی میں کسی حیثیت سے بھی کسی مخلوق کو شریک قرار دیا جائے یہ ایسی سخت بات ہے کہ اس پر اگر آسمان پھٹ پڑیں تو کچھ بعید نہیں ہے۔

[۳] اصل میں لفظ "اولیاء" استعمال ہُوا ہے" جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔ معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرزِ عمل ہیں جن کو قرآن مجید میں اللہ کے سوا دُوسروں کو اپنا ولی بنانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن کی رُو سے انسان اس ہستی کو اپنا ولی بناتا ہے (۱) جس کے کہنے پر وہ چلے، جس کی ہدایات پر عمل کرے اور جس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین وضوابط کی پیروی کرے (۲) جس کی رہنمائی پر وہ اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے (۳) جس کے متعلق وہ یہ سمجھے کہ

CS CamScanner

ہاں، اِسی طرح اے نبیؐ، یہ قرآنِ عربی ہم نے تمہاری طرف وحی کیا ہے تاکہ تم بستیوں کے مرکز (شہرِ مکّہ) اور اُس کے گردوپیش رہنے والوں کو خبردار کردو، اور جمع ہونے کے دن سے ڈرادو جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ کو جنت میں جانا ہے اور دوسرے گروہ کو دوزخ میں،

اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی اُمّت بنادیتا' مگر وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے' اور ظالموں کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔ کیا یہ (ایسے نادان ہیں کہ) اِنہوں نے اُسے چھوڑ کر دُوسرے وَلی بنا رکھے ہیں؟ ولی تو اللہ ہی ہے' وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے' اور وہ ہر چیز پر قادِر ہے۔ ع

تمھارے [۴] درمیان جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو' اُس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے وہی اللہ میرا ربّ ہے، اُسی پر مَیں نے بھروسہ کیا' اور اُسی کی طرف مَیں رجوع کرتا ہوں۔ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا' جس نے تمھاری اپنی جنس سے تمھارے لیے جوڑے پیدا کیے' اور اِسی طرح جانوروں میں بھی (اُنھی کے ہم جنس) جوڑے بنائے' اور اِس طریقہ سے وہ تمھاری نسلیں پھیلاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں' جسے چاہتا ہے کُھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نَپا تُلا دیتا ہے، اُسے ہر چیز کا عِلم ہے۔

میں دنیا میں خواہ کچھ کرتا رہوں وہ مجھے اس کے بُرے نتائج سے، اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے تو اس کے عذاب سے بچالے گا اور (۳) جس کے متعلق وہ یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اس کی مدد کرتا ہے، آفات و مصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے روزگار دلواتا ہے، اولاد دیتا ہے، مُرادیں برلاتا ہے اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔

[۴] یہاں سے آیت ۱۲ کے آخر تک پوری عبارت اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے لیکن اس میں متکلّم اللہ تعالیٰ نہیں ہے، بلکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا اللہ جلّ شانہٗ اپنے نبیؐ کو ہدایت دے رہا ہے کہ تم یہ اعلان کرو۔ اس کی مثال سورۂ فاتحہ ہے جو ہے تو اللہ کا کلام، مگر بندے اپنی طرف سے اس کو دُعا کے طور پر اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں۔

اُس نے تمھارے لیے دِین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا، اور جسے (اے محمدؐ) اب تمھاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دِین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمدؐ) تم انھیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے، اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔

لوگوں میں جو تفرقہ رُونما ہُوا وہ اِس کے بعد ہُوا کہ اُن کے پاس علم آ چکا تھا، اور اس بنا پر ہُوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اگر تیرا ربّ پہلے ہی یہ نہ فرما چکا ہوتا کہ ایک وقتِ مقرر تک فیصلہ ملتوی رکھا جائے گا تو ان کا قضیّہ چکا دیا گیا ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگلوں کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اُس کی طرف سے بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔[۵]

(چونکہ یہ حالت پیدا ہو چکی ہے) اس لئے اے محمدؐ، اب تم اُسی دِین کی طرف دعوت دو، اور جس طرح تمھیں حکم دیا گیا ہے اُسی پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاؤ، اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو، اور ان سے کہہ دو کہ "اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اُس پر ایمان لایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لیے۔ ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔[۶] اللہ ایک روز ہم سب کو جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو جانا ہے۔"

---

[۵] یعنی بعد کی نسلوں کو یہ اطمینان نہیں رہا ہے کہ جو کتابیں ان کو پہنچی ہیں وہ کس حد تک اپنی صحیح صورت میں ہیں اور کس حد تک ان میں آمیزش ہو چکی ہے۔ وہ یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں جانتے کہ ان کے انبیاءؑ کیا تعلیم لائے تھے۔ ہر چیز ان کے ہاں مشکوک ہے اور ذہنوں میں اُلجھن پیدا کر رہی ہے۔

[۶] یعنی معقول دلائل سے بات سمجھانے کا جو حق تھا وہ ہم نے ادا کر دیا اب خواہ مخواہ تُو تُو مَیں مَیں کرنے سے کیا حاصل۔ تم اگر جھگڑا کرو تو ہم تم سے جھگڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

CS CamScanner

اللہ کی دعوت پر لبیک کہے جانے کے بعد جو لوگ (لبّیک کہنے والوں سے) اللہ کے معاملہ میں جھگڑے کرتے ہیں، اُنکی حجت بازی اُن کے ربّ کے نزدیک باطل ہے، اور اُن پر اُس کا غضب ہے اور اُن کے لیے سخت عذاب ہے۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب اور میزان نازل کی ہے۔[۷] اور تمھیں کیا خبر، شاید کہ فیصلے کی گھڑی قریب ہی آ لگی ہو۔ جو لوگ اس کے آنے پر ایمان نہیں رکھتے وہ تو اُس کے لیے جلدی مچاتے ہیں، مگر جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اُس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ آنے والی ہے۔ خوب سُن لو، جو لوگ اُس گھڑی کے آنے میں شک ڈالنے والی بحثیں کرتے ہیں وہ گمراہی میں بہت دُور نکل گئے ہیں۔

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ جسے جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے، اور وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ ع جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے اُس کی کھیتی کو ہم بڑھاتے ہیں، اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اُسے دنیا ہی میں سے دیتے ہیں مگر آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریکِ خدا رکھتے ہیں جنھوں نے ان کے لیے دِین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے اِذن نہیں دیا[۸]؟ اگر فیصلے کی بات طے نہ ہو گئی ہوتی تو اِن کا قضیّہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یقیناً ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ تم دیکھو گے کہ یہ ظالم اُس وقت اپنے کیے کے انجام سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر آ کر رہے گا۔

www.KitaboSunnat.com

---

[۷] میزان سے مراد اللہ کی شریعت ہے جو ترازو کی طرح تول کر صحیح اور غلط، حق اور باطل، ظلم اور عدل اور راستی اور ناراستی کا فرق واضح کر دیتی ہے۔

[۸] اس آیت میں شُرَکٰٓؤُا سے مراد ظاہر بات ہے کہ وہ شریک نہیں ہیں جن سے لوگ دعائیں مانگتے ہیں یا جن کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں یا جن کے آگے پُوجا پاٹ کے مراسم ادا کرتے ہیں۔ بلکہ لامحالہ ان سے مُراد وہ انسان ہیں جن کو لوگوں نے شریک فی الحکم ٹھہرالیا ہے، جن کے سکھائے ہوئے افکار و عقائد اور نظریات اور فلسفوں پر لوگ ایمان لاتے ہیں، جن کی دی ہوئی قدروں کو مانتے ہیں، جن کے پیش کیے ہوئے اخلاقی اصولوں اور تہذیب و ثقافت کے معیاروں کو قبول کرتے ہیں۔ جن کے مقرر کیے ہوئے قوانین اور طریقوں اور ضابطوں کو اپنے مذہبی مراسم اور عبادات میں، اپنی شخصی زندگی میں، اپنی

CS CamScanner

بخلاف اِس کے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں وہ جنت کے گلستانوں میں ہوں گے، جو کچھ بھی وہ چاہیں گے اپنے ربّ کے ہاں پائیں گے، یہی بڑا فضل ہے۔ یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جنھوں نے مان لیا اور نیک عمل کیے۔ اے نبیؐ، اِن لوگوں سے کہہ دو کہ "میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں"[۹] جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے۔ بے شک اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور قدردان ہے۔

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اِس شخص نے اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑ لیا ہے؟ اگر اللہ چاہے تو تمھارے دل پر مُہر کر دے۔[۱۰] وہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے فرمانوں سے حق کر دکھاتا ہے۔ وہ سینوں کے چھپے ہوئے راز جانتا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر فرماتا ہے، حالانکہ تم لوگوں کے سب افعال کا اُسے علم ہے۔ وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دُعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے اُن کو اور زیادہ دیتا ہے۔

معاشرت میں، اپنے تمدن میں، اپنے کاروبار اور لین دین میں، اور اپنی سیاست اور حکومت میں اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ گویا یہی وہ شریعت ہے جس کی پیروی ان کو کرنی چاہیے۔

[۹] اس آیت کی تین تفسیریں کی گئی ہیں (۱) "میں تم سے اس کام پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا، مگر یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم لوگ (یعنی اہلِ قریش) کم از کم اس رشتہ داری کا تو لحاظ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے یہ کیا ستم ہے کہ سب سے بڑھ کر تم ہی میری دشمنی پر تُل گئے ہو"۔ (۲) "میں تم سے اس کام پر کوئی اجر اس کے سوا نہیں چاہتا کہ تمہارے اندر اللہ کے قرب کی چاہت پیدا ہو جائے"۔ (۳) تیسری تفسیر جن مفسّرین نے کی ہے ان میں سے بعض اقارب سے تمام بنی عبدالمطلب مراد لیتے ہیں اور بعض اسے صرف حضرت علیؓ و فاطمہؓ اور ان کی اولاد تک محدود رکھتے ہیں۔ لیکن متعدد وجوہ سے یہ تفسیر کسی طرح بھی قابل نہیں ہو سکتی۔ اوّل تو جس وقت مکّہ معظمہ میں سورۂ شوریٰ نازل ہوئی ہے، اس وقت حضرت علیؓ و فاطمہؓ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی، اولاد کا کیا سوال۔ اور بنی عبدالمطلب میں سب کے سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دے رہے تھے، بلکہ ان میں سے بعض کھلم کھلا دشمنوں کے ساتھی تھے اور ابولہب کی عداوت کو تو ساری دنیا جانتی ہے۔ دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار صرف بنی عبدالمطلب ہی نہ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ، آپ کے والد ماجد اور آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے واسطے سے قریش کے تمام گھرانوں میں آپ کی رشتہ داریاں تھیں۔ ان سب گھرانوں میں آپ کے بہترین حامی

CS CamScanner

رہے انکار کرنے والے تو اُن کے لئے سخت سزا ہے۔

اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے، مگر وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور اُن پر نگاہ رکھتا ہے۔ وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے، اور وہی قابلِ تعریف ولی ہے۔ اُس کی نشانیوں میں سے ہے یہ زمین اور آسمانوں کی پیدائش، اور یہ جاندار مخلوقات جو اُس نے دونوں جگہ پھیلا رکھی ہیں۔ وہ جب چاہے انھیں اکٹھا کر سکتا ہے۔ تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے،[11] اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔ تم زمین میں اپنے خدا کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو، اور اللہ کے مقابلے میں تم کوئی حامی و ناصر نہیں رکھتے۔ اُس کی نشانیوں میں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ اللہ جب چاہے ہَوا کو ساکن کر دے اور یہ سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اُس شخص کے لئے جو کمال درجہ صبر و شکر کرنے والا ہو۔

بھی تھے اور بدترین دشمن بھی۔ تیسری بات، جو ان سب سے زیادہ اہم ہے، وہ یہ ہے کہ ایک نبی بلند مقام پر کھڑا ہو کر دعوتِ اِلَی اللہ کی پکار بلند کرتا ہے، اس مقام سے اس کارِ عظیم پر یہ اجر مانگنا کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو، اتنی گری ہوئی بات ہے کہ کوئی صاحب ذوقِ سلیم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو یہ بات سکھائی ہوگی اور نبیؐ نے قریش کے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بات کہی ہوگی۔ پھر یہ بات اور بھی زیادہ بے موقع نظر آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کلام کے مخالف اہلِ ایمان نہیں بلکہ کفار ہیں اوپر سے ساری تقریر انہی سے خطاب کرتے ہوئے چلی آ رہی ہے اور آگے بھی رُوئے سخن انہی کی طرف ہے۔ اس سلسلۂ کلام میں مخالفین سے کسی نوعیت کا اجر طلب کرنے کا آخر سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اجر تو ان لوگوں سے مانگا جاتا ہے جن کی نگاہ میں اس کام کی کوئی قدر ہو جو کسی شخص نے ان کے لیے انجام دیا ہو۔

[10] مطلب یہ ہے کہ اے نبیؐ، ان لوگوں نے تمہیں بھی اپنی قماش کا آدمی سمجھ لیا ہے۔ جس طرح یہ خود اپنی اغراض کے لیے ہر بڑے سے بڑا جھوٹ بول جاتے ہیں، انہوں نے خیال کیا کہ تم بھی اُسی طرح اپنی دوکان چمکانے کے لیے ایک جھوٹ گھڑ لائے ہو، لیکن یہ اللہ کی عنایت ہے، کہ اس نے تمہارے دل پر وہ مُہر نہیں لگائی ہے جو ان کے دلوں پر لگا رکھی ہے۔

[11] اشارہ ہے مکہ معظمہ کے اس قحط کی طرف جو اس زمانے میں برپا تھا۔

یا (اُن پر سوار ہونے والوں کے) بہت سے گناہوں سے درگزر کرتے ہوئے ان کے چند ہی کرتُوتوں کی پاداش میں انھیں ڈبودے' اور اُس وقت ہماری آیات میں جھگڑے کرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے' اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں ، جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصّہ آ جائے تو درگزر کر جاتے ہیں، جو اپنے ربّ کا حکم مانتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں' ہم نے جو کچھ بھی رزق انھیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں' اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ بُرائی [۱۴] کا بدلہ ویسی ہی بُرائی ہے' پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اُس کا اجر اللہ کے ذِمّہ ہے' اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن کو ملامت نہیں کی جا سکتی' ملامت کے مُستحق تو وہ ہیں جو دُوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے' تو یہ بڑی اُولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔ ع

---

[۱۴] یہاں سے آیت ۴۳ کے آخر تک کی عبارت آیتِ مَاسَبَق کی تشریح ہے۔

جس کو اللہ ہی گمراہی میں پھینک دے اُس کا کوئی سنبھالنے والا اللہ کے بعد نہیں ہے۔ تم دیکھو گے کہ یہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے اب پلٹنے کی بھی کوئی سبیل ہے؟ اور تم دیکھو گے کہ یہ جہنّم کے سامنے جب لائے جائیں گے تو ذلت کے مارے جُھکے جا رہے ہوں گے اور اُس کو نظر بچا بچا کر کن انکھیوں سے دیکھیں گے۔ اُس وقت وہ لوگ جو ایمان لائے تھے کہیں گے کہ واقعی اصل زیاں کار وہی ہیں جنھوں نے آج قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو خسارے میں ڈال دیا۔ خبردار رہو، ظالم لوگ مستقل عذاب میں ہوں گے اور ان کے کوئی حامی و سرپرست نہ ہوں گے جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کو آئیں۔ جسے اللہ گمراہی میں پھینک دے اس کے لیے بچاؤ کی کوئی سبیل نہیں۔

مان لو اپنے ربّ کی بات قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اُس دن تمھارے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہو گی اور نہ کوئی تمھارے حال کو بدلنے کی کوشش کرنے والا ہوگا۔[۱۴] اب اگر یہ لوگ مُنہ موڑتے ہیں تو اے نبیؐ، ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔ تم پر تو صرف بات پہنچا دینے کی ذِمّہ داری ہے۔ انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو اُس پر پھول جاتا ہے، اور اگر اس کے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا کسی مصیبت کی شکل میں اُس پر اُلٹ پڑتا ہے تو سخت ناشکرا بن جاتا ہے۔ اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے،

---

[۱۴] اصل الفاظ ہیں مَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ۔ اس فقرے کے کئی مفہوم اور بھی ہیں۔ ایک یہ کہ تم اپنے کرتُوتوں میں سے کسی کا انکار نہ کر سکو گے۔ دوسرے یہ کہ تم بھیس بدل کر کہیں چُھپ نہ سکو گے۔ تیسرے یہ کہ تمہارے ساتھ جو کچھ بھی کیا جائے گا اس پر تم کوئی احتجاج اور اظہارِ ناراضی نہ کر سکو گے۔ چوتھے یہ کہ تمہارے بس میں نہ ہوگا جس حالت میں تم مُبتلا کیے گئے ہو اسے بدل سکو۔

جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں مِلا جُلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادِر ہے۔

کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُو برو بات کرے۔ اُس کی بات یا تو وحی (اشارے)[۱۴] کے طور پر ہوتی ہے، یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے[۱۵] اور وہ اُس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے[۱۶]، وہ برتر اور حکیم ہے۔ اور اِسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک رُوح تمھاری طرف وحی کی ہے۔[۱۷] تمھیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اُس رُوح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو، اُس خدا کے راستے کی طرف جو زمین و آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔ خبردار رہو، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ع

سُورۂ زُخرُف (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

حٰ۔ مٓ۔ قسم ہے اِس واضح کتاب کی کہ ہم نے اِسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم

---

[۱۴] یہاں وحی سے مراد ہے القاء، الہام، دل میں کوئی بات ڈال دینا یا خواب میں کچھ دکھا دینا جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ کو دکھایا گیا۔

[۱۵] مراد یہ ہے کہ بندہ ایک آواز سُنے مگر بولنے والا اسے نظر نہ آئے، جس طرح حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہُوا کہ طور کے دامن میں ایک درخت سے یکا یک انہیں آواز آنی شروع ہوئی مگر بولنے والا ان کی نگاہ سے اوجھل تھا۔

[۱۶] یہ وحی کے آنے کی وہ صُورت ہے جس کے ذریعہ سے تمام کُتُبِ آسمانی انبیاء علیہم السلام تک پہنچی ہیں۔

[۱۷] "اسی طرح" سے مراد محض آخری طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ تینوں طریقے ہیں جو اُوپر کی آیات میں مذکور ہوئے ہیں اور "رُوح" سے مراد وحی، یا وہ تعلیم ہے جو وحی کے ذریعے سے حضورؐ کو دی گئی۔

CS CamScanner

لوگ اِسے سمجھو۔[۱] اور در حقیقت یہ اُمّ الکتاب میں[۲] ثبت ہے، ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب۔

اب کیا ہم تم سے بیزار ہو کر یہ درسِ نصیحت تمھارے ہاں بھیجنا چھوڑ دیں صرف اس لیے کہ تم حد سے گزرے ہوئے ہو؟ پہلے گزری ہوئی قوموں میں بھی بارہا ہم نے نبیؑ بھیجے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ کوئی نبیؑ اُن کے ہاں آیا ہو اور انھوں نے اُس کا مذاق نہ اُڑایا ہو۔ پھر جو لوگ ان سے بدرجہا زیادہ طاقتور تھے انھیں ہم نے ہلاک کر دیا، پچھلی قوموں کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

اگر تم اِن لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ "انھیں اُسی زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے۔" وہی نا جس نے تمھارے لیے اِس زمین کو گہوارہ بنایا۔ اور اس میں تمھاری خاطر راستے بنا دیئے[۳] تا کہ تم اپنی منزلِ مقصود کی راہ پا سکو۔ جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اُتارا۔ اور اُس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو جِلا اُٹھایا، اِسی طرح ایک روز تم زمین سے برآمد کیے جاؤ گے۔ وہی جس نے یہ تمام جوڑے پیدا کیے اور جس نے تمھارے لیے کشتیوں اور جانوروں کو سواری بنایا تا کہ تم اُن کی پُشت پر چڑھو اور جب اُن پر بیٹھو تو اپنے ربّ کا

---

[۱] قرآنِ مجید کی قسم جس بات پر کھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس کتاب کے مصنف "ہم" ہیں نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قسم کھانے کے لیے قرآن کی جس صفت کا انتخاب کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ یہ "کتابِ مُبین" ہے۔ اس صفت کے ساتھ قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے پر خود قرآن کی قسم کھانا آپ سے آپ یہ معنی دے رہا ہے کہ لوگو، یہ کھلی کتاب تمہارے سامنے موجود ہے، اسے آنکھیں کھول کر دیکھو اس کے مضامین، اس کی تعلیم اس کی زبان، ساری چیزیں اس حقیقت کی صریح شہادت دے رہی ہیں کہ اس کا مصنف خداوندِ عالم کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

[۲] "اُمّ الکتاب" سے مراد ہے "اصل کتاب" یعنی وہ کتاب جس سے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں۔ اسی کے لیے سورۂ بروج میں لوحِ محفوظ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ یعنی ایسی لوح جس کا لکھا مٹ نہیں سکتا اور جو ہر قسم کی دراندازی سے محفوظ ہے۔

[۳] پہاڑوں کے بیچ بیچ میں دَرّے اور پھر کوہستانی اور میدانی علاقوں میں دریا وہ قدرتی راستے ہیں جو اللہ نے زمین کی پشت پر بنا دیے ہیں۔ انسان انہی کی مدد سے کرۂ زمین پر پھیلا ہے۔ پھر اللہ نے مزید فضل یہ فرمایا کہ روئے زمین کو یکساں بنا کر نہیں رکھ دیا، بلکہ اس میں قسم قسم کے ایسے امتیازی نشانات قائم کر دیے جن کی مدد سے انسان مختلف علاقوں کو پہچانتا ہے اور ایک علاقے اور دوسرے علاقے کا فرق محسوس کرتا ہے۔

CS CamScanner

احسان یاد کرو اور کہو کہ "پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے اِن چیزوں کو مسخر کر دیا ورنہ ہم اِنھیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے، اور ایک روز ہمیں اپنے ربّ کی طرف پلٹنا ہے"۔

(یہ سب کچھ جانتے اور مانتے ہوئے بھی) اِن لوگوں نے اُس کے بندوں میں سے بعض کو اُس کا جُز بنا ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کُھلا اِحسان فراموش ہے۔ ع

کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں انتخاب کیں اور تمھیں بیٹوں سے نوازا؟ اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ اُس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی ولادت کا مُژدہ جب خود اُن میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اُسکے مُنہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بِھر جاتا ہے۔ کیا اللہ کے حصّے میں وہ اولاد آئی جو زیوروں میں پالی جاتی ہے اور بحث و حجت میں اپنا مدّعا پُوری طرح واضح بھی نہیں کر سکتی؟

اِنھوں نے فرشتوں کو' جو خدائے رحمان کے خاص بندے ہیں' عورتیں قرار دے لیا۔ کیا اُن کے جسم کی ساخت اِنھوں نے دیکھی ہے؟ اِن کی گواہی لِکھ لی جائے گی اور انھیں اِس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

یہ کہتے ہیں "اگر خدائے رحمٰن چاہتا (کہ ہم اُن کی عبادت نہ کریں) تو ہم کبھی اُن کو نہ پُوجتے"۔ [۴] یہ اِس معاملے کی حقیقت کو قطعی نہیں جانتے، محض تیر تکّے لڑاتے ہیں۔ کیا ہم نے اس سے پہلے کوئی کتاب ان کو دی تھی جس کی سند (اپنی اس ملائکہ پرستی کیلیئے) یہ اپنے پاس رکھتے ہوں؟ نہیں، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم اُنھی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ اِسی طرح تم سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے کوئی نذیر بھیجا' اُس کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے

---

[۴] یہ اپنی گمراہی پر تقدیر سے ان کا استدلال تھا جو ہمیشہ سے غلط کار لوگوں کا شیوہ رہا ہے۔

CS CamScanner

اور ہم اُنہی کے نقشِ قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہر نبی نے اُن سے پوچھا' کیا تم اُسی ڈگر پر چلے جاؤ گے خواہ میں تمھیں اُس راستے سے زیادہ صحیح راستہ بتاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ انھوں نے سارے رسُولوں کو یہی جواب دیا کہ جس دِین کی طرف بُلانے کے لیے تم بھیجے گئے ہو ہم اُس کے کافر ہیں۔ آخر کار ہم نے اُن کی خبر لے ڈالی اور دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہُوا۔ ع

یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ "تم جن کی بندگی کرتے ہو میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا تعلّق صرف اُس سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، وہی میری رہنمائی کرے گا۔" اور ابراہیمؑ یہی کلمہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ [۵] (اس کے باوجود جب یہ لوگ دوسروں کی بندگی کرنے لگے تو میں نے ان کو مٹا نہیں دیا) بلکہ میں اِنھیں اور ان کے باپ دادا کو متاعِ حیات دیتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس حق، اور کھول کھول کر بیان کرنے والا رسولؐ آ گیا۔ مگر جب وہ حق اِن کے پاس آیا تو اِنھوں نے کہہ دیا کہ یہ تو جادُو ہے، اور ہم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

کہتے ہیں، یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟ [۶] کیا تیرے ربّ کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دُوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے ربّ کی رحمت (یعنی نبوّت) اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (ان کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں۔

---

[۵] یعنی جب بھی راہِ راست سے ذرا قدم ہٹے تو یہ کلمہ ان کی رہنمائی کے لیے موجود رہے اور وہ اسی کی طرف پلٹ آئیں۔ اس واقعہ کو جس غرض کے لیے یہاں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کفارِ قریش کو اس بات پر شرم دلائی جائے کہ تم نے اسلاف کی تقلید اختیار کی بھی تو اس کے لیے اپنے بہترین اسلاف ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو چھوڑ کر اپنے بدترین اسلاف کا انتخاب کیا۔

[۶] دونوں شہروں سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔ کفار کا یہ کہنا تھا کہ اگر واقعی خدا کو کوئی رسُول بھیجنا ہوتا اور وہ اس پر اپنی کتاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا تو ہمارے ان مرکزی شہروں میں سے کسی بڑے آدمی کو اس غرض کے لیے منتخب کرتا۔

اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں، اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالاخانوں پر چڑھتے ہیں، اور اُن کے دروازے اور اُن کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں، سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے۔ یہ تو محض حیاتِ دنیا کی متاع ہے، اور آخرت تیرے ربّ کے ہاں صرف متّقین کے لیے ہے۔ ع

جو شخص رحمان کے ذِکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں اور وہ اُس کا رفیق بن جاتا ہے۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہِ راست پر آنے سے روکتے ہیں اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔ آخر کار جب یہ شخص ہمارے ہاں پہنچے گا تو اپنے شیطان سے کہے گا ''کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا بُعد ہوتا، تُو تو بدترین ساتھی نکلا۔'' اُس وقت اُن لوگوں سے کہا جائے گا کہ جب تم ظلم کر چکے تو آج یہ بات تمھارے لیے کچھ بھی نافع نہیں ہے کہ تم اور تمھارے شیاطین عذاب میں مشترک ہیں۔

اب کیا اے نبیؐ، تم بہروں کو سُناؤ گے؟ یا اندھوں اور صریح گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہ دکھاؤ گے؟ اب تو ہمیں اِن کو سزا دینی ہے خواہ ہم تمھیں دنیا سے اُٹھا لیں، یا تم کو آنکھوں سے اِن کا وہ انجام دکھا دیں جس کا ہم نے اِن سے وعدہ کیا ہے، ہمیں اِن پر پُوری قدرت حاصل ہے۔ تم بہر حال اُس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعہ سے تمھارے پاس بھیجی گئی ہے، یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمھارے لیے اور تمھاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عن قریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ [۷] تم سے پہلے ہم نے جتنے رسُول بھیجے تھے اُن سب سے پوچھ دیکھو، کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ دُوسرے معبُود بھی مقرر کیے تھے کہ اُن کی بندگی کی جائے؟ [۸] ع

ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت کے پاس بھیجا، اور اس نے جا کر کہا کہ میں ربّ العالمین کا رسُول ہوں۔ پھر جب اس نے ہماری نشانیاں ان کے سامنے پیش کیں تو وہ ٹھٹھے مارنے لگے۔ ہم ایک پر ایک ایسی نشانی ان کو دِکھاتے چلے گئے جو پہلی سے بڑھ چڑھ کر تھی، اور ہم نے اُن کو عذاب میں دَھر لیا کہ وہ اپنی رَوِش سے باز آئیں۔ ہر عذاب کے موقع پر وہ کہتے، اے ساحر، اپنے ربّ کی طرف سے جو منصب تجھے حاصل ہے اُس کی بنا پر ہمارے لیے اُس سے دُعا کر، ہم ضرور راہِ راست پر آجائیں گے۔ مگر جوں ہی کہ ہم اُن پر سے عذاب ہٹا دیتے وہ اپنی بات سے پھر جاتے تھے۔ ایک روز فرعون نے اپنی قوم کے درمیان پُکار کر کہا ”لوگو، کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے، اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟ میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ذلیل و حقیر ہے اور اپنی بات بھی کھول کر بیان نہیں کرسکتا؟ کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن اُتارے گئے؟ یا فرشتوں کا ایک دستہ اس کی اَردلی میں نہ آیا“؟

---

[۷] یعنی اس سے بڑھ کر کسی شخص کی کوئی خوش قسمتی نہیں ہوسکتی کہ تمام انسانوں میں سے اس کو اللہ اپنی کتاب نازل کرنے کے لیے منتخب کرے اور کسی قوم کے حق میں بھی اس سے بڑی کسی خوش قسمتی کا تصوّر نہیں کیا جاسکتا کہ دنیا کی دوسری سب قوموں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اس کے ہاں اپنا نبی پیدا کرے اور اس کی زبان میں اپنی کتاب نازل کرے اور اسے دنیا میں پیغامِ خداوندی کی حامل بن کر اُٹھنے کا موقع دے۔ اس شرفِ عظیم کا احساس اگر قریش اور اہلِ عرب کو نہیں ہے اور وہ اس کی ناقدری کرنا چاہتے ہیں تو ایک وقت آئے گا جب انہیں اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

[۸] رسُولوں سے پُوچھنے کا مطلب ان کی لائی ہوئی کتابوں سے معلوم کرنا ہے۔

اُس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انھوں نے اس کی اِطاعت کی، درحقیقت وہ تھے ہی فاسِق لوگ۔[۹] آخرکار جب انھوں نے ہمیں غضب ناک کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان کو اکٹھا غرق کر دیا اور بعد والوں کے لیے پیش رَو اور نمونۂ عبرت بنا کر رکھ دیا۔ ع

اور جونہی کہ ابنِ مریمؑ کی مثال دی گئی، تمھاری قوم کے لوگوں نے اُس پر غُل مچا دیا اور لگے کہنے کہ ہمارے معبُود اَچھے ہیں یا وہ؟[۱۰] یہ مثال وہ تمھارے سامنے محض کج بحثی کے لیے لائے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔ ابنِ مریمؑ اِس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے اُسے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنا دیا۔ ہم چاہیں تو تم سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمھارے جانشین ہوں۔ اور وہ (یعنی ابنِ مریم) دراصل قیامت کی ایک نشانی ہے، پس تم اس میں شک نہ کرو[۱۱] اور میری بات مان لو، یہی سیدھا راستہ ہے، ایسا نہ ہو شیطان تم کو اُس سے روک دے کہ وہ تمھارا کُھلا دشمن ہے۔ اور جب عیسیٰؑ صریح نشانیاں لیے ہوئے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ ”میں تم لوگوں کے پاس حِکمت لے کر آیا ہوں، اور اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض اُن باتوں کی حقیقت کھول دُوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، لہٰذا تم اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

---

[۹] اس مختصر سے فقرے میں ایک بہت بڑی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ جب کوئی شخص کسی ملک میں اپنی مطلق العنانی چلانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے کھلم کھلا ہر طرح کی چالیں چلتا ہے، ہر فریب اور مکر و دغا سے کام لیتا ہے، کھلے بازار میں ضمیروں کی خرید و فروخت کا کاروبار چلاتا ہے اور جو بکتے نہیں انہیں بے دریغ کچلتا اور روندتا ہے، تو خواہ زبان سے وہ یہ بات نہ کہے مگر اپنے عمل سے صاف ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ درحقیقت اس ملک کے باشندوں کو عقل اور اخلاق اور مردانگی کے لحاظ سے ہلکا سمجھتا ہے اور اس نے ان کے متعلق یہ رائے قائم کی ہے کہ میں ان بیوقوف، بے ضمیر اور بزدل لوگوں کو جدھر چاہوں ہانک کر لے جا سکتا ہوں۔ پھر جب اس کی یہ تدبیریں کامیاب ہو جاتی ہیں اور ملک کے باشندے اس کے دست بستہ غلام بن جاتے ہیں تو وہ اپنے عمل سے ثابت کر دیتے ہیں کہ اس خبیث نے جو کچھ انہیں سمجھا تھا، واقعی وہ وہی کچھ ہیں اور ان کی اس ذلیل حالت میں مبتلا ہونے کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بنیادی طور پر ”فاسق“ ہوتے ہیں۔

[۱۰] اس سے پہلے آیت ۴۵ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ، ”تم سے پہلے جو رسُول ہو گزرے ہیں ان سب

حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی۔ اُسی کی تم عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے"۔[۶۲] مگر (اُس کی اِس صاف تعلیم کے باوجود) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا،[۶۳] پس تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے۔

کیا یہ لوگ اب بس اِسی چیز کے منتظر ہیں کہ اچانک اِن پر قیامت آجائے اور انھیں خبر بھی نہ ہو؟ وہ دن جب آئے گا تو متّقین کو چھوڑ کر باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ ع اُس روز اُن لوگوں سے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے اور مطیعِ فرمان بن کر رہے تھے کہا جائے گا کہ "اے میرے بندو، آج تمھارے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ تمھیں کوئی غم لاحق ہوگا داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمھاری بیویاں، تمھیں خوش کر دیا جائے گا"۔ اُن کے آگے سونے کے تھال اور ساغر گردش کرائے جائیں گے اور ہر مَن بھاتی اور نگاہوں کو لذّت دینے والی چیز وہاں موجود ہوگی۔ ان سے کہا جائے گا، "تم اب یہاں ہمیشہ رہو گے تم اس جنت کے وارث اپنے اُن اعمال کی وجہ سے ہوئے ہو جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ تمھارے لیے یہاں بکثرت فواکہ موجود ہیں جنھیں تم کھاؤ گے"۔ رہے مُجرمین، تو وہ ہمیشہ جہنّم کے عذاب میں مُبتلا رہیں گے

سے پوچھ دیکھو، کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ ان کی بندگی کی جائے؟" یہ تقریر جب اہلِ مکّہ کے سامنے ہو رہی تھی تو ایک شخص نے اعتراض جڑ دیا کہ کیوں صاحب، عیسائی مریمؑ کے بیٹے کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اس کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں؟ پھر ہمارے معبود کیا بُرے ہیں یہ مثال پیش ہوتے ہی کفار کے مجمع سے ایک زور کا قہقہہ بلند ہوا اور نعرے لگنے شروع ہو گئے کہ اس کا کیا جواب ہے؟

[۶۱] یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ "قیامت کے علم کا ایک ذریعہ ہے" یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنجناب کو قیامت کی نشانی یا قیامت کے علم کا ذریعہ کس معنی میں فرمایا گیا ہے؟ بہت سے مفسرین کہتے ہیں کہ اِس سے مراد حضرت عیسیٰؑ کا نزولِ ثانی ہے جس کی خبر بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہے لیکن بعد کی عبارت یہ معنی لینے میں مانع ہے ان کا دوبارہ آنا تو قیامت کے علم کا ذریعہ صرف ان لوگوں کے لیے بن سکتا ہے جو اس زمانے میں موجود ہوں گے یا اس کے بعد پیدا ہوں۔ کفارِ مکّہ کے لیے آخر وہ کیسے ذریعہ علم قرار پا سکتا تھا کہ ان کو خطاب کر کے یہ کہنا صحیح ہوتا کہ "پس تم اس میں شک نہ کرو" لہٰذا ہمارے نزدیک صحیح تفسیر وہی ہے جو بعض دوسرے مفسّرین نے کی ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونے اور

CS CamScanner

کبھی اُن کے عذاب میں کمی نہ ہوگی، اور وہ اُس میں مایوس پڑے ہوں گے ان پر ہم نے ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔ وہ پُکاریں گے، "اے مالک، [۱۴] تیرا ربّ ہمارا کام ہی تمام کردے تو اچھا ہے"۔ وہ جواب دے گا "تم یونہی پڑے رہو گے ہم تمھارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق ہی ناگوار تھا"۔ [۱۵]

کیا اِن لوگوں نے کوئی اقدام کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟ [۱۶] اچھا تو ہم بھی پھر ایک فیصلہ کیے لیتے ہیں۔ کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں سُنتے نہیں ہیں؟ ہم سب کچھ سُن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے اِن کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔

ان سے کہو، "اگر واقعی رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہوتا"۔ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا فرماں روا، عرش کا مالک، اُن ساری باتوں سے جو یہ لوگ اُس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اچھا، انھیں اپنے باطل خیالات میں غرق اور اپنے کھیل میں منہمک رہنے دو، یہاں تک کہ یہ اپنا وہ دن دیکھ لیں جس کا انھیں خوف دلایا جارہا ہے۔

وہی ایک آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا، اور وہی حکیم و علیم ہے بہت بالا و برتر ہے وہ جس کے قبضے میں زمین اور آسمانوں اور ہر اُس چیز کی بادشاہی ہے

ان کے مٹی سے پرندہ بنانے اور مُردے جلانے کو قیامت کے امکان کی ایک دلیل قرار دیا گیا ہے اور ارشادِ خداوندی کا منشا یہ ہے کہ جو خدا باپ کے بغیر بچہ پیدا کرسکتا ہے اور جس خدا کا ایک بندہ مٹی کے پتلے میں جان ڈال سکتا اور مُردوں کو زندہ کرسکتا ہے اس کیلئے آخر تم اس بات کو کیوں ناممکن سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں اور تمام انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردے۔

[۱۲] یعنی عیسائی خواہ کچھ کرتے اور کہتے رہیں عیسیٰؑ نے خود کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں اور تم میری عبادت کرو بلکہ ان کی دعوت وہی تھی جو دوسرے تمام انبیاءؑ کی دعوت تھی اور اب جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بلا رہے ہیں۔

[۱۳] یعنی ایک گروہ نے ان کا انکار کیا تو مخالفت میں اس حد تک پہنچ گیا کہ ان پر ناجائز ولادت کی تہمت لگائی۔ کہ دوسرے گروہ نے ان کا اقرار کیا تو عقیدت میں بے تحاشا غلو کرکے ان کو خدا بنا بیٹھا اور پھر ایک انسان کے اللہ ہونے کا مسئلہ اس کے لیے ایسی گتھی بنا جسے سلجھاتے سلجھاتے اس میں بے شمار فرقے بن گئے۔

[۱۴] مالک سے مراد ہے جہنم کا داروغہ جیسے ان کو خود اُئے کلام سے خود ظاہر ہو رہا ہے۔

[۱۵] داروغۂ جہنم کا یہ قول کہ "ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے" ایسا ہی ہے جیسے حکومت کا کوئی افسر حکومت کی طرف سے بولتے ہوئے "ہم" کا لفظ استعمال کرتا ہے اور اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہماری

CS CamScanner

جو زمین و آسمان کے درمیان پائی جاتی ہے۔ اور وہی قیامت کی گھڑی کا عِلم رکھتا ہے، اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

اُس کو چھوڑ کر یہ لوگ جنھیں پُکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، اِلّا یہ کہ کوئی عِلم کی بناء پر حق کی شہادت دے۔[۱۷]

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں سے یہ دھوکا کھا رہے ہیں،[۱۸] قسم ہے رسُولؐ کے اِس قول کی کہ اے ربّ، یہ وہ لوگ ہیں جو مان کر نہیں دیتے۔[۱۹]

اچھا، اے نبیؐ، ان سے درگزر کرو اور کہہ دو کہ سلام ہے تمھیں، عنقریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔ع

سُورۂ دُخان (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ح۔م۔ قسم ہے اس کتابِ مُبین کی کہ ہم نے اِسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے،[۱] کیونکہ ہم لوگوں کو مُتنبّہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ وہ رات تھی جس میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے[۲] ہم ایک رسُول بھیجنے والے تھے، تیرے ربّ کی رحمت کے طور پر، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے،

حکومت نے یہ کام کیا یا یہ حکم دیا۔

[۱۶] اشارہ ہے ان باتوں کی طرف جو سردارانِ قریش اپنی خفیہ مجلسوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی فیصلہ کُن قدم اُٹھانے کے لیے کر رہے تھے۔

[۱۷] یعنی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اس نے جن ہستیوں کو معبُود بنا رکھا ہے وہ لازماً شفاعت کے اختیارات رکھتی ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا زور حاصل ہے کہ جسے چاہیں بخشوا لیں تو وہ بتائے کہ کیا وہ علم کی بنا پر اس بات کی مبنی بر حقیقت شہادت دے سکتا ہے؟

[۱۸] اس آیت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ خود ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ اللہ نے، دوسرے یہ کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ تمہارے ان معبُودوں کا خالق کون ہے تو یہ کہیں گے کہ اللہ۔

[۱۹] مطلب یہ ہے کہ قسم ہے رسُول کے اس قول کی کہ "اے ربّ، یہ وہ لوگ ہیں جو مان کر نہیں دیتے" کیسی

آسمانوں اور زمین کا ربّ اور ہر اُس چیز کا ربّ جو آسمان و زمین کے درمیان ہے اگر تم لوگ واقعی یقین رکھنے والے ہو۔ کوئی معبود اُس کے سوا نہیں ہے، [۳] وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے تمھارا ربّ اور تمھارے اُن اسلاف کا ربّ جو پہلے گزر چکے ہیں (مگر فی الواقع ان لوگوں کو یقین نہیں ہے) بلکہ یہ اپنے شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

اچھا، انتظار کرو اُس دن کا جب آسمان صریح دُھواں لیے ہوئے آئے گا اور وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک سزا۔ (اب کہتے ہیں کہ) ”پروردگار، ہم پر سے یہ عذاب ٹال دے، ہم ایمان لاتے ہیں“۔ [۴] اِن کی غفلت کہاں دُور ہوتی ہے؟ اِن کا حال تو یہ ہے کہ ان کے پاس رسولِ مُبین آ گیا [۵] پھر بھی یہ اُس کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور کہا کہ ”یہ تو سکھایا پڑھایا باؤلا ہے“۔ ہم ذرا عذاب ہٹائے دیتے ہیں، تم لوگ پھر وہی کچھ کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ جس روز ہم بڑی ضرب لگائیں گے وہ دن ہوگا جب ہم تم سے انتقام لیں گے۔

ہم اِن سے پہلے فرعون کی قوم کو اِسی آزمائش میں ڈال چکے ہیں۔ اِن کے پاس ایک نہایت شریف رسُولؑ آیا اور اس نے کہا ”اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کرو، میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسُول ہوں اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ مَیں تمھارے سامنے (اپنی ماموریّت کی) صریح سند پیش کرتا ہوں۔ اور میں اپنے ربّ اور تمھارے ربّ کی پناہ لے چکا ہوں اِس سے کہ تم مجھ پر حملہ آور ہو۔

عجیب ہے ان لوگوں کی فریب خوردگی کہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا اور ان کے معبودوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور پھر بھی خالق کو چھوڑ کر مخلوق ہی کی عبادت پر اصرار کیے جاتے ہیں۔

[۱] مراد ہے لیلۃ القدر۔

[۲] اس سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے شاہی نظم و نسق میں یہ ایک ایسی رات ہے جس میں وہ افراد اور قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کے فیصلے کر کے اپنے فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے اور پھر وہ انہی فیصلوں کے مطابق عملدرآمد کرتے رہتے ہیں۔

[۳] معبود سے مراد ہے حقیقی معبود، جس کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت (بندگی و پرستش) کی جائے۔

[۴] ان آیات اور آیت ۱۶ میں قیامت کے عذاب کا ذکر ہے اور آیت نمبر ۱۵ میں جس عذاب کا ذکر ہے اس سے مراد وہ قحط کا عذاب ہے جس میں اہلِ مکہ اس سورہ کے نزول کے زمانے میں مبتلا تھے۔

[۵] یعنی ایسا رسُول جس کا رسُول ہونا صریح طور پر نمایاں تھا۔

اگر تم میری بات نہیں مانتے تو مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے باز رہو"۔ آخر کار اس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ یہ لوگ مُجرم ہیں۔ (جواب دیا گیا) "اچھا تُو راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑ۔ تم لوگوں کا پیچھا کیا جائے گا۔ سمندر کو اُس کے حال پر کُھلا چھوڑ دے۔ یہ سارا لشکر غرق ہونے والا ہے"۔ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے جو وہ چھوڑ گئے۔ کتنے ہی عیش کے سروسامان، جن میں وہ مزے کر رہے تھے، ان کے پیچھے دھرے رہ گئے یہ ہُوا اُن کا انجام، اور ہم نے دُوسروں کو اُن چیزوں کا وارِث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان اُن پر رویا نہ زمین، اور ذرا سی مُہلت بھی اُن کو نہ دی گئی۔ ع اِس طرح بنی اسرائیل کو ہم نے سخت ذلّت کے عذاب، فرعون سے نجات دی جو حد سے گزر جانے والوں میں فی الواقع بڑے اُونچے درجے کا آدمی تھا، اور اُن کی حالت جانتے ہوئے اُن کو دنیا کی دوسری قوموں پر ترجیح دی، اور انھیں ایسی نشانیاں دکھائیں جن میں صریح آزمائش تھی۔

یہ لوگ کہتے ہیں، "ہماری پہلی موت کے سِوا اور کچھ نہیں، اُس کے بعد ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو اُٹھا لاؤ ہمارے باپ دادا کو"۔ یہ بہتر ہیں یا تُبَّع [۲] کی قوم اور اس سے پہلے کے لوگ؟ ہم نے اُن کو اِسی بنا پر تباہ کیا کہ وہ مُجرم ہو گئے تھے۔ یہ آسمان و زمین اور اِن کے درمیان کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں

---

[۲] تُبّع قبیلۂ حمیر کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے کسریٰ، قیصر فرعون، وغیرہ القاب مختلف ممالک کے بادشاہوں کے لیے مخصوص رہے ہیں۔ یہ لوگ قومِ سَبا کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور صدیوں تک یہ عرب میں حکمران رہے۔

بنا دی ہیں۔ اِن کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے، مگر اِن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اِن سب کے اُٹھائے جانے کے لیے طے شدہ وقت فیصلے کا دِن ہے، وہ دن جب کوئی عزیزِ قریب اپنے کسی عزیزِ قریب کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ کہیں سے انھیں کوئی مدد پہنچے گی، سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم کرے، وہ زبردست اور رحیم ہے۔ ع

زَقُّوم کا درخت گناہ گار کا کھاجا ہوگا، تیل کی تلچھٹ جیسا، پیٹ میں وہ اِس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولتا ہُوا پانی جوش کھاتا ہے" پکڑو اِسے اور رگیدتے ہوئے لے جاؤ اِس کو جہنّم کے بیچوں بیچ اور انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب۔ چکھ اس کا مزا، بڑا زبردست عزّت دار آدمی ہے تُو۔ یہ وہی چیز ہے جس کے آنے میں تم لوگ شک رکھتے تھے"۔

خدا ترس لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں، حریر و دیبا کے لباس پہنے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ ہوگی اُن کی شان۔ اور ہم گوری گوری آہُو چشم عورتیں ان سے بیاہ دیں گے۔ وہاں وہ اطمینان سے ہر طرح کی لذیذ چیزیں طلب کریں گے۔ وہاں موت کا مزہ وہ کبھی نہ چکھیں گے۔ بس دنیا میں جو موت آچکی سو آچکی۔ اور اللہ اپنے فضل سے اُن کو جہنّم کے عذاب سے بچا دے گا، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے نبیؐ، ہم نے اس کتاب کو تمھاری زبان میں سہل بنا دیا تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اَب تم بھی انتظار کرو، یہ بھی مُنتظر ہیں۔ ع

سُورۂ جاثیہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ح۔م۔ اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکیم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں ایمان لانے والوں کے لیے۔ اور تمھاری اپنی پیدائش میں، اور اُن حیوانات میں جن کو اللہ (زمین میں) پھیلا رہا ہے، بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین لانے والے ہیں اور شب و روز کے فرق و اختلاف میں، اور اُس رزق میں جسے اللہ آسمان سے نازل فرماتا ہے پھر اُس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو جلا اُٹھاتا ہے، اور ہواؤں کی گردش میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنھیں ہم تمھارے سامنے ٹھیک ٹھیک بیان کر رہے ہیں اَب آخر اللہ اور اس کی آیات کے بعد اور کونسی بات ہے جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔

تباہی ہے ہر اُس جُھوٹے بداعمال شخص کے لیے جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں، اور وہ اُن کو سُنتا ہے، پھر پورے غُرور کے ساتھ اپنے کُفر پر اِس طرح اَڑا رہتا ہے۔ کہ گویا اس نے اُن کو سُنا ہی نہیں ایسے شخص کو دردناک عذاب کا مُژدہ سُنا دو۔

ہماری آیات میں سے کوئی بات جب اس کے علم میں آتی ہے تو وہ اُن کا مذاق بنا لیتا ہے۔ ایسے سب لوگوں کے لیے ذلّت کا عذاب ہے۔ اُن کے آگے جہنّم ہے۔ جو کچھ بھی انھوں نے دنیا میں کمایا ہے اس میں سے کوئی چیز اُن کے کسی کام نہ آئے گی، نہ اُن کے وہ سرپرست ہی اُن کے لیے کچھ کر سکیں گے جنھیں اللہ کو چھوڑ کر انھوں نے اپنا ولی بنا رکھا ہے۔ ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

یہ قرآن سراسر ہدایت ہے، اور اُن لوگوں کے لیے بلا کا دردناک عذاب ہے جنھوں نے اپنے ربّ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا۔ ع

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے سمندر کو مسخّر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اُس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکرگزار بنو۔ اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمھارے لیے مسخّر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے [۱]۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔

اے نبیؐ، ایمان لانے والوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کی طرف سے بُرے دِن آنے کا کوئی اندیشہ نہیں رکھتے، اُن کی حرکتوں پر درگزر سے کام لیں تاکہ اللہ خود ایک گروہ کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔ جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا، اور جو بُرائی کرے گا وہ آپ ہی اس کا خمیازہ بُھگتے گا۔ پھر جانا تو سب کو اپنے ربّ ہی کی طرف ہے۔

اِس سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے کتاب اور حُکم اور نبوّت عطا کی تھی۔ ان کو ہم نے عمدہ سامانِ زیست سے نوازا، دنیا بھر کے لوگوں پر انھیں فضیلت عطا کی،

---

[۱] اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اللہ کا یہ عطیہ دنیا کے بادشاہوں کا سا عطیہ نہیں ہے جو رعیّت سے حاصل کیا ہُوا مال رعیّت ہی میں سے کچھ لوگوں کو بخش دیتے ہیں بلکہ کائنات کی یہ ساری نعمتیں اللہ کی اپنی پیدا کردہ ہیں اور اس نے اپنی طرف سے یہ انسان کو عطا فرمائی ہیں۔ دوسرے یہ کہ نہ ان نعمتوں کے پیدا کرنے میں کوئی اللہ کا شریک ہے نہ انہیں انسان کے لیے مسخّر کرنے میں کسی اور ہستی کا کوئی دخل۔ تنہا اللہ ہی ان کا خالق ہے اور اسی نے اپنی طرف سے وہ انسان کو عطا کی ہیں۔

اور دین کے معاملہ میں انھیں واضح ہدایات دے دیں۔ پھر جو اختلاف اُن کے درمیان رُونما ہُوا وہ (ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ) عِلم آجانے کے بعد ہُوا اور اس بنا پر ہُوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ قیامت کے روز اُن معاملات کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد اب اے نبیؐ ہم نے تم کو دِین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور اُن لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو عِلم نہیں رکھتے۔ اللہ کے مقابلے میں وہ تمھارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ [۲] ظالم لوگ ایک دُوسرے کے ساتھی ہیں، اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے۔ یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لیے اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے لیے جو یقین لائیں۔

کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا اِرتکاب کیا ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم اُنھیں اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کر دیں گے کہ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے؟ بہت برے حکم ہیں جو یہ لوگ لگاتے ہیں ع اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اِس لیے کیا ہے کہ ہر متنفِس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے عِلم کے باوجود [۳]

---

[۲] یعنی اگر تم انھیں راضی کرنے کے لیے اللہ کے دین میں کسی قسم کا ردّ و بدل کرو گے تو اللہ کے موأخذہ سے وہ تمھیں نہ بچا سکیں گے۔

[۳] اصل الفاظ ہیں اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ۔ ایک مطلب ان الفاظ کا یہ ہوسکتا ہے کہ وہ شخص عالم ہونے کے باوجود اللہ کی طرف سے گمراہی میں پھینکا گیا، کیوں کہ وہ خواہشِ نفس کا بندہ بن گیا تھا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ نے اپنے اس عِلم کی بنا پر کہ وہ اپنے نفس کی خواہش کو اپنا خدا بنا بیٹھا ہے، اسے گمراہی میں پھینک دیا۔

اُسے گمراہی میں پھینک دیا اور اُس کے دل اور کانوں پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب اور کون ہے جو اُسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ”زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردشِ ایّام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو۔“ درحقیقت اِس معاملہ میں اِن کے پاس کوئی عِلم نہیں ہے۔ یہ محض گمان کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔ اور جب ہماری واضح آیات انھیں سُنائی جاتی ہیں تو اِن کے پاس کوئی حجت اس کے سوا نہیں ہوتی کہ اٹھا لاؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم سچے ہو۔ اے نبیؐ، ان سے کہو اللہ ہی تمھیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمھیں موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ع زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، اور جس روز قیامت کی گھڑی آ کھڑی ہوگی اُس دن باطل پرست خسارے میں پڑ جائیں گے۔

اُس وقت تم ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا دیکھو گے ہر گروہ کو پُکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا نامۂ اعمال دیکھے۔ اُن سے کہا جائے گا ”آج تم لوگوں کو اُن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے یہ ہمارا تیار کرایا ہُوا اعمال نامہ ہے جو تمھارے اوپر ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہا ہے، جو کچھ بھی تم کرتے تھے اُسے ہم لکھواتے جا رہے تھے“۔

پھر جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک عمل کرتے رہے تھے انھیں ان کا رَبّ اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہی صریح کامیابی ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا (اُن سے کہا جائے گا) ”کیا میری آیات تم کو نہیں سُنائی جاتی تھیں؟ مگر تم نے تکبّر کیا اور مُجرم بن کر رہے۔ اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں، تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہوتی ہے، ہم تو بس ایک گمان سا رکھتے ہیں، یقین ہم کو نہیں ہے“۔ اس وقت ان پر ان کے اعمال کی بُرائیاں کُھل جائیں گی اور وہ اسی چیز کے پھیر میں آجائیں گے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ ”آج ہم بھی اسی طرح تمھیں بُھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو بُھول گئے تھے۔ تمھارا ٹھکانا اب دوزخ ہے اور کوئی تمھاری مدد کرنے والا نہیں ہے۔ یہ تمھارا انجام اس لیے ہُوا ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کا مذاق بنا لیا تھا اور تمھیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا۔ لہٰذا آج نہ یہ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ معافی مانگ کر اپنے ربّ کو راضی کرو“۔ [۴]

پس تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو زمین اور آسمانوں کا مالک اور سارے جہان والوں کا پروردگار ہے۔ زمین اور آسمانوں میں بڑائی اسی کے لیے ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔ ع

---

[۴] یہ آخری فقرہ اس انداز میں ہے جیسے کوئی آقا اپنے کچھ خادموں کو ڈانٹنے کے بعد دوسروں سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ اچھا، اب ان نالائقوں کی یہ سزا ہے۔

CS CamScanner

سُورۂ اَحقاف (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ح۔م، اِس کتاب کا نزول اللہ زبردست اور دانا کی طرف سے ہے۔ ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور اُن ساری چیزوں کو جو اُن کے درمیان ہیں برحق، اور ایک مدّتِ خاص کے تعیّن کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ مگر یہ کافر لوگ اُس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جس سے ان کو خبردار کیا گیا ہے۔

اے نبیؐ، اِن سے کہو، ’’کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا بھی کہ وہ ہستیاں ہیں کیا۔ جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو؟ ذرا مجھے دِکھاؤ تو سہی کہ زمین میں اُنھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں کی تخلیق وتدبیر میں ان کا کوئی حصّہ ہے؟ اِس سے پہلے آئی ہوئی کوئی کتاب یا عِلم کا کوئی بقیّہ (اِن عقائد کے ثبوت میں) تمھارے پاس ہو تو وہی لے آؤ اگر تم سچّے ہو‘‘۔ آخر اُس شخص سے زیادہ بہکا ہُوا اِنسان اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پُکارے جو قیامت تک اُسے جواب نہیں دے سکتے، [۱] بلکہ اِس سے بھی بے خبر ہیں کہ پُکارنے والے اُن کو پُکار رہے ہیں، اور جب تمام اِنسان جمع کیے جائیں گے اُس وقت وہ اپنے پُکارنے والوں کے دُشمن اور اُن کی عبادت کے منکر ہوں گے۔ [۲]

اِن لوگوں کو جب ہماری صاف صاف آیات سُنائی جاتی ہیں اور حق اِن کے سامنے آجاتا ہے تو یہ کافر لوگ اُس کے متعلّق کہتے ہیں کہ یہ تو کُھلا جادو ہے۔ کیا اُن کا کہنا یہ ہے کہ رسولؐ نے اِسے خود گھڑ لیا ہے؟

---

[۱] جواب دینے سے مراد کسی کی درخواست پر فیصلہ صادِر کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان معبُودوں کے پاس وہ اختیارات ہی نہیں ہیں جن کی بنا پر وہ ان کی دُعاؤں اور درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادِر کرسکیں۔

[۲] یعنی وہ صاف صاف کہہ دیں گے کہ نہ ہم نے اِن سے کبھی یہ کہا تھا کہ تم مدد کے لیے ہمیں پُکارا کرو ہم تمہاری حاجت روائی کرنے والے ہیں اور نہ ہمیں یہ خبر کہ یہ لوگ ہمیں پُکارا کرتے تھے انہوں نے خود ہی ہمیں حاجت رَوا فرض کرلیا اور خود ہی ہم کو پُکارنا شروع کردیا۔

CS CamScanner

اِن سے کہو، ”اگر میں نے اِسے خود گھڑ لیا ہے تو تم مجھے خدا کی پکڑ سے کچھ بھی نہ بچا سکو گے، جو باتیں تم بناتے ہو اللہ ان کو خُوب جانتا ہے، میرے اور تمھارے درمیان وہی گواہی دینے کے لیے کافی ہے، اور وہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے“۔[۳]

اِن سے کہو، ”میں کوئی نرالا رسُول تو نہیں ہوں، [۴] میں نہیں جانتا کہ کل تمھارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا، میں تو صرف اُس وَحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کر دینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں“۔ اے نبیؐ، اِن سے کہو ”کبھی تم نے سوچا بھی کہ اگر یہ کلام اللہ ہی کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا اِنکار کر دیا (تو تمھارا کیا انجام ہوگا؟) اور اِس جیسے ایک کلام پر تو بنی اسرائیل کا ایک گواہ شہادت بھی دے چکا ہے۔ وہ ایمان لے آیا اور تم اپنے گھمنڈ میں پڑے رہے۔[۵] ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔“ ع

جن لوگوں نے ماننے سے اِنکار کر دیا ہے وہ ایمان لانے والوں کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر اس کتاب کو مان لینا کوئی اچھا کام ہوتا تو یہ لوگ اِس معاملے میں ہم سے سبقت نہ لے جا سکتے تھے۔[۶] چونکہ اُنھوں نے اُس سے ہدایت نہ پائی اس لیے اب یہ ضرور کہیں گے کہ یہ تو پُرانا جُھوٹ ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب رہنما اور رحمت بن کر آ چکی ہے، اور یہ کتاب اُس کی تصدیق کرنے والی زبانِ عربی میں آئی ہے تاکہ ظالموں کو متنبہ کر دے اور نیک رَوِش اختیار کرنے والوں کو بشارت دے دے۔

---

[۳] اس مقام پر یہ فقرہ دو معنی دے رہا ہے ایک یہ کہ فی الواقع یہ اللہ کا رحم اور اس کا درگزر ہی ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ زمین میں سانس لے رہے ہیں جنہیں خدا کے کلام کو افترا قرار دینے میں کوئی باک نہیں، ورنہ کوئی بے رحم اور سخت گیر خدا اس کائنات کا مالک ہوتا تو ایسی جسارتیں کرنے والوں کو ایک سانس کے بعد دوسرا سانس لینا نصیب نہ ہوتا۔ دوسرا مطلب اس فقرے کا یہ ہے کہ ظالمو، اب بھی اس ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ تو خدا کی رحمت کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہُوا ہے اور جو کچھ تم نے اب تک کیا ہے معاف ہو سکتا ہے۔

[۴] یعنی جس طرح پہلے سب رسُول اِنسان ہی ہوتے تھے اور خدائی صفات و اختیارات میں اِن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا، ویسا ہی رسُول میں بھی ہوں۔

[۵] یہاں گواہ سے مراد کوئی خاص شخص نہیں بلکہ اسرائیل کا ایک عام آدمی ہے۔ ارشادِ الٰہی کا مدعا یہ ہے کہ قرآن مجید جو تعلیم تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے جو دنیا میں پہلی مرتبہ تمہارے

یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہی ہمارا ربّ ہے، پھر اُس پر جَم گئے، اُن کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ایسے لوگ جنّت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اپنے اُن اعمال کے بدلے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

ہم نے اِنسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔ اُس کی ماں نے مُشقّت اٹھا کر اُسے پیٹ میں رکھا اور مُشقّت اٹھا کر ہی اس کو جنا، اور اس کے حمل اور دُودھ چُھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پُوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوگیا تو اُس نے کہا ”اَے میرے ربّ، مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں، اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تُو راضی ہو، اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سُکھ دے، میں تیرے حضُور توبہ کرتا ہوں اور تابع فرمان (مُسلِم) بندوں میں سے ہوں“۔ اِس طرح کے لوگوں سے ہم اُن کے بہترین اعمال کو قبول کرتے ہیں اور اُن کی بُرائیوں سے درگُزر کر جاتے ہیں۔ یہ جنّتی لوگوں میں شامل ہوں گے اُس سچّے وعدے کے مطابق جو اِن سے کیا جاتا رہا ہے۔ اور جس شخص نے اپنے والدین سے کہا: ”اُف، تنگ کر دیا تم نے، کیا تم مجھے یہ خوف دلاتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے نکالا جاؤں گا؟ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی نسلیں گزر چکی ہیں (اُن میں سے تو کوئی اُٹھ کر نہ آیا)۔“ ماں اور باپ اللہ کی دوہائی دے کر کہتے ہیں

ہی سامنے پیش کی گئی ہو اور تم یہ عذر کر سکو کہ ہم یہ نرالی باتیں کیسے مان لیں جو نوعِ انسانی کے سامنے کبھی آئی ہی نہ تھیں۔ اس سے پہلے یہی تعلیمات اسی طرح وحی کے ذریعے سے بنی اسرائیل کے سامنے توراۃ اور دوسری کُتبِ آسمانی کی شکل میں آچکی ہیں اور ان کا ایک عام آدمی ان کو مان چکا ہے۔

[۶] اُن کا مطلب یہ تھا کہ اس قرآن پر چند نا سمجھ لوگ ایمان لے آئے ہیں، ورنہ اگر یہ کوئی اچھا کام تھا تو ہم جیسے دانشور لوگ اسے ماننے میں پیچھے کیسے رہ سکتے تھے۔

"اُرے بدنصیب مان جا، اللہ کا وعدہ سچّا ہے"۔ مگر وہ کہتا ہے "یہ سب اگلے وقتوں کی فرسُودہ کہانیاں ہیں۔" یہ لوگ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ چسپاں ہو چکا ہے۔ اِن سے پہلے جِنّوں اور انسانوں کے جو ٹولے (اسی قماش کے) ہو گزرے ہیں اُنہی میں یہ بھی جا شامل ہوں گے۔ بے شک یہ گھاٹے میں رَہ جانے والے لوگ ہیں۔ دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے دَرجے اُن کے اعمال کے لحاظ سے ہیں تا کہ اللہ ان کے کیے کا پُورا پُورا بدلہ اِن کو دے۔ ان پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔ پھر جب یہ کافر آگ کے سامنے لا کھڑے کیے جائیں گے تو اِن سے کہا جائے گا: "تم اپنے حصّے کی نعمتیں اپنی دُنیا کی زِندگی میں ختم کر چکے اور اُن کا لُطف تم نے اُٹھالیا، اب جو تکبّر تم زمین میں کسی حق کے بغیر کرتے رہے اور جو نافرمانیاں تم نے کیں اِن کی پاداش میں آج تم کو ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا۔" ۲ع

ذرا اِنھیں عاد کے بھائی (ہودؑ) کا قصہ سُناؤ جب کہ اُس نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا تھا۔ اور ایسے خبردار کرنے والے اُس سے پہلے بھی گزر چکے تھے اور اس کے بعد بھی آتے رہے۔ کہ "اللہ کے سِوا کسی کی بندگی نہ کرو، مجھے تمھارے حق میں ایک بڑے ہولناک دِن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔" اُنھوں نے کہا "کیا تُو اِس لیے آیا ہے کہ ہمیں بہکا کر ہمارے معبُودوں سے برگشتہ کر دے؟ اچھا تو لے آ اپنا وہ عذاب جس سے تُو ہمیں ڈراتا ہے اگر واقعی تُو سچّا ہے۔" اُس نے کہا کہ "اِس کا عِلم تو اللہ کو ہے، [۷] اور میں صرف وہ پیغام تمھیں پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ جہالت برت رہے ہو"۔

---

[۷] یعنی اس بات کا عِلم کہ تم پر عذاب کب بھیجا جائے اور کب تک تمہیں مُہلت دی جائے۔

پھر جب اُنھوں نے اُس عذاب کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہنے لگے ”یہ بادل ہے جو ہم کو سیراب کر دے گا“۔ ”نہیں،[۸] بلکہ یہ وہی چیز ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ہَوا کا طوفان ہے جس میں دردناک عذاب چلا آ رہا ہے، اپنے ربّ کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گا۔“ آخر کار اُن کا حال یہ ہُوا کہ اُن کے رہنے کی جگہوں کے سِوا وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اِس طرح ہم مُجرموں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اُن کو ہم نے وہ کچھ دیا تھا جو تم لوگوں کو نہیں دیا ہے۔ اُن کو ہم نے کان، آنکھیں اور دِل، سب کچھ دے رکھے تھے، مگر نہ وہ کان اُن کے کسی کام آئے، نہ آنکھیں، نہ دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا اِنکار کرتے تھے، اور اُسی چیز کے پھیر میں وہ آ گئے جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔ ع

تمھارے گرد و پیش کے علاقوں میں بہت سی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ ہم نے اپنی آیات بھیج کر بار بار طرح طرح سے اُن کو سمجھایا، شاید کہ وہ باز آ جائیں۔ پھر کیوں نہ اُن ہستیوں نے اُن کی مدد کی جنھیں اللہ کو چھوڑ کر اُنھوں نے تقرّبِ اِلَی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے معبُود بنا لیا تھا؟[۹] بلکہ وہ تو اِن سے کھوئے گئے، اور یہ تھا اُن کے جُھوٹ اور اِن بناوَٹی عقیدوں کا انجام جو انھوں نے گھڑ رکھے تھے۔

---

[۸] یہاں اس امر کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ ان کو یہ جواب کس نے دیا۔ کلام کے انداز سے خود بخود یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ وہ جواب تھا جو اصل صورتِ حال نے عملاً ان کو دیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ بادل ہے جو ان کی وادیوں کو سیراب کرنے آیا ہے اور حقیقت میں تھا وہ ہَوا کا طوفان جو انہیں تباہ و برباد کرنے کے لیے بڑھا چلا آ رہا تھا۔

[۹] یعنی اُن ہستیوں کے ساتھ عقیدت کی ابتدا تو انہوں نے اس خیال سے کی تھی کہ یہ خدا کے مقبول بندے ہیں، ان کے وسیلے سے خدا کے ہاں ہماری رسائی ہوگی مگر بڑھتے بڑھتے انہوں نے خود انہی ہستیوں کو معبُود بنا لیا، انہی کو مدد کے لیے پُکارنے لگے اور انہی سے دُعائیں مانگنے لگے اور انہی کے متعلق یہ سمجھ لیا کہ یہ صاحبِ تصرّف ہیں۔ ہماری فریاد رسی و مشکل کشائی یہی کریں گے۔ اس گمراہی سے اُن کو نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اپنے رسُولوں کے ذریعے سے بھیج کر طرح طرح سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ اپنے ان جھوٹے خداؤں کی بندگی پر اَڑے رہے اور اصرار کیے چلے گئے کہ ہم اللہ کے بجائے انہی کا دامن تھامے رہیں گے۔ اب بتاؤ ان مشرکوں پر جب ان کی گمراہی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا تو اُن کے وہ فریاد رس اور مشکل کُشا معبُود کہاں مر رہے تھے؟ کیوں نہ اس بُرے وقت میں وہ ان کی دست گیری کو آئے؟

(اور وہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے) جب ہم جِنّوں کے ایک گروہ کو تمھاری طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سُنیں۔ [۱۰] جب وہ اُس جگہ پہنچے (جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے) تو اُنھوں نے آپس میں کہا خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ اُنھوں نے جا کر کہا، "اے ہماری قوم کے لوگو، ہم نے ایک کتاب سُنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازِل کی گئی ہے، تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی کرتی ہے حق اور راہِ راست کی طرف۔ [۱۱] اَے ہماری قوم کے لوگو، اللہ کی طرف بُلانے والے کی دعوت قبول کر لو اور اُس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمھارے گناہوں سے دَرگزر فرمائے گا اور تمھیں عذابِ الیم سے بچا دے گا"۔ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے وہ نہ زمین میں خود کوئی بل بوتا رکھتا ہے کہ اللہ کو زِچ کر دے، اور نہ اس کے کوئی ایسے حامی و سرپرست ہیں کہ اللہ سے اس کو بچا لیں۔ ایسے لوگ کُھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور کیا اِن لوگوں کو یہ سُجھائی نہیں دیتا کہ جس خدا نے یہ زمین اور آسمان پیدا کیے اور اُن کو بناتے ہوئے وہ نہ تھکا، وہ ضرور اِس پر قادِر ہے کہ مُردوں کو جِلا اُٹھائے؟ کیوں نہیں، یقیناً وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔ جس روز یہ کافر آگ کے سامنے لائے جائیں گے، اُس وقت اِن سے پُوچھا جائے گا "کیا یہ حق نہیں ہے"؟ یہ کہیں گے "ہاں، ہمارے ربّ کی قسم (یہ واقعی حق ہے)"۔ اللہ فرمائے گا "اچھا تو اب عذاب کا مزا چکھو اپنے اُس انکار کی پاداش میں جو تم کرتے رہے تھے"۔

---

[۱۰] یہ ذکر اُس واقعہ کا ہے جو طائف کے سفر سے مکّہ واپس ہوتے ہوئے راستے میں پیش آیا تھا۔ نماز میں آپؐ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جِنّوں کے ایک گروہ کا اُدھر سے گزر ہوا اور وہ آپ کی قرأت سُننے کے لیے ٹھہر گیا اس کے بارے میں تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ اس موقع پر جِن حضورؐ کے سامنے نہیں آئے تھے۔ نہ آپؐ نے ان کی آمد کو محسوس فرمایا تھا بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وَحی کے ذریعہ سے آپؐ کو ان کے آنے اور قرآن سُننے کی خبر دی۔

[۱۱] اس سے معلوم ہُوا کہ یہ جِن پہلے سے حضرت موسیٰؑ اور کتبِ آسمانی پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ قرآن سُننے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ یہ وہی تعلیم ہے جو پچھلے انبیاء دیتے چلے آ رہے ہیں، اس لیے وہ اس کتاب اور اس کے لانے والے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آئے۔

پس اَے نبیؐ، صبر کرو جس طرح اُولوالعزم رسُولوں نے صبر کیا ہے، اور اِن کے معاملہ میں جلدی نہ کرو۔ جس روز یہ لوگ اُس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا اِنھیں خوف دلایا جا رہا ہے تو اِنھیں یُوں معلوم ہوگا کہ جیسے دنیا میں دِن کی ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ بات پہنچادی گئی، اب کیا نافرمان لوگوں کے سِوا اور کوئی ہلاک ہوگا؟ ع

سُورۂ محمدؐ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اللہ نے اُن کے اعمال کو رائیگاں کر دیا۔ اور جو لوگ اِیمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اُس چیز کو مان لیا جو محمدؐ پر نازل ہوئی ہے۔ اور ہے وہ سراسر حق اُنکے ربّ کی طرف سے۔ اللہ نے اُن کی برائیاں اُن سے دُور کردیں اور ان کا حال درست کر دیا۔ یہ اس لیے کہ کفر کرنے والوں نے باطل کی پیروی کی اور اِیمان لانے والوں نے اُس حق کی پیروی کی جو اُن کے ربّ کی طرف سے آیا ہے اِس طرح اللہ لوگوں کو اُن کی ٹھیک ٹھیک حیثیت بتائے دیتا ہے۔

پس جب اِن کافروں سے تمھاری مُڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب تم اُن کو اچھی طرح کُچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمھیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرلو، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔[۱]

---

[۱] اِس آیت کے الفاظ سے بھی اور جس سیاق وسباق میں یہ آئی ہے اس سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ لڑائی کا حکم آجانے کے بعد اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ "جب کافروں سے تمہاری مُڈبھیڑ ہو" کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ابھی مُڈبھیڑ ہوئی نہیں ہے اور اس کے ہونے سے پہلے یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ جب وہ ہو تو مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنی توجہ دشمن کی جنگی طاقت اچھی طرح توڑ دینے پر صَرف کرنی چاہیے۔ اس کے بعد جن لوگوں کو گرفتار کیا جائے ان کے معاملہ میں مسلمانوں کو یہ بھی اختیار ہے کہ فدیہ لے کر یا اپنے قیدیوں کا تبادلہ کرکے انہیں چھوڑ دیں اور یہ اختیار بھی ہے کہ قید میں رکھ کر ان سے احسان کا برتاؤ کریں یا مناسب ہو تو احسان کے طور پر انہیں رہا کردیں۔

یہ ہے تمھارے کرنے کا کام۔ اللہ چاہتا تو خود ہی اُن سے نمٹ لیتا، مگر (یہ طریقہ اُس نے اِس لیے اختیار کیا ہے) تاکہ تم لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائے۔ [۲] اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے اللہ اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ وہ ان کی رہنمائی فرمائے گا، [۳] اُن کا حال دُرست کر دے گا اور اُن کو اُس جنّت میں داخل کرے گا جس سے وہ اُن کو واقف کرا چکا ہے۔

اَے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا [۴] اور تمھارے قدم مضبوط جما دے گا۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے تو اُنکے لیے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے، لہٰذا اللہ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے۔ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہ تھے کہ اُن لوگوں کا انجام دیکھتے جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں؟ اللہ نے اُن کا سب کچھ اُن پر اُلٹ دیا، اور ایسے ہی نتائج اِن کافروں کے لیے مقدّر ہیں۔ [۵] یہ اِس لیے کہ ایمان لانے والوں کا حامی و ناصر اللہ ہے اور کافروں کا حامی و ناصر کوئی نہیں۔ ع ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ اُن جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

---

[۲] یعنی اللہ تعالیٰ کو اگر محض باطل پرستوں کی سرکوبی ہی کرنی ہوتی تو وہ اس کام کے لیے تمہارا محتاج نہ تھا۔ یہ کام تو اس کا ایک زلزلہ یا ایک طوفان چشم زدن میں کر سکتا تھا۔ مگر اس کے پیشِ نظر تو یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو حق پرست ہوں وہ باطل پرستوں سے ٹکرائیں اور ان کے مقابلہ میں جہاد کریں تاکہ جس کے اندر جو کچھ اوصاف ہیں وہ اس امتحان سے نکھر کر پوری طرح نمایاں ہو جائیں اور ہر ایک اپنے کردار کے لحاظ سے جس مقام اور مرتبے کا مستحق ہو وہ اس کو دیا جائے۔

[۳] یعنی جنت کی طرف رہنمائی کرے گا۔

[۴] اللہ کی مدد کرنے سے مراد اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور حق کو سربلند کرنے کے کام میں حصہ لینا ہے۔

[۵] اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ جس تباہی سے وہ کافر دوچار ہوئے ویسی ہی تباہی اب اِن کافروں کے لیے مقدر ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو نہیں مان رہے ہیں۔ دُوسرا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی تباہی صرف دنیا کے عذاب پر ختم نہیں ہو گئی ہے بلکہ یہ تباہی اُن کے لیے آخرت میں بھی مقدر ہے۔

اور کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لُوٹ رہے ہیں جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں، اور اُن کا آخری ٹھکانا جہنّم ہے۔

اے نبیؐ، کتنی ہی بستیاں ایسی گزر چکی ہیں جو تمھاری اُس بستی سے بہت زیادہ زور آور تھیں جس نے تمھیں نکال دیا ہے۔[۶] اُنہیں ہم نے اِس طرح ہلاک کر دیا کہ کوئی اُن کا بچانے والا نہ تھا۔ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جو اپنے ربّ کی طرف سے ایک صاف وصریح ہدایت پر ہو، وہ اُن لوگوں کی طرح ہو جائے جن کیلئے اُن کا بُرا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو بن گئے ہیں۔ پرہیز گار لوگوں کے لیے جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نِھترے ہوئے پانی کی، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دُودھ کی جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی، نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفّاف شہد کی۔[۷] اُس میں اُن کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور اُن کے ربّ کی طرف سے بخشش۔ (کیا وہ شخص جس کے حصّہ میں یہ جنّت آنے والی ہے) اُن لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جو جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے اور جنہیں ایسا گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتیں تک کاٹ دے گا؟

اِن میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمھاری بات سُنتے ہیں اور پھر جب تمھارے پاس سے نکلتے ہیں تو اُن لوگوں سے جنھیں علم کی نعمت بخشی گئی ہے پوچھتے ہیں کہ ابھی ابھی اِنھوں نے کیا کہا تھا؟[۸] یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں پر اللّٰہ نے ٹھپّہ لگا دیا ہے اور یہ اپنی خواہشات کے پیرو بنے ہوئے ہیں۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی ہے، اللّٰہ اُن کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انھیں اُن کے حصّے کا تقوٰی عطا فرماتا ہے۔

---

[۶] یعنی مکہ جہاں سے قریش نے حضورؐ کو ہجرت پر مجبور کر دیا تھا۔

[۷] حدیث میں اس کی تشریح یہ آئی ہے کہ وہ دودھ جانوروں کے تھنوں سے نکلا ہُوا نہ ہوگا، وہ شراب پھلوں کو سڑا کر کشید کی ہوئی نہ ہوگی، وہ شہد مکھیوں کے پیٹ سے نکلا ہُوا نہ ہوگا بلکہ یہ ساری چیزیں قدرتی چشموں کی شکل میں بہیں گی۔

[۸] یہاں کفار و منافقین اور منکرینِ اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر بیٹھتے تھے اور آپؐ کے ارشادات یا قرآن مجید کی آیات سُنتے تھے مگر چونکہ اُن کا دِل ان مضامین سے دُور تھا جو آپؐ کی

اَب کیا یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک اِن پر آ جائے؟ اُس کی علامات تو آ چکی ہیں۔ جب وہ خود آ جائے گی تو اُن کے لیے نصیحت قبول کرنے کا کونسا موقع باقی رہ جائیگا؟

پس اے نبیؐ، خوب جان لو کہ اللہ کے سِوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور معافی مانگو اپنے قصور کے لیے بھی اور مومن مَردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔ [۹] اللہ تمھاری سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور تمھارے ٹھکانے سے بھی واقف ہے۔ ع

جو لوگ ایمان لائے ہیں [۱۰] وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازِل کی جاتی (جس میں جنگ کا حکم دیا جائے) مگر جب ایک پختہ سورت نازل کر دی گئی جس میں جنگ کا ذِکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دِلوں میں بیماری تھی وہ تمھاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔ افسوس اُن کے حال پر۔ (اُن کی زبان پر ہے) اطاعت کا اقرار اور اچھی اچھی باتیں۔ مگر جب قطعی حکم دے دیا گیا اُس وقت وہ اللہ سے اپنے عہد میں سچّے نکلتے تو اُنہی کے لیے اچھا تھا۔ اَب کیا تم لوگوں سے اِس کے سِوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم اُلٹے مُنہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دُوسرے کے گلے کاٹو گے؟ [۱۱] یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا۔ کیا اِن لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا دِلوں پر اُن کے قفل چڑھے ہوئے ہیں؟

زبانِ مبارک سے ادا ہوتے تھے، اس لیے سب کچھ سُن کر بھی وہ کچھ نہ سُنتے تھے اور باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے تھے کہ ابھی ابھی آپؐ کیا فرما رہے تھے۔

[۹] اسلام نے جو اخلاق انسان کو سکھائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے ربّ کی بندگی و عبادت بجالانے میں اور اس کے دین کی خاطر جان لڑانے میں خواہ اپنی حد تک کتنی ہی کوشش کرتا رہا ہو اس کو کبھی اس زعم میں مُبتلا نہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا وہ مَیں نے کر دیا ہے، بلکہ اسے ہمیشہ یہی سمجھتے رہنا چاہیے کہ میرے مالک کا مجھ پر جو حق تھا وہ مَیں ادا نہیں کر سکا ہوں اور ہر وقت اپنے قصور کا اعتراف کر کے اللہ سے یہی دُعا کرتے رہنا چاہیے کہ تیری خدمت میں جو کچھ بھی کوتاہی مجھ سے ہوئی ہے اس سے درگزر فرما۔ یہی اصل رُوح ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی کہ "اے نبیؐ، اپنے قصور کی معافی مانگو"۔

[۱۰] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سچّے مسلمان تھے وہ تو حکمِ قتال کے لیے بے تاب تھے۔ لیکن جو لوگ ایمان کے بغیر مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے، حکمِ قتال آتے ہی ان کی جان پر بن گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اُس سے پھر گئے اُن کے لیے شیطان نے اِس رَوِش کو سہل بنا دیا ہے اور جُھوٹی توقعات کا سلسلہ اُن کے لیے دراز کر رکھا ہے۔ اِسی لیے انھوں نے اللہ کے نازل کردہ دِین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمھاری مانیں گے۔ [۱۲] اللہ اُن کی یہ خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔ پھر اُس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے اِن کی رُوحیں قبض کریں گے اور اُن کے مُنہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے اُنھیں لے جائیں گے؟ یہ اِسی لیے تو ہوگا کہ انھوں نے اِس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور اُس کی رضا کا راستہ اختیار کرنا پسند نہ کیا۔ اِسی بنا پر اس نے اِن کے سب اعمال ضائع کر دیے۔ [۱۳] ع

کیا وہ لوگ جن کے دِلوں میں بیماری ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دِلوں کے کھوٹ ظاہر نہیں کرے گا؟ ہم چاہیں تو انھیں تم کو آنکھوں سے دِکھا دیں اور اُن کے چہروں سے تم اُن کو پہچان لو۔ مگر ان کے اندازِ کلام سے تو تم ان کو جان ہی لو گے۔ اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔ ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمھارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔

جن لوگوں نے کُفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسُول سے جھگڑا کیا جب کہ اُن پر راہِ راست واضح ہو چکی تھی، درحقیقت وہ اللہ کا کوئی نقصان بھی نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ ہی اُن کا سب کیا کرایا غارت کر دے گا۔

---

[۱۱] اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس وقت تم اسلام کی مدافعت سے جی چُراتے ہو اور اس عظیم الشان اصلاحی انقلاب کے لیے جان و مال کی بازی لگانے سے منہ موڑتے ہو جس کی کوشش محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کر رہے ہیں تو اس کا نتیجہ آخر اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کو تم پھر اسی جاہلیت کے نظام کی طرف پلٹ جاؤ جس میں تم لوگ صدیوں سے ایک دوسرے کے گلے کاٹتے رہے ہو، اپنی اولاد تک کو زندہ دفن کرتے رہے ہو اور خدا کی زمین کو ظلم و فساد سے بھرتے رہے ہو۔

[۱۲] یعنی ایمان کا اقرار کرنے اور مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو جانے کے باوجود وہ اندر ہی اندر دشمنانِ اسلام سے ساز باز کرتے رہے اور ان سے وعدے کرتے رہے کہ بعض معاملات میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔

[۱۳] اعمال سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جو مسلمان بن کر وہ انجام دیتے رہے۔ اُن کی نمازیں، ان کے روزے، ان کی زکوٰۃ، غرض وہ تمام عبادتیں اور وہ ساری نیکیاں جو اپنی ظاہری شکل کے اعتبار سے اعمالِ خیر میں شمار ہوتی

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کر لو۔ [۱۴] کفر کرنے والوں اور راہِ خدا سے روکنے والوں اور مرتے دم تک کفر پر جمے رہنے والوں کو تو اللہ ہرگز معاف نہ کرے گا۔ پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست نہ کرو، [۱۵] تم ہی غالب رہنے والے ہو۔ اللہ تمھارے ساتھ ہے اور تمھارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے۔ اگر تم ایمان رکھو اور تقوٰی کی رَوِش پر چلتے رہو تو اللہ تمھارے اجر تم کو دے گا اور وہ تمھارے مال تم سے نہ مانگے گا، [۱۶] اگر کہیں وہ تمھارے مال تم سے مانگ لے اور سب کے سب تم سے طلب کر لے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمھارے کھوٹ اُبھار لائے گا۔ دیکھو، تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں، حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ ع

سُورۂ فتح (مَدَنی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

اے نبیؐ، ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی [۱] تاکہ اللہ تمھاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے

ہیں، اس بناء پر ضائع ہو گئیں کہ انہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ اور اس کے دین اور ملّتِ اسلامیہ کے ساتھ اخلاص و وفاداری کا رویّہ اختیار نہ کیا، بلکہ محض اپنے دُنیوی مفاد کے لیے دشمنانِ دین کے ساتھ ساز باز کرتے رہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کا موقع آتے ہی اپنے آپ کو خطرات سے بچانے کی فکر میں لگ گئے۔

[۱۴] بالفاظِ دیگر اعمال کے نافع اور نتیجہ خیز ہونے کا سارا انحصار اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت پر ہے۔ اطاعت سے منحرف ہو جانے کے بعد کوئی عمل بھی عملِ خیر نہیں رہتا کہ آدمی اس پر کوئی اجر پانے کا مستحق ہو سکے۔

[۱۵] یہاں یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیے کہ یہ ارشاد اس زمانے میں فرمایا گیا ہے۔ جب صرف مدینے کی چھوٹی سی بستی میں چند سو مہاجرین و انصار کی ایک مٹھی بھر جمعیت اسلام کی علَم برداری کر رہی تھی اور اس کا مقابلہ محض قریش کے طاقتور قبیلے ہی سے نہیں بلکہ پورے ملک عرب کے کفار و مشرکین سے تھا۔ اس حالت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہمت ہار کر ان دشمنوں سے صلح کی درخواست نہ کرنے لگو، بلکہ سر دھڑ کی بازی لگا دینے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

[۱۶] یعنی وہ غنی ہے اس کو اپنی ذات کے لیے تم سے لینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں تم سے کچھ خرچ کرنے کے لیے کہتا ہے تو وہ اپنے لیے نہیں بلکہ تمہاری ہی بھلائی کے لیے کہتا ہے۔

درگزر فرمائے[۲] اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تمھیں سیدھا راستہ دکھائے۔[۳] اور تم کو زبردست نُصرت بخشے۔ وہی ہے جس نے مومنوں کے دِلوں میں سکینت نازِل فرمائی[۴] تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ وہ ایک اِیمان اور بڑھا لیں۔ زمین اور آسمانوں کے سب لشکر اللہ کے قبضۂ قُدرت میں ہیں اور وہ علیم و حکیم ہے۔ (اُس نے یہ کام اس لیے کیا ہے) تا کہ مومن مَردوں اور عورتوں کو ہمیشہ رہنے کے لیے ایسی جنّتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور اُن کی بُرائیاں اُن سے دُور کر دے۔

اللہ کے نزدیک یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور اُن منافق مَردوں اور عورتوں اور مشرک مَردوں اور عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے متعلق بُرے گمان رکھتے ہیں۔ بُرائی کے پھیر میں وہ خود ہی آگئے، اللہ کا غضب اُن پر ہُوا اور اُس نے اُن پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنّم مہیّا کر دی جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ زمین اور آسمان کے لشکر اللہ ہی کے قبضۂ قُدرت میں ہیں اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

---

[۱] صلح حُدَیبیہ کے بعد جب فتح کا یہ مژدہ سُنایا گیا تو لوگ حیران تھے کہ آخر اس صلح کو فتح کیسے کہا جا سکتا ہے جس میں بظاہر ہم نے وہ تمام شرائط مان لیں جو کفار ہم سے منوانا چاہتے تھے۔ لیکن تھوڑی ہی مدّت کے بعد یہ معلوم ہو گیا کہ یہ صلح درحقیقت ایک بڑی فتح تھی۔

[۲] جس موقع و محل پر یہ فقرہ ارشاد ہُوا ہے اسے نگاہ میں رکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں جن کوتاہیوں سے درگزر کرنے کا ذکر ہے ان سے مراد وہ خامیاں ہیں جو اسلام کی کامیابی و سربلندی کے لیے کام کرتے ہوئے اس سعی و جہد میں رہ گئی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پچھلے ۱۹ سال سے مسلمان کر رہے تھے۔ یہ خامیاں کسی انسان کے علم میں نہیں ہیں، بلکہ انسانی عقل تو اس جدوجہد میں کوئی نقص تلاش کرنے سے قطعی عاجز ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کمال کا جو بلند ترین معیار ہے اس کے لحاظ سے اس میں کچھ ایسی خامیاں تھیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو اتنے جلدی مشرکینِ عرب پر فیصلہ کن فتح حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ان خامیوں کے ساتھ اگر تم جدوجہد کرتے رہتے تو عرب کے مسخّر ہونے میں ابھی عرصۂ دراز درکار تھا، مگر ہم نے ان ساری کمزوریوں اور کوتاہیوں سے درگزر کر کے محض اپنے فضل سے ان کی تلافی کر دی اور حُدَیبیہ کے مقام پر تمہارے لیے اس فتح و ظفر کا دروازہ کھول دیا جو معمول کے مطابق تمہاری اپنی کوششوں سے نصیب نہ ہو سکتی تھی۔

[۳] اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدھا راستہ دکھانے کا مطلب آپ کو فتح و کامرانی کا راستہ دکھانا ہے۔

[۴] "سکینت" سے مراد سکون اور اطمینانِ قلب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صلح حُدَیبیہ کے موقع پر جتنے اشتعال انگیز حالات پیش آئے ان سب میں مسلمانوں کا صبر کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت پر کامل اعتماد کرتے

اے نبیؐ، ہم نے تم کو شہادت دینے والا،[۵] بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اُس کا (یعنی رسولؐ کا) ساتھ دو، اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔

اے نبیؐ، جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے[۶] وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ اُن کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔[۷] اب جو اس عہد کو توڑے گا اُس کی عہد شکنی کا وَبال اُس کی اپنی ہی ذات پر ہوگا، اور جو اُس عہد کو وفا کرے گا۔ جو اس نے اللہ سے کیا ہے، اللہ عن قریب اِس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ ع

اے نبیؐ، بدوی عربوں میں سے جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے[۸] اُب وہ آ کر ضرور تم سے کہیں گے کہ "ہمیں اپنے اموال اور بال بچّوں کی فکر نے مشغول کر رکھا تھا، آپ ہمارے لیے مغفرت کی دُعا فرمائیں"۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اِن کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ اِن سے کہنا "اچھا، یہی بات ہے تو کون تمھارے معاملہ میں اللہ کے فیصلے کو روک دینے کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا نفع بخشنا چاہے؟ تمھارے اعمال سے تو اللہ ہی باخبر ہے۔ (مگر اصل بات وہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو) بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسولؐ اور مومنین اپنے گھر والوں میں ہرگز پلٹ کر نہ آ سکیں گے اور یہ خیال تمھارے دِلوں کو بہت بھلا لگا اور تم نے بہت بُرے گمان کیے اور تم سخت بد باطن لوگ ہو"۔

ہوئے ان سے بخیریت گزر جانا اللہ کے فضل کا نتیجہ تھا ورنہ اس وقت ایک ذرا سی غلطی بھی سارا کام خراب کر دیتی۔

[۵] شاہ ولی اللہ صاحب نے شاہد کا ترجمہ "اظہارِ حق کنندہ" فرمایا ہے یعنی حق کی شہادت دینے والا۔

[۶] اشارہ ہے اس بیعت کی طرف جو مکہ معظمہ میں حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کی خبر سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے حدیبیہ کے مقام پر لی تھی یہ بیعت اس بات پر لی گئی تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا معاملہ اگر صحیح ثابت ہُوا تو مسلمان یہیں اور اسی وقت قریش سے نمٹ لیں گے خواہ نتیجے میں وہ سب کٹ ہی کیوں نہ مریں۔

[۷] یعنی جس ہاتھ پر لوگ اس وقت بیعت کر رہے تھے وہ شخصِ رسُول کا ہاتھ نہیں بلکہ اللہ کے نمائندے کا ہاتھ تھا اور یہ بیعت رسولؐ کے واسطے سے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو رہی تھی۔

[۸] یہ اطرافِ مدینہ کے ان لوگوں کا ذِکر ہے جنھیں عُمرے کی تیاری شروع کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی، مگر وہ ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود صرف اس لیے اپنے گھروں سے نہ نکلے تھے کہ انہیں اپنی جان عزیز تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس موقع پر قریش کے عین گھر

CS CamScanner

اللہ اور اس کے رسولؐ پر جو لوگ ایمان نہ رکھتے ہوں ایسے کافروں کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک اللہ ہی ہے، جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے، اور وہ غفور و رحیم ہے۔

جب تم مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے جانے لگو گے تو یہ پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ تم سے ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔[۹] یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں۔ اِن سے صاف کہہ دینا کہ "تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ پہلے ہی یہ فرما چکا ہے"۔ یہ کہیں گے کہ "نہیں، بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کر رہے ہو" (حالانکہ بات حسد کی نہیں ہے) بلکہ یہ لوگ صحیح بات کو کم ہی سمجھتے ہیں۔ اِن پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں سے کہنا کہ "عن قریب تمھیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے بُلایا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں۔ تم کو اِن سے جنگ کرنی ہوگی یا وہ مُطیع ہو جائیں گے۔ اُس وقت اگر تم نے حکمِ جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تمھیں اچھا اجر دے گا، اور اگر تم پھر اُسی طرح منہ موڑ گئے جس طرح پہلے موڑ چکے ہو تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا۔ ہاں اگر اندھا اور لنگڑا اور مریض جہاد کے لیے نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا اللہ اُسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اور جو منہ پھیرے گا اُسے وہ دردناک عذاب دے گا"۔ ع

میں عُمرے کے لیے جانا موت کے منہ میں جانا ہے۔

[۹] یعنی عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب یہی لوگ جو آج خطرے کی مہم پر تمہارے ساتھ جانے سے جی چُرا گئے تھے، تمہیں ایک ایسی مُہم پر جاتے دیکھیں گے جس میں اِن کو آسان فتح اور بہت سے اموالِ غنیمت کے حصول کا اِمکان نظر آئے گا۔ اس وقت یہ خود دوڑے دوڑے آئیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اُس کو معلوم تھا، اس لیے اُس نے ان پر سکینت نازل فرمائی،[۱۰] ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی، اور بہت سا مالِ غنیمت اُنھیں عطا کر دیا جسے وہ (عنقریب) حاصل کریں گے۔[۱۱] اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموالِ غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنھیں تم حاصل کرو گے۔[۱۲] فوری طور پر تو یہ فتح اس نے تمھیں عطا کر دی[۱۳] اور لوگوں کے ہاتھ تمھارے خلاف اُٹھنے سے روک دیے،[۱۴] تاکہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمھیں ہدایت بخشے۔ اس کے علاوہ دوسری اور غنیمتوں کا بھی وہ تم سے وعدہ کرتا ہے جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے ہو اور اللہ نے اِن کو گھیر رکھا ہے،[۱۵] اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ کافر لوگ اگر اِس وقت تم سے لڑ گئے ہوتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے اور کوئی حامی و مددگار نہ پاتے۔ یہ اللہ کی سُنّت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سُنّت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ وہی ہے جس نے مکّہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، حالانکہ وہ اُن پر تمھیں غلبہ عطا کر چکا تھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔ وہی لوگ تو ہیں جنھوں نے کُفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روکا اور ہَدی کے اونٹوں کو اُن کی قربانی کی جگہ نہ پہنچنے دیا۔

---

[۱۰] یہاں سکینت سے مراد دِل کی وہ کیفیت ہے جس کی بنا پر ایک شخص کسی مقصدِ عظیم کے لیے ٹھنڈے دل سے پورے سکون و اطمینان کے ساتھ اپنے آپ کو خطرے کے منہ میں جھونک دیتا ہے اور کسی خوف یا گھبراہٹ کے بغیر فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہ کام بہر حال کرنے کا ہے خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو۔

[۱۱] یہ اشارہ ہے خیبر کی فتح اور اس کے اموالِ غنیمت کی طرف۔

[۱۲] اس سے مراد وہ دوسری فتوحات ہیں جو خیبر کے بعد مسلمانوں کو مسلسل حاصل ہوتی چلی گئیں۔

[۱۳] اس سے مراد ہے صلح حدیبیہ جس کو سورہ کے آغاز میں فتحِ مبین قرار دیا گیا ہے۔

[۱۴] یعنی کفارِ قریش کو یہ ہمت اس نے نہ دی کہ وہ حدیبیہ کے مقام پر تم سے لڑ جاتے حالانکہ تمام ظاہری حالات کے لحاظ سے وہ بہت زیادہ بہتر پوزیشن میں تھے اور جنگی نقطۂ نظر سے تمہارا پلّہ ان کے مقابلے میں بہت کمزور نظر آتا تھا۔

[۱۵] (اغلب) یہ ہے کہ یہ اشارہ فتحِ مکّہ کی طرف ہے۔ یعنی ابھی تو مکہ تمہارے قابو میں نہیں آیا ہے مگر اللہ

اگر (مکّہ میں) ایسے مومن مرد و عورت موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نادانستگی میں تم انھیں پامال کر دو گے اور اس سے تم پر حرف آئے گا (تو جنگ نہ روکی جاتی۔ روکی وہ اس لیے گئی) تا کہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر لے۔ وہ مومن الگ ہو گئے ہوتے تو (اہلِ مکّہ میں سے) جو کافر تھے ان کو ہم ضرور سخت سزا دیتے۔[۱۶] (یہی وجہ ہے کہ) جب ان کافروں نے اپنے دِلوں میں جاہلانہ حمیّت بٹھالی تو اللہ نے اپنے رسُولؐ اور مومنوں پر سکینت نازِل فرمائی[۱۷] اور مومنوں کو تقوٰی کی بات کا پابند رکھا کہ وہی اس کے زیادہ حق دار اور اُس کے اہل تھے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ع

فی الواقع اللہ نے اپنے رسولؐ کو سچّا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔[۱۸] انشاء اللہ تم ضرور مسجدِ حرام میں پُورے امن کے ساتھ داخل ہو گے[۱۹] اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے، اور تمھیں کوئی خوف نہ ہو گا۔ وہ اُس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پُورا ہونے سے پہلے اُس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت

نے اسے گھیرے میں لے لیا ہے اور حدیبیہ کی اس فتح کے نتیجے میں وہ بھی تمہارے قبضے میں آ جائے گا۔

[۱۶] یہ تھی وہ مصلحت جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں جنگ نہ ہونے دی۔ مکّہ معظمہ میں اس وقت بہت سے مسلمان مَرد و زن ایسے موجود تھے جنہوں نے یا تو اپنا ایمان چُھپا رکھا تھا یا جن کا ایمان معلوم تھا مگر وہ اپنی بے بسی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے اور ظلم و ستم کا شکار ہو رہے تھے۔ اس حالت میں اگر جنگ ہوتی اور مسلمان کُفّار کو رگیدتے ہوئے مکّہ معظمہ میں داخل ہوتے تو کفّار کے ساتھ ساتھ یہ مسلمان بھی نادانستگی میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے جاتے۔ دوسرا پہلو اس مصلحت کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ قریش کو ایک خونریز جنگ میں شکست دِلوا کر مکّہ فتح کرانا نہ چاہتا تھا بلکہ اس کے پیشِ نظر یہ تھا کہ دو سال کے اندر ہر طرف سے گھیر کر انہیں اس طرح بے بس کر دے کہ وہ کسی مزاحمت کے بغیر مغلوب ہو جائیں اور پھر پورا پورا قبیلہ اسلام قبول کر کے اللہ کی رحمت میں داخل ہو جائے، جیسا کہ فتح مکّہ کے موقع پر ہُوا۔

[۱۷] یہاں سکینت سے مراد ہے صبر اور وقار جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کفّار کی اس جاہلانہ حمیّت کا مقابلہ کیا۔ وہ ان کی اس ہٹ دھرمی اور صریح زیادتی پر مشتعل ہو کر آپے سے باہر نہ ہوئے اور ان کے جواب میں کوئی بات انہوں نے ایسی نہ کی جو حق سے متجاوز اور راستی کے خلاف ہوتی یا جس سے معاملہ بخیر و خوبی سلجھنے کے بجائے اور زیادہ بگڑ جاتا۔

اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اِس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ [۲۰] محمدؐ اللہ کے رسُول ہیں، اور جو لوگ اِن کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت [۲۱] اور آپس میں رحیم ہیں۔ [۲۲] تم جب دیکھو گے اُنھیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ [۲۳] یہ ہے اُن کی صفت توراۃ میں۔ اور انجیل میں اُن کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویّت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار اُن کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اِس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اَجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ ع

سُورۂ حُجرات (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے لوگو جو اِیمان لائے ہو، اللہ اور اُسکے رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو [۱]

---

[۱۸] یہ اس سوال کا جواب ہے جو بار بار مسلمانوں کے دِلوں میں کھٹک رہا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خواب میں یہ دیکھا تھا کہ آپ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کیا ہے، پھر یہ کیا ہُوا کہ ہم عمرہ کیے بغیر واپس جا رہے ہیں۔

[۱۹] یہ وعدہ اگلے سال ذی القعدہ سے ۷ھ میں پُورا ہُوا۔ تاریخ میں یہ عمرہ "عمرۃ القضاء" کے نام سے مشہور ہے۔

[۲۰] اس مقام پر یہ بات ارشاد فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ حدیبیہ میں جب معاہدہ صلح لکھا جانے لگا تھا اس وقت کفارِ مکہ نے حضورؐ کے اِسمِ گرامی کے ساتھ رسُول اللہ کا لفظ لکھنے پر اعتراض کیا تھا اس پر فرمایا گیا کہ رسُول کا رسُول ہونا تو ایک حقیقت ہے جس میں کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اس کو اگر کچھ لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ اس کے حقیقت ہونے پر صرف اللہ کی شہادت کافی ہے۔

[۲۱] عربی زبان میں کہتے ہیں فلان شدید علیہ، فلاں شخص اس پر سخت ہے یعنی اس کو دبانا یا رام کرنا اور اپنے مطلب پر لانا اس کے لیے مشکل ہے۔ صحابہ کرامؓ کے کفار پر سخت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ موم کی ناک نہیں ہیں کہ انہیں کافر جدھر چاہیں موڑ دیں۔ وہ نرم چارہ نہیں ہیں کہ کافر انہیں آسانی کے ساتھ چبا جائیں۔ انہیں کسی خوف سے دبایا نہیں جا سکتا۔ انہیں کسی ترغیب سے خریدا

اور اللہ سے ڈرو، اللہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبیؐ کے ساتھ اُونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، جو لوگ رسولِ خداؐ کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا[۲] ہے، اُن کے لیے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم۔

اے نبیؐ، جو لوگ تمھیں حُجروں کے باہر سے پُکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ وہ تمھارے برآمد ہونے تک صبر کرتے تو اُنھی کے لیے بہتر تھا،[۳] اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔[۴] خوب جان رکھو کہ تمھارے درمیان اللہ کا رسولؐ موجود ہے۔ اگر وہ بہت سے

نہیں جا سکتا۔ کافروں میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اُنہیں اس مقصدِ عظیم سے ہٹا دیں جس کے لیے وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لیے اُٹھے ہیں۔

[۲۲] یعنی ان کی سختی جو کچھ بھی ہے دشمنانِ دین کے لیے ہے اہلِ ایمان کے لیے نہیں ہے۔ اہلِ ایمان کے مقابلے میں وہ نرم ہیں، رحیم و شفیق ہیں، ہمدرد و غمگسار ہیں۔ اصول اور مقصد کے اتحاد نے ان کے اندر ایک دوسرے کے لیے محبت اور ہم رنگی و سازگاری پیدا کر دی ہے۔

[۲۳] اس سے مراد پیشانی کا وہ گٹہ نہیں ہے جو سجدے کرنے کی وجہ سے بعض نمازیوں کے چہرے پر پڑ جاتا ہے، بلکہ اس سے مراد خدا ترسی، کریم النفسی شرافت اور حسنِ اخلاق کے وہ آثار ہیں جو خدا کے آگے جھکنے کی وجہ سے فطرۃً آدمی کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ساتھی تو ایسے ہیں کہ اِن کو دیکھتے ہی ایک آدمی بیک نظر یہ معلوم کر سکتا ہے کہ یہ خیر الخلائق ہیں۔ کیونکہ خدا پرستی کا نُور ان کے چہروں پر چمک رہا ہے۔

[۱] یعنی اللہ اور رسولؐ سے آگے بڑھ کر نہ چلو پیچھے چلو۔ مقدّم نہ بنو تابع بن کر رہو۔ اپنے معاملات میں پیش قدمی کر کے بطورِ خود فیصلے نہ کرنے لگو۔ بلکہ پہلے یہ دیکھو کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سُنّت میں اُن کے متعلق کیا ہدایات ملتی ہیں۔

[۲] یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں میں پورے اُترے ہیں اور ان آزمائشوں سے گزر کر جنہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کے دلوں میں فی الواقع تقویٰ موجود ہے وہی لوگ اللہ کے رسول کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس ارشاد سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ جو دل رسولؐ کے احترام سے خالی ہے وہ حقیقتِ تقویٰ سے خالی ہے۔

CS CamScanner

معاملات میں تمھاری بات مان لیا کرے تو تم خود ہی مشکلات میں مُبتلا ہو جاؤ۔ مگر اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمھارے لیے دِل پسند بنا دیا؟ اور کُفر و فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و احسان سے راست رَو ہیں اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

اور اگر اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں [۵] تو اِن کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر اِن میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ ع

اَے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مَرد دوسرے مَردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے

---

[۳] اَطرافِ عرب سے آنے والوں میں بعض ایسے ناشائستہ لوگ بھی ہوتے تھے جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے آتے تو کسی خادم سے اندر اطلاع کرانے کی زحمت بھی نہ اٹھاتے تھے بلکہ ازواجِ مطہرات کے حجروں کا چکر کاٹ کر باہر ہی سے آپؐ کو پکارتے پھرتے تھے حضورؐ کو ان لوگوں کی ان حرکات سے سخت تکلیف ہوتی تھی مگر اپنے طبعی حلم کی وجہ سے آپ انہیں برداشت کیے جا رہے تھے آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں مداخلت فرمائی اور اس ناشائستہ طرزِ عمل پر ملامت کرتے ہوئے لوگوں کو یہ ہدایت دی کو جب وہ آپ سے ملنے کے لیے آئیں اور آپ کو موجود نہ پائیں تو پکار پکار کر آپؐ کو بُلانے کے بجائے صبر کے ساتھ بیٹھ کر اس وقت کا انتظار کریں جب آپؐ خود باہر تشریف لائیں۔

[۴] اس آیت میں مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی گئی ہے کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر جس پر کوئی بڑا نتیجہ مترتب ہوتا ہو، تمہیں ملے تو اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے اگر وہ کوئی فاسق شخص ہو، یعنی جس کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ اس کی بات اعتماد کے لائق نہیں ہے، تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کر لو کہ امر واقعہ کیا ہے۔

[۵] یہ نہیں فرمایا کہ "جب اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑیں" بلکہ فرمایا ہے کہ "اگر اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں" ان الفاظ سے یہ بات خود بخود نکلتی ہے کہ آپس میں لڑنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے اور نہیں ہونا چاہیے۔ نہ ان سے یہ امر متوقع ہے کہ وہ مومن ہوتے ہوئے آپس میں لڑا کریں گے۔ البتہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اس صورت میں وہ طریق کار اختیار کرنا چاہیے جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔

CS CamScanner

کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ [۶] آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو [۷] اور نہ ایک دوسرے کو بُرے اَلقاب سے یاد کرو۔ [۸] ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے۔ جو لوگ اس رَوِش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ [۹] تجسُّس نہ کرو۔ [۱۰] اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ [۱۱] کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ [۱۲] دیکھو، تم خود اس سے گِھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ [۱۳] یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

یہ بدوی کہتے ہیں کہ "ہم ایمان لائے"۔ [۱۴] اِن سے کہو، تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو "کہ ہم مطیع ہو گئے"۔ ایمان ابھی تمھارے دِلوں میں داخل نہیں ہُوا ہے۔

---

[۶] مذاق اُڑانے سے مراد محض زبان ہی سے مذاق اڑانا نہیں ہے۔ بلکہ کسی کی نقل اُتارنا، اس کی طرف اشارے کرنا، اس کی بات پر یا اس کے کام یا اس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا، یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں یہ سب بھی مذاق اُڑانے میں داخل ہیں۔

[۷] اس کے مفہوم میں چوٹیں کرنا، پھبتیاں کسنا، الزام دھرنا، اعتراض جڑنا، عیب چینی کرنا اور کھلم کھلا یا زیرِ لب اشاروں سے کسی کو نشانۂ ملامت بنانا، یہ سب افعال شامل ہیں۔

[۸] اس حکم کا منشا یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسے نام سے نہ پکارا جائے یا ایسا لقب نہ دیا جائے جس سے اس کی تذلیل ہوتی ہو۔ مثلاً کسی کو فاسق یا منافق کہنا کسی کو لنگڑا یا اندھا یا کانا کہنا۔ کسی کو اس کے اپنے یا اس کی ماں یا باپ یا خاندان کے کسی عیب یا نقص سے ملقب کرنا کسی کو مسلمان ہو جانے کے بعد اس کے سابق مذہب کی بنا پر یہودی یا نصرانی کہنا کسی شخص یا خاندان یا برادری یا گروہ کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کی مذمت اور تذلیل کا پہلو رکھتا ہو۔ اس حکم سے صرف وہ القاب مستثنیٰ ہیں جو اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے تو بدنما ہیں مگر ان سے مذمّت مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہ ان لوگوں کی پہچان کا ذریعہ بن جاتے ہیں، جن کو ان القاب سے یاد کیا جاتا ہے مثلاً حکیم نابینا کہ اس سے مقصود صرف پہچان ہے مذمّت مقصود نہیں ہے۔

[۹] مطلقاً گمان کرنے سے نہیں روکا گیا ہے بلکہ بہت زیادہ گمان سے کام لینے اور ہر طرح کے گمان کی پیروی کرنے سے منع فرمایا

اگر تم اللہ اور اُس کے رسولؐ کی فرنبرداری اختیار کرلو تو وہ تمھارے اعمال کے اَجر میں کوئی کمی نہ کریگا، یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انھوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے لوگ ہیں۔

اے نبیؐ، اِن (مدعیانِ ایمان) سے کہو، کیا تم اللہ کو اپنے دین کی اِطلاع دے رہے ہو؟ حالانکہ اللہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ لوگ تم پر اِحسان جتاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان سے کہو اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم واقعی اپنے (دعوائے ایمان) میں سچّے ہو۔ اللہ زمین اور آسمانوں کی ہر پوشیدہ چیز کا عِلم رکھتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اس کی نگاہ میں ہے۔ ع

سُورہٴ قٓ (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ق، قسم ہے قرآنِ مجید کی۔ بلکہ اِن لوگوں کو تعجب اِس بات پر ہُوا کہ ایک خبردار کرنے

گیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ دراصل جو گمان گناہ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی شخص سے بلا سبب بدگمانی کرے یا دوسروں کے متعلق رائے قائم کرنے میں ہمیشہ بدگمانی ہی سے ابتدا کیا کرے یا ایسے لوگوں کے معاملے میں بدظنی سے کام لے جن کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ وہ نیک اور شریف ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی گناہ ہے کہ ایک شخص کے کسی قول یا فعل میں برائی اور بھلائی کا یکساں احتمال ہو اور ہم محض بدظنی سے کام لے کر اس کو برائی ہی پر محمول کریں۔

[١٠] یعنی لوگوں کے راز نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کے عیب نہ تلاش کرو۔ دوسروں کے حالات اور معاملات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو۔ لوگوں کے نجی خطوط پڑھنا، دو آدمیوں کی باتیں کان لگا کر سُننا، ہمسایوں کے گھر میں جھانکنا اور مختلف طریقوں سے دوسروں کی خانگی زندگی یا ان کے ذاتی معاملات کی ٹٹول کرنا، یہ سب اس تجسّس میں داخل ہیں، جس سے منع فرمایا گیا ہے۔

[١١] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ غیبت کی تعریف کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "غیبت یہ ہے" کہ "تو اپنے بھائی کا ذِکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار ہو" عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو اس صورت میں آپؐ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہو تو تُو نے اسکی غیبت کی اور اگر اس میں وہ موجود نہ ہو تو تُو نے اس پر بہتان لگایا اس حرمت سے

والا خود اُنھی میں سے اِن کے پاس آ گیا۔[۱] پھر منکرین کہنے لگے "یہ تو عجیب بات ہے، کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے (تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے)؟ یہ واپسی تو عقل سے بعید ہے"۔[۲] (حالانکہ) زمین اِن کے جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے وہ سب ہمارے عِلم میں ہے، اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔

بلکہ اِن لوگوں نے تو جس وقت حق اِن کے پاس آیا اُسی وقت اسے صاف جُھٹلا دیا۔ اسی وجہ سے اب یہ اُلجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔

اچھا، تو کیا اِنھوں نے کبھی اپنے اُوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا اور آراستہ کیا، اور اس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں ہے۔ اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جمائے اور اس کے اندر ہر طرح کی خوش منظر نباتات اُگا دیں۔ یہ ساری چیزیں آنکھیں کھولنے والی اور سبق دینے والی ہیں ہر اُس بندے کیلئے جو (حق کی طرف) رجُوع کرنے والا ہو۔ اور آسمان سے ہم نے برکت والا پانی نازل کیا، پھر اس سے باغ اور فصل کے غلّے اور بلند و بالا کھجور کے درخت پیدا کر دیے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہ بر تہ لگتے ہیں۔ یہ اِنتظام ہے بندوں کو رِزق دینے کا۔ اس پانی سے ہم ایک مُردہ زمین کو زندگی بخش دیتے ہیں۔ (مرے ہوئے اِنسانوں کا زمین سے) نکلنا بھی اِسی طرح ہوگا۔

اِن سے پہلے نوحؑ کی قوم، اور اصحابُ الرَّس اور ثمود،

مستثنیٰ صرف وہ صورتیں ہیں جن میں کسی شخص کے پیٹھ پیچھے یا اس کے مرنے کے بعد اس کی برائی بیان کرنے کی کوئی ایسی ضرورت لاحق ہو جو شریعت کی نگاہ میں ایک صحیح ضرورت ہو، اور وہ ضرورت غیبت کے بغیر پوری نہ ہو سکتی ہو، اور اس کے لیے اگر غیبت نہ کی جائے تو غیبت کی بہ نسبت زیادہ بڑی برائی لازم آتی ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس استثنا کو اصولاً یوں بیان فرمایا ہے کہ "بدترین زیادتی کسی مسلمان کی عزّت پر ناحق حملہ کرنا ہے" اس ارشاد میں "ناحق" کی قید یہ بتاتی ہے کہ "حق" کی بنا پر ایسا کرنا جائز ہے۔ مثلاً ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایت ہر اس شخص کے سامنے جس سے وہ توقع رکھتا ہو کہ وہ ظلم کو دفع کرنے کے لیے کچھ کر سکتا ہے۔ اصلاح کی نیت سے کسی شخص یا گروہ کی برائیوں کا ذکر ایسے لوگوں کے سامنے جن سے یہ امید ہو کہ وہ ان برائیوں کو دُور کرنے کے لیے کچھ کر سکیں گے۔ استفتاء کی غرض سے کسی مفتی کے سامنے صورت واقعہ بیان کرنا جس میں کسی شخص کے کسی غلط فعل کا ذکر آ جائے۔ لوگوں کو کسی شخص یا اشخاص کے شر سے خبردار کرنا تاکہ وہ ان کے نقصان سے بچ سکیں۔ ایسے لوگوں کے خلاف علی الاعلان آواز بلند کرنا اور ان کی برائیوں پر تنقید کرنا جو فسق و فجور پھیلا رہے ہوں یا بدعات اور گمراہیوں کی اشاعت کر رہے ہوں

اور عاد، اور فرعون، اور لُوط کے بھائی، اور اَیکہ والے، اور تُبَّع کی قوم کے لوگ بھی جھُٹلا چکے ہیں۔ ہر ایک نے رسُولوں کو جھُٹلایا اور آخرکار میری وعید اُن پر چسپاں ہوگئی۔

کیا پہلی بار کی تخلیق سے ہم عاجز تھے؟ مگر ایک نئی تخلیق کی طرف سے یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ع

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اُس کے دِل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اُس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں، (اور ہمارے اِس براہِ راست عِلم کے علاوہ) دو کاتب اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگراں موجود نہ ہو۔ پھر دیکھو، وہ موت کی جاں کنی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تُو بھاگتا تھا۔ اور پھر صُور پھُونکا گیا، یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔ ہر شخص اِس حال میں آگیا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا۔ اِس چیز کی طرف سے تُو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔[۳] اس کے ساتھی نے عرض کیا[۴] یہ جو میری سپردگی میں تھا حاضر ہے۔

یا خلقِ خدا کو بے دینی اور ظلم و جور کے فتنوں میں مُبتلا کر رہے ہوں۔

[۱۲] غیبت کو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس کی غیبت کی جا رہی ہوتی ہے وہ بے چارہ بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ کہ کہاں کون اُسکی عزّت پر حملہ کر رہا ہے۔

[۱۳] پچھلی آیات میں اہلِ ایمان کو خطاب کر کے وہ ہدایات دی گئی تھیں جو مسلم معاشرے کو خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ اب اس آیت میں پوری نوعِ اِنسانی کو خطاب کر کے اس عظیم گمراہی کی اصلاح کی گئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ عالمگیر فساد کی موجب بنی رہی ہے، یعنی نسل، رنگ، زبان، وطن اور قومیت کا تعصب۔ اس مختصری آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے تین نہایت اہم اصُولی حقیقتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ تم سب کی اصل ایک ہی ہے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے تمہاری پوری نوع وجود میں آئی ہے اور آج تمہاری جتنی نسلیں بھی دُنیا میں پائی جاتی ہیں وہ در حقیقت ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور باپ سے شروع ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری اَمر تھا۔ مگر اس فطری فرق و اختلاف کا تقاضا یہ ہرگز نہ تھا کہ اس کی بنیاد پر اُونچ اور نیچ، شریف اور کمین، برتر اور کمتر کے امتیازات قائم کیے جائیں، ایک نسل دوسری نسل پر اپنی

حکم دیا گیا پھینک دو جہنّم میں ہر کٹّے کافر کو جو حق سے عناد رکھتا تھا، خیر کو روکنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا تھا، شک میں پڑا ہُوا تھا اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا بنائے بیٹھا تھا۔ ڈال دو اُسے سخت عذاب میں۔ اُس کے ساتھی نے عرض کیا[۵] "خداوندا، مَیں نے اِس کو سرکش نہیں بنایا بلکہ یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا ہُوا تھا"۔ جواب میں ارشاد ہُوا "میرے حضور جھگڑا نہ کرو، میں تم کو پہلے ہی انجامِ بد سے خبردار کر چکا تھا۔ میرے ہاں بات پلٹی نہیں جاتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم توڑنے والا نہیں ہوں"۔ ع

وہ دن جب کہ ہم جہنّم سے پوچھیں گے کیا تُو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا اور کچھ ہے؟[۶] اور جنّت متّقین کے قریب لے آئی جائے گی، کچھ بھی دُور نہ ہوگی۔ ارشاد ہوگا "یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کیلئے جو بہت رجُوع کرنے والا[۷] اور بڑی نگہداشت کرنے والا تھا،[۸] جو بے دیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا، اور جو دلِ گرویدہ لیے ہوئے آیا ہے۔ "داخل ہو جاؤ جنّت میں سلامتی کے ساتھ"۔ وہ دن حیاتِ ابدی کا دن ہوگا۔ وہاں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اور ہمارے پاس اس سے زیادہ بھی بہت کچھ اُن کے لیے ہے۔

ہم اِن سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو اِن سے بہت زیادہ طاقتور

فضیلت جتائے، ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ کے لوگوں کو ذلیل و حقیر جانیں اور ایک قوم دوسری قوم پر اپنا تفوّق جتائے۔ خالق نے جس وجہ سے انسانی گروہوں کو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ صرف یہ تھی کہ ان کے درمیان باہمی تعاون اور تعارف کی فطری صورت یہی تھی۔ تیسرے یہ کہ انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے اور ہو سکتی ہے تو وہ صرف اخلاقی فضیلت ہے۔

[۱۴] اس سے مراد تمام بدوی نہیں ہیں بلکہ یہاں ذِکر چند خاص بدوی گروہوں کا ہو رہا ہے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر محض اس خیال سے مسلمان ہو گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کی ضرب سے محفوظ بھی رہیں گے اور اسلامی فتوحات کے فوائد سے متمتع بھی ہوں گے۔ یہ لوگ حقیقت میں سچے دل سے ایمان نہیں لائے تھے محض زبانی اقرارِ ایمان کر کے اِنہوں نے مصلحتہً اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرا لیا تھا۔

[۱] مطلب یہ ہے کہ اہلِ مکّہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے سے کسی معقول بنیاد پر انکار نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس سراسر غیر معقول بنیاد پر کیا ہے کہ ان کی اپنی ہی جنس کے ایک بشر اور ان کی اپنی ہی قوم کے ایک فرد کا خدا کی طرف سے خبردار بن کر آ جانا ان کے نزدیک سخت قابلِ تعجب بات ہے۔

[۲] یہ ان لوگوں کا دُوسرا تعجب تھا۔ پہلا تعجب اس بات پر تھا کہ ایک انسان رسُول بن کر آیا اور اس پر مزید تعجب انہیں اس بات پر ہُوا کہ سب انسان مرنے کے بعد از سرِ نو زندہ کیے جائیں گے اور ان

تھیں اور دنیا کے ملکوں کو اُنھوں نے چھان مارا تھا۔ پھر کیا وہ کوئی جائے پناہ پا سکے؟ اس تاریخ میں عبرت کا سبق ہے ہر اُس شخص کے لیے جو دِل رکھتا ہو، یا جو توجّہ سے بات کو سُنے۔

ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور اُن کے درمیان کی ساری چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں کوئی تکان لاحق نہ ہوئی۔ پس اَے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اِن پر صبر کرو، اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے رہو، طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے اور رات کے وقت پھر اُس کی تسبیح کرو اور سجدہ ریزیوں سے فارِغ ہونے کے بعد بھی۔[۹]

اور سُنو، جس دن منادی کرنے والا (ہر شخص کے) قریب ہی سے پُکارے گا،[۱۰] جس دِن سب لوگ آوازۂ حشر کو ٹھیک ٹھیک سُن رہے ہوں گے، وہ زمین سے مُردوں کے نکلنے کا دِن ہوگا ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں، اور ہماری طرف ہی اُس دِن سب کو پلٹنا ہے جب زمین پھٹے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جا رہے ہوں گے۔ یہ حشر ہمارے لیے بہت آسان ہے۔

اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں انھیں ہم خوب جانتے ہیں، اور تمھارا کام ان سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔ بس تم اِس قرآن کے ذریعے سے ہر اُس شخص کو نصیحت کر دو جو میری تنبیہ سے ڈرے۔ ع

سب کو اکٹھا کر کے اللّٰہ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

[۳] یعنی اب تو تجھے خوب نظر آ رہا ہے کہ وہ سب کچھ یہاں موجود ہے جس کی خبر خدا کے نبی تجھے دیتے تھے۔

[۴] ساتھی سے مراد ہانک کر لانے والا فرشتہ ہے اور وہی عدالتِ الٰہی میں پہنچ کر عرض کرے گا کہ یہ شخص جو میری سپردگی میں تھا سرکار کی پیشی میں حاضر ہے۔

[۵] یہاں ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو اس نافرمان انسان کے ساتھ دنیا میں لگا ہُوا تھا۔

[۶] اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ "میرے اندر اب مزید آدمیوں کی گنجائش نہیں ہے" دوسرے یہ کہ "اور جتنے مُجرم بھی ہیں انہیں لے آیئے"۔

[۷] اس سے مراد ایسا شخص ہے جس نے نافرمانی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کا راستہ چھوڑ کر اطاعت اور اللّٰہ کی رضا جوئی کا راستہ اختیار کر لیا ہو۔ جو کثرت سے اللّٰہ کو یاد کرنے والا اور اپنے تمام معاملات میں اس کی طرف رجُوع کرنے والا ہو۔

[۸] اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اللّٰہ کے حدود اور اس کے فرائض اور اس کی حرمتوں اور اس کی سپرد کی ہوئی امانتوں کی حفاظت کرے جو ہر وقت اپنا جائزہ لے کر دیکھتا رہے کہ کہیں میں اپنے قول یا فعل میں اپنے ربّ کی نافرمانی تو نہیں کر رہا ہوں۔

[۹] ربّ کی حمد اور اس کی تسبیح سے مراد یہاں نماز ہے "طلوعِ آفتاب سے پہلے" فجر کی نماز ہے۔

سُورۂ ذَاریات (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قسم ہے اُن ہواؤں کی جو گرد اُڑانے والی ہیں، پھر پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھانے والی ہیں، پھر سُبک رفتاری کے ساتھ چلنے والی ہیں، پھر ایک بڑے کام (بارش) کی تقسیم کرنے والی ہیں، حق یہ ہے کہ جس چیز کا تمھیں خوف دلایا جا رہا ہے وہ سچی ہے اور جزائے اعمال ضرور پیش آنی ہے۔ [۱]

قسم ہے متفرق شکلوں والے آسمان کی، (آخرت کے بارے میں) تمھاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ [۲] اُس سے وہی برگشتہ ہوتا ہے جو حق سے پھرا ہُوا ہے۔

مارے گئے قیاس و گمان سے حکم لگانے والے۔ جو جہالت میں غرق اور غفلت میں مدہوش ہیں۔ [۳] پوچھتے ہیں آخر وہ روزِ جزا کب آئے گا؟ وہ اُس روز آئے گا جب یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ (اِن سے کہا جائے گا) اب چکھو مزا اپنے فتنے کا، یہ وہی چیز ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے تھے۔ [۴] البتہ متّقی لوگ اُس روز باغوں اور چشموں میں ہوں گے، جو کچھ اُن کا ربّ اُنھیں دے گا اسے خوشی خوشی لے رہے ہوں گے۔ وہ اس دن کے آنے سے پہلے نیکو کار تھے، راتوں

"غروبِ آفتاب سے پہلے" دو نمازیں ہیں ایک ظہر، دوسری عصر، "رات کے وقت" مغرب اور عشا کی نمازیں ہیں اور تیسری تہجّد بھی رات کی تسبیح میں شامل ہے۔

[۱۰] یعنی جو شخص جہاں مرا پڑا ہوگا یا جہاں بھی دنیا میں اس کی موت واقع ہوئی تھی وہیں خدا کی منادی کی آواز اس کو پہنچے گی کہ اُٹھو اور چلو اپنے ربّ کی طرف اپنا حساب دینے کے لیے۔ یہ آواز کچھ اس طرح کی ہوگی کہ رُوئے زمین کے چپے چپے پر جو شخص بھی زندہ ہو کر اٹھے گا وہ محسوس کرے گا کہ پکارنے والے نے کہیں قریب ہی سے اس کو پکارا ہے۔

[۱] یہ ہے وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے۔ اس قسم کا مطلب یہ ہے کہ جس بے نظیر نظم اور باقاعدگی کے ساتھ بارش کا یہ عظیم الشان ضابطہ تمہاری آنکھوں کے سامنے چل رہا ہے اور جو حکمت اور مصلحتیں اس میں صریح طور پر کار فرما نظر آتی ہیں وہ اس بات پر گواہی دے رہی ہیں کہ یہ دنیا کوئی بے مقصد اور بے معنی گھروندا نہیں ہے جس میں لاکھوں کروڑوں برس سے ایک بہت بڑا کھیل بس یونہی الل ٹپ ہوئے جا رہا ہو، بلکہ یہ درحقیقت ایک کمال درجے کا حکیمانہ نظام ہے جس میں ہر کام کسی مقصد اور مصلحت کے تحت ہو رہا ہے۔ اس نظام میں یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان کو زمین میں اختیارات دے کر بس یونہی چھوڑ دیا جائے اور کبھی اس سے حساب نہ لیا جائے کہ اس نے یہ اختیارات کس طرح استعمال کیے۔

[۲] یعنی جس طرح آسمان کے بادلوں اور تاروں کے جھرمٹوں کی شکلیں مختلف ہیں اور ان میں کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی، اسی طرح آخرت کے متعلق تم لوگ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہو اور ہر ایک کی بات دوسرے سے

کو کم ہی سوتے تھے، پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے، اور اُن کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔ [۵]

زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے، اور خود تمھارے اپنے وجود میں ہیں، کیا تم کو سُوجھتا نہیں؟ آسمان ہی میں ہے تمھارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ [٦] ع
پس قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی، یہ بات حق ہے، ایسی ہی یقینی جیسے تم بول رہے ہو۔

اے نبیؐ، ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی حکایت بھی تمھیں پہنچی ہے؟ جب وہ اُس کے ہاں آئے تو کہا آپ کو سلام ہے۔ اُس نے کہا "آپ لوگوں کو بھی سلام ہے۔ کچھ نا آشنا سے لوگ ہیں۔" [۷] پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گیا، اور ایک (بُھنا ہُوا) موٹا تازہ بچھڑا لا کر مہمانوں کے آگے پیش کیا۔ اُس نے کہا آپ حضرات کھاتے نہیں؟ پھر وہ اپنے دِل میں اُن سے ڈرا۔ اُنھوں نے کہا ڈریے نہیں، اور اُسے ایک ذِی عِلم لڑکے کی پیدائش کا مُژدہ سُنایا۔ [۸] یہ سُن کر اُس کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اُس نے اپنا منہ لپیٹ لیا اور کہنے لگی، بُوڑھی، بانجھ! [۹] اُنھوں نے کہا "یہی کچھ فرمایا ہے تیرے ربّ نے، وہ حکیم ہے اور سب کچھ جانتا ہے"۔

مختلف ہے۔ یہ اختلافِ اقوال خود ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ وحی و رسالت سے بے نیاز ہو کر انسان نے اپنے اور اس دنیا کے انجام پر جب بھی کوئی رائے قائم کی ہے۔ علم کے بغیر قائم کی ہے۔ ورنہ اگر انسان کے پاس اس معاملے میں فی الواقع براہِ راست علم کا کوئی ذریعہ ہوتا تو اتنے مختلف اور متضاد عقیدے پیدا نہ ہوتے۔

[۳] یعنی انہیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ اپنے ان غلط اندازوں کی وجہ سے وہ کس انجام کی طرف چلے جا رہے ہیں حالانکہ آخرت کے بارے میں غلط رائے قائم کر کے جو راستہ بھی اختیار کیا گیا ہے وہ تباہی کی طرف جاتا ہے۔

[۴] کفار کا یہ پوچھنا کہ "آخر وہ روزِ جزا کب آئے گا" اپنے اندر خود یہ مفہوم رکھتا تھا کو اس کے آنے میں دیر کیوں لگ رہی ہے؟ جب ہم اس کا انکار کر رہے ہیں اور اس کے جھٹلانے کی سزا ہمارے لیے لازم ہو چکی ہے تو وہ آ کیوں نہیں جاتا؟

[۵] بالفاظِ دیگر ایک طرف وہ اپنے ربّ کا حق پہچانتے اور ادا کرتے تھے دوسری طرف بندوں کے ساتھ ان کا معاملہ یہ تھا کہ جو کچھ بھی اللّٰہ نے ان کو دیا تھا خواہ وہ تھوڑا یا بہت، اس میں وہ صرف اپنا اور اپنے بال بچوں ہی کا حق نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کو یہ احساس تھا کہ ہمارے اس مال میں ہر اس بندۂ خدا کا حق ہے، جو مدد کا محتاج ہو۔

[٦] آسمان سے مراد یہاں عالمِ بالا ہے۔ رزق سے مراد وہ سب کچھ ہے جو دنیا میں انسان کو جینے اور کام کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اور جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے اس سے مراد قیامت، حشر و نشر، محاسبہ و بازپرس، جزا و سزا، اور جنت و دوزخ ہیں جن کے رونما ہونے کا وعدہ تمام کُتُبِ آسمانی میں کیا گیا ہے اور قرآن میں کیا جا رہا

ابراہیمؑ نے کہا، "اے فرستادگانِ الٰہی، کیا مہم آپ کو درپیش ہے"؟ انھوں نے کہا "ہم ایک مُجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں[۱۰] تاکہ اُس پر پکّی ہوئی مٹی کے پتھر برسادیں جو آپ کے ربّ کے ہاں حد سے گزر جانے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں"۔[۱۱] پھر ہم نے[۱۲] اُن سب لوگوں کو نکال لیا جو اُس بستی میں مومن تھے، اور وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔ اِس کے بعد ہم نے وہاں بس ایک نشانی اُن لوگوں کے لیے چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں۔[۱۳]

اور (تمھارے لیے نشانی ہے) موسیٰؑ کے قصّے میں۔ جب ہم نے اُسے صریح سند کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا[۱۴] تو وہ اپنے بل بوتے پر اَکڑ گیا اور بولا یہ جادُوگر ہے یا مجنوں ہے۔ آخرکار ہم نے اُسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سب کو سمندر میں پھینک دیا اور وہ ملامت زدہ ہو کر رہ گیا۔

اور (تمھارے لیے نشانی ہے) عاد میں، جب کہ ہم نے ان پر ایک ایسی بے خیر ہَوا بھیج دی کہ جس چیز پر بھی وہ گزر گئی اسے بوسیدہ کر کے رکھ دیا۔

اور (تمھارے لیے نشانی ہے) ثمود میں، جب اُن سے کہا گیا تھا کہ ایک خاص وقت تک مزے کر لو۔ مگر اس تنبیہ پر بھی انھوں نے اپنے ربّ کے حکم سے سرتابی کی۔ آخرکار اُن کے دیکھتے دیکھتے ایک اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب نے اُن کو آلیا،

ہے۔ ارشادِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ عالمِ بالا ہی سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ تم میں سے کس کو کیا کچھ دنیا میں دیا جائے اور وہیں سے یہ فیصلہ بھی ہونا ہے کہ تمھیں باز پرس اور جزائے اعمال کے لیے کب بُلایا جائے۔

[۷] سیاق وسباق کو دیکھتے ہوئے اس فقرے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خود اُن مہمانوں سے فرمایا کہ آپ حضرات سے کبھی پہلے شرفِ نیاز حاصل نہیں ہُوا، آپ شاید اس علاقے میں نئے نئے تشریف لائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے سلام کا جواب دے کر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل میں کہا یا گھر میں ضیافت کا انتظام کرنے کے لیے جاتے ہوئے اپنے خادموں سے فرمایا کہ یہ کچھ اجنبی سے لوگ ہیں، پہلے کبھی اس علاقے میں اس شان اور وضع قطع کے لوگ دیکھنے میں نہیں آئے۔

[۸] سورۂ ہود میں تصریح ہے کہ یہ حضرت اسحاق علیہ السّلام کی پیدائش کا مُژدہ تھا۔

[۹] یعنی ایک تو میں بوڑھی اُوپر سے بانجھ۔ اب میرے ہاں بچہ ہوگا؟ بائیبل کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت

CS CamScanner

پھر نہ اُن میں اُٹھنے کی سکّت تھی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کر سکتے تھے۔

اور اِن سب سے پہلے ہم نے نوحؑ کی قوم کو ہلاک کیا کیونکہ وہ فاسق لوگ تھے۔ ع

آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا ہے اور ہم اِس کی قدرت رکھتے ہیں۔[۱۵] زمین کو ہم نے بچھایا ہے اور ہم بڑے اچھے ہموار کرنے والے ہیں۔ اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں، [۱۶] شاید کہ تم اِس سے سبق لو۔[۱۷] پس دوڑو اللہ کی طرف، میں تمھارے لیے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔ اور نہ بناؤ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود، مَیں تمھارے لیے اُس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔[۱۸]

یونہی ہوتا رہا ہے، اِن سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسُول ایسا نہیں آیا جسے اُنھوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون۔ کیا اِن سب نے آپس میں اِس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے؟ نہیں، بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔[۱۹] پس اے نبیؐ، اِن سے رُخ پھیر لو، تم پر کچھ ملامت نہیں۔ البتہ نصیحت کرتے رہو، کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لیے نافع ہے۔

میں نے جنّ اور انسانوں کو اِس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔[۲۰] میں اُن سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

ابراہیمؑ کی عمر سو سال، اور حضرت سارہ کی عمر ۹۰ سال تھی (پیدائش ۱۸:۱۷)

[۱۰] مراد ہے قومِ لُوطؑ۔ اس کے جرائم اس قدر بڑھ چکے تھے کہ صرف "مُجرم قوم" کا لفظ ہی یہ بتانے کے لیے کافی تھا کہ اس سے مراد کون سی قوم ہے۔

[۱۱] یعنی ایک ایک پتھر پر آپ کے ربّ کی طرف سے نشان لگا دیا گیا ہے کہ اسے کس مُجرم کی سرکوبی کرنی ہے۔

[۱۲] بیچ میں یہ قصہ چھوڑ دیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس سے یہ فرشتے کس طرح حضرت لوطؑ کے ہاں پہنچے اور وہاں ان کے اور قومِ لوطؑ کے درمیان کیا کچھ پیش آیا۔

[۱۳] اس نشانی سے مراد بحیرۂ مُردار ہے جس کا جنوبی علاقہ آج بھی ایک عظیم الشان تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے۔

[۱۴] یعنی ایسے صریح معجزات اور ایسی کھلی کھلی علامات کے ساتھ بھیجا جن سے یہ امر مشتبہ نہ رہا تھا کہ آپ خالقِ ارض و سما کی طرف سے مامور ہو کر آئے ہیں۔

[۱۵] اصل الفاظ ہیں وَ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۔ مُوسِع کے معنی طاقت و مقدرت رکھنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں اور وسیع کرنے والے کے بھی۔ پہلے معنی کے لحاظ سے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آسمان ہم نے کسی کی مدد سے نہیں بلکہ

اللہ تو خود ہی رزّاق ہے، بڑی قوت والا اور زبردست۔ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے[۲۱] اُن کے حصے کا بھی ویسا ہی عذاب تیار ہے جیسا اِنھی جیسے لوگوں کو اُن کے حصے کا مِل چکا ہے، اس کے لیے یہ لوگ مجھ سے جلدی نہ مچائیں۔ آخر کو تباہی ہے کُفر کرنے والوں کے لیے اُس روز جس کا انھیں خوف دلایا جا رہا ہے۔ ع

سورۂ طُور (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قَسم ہے طُور کی، اور ایک ایسی کُھلی کتاب کی جو رقیق جلد میں لکھی ہوئی ہے، اور آباد گھر کی، اور اُونچی چھت کی، اور موجزن سمندر کی، کہ تیرے ربّ کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔[۱] وہ اُس روز واقع ہوگا جب آسمان بُری طرح ڈگمگائے گا اور پہاڑ اُڑے اُڑے پھریں گے۔ تباہی ہے اُس روز اُن جُھٹلانے والوں کے لیے جو آج کھیل کے طور پر اپنی حجت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جس دن انھیں دھکّے مار مار کر نارِ جہنّم کی طرف لے چلا جائے گا اُس وقت اُن سے کہا جائے گا کہ "یہ وہی آگ ہے جسے تم جُھٹلایا کرتے تھے۔

اپنے زور سے بنایا ہے اور اس کی تخلیق ہماری مقدرت سے باہر نہ تھی۔ پھر یہ تصور تم لوگوں کے دماغ میں آخر کیسے آ گیا کہ ہم تمہیں دوبارہ پیدا نہ کر سکیں گے؟ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ اس عظیم کائنات کو ہم بس ایک دفعہ بنا کر نہیں رہ گئے ہیں بلکہ مسلسل اس میں توسیع کر رہے ہیں اور ہر آن اس میں ہماری تخلیق کے نئے نئے کرشمے رُونما ہو رہے ہیں۔ ایسی زبردست خلاق ہستی کو آخر تم نے اعادۂ خلق سے عاجز کیوں سمجھ رکھا ہے؟

[۱۶] یعنی دنیا کی تمام اشیا تزویج کے اصول پر بنائی گئی ہیں۔ یہ سارا کارخانۂ عالم اس قاعدے پر چل رہا ہے کہ بعض چیزوں کا بعض چیزوں سے جوڑ لگتا ہے اور پھر ان کا جوڑ لگنے ہی سے طرح طرح کی ترکیبات وجود میں آتی ہیں۔ یہاں کوئی شے بھی ایسی منفرد نہیں ہے کہ دوسری کوئی شے اس کا جوڑ نہ ہو، بلکہ ہر چیز اپنے جوڑے سے مل کر ہی نتیجہ خیز ہوتی ہے۔

[۱۷] یعنی یہ سبق کہ دنیا کا جوڑ آخرت ہے جس کے بغیر دنیا کی یہ زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔

[۱۸] یہ فقرے اگرچہ اللہ ہی کا کلام ہیں مگر ان میں متکلم اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں گویا بات دراصل یوں ہے کہ اللہ اپنے نبی کی زبان سے یہ کہلوا رہا ہے کہ دوڑو اللہ کی طرف، میں تمہیں اس کی طرف سے خبردار کرتا ہوں۔

[۱۹] یعنی ہزارہا برس تک ہر زمانے میں مختلف ملکوں اور قوموں کے لوگوں کا دعوتِ انبیاءؑ کے مقابلے میں ایک

اب بتاؤ، یہ جادُو ہے یا تمھیں سُوجھ نہیں رہا ہے؟ جاؤ اب جھلسو اِس کے اندر، تم خواہ صبر کرو یا نہ کرو، تمھارے لیے یکساں ہے، تمھیں ویسا ہی بدلہ دیا جارہا ہے جیسے تم عمل کر رہے تھے"۔

متقی لوگ وہاں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے، لُطف لے رہے ہوں گے اُن چیزوں سے جو اُن کا رَبّ اُنھیں دے گا، اور اُن کا ربّ اُنھیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا۔ (ان سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے اُن اعمال کے صِلے میں جو تم کرتے رہے ہو۔ وہ آمنے سامنے بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم خوب صورت آنکھوں والی حُوریں اُن سے بیاہ دیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُن کی اولاد بھی کسی درجۂ ایمان میں اُن کے نقشِ قدم پر چلی ہے ان کی اُس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ مِلا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا اُن کو نہ دیں گے۔ ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔[۲] ہم اُن کو ہر طرح کے پھل اور گوشت، جس چیز کو بھی اُن کا جی چاہے گا، خوب دِیے چلے جائیں گے وہ ایک دُوسرے سے جامِ شراب لپک لپک کر لے رہے ہوں گے جس میں نہ یاوہ گوئی ہوگی نہ بد کرداری۔[۳] اور اُن کی خدمت میں وہ لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو انھی (کی خدمت) کے لیے مخصوص ہوں گے۔ ایسے خوب صُورت جیسے چُھپا کر رکھے ہوئے موتی۔

ہی رَویّہ اختیار کرنا کچھ اس بنا پر تو نہ ہو سکتا تھا کہ ایک کانفرنس کر کے ان سب اگلی اور پچھلی نسلوں نے یہ طے کر لیا ہو کہ جب کوئی آ کر یہ دعوت پیش کرے تو اس کا یہ جواب دیا جائے دراصل اس کے رَویّے کی اس یکسانی کی کوئی وجہ اس کے سوا نہیں ہے کہ طغیان و سرکشی اِن سب کا مشترک وصف ہے۔

[۲۰] یعنی میں نے ان کو دوسروں کی بندگی کے لیے نہیں بلکہ اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ میری بندگی تو ان کو اس لیے کرنی چاہیے کہ میں ان کا خالق ہوں دوسرے کسی نے جب ان کو پیدا نہیں کیا ہے تو اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ اس کی بندگی کریں اور ان کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ان کا خالق تو ہوں مَیں اور یہ بندگی کرتے پھریں دوسروں کی۔

[۲۱] ظلم سے مراد یہاں حقیقت اور صداقت پر ظلم کرنا اور خود اپنی فطرت پر ظلم کرنا ہے۔

[۱] ربّ کے عذاب سے مراد آخرت ہے کیونکہ انکار کرنے والوں کے لیے اس کا آنا عذاب ہی ہے۔ اس کے آنے پر پانچ چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے یعنی یہ چیزیں اس کی آمد پر دلالت کرتی ہیں: (۱) طور، جہاں ایک مظلوم قوم کو اٹھانے اور ایک ظالم قوم کو گرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ فیصلہ اس بات کی علامت ہے کہ خدا کی یہ خدائی اندھیر نگری نہیں ہے (۲) کُتُبِ مقدسہ کا مجموعہ جو قدیم زمانے میں ایک رقیق جلد پر لکھا

یہ لوگ آپس میں ایک دُوسرے سے (دنیا میں گزرے ہوئے) حالات پُوچھیں گے۔
یہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے، [۴]
آخر کار اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا۔
ہم پچھلی زندگی میں اُسی سے دعائیں مانگتے تھے وہ واقعی بڑا ہی مُحسن اور رحیم ہے۔

پس اے نبیؐ، تم نصیحت کیے جاؤ، اپنے ربّ کے فضل سے نہ تم کاہن ہو اور نہ مجنُون [۵]

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، جس کے حق میں ہم گردشِ ایام کا انتظار کر رہے
ہیں؟ اِن سے کہو اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انھیں ایسی
ہی باتیں کرنے کے لیے کہتی ہیں؟ یا در حقیقت یہ عناد میں حد سے گزرے ہوئے لوگ ہیں؟ [۶]

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان
نہیں لانا چاہتے۔ اگر یہ اپنے اِس قول میں سچے ہیں تو اسی شان کا ایک کلام بنا لائیں۔

کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ یا زمین
اور آسمانوں کو انھوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے [۷]

کیا تیرے ربّ کے خزانے ان کے قبضے میں ہیں؟ یا اُن پر اُنھی کا حکم چلتا ہے؟ [۸]

جاتا تھا اور وہ اس پر گواہ ہے کہ ہر زمانے میں خدا کی طرف سے آنے والے پیغمبروں نے آخرت کے آنے کی خبر دی ہے (۳) آباد گھر یعنی خانہ کعبہ جو ایک ویرانے میں بنایا گیا اور پھر اللہ نے اسے وہ آبادی بخشی جو دنیا میں کسی عمارت کو نہیں بخشی گئی۔ یہ اس بات کی کھلی نشانی ہے کہ اللہ کے پیغمبر ہوائی باتیں نہیں کیا کرتے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب اس کو سنسان پہاڑوں کے درمیان تعمیر کر کے حج کے لیے پکارا تھا اس وقت کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ہزاروں برس تک دنیا اس کی طرف کھچی چلی آئے گی (۴) اونچی چھت یعنی آسمان اور (۵) موجزن سمندر یہ اللہ کی قدرت کی کھلی علامات ہیں اور گواہی دے رہی ہیں کہ ان کا بنانے والا آخرت برپا کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتا۔

[۲] یعنی جس طرح کوئی شخص قرض ادا کیے بغیر رہن نہیں چھڑا سکتا اُسی طرح کوئی شخص فرض ادا کیے بغیر اپنے آپ کو اللہ کے مؤاخذہ سے نہیں بچا سکتا۔ اولاد اگر خود نیک نہیں ہے تو باپ دادا کی نیکی اس کا فکّ رہن نہیں کرا سکتی۔

[۳] یعنی وہ شراب نشہ پیدا کرنے والی نہ ہو گی کہ اسے پی کر وہ بدمست ہوں اور بے ہُودہ بکواس کرنے لگیں یا گالم گلوچ اور دھول دھپے پر اتر آئیں یا اس طرح کی فحش حرکات کرنے لگیں جیسی دنیا کی شراب پینے والے کرتے ہیں۔

[۴] یعنی ہم وہاں عیش میں منہمک اور اپنی دنیا میں مگن ہو کر غفلت کی زندگی نہیں گزار رہے تھے، بلکہ ہر وقت ہمیں یہ دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ کہیں ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس پر خدا کے ہاں ہماری پکڑ ہو۔ یہاں خاص طور

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ عالم بالا کی سُن گُن لیتے ہیں؟ اِن میں سے جس نے سُن گُن لی ہو وہ لائے کوئی کھلی دلیل۔ کیا اللہ کے لیے تو ہیں بیٹیاں اور تم لوگوں کے لیے ہیں بیٹے؟[۹]

کیا تم ان سے کوئی اجر مانگتے ہو کہ یہ زبردستی پڑی ہوئی چٹی کے بوجھ تلے دَبے جاتے ہیں؟ کیا اِن کے پاس غیب کے حقائق کا عِلم ہے کہ اس کی بنا پر یہ لکھ رہے ہوں؟[۱۰]

کیا یہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ اگر یہ بات ہے تو کفر کرنے والوں پر ان کی چال الٹی ہی پڑے گی۔

کیا اللہ کے سوا یہ کوئی اور معبُود رکھتے ہیں؟ اللہ پاک ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

یہ لوگ آسمان کے ٹکڑے بھی گرتے ہوئے دیکھ لیں تو کہیں گے یہ بادل ہیں جو اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ پس اے نبیؐ، اِنھیں اِن کے حال پر چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے اُس دن کو پہنچ جائیں جس میں یہ مار گرائے جائیں گے، جس دن نہ ان کی اپنی کوئی چال ان کے کسی کام آئے گی نہ کوئی ان کی مدد کو آئے گا۔ اور اُس وقت کے آنے سے پہلے بھی ظالموں کے لیے ایک عذاب ہے مگر ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔

اے نبیؐ، اپنے ربّ کا فیصلہ آنے تک صبر کرو، تم ہماری نگاہ میں ہو۔ تم جب اٹھو تو اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو،[۱۱]

پر اپنے گھر والوں کے درمیان ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرنے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ آدمی سب سے زیادہ جس وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے بال بچوں کو عیش کرانے اور ان کی دنیا بنانے کی فکر ہوتی ہے۔

[۵] آخرت کی تصویر پیش کرنے کے بعد اب تقریر کا رُخ کُفارِ مکّہ کی ان ہٹ دھرمیوں کی طرف پھر رہا ہے جس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اس آیت میں خطاب بظاہر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر دراصل آپ کے واسطے سے یہ بات کُفارِ مکّہ کو سُنانی مقصود ہے۔

[۶] ان مختصر فقروں میں مخالفین کے سارے پروپیگنڈے کی ہوا نکال دی گئی ہے۔ استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قریش کے سردار اور مشائخ بڑے عقلمند بنے پھرتے ہیں مگر کیا ان کی عقل یہی کہتی ہے کہ جو شخص شاعر نہیں ہے اسے شاعر کہو، جسے ساری قوم ایک دانا آدمی کی حیثیت سے جانتی ہے اُسے مجنون کہو اور جس شخص کا کہانت سے کوئی دُور دراز کا تعلق بھی نہیں ہے اسے خواہ مخواہ کاہن قرار دو۔ پھر اگر عقل ہی کی بنا پر یہ لوگ حکم لگاتے تو کوئی ایک حکم لگاتے۔ بہت سے متضاد حکم تو ایک ساتھ نہیں لگا سکتے تھے۔ ایک شخص آخر بیک وقت شاعر، مجنون اور کاہن کیسے ہو سکتا ہے۔

[۷] یعنی زبان سے تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا اور ساری دنیا کا خالق اللہ ہے مگر جب کہا جاتا ہے کہ پھر بندگی بھی اسی خدا کی کرو تو لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انہیں خدا پر یقین نہیں ہے۔

رات کو بھی اُس کی تسبیح کیا کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اُس وقت بھی۔ [۱۲] ع

سُورۂ نجم (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قَسم ہے تارے کی جب کہ وہ غروب ہُوا، [۱] تمھارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے [۲] وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وَحی ہے جو اُس پر نازل کی جاتی ہے۔ اُسے زبردست قوّت والے نے تعلیم دی ہے جو بڑا صاحبِ حکمت ہے [۳] وہ سامنے آ کھڑا ہُوا جب کہ وہ بالائی اُفق پر تھا، [۴] پھر قریب آیا اور اوپر معلّق ہو گیا، یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ [۵] تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اُسے پہنچانی تھی۔ نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اُس میں جُھوٹ نہ ملایا۔ [۶] اب کیا تم اُس چیز پر اُس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟ اور ایک مرتبہ پھر اُس نے سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى [۷] کے پاس اُس کو اُترتے دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماْوٰی ہے۔ اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چوندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی، اور اُس نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ [۸]

---

[۸] یہ کفارِ مکہ کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ آخر محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کیوں رسول بنائے گئے۔ اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو گمراہی سے نکالنے کے لیے بہرحال کسی نہ کسی کو تو رسول مقرر کیا جانا ہی تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا کس کا کام ہے کہ خدا اپنا رسول کس کو بنائے اور کس کو نہ بنائے؟ اگر یہ لوگ خدا کے بنائے ہوئے رسول کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو خدا کی خدائی کا مالک یہ اپنے آپ کو سمجھ بیٹھے ہیں یا پھر ان کا زعم یہ ہے کہ اپنی خدائی کا مالک تو خدا ہی ہو مگر اس میں حکم ان کا چلے۔

[۹] یعنی اگر تمہیں رسول کی بات ماننے سے انکار ہے تو تمہارے پاس خود حقیقت کو جاننے کا آخر ذریعہ کیا ہے؟ کیا تم میں سے کوئی شخص عالمِ بالا میں پہنچا ہے اور اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتوں سے اس نے براہِ راست یہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ عقائد بالکل حقیقت کے مطابق ہیں جن پر تم لوگ اپنے دین کی بنا رکھے ہوئے ہو؟ یہ دعوٰی اگر تم نہیں رکھتے تو پھر خود ہی غور کرو کہ اس سے زیادہ مضحکہ انگیز عقیدہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم اللہ ربّ العالمین کے لیے اولاد تجویز کرتے ہو اور اولاد بھی لڑکیاں، جنہیں تم خود اپنے لیے باعثِ عار سمجھتے ہو۔

[۱۰] یعنی کیا یہ لوگ لکھ کر دے سکتے ہیں کہ غیب کی حقیقتوں کے متعلق رسول کے بیانات کی تکذیب یہ اس بنا پر کر رہے ہیں کہ پردۂ غیب کے پیچھے جھانک کر انہوں نے دیکھ لیا ہے کہ حقیقت وہ نہیں ہے جو رسول بیان کر رہا ہے؟

[۱۱] یعنی جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ کی حمد و تسبیح سے اس کا آغاز کرو۔ اسی حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی کہ نماز کی ابتدا تکبیر تحریمہ کے بعد ان الفاظ سے کی جائے

اب ذرا بتاؤ، تم نے کبھی اِس لات، اور اِس عُزّٰی، اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے؟[9] کیا بیٹے تمھارے لیے ہیں اور بیٹیاں خدا کے لیے؟[10] یہ تو پھر بڑی دھاندلی کی تقسیم ہوئی! دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے اِن کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وَہم و گُمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشاتِ نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اُن کے ربّ کی طرف سے اُن کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔ کیا انسان جو کچھ چاہے اُس کے لیے وہی حق ہے؟[11] دنیا اور آخرت کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ ع

آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، اُن کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اُس کی اجازت نہ دے جس کیلئے وہ کوئی عرض داشت سُننا چاہے اور اُس کو پسند کرے۔ مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو دیویوں کے ناموں سے مَوسُوم کرتے ہیں، حالانکہ اِس معاملہ کا کوئی عِلم اُنھیں حاصل نہیں ہے، وہ محض گُمان کی پیروی کر رہے ہیں، اور گُمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔

پس اے نبیؐ، جو شخص ہمارے ذِکر سے منہ پھیرتا ہے، اور دنیا کی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے، اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو۔

سبحنك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك

[12] اس سے مراد نمازِ فجر کا وقت ہے۔

[1] یعنی جب آخری تارہ غروب ہو کر صبح روشن نمودار ہو گئی۔

[2] رفیق سے مراد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کفارِ مکہ کے لیے کوئی اجنبی نہ تھے بلکہ انہی کے درمیان پیدا ہوئے اور بچے سے جوان اور جوانی سے اُدھیڑ عمر کو پہنچے۔ مطلب یہ ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے جانے پہچانے آدمی ہیں۔ یہ بات صبح روشن کی طرح نمایاں ہے کہ وہ بہکے اور بھٹکے ہوئے آدمی نہیں ہیں۔

[3] اس سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ آگے کے مضمون سے خود ظاہر ہو رہا ہے۔

[4] اُفق سے مراد ہے آسمان کا وہ مشرقی کنارا جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور دن کی روشنی پھیلتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جبریل علیہ السلام جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آئے اس وقت وہ آسمان کے مشرقی کنارے سے نمودار ہوئے تھے۔

[5] یعنی آسمان کے بالائی مشرقی کنارے سے نمودار ہونے کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

CS CamScanner

اِن[۱۲] لوگوں کا مبلغِ علم بس یہی کچھ ہے۔ یہ بات تیرا ربّ ہی زیادہ جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے، اور زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے تاکہ اللہ [۱۳] بُرائی کرنے والوں کو اُن کے عمل کا بدلہ دے اور اُن لوگوں کو اچھی جزا سے نوازے جنھوں نے نیک رویّہ اختیار کیا ہے جو بڑے بڑے گناہوں اور کُھلے کُھلے قبیح افعال سے پرہیز کرتے ہیں، اِلّا یہ کہ کچھ قصور اِن سے سرزد ہو جائے۔ بلاشبہ تیرے ربّ کا دامنِ مغفرت بہت وسیع ہے وہ تمھیں اس وقت سے خوب جانتا ہے جب اُس نے زمین سے تمھیں پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں ابھی جَنین ہی تھے۔ پس اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو، وہی بہتر جانتا ہے کہ واقعی متّقی کون ہے؟

پھر اے نبیؐ، تم نے اُس شخص کو بھی دیکھا جو راہِ خدا سے پھر گیا اور تھوڑا سا دے کر رُک گیا؟[۱۴] کیا اُس کے پاس غیب کا عِلم ہے کہ وہ حقیقت کو دیکھ رہا ہے؟ کیا اُسے اُن باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰؑ کے صحیفوں اور اُس ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟[۱۵] "یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا،[۱۶] اور یہ کہ اِنسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے سعی کی ہے،[۱۷]

طرف آگے بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ آپ کے اُوپر آ کر فضا میں معلّق ہو گئے، پھر وہ آپ کی طرف جُھکے اور اس قدر قریب ہو گئے کہ آپ کے اور ان کے درمیان صرف دو کمانوں کے برابر یا کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ چونکہ تمام کمانیں یکساں نہیں ہوتیں اس لیے فاصلے کا اندازہ بتانے کے لیے فرمایا کہ دو کمانوں کے برابر یا کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔

[۶] یعنی یہ مشاہدہ جو دن کی روشنی میں اور پوری بیداری کی حالت میں کھلی آنکھوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہُوا اس پر ان کے دِل نے یہ نہیں کہا کہ یہ نظر کا دھوکا ہے یا یہ کوئی جن یا شیطان ہے جو مجھے نظر آ رہا ہے یا میرے سامنے کوئی خیالی صورت آ گئی ہے اور میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ بلکہ ان کے دل نے ٹھیک وہی کچھ سمجھا جو ان کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ انہیں اس امر میں کوئی شک لاحق نہیں ہُوا کہ فی الواقع یہ جبریلؑ ہیں اور جو پیغام یہ پہنچا رہے ہیں وہ واقعی خدا کی طرف سے وحی ہے۔

[۷] سِدرہ عربی زبان میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور مُنتَہیٰ کے معنی ہیں آخری سرا۔ سِدرۃ المُنتہیٰ کے لغوی معنی ہیں "وہ بیری کا درخت جو آخری یا انتہائی سرے پر واقع ہے" ہمارے لیے یہ جاننا مشکل ہے کہ اس عالمِ مادّی کی آخری سرحد پر وہ بیری کا درخت کیسا ہے اور اس کی حقیقی نوعیت و کیفیت کیا ہے، یہ کائناتِ خداوندی کے وہ اسرار ہیں جن تک ہمارے فہم کی رسائی نہیں ہے۔ بہر حال وہ کوئی ایسی ہی چیز ہے جس

اور یہ کہ اُس کی سعی عن قریب دیکھی جائے گی اُس کی پوری جزا اُسے دی جائے گی، اور یہ کہ آخر کار پہنچنا تیرے ربّ ہی کے پاس ہے، اور یہ کہ اُسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا،[۱۸] اور یہ کہ اُسی نے موت دی اور اُسی نے زندگی بخشی، اور یہ کہ اُسی نے نَر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بُوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے، اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اُسی کے ذِمّہ ہے، اور یہ کہ اُسی نے غنی کیا اور جائداد بخشی، اور یہ کہ وہی شِعریٰ کا ربّ ہے،[۱۹] اور یہ کہ اُسی نے عادِ اُولیٰ کو ہلاک کیا، اور ثمود کو ایسا مٹایا کہ ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا، اور ان سے پہلے قومِ نوحؑ کو تباہ کیا کیونکہ وہ تھے ہی سخت ظالم و سرکش لوگ، اور اَوندھی گرنے والی بستیوں کو اُٹھا پھینکا، پھر چھادیا ان پر وہ کچھ جو (تم جانتے ہی ہو کہ) کیا چھادیا۔[۲۰] پس اے انسان، اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں میں تُو شک کرے گا؟"

یہ ایک تنبیہ ہے پہلے آئی ہوئی تنبیہات میں سے۔ آنے والی گھڑی قریب آ لگی ہے، اللہ کے سِوا کوئی اُس کو ہٹانے والا نہیں۔ اب کیا یہی وہ باتیں ہیں جن پر تم اظہارِ تعجب کرتے ہو؟ ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو؟ اور گا بجا کر انھیں ٹالتے ہو؟

کے لیے انسانی زبان کے الفاظ میں "سِدرہ" سے موزوں لفظ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی نہ تھا۔

[۸] یہ آیت اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ اس کی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھا تھا اور چونکہ سیاق و سباق کی رُو سے یہ دوسری ملاقات بھی اسی ہستی سے ہوئی تھی جس سے پہلی ملاقات ہوئی، اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اُفقِ اعلیٰ پر جس کو آپ نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا وہ بھی اللہ نہ تھا اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کو دیکھا وہ بھی اللہ نہ تھا اگر آپ نے ان مواقع میں سے کسی موقع پر اللہ جلّ شانہٗ کو دیکھا ہوتا تو یہ اتنی بڑی بات تھی کہ یہاں ضرور اس کی تصریح کردی جاتی۔

[۹] مطلب یہ ہے کہ جو تعلیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دے رہے ہیں اس کو تو تم لوگ گمراہی اور بدراہی قرار دیتے ہو، حالاں کہ یہ علم ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جارہا ہے اور اللہ ان کو آنکھوں سے وہ حقائق دکھا چکا ہے جن کی شہادت وہ تمہارے سامنے دے رہے ہیں۔ اب ذرا تم خود دیکھو کہ جن عقائد کی پیروی پر تم اصرار کیے چلے جارہے ہو وہ کس قدر غیر معقول ہیں اور ان کے مقابلے میں جو شخص تمہیں سیدھا راستہ بتا رہا ہے اس کی مخالفت کرکے آخر تم کس کا نقصان کر رہے ہو۔

[۱۰] یعنی ان دیویوں کو تم نے ربّ العٰلمین کی بیٹیاں قرار دے لیا اور یہ بے ہُودہ عقیدہ ایجاد کرتے وقت تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ اپنے لیے تو تم بیٹی کی پیدائش کو ذلت سمجھتے ہو اور چاہتے ہو کہ تمہیں اولاد نرینہ ملے، مگر اللہ کے لیے تم اولاد بھی تجویز کرتے ہو تو بیٹیاں!

جُھک جاؤ اللہ کے آگے اور بندگی بجالاؤ۔ ع

سُورۂ قمر (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ [۱] مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں، منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہُوا جادو ہے۔ انھوں نے (اِس کو بھی) جھٹلا دیا اور اپنی خواہشاتِ نفس ہی کی پیروی کی۔ ہر مُعاملہ کو آخرکار ایک انجام پر پہنچ کر رہنا ہے۔

اِن لوگوں کے سامنے (پچھلی قوموں کے) وہ حالات آچکے ہیں جن میں سرکشی سے باز رکھنے کے لیے کافی سامانِ عبرت ہے اور ایسی حکمت جو نصیحت کے مقصد کو بدرجۂ اتم پورا کرتی ہے۔ مگر تنبیہات ان پر کارگر نہیں ہوتیں۔ پس اے نبیؐ، اِن سے رُخ پھیر لو۔ جس روز پُکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پُکارے گا لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اِس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ پُکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہونگے اور وہی منکرین (جو دنیا میں اس کا انکار کرتے تھے) اُس وقت کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا کٹھن ہے۔

اِن سے پہلے نوحؑ کی قوم جھٹلا چکی ہے۔ اُنھوں نے ہمارے بندے کو جُھوٹا قرار دیا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے، اور وہ بُری طرح جھڑکا گیا۔

---

[۱۱] اس آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ کیا انسان کو یہ حق ہے کہ جس کو چاہے معبُود بنالے؟ اور ایک تیسرا مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ کیا انسان ان معبُودوں سے اپنی مرادیں پالینے کی جو تمنا رکھتا ہے وہ کبھی پوری ہوسکتی ہے؟

[۱۲] یہ جملہ معترضہ ہے جو سلسلۂ کلام کو بیچ میں توڑ کر پچھلی بات کی تشریح کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔

[۱۳] یہاں سے پھر وہی سلسلۂ کلام شروع ہوجاتا ہے جو اوپر سے چلا آرہا تھا، گویا جملہ معترضہ کو چھوڑ کر سلسلۂ عبارت یوں ہے: ”اسے اس کے حال پر چھوڑ دو تا کہ اللہ برائی کرنے والوں کو اُن کے عمل کا بدلہ دے“۔

[۱۴] اشارہ ہے وَلید بن مُغیرہ کی طرف۔ جو قریش کے بڑے سرداروں میں سے ایک تھا۔ یہ شخص پہلے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مگر جب اس کے ایک مشرک دوست کو معلوم ہُوا کہ وہ مسلمان ہونے کا ارادہ کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ تم دینِ آبائی کو نہ چھوڑو، اگر تمھیں عذابِ آخرت کا خطرہ ہے تو مجھے اتنی رقم دے دو، میں ذِمّہ لیتا ہوں کہ تمہارے بدلے وہاں کا عذاب میں بھگت لوں گا۔ ولید نے یہ بات مان لی اور خدا کی راہ پر آتے آتے اس سے پھر گیا مگر جو رقم اس نے اپنے مشرک دوست کو دینی طے کی تھی وہ بھی بس تھوڑی سی دی اور باقی روک لی۔

[۱۵] آگے ان تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا جارہا ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں نازل ہوئی تھیں۔

آخر کار اُس نے اپنے ربّ کو پُکارا کہ ''میں مغلوب ہو چکا اب تُو اِن سے اِنتقام لے''۔ تب ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا، اور یہ سارا پانی اُس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مُقدّر ہو چکا تھا، اور نوحؑ کو ہم نے ایک تختوں اور کیلوں والی [۲] پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی۔ یہ تھا بدلہ اس شخص کی خاطر جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ اُس کشتی کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا، پھر کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا؟ دیکھ لو، کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، [۳] پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

عاد نے جھٹلایا تو دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے ایک پیہم نحوست کے دن سخت طوفانی ہَوا اُن پر بھیج دی جو لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر اِس طرح پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے اُکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔ پس دیکھ لو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ع

ثمود نے تنبیہات کو جُھٹلایا اور کہنے لگے ''ایک اکیلا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے کیا اب ہم اس کے پیچھے چلیں؟ اس کا اتباع ہم قبول کر لیں۔

---

[۱۶] یعنی ہر شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ ایک شخص کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ کوئی شخص اگر چاہے بھی تو کسی شخص کے فعل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لے سکتا نہ اصل مُجرم کو اس بنا پر چھوڑا جا سکتا ہے کہ اس کی جگہ سزا بھگتنے کے لیے کوئی اور آدمی اپنے آپ کو پیش کر رہا ہے۔

[۱۷] یعنی ہر شخص جو کچھ بھی پائے گا اپنے عمل کا پھل پائے گا۔ ایک شخص کے عمل کا پھل دوسرے کو نہیں مل سکتا اور کوئی شخص سعی و عمل کے بغیر کچھ نہیں پا سکتا۔

[۱۸] یعنی خوشی اور غم دونوں کے اسباب اسی کی طرف سے ہیں اچھی اور بُری قسمت کا سر رشتہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی دوسری ہستی اس کائنات میں ایسی نہیں ہے جو قسمتوں کے بنانے اور بگاڑنے میں کسی قسم کا دخل رکھتی ہو۔

[۱۹] شِعرٰی آسمان کا روشن ترین تارا ہے مصر اور عرب کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ تارا انسانوں کی قسمت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی بنا پر یہ ان کے معبُودوں میں شامل تھا۔

[۲۰] اوندھی گرنے والی بستیوں سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں اور ''چھا دیا ان پر جو کچھ چھا دیا'' سے مراد غالباً بحرِ مُردار کا پانی ہے جو ان کی بستیوں کے زمین میں دھنس جانے کے بعد ان پر پھیل گیا تھا اور آج تک وہ اس علاقے پر چھایا ہُوا ہے۔

تو اِس کے معنی یہ ہونگے کہ ہم بہک گئے ہیں اور ہماری عقل ماری گئی ہے۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص تھا جس پر خدا کا ذِکر نازل کیا گیا؟ نہیں، بلکہ یہ پرلے درجے کا جُھوٹا اور بَرخودِ غلط ہے"۔ (ہم نے اپنے پیغمبر سے کہا) "کل ہی انھیں معلوم ہُوا جاتا ہے کہ کون پرلے درجے کا جُھوٹا اور بَرخودِ غلط ہے۔ ہم اونٹنی کو اِن کے لیے فتنہ بنا کر بھیج رہے ہیں۔ اب ذرا صبر کے ساتھ دیکھ کہ ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اِن کو جتا دے کہ پانی اِن کے اور اُونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنی باری کے دن پانی پر آئے گا"۔ [۴] آخر کار اُن لوگوں نے اپنے آدمی کو پُکارا اور اُس نے اِس کام کا بیڑا اُٹھایا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ پھر دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اُن پر بس ایک ہی دھما کا چھوڑا اور وہ باڑے والے کی رَوندی ہوئی باڑھ کی طرح بُھس ہو کر رہ گئے۔ [۵] ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

لُوطؑ کی قوم نے تنبیہات کو جھٹلایا اور ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہَوا اس پر بھیج دی۔ صرف لُوطؑ کے گھر والے اُس سے محفوظ رہے۔ اُن کو ہم نے اپنے فضل سے رات کے پچھلے پہر بچا کر نکال دیا۔ یہ جزا دیتے ہیں ہم ہر اُس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔ لُوطؑ نے اپنی قوم کے لوگوں کو ہماری پکڑ سے خبردار کیا مگر وہ ساری تنبیہات کو مشکوک سمجھ کر باتوں میں اُڑاتے رہے۔ پھر اُنھوں نے اُسے اپنے مہمانوں کی

---

[۱] یعنی چاند کا پھٹ جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت قریب ہے اور اس کا برپا ہو جانا ہر وقت ممکن ہے۔ یہ فقرہ اور بعد کا مضمون صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس وقت واقعی چاند پھٹ گیا تھا۔ جن لوگوں نے اس واقعہ کو آنکھوں سے دیکھا تھا ان کا بیان ہے کہ چودھویں رات کو طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد یکا یک چاند پھٹ گیا اور اس کے دو ٹکڑے سامنے کی پہاڑی کے دو طرف نظر آئے، پھر ایک ہی لحظہ کے بعد دونوں جُڑ گئے۔ احادیث کی رُو سے واعظین کے اس بیان کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کے اشارے سے رُونما ہُوا تھا یا کفارِ مکہ نے معجزے کا مطالبہ کیا تھا اور اس پر یہ معجزہ دکھایا گیا۔

[۲] مراد ہے وہ کشتی جو طوفان کی آمد سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق حضرت نوحؑ نے بنالی تھی۔

[۳] مطلب یہ ہے کہ نصیحت کا ایک ذریعہ تو ہیں وہ عبرتناک عذاب جو سرکش قوموں پر نازل ہوئے اور دوسرا ذریعہ ہے یہ قرآن جو دلائل اور وعظ و تلقین سے تم کو سیدھا راستہ بتا رہا ہے۔ اس ذریعہ کے مقابلے میں نصیحت کا یہ ذریعہ زیادہ آسان ہے پھر کیوں تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور عذاب ہی دیکھنے پر اصرار کیے جاتے ہو؟

[۴] یہ تشریح ہے اس ارشاد کی کہ "ہم اونٹنی کو ان کے لیے فتنہ بنا کر بھیج رہے ہیں"۔ وہ فتنہ یہ تھا کہ یکا یک ایک اونٹنی لا

حفاظت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ آخر کار ہم نے اُن کی آنکھیں مونددیں کہ چکھو اب میرے عذاب اور میری تنبیہات کا مزا۔ صبح سویرے ہی ایک اٹل عذاب نے اُن کو آ لیا۔ چکھو مزا اب میرے عذاب کا اور میری تنبیہات کا۔ ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ع

اور آلِ فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئی تھیں، مگر انھوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جُھٹلا دیا۔ آخر کو ہم نے انھیں پکڑا جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑا کرتا ہے۔

کیا تمھارے کُفّار کچھ اُن لوگوں سے بہتر ہیں؟[۶] یا آسمانی کتابوں میں تمھارے لیے کوئی مُعافی لکھی ہوئی ہے؟ یا اِن لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں، اپنا بچاؤ کر لیں گے؟ عن قریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ بلکہ اِن سے نمٹنے کے لیے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے، اور وہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔ یہ مُجرِم لوگ درحقیقت غلط فہمی میں مُبتلا ہیں اور اِن کی عقل ماری گئی ہے۔ جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اُس روز اِن سے کہا جائے گا کہ اب چکھو جہنّم کی لپٹ کا مزا۔

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ [۷] پیدا کی ہے، اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے اور پلک جھپکاتے وہ عمل میں آ جاتا ہے تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں، پھر ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

کر ان کے سامنے کھڑی کر دی گئی اور ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک دن یہ اکیلی پانی پیے گی اور دوسرے دن تم سب لوگ اپنے لیے اور اپنے جانوروں کے لیے پانی لے سکو گے۔ اس کی باری کے دن تم میں سے کوئی شخص کسی چشمے اور کنوئیں پر نہ خود پانی لینے کے لیے آئے، نہ اپنے جانوروں کو پلانے کے لیے لائے۔ یہ چیلنج اس شخص کی طرف سے دیا گیا تھا جس کے متعلق وہ خود کہتے تھے کہ یہ کوئی لاؤ لشکر نہیں رکھتا نہ کوئی بڑا جتھا اس کی پُشت پر ہے۔

[۵] جو لوگ مویشی پالتے ہیں وہ اپنے جانوروں کے باڑوں کو محفوظ کرنے کے لیے لکڑیوں اور جھاڑیوں کی ایک باڑھ بنا دیتے ہیں۔ اس باڑھ کی جھاڑیاں رفتہ رفتہ سوکھ کر جھڑ جاتی ہیں اور جانوروں کی آمد و رفت سے پامال ہو کر ان کا بُرادہ بن جاتا ہے قومِ ثمود کی کچلی ہوئی بوسیدہ لاشوں کو اسی بُرادے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

[۶] خطاب ہے قریش کے لوگوں سے۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں آخر کیا خوبی ہے، کون سے لعل تمہارے لٹکے ہوئے ہیں کہ جس کفر اور تکذیب اور ہٹ دھرمی کی رَوِش پر دوسری قوموں کو سزا دی جا چکی ہے وہی رَوِش تم اختیار کرو تو تمھیں سزا نہ دی جائے؟

CS CamScanner

جو کچھ اِنھوں نے کیا ہے وہ سب دفتروں میں درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔

نافرمانی سے پرہیز کرنے والے یقیناً باغوں اور نہروں میں ہوں گے، سچّی عزّت کی جگہ، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب۔

سُورۂ رحمٰن (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

نہایت مہربان (خدا) نے اِس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

سُورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں اور تارے اور درخت سب سجدہ ریز ہیں۔[۱] آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کردی۔[۲] اِس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو، اِنصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔[۳]

زمین کو اُس نے سب مخلوقات کے لیے بنایا۔ اس میں ہر طرح کے بکثرت لذیذ پھل ہیں۔ کھجور کے درخت ہیں جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں طرح طرح کے غلّے ہیں جن میں بُھوسا بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی۔ پس اے جنّ و اِنس تم اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[۴]

اِنسان کو اس نے ٹھیکری جیسے سُوکھے سڑے گارے سے بنایا

---

[۷] یعنی دنیا کی کوئی چیز بھی الل ٹپ نہیں پیدا کردی گئی ہے، بلکہ ہر چیز کی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق وہ ایک مقرّرہ وقت پر بنتی ہے، ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے ایک خاص حد تک نشو و نما پاتی ہے، ایک خاص مدّت تک باقی رہتی ہے اور ایک خاص وقت پر ختم ہوجاتی ہے۔

[۱] یعنی تابع فرمان ہیں، اللہ کے حکم سے بال برابر سرتابی نہیں کرسکتے۔

[۲] قریب قریب تمام مفسرین نے یہاں میزان (ترازو) سے مراد عدل لیا ہے اور میزان قائم کرنے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اس پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔

[۳] یعنی چونکہ تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر قائم کیا گیا ہے، اس لیے تمھیں بھی عدل پر قائم ہونا چاہیے۔ جس دائرے میں تمھیں اختیار دیا گیا ہے اس میں اگر تم بے انصافی کروگے تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔

[۴] اصل میں لفظ آلاء استعمال ہُوا ہے جسے آگے کی آیتوں میں بار بار دہرایا گیا ہے اور ہم نے مختلف مقامات

CS CamScanner

اور جن کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا۔ پس اے جن و انس تم اپنے ربّ کے کن کن عجائب قدرت کو جھٹلاؤ گے؟

دونوں مشرق اور دونوں مغرب، [۵] سب کا مالک و پروردگار وہی ہے۔ پس اے جن و انس، تم اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں، پھر بھی اُن کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ پس اے جن و انس، تم اپنے ربّ کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے؟ ان سمندروں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ پس اے جن و انس، تم اپنے ربّ کی قدرت کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے؟

اور یہ جہاز اُسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اُونچے اُٹھے ہوئے ہیں۔ پس اے جن و انس، تم اپنے ربّ کے کن کن احسانات کو جھٹلاؤ گے؟ ع

ہر چیز جو اِس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے ربّ کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔ پس اے جن و انس، تم اپنے ربّ کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے۔ زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہیں سب اپنی حاجتیں اُسی سے مانگ رہے ہیں۔ ہر آن وہ نئی شان میں ہے۔ [۶] پس اے جن و انس تم اپنے ربّ کی کن کن صفات حمیدہ کو جھٹلاؤ گے؟

اے زمین کے بوجھو، [۷] عن قریب ہم تم سے باز پُرس کرنے کے لیے فارغ ہوئے جاتے ہیں، [۸] (پھر دیکھ لیں گے) کہ تم اپنے ربّ کے کن کن احسانات کو جھٹلاتے ہو؟ اے گروہِ جن و

پر اس کا مفہوم مختلف الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اس کے معنی نعمتوں کے بھی ہیں، کمالاتِ قدرت کے بھی، اور اوصاف حمیدہ کے بھی۔ ہر مقام پر اس کا وہ مفہوم لیا جائے گا جو سیاق و سباق سے مناسبت رکھتا ہو۔

[۵] دو مشرقوں اور دو مغربوں سے مراد جاڑے کے چھوٹے سے چھوٹے دن اور گرمی کے بڑے سے بڑے دن کے مشرق و مغرب بھی ہو سکتے ہیں اور زمین کے دونوں نصف کُرّوں کے مشرق و مغرب بھی۔

[۶] یعنی ہر وقت اس کارگاہِ عالم میں اس کی کار فرمائی کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے اور وہ بے حد و حساب چیزیں نئی سے نئی وضع اور شکل اور اوصاف کے ساتھ پیدا کر رہا ہے۔ اس کی دنیا کبھی ایک حال پر نہیں رہتی۔ ہر لحہ اس کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور اس کا خالق ہر بار اسے ایک نئی صورت سے ترتیب دیتا ہے جو پچھلی تمام صورتوں سے مختلف ہوتی ہے۔

[۷] اصل میں لفظ ثَقَلٰن استعمال ہُوا ہے۔ ثقل اس بار کو کہتے ہیں جو سواری پر لدا ہُوا ہو۔ ثَقَلٰن کا لفظی ترجمہ ہوگا "دو

اِنس، اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ نہیں بھاگ سکتے۔ اس کے لیے بڑا زور چاہیے۔[۹] اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو تم جھٹلاؤ گے؟ (بھاگنے کی کوشش کرو گے تو) تم پر آگ کا شُعلہ اور دُھواں چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔ اے جِنّ و اِنس، تم اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کا انکار کرو گے؟

پھر (کیا بنے گی اُس وقت) جب آسمان پھٹے گا[۱۰] اور لال چمڑے کی طرح سُرخ ہو جائے گا؟ اَے جِنّ و اِنس (اُس وقت) تم اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اُس روز کسی انسان اور کسی جِنّ سے اُس کا گناہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی، پھر (دیکھ لیا جائے گا کہ) تم دونوں گروہ اپنے ربّ کے کن کن احسانات کا انکار کرتے ہو۔ مُجرم وہاں اپنے چہروں سے پہچان لیے جائیں گے اور انھیں پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔ (اُس وقت) تم اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (اُس وقت کہا جائے گا) یہ وہی جہنّم ہے جس کو مُجرمین جُھوٹ قرار دیا کرتے تھے۔ اُسی جہنّم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان وہ گردش کرتے رہیں گے۔ پھر اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو تم جھٹلاؤ گے؟ ع

اور ہر اُس شخص کے لیے جو اپنے ربّ کے حضُور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو[۱۱] دو باغ ہیں۔ اپنے ربّ کے کن کن اِنعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

لدے ہوئے بوجھ"۔ اس جگہ یہ لفظ جِنّ و انس کے لیے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں زمین پر لدے ہوئے ہیں اور چونکہ خطاب ان جِنّوں اور انسانوں سے ہو رہا ہے جو اپنے ربّ کی اطاعت و بندگی سے منحرف ہیں اس لیے ان کو "اے زمین کے بوجھو" کہہ کر خطاب فرمایا گیا ہے، گویا خالق اپنی مخلوق کے ان دونوں نالائق گروہوں سے فرما رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو میری زمین پر بار بنے ہوئے ہو، عنقریب میں تمہاری خبر لینے کے لیے فارغ ہوا جاتا ہوں۔

[۸] اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ایسا مشغول ہے کہ اُسے اِن نافرمانوں سے بازپُرس کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔ بلکہ اِس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص اوقات نامہ مقرّر کر رکھا ہے جس کے مطابق ابھی انسانوں اور جِنّوں سے آخری بازپُرس کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔

[۹] زمین اور آسمانوں سے مراد ہے کائنات، یا بالفاظِ دیگر خدا کی خدائی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی گرفت سے بچ نکلنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ جس بازپُرس کی تمہیں خبر دی جا رہی ہے اس کا وقت آنے پر تم خواہ کسی جگہ بھی ہو بہرحال پکڑ لائے جاؤ گے۔ اس سے بچنے کے لیے تمہیں اللہ کی خدائی سے بھاگ نکلنا ہوگا اور اس کا بَل بُوتا تم میں نہیں ہے۔ اگر ایسا گھمنڈ تم اپنے دل میں رکھتے ہو تو اپنا زور لگا کر دیکھ لو۔

[۱۰] آسمان کے پھٹنے سے مراد ہے بندشِ افلاک کا کھل جانا، نظامِ عالم کا دَرہم برہم ہو جانا، ستاروں اور

CS CamScanner

ہری بھری ڈالیوں سے بھرپُور۔ اپنے ربّ کے کن کن انعاماتِ کو تم جھٹلاؤ گے؟ دونوں باغوں میں دو چشمے رواں۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو قسمیں۔[۱۲] اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ جنّتی لوگ ایسے فرشوں پر تکیے لگا کے بیٹھیں گے جن کے اَستر دبیز ریشم کے ہوں گے، اور باغوں کی ڈالیاں پھلوں سے جُھکی پڑ رہی ہوں گی۔ اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ اِن نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہوں والیاں ہوں گی[۱۳] جنھیں اِن جنّتیوں سے پہلے کبھی کسی انسان یا جِن نے نہ چُھوا ہوگا۔[۱۴] اپنے ربّ کے کن کن اِنعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ ایسی خوب صورت جیسے ہیرے اور موتی۔ اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے۔؟

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اے جِنّ و اِنس، اپنے ربّ کے کن کن اوصافِ حمیدہ کا تم انکار کرو گے؟ اور اُن دو باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہوں گے۔[۱۵] اپنے ربّ کے کن کِن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ گھنے سر سبز و شاداب باغ۔ اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ دونوں باغوں میں دو چشمے فواروں کی طرح اُبلتے ہوئے۔

سیاروں کا بکھر جانا۔

[۱۱] یعنی جس نے دنیا میں خدا سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کی ہو اور یہ سمجھتے ہوئے کام کیا ہو کہ ایک روز مجھے اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

[۱۲] اس کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں باغوں کے پھلوں کی شان نرالی ہوگی۔ ایک باغ میں جائے گا تو ایک شان کے پھل اس کی ڈالیوں میں لدے ہوئے ہوں گے۔ دوسرے باغ میں جائے گا تو اس کے پھلوں کی شان کچھ اور ہی ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر باغ میں ایک قسم کے پھل معروف ہوں گے جن سے وہ دنیا میں بھی آشنا تھا، خواہ مزے میں وہ دنیا کے پھلوں سے کتنے ہی فائق ہوں اور دوسری قسم کے پھل نادر ہوں گے جو دنیا میں کبھی اس کے خواب و خیال میں بھی نہ آئے تھے۔

[۱۳] یہ عورت کی اصل خوبی ہے کہ وہ بے شرم اور بیباک نہ ہو بلکہ نظر میں حیا رکھتی ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنّت کی نعمتوں کے درمیان عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کے حُسن و جمال کی نہیں بلکہ ان کی حیاداری اور عفت مآبی کی تعریف فرمائی ہے۔ حسین عورتیں تو مخلوط کلبوں اور فلمی نگار خانوں میں

اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ اُن میں بکثرت پھل اور کھجوریں اور انار۔ اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ اُن نعمتوں کے درمیان خوب سیرت اور خوب صورت بیویاں۔ اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ خیموں میں ٹھیرائی ہوئی حُوریں۔[۱۶] اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جُھٹلاؤ گے؟ اِن جنّتیوں سے پہلے کبھی کسی اِنسان یا جِن نے اُن کو نہ چُھوا ہوگا۔ اپنے ربّ کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟ وہ جنّتی سبز قالینوں اور نفیس و نادر فرشوں پر تکیے لگا کے بیٹھیں گے۔ اپنے ربّ کے کن کن اِنعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

بڑی برکت والا ہے تیرے ربِّ جلیل و کریم کا نام۔ ع

سُورۂ واقعہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا تو کوئی اس کے وقُوع کو جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ وہ تہ و بالا کر دینے والی آفت ہوگی، زمین اُس وقت یکبارگی ہلا ڈالی جائے گی[۱] اور پہاڑ اِس طرح ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے کہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے۔ تم لوگ اس وقت تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے دائیں بازو والے، سو دائیں بازو والوں (کی خوش نصیبی) کا کیا کہنا۔

جمع ہو جاتی ہیں اور حُسن و جمال کے مقابلوں میں تو چھانٹ چھانٹ کر ایک سے ایک حسین عورت لائی جاتی ہے مگر بدذوق اور بدقوارہ آدمی ہی ان میں دلچسپی لے سکتا ہے۔ کسی شریف آدمی کو وہ حسن اپیل نہیں کر سکتا جو ہر بدنظر کو دعوتِ نظارہ دے اور ہر آغوش کی زینت بننے کے لیے تیار ہو۔

[۱۴] اس سے معلوم ہُوا کہ جنّت میں نیک انسانوں کی طرح نیک جن بھی داخل ہوں گے۔ انسانوں کے لیے انسان عورتیں ہوں گی اور جنّوں کے لیے جن عورتیں۔ اور خدا کی قدرت سے وہ سب کنواری بنادی جائیں گی۔

[۱۵] غالبًا پہلے دو باغ قیام گاہ ہوں گے اور دوسرے دو باغ تفریح گاہ۔

[۱۶] خیموں سے مراد غالبًا اس طرح کے خیمے ہیں جیسے اُمرا و رُوساء کے لیے سیرگاہوں میں لگائے جاتے ہیں۔ ان سیرگاہوں میں جگہ جگہ خیمے لگے ہوں گے جن میں حُوریں ان کے لیے لطف و لذّت کا سامان فراہم کریں گی۔

[۱] یعنی وہ کوئی مقامی زلزلہ نہ ہوگا بلکہ پوری زمین بیک وقت ہلا ڈالی جائے گی۔

اور بائیں بازو والے، تو بائیں بازو والوں (کی بدنصیبی) کا کیا ٹھکانا۔ اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں۔ وہی تو مُقرّب لوگ ہیں۔ نعمت بھری جنّتوں میں رہیں گے۔ اگلوں میں سے بہت، ہوں گے اور پچھلوں میں سے کم۔ مُرصّع تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ اُن کی مجلسوں میں اَبدی لڑکے [۲] شراب چشمہء جاری سے لبریز پیالے اور کنٹر اور ساغر لیے دوڑتے پھرتے ہوں گے جسے پی کر نہ اُن کا سر چکرائے گا نہ اُن کی عقل میں فتور آئے گا۔ اور وہ ان کے سامنے طرح طرح کے لذیذ پھل پیش کریں گے کہ جسے چاہیں چُن لیں، اور پرندوں کے گوشت پیش کریں گے کہ جس پرندے کا چاہیں استعمال کریں۔ اور ان کے لیے خوب صُورت آنکھوں والی حُوریں ہونگی، ایسی حسین جیسے چُھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب کچھ اُن اعمال کی جزا کے طور پر انھیں ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ وہاں وہ کوئی بیہودہ کلام یا گناہ کی بات نہ سُنیں گے۔ جو بات بھی ہوگی ٹھیک ٹھیک ہوگی۔

اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں (کی خوش نصیبی) کا کیا کہنا۔ وہ بے خار بیریوں، [۳] اور تہ بر تہ چڑھے ہوئے کیلوں، اور دُور تک پھیلی ہوئی چھاؤں، اور ہر دم رواں پانی، اور کبھی ختم نہ ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں، اور اُونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔ اُن کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے

---

[۲] اس سے مراد ہیں ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اُن کی عمر ہمیشہ ایک ہی حالت پر ٹھہری رہے گی۔

[۳] یعنی ایسی بیریاں جن کے درختوں میں کانٹے نہ ہوں گے۔ بیر جتنے اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں، ان کے درختوں میں کانٹے اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔ اسی لیے جنّت کے بیروں کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے کہ ان کے درخت بالکل ہی کانٹوں سے خالی ہوں گے، یعنی ایسی بہترین قسم کے ہوں گے جو دُنیا میں نہیں پائی جاتی۔

پیدا کریں گے اور اُنھیں باکرہ بنا دیں گے، اپنے شوہروں کی عاشق اور عمر میں ہم سِن۔ یہ کچھ دائیں بازو والوں کے لیے ہے۔ع وہ اگلوں میں سے بھی بہت ہوں گے اور پچھلوں میں سے بھی بہت۔

اور بائیں بازو والے، بائیں بازو والوں (کی بدنصیبی) کا کیا پُوچھنا۔ وہ لُو کی لَپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اِس انجام کو پہنچنے سے پہلے خوش حال تھے اور گناہِ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔ کہتے تھے "کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے تو پھر اُٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی اُٹھائے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں"؟ اے نبیؐ، اِن لوگوں سے کہو، یقیناً اگلے اور پچھلے سب ایک دن ضرور جمع کیے جانے والے ہیں جس کا وقت مقرر کیا جا چکا ہے۔ پھر اَے گُمراہو اور جُھٹلانے والو، تم زَقُّوم کے درخت کی غذا کھانے والے ہو۔ اُسی سے تم پیٹ بھرو گے اور اُوپر سے کَھولتا ہُوا پانی تَونس لگے ہوئے اُونٹ کی طرح پیو گے۔ یہ ہے (ان بائیں بازو والوں) کی ضیافت کا سامان روزِ جزا میں۔

ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے پھر کیوں تصدیق نہیں کرتے؟[۴] کبھی تم نے غور کیا، یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو، اس سے بچہ تم بناتے ہو یا اُس کے بنانے والے ہم ہیں؟

---

[۴] یعنی اس بات کی تصدیق کہ ہم ہی تمہارے ربّ اور معبود ہیں اور ہم تمھیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔

ہم نے تمھارے درمیان موت کو تقسیم کیا ہے، اور ہم اِس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمھاری شکلیں بدل دیں۔ اور کسی ایسی شکل میں تمھیں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے۔ اپنی پہلی پیدائش کو تو تم جانتے ہی ہو، پھر کیوں سبق نہیں لیتے؟

کبھی تم نے سوچا، یہ بیج جو تم بوتے ہو، ان سے کھیتیاں تم اُگاتے ہو یا اُن کے اُگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو اِن کھیتیوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو اُلٹی چٹی پڑ گئی، بلکہ ہمارے تو نصیب ہی پھوٹے ہوئے ہیں۔

کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا، یہ پانی جو تم پیتے ہو، اِسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اِس کے برسانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں، پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے؟

کبھی تم نے خیال کیا، یہ آگ جو تم سُلگاتے ہو، اِس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے، یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟۔ [۵] ہم نے اُس کو یاد دہانی کا ذریعہ اور حاجت مندوں کے لیے سامانِ زیست بنایا ہے۔

پس اے نبیؐ، اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔ [۶]

پس نہیں، [۷] میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مواقع کی، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، کہ یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے، [۸] ایک محفوظ کتاب میں ثبت، جسے مُطَہَّرین کے سِوا کوئی چُھو نہیں سکتا۔ [۹] یہ ربُّ العالمین کا نازل کردہ ہے۔

---

[۵] یعنی جن درختوں کی لکڑیوں سے تم آگ جلاتے ہو ان کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے؟

[۶] یعنی اس کا مبارک نام لے کر یہ اظہار و اعلان کرو کہ وہ ان تمام عیوب و نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے جو کفار و مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جو کفر و شرک کے ہر عقیدے اور منکرینِ آخرت کے ہر استدلال میں مضمر ہیں۔

[۷] یعنی بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھے بیٹھے ہو۔ یہاں قرآن کے مِن جانبِ اللّٰہ ہونے پر قسم کھانے سے پہلے لفظ لا کا استعمال خود یہ ظاہر کر رہا ہے کہ لوگ اس کتابِ پاک کے متعلق کچھ باتیں بنا رہے تھے جن کی تردید کرنے کے لیے یہ قسم کھائی جا رہی ہے۔

[۸] تاروں اور سیاروں کے مواقع سے مراد ان کے مقامات، اِن کی منزلیں اور ان کے مدار ہیں۔ اور قرآن کے بلند پایہ کتاب ہونے پر ان کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ عالمِ بالا میں اجرامِ فلکی کا نظام جیسا محکم اور مضبوط ہے ویسا ہی مضبوط اور محکم یہ کلام بھی ہے۔ جس اللّٰہ نے وہ نظام بنایا ہے اُسی اللّٰہ نے یہ کلام بھی نازل کیا ہے۔

[۹] یعنی یہ پاک فرشتوں کے ذریعے سے آیا ہے شیاطین کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

پھر کیا اِس کلام کے ساتھ تم بے اِعتنائی برتتے ہو، اور اس نعمت میں اپنا حصّہ تم نے یہ رکھا ہے کہ اِسے جھٹلاتے ہو؟

اب اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو اور اپنے اس خیال میں سچّے ہو، تو جب مرنے والے کی جان حلق تک پہنچ چکی ہوتی ہے اور تم آنکھوں دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ مر رہا ہے، اُس وقت اُس کی نکلتی ہوئی جان کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اُس وقت تمھاری بہ نسبت ہم اُس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے۔ پھر وہ مرنے والا اگر مقرَّبِینَ میں سے ہو تو اُس کے لیے راحت اور عمدہ رزق اور نعمت بھری جنّت ہے۔ اور اگر وہ اصحابِ یمین میں سے ہو تو اس کا استقبال یُوں ہوتا ہے کہ سلام ہے تجھے، تُو اصحاب الیمین میں سے ہے۔ اور اگر وہ جُھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہو تو اس کی تواضع کے لیے کھولتا ہُوا پانی ہے اور جہنّم میں جھونکا جانا۔

یہ سب کچھ قطعی حق ہے، پس اے نبیؐ، اپنے رَبِّ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔[۱۰] ع

سورۃ حَدِیدَ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اُس چیز نے جو زمین اور آسمانوں میں ہے، اور وہی زبردست اور دانا ہے۔

---

[۱۰] اسی ہدایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیم کہا جائے۔

زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی، اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، [۱] اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ فرما ہُوا۔ اُس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ [۲] وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اُسے وہ دیکھ رہا ہے۔ وہی زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے اور تمام معاملات فیصلے کے لیے اُسی کی طرف رجوع کیے جاتے ہیں۔ وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور دلوں کے چُھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسُولؐ [۳] پر اور خرچ کرو اُن چیزوں میں سے جن پر اُس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسُولؐ تمھیں اپنے ربّ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے [۴] اور وہ تم سے عہد لے چکا ہے [۵] اگر تم واقعی ماننے والے ہو۔

---

[۱] یعنی جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا اور جب کچھ نہ رہے گا تو وہ رہے گا۔ وہ سب ظاہروں سے بڑھ کر ظاہر ہے کیوں کہ دنیا میں جو کچھ بھی ظہور ہے اسی کی صفات اور اسی کے افعال اور اسی کے نُور کا ظہور ہے اور وہ ہر مخفی سے بڑھ کر مخفی ہے، کیونکہ حواس سے اس کی ذات کو محسوس کرنا تو در کنار، عقل و فکر و خیال تک اس کی کُنہ و حقیقت کو نہیں پا سکتے۔

[۲] بالفاظِ دیگر وہ محض کلیات ہی کا عالم نہیں ہے بلکہ جزئیات کا علم بھی رکھتا ہے۔ ایک ایک دانہ جو زمین کی تہوں میں جاتا ہے، ایک ایک پتّی اور کونپل جو زمین سے پھوٹتی ہے بارش کا ایک ایک قطرہ جو آسمان سے گرتا ہے اور بخارات کی ہر مقدار جو سمندروں اور جھیلوں سے اُٹھ کر آسمان کی طرف جاتی ہے۔ اس کی نگاہ میں ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کونسا دانہ زمین میں کس جگہ پڑا ہے، تبھی تو وہ اسے پھاڑ کر اس میں سے کونپل نکالتا ہے اور اسے پرورش کر کے بڑھاتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ بخارات کی کتنی مقدار کہاں سے اٹھی ہے اور کہاں پہنچی ہے، تبھی تو وہ ان سب کو جمع کر کے بادل بناتا ہے اور زمین کے مختلف حصّوں میں بانٹ کر ہر جگہ ایک حساب سے بارش برساتا ہے۔

[۳] یہاں ایمان لانے سے مراد محض زبانی اقرار اسلام نہیں بلکہ سچے دل سے ایمان لانا ہے۔

[۴] یہاں بھی ایمان لانے سے مراد سچے دل سے ایمان لانا ہے۔

[۵] یعنی اطاعت کا عہد۔

وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے پر صاف صاف آیتیں نازل کر رہا ہے تاکہ تمھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔[۶] تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے۔ اُن کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں۔[۷] جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ع

کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے، اور اُس کے لیے بہترین اَجر ہے۔[۸] اُس دن جب کہ تم مومن مَردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نُور اُن کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا۔[۹] (ان سے کہا جائے گا کہ) ''آج بشارت ہے تمھارے لیے''۔ جنّتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔ اُس روز منافق مَردوں اور عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مومنوں سے کہیں گے

---

[۶] اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ مال تمہارے پاس ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے، ایک دن تمھیں لازماً اسے چھوڑ کر ہی جانا ہے اور اللہ ہی اس کا وارث ہونے والا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے تم کو کسی فقر اور تنگ دستی کا اندیشہ لاحق نہ ہونا چاہیے کیونکہ جس خدا کی خاطر تم اسے خرچ کرو گے وہ زمین و آسمان کے سارے خزانوں کا مالک ہے، اس کے پاس تمھیں دینے کو بس اتنا ہی کچھ نہ تھا جو اس نے آج تمھیں دے رکھا ہے، بلکہ کل وہ تمھیں اس سے بہت زیادہ دے سکتا ہے۔

[۷] اس سے معلوم ہوا کہ جب کبھی اسلام پر ایسا وقت آ جائے جس میں کُفر اور کفّار کا پلڑا بہت بھاری ہو اور بظاہر اسلام کے غلبہ کے آثار دُور دُور تک نظر نہ آتے ہوں، اس وقت جو لوگ اسلام کی حمایت میں جانیں لڑائیں اور مال خرچ کریں ان کے مرتبے کو وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے جو کفر و اسلام کی کشمکش کا فیصلہ اسلام کے حق میں ہو جانے کے بعد قربانیاں دیں۔

[۸] یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ آدمی اگر اس کے بخشے ہوئے مال کو اسی کی راہ میں صرف کرے تو اسے وہ اپنے ذمّہ قرض قرار دیتا ہے، بشرطیکہ وہ قرضِ حَسَن (اچھا قرض) ہو یعنی خالص نیت کے ساتھ کسی ذاتی غرض کے بغیر دیا جائے۔ اس قرض کے متعلق اللہ کے دو وعدے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اس کو کئی گنا

"ذرا ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم تمھارے نُور سے کچھ فائدہ اٹھائیں"۔ مگر اُن سے کہا جائے گا "پیچھے ہٹ جاؤ، اپنا نُور کہیں اور تلاش کرو۔" پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائیگی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اُس دروازے کے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب۔ وہ مومنوں سے پُکار پُکار کر کہیں گے "کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے"؟ مومن جواب دیں گے، "ہاں، مگر تم نے اپنے آپ کو خود فتنے میں ڈالا، موقع پرستی کی، شک میں پڑے رہے، اور جھوٹی توقعات تمھیں فریب دیتی رہیں، یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا، اور آخر وقت تک وہ بڑا دھوکے باز (شیطان) تمھیں اللہ کے معاملہ میں دھوکا دیتا رہا۔ لہٰذا آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اُن لوگوں سے جنھوں نے کُھلا کُھلا کُفر کیا تھا۔ تمھارا ٹھکانا جہنّم ہے، وہی تمھاری خبر گیری کرنے والی ہے اور یہ بدترین انجام ہے"۔

کیا ایمان لانے والوں [۱۰] کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دِل اللہ کے ذِکر سے پگھلیں، اور اُس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت اُن پر گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور آج اُن میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟ خوب جان لو کہ اللہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے، [۱۱] ہم نے نشانیاں تم کو صاف صاف دکھا دی ہیں، شاید کہ تم عقل سے کام لو۔

بڑھا چڑھا کر واپس دیگا، دوسرے یہ کہ وہ اس پر اپنی طرف سے بہترین اجر بھی عطا فرمائے گا۔

[۹] یہاں ایک سوال آدمی کے ذہن میں کھٹک پیدا کر سکتا ہے۔ وہ یہ کہ آگے نُور کا دوڑنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر نُور کا صرف دائیں جانب دوڑنا کیا معنیٰ؟ کیا ان کے بائیں جانب تاریکی ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنے دائیں ہاتھ پر روشنی لیے ہوئے چل رہا ہو تو اس سے روشن تو بائیں جانب بھی ہوگی مگر امرِ واقعہ یہی ہوگا کہ روشنی اس کے دائیں ہاتھ پر ہے۔

[۱۰] یہاں "ایمان لانے والوں" سے مراد تمام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کا وہ خاص گروہ ہے جو ایمان کا اقرار کر کے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں شامل ہو گیا تھا اور اس کے باوجود اسلام کے درد سے اس کا دل خالی تھا۔

[۱۱] یہاں جس مناسبت سے یہ بات ارشاد ہوئی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر نبوّت اور کتاب کے نزول کو بارش کی برکات سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ انسانیت پر اس کے وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو زمین پر بارش کے ہوا کرتے ہیں۔ جس زمین میں کچھ بھی روئیدگی کی صلاحیت ہوتی ہے وہ لہلہا اٹھتی ہے، البتہ بنجر زمین جیسی تھی ویسی ہی بنجر پڑی رہتی ہے۔

مَردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں [۱۲] اور جنھوں نے اللہ کو قرضِ حَسَن دیا ہے، اُن کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور اُن کے لیے بہترین اَجر ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسُولوں پر ایمان لائے ہیں وہی اپنے رَبّ کے نزدیک صدّیق [۱۳] اور شہید ہیں، [۱۴] اُن کے لیے اُن کا اَجر اور اُن کا نُور ہے، اور جن لوگوں نے کُفر کیا ہے اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہے وہ دوزخی ہیں۔ ع

خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اِس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دُوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اُس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے پھر وہی کھیتی پک جاتی ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہوگئی۔ پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔ دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رَبّ کی مغفرت اور اُس جنّت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے، [۱۵] جو مہیا کی گئی ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسُولوں پر ایمان لائے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑے **فضل** والا ہے۔

---

[۱۲] صدَقہ اردو زبان میں تو بہت ہی بُرے معنوں میں بولا جاتا ہے مگر اسلام کی اصطلاح میں یہ اس عطیے کو کہتے ہیں جو سچے دل اور خالص نیت کے ساتھ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا جائے اور جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو نہ کسی پر احسان جتایا جائے۔

[۱۳] یہ صدق کا مبالغہ ہے۔ صادِق سچا، اور صدیق نہایت سچا۔ مراد ہے ایسا راستباز آدمی جس میں کوئی کھوٹ نہ ہو، جو کبھی حق اور راستی سے نہ ہٹا ہو، جس سے یہ توقع ہی نہ کی جاسکتی ہو کہ وہ کبھی اپنے ضمیر کے خلاف کوئی بات کہے گا، جس نے کسی بات کو مانا ہو تو پورے خلوص کے ساتھ مانا ہو اس کی وفاداری کا حق ادا کیا ہو اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہو کہ وہ فی الواقع ویسا ہی ماننے والا ہے جیسا ایک ماننے والے کو ہونا چاہیے۔

[۱۴] شہید سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو اپنے قول اور عمل سے حق کی شہادت دے۔

[۱۵] اس آیت کو سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۳۳ کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے کچھ ایسا تصوّر ذہن میں آتا ہے کہ جنّت میں ایک انسان کو جو باغ اور محلات ملیں گے وہ تو صرف اس کے قیام کے لیے ہوں گے مگر درحقیقت پوری کائنات اس کی سیرگاہ ہوگی۔

کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمھارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اسکو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب (یعنی نوشتۂ تقدیر) میں لکھ نہ رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تا کہ جو کچھ بھی نقصان تمھیں ہو اس پر تم دِل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمھیں عطا فرمائے اُس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں، جو خود بُخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بُخل کرنے پر اُکساتے ہیں۔ اب اگر کوئی رُوگردانی کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

ہم نے اپنے رسُولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ اِنصاف پر قائم ہوں،[۱۶] اور لوہا اُتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے مُنافع ہیں۔[۱۷] یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اُس کو دیکھے بغیر اُس کی اور اُس کے رسُولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوّت والا اور زبردست ہے۔ ع

ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا اور اُن دونوں کی نسل میں نبوّت اور کتاب رکھ دی۔ پھر اُن کی اولاد میں سے کسی نے ہدایت اختیار کی اور بہت سے فاسق ہو گئے۔

---

[۱۶] اس مختصر سے فقرے میں انبیاء علیہم السّلام کے مشن کا پورا لُبِّ لباب بیان کر دیا گیا ہے۔ دنیا میں جتنے رسُول بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے وہ سب تین چیزیں لے کر آئے تھے (۱) بیّنات، یعنی کھلی کھلی نشانیاں، روشن دلائل اور واضح ہدایات (۲) کتاب جس میں وہ ساری تعلیمات لکھ دی گئی تھیں جو انسانوں کی ہدایت کے لیے درکار تھیں تا کہ لوگ رہنمائی کے لیے اس کی طرف رجوع کر سکیں۔ (۳) میزان یعنی وہ معیارِ حق و باطل جو ٹھیک ٹھیک ترازو کی طرح تول تول کر یہ بتا دے کہ افکار، اخلاق اور معاملات میں افراط و تفریط کی مختلف انتہاؤں کے درمیان انصاف کی بات کیا ہے۔

[۱۷] انبیاء علیہم السّلام کے مشن کو بیان کرنے کے معاً بعد یہ فرمانا، خود بخود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں لوہے سے مراد سیاسی اور جنگی طاقت ہے اور کلام کا مدّعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُولوں کو قیامِ عدل کی محض ایک اسکیم پیش کر دینے کے لیے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ بات بھی ان کے مشن میں شامل تھی کہ اس کو عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ قوّت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہو سکے، اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزا دی جا سکے اور اس کی مزاحمت

CS CamScanner

اُن کے بعد ہم نے پے در پے اپنے رسُول بھیجے، اور اُن سب کے بعد عیسیٰؑ ابنِ مریم کو مبعوث کیا اور اُس کو انجیل عطا کی، اور جن لوگوں نے اُس کی پیروی اختیار کی اُن کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا۔ اور رہبانیت [۱۸] اُنھوں نے خود ایجاد کرلی، ہم نے اُسے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں اُنھوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔ اُن میں سے جو لوگ ایمان لائے ہوئے تھے اُن کا اجر ہم نے اُن کو عطا کیا، مگر اُن میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسُول (محمدؐ) پر ایمان لاؤ، اللہ تمھیں اپنی رحمت کا دُہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمھیں وہ نُور بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے، اور تمھارے قصور معاف کر دے گا، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ (تم کو یہ رَوِش اختیار کرنی چاہیے) تاکہ اہلِ کتاب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے فضل پر اُن کا کوئی اجارہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ اللہ کا فضل اس کے اپنے ہی ہاتھ میں ہے، جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ع

سُورۂ مجادلہ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ [۱] نے سُن لی اُس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے۔

کرنے والوں کا زور توڑا جاسکے۔

www.KitaboSunnat.com

[۱۸] رہبانیت کے معنی ہیں تارک الدنیا بن جانا اور دنیوی زندگی سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینا یا گوشہائے عزلت میں جا بیٹھنا۔

[۱] یہ آیات ایک خاتون خَولہ بنتِ ثعلبہ کے معاملے میں نازل ہوئی تھیں جن سے ان کے شوہر نے ظہار کیا تھا۔ اور وہ حضورؐ سے پوچھنے آئی تھیں کہ اسلام میں اس کا کیا حکم ہے اس وقت تک چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں کوئی حکم نہیں آیا تھا اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہو۔ اس پر وہ فریاد کرنے لگیں کہ میری اور میرے بچوں کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔ اسی حالت میں جبکہ وہ رو رو کر حضورؐ سے عرض کر رہی تھیں کہ کوئی صورت ایسی بتائیے جس سے میرا گھر بگڑنے سے بچ جائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور اس مسئلے کا حکم بیان کیا گیا۔

اللہ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا ہے وہ سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کرتے ہیں[۲] اُن کی بیویاں اُن کی مائیں نہیں ہیں، اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے۔ یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھُوٹی بات کہتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔[۳] جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کریں پھر اپنی اُس بات سے رجُوع کریں جو انھوں نے کہی تھی،[۴] تو قبل اِس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اِس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔[۵] اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے قبل اِس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔[۶] اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلائے۔[۷]

یہ حکم اِس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسُولؐ پر ایمان لاؤ۔[۸] یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدّیں ہیں، اور کافروں کے لیے دردناک سزا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسُولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اُسی طرح ذلیل و خوار

---

[۲] عرب میں بسا اوقات یہ صورت پیش آتی تھی کہ شوہر اور بیوی میں لڑائی ہوتی تو شوہر غصّے میں آ کر کہتا کہ "تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ"۔ اس کا اصل مفہوم یہ ہوتا ہے کہ "تجھ سے مباشرت کرنا میرے لیے ایسا ہے جیسے میں اپنی ماں سے مباشرت کروں"۔ اس زمانے میں بھی بہت سے نادان لوگ بیوی سے لڑ جھگڑ کر اس کو ماں، بہن، بیٹی سے تشبیہ دے بیٹھتے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی گویا اب اسے بیوی نہیں بلکہ ان عورتوں کی طرح سمجھتا ہے جو اس کے لیے حرام ہیں۔ اسی فعل کا نام ظِہار ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں اہلِ عرب کے ہاں یہ طلاق، بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید قطعِ تعلق کا اعلان سمجھا جاتا تھا۔

[۳] یعنی یہ حرکت تو ایسی ہے کہ اس پر آدمی کو بہت ہی سخت سزا ملنی چاہیے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے اوّل تو ظِہار کے معاملہ میں جاہلیت کے قانون کو منسوخ کر کے تمہاری خانگی زندگی کو تباہی سے بچا لیا دوسرے اس فعل کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے وہ سزا تجویز کی جو اس جُرم کی ہلکی سے ہلکی سزا ہو سکتی تھی۔

[۴] اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس بات کا تدارک کرنا چاہیں جو انہوں نے کہی تھی۔ دوسرے یہ کہ اس چیز کو اپنے لیے حلال کرنا چاہیں جسے یہ بات کہہ کر انہوں نے حرام کرنا چاہا تھا۔

[۵] یعنی اگر آدمی گھر میں چپکے سے بیوی کے ساتھ ظِہار کر بیٹھے اور پھر کفارہ ادا کیے بغیر میاں اور بیوی کے درمیان حسبِ سابق زوجیت کے تعلقات چلتے رہیں تو چاہے دنیا میں کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہو اللہ کو تو

کر دیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے کے لوگ ذلیل و خوار کیے جا چکے ہیں۔ ہم نے صاف صاف آیات نازل کر دی ہیں، اور کافروں کے لیے ذِلّت کا عذاب ہے۔ اُس دن یہ (ذِلّت کا عذاب ہونا ہے) جب اللّٰہ ان سب کو پھر سے زندہ کر کے اُٹھائے گا اور انھیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔ وہ بُھول گئے ہیں مگر اللّٰہ نے ان کا سب کیا دھرا گن گن کر محفوظ کر رکھا ہے اور اللّٰہ ایک ایک چیز پر شاہد ہے۔ ع

کیا تم کو خبر نہیں ہے [۹] کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اللّٰہ کو علم ہے؟ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور اِن کے درمیان چوتھا اللّٰہ نہ ہو، یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللّٰہ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اِس سے کم ہوں یا زیادہ، جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اللّٰہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتا دے گا کہ اُنھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اللّٰہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جنھیں سرگوشیاں کرنے سے منع کر دیا گیا تھا پھر بھی وہ وہی حرکت کیے جاتے ہیں جس سے اِنھیں منع کیا گیا تھا؟ یہ لوگ چُھپ چُھپ کر آپس میں گناہ اور زیادتی اور رسُولؐ کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں، اور جب تمھارے پاس آتے ہیں تو تمھیں اُس طریقے سے سلام کرتے ہیں جس طرح اللّٰہ نے تم پر سلام نہیں کیا ہے [۱۰] اور اپنے دِلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری ان باتوں پر اللّٰہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا؟

بہر حال اس کی خبر ہو گی۔ اللّٰہ کے مؤاخذہ سے بچ نکلنا ان کے لیے کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

[۶] یعنی مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے جائیں۔ بیچ میں کوئی روزہ نہ چُھوٹے۔

[۷] یعنی دو وقت کا پیٹ بھر کھانا دے، خواہ پکا ہُوا یا سامانِ خوراک کی شکل میں، خواہ ۶۰ آدمیوں کو ایک دن کھلا دیا جائے یا ایک آدمی کو ۶۰ دن کھلایا جائے۔

[۸] یہاں ”ایمان لانے“ سے مراد سچے اور مخلص مومن کا سا رَوَیّہ اختیار کرنا ہے۔

[۹] یہاں سے آیت ۱۰ تک مسلسل منافقین کے اس طرزِ عمل پر گرفت کی گئی ہے جو انہوں نے اس وقت مسلم معاشرے میں اختیار کر رکھا تھا۔ وہ بظاہر مسلمانوں کی جماعت میں شامل تھے۔ مگر اندر ہی اندر انہوں نے اہلِ ایمان سے اِلگ اپنا ایک جتھا بنا رکھا تھا۔ مسلمان جب بھی انہیں دیکھتے، یہی دیکھتے کہ وہ آپس میں سر جوڑے کُھسر پُھسر کر رہے ہیں۔ انہی خفیہ سرگوشیوں میں وہ مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنے اور فتنے برپا کرنے اور ہراس پھیلانے کے لیے طرح طرح کے منصوبے بناتے اور نئی نئی افواہیں گھڑتے تھے۔

[۱۰] یہ یہود اور منافقین کا مشترک رویّہ تھا۔ متعدد روایتوں میں یہ بات آئی ہے کہ کچھ یہودی نبیؐ

اُن کے لیے جہنّم ہی کافی ہے۔ اُسی کا وہ ایندھن بنیں گے۔ بڑا ہی بُرا انجام ہے اُن کا۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم آپس میں پوشیدہ بات کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسُولؐ کی نافرمانی کی باتیں نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ کی باتیں کرو اور اُس خدا سے ڈرتے رہو جس کے حضور تمھیں حشر میں پیش ہونا ہے۔ کانا پھوسی تو ایک شیطانی کام ہے، اور وہ اس لیے کی جاتی ہے کہ ایمان لانے والے لوگ اُس سے رنجیدہ ہوں، حالانکہ بے اذنِ خدا وہ اِنھیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تمھیں کشادگی بخشے گا۔ [۱۱] اور جب تم سے کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ [۱۲] تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی خبر ہے۔

اَے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم رسُولؐ سے تخلیہ میں بات کرو تو بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دو۔ [۱۳]

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اَلسَّامُ علیك یا ابا القاسم کہا یعنی اَلسَّلامُ علیك کا تلفُّظ کچھ اس انداز سے کیا کہ سُننے والا سمجھے سلام کہا ہے، مگر دراصل انہوں نے سام کہا تھا جس کے معنی موت کے ہیں۔

[۱۱] اللہ اور اس کے رسولؐ نے اہلِ اسلام کو جو آداب سکھائے ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب کسی مجلس میں پہلے سے کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور بعد میں مزید کچھ لوگ آئیں، تو یہ تہذیب پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں میں ہونی چاہیے کہ وہ خود نئے آنے والوں کو جگہ دیں اور حتی الامکان کچھ سکڑ اور سمٹ کر ان کے لیے کشادگی پیدا کریں اور اتنی شائستگی بعد کے آنے والوں میں ہونی چاہیے کہ وہ زبردستی ان کے اندر نہ گھسیں اور کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کرے۔

[۱۲] یعنی جب مجلس برخاست کرنے کے لیے کہا جائے تو اٹھ جانا چاہیے، جم کر بیٹھ نہ جانا چاہیے۔

[۱۳] حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس حکم کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ اور بلا ضرورت تخلیہ کی ملاقات کے لیے درخواست کرنے لگے تھے۔

یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ البتہ اگر تم صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اللہ غفور و رحیم ہے۔

کیا تم ڈر گئے اس بات سے کہ تخلیہ میں گفتگو کرنے سے پہلے تمھیں صدقات دینے ہوں گے؟ اچھا، اگر تم ایسا نہ کرو۔ اور اللہ نے تم کو اس سے معاف کر دیا۔ تو نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی اطاعت کرتے رہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔[۱۴] ع

کیا تم نے دیکھا اُن لوگوں کو جنھوں نے دوست بنایا ہے ایک ایسے گروہ کو جو اللہ کا مغضُوب ہے؟ وہ نہ تمھارے ہیں نہ اُن کے، اور وہ جان بُوجھ کر جھُوٹی بات پر قَسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے، بڑے ہی بُرے کرتُوت ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی قَسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے جس کی آڑ میں وہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، اِس پر اُن کے لیے ذِلّت کا عذاب ہے۔ اللہ سے بچانے کے لیے نہ اُن کے مال کچھ کام آئیں گے نہ اُن کی اولاد۔ وہ دوزخ کے یار ہیں، اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جس روز اللہ اُن سب کو اٹھائے گا، وہ اُس کے سامنے بھی اُسی طرح قَسمیں کھائیں گے جس طرح تمھارے سامنے کھاتے ہیں اور اپنے نزدیک یہ سمجھیں گے کہ اِس سے اِن کا کچھ کام بن جائے گا۔ خوب جان لو، وہ پرلے درجے کے جھُوٹے ہیں۔ شیطان اُن پر مسلّط ہو چکا ہے اور اُس نے خدا کی یاد اُن کے دل سے بھُلا دی ہے۔

---

[۱۴] یہ دوسرا حکم اوپر کے حکم کے تھوڑی مدّت بعد ہی نازل ہو گیا اور اس نے صدقہ کے وجوب کو منسوخ کر دیا۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ صدقہ کا یہ حکم کتنی دیر رہا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ایک دن سے بھی کم مدّت تک باقی رہا پھر منسوخ کر دیا گیا۔ مُقاتل بن حیّان کہتے ہیں دس دن تک رہا۔ یہ زیادہ سے زیادہ اس حکم کے بقا کی مدّت ہے جو کسی روایت میں بیان ہوئی ہے۔

وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو، شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ یقیناً ذلیل ترین مخلوقات میں سے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسُولؐ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسُولؐ ہی غالب ہو کر رہیں گے۔ فی الواقع اللہ زبردست اور زور آور ہے۔

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ اُن لوگوں سے محبّت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا اُن کے بھائی یا اُن کے اہلِ خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک رُوح عطا کر کے اُن کو قوت بخشی ہے۔ وہ اُن کو ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اِن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہُوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔ ع

سُورۂ حشر (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ ہی کی تسبیح کی ہے ہر اُس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہی غالب اور حکیم ہے۔ وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کافروں کو پہلے ہی ہلّے میں اُن کے گھروں سے

نکال باہر کیا۔ [۱] تمھیں ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اُن کی گڑھیاں اُنھیں اللہ سے بچالیں گی۔ مگر اللہ ایسے رُخ سے اُن پر آیا جدھر اُن کا خیال بھی نہ گیا تھا۔ [۲] اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی برباد کروا رہے تھے۔ پس عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو!

اگر اللہ نے اُن کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں وہ انھیں عذاب دے ڈالتا، [۳] اور آخرت میں تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سب کچھ اِس لیے ہُوا کہ اُنھوں نے اللہ اور اُس کے رسُول کا مقابلہ کیا، اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے اللہ اُس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ سب اللہ ہی کے اِذن سے تھا۔ [۴] اور (اللہ نے یہ اِذن اس لیے دیا) تاکہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے۔ [۵]

اور [۶] جو مال اللہ نے اُن کے قبضے سے نکال کر اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دیے، [۷] وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اُونٹ دوڑائے ہوں، بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلّط

---

[۱] اہلِ کتاب کافروں سے مراد یہاں بنی نضیر کا یہودی قبیلہ ہے جو مدینہ کے ایک حصّے میں رہتا تھا۔ اس قبیلے سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا، لیکن اس نے بار بار عہد شکنی کی۔ آخرکار ربیع الاوّل ۴ھ میں حضورؐ نے اُن لوگوں کو نوٹس دیا کہ یا تو مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے نکلنے سے انکار کیا تو آپؐ نے مسلمانوں کا لشکر لے کر ان پر چڑھائی کی اور ابھی جنگ کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ وہ جلاوطنی قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے حالانکہ ان کی گڑھیاں بڑی مضبوط تھیں، ان کی تعداد بھی مسلمانوں سے کم نہ تھی اور جنگی سروسامان بھی ان کے پاس بہت تھا۔

[۲] اللہ کا ان پر آنا اس معنی میں نہیں ہے کہ اللہ کسی اور جگہ تھا اور پھر وہاں سے ان پر حملہ آور ہُوا۔ بلکہ یہ مجازی کلام ہے۔ اصل مدعا یہ تصور دلانا ہے کہ مسلمانوں کے حملہ سے پہلے وہ اس خیال میں تھے کہ باہر سے کوئی حملہ ہوگا تو ہم اپنی قلعہ بندیوں سے اس کو روک لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے راستے سے ان پر حملہ کیا جدھر سے کسی بلا کے آنے کی وہ کوئی توقع نہ رکھتے تھے اور وہ راستہ یہ تھا کہ اس نے اندر سے ان کی ہمت اور قوتِ مقابلہ کو کھوکھلا کر دیا جس کے بعد نہ ان کے ہتھیار کسی کام آ سکتے تھے نہ اُن کے مضبوط گڑھ۔

[۳] دنیا کے عذاب سے مراد ہے ان کا نام ونشان مٹا دینا۔ اگر وہ صلح کر کے اپنی جانیں بچانے کے بجائے لڑتے تو ان کا پوری طرح قلع قمع ہو جاتا۔

عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۸] جو کچھ بھی اللہ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسُولؐ کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسُولؐ اور رشتہ داروں [۹] اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے تا کہ وہ تمھارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ [۱۰] جو کچھ رسُولؐ تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رُک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ [۱۱] (نیز وہ مال) اُن غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اُس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ یہی راست باز لوگ ہیں۔ (اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارُالہجرت میں مقیم تھے۔ [۱۲] یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی اُن کو دے دیا جائے اُس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دُوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔

---

[۴] یہ اشارہ ہے اس معاملے کی طرف کہ بنی نضیر کی بستی کے اطراف میں جو نخلستان واقع تھے ان کے بہت سے درختوں کو مسلمانوں نے محاصرے کے آغاز میں کاٹ ڈالا یا جلا دیا تا کہ محاصرہ بآسانی کیا جا سکے اور جو درخت فوجی نقل و حرکت میں حائل نہ تھے ان کو کھڑا رہنے دیا۔ اس پر مدینے کے منافقین اور یہودیوں نے شور مچا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فساد فی الارض سے منع کرتے ہیں، مگر یہ دیکھ لو، ہرے بھرے پھل دار درخت کاٹے جا رہے ہیں یہ آخر فساد فی الارض نہیں تو کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ تم لوگوں نے جو درخت کاٹے اور جن کو کھڑا رہنے دیا، ان میں سے کوئی فعل بھی ناجائز نہیں ہے، بلکہ دونوں کو اللہ کا اِذن حاصل ہے۔

[۵] یعنی اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ ان درختوں کو کاٹنے سے بھی ان کی ذِلّت و خواری ہو اور نہ کاٹنے سے بھی۔ کاٹنے میں ان کی ذِلّت و خواری کا پہلو یہ تھا کہ جو باغ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لگائے تھے اور جن باغوں کے وہ مدتہائے دراز سے مالک چلے آ رہے تھے، ان کے درخت ان کی آنکھوں کے سامنے کاٹے جا رہے تھے اور وہ کاٹنے والوں کو کسی طرح نہ روک سکتے تھے۔ رہا درختوں کو نہ کاٹنے میں ذِلّت کا پہلو تو وہ یہ تھا کہ جب وہ مدینہ سے نکلے تو ان کی آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ کل تک جو ہرے بھرے باغ ان کی ملکیت تھے وہ آج مسلمانوں کے قبضے میں جا رہے ہیں۔ ان کا بس چلتا تو وہ ان کو پوری طرح اُجاڑ کر جاتے اور ایک سالم درخت بھی مسلمانوں کے قبضے میں نہ جانے دیتے۔ مگر بے بسی کے ساتھ وہ سب کچھ جُوں کا تُوں چھوڑ کر باحسرت و یاس نکل گئے۔

[۶] اب ان جائیدادوں اور اِملاک کا ذِکر ہو رہا ہے جو پہلے بنی نضیر کی مِلک تھیں اور اِن کی جلاوطنی کے

CS CamScanner

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے
ہیں۔ (اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن اگلوں کے بعد آئے ہیں،
[۱۳] جو کہتے ہیں کہ ”اے ہمارے ربّ، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش
دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کے لیے کوئی
بُغض نہ رکھ، اے ہمارے ربّ، تُو بڑا مہربان اور رحیم ہے“۔ [۱۴] ع

تم نے [۱۵] دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جنھوں نے منافقت کی رَوِش اختیار کی ہے؟
یہ اپنے کافر اہلِ کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں ”اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم تمھارے ساتھ
نکلیں گے، اور تمھارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے، اور اگر تم سے جنگ
کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔“ مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ اگر وہ
نکالے گئے تو یہ اُن کے ساتھ ہرگز نہ نکلیں گے، اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ اُن کی
ہرگز مدد نہ کریں گے، اور اگر یہ اُن کی مدد کریں بھی تو پیٹھ پھیر جائیں گے اور پھر کہیں سے
کوئی مدد نہ پائیں گے۔ اِن کے دِلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمھارا خوف ہے، اس لیے کہ
یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ بُوجھ نہیں رکھتے۔ [۱۶]

بعد اسلامی حکومت کے قبضے میں آئیں۔ ان کے متعلق یہاں سے آیت ۱۰ تک اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ان کا انتظام کس طرح کیا جائے۔

[۷] ان الفاظ سے خود بخود یہ معنی نکلتے ہیں کہ یہ زمین اور وہ ساری چیزیں جو یہاں پائی جاتی ہیں، دراصل ان لوگوں کا حق نہیں ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے باغی ہیں۔ اس لیے جو اموال بھی ایک جائز و برحق جنگ کے نتیجے میں کفار کے قبضے سے نکل کر اہلِ ایمان کے قبضے میں آئیں ان کی حقیقی حیثیت یہ ہے کہ ان کا مالک انہیں اپنے خائن اور غدار ملازموں کے قبضے سے نکال کر اپنے فرمانبردار ملازموں کی طرف پلٹا لایا ہے۔ اسی لیے ان املاک کو اسلامی قانون کی اصطلاح میں فَیْئے (پلٹا کر لائے ہوئے اموال) قرار دیا گیا ہے۔

[۸] یعنی ان اموال کا مسلمانوں کے قبضے میں آنا براہِ راست لڑنے والی فوج کے زورِ بازو کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ اس مجموعی قوت کا نتیجہ ہے جو اللہ نے اپنے رسولؐ اور اس کی اُمت اور اس کے قائم کردہ نظام کو عطا فرمائی ہے۔ اس لیے یہ اموال مالِ غنیمت سے بالکل مختلف حیثیت رکھتے ہیں اور لڑنے والی فوج کا یہ حق نہیں ہے کہ غنیمت کی طرح ان کو بھی اس میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح شریعت میں غنیمت اور فَیْئے کا حکم الگ الگ کر دیا گیا ہے۔ غنیمت وہ اموال منقولہ ہیں جو جنگی کارروائیوں کے دوران میں دشمن کے لشکروں سے حاصل ہوں ان کے ماسوا دشمن ملک کی زمینیں، مکانات اور دوسرے اموال منقولہ و غیر منقولہ غنیمت کی تعریف سے خارج اور فَیْئے میں شامل ہیں۔

یہ کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تمھارا مقابلہ نہ کریں گے، لڑیں گے بھی تو قلعہ بند بستیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے چُھپ کر۔ یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت ہیں۔ تم اِنھیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر اِن کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ حال اِس لیے ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ اُنھی لوگوں کے مانند ہیں جو اِن سے تھوڑی ہی مدت پہلے اپنے کیے کا مزا چکھ چکے ہیں[17] اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اِن کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کُفر کر، اور جب انسان کُفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بَرِیُ الذِّمَّہ ہوں، مجھے تو اللہ ربّ العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ پھر دونوں کا انجام یہ ہونا ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنّم میں جائیں، اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔[18] اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمھارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بُھول گئے تو اللہ نے اُنھیں خود اپنا نفس بُھلا دیا،[19] یہی لوگ فاسق ہیں۔

---

[9] رشتہ داروں سے مراد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں، یعنی بنی ہاشم اور بنی المُطّلِب، یہ حصّہ اس لیے مقرر کیا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ اپنے اُن رشتہ داروں کے حقوق بھی ادا فرما سکیں جو آپ کی مدد کے محتاج ہوں یا آپ جن کی مدد کرنے کی ضرورت محسوس فرمائیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد یہ ایک الگ اور مستقل حصے کی حیثیت سے باقی نہیں رہا، بلکہ مسلمانوں کے دوسرے مساکین، یتامیٰ اور مسافروں کے ساتھ بنی ہاشم اور بنی المطلب کے محتاج لوگوں کے حقوق بھی بیت المال کے ذِمّہ عائد ہو گئے، البتہ اس بنا پر ان کا حق دوسروں پر فائق سمجھا گیا کہ زکوٰۃ میں ان کا حصّہ نہیں ہے۔

[10] یہ قرآنِ مجید کی اہم اصولی ہدایات میں سے ہے جس میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ مال صرف مالداروں ہی میں گھومتا رہے یا امیر روز بروز امیر تر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتے چلے جائیں۔

[11] اگرچہ یہ ارشاد بنی نضیر کے اموال کی تقسیم کے سلسلے میں نازل ہُوا تھا مگر حکم کے الفاظ عام ہیں، اس لیے اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ اس منشا کو یہ بات اور زیادہ واضح کر دیتی ہے کہ ”جو کچھ رسُول تمھیں دے“ کے مقابلے میں ”جو کچھ نہ دے“ کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے گئے ہیں، بلکہ فرمایا یہ گیا ہے کہ ”جس چیز سے وہ تمھیں روک دے (یا منع کردے)“ اس سے رُک جاؤ۔

[12] مراد ہیں انصار، یعنی فَے میں صرف مہاجرین ہی کا حق نہیں ہے، بلکہ پہلے سے جو مسلمان دار الاسلام

دوزخ میں جانے والے اور جنّت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ جنّت میں جانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں۔

اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اُتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔[۲۰] یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اِس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں۔

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،[۲۱] غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا، وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدّس،[۲۲] سَر اسَر سلامتی،[۲۳] امن دینے والا،[۲۴] نگہبان،[۲۵] سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اُس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صُورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے[۲۶] اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔ ع

سورۂ مُمتَحِنہ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے لوگو[۱] جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے

میں آباد ہیں وہ بھی اس میں حصہ پانے کے حقدار ہیں۔

[۱۳] یعنی اموالِ فئے میں صرف موجودہ نسلوں ہی کا حق نہیں ہے بلکہ بعد کے آنے والوں کا حق بھی ہے۔

[۱۴] اس آیت میں مسلمانوں کو یہ اہم اخلاقی درس دیا گیا ہے کہ وہ کسی مسلمان کے لیے اپنے دل میں بُغض نہ رکھیں اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہیں نہ کہ ان پر لعنت بھیجیں اور تبرا کریں۔

[۱۵] اس پورے رکوع میں منافقین کے رویّے پر کلام فرمایا گیا ہے۔ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو مدینے سے نکل جانے کے لیے دس دن کا نوٹس دیا تھا اور ان کا محاصرہ شروع ہونے میں ابھی کئی دن باقی تھے تو مدینے کے منافق لیڈروں نے ان کو یہ کہلا بھیجا کہ ہم دو ہزار آدمیوں کے

دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی رَوِش یہ ہے کہ رسولؐ کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے ربّ، اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم چھپا کر اُن کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم چُھپا کر کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو، ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔ جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک گیا۔ اُن کا رویّہ تو یہ ہے کہ اگر تم پر قابو پا جائیں تو تمھارے ساتھ دشمنی کریں اور ہاتھ اور زبان سے تمھیں آزار دیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔ قیامت کے دن نہ تمھاری رشتہ داریاں کسی کام آئیں گی نہ تمھاری اولاد۔ [۲] اُس روز اللہ تمھارے درمیان جدائی ڈال دے گا، [۳] اور وہی تمھارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

تم لوگوں کے لیے ابراہیمؑ اور اُس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمھارے اُن معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر

ساتھ تمہاری مدد کو آئیں گے اور بنی قریظہ اور بنی غطفان بھی تمہاری حمایت میں اُٹھ کھڑے ہو سکے۔ لہٰذا تم مسلمانوں کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ اور ہرگز ان کے آگے ہتھیار نہ ڈالو۔ یہ تم سے لڑیں گے تو ہم تمہارے ساتھ لڑیں گے اور تم یہاں سے نکالے گئے تو ہم بھی نکل جائیں گے۔

[۱۶] اس چھوٹے سے فقرے میں ایک بڑی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ جو شخص سمجھ بوجھ رکھتا ہو وہ تو یہ جانتا ہے کہ اصل میں ڈرنے کے قابل خدا کی طاقت ہے نہ کہ انسانوں کی طاقت۔ اس لیے وہ ہر ایسے کام سے بچے گا جس پر اسے خدا کے مواخذے کا خطرہ ہو، خواہ کوئی انسانی طاقت مواخذہ کرنے والی ہو یا نہ ہو اور ہر وہ فریضہ انجام دینے کے لیے اُٹھ کھڑا ہو گا جو خدا نے اس پر عائد کیا ہو، خواہ ساری دنیا کی طاقتیں اس میں مانع و مزاحم ہوں۔ لیکن ایک ناسمجھ آدمی تمام معاملات میں اپنے طرزِ عمل کا فیصلہ خدا کی بجائے انسانی طاقتوں کے لحاظ سے کرتا ہے۔ کسی چیز سے بچے گا تو اس لیے نہیں کہ خدا کے ہاں اس کی پکڑ ہونیوالی ہے، بلکہ اس لیے کہ سامنے کوئی انسانی طاقت اس کی خبر لینے کے لیے موجود ہے اور کسی کام کو کرے گا تو وہ بھی اس بنا پر نہیں کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے بلکہ صرف اس بنا پر کہ کوئی انسانی طاقت اس کا حکم دینے والی یا اس کو پسند کرنے والی ہے۔ یہی سمجھ اور ناسمجھی کا فرق دراصل مومن اور غیر مومن کی سیرت و کردار کو ایک دوسرے سے ممیّز کرتا ہے۔

[۱۷] اشارہ ہے کفارِ قریش اور یہودِ بنی قینقاع کی طرف جو اپنی کثرتِ تعداد اور اپنے سروسامان کے باوجود انہی کمزوریوں کے باعث مسلمانوں کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت سے شکست کھا چکے تھے۔

[۱۸] کل سے مراد آخرت ہے۔ گویا دنیا کی یہ پوری زندگی "آج" اور "کل" وہ یومِ قیامت ہے جو اس آج

CS CamScanner

پُوجتے ہو قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کُفر کیا[۴] اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور بَیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ"۔ مگر ابراہیمؑ کا اپنے باپ سے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ "میں آپ کے لیے مغفرت کی درخواست ضرور کروں گا، اور اللہ سے آپ کیلیے کچھ حاصل کر لینا میرے بس میں نہیں ہے"۔[۵] (اور ابراہیمؑ واصحابِ ابراہیمؑ کی دُعا یہ تھی کہ) "اے ہمارے ربّ، تیرے ہی اوپر ہم نے بھروسا کیا اور تیری ہی طرف ہم نے رجُوع کر لیا اور تیرے ہی حضور ہمیں پلٹنا ہے۔ اے ہمارے ربّ، ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا دے۔[۶] اور اے ہمارے ربّ، ہمارے قصوروں سے درگزر فرما، بے شک تُو ہی زبردست اور دانا ہے"۔

اُنھی لوگوں کے طرزِ عمل میں تمھارے لیے اور ہر اُس شخص کے لیے اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور روزِ آخر کا امیدوار ہو۔ اِس سے کوئی منحرف ہو تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔ ع

بعید نہیں کہ اللہ کبھی تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان محبّت ڈال دے جن سے آج تم نے دشمنی مُول لی ہے۔[۷] اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور وہ غفور و رحیم ہے۔

اللہ تمھیں اِس بات سے نہیں روکتا کہ تم اُن لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دِین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمھیں تمھارے

کے بعد آنے والا ہے۔

[۱۹] یعنی خدا فراموشی کا لازمی نتیجہ خود فراموشی ہے۔ جب آدمی یہ بھُول جاتا ہے کہ وہ کسی کا بندہ ہے تو لازماً وہ دنیا میں اپنی ایک غلط حیثیت متعیّن کر بیٹھتا ہے اور اس کی ساری زندگی اسی بنیادی غلط فہمی کے باعث غلط ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح جب وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہے تو وہ اس ایک کی بندگی تو نہیں کرتا جس کا وہ درحقیقت بندہ ہے اور ان بہت سوں کی بندگی کرتا رہتا ہے جن کا وہ فی الواقع بندہ نہیں ہے۔

[۲۰] اس تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن جس طرح خدا کی کبریائی اور اس کے حضور بندے کی ذمہ داری و جوابدہی کو صاف صاف بیان کر رہا ہے اس کا فہم اگر پہاڑ جیسی عظیم مخلوق کو بھی نصیب ہوتا اور اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کو کس ربِّ قدیر کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے تو وہ بھی خوف سے کانپ اُٹھتا۔

[۲۱] یعنی جس کے سوا کسی کی یہ حیثیت اور مقام اور مرتبہ نہیں ہے کہ اس کی بندگی و پرستش کی جائے۔ جس کے سوا کوئی خدائی کی صفات و اختیارات رکھتا ہی نہیں کہ اسے معبود ہونے کا حق پہنچتا ہو۔

[۲۲] یعنی وہ اس سے بدرجہا بالا و برتر ہے کہ اس کی ذات میں کوئی عیب یا نقص یا کوئی قبیح صفت پائی جائے۔ بلکہ وہ ایک پاکیزہ ترین ہستی ہے جس کے بارے میں کسی بُرائی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [۸] وہ تمھیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم اُن لوگوں سے دوستی کرو جنھوں نے تم سے دِین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا ہے اور تمھارے اِخراج میں ایک دُوسرے کی مدد کی ہے۔ اُن سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمھارے پاس آئیں تو (ان کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کرلو، اور اُن کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمھیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ [۹] نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار اُن کے لیے حلال۔ اُن کے کافر شوہروں نے جو مہر اُن کو دیے تھے وہ انھیں پھیر دو۔ اور اُن سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم اُن کے مَہر اُن کو ادا کر دو۔ [۱۰] اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیے تھے وہ تم واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیے تھے انھیں وہ واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

---

[۲۳] یعنی اس کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ کوئی آفت یا کمزوری یا خامی اس کو لاحق ہو یا کسی طرح اس کے کمال پر زوال آئے۔

[۲۴] یعنی اس کی مخلوق اس سے امن میں ہے کہ وہ کبھی اس پر ظلم کرے گا یا اس کا حق مارے گا یا اس کا اجر ضائع کرے گا یا اس کے ساتھ اپنے کیے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرے گا۔

[۲۵] اصل میں لفظ اَلْمُهَيْمِنُ استعمال ہُوا ہے جس کے تین معنی ہیں ایک نگہبانی اور حفاظت کرنے والا۔ دوسرے شاہد، جو دیکھ رہا ہو کہ کون کیا کرتا ہے۔ تیسرے وہ ہستی جس نے لوگوں کی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کا ذمہ اُٹھا رکھا ہو۔

[۲۶] یعنی زبانِ قال یا زبانِ حال سے یہ بیان کر رہی ہے کہ اس کا خالق ہر عیب اور نقص اور کمزوری اور غلطی سے پاک ہے۔

[۱] مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان آیات کا نزول اس وقت ہُوا تھا جب مشرکینِ مکّہ کے نام حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا خط پکڑا گیا تھا جس میں انہوں نے قبل از وقت دشمنوں کو مطلع کر دیا تھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں۔

[۲] چونکہ حضرت حاطبؓ نے یہ کام اس لیے کیا تھا کہ مکّہ میں ان کے جو اہل و عیال ہیں وہ جنگ کے موقع پر محفوظ رہیں اس لیے فرمایا کہ جس آل اولاد کی خاطر تم نے یہ کام کیا ہے وہ آخرت میں کام آنے والی نہیں ہے۔

اور اگر تمھاری کافر بیویوں کے مہروں میں سے کچھ تمھیں کفّار سے واپس نہ ملے اور پھر تمھاری نوبت آئے تو جن لوگوں کی بیویاں اُدھر رہ گئی ہیں اُن کو اُتنی رقم ادا کر دو جو اُن کے دیے ہوئے مہروں کے برابر ہو۔ اور اُس خدا سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

اے نبیؐ، جب تمھارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں[۱۱] اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی، [۱۲] اور کسی امرِ معروف میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی، [۱۳] تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے جو آخرت سے اُسی طرح مایوس ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر مایوس ہیں۔ ع

سُورۂ صَفّ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۳] یعنی دنیا کے تمام رشتے تعلقات اور رابطے وہاں توڑ دیے جائیں گے۔ ہر شخص اپنی ذاتی حیثیت میں پیش ہوگا اور ہر ایک کو اپنا ہی حساب دینا پڑے گا اس لیے دنیا میں کسی شخص کو بھی کسی قرابت یا دوستی یا جتھہ بندی کی خاطر کوئی ناجائز کام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اپنے کیے کی سزا اس کو خود ہی بھگتنی ہوگی، اس کی ذاتی ذمہ داری میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوگا۔

[۴] یعنی ہم تمہارے کافر ہیں، نہ تمہیں حق پر مانتے ہیں نہ تمہارے دین کو۔

[۵] دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے حضرت ابراہیمؑ کی یہ بات تو قابلِ تقلید ہے کہ انہوں نے اپنی کافر و مشرک قوم سے صاف صاف بیزاری اور قطع تعلق کا اعلان کر دیا مگر ان کی یہ بات تقلید کے قابل نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے مشرک باپ کے لیے مغفرت کی دُعا کرنے کا وعدہ کیا اور عملاً اس کے حق میں دعا کی۔

[۶] کافروں کے لیے اہلِ ایمان کے فتنہ بننے کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً یہ کہ کافر ان پر غالب آ جائیں اور اپنے غلبہ کو اس بات کی دلیل قرار دیں کہ ہم حق پر ہیں اور اہلِ ایمان برسرِ باطل۔ یا یہ کہ اہلِ ایمان پر کافروں کا ظلم و ستم ان کی حدِ برداشت سے بڑھ جائے اور آخر کار وہ ان سے دب کر اپنے دین و اخلاق کا سودا کرنے پر اتر آئیں یا یہ کہ دینِ حق کی نمائندگی کے مقامِ بلند پر فائز ہونے کے باوجود اہلِ ایمان اس اخلاقی فضیلت سے محروم ہوں جو اس مقام کے شایانِ شان ہے اور دنیا کو ان کی سیرت و کردار میں بھی وہی عیوب نظر آئیں جو جاہلیت کے معاشرے میں عام طور پر پھیلے ہوئے ہوں۔ اس سے کافروں کو یہ کہنے کا

اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اُس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ غالب اور حکیم ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ [۱]

اور یاد کرو موسیٰؑ کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم سے کہی تھی کہ "اے میری قوم کے لوگو، تم کیوں مجھے اذیّت دیتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہُوا رسُول ہوں؟" [۲] پھر جب انھوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے بھی اُن کے دِل ٹیڑھے کر دیے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۳]

اور یاد کرو عیسیٰؑ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ "اے بنی اسرائیل، میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہُوا رسُول ہوں، [۴] تصدیق کرنے والا ہوں اُس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسُول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا"۔ [۵] مگر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ تو صریح دھوکا ہے۔ [۶]

موقع ملے گا کہ اس دین میں آخر وہ کیا خوبی ہے جو اسے ہمارے کفر پر شرف عطا کرتی ہو؟

[۷] اُوپر کی آیات میں مسلمانوں کو اپنے کافر رشتہ داروں سے قطعِ تعلق کی تلقین کرنے کے بعد یہ امید بھی دلائی گئی ہے کہ ایسا وقت بھی آ سکتا ہے جب تمہارے یہی رشتہ دار مسلمان ہو جائیں اور آج کی دشمنی کل پھر محبت میں تبدیل ہو جائے۔

[۸] مطلب یہ ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ عداوت نہیں برتتا، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ عداوت نہ برتو۔ دشمن اور غیر دشمن کو ایک درجہ میں رکھنا اور دونوں سے ایک ہی سا سلوک کرنا انصاف نہیں ہے۔ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ سخت رویہّ اختیار کرنے کا حق ہے جنہوں نے ایمان لانے کی پاداش میں تم پر ظلم توڑے اور تم کو وطن سے نکل جانے پر مجبور کیا اور نکالنے کے بعد بھی تمہارا پیچھا نہ چھوڑا۔ مگر جن لوگوں نے اس ظلم میں کوئی حصہ نہیں لیا، انصاف یہ ہے کہ تم اِن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور رشتے اور برادری کے لحاظ سے اِن کے جو حقوق تم پر عائد ہوتے ہیں انہیں ادا کرنے میں کمی نہ کرو۔

[۹] صلح حُدَیبیہ کے بعد اوّل اوّل تو مسلمان مرد مکہ سے بھاگ بھاگ کر مدینہ آتے رہے اور انہیں معاہدے کی شرائط کے مطابق واپس کیا جاتا رہا پھر مسلمان عورتوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کفار نے معاہدے کا حوالہ دے کر ان کی واپسی کا بھی مطالبہ کیا۔ اس پر یہ سوال پیدا ہُوا کہ کیا حُدَیبیہ کے معاہدے کا اطلاق عورتوں پر بھی ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی سوال کا یہاں جواب دیا ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوں اور یہ

اَب بھلا اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جُھوٹے بہتان باندھے[۷] حالانکہ اسے اسلام (اللہ کے آگے سرِ اطاعت جُھکا دینے) کی دعوت دی جا رہی ہو؟[۸] ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھانا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نُور کو پُورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میں بتاؤں تم کو وہ تجارت[۹] جو تمھیں عذابِ الیم سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ یہی تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تمھارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ابدی قیام کی جنّتوں میں بہترین گھر تمھیں عطا فرمائے گا۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اور وہ دوسری چیز

اطمینان کر لیا جائے کہ واقعی وہ ایمان ہی کی خاطر ہجرت کر کے آئی ہیں، کوئی اور چیز انہیں نہیں لائی ہے تو انہیں واپس نہ کیا جائے۔ یہ حکم اس بنا پر دیا گیا کہ معاہدے کی جو شرائط لکھی گئی تھیں ان میں رَجُل (مرد) کا لفظ لکھا گیا تھا جیسا کہ بخاری کی روایت میں آیا ہے۔

[۱۰] مطلب یہ ہے کہ ان کے کافر شوہروں کو ان کے جو مہر واپس کیے جائیں گے وہی ان عورتوں کے مَہر شمار نہ ہوں گے، بلکہ اب جو مسلمان بھی ان میں سے کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے وہ اس کا مَہر ادا کرے اور اس سے نکاح کر لے۔

[۱۱] یہ آیت فتحِ مکہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب مکہ فتح ہوا تو قریش کے لوگ جوق در جوق حضورؐ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہونے لگے۔ آپ نے مَردوں سے کوہِ صفا پر خود بیعت لی اور حضرت عمرؓ کو اپنی طرف سے مامور فرمایا کہ وہ عورتوں سے بیعت لیں اور ان باتوں کا اقرار کرائیں جو اس آیت میں بیان ہوئی ہیں۔ پھر مدینہ واپس تشریف لے جا کر آپ نے ایک مکان میں انصار کی خواتین کو جمع کرنے کا حکم دیا اور حضرت عمرؓ کو ان سے بیعت لینے کے لیے بھیجا۔

[۱۲] اس سے دو قسم کے بہتان مراد ہیں ایک یہ کہ کوئی عورت دوسری عورتوں پر غیر مردوں سے آشنائی کی تہمتیں لگائے اور اس طرح کے قصے لوگوں میں پھیلائے۔ دوسرا یہ کہ ایک عورت بچہ تو کسی کا جنے اور شوہر کو یقین دلائے کہ یہ تیرا ہی ہے۔

[۱۳] اس مختصر سے فقرے میں دو بڑے اہم قانونی نکات بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر بھی بھلائی میں اطاعت کی قید لگائی گئی ہے، حالانکہ حضورؐ کے بارے میں اس امر کے کسی ادنیٰ

جو تم چاہتے ہو، وہ بھی تمھیں دے گا، اللہ کی طرف سے نُصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح۔ اے نبیؐ، اہلِ ایمان کو اِس کی بشارت دے دو۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو، جس طرح عیسیٰؑ ابن مریم نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: ”کون ہے اللہ کی طرف (بُلانے) میں میرا مددگار“؟ اور حواریوں نے جواب دیا تھا: ”ہم ہیں اللہ کے مددگار“۔ اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے اِنکار کیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔ [۱۰] ع

سُورۃ جُمُعۃ (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ بادشاہ ہے نہایت مقدّس، زبردست اور حکیم۔

وہی ہے جس نے اُمّیوں [1] کے اندر ایک رسُول خود اُنہی میں سے اُٹھایا، جو اُنھیں اس کی آیات سُناتا ہے، اُن کی زندگی سنوارتا ہے، اور اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے،

شبہ کی گنجائش بھی نہ تھی کہ آپ کبھی برائی کا حکم بھی دے سکتے ہیں۔ اس سے خود بخود یہ بات واضح ہو گئی کہ دنیا میں کسی مخلوق کی اطاعت قانونِ خداوندی کے حدود سے باہر جا کر نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ جب خدا کے رسُول تک کی اطاعت معروف کی شرط سے مشروط ہے تو پھر کسی دوسرے کا یہ مقام کہاں ہو سکتا ہے کہ اسے غیر مشروط اطاعت کا حق پہنچے اور اس کے کسی ایسے حکم یا قانون یا ضابطے اور رسم کی پیروی کی جائے جو قانونِ خداوندی کے خلاف ہو۔ دوسری بات جو آئینی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتی ہے یہ ہے کہ اس آیت میں پانچ منفی احکام دینے کے بعد مثبت حکم صرف ایک ہی دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ تمام نیک کاموں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت کی جائے گی۔ جہاں تک بُرائیوں کا تعلق ہے وہ بڑی بڑی بُرائیاں گِنا دی گئیں جن میں زمانۂ جاہلیت کی عورتیں مبتلا تھیں اور ان سے باز رہنے کا عہد لے لیا گیا، مگر جہاں تک بھلائیوں کا تعلق ہے ان کی کوئی فہرست دے کر عہد نہیں لیا گیا کہ تم فلاں فلاں اعمال کرو گی۔ بلکہ صرف یہ عہد لیا گیا کہ جس نیک کام کا بھی حضورؐ حکم دیں گے اس کی پیروی تمہیں کرنی ہوگی۔

[1] اس سے اوّل تو یہ معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے وہی اہلِ ایمان سرفراز ہوتے ہیں جو اس کی راہ میں جان لڑانے اور خطرے سہنے کے لیے تیار ہوں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ کو جو فوج پسند ہے اِن میں تین

حالانکہ اِس سے پہلے وہ کُھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور (اس رسُول کی بعثت) اُن دوسرے لوگوں کے لیے بھی ہے جو ابھی اُن سے نہیں ملے ہیں۔ [۲] اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ [۳] یہ اس کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

جن لوگوں کو توراۃ کا حامل بنایا گیا تھا مگر اُنھوں نے اُس کا بار نہ اُٹھایا، اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ اِس سے بھی زیادہ بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا ہے۔ [۴] ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اِن سے کہو، ”اے لوگو جو یہُودی بن گئے ہو، [۵] اگر تمھیں یہ گھمنڈ ہے کہ باقی سب لوگوں کو چھوڑ کر بس تم ہی اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو۔“ [۶] لیکن یہ ہرگز اُس کی تمنا نہ کریں گے اپنے اُن کرتوتوں کی وجہ سے جو یہ کر چکے ہیں، اور اللہ اِن ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اِن سے کہو، ”جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمھیں آکر رہے گی۔ پھر تم اُس کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے،

صفات پائی جانی چاہییں۔ ایک یہ کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر اللہ کی راہ میں لڑے اور کسی ایسی راہ میں نہ لڑے جو فی سبیل اللہ کی تعریف میں نہ آتی ہو۔ دوسری یہ کہ وہ بدنظمی اور انتشار میں مبتلا نہ ہو بلکہ مضبوط تنظیم کے ساتھ صف بستہ ہو کر لڑے۔ تیسری یہ کہ دشمنوں کے مقابلے میں اس کی کیفیت ”سیسہ پلائی ہوئی دیوار“ کی سی ہو۔

[۲] یہ بات اس لیے فرمائی گئی ہے کہ مسلمان اپنے نبیؐ کے ساتھ وہ روش اختیار نہ کریں جو بنی اسرائیل نے اپنے نبیؑ کے ساتھ اختیار کی تھی، ورنہ وہ اس انجام سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جس سے بنی اسرائیل دوچار ہوئے۔

[۳] یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جو لوگ خود ٹیڑھی راہ چلنا چاہیں انہیں وہ خواہ مخواہ سیدھی راہ چلائے اور جو لوگ اس کی نافرمانی پر تُلے ہوئے ہوں ان کو زبردستی ہدایت و راست روی سے سرفراز فرمائے۔

[۴] یہ بنی اسرائیل کی دوسری نافرمانی کا ذکر ہے۔ ایک نافرمانی وہ تھی جو انہوں نے اپنے دورِ عروج کے آغاز میں کی، اور دوسری نافرمانی یہ ہے جو اس دور کے آخری اور قطعی اختتام پر انہوں نے کی جس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُن پر خدا کی پھٹکار پڑ گئی مدعا ان دونوں واقعات کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ مسلمانوں کو خدا کے رسُولؐ کے ساتھ بنی اسرائیل کا سا طرزِ عمل اختیار کرنے کے نتائج سے خبردار کیا جائے۔

[۵] یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عیسیٰؑ کی صریح پیشینگوئی کا ذکر ہے جس کا مفصل ثبوت ہم نے تفہیم القرآن جلد پنجم میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دیا ہے۔

[۶] اصل میں لفظ سحر استعمال ہُوا ہے۔ سحر یہاں جادُو کے نہیں دھوکے اور فریب کے معنی میں استعمال ہُوا ہے اور عربی لغت میں جادو کی طرح اس کے یہ معنی بھی معروف ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ

CS CamScanner

اور وہ تمھیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذِکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، [۷] یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ [۸] اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو جائے۔ [۹]

اور جب اُنھوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اُس کی طرف لپک گئے اور تمھیں کھڑا چھوڑ دیا۔ [۱۰] اِن سے کہو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ [۱۱] اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ [۱۲] ع

سُورۂ مُنَافِقُون (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے نبیؐ، جب یہ منافق تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں"۔ ہاں، اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اُس کے رسولؐ ہو،

نبی، جس کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، اپنے نبی ہونے کی صریح نشانیوں کے ساتھ آ گیا تو بنی اسرائیل اور اُمّتِ عیسیٰ نے اس کے دعوائے نبوّت کو قطعی فریب قرار دیا۔

[۷] یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے نبی کو جھوٹا مدعی قرار دے اور اللہ کے اس کلام کو جو اس کے نبی پر نازل ہو رہا ہو، نبی کا اپنا گھڑا ہوا کلام ٹھیرائے۔

[۸] یعنی اوّل تو سچے نبی کو جھوٹا مدعی کہنا ہی بجائے خود کچھ کم ظلم نہیں ہے، کجا کہ اس پر مزید ظلم یہ کیا جائے کہ بلانے والا تو خدا کی بندگی و اطاعت کی طرف بُلا رہا ہو اور سُننے والا جواب میں اسے گالیاں دے اور اس کی دعوت کو زک دینے کے لیے جُھوٹ اور بہتان اور افترا پردازیوں کے ہتھکنڈے استعمال کرے۔

[۹] تجارت وہ چیز ہے جس میں آدمی اپنا مال، وقت، محنت اور ذہانت و قابلیت اس لیے کھپاتا ہے کہ اس سے نفع حاصل ہو۔ اسی رعایت سے یہاں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کو تجارت کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس راہ میں اپنا سب کچھ کھپاؤ گے تو وہ نفع تمھیں حاصل ہو گا جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔

[۱۰] مسیحؑ کو نہ ماننے والے یہودی ہیں۔ اور اُن کو ماننے والے عیسائی بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے عیسائیوں کو یہودیوں پر غالب فرمایا اور پھر مسلمان بھی اُن پر غالب آئے۔ اس طرح مسیحؑ کا انکار کرنے والے دونوں ہی سے مغلوب ہو کر رہے۔ اس معاملے کو یہاں اس غرض کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو یہ

مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔ [۱] انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور اس طرح یہ لوگ اللہ کے راستے سے خود رُکتے اور دنیا کو روکتے ہیں۔ کیسی بُری حرکتیں ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اِن لوگوں نے ایمان لا کر پھر کفر کیا اس لیے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی، اب یہ کچھ نہیں سمجھتے۔ [۲]

اِنہیں دیکھو تو اِن کے جُثّے تمھیں بڑے شاندار نظر آئیں۔ بولیں تو تم اُن کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کُندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چُن کر رکھ دیے گئے ہوں۔ [۳] ہر زور کی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ پکّے دشمن ہیں، اِن سے بچ کر رہو، اللہ کی مار اِن پر، یہ کدھر اُلٹے پھرائے جا رہے ہیں۔ [۴]

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسولؐ تمھارے لیے مغفرت کی دُعا کرے، تو سر جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رُکتے ہیں۔ اے نبیؐ، تم چاہے ان کے لیے مغفرت کی دُعا کرو یا نہ کرو، اِن کے لیے یکساں ہے، اللہ ہرگز انھیں معاف نہ کرے گا، اللہ فاسق لوگوں کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔

یقین حاصل ہو جائے کہ جس طرح پہلے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے ان کا انکار کرنے والوں پر غالب آ چکے ہیں، اسی طرح اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے آپ کا انکار کرنے والوں پر غالب آئیں گے۔

[۱] یہاں اُمّی کا لفظ یہودی اصطلاح کے طور پر آیا ہے اور اس میں ایک لطیف طنز پوشیدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن عربوں کو یہودی حقارت کے ساتھ اُمّی کہتے ہیں اور اپنے مقابلے میں ذلیل سمجھتے ہیں انہی میں اللہ غالب و دانا نے ایک رسول اٹھایا ہے۔ وہ خود نہیں اُٹھ کھڑا ہُوا ہے بلکہ اس کا اُٹھانے والا وہ ہے جو کائنات کا بادشاہ ہے، زبردست اور حکیم ہے جس کی قوت سے لڑ کر یہ لوگ اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

[۲] یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صرف عرب قوم تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا بھر کی ان دوسری قوموں اور نسلوں کے لیے بھی ہے جو ابھی آ کر اہلِ ایمان میں شامل نہیں ہوئی ہیں مگر آگے قیامت تک آنے والی ہیں۔

[۳] یعنی یہ اسی کی قدرت و حکمت کا کرشمہ ہے کہ ایسی ناتراشیدہ اُمّی قوم میں اس نے ایسا عظیم نبی پیدا کیا جس کی تعلیم و ہدایت اس درجہ انقلاب انگیز ہے اور پھر ایسے عالمگیر ابدی اصولوں کی حامل ہے جن پر تمام نوعِ انسانی مل کر ایک اُمّت بن سکتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ان اصولوں سے رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔

[۴] یعنی ان کا حال گدھے سے بھی بدتر ہے وہ تو سمجھ بُوجھ نہیں رکھتا اس لیے معذور ہے مگر یہ سمجھ بُوجھ رکھتے ہیں۔ توراۃ کو پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اس کے معنی سے ناواقف نہیں ہیں پھر بھی یہ اس کی ہدایت سے

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسُولؐ کے ساتھیوں پر خرچ کرنا بند کر دو تا کہ یہ منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کا مالک اللہ ہے، مگر یہ منافق سمجھتے نہیں ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزّت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ [۵] حالانکہ عزّت تو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرو قبل اِس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور اس وقت وہ کہے کہ ”اے میرے ربّ، کیوں نہ تُو نے مجھے تھوڑی سی مُہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔“ حالانکہ جب کسی کی مُہلتِ عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مُہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے باخبر ہے۔ ع

دانستہ انحراف کر رہے ہیں اور اس نبی کو ماننے سے قصداً انکار کر رہے ہیں جو توراۃ کی رُو سے سَراسَر حق پر ہے یہ نافہمی کے قصور وار نہیں ہیں بلکہ جان بُوجھ کر اللہ کی آیات کو جھٹلانے کے مُجرم ہیں۔

[۵] یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے ”اے یہودیو“ نہیں کہا ہے بلکہ ”اے وہ لوگو جو یہودی بن گئے ہو“ یا ”جنھوں نے یہودیت اختیار کر لی ہے“ فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل دین جو موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ ان انبیاء میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔

[۶] عرب کے یہودی اپنی تعداد اور طاقت میں مسلمانوں سے کسی طرح کم نہ تھے اور وسائل کے لحاظ سے بہت بڑھ چڑھ کر تھے۔ لیکن جس چیز نے اس نامساوی مقابلے میں مسلمانوں کو غالب اور یہودیوں کو مغلوب کیا وہ یہ تھی کہ مسلمان راہِ خدا میں مرنے سے خائف تو درکنار دل سے اس کے مشتاق تھے اور سر ہتھیلی پر لیے ہوئے میدانِ جنگ میں اُترتے تھے اس کے برعکس یہودیوں کا حال یہ تھا کہ وہ کسی راہ میں بھی جان دینے کے لیے تیار نہ تھے نہ اللہ کی راہ میں، نہ قوم کی راہ میں، نہ خود اپنی جان اور مال اور عزّت کی راہ میں۔ انہیں صرف زندگی درکار تھی، خواہ وہ کیسی ہی زندگی ہو۔ اسی چیز نے ان کو بزدل بنا دیا تھا۔

[۷] اس حکم میں ذِکر سے مراد خطبہ ہے کیوں کہ اذان کے بعد پہلا عمل جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے وہ نماز بلکہ خطبہ تھا اور نماز آپؐ ہمیشہ خطبہ کے بعد ادا فرماتے تھے ”اللہ کے ذِکر کی طرف دوڑو“ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھاگتے ہوئے آؤ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جلدی سے جلدی وہاں پہنچنے کی کوشش کرو ”خرید و فروخت چھوڑ دو“ کا مطلب صرف خرید و فروخت ہی چھوڑنا نہیں ہے بلکہ نماز

سُورۂ تغَابُن (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ اُسی کی بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[1] وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔ اُس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے، اور تمھاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے، اور اُسی کی طرف آخرکار تمھیں پلٹنا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اُسے علم ہے، جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو[۲] سب اس کو معلوم ہے، اور وہ دِلوں کا حال تک جانتا ہے۔

کیا تمھیں اُن لوگوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جنھوں نے اِس سے پہلے کُفر کیا اور پھر اپنی شامتِ اعمال کا مزہ چکھ لیا؟ اور آگے اُن کیلئے ایک دردناک عذاب ہے۔ اِس انجام کے مستحق وہ اس لیے ہوئے کہ اُن کے پاس ان کے رسُولؐ کھلی کھلی دلیلیں اور نشانیاں لے کر آتے رہے، مگر انھوں نے کہا ”کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟“

کے لیے جانے کی فکر اور اہتمام کے سوا ہر دوسری مصروفیت چھوڑ دینا ہے۔ فقہاءِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد بیع اور ہر قسم کا کاروبار حرام ہے۔ البتہ حدیث کی رُو سے بچوں، عورتوں، غلاموں، بیماروں اور مسافروں کو جمعہ کی فرضیت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

[۸] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد زمین میں پھیل جانا، اور تلاشِ رزق کی دوڑ دھوپ میں لگ جانا ضروری ہے۔ بلکہ یہ ارشاد اجازت کے معنی میں ہے۔ چوں کہ جمعہ کی اذان سُن کر سب کاروبار چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا، اس لیے فرمایا گیا کہ نماز ختم ہو جانے کے بعد تمھیں اجازت ہے کہ منتشر ہو جاؤ اور اپنے جو کاروبار بھی کرنا چاہو کرو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت کرنے کے بعد فرمایا جب تم اِحرام کھول دو تو شکار کرو (سورہ مائدہ آیت ۲) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ضرور شکار کرو بلکہ یہ ہے کہ اس کے بعد تم شکار کر سکتے ہو۔ لہٰذا جو لوگ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ قرآن کی رُو سے اسلام میں جمعہ کی چھٹی نہیں ہے وہ غلط کہتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرنی ہو تو مسلمانوں کو جمعہ کے دن کرنی چاہیے جس طرح یہودی ہفتہ کو اور عیسائی اتوار کو کرتے ہیں۔

[۹] اس طرح کے مواقع پر شاید کا لفظ استعمال کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ کوئی شک لاحق ہے، بلکہ یہ دراصل شاہانہ اندازِ بیان ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی مہربان آقا اپنے ملازم سے کہے

اس طرح انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا، تب اللہ بھی ان سے بے پروا ہو گیا اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود۔

منکرین نے بڑے دعوے سے کہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اُٹھائے جائیں گے۔ اِن سے کہو "نہیں، میرے ربّ کی قسم تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے،[۳] پھر ضرور تمھیں بتایا جائے گا کہ تم نے (دنیا میں) کیا کچھ کیا ہے، اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے"۔

پس ایمان لاؤ اللہ پر، اور اُس کے رسولؐ پر، اور اُس روشنی پر جو ہم نے نازل کی ہے۔[۴] جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔ (اِس کا پتہ تمھیں اُس روز چل جائے گا) جب اجتماع کے دن وہ تم سب کو اکٹھا کرے گا۔[۵] وہ دن ہوگا ایک دوسرے کے مقابلے میں لوگوں کی ہار جیت کا۔[۶] جو اللہ پر ایمان لایا ہے اور نیک عمل کرتا ہے، اللہ اس کے گناہ جھاڑ دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ اِن میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جن لوگوں نے کُفر کیا ہے اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہے وہ دوزخ کے باشندے ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ ع

کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ کے اِذن ہی سے آتی ہے۔ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے، اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

کہ تم فلاں خدمت انجام دو شاید کہ تمھیں ترقی مل جائے۔ اس میں ایک لطیف وعدہ پوشیدہ ہوتا ہے جس کی امید میں ملازم دل لگا کر بڑے شوق کے ساتھ وہ خدمت انجام دیتا ہے۔

[۱۰] یہ مدینے کے ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے۔ شام سے ایک تجارتی قافلہ عین نماز جمعہ کے وقت آیا اور اس نے ڈھول تاشے بجانے شروع کیے تا کہ بستی کے لوگوں کو اس کی آمد کی اطلاع ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ڈھول تاشوں کی آوازیں سُن کر لوگ بے چین ہو گئے اور ۱۲ آدمیوں کے سوا باقی قافلے کی طرف دوڑ گئے۔

[۱۱] یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ صحابہؓ سے جو غلطی ہوئی تھی اس کی نوعیت کیا تھی۔ اگر معاذ اللہ اس کی وجہ ایمان کی کمی اور آخرت پر دنیا کی دانستہ ترجیح ہوتی تو اللہ تعالٰی کے غضب اور زجر و توبیخ کا انداز کچھ اور ہوتا لیکن چونکہ ایسی کوئی خرابی وہاں نہ تھی، بلکہ جو کچھ ہُوا تھا تربیت کی کمی کے باعث ہُوا تھا، اس لیے پہلے معلّمانہ انداز میں جمعہ کے آداب بتائے گئے، پھر اس غلطی پر گرفت کر کے مُربّیانہ انداز میں سمجھایا گیا کہ جمعہ کا خطبہ سُننے اور اس کی نماز ادا کرنے پر جو کچھ تمھیں خدا کے ہاں ملے گا وہ اس دنیا کی تجارت اور کھیل تماشوں سے بہتر ہے۔

[۱۲] یعنی اس دنیا میں مجازاً جو بھی رزق رسانی کا ذریعہ بنتے ہیں ان سب سے بہتر رازق اللہ تعالٰی ہے۔

اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ لیکن اگر تم اطاعت سے منہ موڑتے ہو تو ہمارے رسولؐ پر صاف صاف حق پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، لہٰذا ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔[۷]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، اُن سے ہوشیار رہو۔ اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ غفور و رحیم ہے۔[۸] تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔ لہٰذا جہاں تک تمھارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور سُنو اور اطاعت کرو، اور اپنے مال خرچ کرو، یہ تمھارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرضِ حسن دو تو وہ تمھیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تمھارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا، اللہ بڑا قدر دان اور بُردبار ہے، حاضر اور غائب ہر چیز کو جانتا ہے، زبردست اور دانا ہے۔ ع

---

[۱] یعنی جو بات وہ زبان سے کہہ رہے ہیں وہ ہے تو بجائے خود سچی، لیکن چونکہ ان کا اپنا عقیدہ وہ نہیں جسے وہ زبان سے ظاہر کر رہے ہیں، اس لیے اپنے اس قول میں وہ جھوٹے ہیں کہ وہ آپؐ کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

[۲] اس آیت میں ایمان لانے سے مراد ایمان کا اِقرار کر کے مسلمانوں میں شامل ہونا ہے اور کفر کرنے سے مراد دل سے ایمان نہ لانا اور اسی کفر پر قائم رہنا ہے جس پر وہ اپنے ظاہری اِقرارِ ایمان سے پہلے قائم تھے۔ یہ آیت مِن جُملہ ان آیات کے ہے جن میں اللہ کی طرف سے کسی کے دل پر مُہر لگانے کا مطلب بالکل واضح طریقے سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان منافقین کی یہ حالت اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی تھی اس لیے ایمان ان کے اندر اُتر ہی نہ سکا اور وہ مجبوراً منافق بن کر رہ گئے بلکہ اس نے ان کے دِلوں پر مُہر اس وقت لگائی جب انہوں نے اظہارِ ایمان کرنے کے باوجود کفر پر قائم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ تب ان سے مخلصانہ ایمان کی توفیق سلب کر لی گئی اور اسی منافقت کی توفیق انہیں دے دی گئی جسے انہوں نے خود اختیار کیا تھا۔

[۳] یعنی یہ جو دیواروں کے ساتھ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں یہ انسان نہیں ہیں بلکہ لکڑی کے کندے ہیں۔ ان کو لکڑی سے تشبیہ دے کر یہ بتایا گیا کہ یہ اخلاق کی رُوح سے خالی ہیں جو اصل جوہرِ انسانیت ہے۔ پھر انہیں دیوار سے تکے ہوئے کندوں سے تشبیہ دے کر یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہ بالکل ناکارہ ہیں کیوں کہ لکڑی بھی اگر کوئی فائدہ دیتی ہے تو اس وقت جب کہ وہ کسی چھت میں یا کسی دروازے میں یا کسی فرنیچر میں لگ کر استعمال ہو رہی ہو۔ دیوار سے لگا کر کندے کی شکل میں جو لکڑی رکھ دی گئی ہو وہ کوئی فائدہ بھی نہیں دیتی۔

[۴] یہ نہیں بتایا گیا کہ ان کو ایمان سے نفاق کی طرف الٹا پھرانے والا کون ہے اس کی تصریح نہ کرنے سے خود بخود یہ مطلب نکلتا ہے کہ ان کی اس اوندھی چال کا کوئی ایک محرک نہیں ہے بلکہ بہت سے محرکات اس میں کارفرما ہیں۔ شیطان

سُورۂ طلاق (مدنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

اے نبیؐ، جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو اُنھیں اُن کی عِدّت کے لیے طلاق دیا کرو۔[۱] اور عِدّت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو، اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا ربّ ہے۔[۲] (زمانۂ عدّت میں) نہ تم اُنھیں ان کے گھروں سے نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں[۳] اِلّا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں۔[۴] یہ اللہ کی مقرر کردہ حدّیں ہیں، اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر خود ظلم کرے گا۔ تم نہیں جانتے، شاید اِس کے بعد اللہ (موافقت کی) کوئی صورت پیدا کر دے۔ پھر جب وہ اپنی (عِدّت کی) مدّت کے خاتمہ پر پہنچیں تو یا انھیں بھلے طریقے سے (اپنے نکاح میں) روک رکھو، یا بھلے طریقے پر اُن سے جدا ہو جاؤ۔ اور دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنا لو جو تم میں سے صاحبِ عدل ہوں۔[۵] اور (اے گواہ بننے والو!) گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے لیے ادا کرو۔ یہ باتیں ہیں جن کی تم لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے، ہر اُس شخص کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا[۶] ہو۔ جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا

ہے۔ بُرے دوست ہیں۔ ان کے اپنے نفس کی اغراض ہیں کسی کی بیوی اس کی محرک ہے۔ کسی کے بچے اس کے محرک ہیں۔ کسی کی برادری کے اشرار اس کے محرک ہیں کسی کو حسد اور بغض اور تکبر نے اس راہ پر ہانک دیا ہے۔

[۵] یعنی صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ رسُول کے پاس استغفار کے لیے نہ آئیں بلکہ یہ بات سُن کر غرور اور تمکنت کے ساتھ سر کو جھٹکا دیتے ہیں اور رسُول کے پاس آنے اور معافی طلب کرنے کو اپنی توہین سمجھ کر اپنی جگہ جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ ان کے مومن نہ ہونے کی کھلی علامت ہے۔

[۱] یعنی وہ قادرِ مطلق ہے۔ جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی طاقت اس کی قدرت کو محدود کرنے والی نہیں ہے۔

[۲] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "جو کچھ تم چُھپ کر کرتے ہو اور جو کچھ علانیہ کرتے ہو"۔

[۳] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک منکرِ آخرت کے لیے آخر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ اسے آخرت کے آنے کی خبر قسم کھا کر دیں یا قسم کھائے بغیر دیں؟ وہ جب اس چیز کو نہیں مانتا تو محض اس بنا پر کیسے مان لے گا کہ آپ قسم کھا کر اس سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ تھے جو اپنے ذاتی علم اور تجربے کی بنا پر یہ بات خوب جانتے تھے کہ آپؐ نے کبھی عمر بھر

اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اُس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ جو اللہ پر بھروسہ کرے اِس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرّر کر رکھی ہے۔

اور تمھاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کے معاملہ میں اگر تم لوگوں کو کوئی شک لاحق ہے تو (تمھیں معلوم ہو کہ) اُن کی عِدّت تین مہینے ہے۔ اور یہی حکم اُن کا ہے جنھیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔ [۷] اور حاملہ عورتوں کی عِدّت کی حدّ یہ ہے کہ اُن کا وضعِ حمل ہو جائے۔ [۸] جو شخص اللہ سے ڈرے اُس کے معاملہ میں وہ سہولت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اُس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے۔ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کی بُرائیوں کو اُس سے دُور کر دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔

اُن کو (زمانۂ عِدّت میں) اُسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو، جیسی کچھ بھی جگہ تمھیں میسّر ہو۔ اور انھیں تنگ کرنے کے لیے ان کو نہ ستاؤ۔

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو اُن پر اُس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک اُن کا وضعِ حمل نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ تمھارے لیے (بچّے کو) دُودھ پلائیں تو ان کی اُجرت انھیں دو، اور بھلے طریقے سے (اُجرت کا معاملہ) باہمی گفت و شنید سے طے کر لو۔

جھوٹ نہیں بولا ہے، اس لیے چاہے زبان سے وہ آپؐ کے خلاف کیسے ہی بہتان گھڑتے رہے ہوں، اپنے دِلوں میں وہ یہ تصوّر تک نہیں کر سکتے تھے کہ ایسا سچا انسان کبھی خدا کی قسم کھا کر وہ بات کہہ سکتا ہے جس کے برحق ہونے کا اسے علم اور یقین نہ ہو۔

[۴] یہاں سیاق و سباق خود بتا رہا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ روشنی سے مراد قرآن ہے۔ جس طرح روشنی خود نمایاں ہوتی ہے اور گرد و پیش کی ان تمام چیزوں کو نمایاں کر دیتی ہے جو پہلے تاریکی میں چھپی ہوئی تھیں اسی طرح قرآن ایک ایسا چراغ ہے جس کا برحق ہونا بجائے خود روشن ہے اور اس کی روشنی میں انسان ہر اس مسئلے کو سمجھ سکتا ہے جسے سمجھنے کے لیے اس کے اپنے ذرائع علم و عقل کافی نہیں ہیں۔

[۵] اجتماع کے دن سے مراد ہے قیامت، اور سب کو اکٹھا کرنے سے مراد ہے تمام ان انسانوں کو بیک وقت زندہ کر کے جمع کرنا جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک دنیا میں پیدا ہوئے ہوں۔

[۶] یعنی اصل ہار جیت قیامت کے روز ہوگی۔ وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ اصل میں خسارہ کس نے اٹھایا اور کون نفع کما لے گیا۔ اصل میں دھوکا کس نے کھایا اور کون ہوشیار نکلا۔ اصل میں کس نے اپنا تمام سرمایۂ حیات ایک غلط کاروبار میں

لیکن اگر تم نے (اُجرت طے کرنے میں) ایک دوسرے کو تنگ کیا تو بچّے کو کوئی اور عورت دُودھ پلا لے گی۔ خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے، اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اُسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اُس سے زیادہ کا وہ اُسے مکلّف نہیں کرتا۔ بعید نہیں کہ اللہ تنگ دستی کے بعد فراخ دستی بھی عطا فرما دے۔ ع

کتنی [9] ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے ربّ اور اس کے رسُولوں کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے اُن سے سخت محاسبہ کیا اور اُن کو بُری طرح سزا دی۔ انھوں نے اپنے کیے کا مزا چکھ لیا اور اُن کا انجام کار گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ اللہ نے (آخرت میں) اُن کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اے صاحبِ عقل لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ نے تمھاری طرف ایک نصیحت نازل کر دی ہے، ایک ایسا رسُولؐ [10] جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سُناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ اُسے ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا

کھپا کر اپنا دیوالیہ نکال دیا اور کس نے اپنی قوتوں اور قابلیتوں اور مساعی اور اموال اور اوقات کو نفع کے سودے پر لگا کر وہ سارے فائدے لُوٹ لیے جو پہلے شخص کو بھی حاصل ہو سکتے تھے اگر وہ دنیا کی حقیقت سمجھنے میں دھوکا نہ کھاتا۔

[7] یعنی خدائی کے سارے اختیارات تنہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ کوئی دوسرا سرے سے یہ اختیار رکھتا ہی نہیں ہے کہ تمہاری اچھی یا بُری تقدیر بنا سکے۔ اچھا وقت آ سکتا ہے تو اسی کے لائے آ سکتا ہے اور بُرا وقت ٹل سکتا ہے تو اس کے ٹالے ٹل سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص سچے دِل سے اللہ کو خدائے واحد مانتا ہو اس کے لیے اس کے سوا سرے سے کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ پر بھروسا رکھے اور دنیا میں ایک مومن کی حیثیت سے اپنا فرض اس یقین کے ساتھ انجام دیتا چلا جائے کہ خیر بہرحال اسی راہ میں ہے جس کی طرف اللہ نے رہنمائی فرمائی ہے۔

[8] یعنی دنیوی رشتے کے لحاظ سے اگرچہ یہ لوگ وہ ہیں جو انسان کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن دین کے لحاظ سے یہ تمہارے "دشمن" ہیں۔ یہ دشمنی خواہ اس حیثیت سے ہو کہ وہ تمہیں نیکی سے روکتے اور بدی کی طرف مائل کرتے ہوں یا اس حیثیت سے کہ وہ تمہیں ایمان سے روکتے اور کفر کی طرف کھینچتے ہوں یا اس حیثیت سے کہ ان کی ہمدردیاں کفّار کے ساتھ ہوں، بہرحال یہ ہے ایسی چیز کہ تمہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی عاقبت برباد نہ کرنی چاہیے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم انہیں دشمن سمجھ کر ان سے سخت برتاؤ کرنے لگو، بلکہ مدعا صرف یہ ہے کہ ان کی اصلاح اگر نہ کر سکو تو کم از کم اپنے آپ کو بگڑنے سے بچائے رکھو۔

[1] عدّت کے لیے طلاق دینے کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد ہیں ایک یہ کہ حیض کی حالت میں عورت

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ نے ایسے شخص کے لیے بہترین رزق رکھا ہے۔

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی اُنہی کے مانند۔[۱۱] اُن کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ (یہ بات تمہیں اِس لیے بتائی جا رہی ہے) تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر مُحیط ہے۔ ع

سُورۂ تحریم (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے نبیؐ، تم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہے؟[۱] (کیا اس لیے کہ) تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟۔[۲] اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔[۳] اللہ تمھارا مولیٰ ہے، اور وہی علیم و حکیم ہے۔

(اور یہ معاملہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ) نبیؐ نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی۔ پھر جب اُس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کر دیا، اور اللہ نے نبیؐ کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی، تو نبیؐ نے اس پر کسی حد تک (اُس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا۔

کو طلاق نہ دو بلکہ اس وقت طلاق دو جس سے اس کی عِدّت شروع ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ عِدّت کے اندر رجوع کی گنجائش رکھتے ہوئے طلاق دو، اس طرح طلاق نہ دے بیٹھو جس سے رجوع کا موقع ہی باقی نہ رہے۔ اس حکم کی جو تشریح احادیث میں ملتی ہے اس کی رُو سے طلاق کا قاعدہ یہ ہے کہ حیض کے زمانے میں طلاق نہ دی جائے بلکہ اُس طُہر کی حالت میں دی جائے جس میں شوہر نے بیوی سے مباشرت نہ کی ہو، یا پھر اس حالت میں دی جائے جب کہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو۔ اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں نہ دے ڈالی جائیں۔

[۲] یعنی طلاق کو کھیل نہ سمجھ بیٹھو کہ طلاق کا اہم معاملہ پیش آنے کے بعد یہ بھی یاد نہ رکھا جائے کہ کب طلاق دی گئی ہے، کب عِدّت شروع ہوئی اور کب اس کو ختم ہونا ہے۔ جب طلاق دی جائے تو اس کے وقت اور تاریخ کو یاد رکھنا چاہیے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کس حالت میں عورت کو طلاق دی گئی ہے۔

[۳] یعنی نہ مرد غصّے میں آ کر عورت کو گھر سے نکال دے اور نہ عورت خود ہی بگڑ کر گھر چھوڑ دے۔ عِدّت تک گھر اس کا ہے۔ اسی گھر میں دونوں کو رہنا چاہیے تاکہ باہم موافقت کی کوئی صورت اگر نکل سکتی ہو تو اس

پھر جب نبیؐ نے اُسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اُس نے پُوچھا آپ کو اِس کی کس نے خبر دی؟ نبیؐ نے کہا، "مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے"۔ [۴]

اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کیونکہ تمھارے دِل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں، [۵] اور اگر نبیؐ کے مقابلہ میں تم نے جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اُس کا مولیٰ ہے اور اُس کے بعد جبریلؑ اور تمام صالح اہلِ ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔ [۶] بعید نہیں کہ اگر نبی تم سب بیویوں کو طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمھارے بدلے میں عطا فرما دے جو تم سے بہتر ہوں، [۷] سچی مسلمان، باایمان، اطاعت گزار، توبہ گزار، عبادت گزار، اور روزہ دار، خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، [۸] جس پر نہایت تُند خُو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔ (اُس وقت کہا جائے گا کہ) اے کافرو، آج معذرتیں پیش نہ کرو، تمھیں تو ویسا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جیسے تم عمل کر رہے تھے۔ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، بعید نہیں

سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ دونوں ایک گھر میں موجود رہیں گے تو تین مہینے تک یا تین حیض آنے تک یا حمل کی صورت میں وضع حمل تک اس کے مواقع بارہا پیش آ سکتے ہیں۔

[۴] یعنی بدچلنی کی مرتکب ہوں یا زمانہ عدت میں لڑتی جھگڑتی اور بدزبانی کرتی رہیں۔

[۵] اس سے مراد طلاق پر بھی گواہ بنانا ہے اور رجوع پر بھی۔

[۶] یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ اوپر جو ہدایات دی گئی ہیں وہ نصیحت کی حیثیت رکھتی ہیں نہ کہ قانون کی۔ آدمی اُوپر کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف طلاق دے بیٹھے، عدت کا شمار محفوظ نہ رکھے، بیوی کو بلا عذرِ معقول گھر سے نکال دے، عدت کے خاتمے پر رجوع کرے تو عورت کو ستانے کے لیے کرے اور رخصت کرے تو لڑائی جھگڑے کے ساتھ کرے اور طلاق، رجوع، مفارقت، کسی چیز پر بھی گواہ نہ بنائے، تو اس سے طلاق اور رجوع اور مفارقت کے قانونی نتائج میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہوگا کہ اسکے دل میں اللہ اور روزِ آخر پر صحیح ایمان موجود نہیں ہے جس کی بنا پر اس نے وہ طرزِ عمل اختیار کیا جو ایک سچے مومن کو اختیار نہ کرنا چاہیے۔

کہ اللہ تمھاری بُرائیاں دُور کر دے اور تمھیں ایسی جنّتوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبیؐ کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا۔ [۹] اُن کا نُور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے ربّ، ہمارا نُور ہمارے لیے مکمل کر دے اور ہم سے درگزر فرما، تُو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اے نبیؐ، کفّار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

اللہ کافروں کے معاملہ میں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو بطورِ مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں، مگر انھوں نے اپنے اُن شوہروں سے خیانت کی [۱۰] اور وہ اللہ کے مقابلہ میں اُن کے کچھ بھی نہ کام آسکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔ اور اہلِ ایمان کے معاملہ میں اللہ فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے

---

[۷] حیض خواہ کم سنی کی وجہ سے نہ آیا ہو یا اس وجہ سے کہ بعض عورتوں کو بہت دیر میں حیض آنا شروع ہوتا ہے اور شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عورت کو عمر بھر نہیں آتا بہرحال تمام صورتوں میں ایسی عورت کی عِدّت وہی ہے جو آئسہ عورت کی عِدّت ہے یعنی طلاق کے وقت سے تین مہینے۔

[۸] یعنی عورت کا وضعِ حمل چاہے شوہر کی وفات کے فوراً بعد ہو جائے یا ۴ مہینے دس ۱۰ دن سے زیادہ طُول کھینچے، بہرحال بچہ پیدا ہوتے ہی وہ عِدّت سے باہر ہو جائے گی۔

[۹] اب مسلمانوں کو مُتنبّہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ اور اس کی کتاب کے ذریعہ سے جو احکام ان کو دیے گئے ہیں ان کی اگر وہ نافرمانی کریں گے تو دنیا اور آخرت میں کس انجام سے دوچار ہوں گے اور اگر اطاعت کی راہ اختیار کریں گے تو کیا جزا پائیں گے۔

[۱۰] مفسّرین میں سے بعض نے نصیحت سے مراد قرآن لیا ہے اور رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں یعنی آپؐ کی ذات ہمہ تن نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہ دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے۔

[۱۱] ”انہی کے مانند“ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے اتنی ہی زمینیں بھی بنائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے متعدّد آسمان اس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدّد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور ”زمین کی قسم سے“ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں اپنی موجودات کے لیے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی بنا رکھی ہیں جو اپنی اپنی آبادیوں کے لیے فرش اور گہوارہ ہیں۔ بالفاظِ دیگر آسمان میں یہ جو بے شمار تارے اور سیارے نظر آتے ہیں یہ سب ڈھنڈار

جب کہ اُس نے دُعا کی ”اے میرے ربّ، میرے لیے اپنے ہاں جنّت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دے“۔ اور عمران کی بیٹی مریم[11] کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی، [12] پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے رُوح پھونک دی [13] اور اس نے اپنے ربّ کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی۔ [14] ع

سُورۂ مُلک (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ [1] جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، [2] اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔ جس نے تہ بر تہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے [3] پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ [4] بار بار نگاہ دوڑاؤ۔

پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جن میں دنیائیں آباد ہیں۔

[1] یہ دراصل سوال نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے، بلکہ آپ کو اس بات پر متنبّہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپ سے صادر ہُوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ چونکہ آپ کی حیثیت ایک عام آدمی کی نہیں بلکہ اللہ کے رسُول کی تھی اور آپ کے کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے یہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ اُمت بھی اس شے کو حرام یا کم از کم مکروہ سمجھنے لگے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بطورِ خود کسی چیز کو حلال یا حرام کر دینے کا اختیار نہ تھا۔

[2] اس سے معلوم ہُوا کہ حضور ﷺ نے تحریم کا یہ فعل خود اپنی کسی خواہش کی بنا پر نہیں کیا تھا بلکہ آپؐ کی بیویوں نے یہ چاہا تھا کہ آپ ﷺ ایسا کریں اور آپ ﷺ نے محض ان کو خوش کرنے کے لیے ایک حلال چیز اپنے لیے حرام کر لی تھی۔ حدیث کی معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی (حضرت زینبؓ) کے ہاں کہیں سے شہد آیا تھا۔ جو حضور کو مرغوب تھا اس لیے آپ ﷺ

تمھاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔

ہم نے تمھارے قریب کے آسمان [۵] کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور اُنھیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اِن شیطانوں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ ہم نے مہیّا کر رکھی ہے۔

جن لوگوں نے اپنے ربّ سے کفر کیا ہے ان کے لیے جہنّم کا عذاب ہے اور وہ بہت ہی بڑا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اُس میں پھینکے جائیں گے تو اس کے دہاڑنے کی ہولناک آواز سُنیں گے [۶] اور وہ جوش کھا رہی ہوگی، شِدّتِ غضب سے پھٹی جاتی ہو گی۔ ہر بار جب کوئی اَنبوہ اس میں ڈالا جائے گا، اُس کے کارندے اُن لوگوں سے پوچھیں گے ”کیا تمھارے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا“؟ وہ جواب دیں گے ”ہاں، خبردار کرنے والا ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے اُسے جھٹلا دیا اور کہا اللّٰہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے، تم بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو“۔ اور وہ کہیں گے ”کاش ہم سُنتے یا سمجھتے تو آج اِس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں شامل نہ ہوتے“۔ اس طرح وہ اپنے قصور کا خود اعتراف کرلیں گے، لعنت ہے اِن دوزخیوں پر۔

جو لوگ بے دیکھے اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں، یقیناً اُن کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر۔

خلافِ معمول ان کے ہاں زیادہ دیر تک تشریف فرما رہنے لگے تھے۔ اس پر بعض دوسری بیویوں کو رشک آیا اور انہوں نے ایکا کر کے آپ ﷺ کو اس شہد سے ایسی نفرت دلائی کہ آپ ﷺ نے اس کو استعمال نہ کرنے کا عہد کرلیا۔

[۳] مطلب یہ ہے کہ کفارہ دیکر قسموں کی پابندی سے نکلنے کا جو طریقہ اللّٰہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ آیت ۸۹ میں مقرر کر دیا ہے اس کے مطابق عمل کر کے آپ اس عہد کو توڑ دیں جو آپ ﷺ نے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کے لیے کیا ہے۔

[۴] کسی روایت سے تعیّن کے ساتھ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ راز کی بات کیا تھی اور جس مقصد کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کے لحاظ سے یہ سوال سرے سے کوئی اہمیت بھی نہیں رکھتا کہ وہ راز کی بات تھی کیا۔ اصل غرض جس کے لیے اس معاملے کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، ازواجِ مطہرات کو اور بالواسطہ مسلمانوں کے تمام ذمہ دار لوگوں کی بیویوں کو اس بات پر متنبّہ کرنا ہے کہ وہ رازوں کی حفاظت میں بے پروائی سے کام نہ لیں جو ہستی جتنی بڑی ذمہ دارانہ حیثیت رکھتی ہو اس کے گھر سے رازوں کا افشا اتنا ہی زیادہ خطرناک ہوتا ہے بات خواہ اہم ہو یا غیر اہم راز کی حفاظت کرنے میں تساہل کی عادت پڑ جائے تو غیر اہم باتوں کی طرح کسی وقت اہم بات بھی کُھل سکتی ہے۔

[۵] ان دونوں سے مراد حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں اور سیدھی راہ سے

تم خواہ چپکے سے بات کرو یا اُونچی آواز سے (اللہ کے لیے یکساں ہے) وہ تو دلوں کا حال تک جانتا ہے۔ کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟[۷] حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔ ع

وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو، اُس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رِزق، اُسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔ کیا تم اِس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے،[۸] تمھیں زمین میں دھنسا دے اور یکایک یہ زمین جھکولے کھانے لگے؟ کیا تم اِس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھراؤ کرنے والی ہَوا بھیج دے؟ پھر تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ میری تنبیہ کیسی ہوتی ہے۔ اِن سے پہلے گزرے ہوئے لوگ جھٹلا چکے ہیں۔ پھر دیکھ لو کہ میری گرفت کیسی سخت تھی۔ کیا یہ لوگ اپنے اوپر اُڑنے والے پرندوں کو پر پھیلائے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ رحمان کے سِوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ بتاؤ، آخر وہ کونسا لشکر تمھارے پاس ہے جو رحمان کے مقابلے میں تمھاری مدد کر سکتا ہے؟[۹] حقیقت یہ ہے کہ یہ منکرین دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

ہٹ جانے کا مطلب جو حضرت عمرؓ نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ دونوں بیویاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ زیادہ جرأت سے پیش آنے لگی تھیں جسے اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا اور انہیں تنبیہ کی۔

[۶] مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں جتھہ بندی کر کے تم اپنا ہی نقصان کرو گی کیوں کہ جس کا مولیٰ اللہ ہے اور جبریل اور ملائکہ اور تمام صالح اہل ایمان جس کے ساتھ ہیں اس کے مقابلے میں جتھہ بندی کر کے کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

[۷] اس سے معلوم ہُوا کہ قصور صرف حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہی کا نہ تھا بلکہ دوسری ازواجِ مطہراتؓ بھی کچھ نہ کچھ قصوروار تھیں، اسی لیے ان دونوں کے بعد اس آیت میں باقی سب ازواج کو بھی تنبیہ فرمائی گئی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں حضورؐ بیویوں سے اس قدر ناراض ہو گئے تھے کہ ایک مہینے تک آپؐ نے ان سے قطع تعلق کیے رکھا اور صحابہؓ میں یہ مشہور ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دے دی ہے۔

[۸] یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظامِ فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اس پر ڈالا ہے ان کو بھی وہ اپنی حدِ استطاعت تک ایسی تعلیم و تربیت دے جس سے وہ اللہ کے پسندیدہ انسان بنیں اور اگر وہ جہنم کی راہ پر جا رہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔ جہنم کا ایندھن پتھر ہوں گے سے مراد غالباً پتھر کا کوئلہ ہے، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؒ، امام محمد الباقرؒ اور سُدیؒ کہتے ہیں کہ یہ گندھک کے پتھر ہوں گے۔

[۹] یعنی ان کے اعمالِ حسنہ کا اجر ضائع نہ کرے گا۔ کفار و منافقین کو یہ کہنے کا موقع ہرگز نہ دے گا کہ اُن

یا پھر بتاؤ، کون ہے جو تمھیں رِزق دے سکتا ہے اگر رحمٰن اپنا رِزق روک لے؟ دراصل یہ لوگ سرکشی اور حق سے گریز پر اَڑے ہوئے ہیں۔ بھلا سوچو، جو شخص مُنہ اَوندھائے چل رہا ہو [۱۰] وہ زیادہ صحیح راہ پانے والا ہے یا وہ جو سر اٹھائے سیدھا ایک ہموار سڑک پر چل رہا ہو؟ اِن سے کہو اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، تم کو سُننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیے، مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔ [۱۱]

اِن سے کہو، اللہ ہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ یہ کہتے ہیں ”اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پُورا ہوگا“؟ کہو ”اِس کا عِلم تو اللہ کے پاس ہے، میں تو بس صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں“۔ پھر جب یہ اُس چیز کو قریب دیکھ لیں گے تو اُن سب لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا ہے، اور اُس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز جس کے لیے تم تقاضے کر رہے تھے۔

اِن سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ خواہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے، کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچا لے گا؟ [۱۲]

لوگوں نے خدا پرستی بھی کی تو اس کا کیا صلہ پایا۔ رسوائی باغیوں اور نافرمانوں کے حصّے میں آئے گی نہ کہ وفاداروں اور فرماں برداروں کے حصّے میں۔

[۱۰] یہ خیانت اس معنی میں نہیں ہے کہ وہ بدکاری کی مرتکب ہوئی تھیں، بلکہ اس معنی میں ہے کہ انہوں نے ایمان کی راہ میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کا ساتھ نہ دیا بلکہ ان کے مقابلے میں دشمنانِ دین کا ساتھ دیتی رہیں۔

[۱۱] ہوسکتا ہے کہ حضرت مریمؑ کے والد ہی کا نام عمران ہو یا ان کو عمران کی بیٹی اس لیے کہا گیا ہو کہ وہ آلِ عمران سے تھیں۔

[۱۲] یہ یہودیوں کے اس اِلزام کی تردید ہے کہ ان کے بطن سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی پیدائش معاذ اللہ کسی گناہ کا نتیجہ تھی سورہ نساء آیت ۱۵۶ میں ان ظالموں کے اس الزام کو بہتانِ عظیم قرار دیا گیا ہے۔

[۱۳] یعنی بغیر اس کے کہ ان کا کسی مرد سے تعلق ہوتا، ان کے رحم میں اپنی طرف سے ایک جان ڈال دی۔

[۱۴] جس مقصد کے لیے حضرت مریمؑ کو یہاں مثال میں پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کنوار پنے میں ان کو معجزے سے حاملہ کر کے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک شدید آزمائش میں ڈال دیا تھا مگر انہوں نے صبر کے ساتھ اللہ کی مرضی کے آگے سر جُھکا دیا۔

[۱] یعنی جو کچھ چاہے کر سکتا ہے کوئی چیز اسے عاجز کرنے والی نہیں ہے کہ وہ کوئی کام کرنا چاہے اور نہ کر سکے۔

[۲] یعنی دنیا میں انسانوں کے مرنے اور جینے کا یہ سلسلہ اس نے اس لیے شروع کیا ہے کہ ان کا امتحان لے اور

اِن سے کہو، وہ بڑا رحیم ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے ہیں، اور اُسی پر ہمارا بھروسہ ہے، عن قریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں پڑا ہُوا کون ہے۔ اِن سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر تمھارے کنوؤں کا پانی زمین میں اُتر جائے تو کون ہے جو اس پانی کی بہتی ہوئی سوتیں تمھیں نکال کر لا دے گا؟ ع

سُورۂ قلم (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ن۔ قَسم ہے قلم کی اور اُس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں، [۱] تم اپنے ربّ کے فضل سے مجنون نہیں ہو۔ [۲] اور یقیناً تمھارے لیے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ [۳] اور بے شک تم اِخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔ [۴] عن قریب تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون جُنون میں مُبتلا ہے۔ تمھارا ربّ اُن لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں، اور وہی ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو راہِ راست پر ہیں۔ لہٰذا تم ان جھٹلانے والوں کے دباؤ میں ہرگز نہ آؤ۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ کچھ تم مداہنت کرو تو یہ بھی مداہنت کریں۔ [۵] ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے،

یہ دیکھے کہ کس انسان کا عمل زیادہ بہتر ہے۔

[۳] اصل میں تفاوت کا لفظ استعمال ہُوا ہے، جس کے معنی ہیں عدمِ تناسب، ایک چیز کا دوسری چیز سے میل نہ کھانا، اَنمل بے جوڑ ہونا۔

[۴] اصل میں لفظ فطور استعمال ہُوا ہے جس کے معنی ہیں دراڑ، شگاف، رخنہ، پھٹا ہُوا ہونا، ٹوٹا پھوٹا ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات کی بندش ایسی چست ہے اور زمین کے ایک ذرّے سے لے کر عظیم الشان کہکشانوں تک ہر چیز ایسی مربوط ہے کہ کہیں کائنات کا تسلسل نہیں ٹوٹتا۔ تم خواہ کتنی ہی جستجو کرلو تمھیں اس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں مل سکتا۔

[۵] قریب کے آسمان سے مراد وہ آسمان ہے جس کے تاروں اور سیاروں کو ہم دوربین کے بغیر برہنہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

[۶] اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ خود جہنّم کی آواز ہوگی اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ آواز جہنّم سے آ رہی ہوگی جہاں ان لوگوں سے پہلے گرے ہوئے لوگ چیخیں مار رہے ہوں گے۔

[۷] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیا وہ اپنی مخلوق ہی کو نہ جانے گا؟

چُغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے، ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بداعمال ہے، جفا کار ہے، اور اِن سب عُیوب کے ساتھ بداصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال اور اولاد رکھتا ہے۔[۶] جب ہماری آیات اُس کو سُنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کے افسانے ہیں۔ عن قریب ہم اِس کی سُونڈ پر داغ لگائیں گے۔[۷] ع

ہم نے ان (اہلِ مکہ) کو اُسی طرح آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح ایک باغ کے مالکوں کو آزمائش میں ڈالا تھا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح سویرے ضرور اپنے باغ کے پھل توڑیں گے اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔[۸] رات کو وہ سوئے پڑے تھے کہ تمھارے ربّ کی طرف سے ایک بلا اُس باغ پر پھر گئی اور اُس کا ایسا حال ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو۔ صبح اُن لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر پھل توڑنے ہیں تو سویرے سویرے اپنی کھیتی کی طرف نکل چلو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج کوئی مسکین تمھارے پاس باغ میں نہ آنے پائے۔ وہ کچھ نہ دینے کا فیصلہ کیے ہوئے صبح سویرے جلدی جلدی اِس طرح وہاں گئے جیسے کہ وہ (پھل توڑنے) پر قادِر ہیں۔ مگر جب باغ کو دیکھا تو کہنے لگے، ”ہم راستہ بھول گئے ہیں، نہیں، بلکہ ہم محروم رہ گئے“۔ اُن میں جو سب سے بہتر آدمی تھا اس نے کہا ”میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟“[۹]

---

[۸] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے، بلکہ یہ بات اس لحاظ سے فرمائی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر جب اللہ سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ دعا مانگتا ہے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔ کسی آفت کے موقع پر سب سہاروں سے مایوس ہوتا ہے تو آسمان کا رُخ کر کے خدا سے فریاد کرتا ہے۔ کوئی ناگہانی بلا آپڑتی ہے تو کہتا ہے یہ اوپر سے نازل ہوئی ہے۔ غیر معمولی طور پر حاصل ہونے والی چیز کے متعلق کہتا ہے یہ عالمِ بالا سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو کُتبِ آسمانی یا کُتبِ سماوی کہا جاتا ہے۔ ان ساری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات کچھ انسان کی فطرت ہی میں ہے کہ وہ جب خدا کا تصور کرتا ہے تو اس کا ذہن نیچے زمین کی طرف نہیں بلکہ اوپر آسمان کی طرف جاتا ہے۔

[۹] دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”رحمان کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بنا ہوا تمہاری دستگیری کرتا ہو“۔

[۱۰] یعنی جانوروں کی طرح منہ نیچا کیے ہوئے اسی ڈگر پر چلا جا رہا ہو جس پر کسی نے اسے ڈال دیا ہو۔

[۱۱] یعنی اللہ نے علم و عقل اور سماعت و بینائی کی یہ نعمتیں حق شناسی کے لیے دی تھیں۔ تم ناشکری کر رہے ہو کہ ان سے اور سارے کام تو لیتے ہو مگر بس وہی ایک کام نہیں لیتے جس کے لیے یہ دی گئی تھیں۔

وہ پکار اُٹھے ’’پاک ہے ہمارا ربّ، واقعی ہم گناہ گار تھے‘‘۔ پھر اُن میں سے ہر ایک دُوسرے کو ملامت کرنے لگا آخرکو اُنھوں نے کہا ’’افسوس ہمارے حال پر، بے شک ہم سرکش ہو گئے تھے۔ بعید نہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں بدلے میں اس سے بہتر باغ عطا فرمائے، ہم اپنے ربّ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔‘‘ ایسا ہوتا ہے عذاب۔ اور آخرت کا عذاب اِس سے بھی بڑا ہے، کاش یہ لوگ اس کو جانتے۔ ع

یقیناً [۱۰] خدا ترس لوگوں کے لیے ان کے ربّ کے ہاں نعمت بھری جنّتیں ہیں۔ کیا ہم فرماں برداروں کا حال مُجرموں کا سا کر دیں؟ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، تم کیسے حکم لگاتے ہو؟ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے [۱۱] جس میں تم یہ پڑھتے ہو کہ تمھارے لیے ضرور وہاں وہی کچھ ہے جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو؟ یا پھر کیا تمھارے لیے روزِ قیامت تک ہم پر کچھ عہد و پیمان ثابت ہیں کہ تمھیں وہی کچھ ملے گا۔ جس کا تم حکم لگاؤ؟ اِن سے پوچھو تم میں سے کون اِس کا ضامن ہے؟ یا پھر ان کے ٹھیرائے ہوئے کچھ شریک ہیں (جنھوں نے اس کا ذِمہ لیا ہو)؟ یہ بات ہے تو لائیں اپنے ان شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں۔

جس روز سخت وقت آپڑے گا اور لوگوں کو سجدہ کرنے کے لیے بُلایا جائے گا

---

[۱۲] مکہ معظمہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا آغاز ہوا اور قریش کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تو گھر گھر حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو بددُعائیں دی جانے لگیں جادو ٹونے کیے جانے لگے تاکہ آپ ہلاک ہو جائیں۔ حتیٰ کہ قتل کے منصوبے بھی سوچے جانے لگے اس پر یہ فرمایا گیا کہ ان سے کہو، خواہ ہم ہلاک ہوں یا خدا کے فضل سے زندہ رہیں، اس سے تمھیں کیا حاصل ہوگا؟ تم اپنی فکر کرو کہ خدا کے عذاب سے تم کیسے بچو گے۔

[۱] امامِ تفسیر، مجاہد کہتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذِکر، یعنی قرآن لکھا جا رہا تھا۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ چیز جو لکھی جا رہی تھی اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

[۲] یہاں خطاب بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر اصل مقصود کفارِ مکہ کو ان کے اس بہتان کا جواب دینا ہے کہ وہ آپ کو مجنون قرار دیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن جو کاتبین وحی کے ہاتھوں لکھا جا رہا ہے بجائے خود ان کے اس بہتان کی تردید کے لیے کافی ہے۔

[۳] یعنی آپ ﷺ کے لیے اس بات پر بے حساب اور لازوال اجر ہے کہ آپ خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے جو کوششیں کر رہے ہیں ان کے جواب میں آپ کو ایسی ایسی اذیت ناک باتیں سننی پڑ رہی ہیں اور پھر بھی آپ اپنے اس فرض کو انجام دیے چلے جا رہے ہیں۔

تو یہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے، اِن کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت اِن پر چھارہی ہوگی۔ یہ
جب صحیح وسالم تھے اُس وقت انہیں سجدے کے لیے بُلایا جاتا تھا (اور یہ انکار کرتے تھے)۔

پس اے نبیؐ، تم اِس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم ایسے
طریقہ سے اِن کو بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ اِن کو خبر بھی نہ ہوگی۔ میں
اِن کی رَسّی دراز کررہا ہوں، میری چال بڑی زبردست ہے۔

کیا تم ان سے کوئی اجر طلب کررہے ہو کہ یہ اس چٹی کے بوجھ تلے دبے جا
رہے ہوں؟ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں؟ اچھا اپنے رب کا
فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو۔ اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو
جاؤ، [۱۲] جب اُس نے پکارا تھا اور وہ غم سے بھرا ہُوا تھا۔ اگر اُس کے رب کی مہربانی
اُس کے شاملِ حال نہ ہوجاتی تو وہ مذموم ہوکر چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا۔ آخر
کار اُس کے ربّ نے اسے برگزیدہ فرمالیا اور اسے صالح بندوں میں شامل کردیا۔

جب یہ کافر لوگ کلامِ نصیحت (قرآن) سُنتے ہیں تو تمھیں ایسی نظروں سے
دیکھتے ہیں کہ گویا تمھارے قدم اُکھاڑ دیں گے، اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے،
حالانکہ یہ تو سارے جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ ع

---

[۴] یعنی قرآن کے علاوہ آپ ﷺ کے بلند اخلاق بھی اس بات کا صریح ثبوت ہیں کہ کفار آپ ﷺ پر دیوانگی کی جو تہمت رکھ رہے ہیں وہ سَراسَر جھوٹی ہے کیونکہ اخلاق کی بلندی اور دیوانگی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

[۵] یعنی تم اسلام کی تبلیغ میں کچھ ڈھیلے پڑ جاؤ تو یہ بھی تمہاری مخالفت میں کچھ نرمی اختیار کرلیں یا تم ان کی گمراہیوں کی رعایت کرکے اپنے دین میں کچھ ترمیم کرنے پر آمادہ ہوجاؤ تو یہ تمہارے ساتھ مصالحت کرلیں۔

[۶] اس فقرے کا تعلق اوپر کے سلسلۂ کلام سے بھی ہوسکتا ہے اور بعد کے فقرے سے بھی۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایسے آدمی کی دھونس اس بنا پر قبول نہ کرو کہ وہ بہت مال واولاد رکھتا ہے۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ بہت مال واولاد والا ہونے کی بنا پر وہ مغرور ہوگیا ہے، جب ہماری آیات اس کو سُنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلے وقتوں کے افسانے ہیں۔

[۷] چونکہ وہ اپنے آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا تھا اس لیے اس کی ناک کو سُونڈ کہا گیا ہے اور ناک پر داغ لگانے سے مراد تذلیل ہے یعنی ہم دنیا اور آخرت میں اس کو ایسا ذلیل وخوار کریں گے کہ ابد تک یہ عار اس کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔

سُورۂ حَاقّہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ہونی شُدنی! [۱] کیا ہے وہ ہونی شُدنی؟ اور تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے ہونی شُدنی؟

ثمود اور عاد نے اُس اچانک ٹُوٹ پڑنے والی آفت [۲] کو جھٹلایا۔ تو ثمود ایک سخت حادثہ سے ہلاک کیے گئے۔ اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیے گئے اللہ تعالیٰ نے اُس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن اُن پر مسلّط رکھا۔ (تم وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح پچھڑے پڑے ہیں جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں۔ اب کیا اُن میں سے کوئی تمھیں باقی بچا نظر آتا ہے؟

اور اِسی خطائے عظیم کا ارتکاب فرعون اور اس سے پہلے کے لوگوں نے اور تَل پَٹ ہو جانے والی بستیوں نے کیا۔ [۳] ان سب نے اپنے ربّ کے رسُول کی بات نہ مانی تو اُس نے اُن کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

جب پانی کا طوفان حد سے گزر گیا [۴] تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر دیا تھا [۵] تاکہ اس واقعہ کو تمھارے لیے ایک سبق آموز یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اس کی یاد محفوظ رکھیں۔

پھر جب ایک دفعہ صُور میں پھُونک مار دی جائے گی۔

---

[۸] یعنی انہیں اپنی قدرت اور اپنے اختیار پر ایسا بھروسہ تھا کہ قسم کھا کر بے تکلف کہہ دیا کہ ہم کل ضرور اپنے باغ کے پھل توڑیں گے اور یہ کہنے کی کوئی ضرورت وہ محسوس نہیں کرتے تھے کہ اگر اللہ نے چاہا تو ہم یہ کام کریں گے۔

[۹] یعنی اللہ کو یاد کیوں نہیں کرتے؟ کیوں یہ بات بھول گئے ہو کہ اوپر پاک پروردگار موجود ہے؟

[۱۰] مکّے کے بڑے بڑے سردار مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم کو یہ نعمتیں جو دنیا میں مل رہی ہیں، یہ اللہ کے ہاں ہمارے مقبول ہونے کی علامت ہیں اور تم جس بدحالی میں مبتلا ہو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم اللہ کے مغضوب ہو۔ لہٰذا اگر کوئی آخرت ہوئی بھی، جیسا کہ تم کہتے ہو، تو ہم وہاں بھی مزے کریں گے اور عذاب تم پر ہوگا نہ کہ ہم پر، اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔

[۱۱] یعنی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب۔

[۱۲] یعنی یونس علیہ السّلام کی طرح بے صبری سے کام نہ لو جو اپنی بے صبری ہی کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیے گئے تھے۔

[۱] اصل میں لفظ الحاقۃ استعمال ہُوا ہے، جس کے معنی ہیں وہ واقعہ جس کو لازماً پیش آ کر رہنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ جتنا چاہو اس کا انکار کر لو، وہ تو ہونی شدنی ہے تمہارے انکار سے اُس کا آنا رُک نہیں جائے گا۔

اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اُس روز وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا۔ اُس دن آسمان پھٹے گا اور اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی، فرشتے اس کے اطراف و جوانب میں ہوں گے اور آٹھ فرشتے اُس روز تیرے ربّ کا عرش اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔[۶] وہ دن ہوگا جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے، تمھارا کوئی راز بھی چُھپا نہ رہ جائے گا۔

اُس وقت جس کا نامۂ اعمال اُس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا "لو دیکھو، پڑھو میرا نامۂ اعمال، میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔"[۷] پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا، عالی مقام جنّت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جُھکے پڑ رہے ہوں گے۔ (ایسے لوگوں سے کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے اُن اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔

اور جس کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا "کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔[۸] کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔[۹] آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔

---

[۲] قیامت کو ہونی شدنی کہنے کے بعد اب اس کے لیے یہ دوسرا لفظ اس کی ہولناکی کا تصوّر دلانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

[۳] مراد ہیں قوم لوطؑ کی بستیاں جن کو تلپٹ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

[۴] اشارہ ہے طوفانِ نوح کی طرف۔

[۵] اگرچہ کشتی میں سوار وہ لوگ کیے گئے تھے جو ہزاروں برس پہلے گزر چکے تھے لیکن چونکہ بعد کی پوری انسانی نسل انھی لوگوں کی اولاد ہے جو اس وقت طوفان سے بچائے گئے تھے، اس لیے فرمایا کہ ہم نے تم کو کشتی میں سوار کرا دیا۔

[۶] یہ آیت متشابہات میں سے ہے جس کے معنی متعین کرنا مشکل ہے ہم نہ یہ جان سکتے ہیں کہ عرش کیا چیز ہے اور نہ یہی سمجھ سکتے ہیں کہ قیامت کے روز آٹھ فرشتوں کے اس کو اُٹھانے کی کیفیت کیا ہوگی۔ مگر یہ بات بہرحال قابل تصوّر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوگا اور آٹھ فرشتے اس کو عرش سمیت اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ آیت میں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہوگا اور ذاتِ باری کا جو تصوّر ہم کو قرآن مجید میں دیا گیا ہے وہ بھی یہ خیال کرنے میں مانع ہے کہ وہ جسم اور جہت اور مقام سے منزّہ ہستی کسی جگہ متمکن ہو اور کوئی مخلوق اسے اٹھائے۔ اس لیے کھوج کرید کر کے اس کے معنی متعین کرنے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو گمراہی کے خطرے میں مُبتلا کرنا ہے۔

[۷] یعنی وہ اپنی خوش قسمتی کی وجہ یہ بتائے گا کہ وہ دنیا میں آخرت سے غافل نہ تھا بلکہ یہ سمجھتے ہوئے

میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔" (حکم ہوگا) پکڑو اِسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اِسے جہنّم میں جھونک دو، پھر اس کو ستّر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔[۱۰] لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یارِ غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سِوا اس کے لیے کوئی کھانا جسے خطا کاروں کے سِوا کوئی نہیں کھاتا۔ ع

پس نہیں،[۱۱] میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جو تم دیکھتے ہو اور اُن کی بھی جنھیں تم نہیں دیکھتے، یہ ایک رسُولِ کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ ربُّ العالمین کی طرف سے نازل ہُوا ہے۔ اور اگر اِس (نبیؐ) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اِس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اِس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اِس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔ [۱۲]

زندگی بسر کرتا رہا کہ ایک روز اُسے خدا کے حضور حاضر ہونا اور اپنا حساب دینا ہے۔

[۸] دوسرا مطلب اس آیت کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے کبھی یہ نہ جانا تھا کہ حساب کیا بلا ہوتی ہے۔ مجھے کبھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ ایک دن مجھے اپنا حساب بھی دینا ہوگا اور میرا سب کیا کرایا میرے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

[۹] یعنی دنیا میں جس طاقت کے بل بوتے پر میں اکڑتا تھا وہ یہاں ختم ہو چکی ہے۔ اب یہاں کوئی میرا لشکر نہیں کوئی میرا حکم ماننے والا نہیں، میں ایک بے بس اور لاچار بندے کی حیثیت سے کھڑا ہوں جو اپنے دفاع کے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔

[۱۰] یعنی خود کسی غریب کو کھانا کھلانا تو درکنار کسی سے یہ کہنا بھی پسند نہ کرتا تھا کہ خدا کے بھوکے بندوں کو روٹی دیدو۔

[۱۱] یعنی تم لوگوں نے جو کچھ سمجھ رکھا ہے بات وہ نہیں ہے۔

[۱۲] اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ نبی علیہ ﷺ کو اپنی طرف سے وحی میں کوئی کمی بیشی کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو ہم اس کو سخت سزا دیں گے، مگر اس بات کو ایسے انداز سے بیان کیا گیا ہے جس سے آنکھوں کے سامنے یہ تصویر کھنچ جاتی ہے کہ ایک بادشاہ کا مقرر کردہ افسر اس کے نام سے کوئی جعل سازی کرے تو بادشاہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اُس کا سر قلم کردے۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ غلط استدلال کیا ہے کہ جو شخص بھی نبوّت کا دعویٰ کرے اس کی رگِ دل یا رگِ گردن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً نہ کاٹ ڈالی جائے تو یہ اس کے نبی ہونے کا ثبوت ہے۔ حالانکہ اس آیت میں جو بات فرمائی گئی ہے وہ سچّے نبی کے بارے میں ہے۔ نبوّت کے جھوٹے مدعیوں کے بارے میں نہیں ہے۔ جھوٹے مدّعی تو نبوّت ہی نہیں خدائی تک کے دعوے کرتے ہیں اور زمین پر مدّتوں دندناتے پھرتے ہیں۔ یہ اُن کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

درحقیقت یہ پرہیزگار لوگوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ ایسے کافروں کے لیے یقیناً یہ مُوجبِ حسرت ہے۔ اور یہ بالکل یقینی حق ہے۔ پس اے نبیؐ، اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح کروؑ۔

سُورۃ المعارج (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

مانگنے والے نے عذاب مانگا ہے، (وہ عذاب) جو ضرور واقع ہونے والا ہے، کافروں کے لیے ہے، کوئی اُسے دفع کرنے والا نہیں، اُس خدا کی طرف سے ہے، جو عروج کے زینوں کا مالک ہے۔ ملائکہ اور رُوح[۱] اُس کے حضور چڑھ کر جاتے ہیں[۲] ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔[۳] پس اے نبیؐ، صبر کرو، شائستہ صبر۔[۴] یہ لوگ اُسے دُور سمجھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ (وہ عذاب اُس روز ہوگا) جس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا[۵] اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اُون جیسے ہو جائیں گے۔ اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پُوچھے گا حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مُجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو،

---

[۱] رُوح سے مراد جبریل علیہ السّلام ہیں اور ملائکہ سے الگ ان کا ذِکر ان کی عظمت کی بنا پر کیا گیا ہے۔

[۲] یہ مضمون متشابہات میں سے ہے، جس کے معنی متعیّن نہیں کیے جا سکتے۔ ہم نہ فرشتوں کی حقیقت جانتے ہیں نہ ان کے چڑھنے کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں، نہ یہ بات ہمارے ذہن کی گرفت میں آسکتی ہے کہ وہ زینے کیسے ہیں جن پر فرشتے چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی یہ تصوّر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی خاص مقام پر رہتا ہے کیونکہ اس کی ذات زمان و مکان کی قیود سے منزّہ ہے۔

[۳] سورۂ حج آیت ۴۷ اور سورۂ السجدہ آیت ۵ میں ہزار سال کے ایک دن کا ذکر کیا گیا ہے اور یہاں عذاب کے مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنے ذہن اور اپنے دائرہ فکر و نظر کی تنگی کے باعث خدا کے معاملات کو اپنے وقت کے پیمانوں سے ناپتے ہیں اور انہیں سو پچاس برس کی مدت بھی بڑی لمبی محسوس ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایک اسکیم ہزار ہزار سال اور پچاس پچاس ہزار سال کی ہوتی ہے اور مدت بھی بطورِ مثال ہے۔

[۴] یعنی ایسا صبر جو ایک عالی ظرف انسان کے شایانِ شان ہے۔

اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اُسے پناہ دینے والا تھا، اور رُوئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ تدبیر اُسے نجات دلا دے۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی، پُکار پکار کر اپنی طرف بُلائے گی ہر اُس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری اور مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔

انسان تھڑ دِلا پیدا کیا گیا ہے،[۶] جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بُخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں، جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں، جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے، جو روزِ جزا کو برحق مانتے ہیں، جو اپنے ربّ کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ اُن کے ربّ کا عذاب ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے خوف ہو، جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں یا اپنی مملوکہ عورتوں کے جن سے محفوظ نہ رکھنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ جو اپنی امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں، جو اپنی گواہیوں میں راست بازی پر قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

---

[۵] یعنی بار بار رنگ بدلے گا۔

[۶] جس بات کو ہم اپنی زبان میں یوں کہتے ہیں کہ "یہ بات انسان کی سرشت میں ہے" یا یہ "انسان کی فطری کمزوری ہے" اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتا ہے کہ "انسان ایسا پیدا کیا گیا ہے"۔

یہ لوگ عزّت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے۔ ع

پس اے نبیؐ، کیا بات ہے کہ یہ منکرین دائیں اور بائیں سے گروہ در گروہ تمھاری طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں؟ [۷] کیا اِن میں سے ہر ایک یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ نعمت بھری جنّت میں داخل کر دیا جائے گا؟ ہر گز نہیں۔ ہم نے جس چیز سے ان کو پیدا کیا ہے اُسے یہ خود جانتے ہیں۔ پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں [۸] کے مالک کی، ہم اس پر قادِر ہیں کہ اِن کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور کوئی ہم سے بازی لے جانے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اِنھیں اپنی بیہودہ باتوں اور اپنے کھیل میں پڑا رہنے دو یہاں تک کہ یہ اپنے اُس دن کو پہنچ جائیں جس کا اِن سے وعدہ کیا جا رہا ہے، جب یہ اپنی قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑے جا رہے ہوں گے جیسے اپنے بُتوں کے اَستھانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں، ان کی نگاہیں جُھکی ہوئی ہوں گی، ذِلّت اِن پر چھا رہی ہوگی۔ وہ دن ہے جس کا اِن سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ع

سُورۂ نوح (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اِس ہدایت کے ساتھ) کہ اپنی قوم کے لوگوں کو خبردار کر دے قبل اِس کے کہ اُن پر ایک دردناک عذاب آئے۔

اس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو، میں تمھارے لیے ایک صاف صاف خبردار کر

---

[۷] یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ اور تلاوتِ قرآن کی آواز سُن کر مذاق اڑانے اور آوازے کسنے کے لیے چاروں طرف سے دوڑ پڑتے تھے۔

[۸] مشرقوں اور مغربوں کا لفظ اس بنا پر استعمال کیا گیا ہے کہ سال کے دوران سورج ہر روز ایک نئے زاویے سے طلوع اور نئے زاویے پر غروب ہوتا ہے نیز زمین کے مختلف حصّوں پر سورج الگ الگ اوقات میں پے در پے طلوع و غروب ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان اعتبارات سے مشرق اور مغرب ایک نہیں ہیں بلکہ بہت سے ہیں۔

دینے والا (پیغمبر) ہوں۔ (تم کو آگاہ کرتا ہوں) کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، اللہ تمھارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمھیں ایک وقتِ مقرر تک باقی رکھے گا۔[۱] حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آ جاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا،[۲] کاش تمھیں اس کا علم ہو"۔

اس نے[۳] عرض کیا، "اے میرے ربّ، میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے اُن کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔ اور جب بھی میں نے اُن کو بلایا تاکہ تو انہیں معاف کر دے، انھوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک[۴] لیے اور اپنی روِش پر اَڑ گئے اور بڑا تکبّر کیا۔" پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔ پھر مَیں نے علانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا "اپنے ربّ سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمھیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟[۵] حالانکہ اُس نے طرح طرح سے

---

[۱] یعنی اگر تم نے یہ تین باتیں مان لیں تو تمھیں دنیا میں اس وقت تک جینے کی مہلت دی جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبعی موت کے لیے مقرر کیا ہے۔

[۲] اس دوسرے وقت سے مراد وہ وقت ہے جو اللہ نے کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے مقرر کر دیا ہو۔ اس کے متعلق متعدد مقامات پر قرآن مجید میں یہ بات بصراحت بیان کی گئی ہے کہ جب کسی قوم کے حق میں نزولِ عذاب کا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ ایمان بھی لے آئے تو اسے معاف نہیں کیا جاتا۔

[۳] بیچ میں ایک طویل زمانے کی تاریخ چھوڑ کر اب حضرت نوح علیہ السلام کی وہ عرضداشت نقل کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنی رسالت کے آخری دَور میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی۔

[۴] منہ ڈھانکنے کی غرض یا تو یہ تھی کہ وہ حضرت نوحؑ کی بات سُننا تو درکنار آپ کی شکل بھی دیکھنا پسند نہ کرتے تھے یا پھر یہ حرکت وہ اس لیے کرتے تھے کہ آپ کے سامنے سے گزرتے ہوئے منہ چھپا کر نکل جائیں اور اس کی نوبت ہی نہ آنے دیں کہ آپ انہیں پہچان کر ان سے بات کرنے لگیں۔

[۵] مطلب یہ ہے کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں اور سرداروں کے بارے میں تو تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کے وقار کے خلاف کوئی حرکت کرنا خطرناک ہے، مگر خداوندِ عالم کے متعلق تم یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ بھی کوئی باوقار ہستی ہوگا اس کے خلاف تم بغاوت کرتے ہو، اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو، اس کے احکام کی نافرمانیاں کرتے ہو اور اس سے تمھیں یہ اندیشہ لاحق نہیں ہوتا کہ وہ اس کی سزا دے گا۔

تمھیں بنایا ہے۔[۶] کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ برتہ بنائے اور اُن میں چاند کو نُور اور سُورج کو چراغ بنایا؟ اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اُگایا،[۷] پھر وہ تمھیں اِسی زمین میں واپس لے جائے گا اور اِس سے یکایک تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ نے زمین کو تمھارے لیے فرش کی طرح بچھا دیا تاکہ تم اس کے اندر کھلے راستوں میں چلو۔'' ع۱

نوحؑ نے کہا، ''میرے ربّ، اُنھوں نے میری بات ردّ کر دی اور اُن (رئیسوں) کی پیروی کی جو مال اور اولاد پا کر اور زیادہ نامُراد ہو گئے ہیں۔ اِن لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے اِنھوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبُودوں کو، اور نہ چھوڑو وَدّ، اور سُواع کو، اور نہ یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر کو۔[۸] اِنھوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے، اور تُو بھی اِن ظالموں کو گُمراہی کے سِوا کسی چیز میں ترقی نہ دے''۔[۹]

اپنی خطاؤں کی بنا پر ہی وہ غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے، پھر انھوں نے اپنے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا۔ اور نوحؑ نے کہا، ''میرے ربّ، اِن کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تُو نے اِن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گُمراہ کریں گے اور اِن کی نسل سے جو بھی پیدا ہو گا بدکار اور سخت کافر ہی ہو گا۔

---

[۶] یعنی تخلیق کے مختلف مدارج اور اطوار سے گزرتا ہُوا تمھیں موجودہ حالت پر لایا ہے۔

[۷] یہاں زمین کے مادّوں سے انسان کی پیدائش کو نباتات کے اُگنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح کسی وقت اس کُرّے پر نباتات موجود نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی پود لگائی۔

[۸] قومِ نوحؑ کے معبُودوں میں سے یہاں ان معبُودوں کے نام لیے گئے ہیں جنھیں بعد میں اہلِ عرب نے بھی پُوجنا شروع کر دیا تھا اور آغازِ اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ ان کے مندر بنے ہوئے تھے۔

[۹] حضرت نوح علیہ السّلام کی یہ بددُعا کسی بے صبری کی بنا پر نہ تھی بلکہ یہ اس وقت ان کی زبان سے نکلی تھی جب صدیوں تک تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہو چکے تھے۔

CS CamScanner

میرے ربّ، مجھے اور میرے والدین کو، اور ہر اُس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہُوا ہے، اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے، اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سِوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر"۔ ع ۲

سُورۂ جنّ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے نبیؐ، کہو، میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنّوں کے ایک گروہ نے غور سے سُنا[۱] پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا: "ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سُنا ہے جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لیے ہم اُس پر ایمان لے آئے اور اب ہم ہرگز اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے"۔ اور یہ کہ "ہمارے ربّ کی شان بہت اعلیٰ وارفع ہے، اُس نے کسی کو بیوی یا بیٹا نہیں بنایا ہے"۔ اور یہ کہ "ہمارے نادان لوگ[۲] اللہ کے بارے میں بہت خلافِ حق باتیں کہتے رہے ہیں"۔ اور یہ کہ "ہم نے سمجھا تھا کہ انسان اور جن کبھی خدا کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے"۔ اور یہ کہ "انسانوں میں سے کچھ لوگ جنّوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، اِس طرح اُنھوں نے جنّوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا"۔ اور یہ کہ "انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا تمھارا گمان تھا کہ اللہ کسی کو رسُول بنا کر نہ بھیجے گا"۔ اور یہ کہ "ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں سے پٹا پڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے"۔ اور یہ کہ "پہلے ہم سُن گُن لینے کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے، مگر اب

---

[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اس وقت رسول اللہ ﷺ کو نظر نہیں آ رہے تھے اور آپ ﷺ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ قرآن سن رہے ہیں بلکہ بعد میں وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس واقعے کی خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس بھی اس قصے کو بیان کرتے ہوئے بصراحت فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّوں کے سامنے قرآن نہیں پڑھا تھا نہ آپؐ نے ان کو دیکھا تھا"۔ (مسلم، ترمذی، مسند احمد، ابن جریر)

[۲] اصل میں لفظ سَفِيهُنَا استعمال کیا گیا ہے جو ایک فرد کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے اور ایک گروہ کے لیے بھی۔ اگر اسے ایک نادان فرد کے معنی میں لیا جائے تو مراد ابلیس ہوگا اور اگر ایک گروہ کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جنّوں میں بہت سے احمق اور بے عقل لوگ ایسی باتیں کہتے تھے۔

جو چوری چُھپے سُننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لیے گھات میں ایک شہابِ ثاقب لگا ہُوا پاتا ہے"۔ اور یہ کہ "ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا زمین والوں کے ساتھ کوئی بُرا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کا ربّ اُنہیں راہِ راست دکھانا چاہتا ہے"۔ [۳] اور یہ کہ "ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس سے فروتر ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں"۔ اور یہ کہ "ہم سمجھتے تھے کہ نہ زمین میں ہم اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ بھاگ کر اُسے ہرا سکتے ہیں"۔ [۴] اور یہ کہ "ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سُنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اب جو کوئی بھی اپنے ربّ پر ایمان لے آئے گا اُسے کسی حق تلفی یا ظلم کا خوف نہ ہوگا"۔ اور یہ کہ "ہم میں سے کچھ مُسلِم (اللہ کے اطاعت گزار) ہیں اور کچھ حق سے منحرف۔ تو جنھوں نے اسلام (اطاعت کا راستہ) اختیار کر لیا اُنھوں نے نجات کی راہ ڈھونڈ لی، اور جو حق سے منحرف ہیں وہ جہنّم کا ایندھن بننے والے ہیں"۔ [۵]

اور (اے نبیؐ کہو، مجھ پر یہ وحی بھی کی گئی ہے کہ) لوگ اگر راہِ راست پر ثابت قدمی سے چلتے تو ہم انہیں خوب سیراب کرتے تاکہ اِس نعمت سے اُن کی آزمائش کریں۔ اور جو اپنے ربّ کے ذِکر سے منہ موڑے گا اُس کا ربّ اُسے سخت عذاب میں مُبتلا کر دے گا۔ اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں، لہٰذا اُن میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پُکارو۔ [۶] اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہُوا تو لوگ اُس پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ع

---

[۳] اس سے معلوم ہُوا کہ یہ جن آسمان کی یہ کیفیت دیکھ کر اس تلاش میں نکلے تھے کہ آخر زمین پر ایسا کیا معاملہ پیش آیا ہے یا آنے والا ہے۔ جس کی خبروں کو محفوظ رکھنے کے لیے اس قدر سخت انتظامات کیے گئے ہیں کہ اب ہم عالمِ بالا میں سُن گُن لینے کا کوئی موقع نہیں پاتے اور جدھر بھی جاتے ہیں مار بھگائے جاتے ہیں۔

[۴] مطلب یہ ہے کہ ہمارے اسی خیال نے ہمیں نجات کی راہ دکھا دی ہم چونکہ اللہ سے بے خوف نہ تھے اور ہمیں یقین تھا کہ اگر ہم نے اس کی نافرمانی کی تو اس کی گرفت سے کسی طرح بچ نہ سکیں گے، اس لیے جب وہ کلام ہم نے سُنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہِ راست بتانے آیا تھا تو ہم یہ جرأت نہ کر سکے کہ حق معلوم ہو جانے کے بعد بھی انہی عقائد پر جمے رہتے جو ہمارے نادان لوگوں نے ہم میں پھیلا رکھے تھے۔

[۵] سوال کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کی رُو سے جن تو خود آتشیں مخلوق ہیں پھر جہنّم کی آگ سے ان کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کی رُو سے تو آدمی بھی مٹی سے بنا ہے، پھر اگر اسے مٹی کا ڈھیلا کھینچ مارا جائے تو اس کو چوٹ کیوں لگتی ہے؟

[۶] یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو، کسی اور سے دعا نہ مانگو، کسی اور کو مدد کے لیے نہ پکارو۔

اے نبیؐ، کہو کہ "مَیں تو اپنے ربّ کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا"۔ کہو، "مَیں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا"۔ کہو، "مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اُس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں۔ میرا کام اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دوں۔ اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ مانے گا اس کے لیے جہنّم کی آگ ہے اور ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

(یہ لوگ اپنی اس رَوِش سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب اُس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا اِن سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کا جتھا تعداد میں کم ہے۔[۷] کہو، "میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرا ربّ اس کے لیے کوئی لمبی مدت مقرر فرماتا ہے۔ وہ عالمُ الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اُس رسُول کے جسے اُس نے (غیب کا علم دینے کے لیے) پسند کر لیا ہو،[۸] تو اُس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے[۹] تا کہ وہ جان لے کہ انھوں نے اپنے ربّ کے پیغامات پہنچا دیے ہیں،[۱۰] اور وہ اُن کے پُورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے"۔[۱۱] ع

---

[۷] اس زمانے میں قریش کے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اِلَی اللہ کو سنتے ہی آپ پر ٹُوٹ پڑتے تھے وہ اس زعم میں مبتلا تھے کہ ان کا جتھا بڑا زبردست ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند مٹھی بھر آدمی ہیں اس لیے وہ بآسانی آپؐ کو دبا لیں گے۔

[۸] یعنی رسولؐ بجائے خود عالمُ الغیب نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ جب اس کو رسالت کا فریضہ انجام دینے کے لیے منتخب فرماتا ہے تو غیب کے حقائق میں سے جن چیزوں کا علم وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے۔

[۹] محافظوں سے مراد فرشتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے غیب کے حقائق کا علم رسُولؐ کے پاس بھیجتا ہے تو اس کی نگہبانی کرنے کے لیے ہر طرف فرشتے مقرر کر دیتا ہے تا کہ وہ علم نہایت محفوظ طریقے سے رسُول تک پہنچ جائے اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہونے پائے۔

[۱۰] اس سے معلوم ہُوا کہ رسُول کو وہ علمِ غیب دیا جاتا ہے جو فریضۂ رسالت کی انجام دہی کے لیے اس کو دینا ضروری ہوتا ہے، اور فرشتے اس بات کی بھی نگہبانی کرتے ہیں کہ رسُول تک یہ علم صحیح صُورت میں پہنچ جائے، اور اس بات کی بھی کہ رسُول اپنے ربّ کے پیغامات اس کے بندوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دے۔

[۱۱] یعنی رسُول پر بھی اور فرشتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اس طرح محیط ہے کہ اگر بال برابر بھی وہ اس کی

سُورۂ مُزّمّل (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے، رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم، آدھی رات، یا اس سے کچھ کم کرلو، یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو، اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ درحقیقت رات کا اُٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ دن کے اوقات میں تو تمھارے لیے بہت مصروفیات ہیں۔ اپنے ربّ کے نام کا ذِکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اُسی کے ہو رہو۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، لہٰذا اُسی کو اپنا وکیل بنالو۔[۱] اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں اِن پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ اُن سے الگ ہو جاؤ۔[۲] اِن جھُٹلانے والے خوش حال لوگوں سے نمٹنے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور انہیں ذرا کچھ دیر اِسی حالت پر رہنے دو۔ ہمارے پاس (ان کے لیے) بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب۔ یہ اُس دن ہوگا جب زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہو جائے گا جیسے ریت کے ڈھیر ہیں جو بکھرے جا رہے ہیں۔

مرضی کے خلاف جنبش کریں تو فوراً گرفت میں آجائیں اور جو پیغامات اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے ان کا حرف حرف گِنا ہُوا ہے، رسُولوں اور فرشتوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ان میں ایک حرف کی کمی بیشی بھی کرسکیں۔

[۱] وکیل اس شخص کو کہتے ہیں جس پر اعتماد کرکے کوئی شخص اپنا معاملہ اس کے سپرد کردے۔ قریب قریب اسی معنی میں اردو زبان میں وکیل کا لفظ اس شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے حوالے اپنا مقدمہ کرکے ایک آدمی مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کی طرف سے وہ اچھی طرح مقدمہ لڑے گا اور اسے خود اپنا مقدمہ لڑنے کی حاجت نہ رہے گی۔

[۲] الگ ہو جاؤ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے مقاطعہ کرکے اپنی تبلیغ بند کردو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے منہ نہ لگو، ان کی بیہودگیوں کو بالکل نظر انداز کردو، اور ان کی کسی بدتمیزی کا جواب نہ دو۔ پھر یہ احتراز بھی کسی غم اور غصے اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ نہ ہو بلکہ اس طرح کا احتراز ہو جس طرح ایک شریف آدمی کسی بازاری آدمی کی گالی سُن کر نظر انداز کر دیتا ہے اور دل پر میل تک نہیں آنے دیتا۔

CS CamScanner

تم لوگوں [۳] کے پاس ہم نے اُسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا (پھر دیکھ لو) جب فرعون نے اُس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اُس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اگر تم ماننے سے انکار کرو گے تو اُس دن کیسے بچ جاؤ گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہوگا؟ اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔ یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے ربّ کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔ [۴] ع

اے نبیؐ، تمھارا ربّ جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو، اور تمھارے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے، اُسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا ٹھیک شمار نہیں کر سکتے، لہٰذا اس نے تم پر مہربانی فرمائی، اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ [۵] اُسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ مریض ہوں گے، کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں، اور کچھ اور لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس جتنا قرآن بآسانی پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو [۶] اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔

---

[۳] اب مکہ کے اُن کفار کو خطاب کیا جا رہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے اور آپ کی مخالفت میں سرگرم تھے۔

[۴] یہ رکوع پہلے رکوع کے دس سال بعد مدینے میں نازل ہُوا۔

[۵] چونکہ نماز میں طول زیادہ تر قرآن کی طویل قرأت ہی سے ہوتا ہے، اس لیے فرمایا کہ تہجد کی نماز میں جتنا قرآن بسہولت پڑھ سکو پڑھ لیا کرو اس سے نماز کی طوالت میں آپ سے آپ تخفیف ہو جائے گی۔

[۶] مفسّرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پنج وقتہ فرض نماز اور فرض زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے۔ اللہ سے مغفرت مانگتے رہو، بے شک اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ ع

سُورۂ مُدَّثِّر (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے [۱] اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور خبردار کرو۔ اور اپنے ربّ کی بڑائی کا اعلان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور گندگی سے دُور رہو۔ اور اِحسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لیے۔ اور اپنے ربّ کی خاطر صبر کرو۔

اچھا، جب [۲] صُور میں پھونک ماری جائے گی، وہ دن بڑا ہی سخت دن ہوگا، کافروں کے لیے ہلکا نہ ہوگا۔ چھوڑ دو مجھے اور اُس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، [۳] بہت سا مال اُس کو دیا، اُس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیے، اور اس کے لیے ریاست کی راہ ہموار کی، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔ میں تو اسے عن قریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھواؤں گا۔ اُس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی۔ تو خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں، خدا کی مار اُس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا۔ پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا۔ پھر پلٹا اور تکبّر میں پڑ گیا۔

---

[۱] اس سورہ کی ابتدائی سات آیات وہ ہیں جن میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ یہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کے بعد دوسری وَحی ہے جو حضورؐ پر نازل ہوئی۔

[۲] یہ حصہ ابتدائی آیات کے چند مہینے بعد اس وقت نازل ہُوا تھا جب رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علانیہ تبلیغِ اسلام شروع ہو جانے کے بعد پہلی مرتبہ حج کا زمانہ آیا اور سردارانِ قریش نے ایک کانفرنس کر کے یہ طے کیا کہ باہر سے آنے والے حاجیوں کو قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان کرنے کے لیے پروپیگنڈا کی ایک زبردست مہم چلائی جائے۔

[۳] اس سے مراد وَلید بن مُغیرہ ہے جو دل میں قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کا قائل ہو چکا تھا مگر مکہ میں اپنی سرداری قائم رکھنے کے لیے اس نے مذکورہ بالا کانفرنس میں کفار کو یہ مشورہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر اور قرآن کو جادو مشہور کیا جائے۔

آخر کار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آرہا ہے، یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔ عن قریب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دوزخ؟ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے۔[۴] کھال جھلس دینے والی۔ اُنیس کارکن اس پر مقرر ہیں۔ ہم نے[۵] دوزخ کے یہ کارکن فرشتے بنائے ہیں، اور ان کی تعداد کو کافروں کے لیے فتنہ بنادیا ہے، تاکہ اہلِ کتاب کو یقین آجائے اور ایمان لانے والوں کا ایمان بڑھے، اور اہلِ کتاب اور مومنین کسی شک میں نہ رہیں،[۶] اور دل کے بیمار اور کفار یہ کہیں کہ بھلا اللہ کا اِس عجیب بات سے کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ اس طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔ اور تیرے ربّ کے لشکروں کو خود اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اس دوزخ کا ذِکر اِس کے سوا کسی غرض کے لیے نہیں کیا گیا ہے کہ لوگوں کو اس سے نصیحت ہو۔ ہرگز نہیں،[۷] قسم ہے چاند کی، اور رات کی جب کہ وہ پلٹتی ہے، اور صبح کی جب کہ وہ روشن ہوتی ہے، یہ دوزخ بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے،[۸] انسانوں کے لیے ڈراوا، تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے ڈراوا جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے۔ ہر شخص اپنے کسب کے بدلے رہن ہے، دائیں بازو والوں کے سوا،

---

[۴] یعنی وہ عذاب کے مستحقین میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دے گی جو اس کی گرفت میں آئے بغیر رہ جائے اور جو بھی اس کی گرفت میں آئے گا اسے عذاب دیے بغیر نہ چھوڑے گی۔

[۵] یہاں سے لے کر "تیرے ربّ کے لشکروں کو خود اس کے سوا کوئی نہیں جانتا" تک کی پوری عبارت میں ایک جملۂ معترضہ ہے جو دورانِ تقریر میں سلسلۂ کلام کو توڑ کر ان معترضین کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ سُن کر کہ دوزخ کے کارکنوں کی تعداد صرف ۱۹ ہوگی اس کا مذاق اڑانا شروع کردیا تھا۔ ان کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ ایک طرف تو ہم سے یہ کہا جارہا ہے کہ آدم علیہ السّلام کے وقت سے لے کر قیامت تک دنیا میں جتنے انسانوں نے بھی کفر اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہے وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور دوسری طرف ہمیں یہ خبر دی جارہی ہے کہ اتنی بڑی دوزخ میں اتنے بے شمار انسانوں کو عذاب دینے کے لیے ۱۹ کارکن مقرر ہوں گے۔

[۶] چونکہ اہلِ کتاب اور اہلِ ایمان فرشتوں کی غیر معمولی طاقتوں سے واقف ہیں اس لیے انہیں اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ ۱۹ فرشتے دوزخ کا انتظام کرنے کے لیے کافی ہیں۔

[۷] یعنی یہ کوئی ہوائی بات نہیں ہے جس کا اس طرح مذاق اڑایا جائے۔

[۸] یعنی جس طرح چاند اور رات اور دن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عظیم نشانات ہیں اسی طرح دوزخ بھی عظائمِ قدرت میں سے ایک چیز ہے۔

جو جنّتوں میں ہوں گے، وہ مُجرموں سے پوچھیں گے[۹] "تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی"؟ وہ کہیں گے "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے، اور روزِ جزاء کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اُس یقینی چیز سے سابقہ پیش آ گیا"۔ اُس وقت سفارش کرنے والوں کی کوئی سفارش اُن کے کسی کام نہ آئے گی۔

آخر اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ اِس نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں، گویا یہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں۔[۱۰] بلکہ ان میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اُس کے نام کھلے خط بھیجے جائیں۔[۱۱] ہرگز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔ ہرگز نہیں،[۱۲] یہ تو ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اس سے سبق حاصل کر لے۔ اور یہ کوئی سبق حاصل نہ کریں گے اِلّا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے۔ وہ اس کا حق دار ہے کہ اُس سے تقوٰی کیا جائے اور وہ اس کا اہل ہے کہ (تقوٰی کرنے والوں کو) بخش دے۔ ؏

سُورۃ قیامہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

نہیں،[۱] میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی،[۲] اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت

---

[۹] یعنی جنّت میں بیٹھے بیٹھے وہ دوزخ کے لوگوں سے بات کریں گے اور یہ سوال کریں گے۔

[۱۰] یہ ایک عربی محاورہ ہے جنگلی گدھوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ خطرہ بھانپتے ہی وہ اس قدر بدحواس ہو کر بھاگتے ہیں کہ کوئی دوسرا جانور اس طرح نہیں بھاگتا۔

[۱۱] یعنی یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مقرر فرمایا ہے تو وہ مکّہ کے ایک ایک سردار اور ایک ایک شیخ کے نام ایک خط لکھ کر بھیجے کہ محمد ﷺ ہمارے نبی ہیں، تم ان کی پیروی قبول کرو۔

[۱۲] یعنی ان کا ایسا کوئی مطالبہ ہرگز پورا نہ کیا جائے گا۔

[۱] کلام کی ابتداء نہیں سے کرنا خود بخود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے سے کوئی بات چل رہی تھی جس کی تردید میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پس یہاں نہیں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم سمجھ رہے ہو وہ صحیح نہیں ہے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اصل بات یہ ہے۔

[۲] قیامت کے آنے پر خود قیامت کی قسم اس لیے کھائی گئی ہے کہ اس کا آنا یقینی ہے۔ پورا نظامِ عالم گواہی دے رہا

کرنے والے نفس کی، [۳] کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم تو اس کی انگلیوں کی پور پور تک ٹھیک بنا دینے پر قادر ہیں۔ مگر انسان چاہتا یہ ہے کہ آگے بھی بداعمالیاں کرتا رہے۔ [۴] پوچھتا ہے "آخر کب آنا ہے وہ قیامت کا دن؟" پھر جب دیدے پتھرا جائیں گے۔ اور چاند بے نُور ہو جائے گا اور چاند سُورج مِلا کر ایک کر دیے جائیں گے۔ اُس وقت یہی انسان کہے گا "کہاں بھاگ کر جاؤں"؟ ہرگز نہیں، وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہوگی، اُس روز تیرے ربّ ہی کے سامنے جا کر ٹھیرنا ہوگا۔ اُس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔ [۵] اے نبیؐ، [۶] اِس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اِس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذِمّہ ہے، لہٰذا جب ہم اِسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت تم اِس کی قرأت کو غور سے سُنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذِمّہ ہے۔ ہرگز نہیں [۷] اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔ اُس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے،

ہے کہ یہ نظام نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ ایک وقت عدم سے وجود میں آیا ہے اور ایک وقت ضرور ختم ہو کر رہے گا۔

[۳] یعنی ضمیر کی جو انسان کو برائی پر ملامت کرتا ہے اور جس کا انسان میں موجود ہونا یہ شہادت دیتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہے۔

[۴] یعنی قیامت کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے نہ کہ کوئی ایسی غلطی اور علمی دلیل جس کی بنا پر آدمی یہ کہہ سکتا ہو کہ قیامت ہرگز برپا نہ ہوگی یا اس کا برپا ہونا غیر ممکن ہے۔

[۵] یعنی آدمی کا نامۂ اعمال اس کے سامنے رکھنے کی غرض درحقیقت یہ نہیں ہوگی کہ مُجرم کو اس کا جُرم بتایا جائے، بلکہ ایسا کرنا تو اس وجہ سے ضروری ہوگا کہ انصاف کے تقاضے برسرِ عدالت جُرم کا ثبوت پیش کیے بغیر پورے نہیں ہوتے ورنہ ہر انسان خوب جانتا ہے کہ وہ خود کیا ہے۔

[۶] یہاں سے لے کر "پھر ان کا مطلب یہ سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے" تک کی پوری عبارت ایک جملۂ معترضہ ہے جو سلسلۂ کلام کو بیچ میں توڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد فرمائی گئی ہے۔ جبریل علیہ السّلام جب یہ سورۃ حضورؐ کو سُنا رہے تھے۔ اس وقت آپ اس اندیشے سے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں اس کو زبان سے دہرانے کی کوشش فرما رہے تھے۔

[۷] یہاں سے سلسلۂ کلام پھر اسی مضمون کے ساتھ جُڑ جاتا ہے جو بیچ کے جملۂ معترضہ سے پہلے چلا آرہا

اپنے ربّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ اور کچھ چہرے اُداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے۔ ہرگز نہیں،[۸] جب جان حلق تک پہنچ جائے گی، اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا، اور آدمی سمجھ لے گا کہ یہ دنیا سے جدائی کا وقت ہے، اور پنڈلی سے پنڈلی جُڑ جائے گی، وہ دن ہوگا تیرے ربّ کی طرف روانگی کا۔ ع

مگر اُس نے نہ سچ مانا اور نہ نماز پڑھی، بلکہ جُھٹلایا اور پلٹ گیا، پھر اکڑتا ہُوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا۔ یہ رَوِش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔ ہاں یہ رَوِش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔

کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مُہمل چھوڑ دیا جائے گا؟[۹] کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحمِ مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر وہ ایک لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اسکا جسم بنایا اور اس کے اعضا درست کیے، پھر اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اِس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے والوں کو پھر سے زندہ کر دے؟ ع

سورۂ دَھر (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گُزرا ہے جب وہ کوئی قابلِ

تھا۔ ہرگز نہیں کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں کے انکارِ آخرت کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ تم خالقِ کائنات کو قیامت برپا کرنے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے سے عاجز سمجھتے ہو، بلکہ اصل وجہ یہ ہے۔

[۸] اس ''ہرگز نہیں'' کا تعلق اسی سلسلۂ کلام سے ہے جو اوپر سے چلا آرہا ہے یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تمہیں مر کر فنا ہو جانا ہے اور اپنے ربّ کے حضور واپس جانا نہیں ہے۔

[۹] اصل میں لفظ سُدًی استعمال ہُوا ہے۔ عربی زبان میں اِبِلٌ سُدًی اُس اونٹ کے لیے بولتے ہیں جو یونہی چُھوٹا پھر رہا ہو جدھر چاہے چرتا پھرے، کوئی اس کی نگرانی کرنے والا نہ ہو۔ اسی معنی میں ہم شُترِ بے مہار کا لفظ بولتے ہیں۔

ذکر چیز نہ تھا؟[۱] ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اِس غرض کے لیے ہم نے اُسے سُننے اور دیکھنے والا بنایا۔[۲] ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔[۳]

کفر کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ مہیّا کر رکھی ہے۔ نیک لوگ (جنّت میں) شراب کے ایسے ساغر پییں گے جن میں آبِ کافور کی آمیزش ہوگی، یہ ایک بہتا چشمہ ہوگا جس کے پانی کے ساتھ اللہ کے بندے شراب پییں گے اور جہاں چاہیں گے بسہولت اس کی شاخیں نکال لیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو (دنیا میں) نذر پوری کرتے ہیں،[۴] اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی، اور اللہ کی محبّت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور اُن سے کہتے ہیں کہ)، "ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، ہمیں تو اپنے ربّ سے اُس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔" پس اللہ تعالیٰ انہیں اُس دن کے شر سے بچا لے گا اور انہیں تازگی اور سُرور بخشے گا اور اُن کے صبر[۵] کے بدلے میں اُنہیں جنّت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔ وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ اُنہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی ٹھِر۔ جنّت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہوگی، اور اُس کے پھل ہر وقت ان کے بس میں ہوں گے (کہ جس طرح چاہیں انہیں توڑ لیں)۔

---

[۱] اس سے مقصود سوال نہیں ہے بلکہ انسان سے بات کا اِقرار کرانا ہے کہ ہاں اس پر ایسا ایک وقت گزر چکا ہے اور مزید براں اسے یہ سوچنے پر مجبور کرنا ہے کہ اگر پہلے وہ عدم سے وجود میں لایا جا چکا ہے تو اس کا دوبارہ پیدا ہونا کیوں ناممکن ہو۔

[۲] یعنی اس کو ہوش گوش والا بنایا۔

[۳] یعنی کفر اور شکر کا اختیار اسے دیتے ہوئے یہ بتا دیا کہ کفر کا راستہ کونسا ہے اور شکر کا کونسا۔

[۴] نذر کے معنی ہیں خدا سے یہ عہد کرنا کہ آدمی اس کی رضا کے لیے فرض سے زائد فلاں نیک کام کرے گا۔

[۵] صبر کا لفظ یہاں اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد وہ مرتے دم تک خدا کے احکام کی پابندی کرتے رہے اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرتے رہے۔

اُن کے آگے چاندی کے برتن [۶] اور شیشے کے پیالے گردش کرائے جا رہے ہوں گے، شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہونگے، [۷] اور ان کو (منتظمینِ جنت نے) ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہوگا۔ اُن کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی، یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ [۸] ان کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم اُنہیں دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دیے گئے ہیں۔ وہاں جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمہیں نظر آئے گا۔ اُن کے اوپر باریک ریشم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے، اُن کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، [۹] اور اُن کا ربّ ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کارگزاری قابلِ قدر ٹھیری ہے۔ ع

اے نبیؐ، ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، [۱۰] لہٰذا تم اپنے ربّ کے حکم پر صبر کرو، [۱۱] اور اِن میں سے کسی بدعمل یا منکرِ حق کی بات نہ مانو۔ اپنے ربّ کا نام صبح و شام یاد کرو، رات کو بھی اسکے حضور سجدہ ریز ہو، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو۔ [۱۲]

---

[۶] سورہ زُخرف آیت ۷۱ میں ارشاد ہُوا ہے کہ ان کے آگے سونے کے برتن گردش کرائے جا رہے ہوں گے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ کبھی وہاں سونے کے برتن استعمال ہوں گے اور کبھی چاندی کے۔

[۷] یعنی وہ ہوگی تو چاندی مگر شیشے کی طرح شفاف ہوگی۔

[۸] اہلِ عرب چونکہ شراب کے ساتھ سونٹھ ملے ہوئے پانی کی آمیزش کو پسند کرتے تھے، اس لیے فرمایا گیا کہ وہاں ان کو وہ شراب پلائی جائے گی جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

[۹] سورہ حج آیت ۲۳ اور سورہ فاطر آیت ۳۳ میں بیان ہُوا ہے کہ انہیں وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اپنی مرضی اور پسند کے مطابق جب وہ چاہیں گے، سونے کے کنگن پہنیں گے، جب چاہیں گے، چاندی کے کنگن پہن لیں گے اور جب چاہیں گے دونوں کو ملا کر استعمال کریں گے۔

[۱۰] یہاں مخاطب بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن دراصل جواب کفار کے ایک اعتراض کا دیا جا رہا ہے وہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن خود سوچ سوچ کر بنا رہے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرمان آتا تو اکٹھا ایک ہی مرتبہ آجاتا۔

[۱۱] یعنی تمہارے ربّ نے جس کارِ عظیم پر تمہیں مامور کیا ہے اس کی سختیوں اور مشکلات پر صبر کرو جو کچھ بھی تم پر گزر جائے اسے پامردی کے ساتھ برداشت کرتے چلے جاؤ اور پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دو۔

[۱۲] جب اللہ کی یاد کا حکم اوقات کے تعین کے ساتھ دیا جاتا ہے تو اس سے مراد نماز ہوتی ہے اس آیت میں سب

CS CamScanner

یہ لوگ تو جلدی حاصل ہونے والی چیز، (دنیا) سے محبت رکھتے ہیں اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم نے ہی اِن کو پیدا کیا ہے اور اِن کے جوڑ بند مضبوط کیے ہیں، اور ہم جب چاہیں اِن کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں۔ یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے ربّ کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔ اور تمھارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللّٰہ نہ چاہے۔ یقیناً اللّٰہ بڑا علیم و حکیم ہے، اپنی رحمت میں جس کو چاہتا ہے داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ع

سُورۂ مُرسَلات (مکّی)

اللّٰہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قَسم ہے اُن (ہواؤں) کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں، پھر طوفانی رفتار سے چلتی ہیں اور (بادلوں کو) اُٹھا کر پھیلاتی ہیں، پھر (اُن کو) پھاڑ کر جدا کرتی ہیں، پھر (دِلوں میں خدا کی) یاد ڈالتی ہیں عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر، [۱] جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ [۲]

پھر جب ستارے ماند پڑ جائیں گے، اور آسمان پھاڑ دیا جائے گا، اور پہاڑ دُھنک ڈالے

سے پہلے فرمایا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۔ بکرہ عربی زبان میں صبح کو کہتے ہیں اور اصل کا لفظ زوال کے وقت سے غروب آفتاب تک کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں ظہر اور عصر کے اوقات آ جاتے ہیں پھر فرمایا وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ رات کا وقت غروب آفتاب کے بعد شروع ہو جاتا ہے: اس لیے رات کو سجدہ کرنے کے حکم میں مغرب اور عشا دونوں وقتوں کی نمازیں شامل ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد یہ ارشاد کہ رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو، نمازِ تہجد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

[۱] یعنی کبھی تو ان کی آمد کے رکنے اور قحط کا خطرہ پیدا ہونے سے دِل گداز ہوتے ہیں اور لوگ اللّٰہ سے توبہ و استغفار کرنے لگتے ہیں۔ کبھی ان کے بارانِ رحمت لانے پر لوگ اللّٰہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور کبھی ان کی طوفانی سختی دلوں میں خوف پیدا کرتی ہے اور تباہی کے ڈر سے لوگ خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

[۲] یعنی ہواؤں کا یہ انتظام اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ایک وقت قیامت ضرور برپا ہوگی۔ ہوا اگرچہ مخلوقات کی زندگی کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے مگر اللّٰہ جب چاہے اسے تباہی کا ذریعہ بنا سکتا ہے اور بنا دیتا ہے۔

CS CamScanner

جائیں گے، اور رسُولوں کی حاضری کا وقت آ پہنچے گا[۳] (اس روز وہ چیز واقع ہو جائے گی) کس روز کے لیے یہ کام اٹھا رکھا گیا ہے؟ فیصلے کے روز کے لیے۔ اور تمھیں کیا خبر کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ تباہی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔

کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر اُنھی کے پیچھے ہم بعد والوں کو چلتا کریں گے۔ مُجرموں کے ساتھ ہم یہی کچھ کیا کرتے ہیں۔ تباہی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔[۴]

کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمھیں پیدا نہیں کیا اور ایک مقررّہ مدت تک اُسے ایک محفوظ جگہ ٹھیرائے رکھا؟ تو دیکھو، ہم اس پر قادر تھے، پس ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں۔ تباہی ہے اُس روز جُھٹلانے والوں کے لیے۔[۵]

کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا، زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی، اور اس میں بلند و بالا پہاڑ جمائے، اور تمھیں میٹھا پانی پلایا؟ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔[۶] چلو اب[۷] اُسی چیز کی طرف جسے تم جُھٹلایا کرتے تھے۔ چلو اُس سائے کی طرف جو تین شاخوں[۸] والا ہے۔

---

[۳] قرانِ عظیم میں متعدد مقامات پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ میدانِ حشر میں جب نوعِ انسانی کا مقدمہ پیش ہوگا تو ہر قوم کے رسُول کو شہادت کے لیے پیش کیا جائے گا تا کہ وہ اس امر کی گواہی دے کہ اس نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔

[۴] یہاں یہ فقرہ اس معنی میں ارشاد ہُوا ہے کہ دنیا میں ان کا جو انجام ہُوا ہے یا آئندہ ہوگا وہ ان کی اصل سزا نہیں ہے، بلکہ اصلی تباہی تو ان پر فیصلے کے دن نازل ہوگی۔

[۵] یعنی حیات بعدِ موت کے امکان کی یہ صریح دلیل سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی جو لوگ آج اس کو جُھٹلا رہے ہیں وہ اس دن تباہی سے دوچار ہوں گے۔

[۶] یعنی جو لوگ خدا کی قدرت اور حکمت کے یہ کرشمے دیکھ کر بھی آخرت کے ممکن اور معقول ہونے کا انکار کر رہے ہیں وہ اپنی اس خام خیالی میں مگن رہنا چاہتے ہیں تو رہیں۔ جس روز یہ سب کچھ ان کی توقعات کے خلاف پیش آ جائیگا اس روز ان کو پتہ چلے گا کہ انھوں نے یہ حماقت کر کے خود اپنے لیے تباہی مول لی ہے۔

[۷] آخرت کے دلائل دینے کے بعد اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب وہ واقع ہو جائے گی تو وہاں ان منکرین کا کیا حشر ہوگا۔

[۸] سائے سے مراد دھوئیں کا سایہ ہے اور تین شاخوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی بہت بڑا دھواں اُٹھتا ہے تو اُوپر جا کر وہ کئی شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

نہ ٹھنڈک پہنچانے والا اور نہ آگ کی لپٹ سے بچانے والا۔ وہ آگ محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی (جو اُچھلتی ہوئی یوں محسوس ہوں گی) گویا کہ وہ زرد اُونٹ ہیں۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔

یہ وہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہ بولیں گے اور نہ انہیں موقع دیا جائے گا کہ کوئی عذر پیش کریں[۹] تباہی ہے اس دن جُھٹلانے والوں کے لیے۔ یہ فیصلے کا دن ہے۔ ہم نے تمھیں اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی چال تم چل سکتے ہو تو میرے مقابلہ میں چل دیکھو۔ تباہی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ ع

متقی لوگ آج سایوں اور چشموں میں ہیں اور جو پھل وہ چاہیں (اُن کے لیے حاضر ہیں)۔ کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے اُن اعمال کے صلے میں جو تم کرتے رہے ہو۔ ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ تباہی ہے اُس روز جُھٹلانے والوں کے لیے۔

کھالو[۱۰] اور مزے کرلو تھوڑے دن۔ حقیقت میں تم لوگ مُجرم ہو۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔ جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جُھکو تو نہیں جُھکتے۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔ اب اِس (قرآن) کے بعد اور کون سا کلام ایسا ہوسکتا ہے جس پر یہ ایمان لائیں؟ ع

---

[۹] یعنی ان کے خلاف مقدمہ ایسی مضبوط شہادتوں سے ثابت کر دیا جائے گا کہ وہ دَم بخود رہ جائیں گے۔ اور ان کے لیے اپنی معذرت میں کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

[۱۰] اَب کلام ختم کرتے ہوئے نہ صرف کفارِ مکّہ کو بلکہ دنیا کے تمام کفار کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے جارہے ہیں۔

سُورۂ نبأ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پُوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ کیا اُس بڑی خبر کے بارے میں جس کے متعلق یہ مختلف چہ میگوئیاں کرنے میں لگے ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں،[۱] عن قریب اِنھیں معلوم ہو جائے گا۔ ہاں، ہرگز نہیں، عن قریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا، اور تمھیں (مردوں اور عورتوں کے) جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا، اور تمہاری نیند کو باعثِ سکون بنایا، اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا، اور تمھارے اُوپر سات مضبوط آسمان قائم کیے، اور ایک نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا،[۲] اور بادلوں سے لگاتار بارش برسائی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلّہ اور سبزی اور گھنے باغ اگائیں؟

بے شک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس روز صُور میں پُھونک ماردی جائے گی، تم فوج درفوج نکل آؤ گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا حتّٰی کہ وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا، اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔

درحقیقت جہنّم ایک گھات ہے،[۳] سرکشوں کا ٹھکانا،

---

[۱] یعنی آخرت کے متعلق جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں سب غلط ہیں جو کچھ انہوں نے سمجھ رکھا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔

[۲] مراد ہے سُورج۔ اصل میں لفظ وَھَّاجًا استعمال ہُوا ہے جس کے معنی نہایت گرم کے بھی ہیں اور نہایت روشن کے بھی، اس لیے ترجمہ میں ہم نے دونوں معنی درج کر دیے ہیں۔

[۳] گھات اُس جگہ کو کہتے ہیں جو شکار کو پھانسنے کے لیے بنائی جاتی ہے تاکہ وہ بے خبری کی حالت میں آئے اور اچانک اُس میں پھنس جائے۔ جہنّم کے لیے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ خدا کے باغی اس سے بے خوف ہو کر دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے اُچھل کود کرتے پھر رہے ہیں کہ خدا کی خدائی ان کے لیے ایک کُھلی آماجگاہ ہے اور یہاں کسی پکڑ کا خطرہ نہیں ہے لیکن جہنّم ان کے لیے ایک ایسی چھپی ہوئی گھات ہے جس میں وہ یکا یک پھنسیں گے اور بس پھنس کر ہی رہ جائیں گے۔

جس میں وہ مدّتوں پڑے رہیں گے۔ [۴] اُس کے اندر کسی ٹھنڈک اور پینے کے قابل کسی چیز کا مزہ وہ نہ چکھیں گے، کچھ ملے گا تو بس گرم پانی اور زخموں کا دھوون (اُن کے کرتُوتوں) کا بھرپور بدلہ۔ وہ کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو انھوں نے بالکل جُھٹلا دیا تھا، اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گِن گِن کر لکھ رکھی تھی۔ اب چکھو مزہ، ہم تمھارے لیے عذاب کے سوا کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے۔ ع

یقیناً متقیوں کے لیے کامرانی کا ایک مقام ہے، باغ اور انگور، اور نَو خیز ہم سِن لڑکیاں، اور چھلکتے ہوئے جام۔ وہاں کوئی لغو اور جُھوٹی بات وہ نہ سُنیں گے۔ جزاء اور کافی [۵] انعام تمھارے ربّ کی طرف سے، اُس نہایت مہربان خدا کی طرف سے جو زمین اور آسمانوں کا اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے، جس کے سامنے کسی کو بولنے کا یارا نہیں۔ [۶]

جس روز رُوح [۷] اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا سوائے اُس کے جسے رحمٰن اجازت دے اور جو ٹھیک بات کہے۔ وہ دِن برحق ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے ربّ کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کر لے۔

ہم نے تم لوگوں کو اُس عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب آ لگا ہے۔ جس روز آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اور کافر پُکار اُٹھے گا کہ کاش میں خاک ہوتا۔ ع

---

[۴] اصل میں لفظ احقاب استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں پے در پے آنے والے طویل زمانے ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دَور ختم ہوتے ہی دُوسرا دَور شروع ہو جائے۔

[۵] جزاء کے بعد کافی انعام دینے کا ذکر یہ معنی رکھتا ہے کہ ان کو صاف وہی جزاء نہیں دی جائے گی جس کے وہ اپنے نیک اعمال کی بناء پر مستحق ہوں گے، بلکہ اس پر مزید انعام اور کافی انعام بھی انہیں دیا جائے گا۔

[۶] یعنی میدانِ حشر میں دربارِ الٰہی کے رُعب کا یہ عالم ہوگا کہ اہلِ زمین ہوں یا اہلِ آسمان، کسی کی بھی یہ مجال نہ ہوگی کہ از خود اللّٰہ تعالیٰ کے حضور زبان کھول سکے یا عدالت کے کام میں مداخلت کر سکے۔

[۷] رُوح سے مراد جبریل علیہ السّلام ہیں اور ان کا جو بلند مرتبہ اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس کی وجہ سے ملائکہ سے الگ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

ایاتها ۴۶ ۷۹ سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ ۸۱ ركوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ
سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ وقف لازم
يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾
قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾ وقف لازم
يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا
عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ وقف لازم
فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ وقف لازم
بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ
اِنَّهٗ طَغٰى ۖ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۸﴾
وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ
الْكُبْرٰى ۖ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَ عَصٰى ۖ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۖ﴿۲۲﴾

سُورۂ نازِعات (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قَسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو ڈوب کر کھینچتے ہیں، اور آہستگی سے نکال لے جاتے ہیں، [۱] اور (اُن فرشتوں کی جو کائنات میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں، [۲] پھر (حکم بجالانے میں) سبقت کرتے ہیں، [۳] پھر (احکامِ الٰہی کے مطابق) معاملات کا انتظام چلاتے ہیں۔ [۴] جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا، کچھ دِل ہوں گے جو اُس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے، نگاہیں اُن کی سہمی ہوئی ہوں گی۔

یہ لوگ کہتے ہیں "کیا واقعی ہم پلٹا کر پھر واپس لائے جائیں گے؟ کیا جب ہم کھوکھلی بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے؟" کہنے لگے "یہ واپسی تو پھر بڑے گھاٹے کی ہوگی"! [۵] حالانکہ یہ بس اتنا کام ہے کہ ایک زور کی ڈانٹ پڑے گی اور یکایک یہ کھلے میدان میں موجود ہوں گے۔

کیا تمھیں موسیٰؑ کے قصّے کی خبر پہنچی ہے؟ جب اُس کے ربّ نے اُسے طُوٰی کی مقدّس وادی میں پُکارا تھا کہ "فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے، اور اس سے کہہ کیا تُو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے اور مَیں تیرے ربّ کی طرف تیری رہنمائی کروں تو (اُس کا) خوف تیرے اندر پیدا ہو"؟ پھر موسیٰؑ نے (فرعون کے پاس جا کر) اُس کو بڑی نشانی دکھائی، [۶] مگر اُس نے جھٹلا دیا اور نہ مانا، پھر چالبازیاں کرنے کے لیے پلٹا

---

[۱] مُراد وہ فرشتے ہیں جو موت کے وقت انسان کی جان کو اس کے جسم کی گہرائیوں تک اُتر کر اور اس کی رگ رگ سے کھینچ کر نکالتے ہیں۔

[۲] یعنی احکامِ الٰہی کی تعمیل میں اس طرح تیزی سے رواں دواں رہتے ہیں جیسے کہ وہ فضا میں تیر رہے ہوں۔

[۳] سبقت کرنے سے مراد یہ ہے کہ حکمِ الٰہی کا اشارہ پاتے ہی ان میں سے ہر ایک اس کی تعمیل کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔

[۴] یہ سلطنتِ کائنات کے وہ کارکن ہیں جن کے ہاتھوں دنیا کا سارا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چل رہا ہے۔

[۵] یعنی جب ان کو جواب دیا گیا کہ ہاں ایسا ہی ہوگا تو وہ مذاق کے طور پر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یارو، اگر واقعی ہمیں پلٹ کر دوبارہ زندگی کی حالت میں واپس آنا پڑا تب تو ہم مارے گئے۔

[۶] بڑی نشانی سے مُراد عصا کا اژدھا بن جانا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔

فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝٢٣ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝٢٤ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ
نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝٢٥ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى ۝٢٦ ١ ع ٢٦ ٢
ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝٢٧ رَفَعَ سَمْكَهَا
فَسَوّٰىهَا ۝٢٨ وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝٢٩ وَالْاَرْضَ
بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝٣٠ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝٣١
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝٣٢ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝٣٣ فَاِذَا
جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝٣٤ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا
سَعٰى ۝٣٥ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى ۝٣٦ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝٣٧
وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝٣٨ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝٣٩ وَاَمَّا
مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ
الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝٤١ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ
مُرْسٰىهَا ۝٤٢ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝٤٣ اِلٰى رَبِّكَ
مُنْتَهٰىهَا ۝٤٤ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا ۝٤٥ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ
یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝٤٦ ٢ ع ٢٠ ٣

اور لوگوں کو جمع کر کے اُس نے پکار کر کہا ”میں تمھارا سب سے بڑا ربّ ہوں“۔ آخر کار اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ درحقیقت اِس میں بڑی عبرت ہے ہر اُس شخص کے لیے جو ڈرے۔ [٧] ع

کیا تم لوگوں کی تخلیق زیادہ سخت کام ہے یا آسمان کی؟ اللہ نے اُس کو بنایا، اُس کی چھت خوب اونچی اُٹھائی پھر اُسکا توازن قائم کیا، اور اُس کی رات ڈھانکی اور اُس کا دن نکالا۔ اِس کے بعد زمین کو اس نے بچھایا، اُس کے اندر سے اُس کا پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑ اس میں گاڑ دیے سامانِ زیست کے طور پر تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے۔ پھر جب وہ ہنگامۂ عظیم برپا ہوگا، [٨] جس روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا، اور ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی، تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگی۔ اور جس نے اپنے ربّ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بُری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

یہ لوگ تم سے پُوچھتے ہیں کہ ”آخر وہ گھڑی کب آ کر ٹھیرے گی؟“ تمھارا کیا کام کہ اُس کا وقت بتاؤ۔ اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے۔ تم صرف خبردار کرنے والے ہو ہر اُس شخص کو جو اُس کا خوف کرے۔ جس روز یہ لوگ اسے دیکھ لیں گے تو انھیں یوں محسوس ہوگا کہ (دنیا میں یا حالتِ موت میں) یہ بس ایک دن کے پچھلے پہر یا اگلے پہر تک ٹھیرے ہیں۔ ع

---

[٧] یعنی خدا کے رسُول کو جھٹلانے کے اس انجام سے ڈرے جو فرعون دیکھ چکا ہے۔

[٨] مُراد ہے قیامت۔

ایاتها ۴۲ ۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝۱ ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲ ؕ وَمَا
يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝۳ ۙ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ
الذِّكْرٰى ۝۴ ؕ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ ۙ فَاَنْتَ لَهٗ
تَصَدّٰى ۝۶ ؕ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ ؕ وَاَمَّا
مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ ۙ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ ۙ فَاَنْتَ
عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ ۚ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ ۚ فَمَنْ شَآءَ
ذَكَرَهٗ ۝۱۲ ؕ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ
وقف لازم
مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴ ۙ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝۱۵ ۙ كِرَامٍ
بَرَرَةٍ ۝۱۶ ؕ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷ ؕ مِنْ
اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۸ ؕ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ
فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹ ۙ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝۲۰ ۙ ثُمَّ
اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝۲۱ ۙ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝۲۲ ؕ

سُورۂ عَبَس (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

تُرش رُو ہُوا اور بے رُخی برتی اِس بات پر کہ وہ اندھا اُس کے پاس آگیا۔[۱] تمھیں کیا خبر، شاید وہ سُدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟ جو شخص بے پروائی برتتا ہے اس کی طرف تو تم توجّہ کرتے ہو، حالانکہ اگر وہ نہ سُدھرے تو تم پر اس کی کیا ذِمّہ داری ہے؟ اور جو خود تمھارے پاس دَوڑا آتا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے، اُس سے تم بے رُخی برتتے ہو۔ ہر گز نہیں،[۲] یہ تو ایک نصیحت ہے، جس کا جی چاہے اِسے قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرّم ہیں، بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں،[۳] معزّز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔[۴] لعنت ہو[۵] انسان پر، کیسا سخت منکرِ حق ہے یہ۔ کس چیز سے اللہ نے اِسے پیدا کیا ہے؟ نطفہ کی ایک بُوند سے۔ اللہ نے اِسے پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی، پھر اِس کے لیے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اِسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔ پھر جب چاہے وہ اِسے دوبارہ اُٹھا کھڑا کردے

---

[1] بعد کے فقروں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ترش روئی اور بے رُخی برتنے والے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جن نابینا کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت ابنِ اُمِّ مکتومؓ تھے جو حضرت خدیجہؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کفارِ مکّہ کے بڑے بڑے سرداروں کو دینِ اسلام کی دعوت دینے میں مشغول تھے کہ اتنے میں یہ نابینا حاضر ہوئے اور انہوں نے کچھ سوالات کرنے چاہے حضورؐ کو اس موقع پر ان کی یہ مداخلت ناگوار گزری۔

[2] یعنی ایسا ہرگز نہ کرو خدا کو بھولے ہوئے اور اپنی دنیوی وجاہت پر پھولے ہوئے لوگوں کو بے جا اہمیت نہ دو نہ اسلام کی تعلیم ایسی چیز ہے کہ جو اس سے منہ موڑے اس کے سامنے اسے بالحاح پیش کیا جائے اور نہ تمہاری یہ شان ہے کہ ان مغرور لوگوں کو اسلام کی طرف لانے کے لیے کسی ایسے انداز سے کوشش کرو جس سے یہ اس غلط فہمی میں پڑ جائیں کہ تمہاری کوئی غرض ان سے اٹکی ہوئی ہے، یہ مان لیں گے تو تمہاری دعوت فروغ پاسکے گی ورنہ ناکام ہو جائے گی۔ حق ان سے اتنا ہی بے نیاز ہے جتنے یہ حق سے بے نیاز ہیں۔

[3] یعنی ہر قسم کی آمیزشوں سے پاک ہیں ان میں خالص حق کی تعلیم پیش کی گئی ہے۔ کسی نوعیت کے باطل اور فاسد افکار و نظریات ان میں راہ نہیں پاسکے ہیں۔

[4] ان سے مراد وہ فرشتے ہیں جو قرآن کے ان صحیفوں کو اللہ تعالیٰ کی براہِ راست ہدایت کے مطابق لکھ رہے تھے، ان کی حفاظت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک انہیں جوں کا توں پہنچا رہے تھے۔

[5] یہاں سے عتاب کا رُخ براہِ راست ان کفار کی طرف پھرتا ہے جو حق سے بے نیازی برت رہے

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ؕ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى
طَعَامِهٖٓ ۙ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا
الْاَرْضَ شَقًّا ۙ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ﴿۲۸﴾
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ﴿۳۱﴾
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ز﴿۳۳﴾
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ﴿۳۵﴾
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ؕ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ
يُّغْنِيْهِ ؕ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ
مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا
قَتَرَةٌ ؕ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ع﴿۴۲﴾

ع ۴۲ ۵

اٰیاتہا ۲۹ | ۸۱ سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ ۷ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۙ﴿۲﴾
وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۙ﴿۴﴾

ہرگز نہیں، اِس نے وہ فرض ادا نہیں کیا جس کا اللہ نے اِسے حکم دیا تھا۔ پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے۔ ہم نے خوب پانی لُنڈھایا،[٦] پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر اُس کے اندر اُگائے غلّے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے سامانِ زیست کے طور پر۔

آخر کار جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہوگی۔[٧] اُس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اُس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اُسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ کچھ چہرے اُس روز دمک رہے ہونگے، ہشاش بشاش اور خوش و خرّم ہوں گے۔ اور کچھ چہروں پر اُس روز خاک اُڑ رہی ہوگی اور کلَونس چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی کافر و فاجر لوگ ہوں گے۔ ع

سُورۂ تکوِیر (مکّی) ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا،[١] اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی،[٢]

تھے۔ اس سے پہلے آغازِ سورہ سے آیت ١٦ تک خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور عتاب در پردہ کفار پر فرمایا جارہا تھا۔ اس کا اندازِ بیان یہ تھا کہ اے نبیؐ، ایک طالبِ حق کو چھوڑ کر آپ یہ کن لوگوں پر اپنی توجہ صرف کر رہے ہیں یہ تو دعوتِ حق کے نقطۂ نظر سے بالکل بے قدر و قیمت ہیں۔ ان کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ آپ جیسا عظیم القدر پیغمبر قرآن جیسی بلند مرتبہ چیز کو ان کے آگے پیش کرے۔

[٦] اس سے مراد بارش ہے۔

[٧] مراد ہے آخری نفخِ صور کی قیامت خیز آواز جس کے بلند ہوتے ہی تمام مرے ہوئے انسان جی اٹھیں گے۔

[١] یعنی وہ روشنی جو سورج سے نکل کر دنیا میں پھیلتی ہے وہ اسی پر لپیٹ دی جائےگی اور ان کا پھیلنا بند ہو جائے گا۔

[٢] اہلِ عرب کے لیے اس اونٹنی سے زیادہ قیمتی مال اور کوئی نہ تھا جو بچہ جننے کے قریب ہو اس حالت میں اس کی بہت زیادہ حفاظت اور دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ ایسی اونٹنیون سے لوگوں کا غافل ہو جانا گویا یہ معنی رکھتا تھا کہ اس وقت کچھ ایسی سخت اُفتاد لوگوں پر پڑے گی کہ انہیں اپنے عزیز ترین مال کی حفاظت کا بھی ہوش نہ رہے گا۔

وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۪ۙ﴿۵﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۪ۙ﴿۶﴾
وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۪ۙ﴿۷﴾ وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ ۪ۙ﴿۸﴾
بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۚ﴿۹﴾ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۪ۙ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا
السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ۪ۙ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ ۪ۙ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا
الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ۪ۙ﴿۱۳﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ؕ﴿۱۴﴾ فَلَاۤ
اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۙ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ۙ﴿۱۶﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا
عَسۡعَسَ ۙ﴿۱۷﴾ وَ الصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ﴿۱۸﴾ اِنَّہٗ لَقَوۡلُ
رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ۙ﴿۱۹﴾ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ
مَکِیۡنٍ ۙ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ؕ﴿۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُکُمۡ
بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ۚ﴿۲۳﴾ وَ مَا ہُوَ
عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ۚ﴿۲۴﴾ وَ مَا ہُوَ بِقَوۡلِ شَیۡطٰنٍ
رَّجِیۡمٍ ۙ﴿۲۵﴾ فَاَیۡنَ تَذۡہَبُوۡنَ ؕ﴿۲۶﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ
لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمَ ؕ﴿۲۸﴾ وَ مَا
تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ٪﴿۲۹﴾ ع ۲۹ ۲

CS CamScanner

اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیے جائیں گے، اور جب سمندر بھڑ کا دیے جائیں گے، اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی، [۳] اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پُوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے، اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا، اور جب جہنم دہکائی جائے گی، اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی، اُس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

پس نہیں، [۴] میں قسم کھاتا ہوں پلٹنے والے اور چُھپ جانے والے تاروں کی، اور رات کی جب کہ وہ رخصت ہوئی اور صبح کی جب کہ اُس نے سانس لیا، یہ فی الواقع ایک بزرگ پیغام بر کا قول ہے [۵] جو بڑی توانائی رکھتا ہے، عرش والے کے ہاں بلند مرتبہ ہے، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، [۶] وہ بااعتماد ہے۔ اور (اے اہلِ مکّہ) تمھارا رفیق مجنوں نہیں ہے، [۷] اُس نے اُس پیغامبر کو روشن اُفق پر دیکھا ہے۔ اور وہ غیب (کے اِس علم کو لوگوں تک پہنچانے) کے معاملہ میں بخیل نہیں ہے۔ اور یہ کسی شیطانِ مردُود کا قول نہیں ہے۔ پھر تم لوگ کدھر چلے جا رہے ہو؟ یہ تو سارے جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے، تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے جو راہِ راست پر چلنا چاہتا ہو۔ اور تمھارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ ربُّ العالمین نہ چاہے۔ ع

---

[۳] یعنی انسان از سرِ نو اسی طرح زندہ کیے جائیں گے جس طرح وہ دنیا میں مرنے سے پہلے جسم و روح کے ساتھ زندہ تھے۔

[۴] یعنی تم لوگوں کا یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ کسی دیوانے کی بڑ ہے یا کوئی شیطانی وسوسہ ہے۔

[۵] اس مقام پر بزرگ پیغامبر (رسُول کریم) سے مراد وحی لانے والا فرشتہ ہے جیسا کہ آگے کی آیات سے بصراحت معلوم ہو رہا ہے۔ اور قرآن کو پیغام بر کا قول کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ اس فرشتے کا اپنا کلام ہے، بلکہ "قولِ پیغامبر" کے الفاظ خود ہی یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ اس ہستی کا کلام ہے جس نے اسے پیغامبر بنا کر بھیجا ہے۔

[۶] یعنی وہ فرشتوں کا افسر ہے تمام فرشتے اس کے حکم کے تحت کام کرتے ہیں

[۷] رفیق سے مُراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایاتها ۱۹ ۸۲ سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّیَّةٌ ۸۲ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ۝۲
وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ۝۳ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ۝۴
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ؕ۝۵ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ
مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۙ۝۶ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ
فَعَدَلَكَ ۙ۝۷ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ۝۸ كَلَّا بَلْ
تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۙ۝۹ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ۝۱۰
كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۙ۝۱۱ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ اِنَّ
الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۚ۝۱۳ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۚۖ۝۱۴
یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۝۱۵ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىِٕبِیْنَ ؕ۝۱۶
وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۙ۝۱۷ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ
الدِّیْنِ ؕ۝۱۸ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ
یَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ع ۝۱۹

ع ۱۹

سُورۂ اِنفطار (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے، اور جب قبریں کھول دی جائیں گی، [۱] اس وقت ہر شخص کو اُس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔

اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے اُس ربِّ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نِک سُک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا، اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟ ہرگز نہیں، [۲] بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم لوگ جزا و سزا کو جُھٹلاتے ہو، [۳] حالانکہ تم پر نگراں مقرر ہیں ایسے معزز کاتب جو تمھارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

یقیناً نیک لوگ مزے میں ہوں گے اور بے شک بدکار لوگ جہنّم میں جائیں گے۔ جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور اُس سے ہرگز غائب نہ ہو سکیں گے۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ ہاں، تمھیں کیا خبر کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لیے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہو گا، فیصلہ اس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔ ع

---

[۱] قبروں کے کھولے جانے سے مراد لوگوں کا ازسرِ نو زندہ کر کے اُٹھایا جانا ہے۔

[۲] یعنی کوئی معقول وجہ اس دھوکے میں پڑنے کی نہیں ہے۔

[۳] یعنی دراصل جس چیز نے تم لوگوں کو دھوکے میں ڈالا ہے وہ کوئی معقول دلیل نہیں ہے بلکہ محض تمہارا یہ احمقانہ خیال ہے کہ دنیا کے اس دارالعمل کے پیچھے کوئی دارالجزاء نہیں ہے۔ اسی غلط اور بے بنیاد گمان نے تمھیں خدا سے غافل، اس کے اِنصاف سے بے خوف، اور اپنے اخلاقی رویّے میں غیر ذِمّہ دار بنا دیا ہے۔

اٰیاتها ۳۶

۸۳ سُوۡرَةُ الۡمُطَفِّفِيۡنَ مَكِّيَّةٌ ۸۶

رکوعها ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝۱ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ
يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۝۳
اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۝۴ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝۵
يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۶ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ
الۡفُجَّارِ لَفِيۡ سِجِّيۡنٍ ۝۷ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سِجِّيۡنٌ ۝۸
كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ۝۹ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝۱۰
الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ
اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ
اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلۡ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا
كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝۱۴ كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ
لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ ۝۱۶
ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝۱۷

[illegible]

سُورہَ مُطَفِّفِین (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پُورا پُورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انھیں گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن [۱] یہ اُٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اُس دن جب کہ سب لوگ ربُّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

ہرگز نہیں، [۲] یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے۔ اور تمھیں کیا معلوم کہ کیا ہے وہ قید خانے کا دفتر؟ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہے اُس روز جُھٹلانے والوں کے لیے جو روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اُسے نہیں جُھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بدعمل ہے۔ اُسے جب ہماری آیات سُنائی جاتی ہیں [۳] تو کہتا ہے یہ ’’تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں‘‘۔ ہرگز نہیں، بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے بُرے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ [۴] ہرگز نہیں، بالیقین اُس روز یہ اپنے ربّ کی دید سے محروم رکھے جائیں گے، پھر یہ جہنّم میں جا پڑیں گے، پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جُھٹلایا کرتے تھے۔

---

[۱] روزِ قیامت کو بڑا دِن اس بنا پر کہا گیا ہے کہ اس میں تمام انسانوں اور جنّوں کا حساب خدا کی عدالت میں بیک وقت لیا جائے گا اور عذاب وثواب کے اہم ترین فیصلے کیے جائیں گے۔

[۲] یعنی ان لوگوں کا یہ گمان غلط ہے کہ دنیا میں ان جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد یہ یونہی چُھوٹ جائیں گے۔

[۳] یعنی وہ آیات جن میں روزِ جزا کی خبر دی گئی ہے۔

[۴] یعنی جزا و سزا کو افسانہ قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، لیکن جس وجہ سے یہ لوگ اسے افسانہ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جن گناہوں کا یہ ارتکاب کرتے رہے ہیں ان کا زنگ ان کے دلوں پر پوری طرح چڑھ گیا ہے اس لیے جو بات سراسر معقول ہے وہ ان کو افسانہ نظر آتی ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ؕ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ
مَا عِلِّيُّوْنَ ؕ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۙ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ
الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۙ﴿۲۲﴾ عَلَى
الْاَرَآىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ ۙ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ
النَّعِيْمِ ۚ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ
مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ﴿۲۶﴾
وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۙ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا
الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۖ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۖ﴿۳۰﴾
وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۖ﴿۳۱﴾ وَاِذَا
رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ ۙ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا
عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ؕ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ
يَضْحَكُوْنَ ۙ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ؕ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ
الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

ع

ہرگز نہیں، [۵] بے شک نیک آدمیوں کا نامہء اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے۔ اور تمھیں کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی ہوئی کتاب، جس کی نگہداشت مقرّب فرشتے کرتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے، اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے، ان کے چہروں پر تم خوش حالی کی رونق محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین سر بند شراب پلائی جائے گی جس پر مُشک کی مُہر لگی ہوگی۔ جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں وہ اِس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔ اُس شراب میں تسنیم کی [۶] آمیزش ہوگی، یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ مقرّب لوگ شراب پئیں گے۔

مُجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ جب اُن کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر انکی طرف اشارے کرتے تھے، اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے، اور جب اُنھیں دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں، حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے آج ایمان لانے والے کُفّار پر ہنس رہے ہیں، مسندوں پر بیٹھے ہوئے اُن کا حال دیکھ رہے ہیں، مل گیا نا کافروں کو اُن حرکتوں کا ثواب جو وہ کیا کرتے تھے؟ [۷] ع

---

[۵] یعنی ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ کوئی جزا اور سزا واقع ہونے والی نہیں ہے۔

[۶] تسنیم کے معنی بلندی کے ہیں اور کسی چشمے کو تسنیم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلندی سے بہتا ہوا نیچے آرہا ہو۔

[۷] اس فقرے میں ایک لطیف طنز ہے چونکہ وہ کُفّار کار ثواب سمجھ کر مومنوں کو تنگ کرتے تھے اس لیے فرمایا گیا کہ آخرت میں مومن جنت میں مزے سے بیٹھے ہوئے جہنّم میں جلنے والے ان کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ خوب ثواب انھیں ان کے اعمال کا مل گیا۔

اٰیَاتُهَا ۲۵ (۸۴) سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّیَّةٌ (۸۳) رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا
وَ حُقَّتْ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلْقَتْ
مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ؕ﴿۵﴾
یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا
فَمُلٰقِیْهِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ﴿۷﴾
فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ﴿۸﴾ وَّ یَنْقَلِبُ
اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾
وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿۱۳﴾
اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۚۛ﴿۱۴﴾ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ
كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ؕ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ﴿۱۶﴾
وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ۙ﴿۱۷﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ﴿۱۸﴾

معانقۃ ۱۷

سُورۂ اِنشقاق (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے ربّ کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اُس کے لیے حق یہی ہے (کہ اپنے ربّ کا حکم مانے)۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے [۱] گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے اُسے باہر پھینک کر خالی ہو جائیگی [۲] اور اپنے ربّ کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اُس کے لیے حق یہی ہے (کہ اُس کی تعمیل کرے) اے انسان، تو کشاں کشاں اپنے ربّ کی طرف چلا جا رہا ہے اور اُس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اُس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا، اُس سے ہلکا حساب لیا جائے گا [۳] اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔ [۴] رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اُس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا [۵] تو وہ موت کو پُکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھر والوں میں مگن تھا۔ اُس نے سمجھا تھا کہ اُسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔ پلٹنا کیسے نہ تھا، اُس کا ربّ اُس کے کرتُوت دیکھ رہا تھا۔

پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے، اور چاند کی جب کہ وہ ماہِ کامل ہو جاتا ہے، تم کو ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے

---

[۱] زمین کے پھیلا دیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ سمندر اور دریا پاٹ دیے جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیے جائیں گے اور زمین کی ساری اُونچ نیچ برابر کر کے اسے ایک ہموار میدان بنا دیا جائے گا۔

[۲] یعنی جتنے مرے ہوئے انسان اس کے اندر پڑے ہوں گے سب کو نکال کر وہ باہر ڈال دے گی اور اسی طرح ان کے اعمال کی جو شہادتیں اس کے اندر موجود ہونگی وہ سب بھی پوری کی پوری باہر آ جائیں گی کوئی چیز بھی اس میں چھپی اور دبی ہوئی نہ رہ جائے گی۔

[۳] یعنی اس سے سخت حساب فہمی نہ کی جائیگی اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ فلاں فلاں کام تُو نے کیوں کیے تھے اور تیرے پاس ان کاموں کے لیے کیا عذر ہے اس کی بھلائیوں کے ساتھ اس کی بُرائیاں بھی اس کے نامۂ اعمال میں موجود ضرور ہونگی، مگر بس یہ دیکھ کر کہ بھلائیوں کا پلڑا بُرائیوں سے بھاری ہے، اس کے قصوروں سے درگزر کیا جائے گا اور اسے معاف کر دیا جائے گا۔

[۴] اپنے لوگوں سے مُراد آدمی کے وہ اہل و عیال رشتہ دار اور ساتھی ہیں جو اسی کی طرح معاف کیے گئے ہوں گے۔

[۵] سورہ الحاقہ میں فرمایا گیا ہے کہ جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہاں ارشاد

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ (١٩) فَمَا لَهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ (٢٠) وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ
لَا يَسْجُدُوْنَ ۩ (٢١) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۡ (٢٢) السجدة ١٣
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۡ (٢٣) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ ۙ (٢٤) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ع (٢٥) ع

اٰيَاتُهَا ٢٢ | (٨٥) سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (٢٧) | رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ (١) وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ (٢)
وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ؕ (٣) قُتِلَ اَصْحٰبُ
الْاُخْدُوْدِ ۙ (٤) النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ (٥)
اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ (٦) وَّهُمْ عَلٰى مَا
يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ (٧) وَمَا نَقَمُوْا
مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ (٨)

دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے۔ [۶] پھر اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن اِن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے؟ بلکہ یہ منکرین تو اُلٹا جھٹلاتے ہیں، حالانکہ جو کچھ یہ (اپنے نامۂ اعمال میں) جمع کر رہے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ [۷] لہٰذا اِن کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ البتہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ ع

سُورۂ بُرُوج (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قَسم ہے مضبوط قلعوں والے آسمان کی، [۱] اور اُس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)، اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی [۲] کہ مارے گئے گڑھے والے۔ (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جب کہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے اُسے دیکھ رہے تھے۔ [۳] اور ان اہلِ ایمان سے اُن کی دشمنی اِس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اُس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست

ہُوا ہے اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا غالباً اس کی صورت یہ ہوگی کہ ساری خلقت کے سامنے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لیتے ہوئے اسے خفت محسوس ہوگی، اس لیے وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر لے گا مگر نامۂ اعمال تو بہرحال اسے پکڑا یا ہی جائے گا خواہ وہ ہاتھ آگے بڑھا کر لے یا پیٹھ کے پیچھے چُھپا لے۔

[۶] یعنی تمہیں ایک حالت پر نہیں رہنا ہے بلکہ جوانی سے بڑھاپے، بڑھاپے سے موت، موت سے برزخ، برزخ سے دوبارہ زندگی، دوبارہ زندگی سے میدان حشر، پھر حساب و کتاب اور پھر جزا و سزا کی بے شمار منزلوں سے لازماً تم کو گزرنا ہوگا۔ اس بات پر تین چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، سُورج (۱) ڈوبنے کے بعد شفق کی سرخی، دن (۲) کے بعد رات کی تاریکی اور اس میں ان بہت سے انسانوں اور حیوانوں کا سمٹ آنا جو دن کے وقت زمین پر پھیلے رہتے ہیں اور چاند (۳) کا ہلال سے درجہ بدرجہ بڑھ کر بدرِ کامل بننا۔ یہ گویا چند وہ چیزیں ہیں جو اس بات کی علانیہ شہادت دے رہی ہیں کہ جس کائنات میں انسان رہتا ہے اس کے اندر کہیں ٹھہراؤ نہیں ہے ایک مسلسل تغیر اور درجہ بدرجہ تبدیلی ہر طرف پائی جاتی ہے لہٰذا کفار کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ موت کی آخری ہچکی کے ساتھ معاملہ ختم ہو جائیگا۔

[۷] دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے سینوں میں جو کفر اور عناد اور عداوتِ حق اور بُرے ارادوں اور فاسد نیتوں کی گندگی انہوں نے بھر رکھی ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

CS CamScanner

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ
وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ ۝۹ اِنَّ الَّذِیْنَ
فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ
یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ
الْحَرِیْقِ ؕ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ
رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ؕ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ۚ ۝۱۳
وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ
الْمَجِیْدُ ۙ ۝۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ؕ ۝۱۶ هَلْ اَتٰىكَ
حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۙ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ؕ ۝۱۸ بَلِ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ۙ ۝۱۹ وَّ اللّٰهُ مِنْ
وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِیْطٌ ۚ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۙ ۝۲۱
فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲ ع

ع ۱

اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے، جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے، اور وہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

”جن لوگوں نے مومن مَردوں اور عورتوں پر ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے، یقیناً اُن کے لیے جہنّم کا عذاب ہے اور اُن کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، یقیناً اُن کے لیے جنّت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ ہے بڑی کامیابی“۔

درحقیقت تمھارے ربّ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہ بخشنے والا ہے، محبّت کرنے والا ہے، عرش کا مالک ہے، بزرگ و برتر ہے، اور جو کچھ چاہے کر ڈالنے والا ہے۔ کیا تمھیں لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی؟ مگر جنھوں نے کفر کیا ہے وہ جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ اللہ نے ان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (اُن کے جھٹلانے سے اِس قرآن کا کچھ نہیں بگڑتا) بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے اُس لوح میں (نقش ہے) جو محفوظ ہے۔ [۴] ع

---

[۱] مراد آسمان کے عظیم الشان تارے اور سیارے ہیں۔

[۲] دیکھنے والے سے مُراد ہر وہ شخص ہے جو قیامت کے روز حاضر ہوگا اور دیکھی جانے والی چیز سے مراد خود قیامت ہے جس کے ہولناک احوال کو سب دیکھنے والے دیکھیں گے۔

[۳] گڑھے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے بڑے بڑے گڑھوں میں آگ بھڑکا کر ایمان لانے والے لوگوں کو ان میں پھینکا اور اپنی آنکھوں سے اِن کے جلنے کا تماشا دیکھا تھا۔ مارے گئے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر خدا کی لعنت پڑی اور وہ عذاب کے مستحق ہوگئے۔

[۴] مطلب یہ ہے کہ اس قرآن کا لکھا اٹل ہے اللہ کی اس لوحِ محفوظ میں ثبت ہے جس کے اندر کوئی ردّ و بدل نہیں ہوسکتا۔

اٰیاتھا ۱۷ ۸۶ سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ ۳۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا
الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ
نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ
خُلِقَ ؕ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ
بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى
رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾ وَ السَّمَآءِ
ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ﴿۱۱﴾ وَ الْاَرْضِ ذَاتِ
الصَّدْعِ ۙ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّ مَا هُوَ
بِالْهَزْلِ ؕ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ﴿۱۵﴾
وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ۚۖ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ
رُوَيْدًا ع ﴿۱۷﴾

CS CamScanner

سُورۂ طَارِق (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔ اور تم کیا جانو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ چمکتا ہُوا تارا۔ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے اوپر کوئی نگہبان نہ ہو۔ [۱] پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ [۲] یقیناً وہ (خالق) اُسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جس روز پوشیدہ اَسرار کی جانچ پڑتال ہوگی [۳] اُس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔ قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی اور (نباتات اُگتے وقت) پھٹ جانے والی زمین کی، یہ ایک جچی تلی بات ہے، ہنسی مذاق نہیں ہے۔ [۴] یہ لوگ (یعنی کُفارِ مکہ) کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں۔ پس چھوڑ دو اے نبیؐ، اِن کافروں کو اک ذرا کی ذرا اِن کے حال پر چھوڑ دو۔ ع

---

[۱] نگہبان سے مراد خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی دیکھ بھال اور حفاظت کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو آسمان میں یہ بے حدّ وحساب تارے اور سیارے جو چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا وجود اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ کوئی ہے جس نے اسے بنایا ہے روشن کیا ہے فضا میں مُعلّق رکھ چھوڑا ہے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کر رہا ہے کہ نہ وہ اپنے مقام سے گرتا ہے نہ بے شمار تاروں کی گردش کے دوران میں وہ کسی سے ٹکراتا ہے اور نہ کوئی دوسرا تارا اس سے ٹکراتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کی نگہبانی کر رہا ہے۔

[۲] چونکہ عورت اور مرد دونوں کے مادّۂ تولید انسان کے اس دھڑ سے خارج ہوتے ہیں جو پیٹھ اور سینے کے درمیان واقع ہے، اس لیے فرمایا گیا ہے کہ انسان اس پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

[۳] پوشیدہ اَسرار سے مراد ہر شخص کے وہ اعمال بھی ہیں جو دنیا میں ایک راز بن کر رہ گئے اور وہ معاملات بھی ہیں جو اپنی ظاہری صورت میں تو دنیا کے سامنے آئے مگر ان کے پیچھے جو نیّتیں اور اغراض اور خواہشات کام کر رہی تھیں ان کا حال لوگوں سے چُھپا رہ گیا۔

[۴] یعنی جس طرح آسمان سے بارشوں کا برسنا اور زمین کا شق ہو کر نباتات اپنے اندر سے اگلنا کوئی مذاق نہیں ہے بلکہ ایک سنجیدہ حقیقت ہے، اسی طرح قرآن جس چیز کی خبر دے رہا ہے کہ انسان کو پھر اپنے خدا کی طرف پلٹنا ہے یہ بھی کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے، بلکہ ایک دوٹوک بات ہے۔

اٰیاتها ۱۹ | ۸۷ سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ ۸ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَی ۙ (۱) الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪ (۲)
وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۪ (۳) وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ
الْمَرْعٰی ۪ (۴) فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ؕ (۵) سَنُقْرِئُكَ فَلَا
تَنْسٰۤی ۙ (۶) اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ
وَمَا یَخْفٰی ؕ (۷) وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی ۚ (۸) فَذَكِّرْ اِنْ
نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ؕ (۹) سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ۙ (۱۰)
وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۙ (۱۱) الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ
الْكُبْرٰی ۚ (۱۲) ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ؕ (۱۳) قَدْ
اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ۙ (۱۴) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ؕ (۱۵)
بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۖ (۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ
وَّاَبْقٰی ؕ (۱۷) اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۙ (۱۸)
صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ع (۱۹)

۱ ع ۱۹ ۱۲

سُورۃُ الاعلیٰ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

(اے نبیؐ) اپنے ربِّ برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا، [۱] جس نے تقدیر [۲] بنائی پھر راہ دکھائی، [۳] جس نے نباتات اُگائیں پھر اُن کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا۔

ہم تمھیں پڑھوا دیں گے، پھر تم نہیں بُھولو گے [۴] سوائے اُس کے جو اللہ چاہے، [۵] وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ پوشیدہ ہے اُس کو بھی۔

اور ہم تمھیں آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں، لہٰذا تم نصیحت کرو اگر نصیحت نافع ہو۔ [۶] جو شخص ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کر لے گا، اور اُس سے گریز کرے گا وہ انتہائی بد بخت جو بڑی آگ میں جائے گا، پھر نہ اس میں مرے گا نہ جیے گا۔

فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے ربّ کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔

مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔ ع

---

[۱] یعنی زمین سے آسمان تک کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا اور جو چیز بھی پیدا کی اسے بالکل راست اور درست بنایا، اس کا توازن اور تناسب ٹھیک ٹھیک قائم کیا، اس کو ایسی صورت پر پیدا کیا کہ اس جیسی چیز کے لیے اس سے بہتر صورت کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔

[۲] یعنی ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے یہ طے کر دیا کہ اسے دنیا میں کیا کام کرنا ہے اور اس کام کے لیے اس کی مقدار کیا ہو، اس کی شکل کیا ہو، اس کی صفات کیا ہوں، اس کا مقام کس جگہ ہو، اس کے لیے بقاء اور قیام اور فعل کے لیے کیا مواقع اور ذرائع فراہم کیے جائیں، کس وقت وہ وجود میں آئے، کب تک اپنے حصے کا کام کرے اور کب کس طرح ختم ہو جائے، اس پوری اسکیم کا مجموعی نام اس کی "تقدیر" ہے۔

[۳] یعنی کسی چیز کو بھی محض پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا، بلکہ جو چیز بھی جس کام کے لیے پیدا کی اسے اس کام کے انجام دینے کا طریقہ بتایا۔

[۴] ابتدائی زمانے میں جب وحی کے نزول کا سلسلہ ابھی شروع ہی ہُوا تھا تو کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ جبریلؑ وحی سُنا کر فارغ نہ ہوتے تھے کہ حضور ﷺ بھول جانے کے اندیشے سے ابتدائی حصہ دہرانے لگتے تھے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمینان دلایا کہ وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ

اٰیاتها ٢٦ ٨٨ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ٦٨ رکوعها ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ؕ (١) وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ
خَاشِعَةٌ ۙ (٢) عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ (٣) تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً ۙ (٤)
تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ؕ (٥) لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ
ضَرِیْعٍ ۙ (٦) لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ؕ (٧) وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ
نَّاعِمَةٌ ۙ (٨) لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ۙ (٩) فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ (١٠) لَّا تَسْمَعُ
فِیْهَا لَاغِیَةً ؕ (١١) فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ۘ (١٢) فِیْهَا سُرُرٌ وقف لازم
مَّرْفُوْعَةٌ ۙ (١٣) وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ (١٤) وَّ نَمَارِقُ
مَصْفُوْفَةٌ ۙ (١٥) وَّ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ؕ (١٦) اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى
الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ وقفة (١٧) وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ وقفة (١٨)
وَ اِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ وقفة (١٩) وَ اِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ
سُطِحَتْ وقفة (٢٠) فَذَكِّرْ ۫ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ (٢١)
لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ۙ (٢٢) اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۙ (٢٣)

سُورۃُ الغَاشِیہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کیا تمھیں اُس چھا جانے والی آفت (یعنی قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ کچھ چہرے [۱] اُس روز خوف زدہ ہوں گے، سخت مشقت کر رہے ہونگے، تھکے جاتے ہوں گے، شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے، کھولتے ہوئے چشمے کا پانی اُنھیں پینے کو دیا جائے گا، خاردار سُوکھی گھاس کے سِوا کوئی کھانا اِن کے لیے نہ ہوگا جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے۔ کچھ چہرے اُس روز بارونق ہوں گے، اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے، عالی مقام جنت میں ہوں گے، کوئی بیہودہ بات وہ وہاں نہ سُنیں گے، اُس میں چشمے رواں ہوں گے، اُس کے اندر اُونچی مسندیں ہوں گی، ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔

(یہ لوگ نہیں مانتے) تو کیا یہ اُونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اُٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟ [۲]

اچھا تو (اے نبیؐ) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ اِن پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ البتہ جو شخص منہ موڑے گا۔

خاموشی سے سنتے رہیں ہم آپؐ کو اسے پڑھوا دیں گے اور وہ ہمیشہ کے لیے آپؐ کو یاد ہو جائے گی۔

[۵] یعنی پورے قرآن کا لفظ بلفظ آپؐ کے حافظے میں محفوظ ہو جانا آپ کی اپنی قدرت کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق کا نتیجہ ہے، ورنہ اللہ چاہے تو اسے بھلا سکتا ہے۔

[۶] یعنی ہم تبلیغ دین کے معاملہ میں تم کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتے کہ تم بہروں کو سُناؤ اور اندھوں کو راہ دکھاؤ، بلکہ ایک آسان طریقہ تمہارے لیے میسّر کیے دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نصیحت کرو جہاں تمہیں یہ محسوس ہو کہ کوئی اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہے۔ ان لوگوں کے پیچھے پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں جن کے متعلق تجربے سے تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ کوئی نصیحت قبول نہیں کرنا چاہتے۔

[۱] چہروں کا لفظ یہاں اشخاص کے معنی میں استعمال ہُوا ہے چونکہ انسان کے جسم کی نمایاں ترین چیز اس کا چہرہ ہے، اس لیے "کچھ لوگ" کہنے کے بجائے "کچھ چہرے" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

[۲] یعنی اگر یہ لوگ آخرت کی یہ باتیں سُن کر کہتے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے تو کیا خود اپنے گردوپیش کی دنیا پر نظر ڈال کر انہوں نے کبھی نہ دیکھا اور کبھی نہ سوچا کہ یہ اُونٹ کیسے بن گئے؟ یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں تو قیامت کیوں

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ؕ (٢٤) اِنَّ اِلَيْنَاۤ
اِيَابَهُمْ ۙ (٢٥) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (٢٦) ع

الغٰشية ع ١ ٢٦ ١٣

اٰياتها ٣٠ — ٨٩ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ١٠ — ركوعها ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ ۙ (١) وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ (٢) وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ (٣)
وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ (٤) هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ؕ (٥)
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۪ۙ (٦) اِرَمَ ذَاتِ
الْعِمَادِ ۪ۙ (٧) الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۪ۙ (٨) وَثَمُوْدَ
الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۪ۙ (٩) وَفِرْعَوْنَ ذِي
الْاَوْتَادِ ۪ۙ (١٠) الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۪ۙ (١١) فَاَكْثَرُوْا
فِيْهَا الْفَسَادَ ۪ۙ (١٢) فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ
عَذَابٍ ۚۙ (١٣) اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ (١٤) فَاَمَّا الْاِنْسَانُ
اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ
اَكْرَمَنِ ؕ (١٥) وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ

اور انکار کرے گا تو اللہ اُس کو بھاری سزا دے گا۔ اِن لوگوں کو پلٹنا ہماری طرف ہی ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔ ع

سُورۂ فجر (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

قَسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی، اور رات کی جب کہ وہ رخصت ہو رہی ہو۔ کیا اِس میں کسی صاحبِ عقل کے لیے کوئی قسم ہے؟[۱]

تم نے دیکھا نہیں کہ تمھارے ربّ نے کیا برتاؤ کیا اُونچے ستونوں والے عادِ اِرَم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟ اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں؟ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ؟ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور اُن میں بہت فساد پھیلایا تھا۔ آخر کار تمھارے ربّ نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا ربّ گھات لگائے ہوئے ہے۔[۲]

مگر اِنسان کا حال یہ ہے کہ اس کا ربّ جب اُس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اُسے عزّت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے عزّت دار بنا دیا۔ اور جب وہ اُس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اُس کا رزق اُس پر تنگ کر دیتا ہے

نہیں آسکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہوسکتیں؟

[۱] آگے کی آیتوں پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان جزا و سزا کے مسئلے پر بحث ہو رہی تھی جس میں حضورؐ اس کو ثابت کر رہے تھے اور کفار اس کا انکار کر رہے تھے۔ اس پر چار چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ اس حق بات پر شہادت دینے کے لیے اس کے بعد کیا کسی اور قسم کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

[۲] گھات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص کسی کے انتظار میں اس غرض کے لیے چھپا بیٹھا ہوتا ہے کہ جب وہ زد پر آئے اسی وقت اس پر حملہ کر دے۔ انجام سے غافل، بے فکری کے ساتھ وہ اس مقام سے گزرتا ہے اور اچانک شکار ہو جاتا ہے۔ یہی صورتِ حال اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان ظالموں کی ہے جو دنیا میں فساد کا طوفان برپا کیے رکھتے ہیں اور انہیں اس کا کوئی احساس نہیں ہوتا کہ خدا بھی کوئی ہے جو ان کی حرکات کو دیکھ رہا ہے۔ وہ پوری بے خوفی کے ساتھ روز بروز زیادہ سے زیادہ شرارتیں کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ حد آجاتی ہے جس سے آگے اللہ تعالیٰ انہیں بڑھنے نہیں دینا چاہتا اسی وقت ان پر اچانک اس کے عذاب کا کوڑا برس جاتا ہے۔

فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ (۱۶) ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (۱۷) ۙ
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۱۸) ۙ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ
اَكْلًا لَّمًّا (۱۹) ۙ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۲۰) ؕ كَلَّآ اِذَا
دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۲۱) ۙ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا
صَفًّا (۲۲) ۚ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ
الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (۲۳) ؕ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ
لِحَيَاتِيْ (۲۴) ۚ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ (۲۵) ۙ وَّلَا
يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (۲۶) ؕ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ۗ
ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۸) ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ
عِبٰدِيْ (۲۹) ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (۳۰) ع

اٰيَاتُهَا ۲۰ | ۹۰ سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۳۵ | رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۱) ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۲) ۙ
وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (۳) ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ (۴) ؕ

تو وہ کہتا ہے میرے ربّ نے مجھے ذلیل کر دیا۔ [۳] ہرگز نہیں، بلکہ تم یتیم سے عزّت کا سلوک نہیں کرتے، اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اُکساتے، اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال کی محبت میں بُری طرح گرفتار ہو۔ ہرگز نہیں [۴] جب زمین پے در پے کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنادی جائے گی اور تمھارا ربّ جلوہ فرما ہوگا اِس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہونگے، اور جہنّم اُس روز سامنے لے آئی جائے گی، اُس دن انسان کو سمجھ آئے گی اور اُس وقت اُس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟ وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا! پھر اُس دن اللہ جو عذاب دے گا ویسا عذاب دینے والا کوئی نہیں، اور اللہ جیسا باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔

(دوسری طرف ارشاد ہوگا) اے نفسِ مطمئن، [۵] چل اپنے ربّ کی طرف اِس حال میں کہ تُو (اپنے انجامِ نیک سے) خوش (اور اپنے ربّ کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنّت میں۔ ع

سُورۂ بَلد (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

نہیں، [۱] مَیں قسم کھاتا ہوں اِس شہر (مکّہ) کی، اور حال یہ ہے کہ (اے نبیؐ) اِس شہر میں تم کو حلال کرلیا گیا ہے، [۲]

---

[۳] یعنی یہ ہے انسان کا مادّہ پرستانہ نظریۂ حیات۔ اسی دنیا میں مال و دولت اور جاہ و اقتدار مل جانے کو وہ عزّت اور نہ ملنے کو ذلّت سمجھتا ہے حالانکہ اصل حقیقت جسے وہ نہیں سمجھتا یہ ہے کہ اللہ نے جس کو دنیا میں جو کچھ بھی دیا ہے آزمائش کے لیے دیا ہے۔ دولت اور اقتدار میں بھی آزمائش ہے اور مفلسی میں بھی آزمائش۔

[۴] یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تم دنیا میں جیتے جی یہ سب کچھ کرتے رہو اور اس کی باز پرس کا وقت کبھی نہ آئے۔

[۵] نفسِ مطمئن سے مراد وہ انسان ہے جس نے کسی شک و شبہ کے بغیر پورے اطمینان اور ٹھنڈے دل کے ساتھ اللہ وحدہٗ لاشریک کو اپنا ربّ اور انبیاء کے لائے ہوئے دینِ حق کو اپنا دین قرار دیا۔

[۱] یعنی حقیقت وہ نہیں ہے جو تم لوگ سمجھے بیٹھے ہو۔

[۲] یعنی جس شہر میں جانوروں تک کے لیے امان ہے وہاں تم پر ظلم کو حلال کرلیا گیا ہے۔

وقف لازم

أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ (۵) يَقُوْلُ أَهْلَكْتُ
مَالًا لُّبَدًا ؕ (۶) أَيَحْسَبُ أَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ أَحَدٌ ؕ (۷) أَلَمْ
نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ (۸) وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ (۹) وَهَدَيْنٰهُ
النَّجْدَيْنِ ۚ (۱۰) فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ (۱۱) وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا
الْعَقَبَةُ ؕ (۱۲) فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ (۱۳) أَوْ إِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ
مَسْغَبَةٍ ۙ (۱۴) يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ (۱۵) أَوْ مِسْكِيْنًا
ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ (۱۶) ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ (۱۷) أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ
الْمَيْمَنَةِ ؕ (۱۸) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ أَصْحٰبُ
الْمَشْئَمَةِ ؕ (۱۹) عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (۲۰) ع

ع ۱۵

اٰیاتھا ۱۵ — (۹۱) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶) — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۖ (۱) وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰىهَا ۖ (۲) وَالنَّهَارِ إِذَا
جَلّٰىهَا ۖ (۳) وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰىهَا ۖ (۴) وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۖ (۵)

CS CamScanner

اور قسم کھاتا ہوں باپ (یعنی آدمؑ) کی اور اُس اولاد کی جو اُس سے پیدا ہوئی، درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ [۳] کیا اُس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا؟ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اُڑا دیا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اُس کو نہیں دیکھا؟ [۴] کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟ [۵] اور (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے اُسے (نہیں) دکھا دیے؟ مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔ اور جنھوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا وہ بائیں بازو والے ہیں [۶] اُن پر آگ چھائی ہوئی ہوگی۔ ع

سُورۂ شمس (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

سُورج اور اُس کی دُھوپ کی قسم، اور چاند کی قسم جب کہ وہ اُس کے پیچھے آتا ہے، اور دن کی قسم جب کہ (وہ سُورج کو) نمایاں کر دیتا ہے، اور رات کی قسم جب کہ وہ (سُورج کو) ڈھانک لیتی ہے، اور آسمان کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اُسے قائم کیا،

---

[۳] یعنی یہ دنیا انسان کے لیے مزے کرنے اور چین کی بنسری بجانے کی جگہ نہیں بلکہ محنت و مشقت اور سختیاں جھیلنے کی جگہ ہے اور کوئی انسان بھی اس حالت سے گزرے بغیر نہیں رہ سکتا۔

[۴] یعنی کیا یہ فخر جتانے والا یہ نہیں سمجھتا کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے جو دیکھ رہا ہے کہ کن ذرائع سے اس نے یہ دولت حاصل کی اور کن کاموں میں اسے کھپایا؟

[۵] مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے اسے علم اور عقل کے ذرائع نہیں دیے۔

[۶] دائیں بازو اور بائیں بازو والوں کی تشریح کے لیے دیکھیں سورہ واقعہ آیات ۸۔ ۹۔ ۲۷۔ ۴۱۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۖ﴿٦﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۖ﴿٧﴾
فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۖ﴿٨﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ
زَكّٰىهَا ۖ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ؕ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ
ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَاۤ ۖ﴿١١﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۖ﴿١٢﴾ فَقَالَ
لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ؕ﴿١٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ
فَسَوّٰىهَا ۖ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾ ع

۱ ع ۱۵ ۱۷

اٰیاتها ۲۱ ۹۲ سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ ۹ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا
تَجَلّٰى ۙ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰۤى ۙ﴿٣﴾
اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ؕ﴿٤﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى
وَاتَّقٰى ۙ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ
لِلْيُسْرٰى ؕ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿٨﴾

[illegible]

اور زمین کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اُسے بچھایا، اور نفسِ انسانی کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا[۱] پھر اُس کی بدی اور اُس کی پرہیز گاری اُس پر الہام کر دی، [۲] یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہُوا وہ جس نے اُس کو دبا دیا۔ [۳]

ثمود نے اپنی سرکشی کی بناء پر جھٹلایا۔ جب اُس قوم کا سب سے زیادہ شقی آدمی بپھر کر اُٹھا تو اللہ کے رسُول نے اُن لوگوں سے کہا کہ خبردار، اللہ کی اُونٹنی کو (ہاتھ نہ لگانا) اور اس کے پانی پینے میں (مانع نہ ہونا) مگر اُنھوں نے اُس کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ آخر کار اُن کے گناہ کی پاداش میں اُن کے رب نے اُن پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوندِ خاک کر دیا، [۴] اور اُسے (اپنے اِس فعل کے) کسی بُرے نتیجے کا کوئی خوف نہیں ہے۔ ع

سُورۂ لَیل (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے، اور دِن کی جب کہ وہ روشن ہو، اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا، درحقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف قِسم کی ہیں۔ [۱] تو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا، اور بھلائی کو سچ مانا،

---

[۱] یعنی اس کو ایسا جسم اور دماغ عطا کیا ایسے حواس بخشے اور ایسی قوتیں اور قابلیتیں دیں جن کی بدولت وہ دنیا میں اس کام کے قابل ہُوا جو انسان کے کرنے کا ہے۔

[۲] اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اس کے اندر خالق نے نیکی اور بدی دونوں کے رجحانات و میلانات رکھ دیے ہیں دوسرے یہ کہ ہر انسان کے لاشعور میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصوّرات ودیعت کر دیے ہیں کہ اخلاق میں کوئی چیز بھلائی ہے اور کوئی چیز بُرائی۔ اچھے اخلاق و اعمال اور بُرے اخلاق و اعمال یکساں نہیں ہیں فجور (بدکرداری) ایک قبیح چیز ہے اور تقویٰ (برائیوں سے) اجتناب ایک اچھی چیز۔ یہ تصوّرات انسان کے لیے اجنبی نہیں ہیں بلکہ اس کی فطرت ان سے آشنا ہے اور خالق نے بُرے اور بھلے کی تمیز پیدائشی طور پر اس کو عطا کر دی ہے۔

[۳] نفس کا تزکیہ کرنے کے معنی اس کو برائیوں سے پاک کرنا اور اس کے اندر بھلائیوں کو ترقی دینا ہے اور اس کو دبانے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنے نفس کے بُرے رجحانات کو ابھار کر اچھے رجحانات کو دبا دے۔

[۴] چونکہ اس شقی آدمی نے اپنی قوم کی رضامندی بلکہ اس کے مطالبے پر اونٹنی کو ہلاک کیا تھا جیسا کہ سورہ قمر آیت ۲۹ میں بیان ہُوا ہے اس لیے ساری قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔

[۱] یعنی جس طرح رات اور دن اور نر اور مادہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان کے آثار و نتائج باہم

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِىْ
عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۚۖ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ
لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ﴿۱۴﴾ لَا
يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۵﴾ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۶﴾
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ﴿۱۸﴾ وَمَا
لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۙ﴿۱۹﴾ اِلَّاۤ ابْتِغَآءَ وَجْهِ
رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ع﴿۲۱﴾

اٰیاتها ۱۱ ۹۳ سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ ۱۱ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ
رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ
الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾
اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۖ﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ
ضَآلًّا فَهَدٰى ۖ﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ﴿۸﴾
فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ع﴿۱۱﴾

اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔[۲] اور جس نے بخل کیا اور (اپنے خدا سے) بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا، اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔[۳] اور اس کا مال آخر اُس کے کس کام آئے گا جب کہ وہ ہلاک ہو جائے؟

بے شک راستہ بتانا ہمارے ذِمّہ ہے، اور در حقیقت آخرت اور دنیا، دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔ پس میں نے تم کو خبردار کر دیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ سے۔ اُس میں نہیں جُھلسے گا مگر وہ انتہائی بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ اور اُس سے دُور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اُس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اُسے دینا ہو۔ وہ تو صرف اپنے ربِّ برتر کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے۔ اور ضرور وہ (اُس سے) خوش ہوگا۔ ع

سُورۃُ الضُّحٰی (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

قَسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے، (اے نبیؐ) تمھارے ربّ نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہُوا۔ اور یقیناً تمھارے لیے بعد کا دَور پہلے دَور سے بہتر ہے، اور عن قریب تمھارا ربّ تم کو اِتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اُس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟ اور تمھیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ اور تمھیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا۔

متضاد ہیں اسی طرح تم لوگ جن راہوں اور مقاصد میں اپنی کوششیں صرف کر رہے ہو وہ بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے مختلف اور اپنے نتائج کے اعتبار سے متضاد ہیں۔

[۲] یعنی اس راستے پر چلنا اس کے لیے آسان کر دیں گے جو انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔

[۳] یعنی فطرت کے خلاف چلنا اس کے لیے آسان کر دیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿1﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿2﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿

3﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿4﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ﴿5﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ؕ﴿

6﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿7﴾ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۧ﴿8﴾

(اے نبیؐ) کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لیے کھول نہیں دیا؟ (1) اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا (2) جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا (3) اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا (4) پس حقیقت یہ ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے (5) بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے (6) لہٰذا جب تم فارغ ، ہو تو عبادت کی مشقت میں لگ جاؤ (7) اور اپنے رب ہی کی طرف راغب ہو (8) ع

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ التِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ ۙ﴿1﴾ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿2﴾ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿3﴾ لَقَدْ

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫﴿4﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿5﴾

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ
مَمْنُوْنٍ ﴿٦﴾ؕ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿٧﴾ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ
بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨﴾ ع

١
ع ٨
٢٠

اٰیاتھا ١٩ | ٩٦ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ١ | رکوعھا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴿١﴾ۚ خَلَقَ
الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ
الْاَكْرَمُ ﴿٣﴾ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿٤﴾ۙ عَلَّمَ
الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾ؕ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَيَطْغٰٓى ﴿٦﴾ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿٧﴾ؕ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ
الرُّجْعٰى ﴿٨﴾ؕ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿٩﴾ۙ عَبْدًا
اِذَا صَلّٰى ﴿١٠﴾ؕ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى
الْهُدٰٓى ﴿١١﴾ۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾ؕ اَرَءَيْتَ اِنْ
كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ؕ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ؕ

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے انجیر اور زیتون کی (1) اور طور سینا کی (2)

اور اِس پرامن شہر (مکہ) کی (3) ہم نے انسان کو

بہترین ساخت پر پیدا کیا (4)

پھر اُسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا (5)

سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اَجر ہے۔ پس (اے نبیؐ) اِس کے بعد کون جزا و سزا کے معاملہ میں تم کو جھٹلا سکتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟[۲] ع

سُورۃُ العلق (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

پڑھو (اے نبیؐ) اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمھارا ربّ بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے عِلم سکھایا، انسان کو وہ عِلم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔[۱]

ہرگز نہیں،[۲] انسان سرکشی کرتا ہے اِس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے (حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے ربّ ہی کی طرف ہے۔ تم نے دیکھا اُس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہو؟ تمھارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہِ راست پر ہو یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمھارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

---

[۲] یعنی جب دنیا کے چھوٹے چھوٹے حاکموں سے بھی تم یہ چاہتے ہو اور یہی توقع رکھتے ہو کہ وہ انصاف کریں، مُجرموں کو سزا دیں اور اچھے کام کرنے والوں کو صلہ و انعام دیں تو خدا کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تم سمجھتے ہو کہ وہ سب حاکموں کا حاکم کوئی اِنصاف نہ کرے گا؟ کیا اس سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ بُرے اور بھلے کو ایک جیسا کر دے گا؟ کیا اس کی دنیا میں بدترین افعال کرنے والے اور بہترین کام کرنے والے دونوں مرکر خاک ہو جائیں گے اور کسی کو نہ بداعمالیوں کی سزا ملے گی نہ حسنِ عمل کی جزا؟

[۱] یہ قرآن مجید کی سب سے پہلی آیات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔

[۲] یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب نبوّت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد آپؐ نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی اور ابوجہل نے آپ ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ
كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۙ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ
الزَّبَانِيَةَ ۙ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿۱۹﴾

ع ۱ ۱۹ ۲۱ السجدة ۱۴

آياتها ۵	۹۷ سورة القدر مكية ۲۵	ركوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚۖ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ
الْقَدْرِ ؕ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ
الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ ﴿۴﴾
سَلٰمٌ ۛ قف هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ع ﴿۵﴾

وقف النبي صلى الله عليه وسلم

معانقة ۱۸

ع ۱ ۵ ۲۲

آياتها ۸	۹۸ سورة البينة مدنية ۱۰۰	ركوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ
مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا
صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ ﴿۳﴾ وَمَا تَفَرَّقَ

ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے، اُس پیشانی کو جو جُھوٹی اور سخت خطا کار ہے۔ وہ بُلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بُلا لیں گے۔ ہرگز نہیں، اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے ربّ کا) قرب حاصل کرو۔ ع

سُورۃ القدر (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ہم نے اِس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور رُوح اُس میں اپنے ربّ کے اِذن سے ہر حکم لے کر اُترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوعِ فجر تک۔ ع

سُورۃ بیّنہ (مدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے، (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس دلیلِ روشن نہ آ جائے۔ (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسُولؐ [۱] جو پاک صحیفے پڑھ کر سُنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔ [۲]

---

[۱] یہاں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذاتِ خود ایک دلیلِ روشن کہا گیا ہے۔

[۲] یعنی ایسے صحیفے جن میں کسی قسم کے باطل، کسی طرح کی گمراہی و ضلالت، اور کسی اخلاقی گندگی کی آمیزش نہ ہو۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ ؕ ﴿۴﴾ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ
وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ
خَشِيَ رَبَّهٗ ۧ ﴿۸﴾ ع ۲۴ ۸ ۱

آیاتها ۸ | ۹۹ سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ ۹۳ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ
اَثْقَالَهَا ۙ ﴿۲﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

[illegible]

پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی اُن میں تفرقہ برپا نہیں ہُوا مگر اِس کے بعد کہ اُن کے پاس (راہِ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔ [۳] اور اُن کو اِس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسُو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی نہایت صحیح و درست دِین ہے۔

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے [۴] وہ یقیناً جہنّم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔ اُن کی جزا اُن کے ربّ کے ہاں دائمی قیام کی جنّتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہُوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ کچھ ہے اُس شخص کے لیے جس نے اپنے ربّ کا خوف کیا ہو۔ ع

سُورۃ الزِلزال (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی، اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور انسان کہے گا کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے؟ اُس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے)

---

[۳] یعنی اس سے پہلے اہلِ کتاب جو مختلف گمراہیوں میں بھٹک کر بے شمار فرقوں میں بٹ گئے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ان کی رہنمائی کے لیے دلیلِ روشن بھیجنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی تھی بلکہ یہ روش انہوں نے اللہ کی جانب سے رہنمائی آجانے کے بعد اختیار کی تھی اس لیے اپنی گمراہی کے وہ خود ذمہ دار تھے۔

[۴] یہاں کفر سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکار ہے۔

اَخْبَارَهَا ۙ۝٤ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ۝٥ يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ
النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ۝٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨ ع ١ ٨ ٢٣

رکوعها ١	١٠٠ سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ١٤	اٰياتها ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ۝٢
فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ۝٣ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ۝٤ فَوَسَطْنَ بِهٖ
جَمْعًا ۙ۝٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ۝٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى
ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ۝٧ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ۝٨
اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ۝٩ وَحُصِّلَ مَا فِي
الصُّدُوْرِ ۙ۝١٠ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١ ع ١ ١١ ٢٤

رکوعها ١	١٠١ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ٣٠	اٰياتها ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۙ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۚ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ

حالات بیان کرے گی کیونکہ تیرے ربّ نے اُسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہوگا۔ اُس روز لوگ متفرّق حالت میں پلٹیں گے تاکہ اُن کے اَعمال اُن کو دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ ع

سُورۃُ العٰدیٰت (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

قسم ہے اُن (گھوڑوں) کی جو پُھنکارے مارتے ہوئے دوڑتے ہیں، پھر (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں جھاڑتے ہیں، پھر صبح سویرے چھاپہ مارتے ہیں، پھر اُس موقع پر گردو غبار اُڑاتے ہیں، پھر اِسی حالت میں کسی مجمع کے اندر جا گُھستے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے ربّ کا بڑا ناشکرا ہے، [۱] اور وہ خود اِس پر گواہ ہے، [۲] اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مُبتلا ہے۔ تو کیا وہ اُس وقت کو نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ (مدفون ہے) اُسے نکال لیا جائے گا، اور سینوں میں جو کچھ (مخفی) ہے اُسے برآمد کر کے اُس کی جانچ پڑتال کی جائے گی؟ [۳] یقیناً اُن کا ربّ اُس روز اُن سے خوب باخبر ہوگا۔ [۴] ع

سُورۃُ القارعۃ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

---

[۱] یعنی جو طاقتیں اللہ نے اس کو دی تھیں ان کو ظلم و ستم کے لیے استعمال کرتا ہے۔

[۲] یعنی اس کا ضمیر اس پر گواہ ہے، اس کے اعمال اس پر گواہ ہیں اور بہت سے کافر انسان خود اپنی زبان سے بھی علانیہ ناشکری کا اظہار کرتے ہیں۔

[۳] یعنی دِلوں میں جو ارادے اور اغراض و مقاصد چُھپے ہوئے ہیں وہ سب کھول کر رکھ دیے جائیں گے اور ان کی جانچ پڑتال کر کے اچھائی کو الگ اور برائی کو الگ چھانٹ دیا جائے گا۔

[۴] یعنی اس کو خوب معلوم ہوگا کہ کون کیا ہے اور کس سزا یا جزا کا مستحق ہے۔

مَا الْقَارِعَةُ ؕ (۳) يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ
الْمَبْثُوْثِ ۙ (۴) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ (۵)
فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ (۶) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ
رَّاضِيَةٍ ؕ (۷) وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ (۸) فَاُمُّهٗ
هَاوِيَةٌ ؕ (۹) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ؕ (۱۰) نَارٌ حَامِيَةٌ ع (۱۱)

اٰیاتها ۸ ۱۰۲ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۶ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ (۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ (۲) كَلَّا
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ (۳) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ (۴) كَلَّا
لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ (۵) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ (۶) ثُمَّ
لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ (۷) ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ
عَنِ النَّعِيْمِ ع (۸)

اٰیاتها ۳ ۱۰۳ سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۳ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے [ا] وہ دل پسند عیش میں ہوگا، اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اُس کی جائے قرار گہری کھائی ہو گی۔ اور تمھیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ۔ ع

سُورۂ التّکاثر (مکّی)

اللّٰہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دُھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو۔ ہرگز نہیں، عنقریب [ا] تم کو معلوم ہو جائے گا۔ پھر (سُن لو کہ) ہرگز نہیں، عن قریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اِس رَوِش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمھارا یہ طرزِ عمل نہ ہوتا)۔ تم دوزخ دیکھ کر رہو گے، پھر (سُن لو کہ) تم بالکل یقین کے ساتھ اُسے دیکھ لو گے۔ پھر ضرور اُس روز تم سے اِن نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔ ع

سُورۂ العصر (مکّی)

اللّٰہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

[ا] یعنی نیکی کے پلڑے بھاری ہوں گے۔

[ا] عنقریب سے مراد آخرت بھی ہو سکتی ہے اور موت بھی، کیونکہ یہ بات مرتے ہی انسان پر کھل جاتی ہے کہ جن مشاغل میں وہ اپنی ساری عمر کھپا کر آیا ہے وہ اس کے لیے سعادت و خوش بختی کا ذریعہ تھے یا بد انجامی و بد بختی کا ذریعہ۔

وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ع

ع ۱ ۳ ۲۸

رکوعها ۱	۱۰۴ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَکِّیَّةٌ ۳۲	اٰیاتها ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ① الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا
وَّعَدَّدَهٗ ② یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ③ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ
فِی الْحُطَمَةِ ④ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ⑤ نَارُ اللّٰهِ
الْمُوْقَدَةُ ⑥ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ⑦ اِنَّهَا
عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ⑧ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ⑨ ع

ع ۱ ۹ ۲۹

رکوعها ۱	۱۰۵ سُوْرَةُ الْفِیْلِ مَکِّیَّةٌ ۱۹	اٰیاتها ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ① اَلَمْ یَجْعَلْ
کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ② وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ③

زمانے کی قسم،[۱] انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔ ع

سُورۃُ الھُمزہ (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تباہی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے، جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔[۱] ہرگز نہیں، وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ؟ اللہ کی آگ، خوب بھڑکائی ہوئی، جو دلوں تک پہنچے گی۔ وہ اُن پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی (اِس حالت میں کہ وہ) اُونچے اُونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے)۔[۲] ع

سورۃُ الفیل (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تم نے دیکھا نہیں کہ تمھارے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اُس نے اُن کی تدبیر

---

[۱] زمانے سے مراد گزرا ہوا زمانہ بھی ہے اور گزرتا ہوا زمانہ بھی۔ اس کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ بھی گواہ ہے اور جو زمانہ اب گزر رہا ہے وہ بھی شہادت دیتا ہے کہ وہ بات برحق ہے جو آگے بیان کی جارہی ہے۔

[۱] دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ سمجھتا ہے اس کا مال اسے حیاتِ جاوداں بخش دے گا اور اسے کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ایک وقت اس کو یہ سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہو جانا پڑے گا۔

[۲] فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہنم کے دروازوں کو بند کر کے ان پر اُونچے اُونچے ستون گاڑ دیے جائیں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ مجرم اُونچے اُونچے ستونوں سے بندھے ہوئے ہونگے۔ تیسرا یہ کہ اس آگ کے شعلے لمبے ستونوں کی شکل میں اٹھ رہے ہوں گے۔

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ قلے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ
مَّاْكُوْلٍ ۝۵ ع ع ۳۰

اٰیاتها ۴ | ۱۰۶ سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَّكِّيَّةٌ ۲۹ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ لا اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ ج
فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ لا الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ
جُوْعٍ ۙ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴ ع ع ۳۱

اٰیاتها ۷ | ۱۰۷ سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ۱۷ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ ط فَذٰلِكَ
الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ لا وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ
الْمِسْكِيْنِ ۝۳ ط فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ لا الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ
صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ لا الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ لا
وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷ ع ع ۳۲

کو ناکارت نہیں کر دیا؟ اور اُن پر پرندوں کے جُھنڈ بھیج دیے جو اُن کے اوپر پکّی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے، پھر اُن کا یہ حال کر دیا جیسے (جانوروں کا) کھایا ہوا بھوسا۔ [۱] ع

سُورۂ قریش (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

چونکہ قریش مانوس ہوئے، (یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس [۱] ،لہٰذا اُن کو چاہیے کہ اِس گھر کے [۲] ربّ کی عبادت کریں جس نے اِنھیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔ [۳] ع

سُورۂ الماعُون (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تم نے دیکھا اُس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اُکساتا۔ [۱] پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، [۲] جو ریاکاری کرتے ہیں، اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔ ع

---

[۱] یہ اس واقعہ کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ سے ۵۰ دن پہلے پیش آیا تھا۔ یمن کی حبشی حکومت کا عیسائی بادشاہ ابرہہ ۶۰ ہزار کا لشکر لے کر مکّہ پر اس غرض کے لیے چڑھ آیا کہ خانہ کعبہ کو ڈھادے۔ اس لشکر میں کئی ہاتھی بھی تھے۔ جب وہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان پہنچا تو یکا یک سمندر کی طرف سے پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں لیے ہوئے آئے اور انہوں نے اس لشکر پر کنکریوں کی بارش کر دی، جس جس پر کوئی کنکری پڑتی اس کا گوشت گل گل کر جھڑنا شروع ہو جاتا۔ اس طرح یہ سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ عرب میں یہ واقعہ نہایت مشہور تھا اور اس سورہ کے نزول کے وقت مکّہ میں ہزاروں آدمی ایسے موجود تھے جن کی آنکھوں کے سامنے یہ پیش آیا تھا۔ تمام اہلِ عرب مانتے تھے کہ ہاتھی والوں کی یہ تباہی صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوئی۔

[۱] گرمی اور جاڑے کے سفروں سے مراد تجارتی سفر ہیں۔ گرمی میں قریش کے لوگ شام و فلسطین کی طرف اور جاڑے میں جنوب عرب کی طرف تجارت کے لیے جاتے تھے انہی سفروں کی بدولت وہ مالدار ہو گئے تھے۔

[۲] اس گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔

[۳] مکّہ چونکہ حرم تھا اس لیے قریش کو یہ خطرہ نہ تھا کہ ان کے شہر پر عرب کا کوئی قبیلہ حملہ کر دے گا اور قریش چونکہ خانۂ کعبہ کے مجاور تھے۔ اس لیے ان کے تجارتی قافلے بے کھٹکے عرب کے تمام علاقوں سے

اٰیاتھا ۳	۱۰۸ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵	رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۭ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۭ ۝۲ إِنَّ
شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝۳ ع

ع ۲ ۴۲

اٰیاتھا ۶	۱۰۹ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۸	رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ ۝۱ لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ ۝۲
وَلَآ أَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ ۚ ۝۳ وَلَآ أَنَا عَابِدٌ مَّا
عَبَدْتُّمْ ۙ ۝۴ وَلَآ أَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ ۭ ۝۵ لَكُمْ
دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶ ع

ع ۱ ۴۳

اٰیاتھا ۳	۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴	رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ
يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ۙ ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

سُورۂ الکوثر (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

(اے نبیؐ) ہم نے تمھیں کوثر عطا کر دیا۔ [۱] پس تم اپنے ربّ ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمھارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔ [۲] ع

سُورۂ کافِرُون (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہہ دو کہ اے کافرو، [۱] میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو، [۲] نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ [۳] اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے، [۴] اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دِین ہے اور میرے لیے میرا دین۔ [۵] ع

سُورۂ النصر (مَدَنی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

جب [۱] اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے۔ اور (اے نبیؐ) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دِین میں داخل ہو رہے ہیں۔

گزرتے تھے اور کوئی ان کو نہ چھیڑتا تھا۔

[۱] یعنی نہ اپنے نفس کو اس کام پر آمادہ کرتا ہے نہ اپنے گھر والوں سے کہتا ہے کہ مسکین کا کھانا دیا کریں، اور نہ لوگوں کو مساکین کی مدد پر اُکساتا ہے۔

[۲] اس سے مراد نماز میں بھولنا نہیں ہے بلکہ نماز کی طرف سے بے پروا ہو جاتا ہے۔

[۱] کوثر سے مراد ہیں دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیاں جن میں روزِ حشر کا حوضِ کوثر اور جنت کی نہر کوثر بھی شامل ہیں۔

[۲] کفار حضور ﷺ کو اَبتَر اس معنی میں کہتے تھے کہ آپ اپنی قوم سے بھی کٹ گئے ہیں اور آپ کی اولادِ نرینہ بھی زندہ نہیں رہی اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ آپ بے نام و نشان ہو جائیں گے اس پر فرمایا گیا کہ بے نام و نشان آپؐ نہیں آپؐ کے دشمن ہوں گے۔

[۱] یعنی اے وہ لوگو جنہوں نے میری رسالت اور میری لائی ہوئی تعلیم کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

[۲] اگرچہ کفار دوسرے معبودوں کے ساتھ اللہ کی بھی عبادت کرتے تھے لیکن چونکہ شرک کے ساتھ اللہ کی عبادت سرے سے اللہ کی عبادت ہی نہیں ہے اس لیے مشرکین کے تمام معبودوں کی عبادت سے انکار کیا گیا۔

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳ ع

وقف النبی ع۲ ۳۵

آیاتها ۵ | ۱۱۱ سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ ۶ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ
وَمَا كَسَبَ ؕ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚۖ ۝۳
وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ
مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ع

ع۵ ۳۶

آیاتها ۴ | ۱۱۲ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ۲۲ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ
يُوْلَدْ ۙ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ ع

ع۲ ۳۷

آیاتها ۵ | ۱۱۳ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۲۰ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ

[illegible]

تو اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اور اُس سے مغفرت کی دُعا مانگو، [۲] بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ ع

سُورۂ اللھب (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ٹوٹ گئے ابولہب [۱] کے ہاتھ اور نامُراد ہو گیا وہ۔ [۲] اُس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا وہ اُس کے کسی کام نہ آیا۔ ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور (اُس کے ساتھ) اُس کی جورُو بھی، [۳] لگائی بجھائی کرنے والی، اُس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی۔ ع

سُورۂ الاخلاص (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہو، [۱] وہ اللہ ہے، [۲] یکتا۔ [۳] اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اُس کے محتاج ہیں۔ نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ ع

سُورۂ الفلق (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہو، میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے ربّ کی، [۱] ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے

---

[۳] یعنی جن صفات کے خدا کی مَیں عبادت کرتا ہوں تم ان صفات کے خدا کی عبادت کرنے والے نہیں ہو۔

[۴] یعنی جن معبودوں کی عبادت اس سے پہلے تم نے اور تمہارے باپ دادا نے کی ہے، میں ان کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں۔

[۵] یعنی دین کے معاملے میں میرا اور تمہارا کوئی میل نہیں ہے میرا راستہ الگ ہے تمہارا الگ۔

[۱] معتبر روایات کی رُو سے یہ قرآن کی سب سے آخری سورت ہے جو حضور ﷺ کی وفات سے تقریباً ۳ مہینے پہلے نازل ہوئی اس کے بعد بعض آیتیں تو نازل ہوئیں مگر کوئی پوری سورت نازل نہیں ہوئی۔

[۲] یہ بھی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کے نزول کے بعد حضورؐ اپنے آخری ایام میں بہت زیادہ حمد و تسبیح اور استغفار فرمانے لگے تھے۔

[۱] یہ حضورؐ کا چچا تھا اور ابولہب ہی کے نام سے مشہور تھا۔

[۲] یعنی اسلام کا راستہ روکنے کے لیے اس نے جتنا زور لگایا اس میں وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ اس فقرے میں اگرچہ بعد میں ہونے والی بات پیشین گوئی کی گئی ہے مگر اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا وہ ہو چکی۔

غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ ③ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ ④
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤ ع ۱ ۲۸

آیاتها ٦ ۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ ۲۱ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ ① مَلِكِ النَّاسِ ۙ ② اِلٰهِ
النَّاسِ ۙ ③ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ ④ الَّذِیْ
یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ ⑤ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥ ع ۱ ۲۹

[illegible]

CS CamScanner

پیدا کی ہے، اور رات کی تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے، [۲] اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے، [۳] اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔ [۴] ع

سُورۃُ النّاس (مکّی)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہو، میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے ربّ، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبُود کی، اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے، [۱] جو لوگوں کے دِلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنّوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ [۲] ع

---

[۳] اس عورت کا نام اُمِ جمیل تھا۔ یہ ابوسفیان کی بہن تھی اور اسلام کی دشمنی میں اپنے شوہر سے کسی طرح کم نہ تھی۔

[۱] رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار و مشرکین پوچھتے تھے کہ آپ کا ربّ، جسے آپ سب معبُودوں کو چھوڑ کر ایک ہی معبُود منوانا چاہتے ہیں کیسا ہے؟ اس کا نسب کیا ہے؟ کس چیز سے بنا ہُوا ہے؟ کس سے اس نے کائنات کی یہ میراث پائی ہے اور کون اس کا وارث ہوگا؟ ان سوالات کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔

[۲] یعنی جس ہستی کو تم لوگ خود اللہ کے نام سے جانتے ہو اور جسے اپنا اور ساری مخلوقات کا خالق و رازق مانتے ہو وہی میرا ربّ ہے۔ مشرکینِ عرب کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا تھا، اسے خود قرآن میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے مثلاً ملاحظہ ہو۔ یونس آیات ۲۲ ـ ۳۳ ـ ۳۱ ـ بنی اسرائیل آیت ۶۷ ـ المومنون آیات ۸۴ ـ تا ۸۹ ـ العنکبوت آیات ۶۱ ـ تا ۶۳ ـ الزخرف آیت ۸۷ ـ

[۳] واحد کے بجائے اَحد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ معنی دونوں کے "ایک ہیں" مگر عربی زبان میں واحد کا لفظ ایسی تمام چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اپنے اندر بہت سی کثرتیں رکھتی ہوں۔ مثلاً ایک آدمی، ایک قوم، ایک ملک، ایک جہان اس سب کو واحد کہتے ہیں۔ حالاں کہ ان میں کثرتوں کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن اَحد کا لفظ صرف اسی کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہر لحاظ سے ایک ہو جس میں کسی قسم کی کثرت نہ پائی جاتی ہو۔ اسی لیے عربی زبان میں یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔

[۱] یعنی اس ربّ کی جو رات کی تاریکی کو چھانٹ کر صبحِ روشن نکالتا ہے۔

[۲] کیونکہ زیادہ تر جرائم اور مظالم رات ہی کو ہوتے ہیں اور موذی جانور بھی اکثر رات ہی کو نکلتے ہیں۔

[۳] مراد ہیں جادوگر مرد اور عورتیں۔

[۴] یعنی جب وہ حسد کی بنا پر کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔

[۱] یعنی ایک دفعہ وسوسہ ڈال کر جب بہکانے میں کامیاب نہیں ہوتا تو ہٹ جاتا ہے اور پھر آ کر وسوسہ اندازی کرنے لگتا ہے۔ اور یہ کوشش پے در پے جاری رکھتا ہے۔

[۲] یعنی یہ وسوسہ ڈالنے والا خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنّوں (شیاطین) میں سے، دونوں کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

دُعَاءِ

خَتْمِ

الْقُرْاٰنِ

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ
وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًی وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ
مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ
الَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (اٰمِیْن)

CS CamScanner

دعاءِ ختم القرآن

اے اللہ! (اس تلاوتِ کلامِ پاک کو) میری قبر میں میری ویرانی کا ساتھی بنا۔ اے اللہ! قرآنِ عظیم کی برکت سے مجھ پر رحم فرما اور اس کو میرے لیے رہنما، روشنی، ہدایت اور رحمت بنا۔ اے اللہ! تو مجھے یاد دلا دے اس میں سے جو میں بھول گیا ہوں اور تو مجھے سکھا دے اس میں سے جو میں نہیں جانتا اور تو مجھے رات کے اوقات اور دن کے اوقات میں اس کو پڑھنے کی توفیق بخش اور تو اس کو میرے حق میں شہادتِ قاطع بنا دے۔ اے رب العالمین!

تصدیق

ہم نے اس قرآن مجید کو بغور پڑھا ہے۔ ہم تصدیق کرتے ہیں کہ اس کے متن میں حتی الامکان کوئی کمی بیشی اور کتابت کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ خراب ہو جائے تو اس کا متن کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری تصدیق متن کی صحت کی حد تک ہے۔

تصدیق کنندہ
عبدالوکیل علوی
رجسٹرڈ پروف ریڈر۔ حکومت پاکستان

تصدیق کنندہ
سلطان احمد
سلطان القلم۔ گجرات (پاکستان)

تصدیق کنندہ
حافظ محمد عادل ولیجہ مظاہری
رجسٹرڈ پروف ریڈر
وزارت اوقاف۔ حکومت پنجاب
(QCRP)

گزارش

اللہ رب العزت کی کرم نوازی سے ادارہ ترجمان القرآن نے قرآن پاک کی اشاعت میں جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے وہ ادارہ کے کارکنوں کی محنت شاقہ پر شاہد عادل ہے۔ ادارہ کی ہر ممکنہ کوشش ہوتی ہے کہ قرآن پاک کی طباعت، کتابت اور جلد بندی میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ ہو۔ پھر بھی اگر کوئی قاری اس میں غلطی پائے تو مہربانی فرما کر ادارہ کو مطلع فرمائیں اور قرآن پاک کی درست اشاعت میں ادارے کی مدد فرما کر ممنون فرمائیں۔

سید خالد فاروق مودودی
مینیجنگ ڈائریکٹر
ادارہ ترجمان القرآن (پرائیوٹ) لمیٹڈ لاہور، پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد	احمد	حامد	محمود	قاسم	عاقب
فاتح	خاتم	حاشر	رشید	منیر	بشیر
نذیر	داعٍ	سراج	ہادٍ	مہدی	ماحٍ
ناہٍ	رسول	نبی	امی	تہامی	ہاشمی
ابطحی	عزیز	حریص	رؤف	رحیم	طٰہٰ
مجتبیٰ	طٰسٓ	مرتضیٰ	حٰمٓ	مصطفیٰ	یٰسٓ
اولیٰ	مزمل	مدثر	مصدق	طیب	ناصر
منصور	آمر	حجازی	نزاری	قریشی	مضری

[illegible] [illegible]

[illegible]

کلیم صادق امین حسیب مجیب شکور

مقتصد طٰہٰ حق مبین مطیع اول

آخر ظاہر باطن رحمۃ یتیم حکیم

سید مکرم قریب خلیل طاہر منیب

مبلغ فصیح متقی امام بار شاف

متوسط سابق غنی جواد فتاح عالم

مطہر خطیب مہدی حبیب محلل شفیع

ناطق نور حجۃ شہید عادل قائم

حافظ مکی مدنی صاحب مذکر واعظ

جملہ حقوق طباعت و عکس محفوظ [illegible]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

CS CamScanner